ایسی حالت ہی بچانی دشوار ہو گی اس مثال مین سوار کو سواری نہ آنی مثال انسان کی [illegible]
اور قلت حکمت اور کمی بصیرت کی ہے اور گھوڑے کی سرکشی مثل غلبہ شہوت کے خصوصاً شہوت شکم
اور شرمگاہ کی اور کتے کی دیوانگی مثل غلبہ غضب کے ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے اوس سے بچاوے

چوتھا بیان قلب انسان کی خاصیت کا ذکر

واضح ہو کہ جسقدر چیزین ہم نے اعضا و حواس سے بیان کی ہین وہ اللہ تعالے نے تمام حیوانات
کو بھی دی ہین مثلاً شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی سب حیوانونکو بھی حاصل ہین
دیکھو جب بکری بھیڑیے کو آنکھ سے دیکھتی ہے تو اوس کی عداوت اپنے دل سے معلوم
کر کے فوراً بھاگتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوان کو بھی ادراک باطنی موجود ہے پس اب ہم وہ
چیز ذکر کرتے ہین جو خاص قلب انسانی مین پائی جاوے اور جسکے باعث اوسکو شرف اور
تقرب الی اللہ کی لیاقت ہے اور وہ دو باتین ہین ایک علم اور دوسرا ارادہ علم تو امور دنیوی
اور اخروی اور حقائق عقلی کا ہے کہ یہ امور نہ محسوسات کی حد مین داخل ہین اور نہ حیوانات
کو انمین انسان کے ساتھ شرکت بلکہ علوم کلیہ بدیہی بھی خواص عقل انسانی سے ہین مثلاً
انسان یہ حکم کرتا ہے کہ ایک شخص کا دو مکانو مین ہونا ایک ہی حالت مین غیر ممکن ہے پس یہ
حکم ہر شخص کے واسطے ہے گو اوس نے دنیا کے بعض ہی اشخاص دیکھے ہین اس صورت مین
اوسکا حکم کر دینا جمیع اشخاص پر اوسکے حس کے ادراک سے زائد ہے اور جب علم ظاہر بدیہی مین
یہ امر سمجھ چکے تو اور تمام نظریات مین اور بھی ظاہر تر ہے اور ارادہ سے یہ غرض ہے کہ جب انسان
عقل سے انجام کار کو سوچتا ہے اور اوسمین بہتری معلوم ہوتی ہے تو اوسکی طبیعت مین ایک
شوق اوس بہتری کا اور اوسکے لوازم کے حاصل کرنیکا پیدا ہوتا ہے اسکو ارادہ کہتے ہین اور یہ
ارادہ وہ نہین جو ارادہ شہوت یا ارادہ حیوانات کا ہوتا ہے بلکہ یہ ارادہ شہوت کے ارادے کے
ضد ہے مثلاً شہوت فصد اور پچھنے سے نفرت کرتی ہے مگر عقل اوسکا ارادہ کرتی ہے اور اوسکے لیے
مال تک خرچ کرتی ہے یا بیماری کی حالت مین شہوت کا میل لذیذ کھانون کیطرف ہوتا ہے اور
عاقل آدمی اپنے نفس مین اوس سے ایک مانع پاتا ہے اور یہ مانع شہوت کیطرف سے نہین اور اگر
خدا تعالے عقل کو تو پیدا فرماتا جس سے انجام کار سوجھتا ہے اور اس ارادہ کو پیدا نہ فرماتا جس کے
باعث حرکت اعضا کی عقل کے حکم کے بموجب ہوتی ہے تو عقل کا حکم بیفائدہ محض ہوتا غرضکہ
قلب انسانی مین وہ علم و ارادہ ہے جو تمام حیوانات مین نہین بلکہ اول اول لڑکون مین بھی نہین ہوتا

کیونکہ یہ ارادہ اونمین بعد بلوغ کی پیدا ہوتا ہی اور شہوت و غضب اور سوا اس ظاہری و باطنی اونمین سبب
موجود ہوتی ہین ہان ان علوم کی حاصل ہونیکی لڑکے مین دو درج ہین ایک تو یہ کہ اوسکی دلمین علم یہی
باتو نکا آجاوی مثلاً جن چیزونکا وجود ظاہر مین نہین ہوسکتا اونکا محال جاننا یا ممکنات ظاہری کا جائز سمجہنا
تو اس صورت مین اوسکو علوم نظریہ تو حاصل نہونگی مگر اونکی حصول کی قریب ہوجاویگا اور اوسکا حال علوم
نظریہ مین ایسا ہوگا جیسا کوئی کاتب کہ کتابت مرکبات سی تو عاری ہی مگر مفردات حروف اور دوات
و قلم کو جانتا ہی اسطرحکا کاتب اگرچہ درجہ کتابت پر نہین پہونچا مگر اوسکی قریب ہوجاتا ہی - دوسرے یہ کہ علوم
اوسکو اکتساب اور تجربہ لوگونکی سی حاصل ہو وین اور اونکا مخزن اوسکے پاس ہی جب چاہے اونکی طرف
رجوع کری تو ایسے شخص کا حال کاتب حاذق کا سا ہی کہ گو وہ بالفعل لکھتا نہو مگر اوسکو کاتب کہینگے
کیونکہ وہ کتابت پر ہر وقت قدرت رکھتا ہے اور یہ مرتبہ علوم کا انسانیت کی مدارج مین سب سے اعلیٰ درجہ
ہے لیکن اس درجہ مین مراتب غیر متناہی ہین کہ اونمین لوگ کثرت اور قلت معلومات کے باعث
یا شرافت اور خست معلومات کی جہت سی متفاوت ہین اور نیز طریق حصول مین بھی تفاوت ہوتا ہے
کہ بعض قلوب کو اول ہی دہلہ مین بسبیل مکاشفہ الہام الٰہی سے حاصل ہوجاتے ہین اور بعض کو
نوبت اکتساب اور تعلم کی پہونچتی ہے پہر بعضے سریع الفہم ہوتے ہین اور بعضے بطی الحصول اور اس مقام
مین درجات انبیا و علما اور اولیا اور حکما کے مختلف ہین اور درجات ترقی کی کچھ انتہا نہین اسلیے
کہ معلومات الٰہی کی کچھ حد نہین اور سب مین اعلیٰ رتبہ اوس نبی کا ہوتا ہے جس پر سب حقیقتین
بلا اکتساب و تکلف صرف مکاشفہ الٰہی سے بہت جلد منکشف ہوجائین اور اسی سعادت سے بندہ کو
خداوند پاک سے قرب معنوی اور حقیقی اور وصفی ہوتا ہے مگر قرب مکانی اور نزدیکی مسافت نہین
ہوتی اور ان درجات مین ترقی کرنی سالکین الی اللہ کی منزلین کہلاتی ہین اور ان منازل
کی کچھ حد نہین بلکہ ہر سالک کو جس منزل تک وہ پہونچتا ہے اوسکا اور اوسکے نیچے کی منزلون کا حال
معلوم رہتا ہے لیکن جو منزلین اوسکے آگے ہین اونکو علماً تو نہین جانتا الا کبھی ایماناً بالغیب
اونکی تصدیق کرتا ہے جیسے ہم نبوت اور نبی پر ایمان رکہتے ہین اور اونکے وجود کی تصدیق
کرتے ہین مگر حقیقت نبوت کو سوا نبی کے دوسرا نہین جانتا اور جسطرح کہ پیٹ کی بچہ کو شیرخوار کا
حال معلوم نہین ہوتا اور شیرخوار کو تمیزدار لڑکے کا حال معلوم نہین ہوتا کہ اوسکو کیا کیا بدیہی
باتین حاصل ہوگئین ہین اور تمیزدار کو عاقل کا حال معلوم نہین ہوتا کہ علوم نظریہ سے اوسنے
کیا کیا سیکھا ہے اسیطرح عاقل کو بھی یہ معلوم نہین ہوتا کہ اللہ تعالےٰ نے اولیا اور انبیا پر کیا کیا الطاف

ورحمت زیادہ فرماتے ہیں مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا اور یہ رحمت اور جود اور کرم خداوندی کے عام ہے کسی کے ساتھہ اوسکی طرف سے بخل نہیں مگر ظہور اس رحمت کا اون دلوں میں ہوتا ہے جو نفحات رحمت کی تاک لگائے رہتے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِي أَيَّامِ دَهْرِكُمْ لَنَفَحَاتٍ أَلَا فَتَعَرَّضُوا لَهَا اور ان پر تاک لگانا اسطرح ہے کہ دل کو پاک رکہیں اور خبث و کدورت جو اخلاق مذمومہ سے ہوتی ہے اوس سے اجتناب کریں جیسا کہ عنقریب اوسکا بیان آنے والا ہے اور خدائے پاک کی اسی جود کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں يَنْزِلُ اللّٰهُ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ هَلْ مِنْ دَاعٍ فَأَسْتَجِيبَ لَهُ اور اس حدیث قدسی میں لَقَدْ طَالَ شَوْقُ الْأَبْرَارِ إِلَى لِقَائِي وَأَنَا إِلَى لِقَائِهِمْ لَأَشَدُّ شَوْقًا اور اس حدیث قدسی میں مَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا ان سب احادیث متبرکہ سے یہ معلوم ہوا کہ انوار علوم جو دلوں سے پوشیدہ رہتے ہیں تو منعم حقیقی کیطرف سے کچہ بخل اور روک نہیں بلکہ خبث اور کدورت جو دلوں میں رہتی ہے وہی باعث حجاب انوار معرفت ہوتی ہے کیونکہ دلونکا حال برتن کا سا ہے جب تک برتن میں پانی بہرا رہیگا اوسمیں ہوا نہیں جائیگی اسیطرح جب تک دل غیر اللہ سے مشغول رہیگا اوسمیں معرفت نجا سکیگی اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف میں لَوْلَا أَنَّ الشَّيَاطِينَ يَحُومُونَ عَلَى قُلُوبِ بَنِي آدَمَ لَنَظَرُوا إِلَى مَلَكُوتِ السَّمَاءِ خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہوا کہ خاصیت انسان علم اور حکمت ہے اور اشرف علوم علم اللہ جل شانہ اور اوسکی صفات اور افعال کا ہے کہ جسمیں کمال انسانی ہے اور اس کمال کے باعث سعادت اور لیاقت حضوری حضرت رب العزت اوسکو حاصل ہوتی ہے غرض کہ بدن نفس کی سواری ہے اور نفس محل علم ہے اور علم انسان کا مقصود اور اوسکی خاصیت ہے کہ جسکے واسطے پیدا ہوا ہے اور جسطرح پر کہ گہوڑا بوجہہ اٹھانے میں گدہے کا شریک ہے اور خوبصورتی اور دوڑ دہوپ میں اوس سے خاص ہے تو گہوڑے کی خاصیت یہی ہے اور اوسیکے لیے پیدا ہوا ہے پس اگر اس بات سے عاری ہوگا تو گدہے کے درجہ کو پہونچ جائیگا اسیطرح انسان بہت سی باتوں میں گہوڑے اور گدہے کا شریک ہے مگر جو خاصیت انسانی ہے اوسکے باعث ان دونوں سے ممتاز ہے اور یہ خاصیت ملائکہ مقربین کے اوصاف میں سے ہے اور انسان کا رتبہ بہائم اور ملائکہ کے درمیان میں ہے اسواسطے کہ انسان باعتبار غذا اور نشو و نما کے تو سبزہ ہے اور حس و حرکت اختیاری کی جہت سے حیوان ہے اور صورت و قد و قامت کے اعتبار سے مثل نقش دیوار ہے لیکن خاصیت اوسکی حقائق اشیا کی معرفت ہے

پس جس شخص نے اپنے تمام اعضا اور قولسے اسطرح کام لیا کہ علم اور عمل مین اوسکو استعانت میسر ہوا
شخص مشابہ فرشتونکے ہے اور اونمین لاحق ہونے کا سزاوار ہے اور اگر اوسکو ملک ربانی کہا جاوے
تو بجا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والیون کا قول نقل فرمایا ہے
مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ اور جس شخص نے کہ اپنی ہمت لذات بدنی کیطرف مصروف کی
اور چوپایونکی طرح کہانے لگا تو وہ درجہ بہائم مین داخل ہوگیا تو نرا بیل ناتجربہ کار ہوگا یا حرص
مثل سور کے یا غرّانے والا مثل کتے بلی کے یا کینہ ور مثل اونٹ کی یا متکبر مثل چیتے کے یا مکار مثل
لومڑی کے بنجاویگا اور اگر ان سب باتونکا جامع ہوگا تو پورا شیطان رجیم ہے اور آدمی مین کوئی
عضو یا حاسہ ایسا نہین کہ جس سے وصول الی اللہ کیطرف مدد نہ مل سکے جیسا کہ باب الشکر مین
کچھہ تہوڑا سا بیان اسکا آویگا پس جو کوئی اپنے اعضا کو اسی کام مین لگا دیگا وہ فلاح کو پہونچیگا
اور جو اس سے عدول کریگا وہ نقصان مین رہیگا اور انسان کی سعادت کامل اسیمین ہے
کہ دیدار الٰہی کو اپنا مقصد بناوے اور آخرت کو اپنا مستقر جانے اور دنیا کو منزل اور بدن کو
سواری اور اعضا کو خادم تصور کرے اور اپنی قوت مدرکہ کو بادشاہ قرار دے جسکا دار السلطنت
قلب ہی اور قوت خیالی جو مقدم دماغ مین ہے اوس بادشاہ کا قاصد کیونکہ محسوسات کی
خبرین اوسکے پاس جمع ہوتی ہین اور قوت حافظہ جسکا مسکن موخر دماغ ہے اوسکا خزانچی
ہے اور زبان اوسکی ترجمان اور اعضا متحرکہ اوسکے محرر اور حواس خمسہ اوسکی جاسوس ہین اور واحد
انمین سے ایک طرف کی اخبار رسانی پر متعین ہے آنکھہ عالم رنگ پر متعین ہے اور کان عالم آوازپر
اور ناک عالم خوشبو پر اور علی ہذا القیاس پہر یہ سب اپنے اپنے علاقہ کی اخبار جمع کرتے ہین اور قوت
خیالی تک پہونچا دیتے ہین جسکا کام قاصدی ہے وہ ان اخبار کو خزانچی یعنی حافظہ کے سپرد
کرتی ہے اور خزانچی بحضور بادشاہ پیش کرتا ہے تاکہ بادشاہ کو ان اخبار مین سے جسقدر سلطنت کی
تدابیر مین یا جس سفر کے درپیش ہے اوسکی تکمیل مین یا جس دشمن کے ساتھہ منازعت ہے اوسکے قلع قمع
مین یا رہزنون کے دور کرنے مین ضرورت ہو اوسقدر رکہ لیوے پس اگر ایسا ہی کیا تو سعید اور
کامیاب اور خدا کی نعمتونکا شاکر ہوا اور جب ان سب کو بیکار رکہا یا کام تو لیا مگر اوسمین دشمنون
یعنی شہوت اور غضب اور لذات فانی اور آبادی رہگذر مسمی بہ دنیا کا ہی لحاظ رکہا تو شقی اور بیہودہ
اور خدا کی نعمتونکا کافر ہوگا اور لشکر الٰہی کو جو اسکا تابع تہا تلف کریگا اور دشمنان خدا کی عزت
اور حزب اللہ کی ذلت ہوگی انجام اوسکا یہ ہوگا کہ مستحق عقاب اور عذاب اور خرابی معاد کا ہوگا

نعوذ باللہ منہا اور جو مثال کہ ہم نے بیان کی ہے حضرت کعب احبار رضہ نے اوسکی طرف اشارہ
فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ مین حضرت عائشہ رضہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انسان کی
آنکھین تو راہبر ہین اور کان محافظ اور زبان ترجمان اور ہاتھ دو طرف لشکر کے اور پاؤن [illegible]
اور قلب بادشاہ ہے پس جب بادشاہ اچھا ہوگا تو اوسکے توابع بھی اچھے ہونگے حضرت عائشہ رضہ
نے جواب دیا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی سنا ہے وہ بھی یہی فرماتے تھے
اور حضرت علی رضہ نے تمثیل قلوب مین یون ارشاد فرمایا ہے کہ زمین مین خدا کی برتن قلوب ہین
اونمین سے اوسکو زیادہ محبوب وہ ہے جو نرم اور صاف اور سخت ہے پھر ان لفظون کی تفسیر یون
فرمائی کہ اپنے بھائیونکے ساتھ نرم اور یقین مین صاف اور دین مین سخت ہو اسمین اشارہ ہے
اس آیت کریمہ کیطرف کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
نے مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ یہ مثال نور مومن اور اوسکے دل کی
ہے اور اس آیت مین اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ فرمایا کہ یہ مثال قلب منافق کی ہے اور زید بن اسلم
نے لوح محفوظ کو جو قرآن شریف مین وارد ہے فرمایا ہے کہ وہ مومن کا قلب ہے اور سہل تستری رضی اللہ عنہ
نے فرمایا ہے کہ مثال قلب اور صدر کی عرش و کرسی ہے یہ ہین مثالین قلب کی

پانچوان بیان اوصاف جامع قلب کا اور اوسکی مثالین

جاننا چاہیے کہ انسان کی خلقت اور ترکیب مین چار آمیزشین ہین جنکے سبب اوسمین چار اوصاف
سبعی اور بہیمی اور شیطانی اور ربانی جمع ہین پس اس جہت سے کہ اوسپر غضب مسلط ہے افعال سباع کا
مرتکب ہوتا ہے اور عداوت اور کینہ اور لوگونسے دھول دھپا گالی گلوج کرتا ہے اور شہوت کے مسلط
ہونے کے باعث بہائم کے افعال یعنے حرص و حسد و طمع وغیرہ اوس سے سرزد ہوتے ہین اور
اس جہت سے کہ وہ خود فی ذاتہ امر ربانی ہے جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ
دعوی ربوبیت کا کرتا ہے اور تعلی اور تشخص اور سب امور پر اصرار کرنا اور ریاست کا مدعی ہونا
اور عبودیت اور تواضع کے حلقہ سے نکلنا ان سب باتونکو پسند کرتا ہے اور آرزومند تمام علوم کی
اطلاع کا ہوتا ہے بلکہ علم اور معرفت اور حقائق امور پر ہونے کا مدعی ہوتا ہے اور جب علم کیطرف
منسوب ہوتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جہل کی طرف نسبت کیے جانے سے ناراض ہوتا ہے کہ جمیع
امور کے حقائق پر محیط ہونا اور سب خلق پر کبریائی و منی کا مدعی ہونا اوصاف ربوبیت سے ہے اور
انسان مین اسکی حرص موجود ہے اور چونکہ باوجود اشتراک غضب و شہوت کی تمیز کے باعث بہائم سے

جیسے لیئے تو اسمین شیطانیت بھی ہے جس سے شریر کہلاتا ہے اور اپنی تیزی کو شر کی صورتون مین استعمال
کرتا ہے اور اپنی غرضین مکر و حیلہ و فریب سے حاصل کرتا ہے اور خیر کے بدلے شر ظاہر کرتا ہے اور
یہ سب عادتین شیطانونکی ہین غرضکہ ہر ایک آدمی مین ان چارون اصول یعنی ربانیت و شیطانیت
و سبعی اور بہیمی کا خلط پایا جاتا ہے اور یہ چارون قلب مین جمع ہین تو گویا انسان کی جلد مین
چار چیزین ہین سور اور کتا اور شیطان اور حکیم سور تو اوسکی شہوت ہے اسلیے کہ سور جو مذموم کہلاتا ہے تو
بوجہ رنگ اور شکل کے باعث برا نہین بلکہ شدت حرص اور بسیارخواری سے مذموم ہے اور کتا آدمی کا
غضب ہے کیونکہ درندہ جو ضرر پہونچاتا ہے اور کتا جو کاٹ لیتا ہے باعتبار صورت و شکل کے یہ افعال اونسے
سرزد نہین ہوتا ہے بلکہ معنی سبعیت کے یعنی آزار دینا اور عداوت اونمین پائی جاتی ہے اسیطرح
انسان کے باطن مین بھی کیفیت درندگی اور غضب درندہ کا سا موجود ہے اور حرص و طمع سور کی سی
پس سور اپنے حرص کے باعث فحش اور مناہی کیطرف بلاتا ہے اور درندہ غضب کی جہت سے ظلم
اور ایذا کیطرف اور شیطان ان دونون کی حرص و غضب کو اشتعال دیتا رہتا ہے اور ایک کو
دوسرے پر بھڑکاتا رہتا ہے اور اونکی جبلی صفت کو اونکی نظر مین اچھا کر رہا رہتا ہے اور عقل انسانی
جو بمنزلہ حکیم کے ہے اسپر مامور ہے کہ شیطان کے مکر و حیلہ کو دفع کردے اپنی بصیرت کاملہ اور نور
واضح سے اوسکا مکر واشگاف کردے اور سور اور کتے کو مسلط کرے اوسکی شہوت توڑے کیونکہ غضب
سے شہوت ٹوٹتی ہے اسیطرح سور کو کتے پر مسلط کرکے اوسکی ایذا کو دفع کرے اور کتے کو اپنی سیاست کا
مغلوب رکھے پس اگر ایسا کیا تو خاصی بات بنیگی اور مملکت بدن مین عدل ظاہر ہوگا اور یہ سب
سب راہ راست پر آجاوینگے اور اگر وہ حکیم اونکو مغلوب نکرسکا تو یہ چیزین اوسکو دبا لیتی ہین
اور اوس سے خدمت لیتی ہین تو اب اوسکو سور کے پیٹ بھرنے اور کتے کے راضی رکھنے کے حیلے ڈھونڈنے
پڑتے ہین اور ہمیشہ ان دونونکا غلام رہتا ہے اور یہ حال اکثر لوگونکا ہے کہ اونکی اکثر ہمت شکم اور
شہوت اور اعدا کی خوشامد پر مصروف ہوتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ایسا آدمی بت پرستون پر
پتھر کی پرستش کا اعتراض کرتا ہے اور اگر اوسکا حجاب دور کیا جاوے اور حقیقت حال بتلائی جاوے
اور مکاشفہ والون کیطرح اوسکی صورت حال کو مجسم بناکر بیداری یا خواب مین دکھلایا جاوے
تو یہ معلوم ہوگا کہ شخص مذکور کبھی سور کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور کبھی رکوع اور اوسکے اشارہ
اور امر کا منتظر ہے اور جب اپنی خواہش کی کوئی چیز مانگتا ہے فوراً اوسکی تعمیل اور بجا آوری مین
اوٹھ کھڑا ہوتا ہے یا یون معلوم ہوگا کہ خود ایک دیولنے کتے کیطرف مائل ہے اور اوسکی عبادت

اور اطاعت کر رہا ہی اور اوسکا التماس کو بسمع رضا سن رہا ہے اور اوسکی طاعت کی بجا آوری مین
فکر و تدقیق کر رہا ہی اور ان باتوں سے اپنے شیطان کی خوشی مین ساعی ہوتا ہی کیونکہ شیطان اوسکے
سور اور کتے کو بھڑکاتا ہی اور انسان سے خدمت لینے کے واسطے اونکو برانگیختہ کرتا ہے تو اسوقت
سور کتے کی کیا عبادت کی بلکہ شیطان کی پرستش کرتا ہے پس ہر ایک شخص اپنے حرکات اور
سکنات اور سکوت اور نطق اور قیام و قعود کو تاکتا ہے اور غور سے ملاحظہ کرے پر اگر انصاف کریگا
تو معلوم ہوگا کہ تمام دن انہین چیزونکی پرستش مین سعی کرتا رہتا ہے اور یہ نہایت درجہ کا ظلم ہے
کہ مالک کو مملوک کر دیا اور آقا کو غلام بنا دیا اور غالب کو مغلوب ٹھہرا دیا اسلیے کہ غلبہ اور سرداری
قابل عقل تھی جسکو اسنے اون تینوں چیزون کا مغلوب اور خادم کر دیا پس نتیجہ اونکی طاعت کا یہ ہوگا
کہ اوسکے دل پر ایسے صفات آوینگے جنسے دل زنگ آلود ہو جاویگا اور انجام کار باعث اوسکی
ہلاک کی ہونگی خنزیر شہوت کی طاعت سے یہ صفات اوس سے صادر ہونگی بے حیائی خبث اسراف
بخل ریا ہتک رکھائی بیہودگی حرص حسد خوشامد غضب حقد شماتت وغیرہ اور کلب غضب کی
طاعت سے دل پر یہ صفات منتشر ہونگی تہور عدم صیانت تعلی خودستائی مغلوب الغضب ہونا
تکبر عجب استہزا تحقیر خلق ارادہ شر خواہش ظلم وغیرہ اور شیطان کی طاعت جو طاعت
غضب اور شہوت پرستی سے لازم آتی ہے اوس سے مکر و فریب و حیلہ اور دغابازی اور خباثت
اور دنائت اور فحش کلامی وغیرہ صفات حاصل ہوتی ہین - اور اگر امر بالعکس ہوا اور سب کو
صفت ربانیت کی سیاست سے دبا لیا تو دل مین صفات ربانیت قائم ہونگے یعنی علم اور حکمت
اور یقین اور معرفت حقائق و ماہیت اشیا اور غالب ہونا سب پر قوت علم و عقل سے اور استغنا
تقدم خلق پر بباعث کمال علم اور جلال کے اور نیز اس صورت مین شہوت و غضب کی عبادت
سے مستغنی ہو جاویگا اور خنزیر شہوت کو روکنے سے اور اوسکی حد اعتدال پر رکھنے سے بہت سی
صفات شریفہ پیدا ہونگی مثلاً عفت اور قناعت اور سکون اور زہد اور ورع اور تقوی اور
انبساط اور حیا اور حسن صورت اور ظرافت اور مساعدت وغیرہ اسیطرح قوت غضب کے روکنے اور
مغلوب کرنے اور حد واجبی پر لانے سے یہ صفات حاصل ہونگی شجاعت اور کرم اور رفعت اور
نفس اور صبر اور حلم اور عفو اور استقلال اور جوانمردی اور توقیر و اصالت وغیرہ پس اس معاملہ مین
دل کو آئینہ سمجھنا چاہیے کہ جسکو اون تینون امور نے گھیر رکھا ہے اور یہ آثار پے در پے دل پہ ہوتے
رہتے ہین مگر آثار محمودہ مذکورہ بالا سے آئینہ قلب کی زیادہ تر جلا اور نور و چمک بڑھتی ہے

اوسمین تجلی حق جلوہ گر ہوتی ہے اور جو امر دینی مطلوب ہو اوسکی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے
اور ایسے ہی دل کیطرف اس حدیث شریف مین اشارہ ہے إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا جَعَلَ لَهُ
وَاعِظًا مِنْ قَلْبِهِ اور اسمین بھی جس شخص کے لیے اوسکے دل سے واعظ موجود ہو اوسکے لیے
خدا کیطرف سے نگہبان رہتا ہے اور ایسے ہی دلمین ذکر الٰہی ٹھہرتا ہے جسکے لیے خداتعالی ارشاد
فرماتا ہے أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ اور آثار مذمومہ جو آئینہ قلب پر عکس افگن ہوتی ہین
اونکا حال سیاہ دھوئین کا سا ہے کہ جتنا آئینہ پر پہونچتا جاتا ہے وہ کالا ہوتا جاتا ہے اسیطرح
دل بھی ان آثار سے تاریک ہوتے ہوتے بالکلیہ خداتعالی سے محجوب ہو جاتا ہے اور اسی پردہ کا نام
طبع اور رین ہے یعنی مہر اور زنگ جسکا ذکر قرآن مجید مین ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا
كَانُوا يَكْسِبُونَ اور فرمایا أَن لَّوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ
اس آیت شریف مین نہ سننے کو کثرت گناہونکے باعث مہر لگ جانیکے ساتھ مربوط کیا ہے جیسا کہ
دوسری جگہ سننے کو تقوے کے ساتھ ربط دیا ہے اور فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوا وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ غرضکہ جب گناہونکی کثرت سے دل پر مہر ہو جاتی ہے تو وہ ادراک حق اور روشنی
دین سے اندھا ہو جاتا ہے اور امر آخرت کو ہلکا جاننے لگتا ہے اور دنیا کا کام بڑا سمجھتا ہے اور بالکل
اسی مین ہمت صرف کرتا ہے اور جب کہ آخرت اور اوسکے احوال کا ذکر سنتا ہے تو ایک کان سے سنکر
دوسرے سے نکال ڈالتا ہے اور یہ ذکر اوسکے دلمین قیام نہین کرتا اور تدارک اور توبہ کیطرف رغبت نہین دلاتا
تو ایسون کا یہ حال ہے کہ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ اور یہی معنی ہین
سیاہی قلب کے جسکا ذکر قرآن مجید اور سنت سعیدہ مین ہے میمون بن مہران فرماتے ہین کہ جب بندہ
گناہ کرتا ہے اور اوسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ منقوش ہو جاتا ہے اور جب توبہ کرتا ہے تو مٹ جاتا ہے
پھر اگر دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اوس نقطہ مین زیادتی ہوتی ہے یہانتک کہ ہوتے ہوتے ساری دلپر
سیاہی دوڑتی ہے اور اسی کا نام رین یعنی زنگ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین
قَلْبُ الْمُؤْمِنِ أَجْرَدُ فِيهِ سِرَاجٌ يَزْهَرُ وَقَلْبُ الْكَافِرِ أَسْوَدُ مَنْكُوسٌ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ
جلشانہ کی طاعت اور شہوت کی مخالفت سے دلکو جلا ہوتی ہے اور اوسکی نافرمانی سے دل
سیاہ ہوتا ہے پس جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اوسکا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر گناہ کے بعد نیک کام
کرتا ہے اور پہلا اثر مٹانا چاہتا ہے تو اگرچہ سیاہی دور ہو جاتی ہے مگر نور مین نقصان
جب بھی رہتا ہے جیسے آئینہ پر دم کرو اور اوسکو صاف کر ڈالو پھر دم کرو پھر صاف کرو

تو اوسمین کچھ کچھ کدورت رہجاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ القلوب اربعۃ
قلب اجرد فیہ مثل السراج یزہر فذالک قلب المؤمن وقلب اسود منکوس فذالک قلب الکافر وقلب اغلف
مربوط علی غلافہ فذالک قلب المنافق وقلب مصفح فیہ ایمان ونفاق فمثل الایمان فیہ کمثل
البقلۃ یمدہا الماء الطیب ومثل النفاق فیہ کمثل القرحۃ یمدہا القیح والصدید فای المادتین غلبت علیہ
حکم لہ بہا وفی روایۃ ذہبت بہ اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ
تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ہُمْ مُّبْصِرُوْنَ اس آیت مین بتلا دیا کہ جلاء قلب کا اسیسے حاصل ہوتی ہے اور ذکر تقوی کا
اثر ہے پس معلوم ہوا کہ تقوی ذکر کا پہاٹک ہے اور ذکر کشف کا دروازہ ہے اور کشف فوز کبیر یعنی دیدار الہی کا دروازہ ہے

چھٹا بیان دل کی مثال کا صرف باعتبار علوم کے

واضح ہو کہ محل علم کا قلب ہی یعنے وہ لطیفہ جو تمام اعضا کی تدبیر کرتا ہے اور سب اوسکی اطاعت و
خدمت کرتے ہین اوسکا حال حقائق معلومات کی نسبت کر ایسا ہے جیسا آئینہ کا حال بہ نسبت
صور محسوسات کی یعنے جسطرح کہ چیزونکی تصویر آئینہ مین منقش ہو کر اوسمین موجود رہتی ہے اسیطرح
ہر ایک معلوم کی تصویر آئینہ قلب مین عکس افگن ہو کر اوسپر واضح ہو جاتی ہے اور جسطرح کہ آئینہ اور
چیز ہے اور صورت چیزونکی اور چیز اور اونکا آئینہ مین آجانا اور چیز اسیطرح دل کے باب مین بھی تین
چیزین جدا جدا ہین ایک قلب دوسرا حقائق اشیا تیسرے حصول نفس ان حقائق کا قلب مین
پس عالم تو قلب ہی جسمین کہ حقائق اشیا کی صورتین حلول کرتی ہین اور معلوم حقائق اشیا ہین
اور علم ان حقائق کی صورتونکا آئینہ قلب مین حاضر ہوتا ہے ایک اور مثال عالم اور معلوم اور
علم کی یہ ہے کہ قبضہ اور گرفت کی لیے تین چیزین چاہیین ایک گرفت کرنیوالا مثلاً ہاتھہ دوسرے
جس کو گرفت کرتا ہے مثلاً تلوار تیسرے ملنا ہاتھہ اور تلوار کا جسکو گرفت کہتے ہین اسیطرح معلوم
کی تصویر کا دل مین پہونچنا علم کہلاتا ہے اور کبھی حقیقت چیز کی بھی موجود ہوتی ہے اور دل بھی
موجود مگر علم نہین ہوتا کیونکہ علم نام اسی بات کا کہ حقیقت چیز کی دل تک پہونچ جاوے جسطرح
تلوار بھی ہے اور ہاتھہ بھی مگر جب تک ہاتھہ مین نہ آویگی تو گرفت نہین کہلاویگے ہان اتنا فرق
ہے کہ گرفت مین بعینہ تلوار ہاتھہ مین آجاتی ہے اور معلوم بعینہ دل مین نہین آتا مثلاً کوئی آگ
آگ کو جان لیوے تو خود آگ اوسمین نہین چلی جاویگی بلکہ آگ کی حقیقت جو اوسکی ظاہری شکل
کے مطابق ہے وہ دل مین آتی ہے اسی جہت سے اوسکو آئینہ کے ساتھہ مشابہت دینی مناسب
کیونکہ آئینہ مین بھی خود انسان نہین چلا جاتا بلکہ ایک نقش و صورت اوسکی مطابق حاصل ہوتی

اسیطرح دل مین بہی معلوم کی صورت ہی آجاتی ہے اور بڑی وجہ مشابہت کی آئینہ کے ساتھہ یہ ہے کہ آئینہ مین پانچ وجہ سے صورت معلوم نہین ہوتی اول تو یہ کہ آئینہ ہی اچھا نہو یعنی اوسکے جوہر مین نقصان ہو یا اوسکی شکل ٹہیک نہو دوسرے یہ کہ اوسمین کسی اور وجہ سے کدورت آگئی ہو تیسرے یہ کہ جس چیز کا آئینہ مین عکس پڑے وہ اوسکے سامنے نہو مثلاً اوسکے پیچہے ہو چوتہے یہ کہ چیز اور آئینہ کے بیچ مین آڑ ہو پانچوین یہ کہ جس چیز کی صورت آئینہ مین دیکہنی ہے اوسکی جہت معلوم نہو کہ اوس بموجب آئینہ ٹہیک سمت پر رکہا جاوے اسیطرح آئینہ قلب بہی ایسی چیز ہے کہ اوسمین تمام امور مین امر حق منکشف ہو سکتا ہے مگر قلوب مین جو بعض علوم نہین آتے تو اونکا سبب وہی پانچ چیزین ہین اول خود قلب کا ناقص ہونا جیسے لڑکونکا قلب ہوتا ہے کہ اوسمین انکشاف معلومات کا نقصان کی جہت سی نہین ہوتا دوسرے کدورت گناہونکی اور میل معاصی کا کہ بباعث کثرت شہوات کے قلب پر پیاپے آتا ہے اور اوسکی صفائی اور جلا کو کہو دیتا ہے تو اس تاریکی کی وجہ سے حق بات اوسمین ظاہر نہین ہو سکتی اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو عقل اوس سے جدا ہو جاتی ہے اور پہر کبہی اوسکے پاس نہین آتی یعنی اوسکے دلمین ایسی کدورت آجاویگی کہ اوسکا اثر کبہی نہین جاویگا کیونکہ غایت ما فی الباب یہ ہی کہ گناہ کے بعد کوئی نیکی کریگا جسکے سبب وہ اثر دور ہو لیکن اگر گناہ نکرتا اور نیکی ہی کرتا تو بیشک دل مین نور زیادہ ہوتا مگر چونکہ پہلے گناہ کر چکا ہے تو فائدہ نیکی کا کچہہ نہوا جیسا قلب پہلی گناہ کے تہا ویسا ہی ہو گیا نور کی زیادتی نہوئی تو یہ واقع مین بڑا نقصان ہے جسکا کچہہ علاج نہین دیکہو جس آئینہ پر زنگ لگجاتا ہی اور صیقل سے دور کیا جاتا ہے وہ اوس آئینہ کے برابر نہین ہوتا جسپر بے زنگ جلا کیجاوے خلاصہ یہ کہ اللہ کی طاعت کیطرف متوجہ ہونا اور مقتضاء شہوات سے روگردان ہونا جلاء قلب اور صفاء باطن کرتا ہے اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ تیسرے یہ کہ حقیقت مطلوبہ کی جہت سی پہرا ہوا ہو مثلاً ایک شخص مطیع اور صالح ہی مگر اوسکا قلب طالب امر حق نہین بلکہ اکثر طاعات بدنیہ یا اسباب معیشت کی تہیہ مین اپنی ہمت کو مصروف رکہتا ہے اور اپنی فکر کو حقائق خفیہ الٰہیہ اور حضرت ربوبیت کے تامل مین نہین لگاتا تو اوسکا دل اگرچہ صاف ہوتا ہے لیکن اوسمین جلوۂ حق نہین ہوتا بلکہ اوسمین وہی امر منکشف ہوتا ہے جسکا اوسکو خیال رہتا ہی مثلاً اگر فکر آفات اعمال کی دقائق مین تہی یا نفس کے

خفیہ عیوب جاننے مین یا مصالح معیشت کے باب مین تو یہی باتین منکشف ہو جاوینگی اور جب
یہ بات ٹھہری کہ صرف ہمت اعمال اور تفصیل مقامات مین مانع انکشاف جلوہ حق ہے تو لوگ
اپنی ہمت کو شہوات دنیوی اور اوسکی لذات وعلائق مین مصروف رکھتے ہین اونپر کسطرح کشف
حقیقی ہو سکتا ہے جو تہا حجاب مانع انکشاف ہوتا ہے مثلاً کوئی مطیع آدمی جسنے اپنی شہوات کو
دبا رکھا ہے اگر کسی حقیقت کے دریافت مین فکر کرے تو بعض اوقات اوسکو امر حق نہین منکشف
ہوتا اس لیے کہ بباعث تقلید آبائی یا حسن ظن کے کسی ایسی بات کا اعتقاد کر لیتا ہے کہ جو
اعتقاد امر حق مین اور اوسکے دلمین حجاب ہو جاتا ہے اور جس بات کا وہ لڑکپن سے معتقد ہے
اور تقلید کی باعث اوسکی دل پر جم رہی وہ مانع ہے اس سے کہ اوسکا خلاف اوسکی دل پر منکشف
ہو جاوے اور یہ بھی بڑا حجاب ہے کہ جسکے باعث اکثر متکلمین اور مذاہب کے متعصبین امر حق سے محجوب ہین
بلکہ اکثر صالحین جنکی فکر ملکوت زمین و آسمان مین رہتی ہے وہ بھی اسی بلا مین مبتلا ہوتے ہین کہ بعض
اعتقادات تقلیدیہ اونکی نفوس مین ایسے جم جاتے ہین کہ ادراک حقائق سے مانع ہوتے ہین پانچوین
عدم واقفیت اوس جہت کی جس سے مطلوب ملے مثلاً کوئی طالب علم اگر کسی مجہول کو دریافت کرنا
چاہے تو جب تک معلومات مناسب مطلوب کو خیال نہ کریگا اور اون معلومات کو بہ ترتیب خاص
کہ علما کے نزدیک معتبر ہے نہ رکھیگا تب تک مجہول مطلوب حاصل نہوگا کیونکہ جو معلومات جبلی نہین ہین
اونکا علم بدون دوسرے معلومات کے نہین آسکتا بلکہ ہر ایک علم کے لیے یہ ضرور ہے کہ دو علم اوس سے
پہلے حاصل ہون اور اونمین ترکیب بازدواج مخصوص عمل مین آوے جب تیسرا علم حاصل ہو جسطرح
کہ بچہ نر اور مادہ سے پیدا ہوتا ہے پس جیسا کہ بچھیرا مثلاً اگر کسی کو مطلوب ہو تو وہ اونٹ اور گدہے
اور انسان سے نہین مل سکتا بلکہ اوسکے لیے گھوڑا اور گھوڑی چاہیے کہ ان دونون مجامعت کر
مطلوب حاصل ہو اسیطرح ہر ایک علم کیواسطے دو اصل مخصوص اور ایک طریق اونکی ترکیب کا چاہیے
جنسے علم مطلوب حاصل ہو پس عدم واقفیت اون اصول کی اور اونکی کیفیت ترکیب کی مانع ادراک ہے
جیسا آئینہ مین جہت مطلوب کی معلوم نہونے سے صورت عکس افگن نہین ہوتی اور ایک مثال اسکی یہ
ہے کہ مثلاً کوئی آدمی یہ چاہے کہ آئینہ مین اپنی پشت دیکھلے تو اگر آئینہ کو اپنے منہ کے سامنے رکھیگا
تو پشت نظر نہ آویگی کیونکہ آئینہ اوسکے محاذی نہین اور اگر آئینہ کو پشت کے محاذی کریگا تب بھی پشت
موجود نہوگی بلکہ خود آئینہ بھی نظر نہ آویگا کہ آنکھہ سے اوجھل ہو گیا تو ضرور اس صورت مین ایک اور
آئینہ کی ضرورت ہوگی کہ ایک کو تو وہ محاذی پشت کے رکھے اور دوسرے کو ایسی طرح آنکھہ کے سامنے رکھے

کہ دونون آئینون مین بہی محاذات رہی اسصورت مین یہ شخص اپنی پشت کو دیکھ سکتا ہی اسلیے کہ اسکی پشت کا عکس پیچہے کے آئینہ مین پڑیگا اور اوسکا عکس دوسرے آئینہ مین جو سامنے رکہا ہوا ہے پڑیگا تو پہلے آئینہ مین جو پشت کا عکس تہا وہ دوسرے مین معلوم ہونے لگے گا اسیطرح علوم کے حاصل کرنے مین تصرفات اور تحریفات اس مثال سے بڑہکر عجیب ہوتی ہین اور روی زمین پر ایسا کوئی نہین کہ جسکو کیفیت ان تحریفات کی معلوم ہی ہوجایا کرے تو یہی سبب قلوب کے لیے مانع معرفت حقائق امور کا ہوجاتا ہے ورنہ ہر ایک قلب کو باعتبار جبلت صلاحیت ادراک حقائق کی ہی اسلیے کہ وہ ایک امر ربانی شریف ہی اور سب جواہر مین اسی خاصیت کی باعث ممتاز واشرف ہی اور اسی کیطرف اللہ جلشانہ نے اس آیت شریف مین اشارہ فرمایا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ یعنی انسا مین ایک خاصیت ہے کہ جسکے باعث آسمانون اور زمین اور پہاڑون سے ممتاز ہوا اور تحمل امانت الٰہی کے قابل ٹہرا اور وہ امانت معرفت اور توحید کی ہے کہ ہر ایک شخص کا دل اوسکے اوٹہانیکی لیاقت رکہتا ہے مگر جو اسباب ہمنے ذکر کیے اون کے باعث امر واجبی تک پہونچ نہین سکتا اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ وَیُنَصِّرَانِهٖ وَیُمَجِّسَانِهٖ اور اس حدیث شریف مین کہ لَوْلَا اَنَّ الشَّیَاطِیْنَ یَحُوْمُوْنَ عَلٰی قُلُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰی مَلَکُوْتِ السَّمَاءِ اشارہ ہی بعض اسباب کیطرف جو قلب اور ملکوت مین حجاب ہوتے ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اوس قول مین جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے پوچہا کہ یا حضرت خدا تعالی کہان ہے زمین مین یا آسمان مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ایمان والے بندونکے دل مین ہے سچ ہے ؎ ارض وسما کہان تری وسعت کو پاسکے ✝ میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سماسکے ✝ اور حدیث قدسی مین ارشاد ہے نہ میری گنجایش زمین مین ہی نہ آسمان مین اور میری گنجایش میرے بندہ مومن کے دل مین ہے جو نرم اور ساکن ہو اور ایک حدیث مین ہی کہ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَیْرُ النَّاسِ فَقَالَ کُلُّ مُؤْمِنٍ مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ فَقِیْلَ مَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ فَقَالَ هُوَ التَّقِیُّ النَّقِیُّ الَّذِیْ لَا غِشَّ فِیْهِ وَلَا بَغْیَ وَلَا غَدْرَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل نے خدا کو جب دیکہا تقوی کے باعث حجاب دور ہوگیا اور جس شخص کے اور خدا تعالے کے درمیان سے حجاب اوٹہہ جاتا ہے تو صورت ملک اور ملکوت کی اوسکے دل مین ظاہر ہوتی ہے تو اوسکو

ایسی جنت نظر پڑتی ہے کہ اوسمین سے تہوڑی سی کا عرض آسمانون اور زمین سے بڑا
ہو اور سب کی سب جنت تو ایسی ہوتی ہے کہ ان آسمانون اور زمینون مین نہین سما سکتی
کیونکہ یہ چیزین اس عالم محسوس کی ہین اور یہ عالم اگرچہ بہت لمبا چوڑا ہے پہر بہی حد
ونہایت رکہتا ہے لیکن عالم ملکوت یعنی وہ اسرار غائب جو آنکہہ سے نہین سوجہتے اور اونکے
لیے نور بصیرت درکار ہے وہ بے حد وپایان ہین ہان جسقدر کہ قلب مین اونکا ظہور ہوتا ہے وہ مقدار اونکا
ہے مگر اونکو اگر بذات خود دیکہو یا باعتبار علم الٰہی کے خیال کرو تو کچہہ ٹہکانا نہین بے انتہا ہین اور
عالم ملک وملکوت کا اگر ایک ساتہہ لیا جاوے تو اوسکا نام حضرت ربوبیت ہے کیونکہ حضرت
ربوبیت تمام موجودات کو محیط ہے اسلیے کہ سوائے خدا کے جو کچہہ موجود ہے وہ یا اوسکے افعال ہین
یا مملکت یا بندے تو جسقدر انمین سے قلب پر واضح ہوتا ہے بعضون کے نزدیک بعینہ وہی جنت ہے
مگر اہل حق اوسکو سبب استحقاق جنت جانتے ہین اور جنت مین وسعت ملک موافق وسعت معرفت
کے ہوگی یعنی اللہ کی صفات اور افعال مین سے جسقدر اسکو زیادہ معلوم ہوا ہوگا اوسی قدر
وسعت بہی زیادہ ہوگی اور سب طاعات اور اعمال جوارح کا مقصود یہی ہے کہ دل صاف وشستہ
ہو اور جلا پاوے اور اوسکی جلا سے یہ غرض ہے کہ نور ایمان یعنی لمعہ معرفت اوسمین آجاوے اور یہی
مراد ہے اس آیت شریف مین فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ اور اس دوسری
آیت مین بہی أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ اب اس تجلی اور ایمان کے
تین مرتبہ ہین پہلا مرتبہ ایمان عوام کا ہے کہ محض تقلید پر اوسکی بنا ہوتی ہے دوسرا مرتبہ ایمان
متکلمین کا کہ اوسمین کچہہ حجت ودلیل بہی ہوتی ہے مگر اسکا درجہ بہی ایمان عوام کے قریب ہی ہے
تیسرا مرتبہ ایمان عارفین کا جو نور یقین سے دریافت ہوتا ہے اور ہم ان مراتب کو ایک مثال سے بیان
کرتے ہین وہ یہ ہے کہ مثلاً زید کے گہر مین ہونیکی تصدیق آدمی کو تین طرح سے ہو سکتی ہے ایک تو
یہ ہے کہ کوئی ایسا شخص بیان کرے کہ بارہا اوسکی راست گوئی کا امتحان ہوا ہو اور کسیطرح کی
جہوٹی بات اوسکی طرف سے مشہور ہوئی ہو نہ اوسکی قول مین گنجایش اتہام ہو تو ایسے آدمی کے
کہتے ہی یقین ہوگا کہ بیشک زید گہر مین ہے یہ مثال اوس ایمان کی ہے جو محض تقلید سے ہو یعنی
ایمان عوام کی کیونکہ اونکا بہی یہی حال ہے کہ جب سن تمیز کو پہونچکر اپنے ماباپ سے اللہ تعالیٰ
کے وجود اور علم وقدرت وارادہ وجمیع صفات الٰہی کو اور انبیا کے مبعوث برحق ہونے کو اور جو
احکام وے لائے ہین اونکے سچ ہونے کو سنتے ہین فوراً ایمان لاتے ہین اور اوسپر ثابت رہتے ہین

اور اوسکا خلاف اونکے دلمین نہین گذرتا کیونکہ اپنے ماباپ اور استاتذہ کی طرف حسن ظن ہوتا ہے
پس اسطرحکا ایمان باعث نجات اخروی ہوتا ہے اور ایسے ایمان دار اصحاب یمین مین سے اونی
درجہ کے ہوتے ہین مقربین مین سے نہین ہوتے کیونکہ تقرب مین کشف اور بصیرت اور نور یقین
سے سینہ کا منور ہونا بہی ہوتا ہے جو اسطرح کے ایمان مین نہین پایا جاتا علاوہ اسکے اعتقاد کے
باب مین جو خبر بعض لوگ یا بہت سی لوگ بیان کرین اوسمین غلطی بہی ممکن ہے دیکہو یہود اور
نصاری کے دلونکو بہی اپنے ماباپ کی قول پر اطمینان ہوتا ہے مگر جس بات کی وہ معتقد ہین
وہ غلط ہے کیونکہ اونکے دلون پر غلطی ہی کا القا ہوا اور مسلمانون کا اعتقاد حق ہے اور یہ حقیقت
اس جہت سے نہین کہ اونکو اوسکی اطلاع ہو گئی بلکہ اس جہت سی ہے کہ دلون مین حق بات ہی
پڑی دوسری طرح یہ ہے کہ آدمی زید کی آواز گہر مین سے سنے اور خود دیوار کی آڑ مین ہو تو اس سے
بہی معلوم ہوگا کہ زید گہر مین ہے اور جسقدر تصدیق کہ دوسرے شخص کے کہنے سے ہوتی آواز سنے سی تشکیک
اوس سے کسیقدر زیادہ ہوگی مثلاً پہلے سی سن رکہو کہ زید گہر مین ہے پہر اوسکی آواز بہی اندر سی سنو
تو زیادہ یقین ہوجاویگا کیونکہ آواز سننے سے تمام شکل وصورت بولنے والی کی دہیان مین گذر جاتی
ہے اور دلمین یہ بات آجاتی ہے کہ یہ آواز فلان شخص کی ہے پس یہ مثال دوسری قسم کے
ایمان کی ہے جسمین کچہہ دلیل کا بہی ملاو ہوتا ہے مگر غلطی اسمین بہی ممکن ہے کیونکہ ایک آواز
دوسرے سے ملتی ہوئی بہی ہوسکتی ہے اور بعض اوقات دوسرے شخص کے نقل کرنیکو بہ تکلف ویسا ہی
بولنے لگتے ہین اور یہ امر سامع کو معلوم نہین ہوتا کیونکہ وہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہے اور آواز کی
مشابہت اور نقل وحکایت سے کچہہ غرض نہین رکہتا تیسری طرح یہ ہے کہ آدمی خود اندر جاکر زید کو
دیکہہ لے کہ گہر مین موجود ہے پس یہ مثال ایمان عارفین اور مقربین اور صدیقین کی ہے اسیکو معرفت حقیقی
اور مشاہدہ یقینی کہتے ہین کہ اونکا ایمان مشاہدہ کے بعد ہوتا ہے اونکا ایمان ایمان عوام اور متکلمین
کو متضمن ہے مگر اسمین ایک ایسی زیادتی مشاہدہ کی ہوجاتی ہے کہ اوسکے ساتہہ احتمال غلطی کا
نہین رہتا ہان اونمین بہی مقدار علوم اور کشف مین تفاوت ہوتا ہے علم کے درجہ کا تفاوت
تو یون سمجہنا چاہیے کہ مثلاً مثال مذکورہ بالا مین ایک شخص زید کو گہر کے صحن مین قریب جاکر خوب
روشنی مین دیکہے اور دوسرا شخص اوسکو کسی کوٹہری مین یا دور سے یا شام کیوقت دیکہے تو پہلے
شخص کا دیکہنا زیادہ کامل ہوگا اور دوسرے کا ادراک بہی گو اسوجہ سے عمدہ ہے کہ دیکہنے کی بعد
یقین اوسکی وجود کا ہو مگر اوسکے خیال مین زید کی شکل وصورت مین جو علامات ہون گے

وہ اسی طرح نزادینگی اسیطرح مشاہدہ امور مین بھی فرق ہوا کرتا ہے کہ بعضونکو خوب تاکی
خفیہ تک معلوم ہوجاتے ہین اور بعضے اونسے محروم رہتے ہین اور جیسا کہ تفاوت علم مین ہوتا ہے
ویسا ہی معلوم مین بھی ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے زید کو مع بکر وعمرو وغیرہ کے دیکھا اور دوسرے
نے صرف زید ہی کو دیکھا تو اول کی معلومات زیادہ ہونگی یہ ہے حال قلب کا باعتبار علوم کے واللہ اعلم بالصواب

ساتوان بیان قلب کے حال کا باعتبار اقسام علوم کے یعنی علوم عقلی اور دینی اور دنیاوی اور اخروی کے

پہلے مذکور ہوچکا ہے کہ قلب اپنی طبیعت سے حقائق معلومات کے قبول کرنیکا مستعد ہے اب یہ بیان
ہوتا ہے کہ جو علوم اوسمین آتے ہین اونکی دو قسمین ہین ایک عقلی اور ایک شرعی پہ عقلی کی بھی دو قسم
ہین ایک وہ کہ بدیہی ہون اور ایک وہ کہ سیکھنے سے آوین اور جو سیکھنے سے حاصل ہوتی ہین پھر بھی
دو طرح کی ہین یا دنیاوی ہین یا اخروی اور علوم عقلی سے ہماری غرض ہے کہ نفس عقل اونکی
مقتضی ہو تقلید اور سننے کو اوسمین دخل نہو اونمین سے بدیہی وہ ہین کہ جنمین یہ معلوم نہو کہ یہ کہان
اور کس طور حاصل ہوئی مثلاً اس بات کو جاننا کہ ایک شخص دو مکانونمین ایک ہی وقت نہین ہوسکتا
اور ایک ہی چیز قدیم اور حادث یا موجود اور معدوم معاً نہین ہوسکتی تو یہ علوم آدمی لڑکپن
سے جانتا ہے مگر یہ معلوم نہین کہ یہ کب اور کسطرح حاصل ہوئے یعنی انکا کوئی سبب قریب ظاہر نہین
نہین جانتا ورنہ یہ تو جانتا ہے کہ یہ علوم خدا کیطرف سے دل مین آگئے ہین اور جو علوم کہ سیکھنے سے
آتے ہین وہ وہ ہین کہ جنمین تعلم اور استدلال کی ضرورت ہے اور ان دونون قسمونکو عقل کہتے ہین جنابِ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے رباعی دو قسمین ہین عقل کی مجھ سے سن لو
اول طبعی ہے دوم سمعی جان + نور طبعی کے بدون ہووے کبھی نہ فیض + خورشید سے جیسے نفع اندھے کو نہ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ہے کہ مَا خَلَقَ اللّٰہُ
خَلْقًا اَکْرَمَ عَلَیْہِ مِنَ الْعَقْلِ اس سے عقل اول قسم کی مراد ہے اور اس ارشاد مین اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ
اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اَنْتَ بِعَقْلِکَ دوسری قسم کی عقل مراد ہے کیونکہ تقرب الی اللہ عز
عزیزی فطری سے ممکن نہین اور نہ علوم بدیہی سے حاصل ہوسکتا ہے بلکہ اسکے لیے علوم مکتسبہ درکار
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسا شخص ہے تقرب کے لیے اون علوم کو حاصل کرنے مین کہ جنسے ذات
رب العالمین حاصل ہو عقل کو استعمال کرسکتا ہے ہر ایک کا کام نہین غرضکہ قلب کو بمنزلہ آنکھ
کے تصور کرنا چاہیے اور عقل فطری کو اوسمین بمنزلہ قوت بینائی معلوم کرنا چاہیے اور قوت بینائی

ایک ایسا لطیفہ ہے جو اندھے مین نہین ہوتا اور بینا مین موجود رہتا ہے گو وہ اپنی آنکھین بند کرلے یا اندھیری رات مین ہو اور قلب کو جو علم اس عقل سے حاصل ہوتا ہے اوسکو بجاے قوت ادراک آنکھ کے یعنے رویت مین اشیا کی گننا چاہیے اور عقل کی آنکھ سے جو اور علوم وقت طفلی سے سن تمیز اور بلوغ تک مخفی رہتے ہین اسکو یون جاننا چاہیے کہ آنکھ بھی جب تک آفتاب نہین چمکتا اور مبصرات پر اوسکا نور نہین پھیلتا تب تک کچھہ کام نہین کرتی اور وہ قلم کہ جس سے خدا تعالی معلوم کو قلب پر نقش فرماتا ہے بمنزلہ قرص آفتاب کی خیال کرنا چاہیے اور لڑکپن مین جو علم نہین حاصل ہوتا اوسکی وجہ یہی ہے کہ اوسوقت تک اوسکی قلب کی تختی مین لیاقت نقش علوم کی نہین ہوتی اور قلم سے ہماری یہ غرض ہے کہ خدا نے ایک ایسی چیز پیدا کی ہے جس سے علوم کا نقش دل پر ہوجاتا ہے جیسا خود فرمایا کہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ اور خدا تعالی کا قلم ہماری تمہاری قلم کی صورت کا نہین جیسے اوسکے اوصاف خلق کے اوصاف سے بالکل جدا ہین اوسکا قلم لکڑی اور نے وغیرہ کا نہین جیسے وہ خود جوہر و عرض ہونے سے منزہ ہے غرض کہ بصیرت باطنی اور بینائی ظاہری مین ان وجوہ مذکورہ بالا سے مشابہت ہوسکتی ہے مگر شرف اور رتبہ مین کچھہ مناسبت نہین کیونکہ بصیرت باطنی عین نفس ہے جو لطیفہ مدرکہ کہلاتا ہے اور وہ بمنزلہ سوار کے ہے اور بدن مثل گھوڑے کے اور سوار اگر اندھا ہو تو اوسکا زیادہ ضرر ہے بہ نسبت گھوڑے کی نابینائی کے بلکہ ایک ضرر کو دوسرے سے کچھہ بھی مناسبت نہین اور چونکہ بصیرت باطنی اور ظاہری مین مشابہت پائی جاتی ہے تو خداے کریم نے بھی دل کے ادراک کو بینائی سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ ارشاد کیا کہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى اور اسیطرح اس آیت شریفہ مین وَكَذَالِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ادراک قلبی کو رویت سے بیان فرمایا اس سے رویت ظاہری ہرگز مقصود نہین کیونکہ اوسمین کچھہ خصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نہین رہتی بلکہ گنجائش اعتراض کی باقی رہتی ہے اور نیز بوجہ مشابہت مذکورہ ضد ادراک کو نابینائی سے تعبیر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ اور فرمایا وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا یہ بیان علم عقلی کا اب علوم دینی کو سننا چاہیے کہ وہ وہ ہین کہ بطور تقلید انبیا صلوات اللہ علیہم سے پہونچے ہون اور وہ کتاب اللہ اور حدیث شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکھنے اور اونکے معانی کے سمجھنے سے حاصل ہوتے ہین اور صفت قلبی کا کمال اونہین سے ہوتا ہے اور قلب امراض اور دردون سے اونہین کے باعث بچا رہتا ہے غرض کہ علوم عقلیہ قلب کی سلامتی کے لیے کافی نہین گو اونکی حاجت ہوتی ہو جسطرح کہ دوام صحت بدن کے لیے صرف عقل کافی نہین بلکہ خواص ادویہ اور اونکے اصول کو اطبا سے دریافت کرنیکی ضرورت ہوتی ہے

کیونکہ یہ باتین جو وجود عقل سے نہین معلوم ہوتین مگر سننے کی بعد اونکے سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت
ہوتی ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عقل کو سماع سے چارہ نہین اور سننے کو عقل سے گزیر نہین پس جو شخص کہ
محض تقلید ہی کا ہو رہے اور عقل کو بالاے طاق رکھے وہ جاہل ہے اسیطرح جو صرف عقل ہی پر اکتفا کرکر
اور انوار قرآنی اور حدیث شریف کیطرف ملتفت ہو وہ مغرور ہے طالب کو چاہیے کہ ان دونون طریقونکو
چھوڑے اور دونون اصلونکا جامع ہو کیونکہ علوم عقلیہ مثل غذا کے ہین اور علوم شرعیہ مثل دوا کے
بیمار شخص کو اگر دوا نملیگی تو صرف غذا سے البتہ تکلیف ہوگی اسیطرح قلوب کی بیماری کا علاج انہین نسخونسے
ہو سکتا ہے جو شریعت کی شفاخانہ سے ملتے ہین یعنی وظائف عبادات اور اعمال جنکو اصلاح قلوب کے
لیے حکماء روحانی انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے ترتیب دیا ہے پس جو شخص اپنے دل بیمار کا علاج
عبادات شرعیہ سے نکرے اور علوم عقلی ہی پر کفایت کرے تو اوسکو ضرر ہوگا جیسا اوس بیمار کو ہوتا ہے
جو دوا نہ کھاوے اور غذا کھاتا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ علوم عقلیہ علوم شرعیہ کی خلاف ہین اور دونونکا
جامع ہونا ممکن نہین تو یہ بات اونکی لاعلمی سے ہے وہی لوگ نور بصیرت سے عاری ہین بلکہ ایسے لوگونکے
نزدیک بعض اوقات بعض علوم شرعیہ بھی ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہونے لگتے ہین اور اونکے
جمع کرنے سے عاجز ہوکر یہ گمان کرتے ہین کہ اس دین ہی مین تناقض ہے اور حیران ہوکر دین مین سے ایسے
نکل جاتے ہین جیسا بال آٹے مین سے اور یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ اونکو اپنے عجز کے باعث دین مین اختلاف
معلوم ہوا حالانکہ یہ بات نہ تھی اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی اندھا آدمی کسیکے گھر مین جا دے اور
اتفاقاً اوسکا پاون برتنون پر پڑ جاوے اور لوگونسے کہنے لگے کہ عجب طرح کے آدمی ہین کہ برتن راہ مین
رکھ چھوڑے ہین انکو اپنی موقع پر کیون نہین رکھا تو وہ لوگ اوس سے کہین کہ میان صاحب یہ برتن تو
اپنی اپنی موقع سے ہین مگر آپ کو نابینائی کے سبب راہ کی تمیز نہین اور بڑے تعجب کی بات ہی کہ اپنی آپکو
نسوچے اور دوسرونکا قصور بتلاوے یہی نسبت علوم دینیہ کیطرف علوم عقلیہ کی ہے پھر علوم عقلی کی
دو قسمین ہین دنیوی اور اخروی دنیوی جیسے علم طب اور حساب اور ہندسہ اور نجوم وغیرہ صناعات
اور حرفہ اور اخروی مثل علم احوال قلب اور آفات اعمال اور علم اللہ تعالے اور اوسکی صفات و افعال کا
جیسا کہ باب العلم مین ہم مفصل کہ چکے ہین اور یہ دونون ایک دوسرے کے منافی ہین اس نظر سے کہ
اگر کوئی شخص انمین سے ایک کیطرف تمام ہمت متوجہ ہوگا تو غالباً اوسکی بصیرت دوسرے سے قاصر رہیگی
اور اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دنیا اور آخرت کی تین مثالین فرمائی ہین ایک مین فرمایا کہ دنیا و آخرت
مثل دو پلہ ترازو کے ہین اور دوسری مین ارشاد کیا کہ دونون مثل مشرق اور مغرب کے ہین

اور تیسری جا مین فرمایا کہ وہ دونون مثل دو سوتونکے ہے اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناخوش ہوگی اور یہی سبب ہے کہ جو لوگ امور دنیا مین خوب ہوشیار رہوتے ہین اور علم طب اور حساب اور ہندسہ اور حکمت خوب جانتے ہین وہ امور آخرت سے جاہل رہتے ہین اور جن لوگونکو دقائق علوم آخرت مین غور رہتا ہو وہ اکثر علوم دنیا کو نہین جانتے کیونکہ قوت عقلی اکثر لوگونکی دونون باتونکے جمع کرنیکو وفا نہین کرتی جب ایک کو سکتے ہین تو دوسری بات مین کمال نہین ہوسکتا اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْبُلْہُ یعنی جنکو کہ امور دنیا مین شعور نہین اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی وعظ مین فرمایا کہ ہمنے ایسے لوگونسے ملاقات کی ہے کہ اگر تم اونکو دیکھو تو مجنون کہو اور اگر وے تمکو دیکھین تو شیطان کہین پس آدمی کو چاہیے کہ جب کسی امر دینی عجیب کو سنے کہ علماء علوم ظاہری اوسکے منکر ہون تو یہ شبہ کرے کہ اونکو ایسے امور کے اقرار سے انکار ہی بلکہ یون سمجھے کہ یہ ہو نہین سکتا کہ کوئی چلے تو مشرق کو اور مغرب کی چیز اوسے ملجاوے امر دنیا اور آخرت بھی ایسے ہی ہین دیکھو اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِھَا وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور یہ بھی فرمایا کہ یَعْلَمُوْنَ ظَاھِرًا مِّنَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ھُمْ غٰفِلُوْنَ اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ذٰلِکَ مَبْلَغُھُمْ مِّنَ الْعِلْمِ حاصل یہ کہ امور دنیا و دین مین کمال بصیرت اونہین لوگونکو حاصل ہے جنکو اللہ تعالے نے اپنی بندونمین سے تدبیر معاش و معاد دونون عنایت فرمائی ہین اور وہ زمرۂ انبیا علیہم الصلوٰۃ کا ہے کہ جنکو روح قدس اور قوت الٰہی سے تائید ہوتی رہتی ہے اونکے دلونمین سب امور کی گنجایش ہے اور کچھ دقت نہین مگر اور لوگونکی قلوب اگر امر دنیا مین پکے ہونگے تو آخرت کی کمال سے قاصر رہینگے

آٹھوان بیان فرق کا الہام اور تعلم مین اور امر حق کی وضاحت ہونی مین صوفیہ اور علماء ظاہر کی

جاننا چاہیے کہ جو علم بدیہی نہین اور دلمین کبھی کبھی آتے ہین اونکا دلمین آنا کئی طرح ہوتا ہے کبھی تو دل پر ایسی طرح آجاتے ہین گویا کسی نے بے خبر دلمین ڈال دی اور کبھی بطریق تعلم اور استدلال کے حاصل ہوتے ہین پس جو علم کہ بدون اکتساب اور دلیل کے حاصل ہوتے ہین اونکو الہام کہتے ہین اور جو استدلال سے حاصل ہوتے ہین اونکو اعتبار اور استبصار بولتے ہین پھر علم اول کی دو قسمین ہین ایک تو یہ کہ بندہ کو یہ خبر نہو کہ علم مذکور کہان سے اور کسطرح حاصل ہوا اوسکو تو الہام اور نفث فی القلب کہتے ہین اور یہ اولیا اور اصفیا کے لیے ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ جس ذریعہ سے وہ علم حاصل ہو وہ بندہ کو معلوم ہوجاوے یعنی وہ فرشتہ جو دلمین ڈالتا ہے وہ نظر آجاوے اوسکو وحی کہتے ہین اور یہ خاصہ

انبیا کا ہے اور علم جو اکتساب اور استدلال سے ہوتا ہے وہ علما کو ہوتا ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ قلب
مین استعداد اس امر کی ہے کہ سب چیزون مین امر حق اوسکو معلوم ہوجاوے مگر وہی پانچ وجہین جنکا ذکر پہلے ہوچکا
اوسکو مانع ہوتی ہین تو گویا یہ چیزین آئینہ قلب اور لوح محفوظ کے درمیان مین حجاب ہوجاتی ہین اور لوح محفوظ
وہ ہے جسمین تمام امور ستدنی قیامت تک کی منقوش ہین اور لوح محفوظ سے حقائق علوم کا قلب پر جلوہ گر ہونا
ایسا ہی ہے جیسا ایک آئینہ کا عکس دوسرے آئینہ محاذی مین معلوم ہوا کرتا ہے اور جسطرح کہ دونون آئینون کے
درمیان کا حجاب کبھی ہاتھ سے سرکا دیتے ہین اور کبھی خود بخود ہوا سے ہل جاتا ہے اسیطرح کبھی نسیم الطاف
یزدانی چلتی ہے اور قلب کی آنکھ کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے تو بعض چیزین جو لوح محفوظ مین مسطور ہین
وہ نظر آنے لگتی ہین اور یہ امر کبھی تو خواب مین ہوتا ہے کہ اوس سے مستقبل کا حال معلوم ہوجاتا ہے اور بالکل
حجاب کا مرتفع ہونا موت پر ہے سو موت کے باعث انکشاف تام ہوجاتا ہے اور کبھی بیداری مین ہوتا ہے کہ حجاب
کے اوٹھتے ہی پردہ غیب سے بڑی عجیب باتین علوم کی دل پر کھلتی ہین مگر یہ انکشاف بعض اوقات
بجلی کیطرح دل پر گذرتا ہے اور بعض اوقات پے درپے ایک حد تک گذرتا رہتا ہے اور اسکا دائمی ہونا
نہایت قلیل ہے خلاصہ یہ کہ الہام اور اکتساب مین نہ تو نفس علم مین فرق ہے نہ محل اور سبب مین بلکہ
صرف فرق حجاب کے زائل ہونے کا ہے جو بندہ کے اختیار مین نہین اسیطرح وحی اور الہام مین بھی یہ
فرق نہین صرف اتنا فرق ہے کہ وحی مین وہ فرشتہ جو ذریعہ علم کا ہوتا ہے نظر آتا ہے اور علم جو ولیون کو
حاصل ہوتا ہے وہ فرشتون ہی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہی جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ
یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ اور جب یہ معلوم
ہوچکا تو اب جاننا چاہیے کہ اہل تصوف علوم الہامی کی طرف راغب ہوتے ہین علوم تعلیمی کیطرف مائل
نہین ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ کتابین مصنفین کی نہین پڑھتے اور اقوال اور ادلہ سے بحث نہین کرتے
بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ اول خوب مجاہدہ کرنا چاہیے اور صفات ذمیمہ اور تمام علائق کو قطع کرکے بہمہ تن تمام
ہمت خدا تعالے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور جب یہ بات حاصل ہوجاویگی تو خدا تعالے خود متکفل اور
متولی اپنے بندہ کے قلب کا ہوجاویگا اور جب وہ متولی ہوگا تو اوسپر سایہ رحمت ہوگا اور قلب مین نور چمکنے
لگے گا اور سینہ کھل جاویگا اور سر ملکوت اوسپر ظاہر ہوگا اور قلب کے سامنے سے حجاب رد ہوجاویگا اور امور
الہیہ کے حقائق اوسمین روشن ہونگے پس اس تقریر کے بموجب بندہ کا کام صرف اتنا ہے کہ محض تصفیہ کرے
اور اپنی ہمت کو ارادہ صادق کے ساتھ متوجہ کرے اور رحمت الٰہی سے انکشاف کا ہمیشہ منتظر اور امیدوار رہے
پس انبیا اور اولیا کے اوپر جو امر منکشف ہوجاتا ہے اور دلون پر نور پھیل جاتا ہے کچھ تعلیم اور نوشتون

کسب سے نہین ہوتا بلکہ دنیا مین زہد کرنے اور علائق سے منقطع ہونے اور اشغال دنیا ویسے فارغ البال
ہونے اور تمام ہمت متوجہ الی اللہ ہونے سے ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ کا ہو رہتا ہے اللہ اوسکا ہو جاتا ہے
اور اہل تصوف کا یہہ بھی مقولہ ہے کہ اس بات مین اول علائق دنیا کو تمامہا منقطع کر ڈالے اور دل کو
اونسے خوب فارغ کر لے اور ہمت کو اہل و مال اور اولاد اور وطن اور علم اور ولایت اور جاہ سے اوٹھا لے
اور دل کو ایسی حالت مین کر لے کہ اوسکے سامنے چیز کا ہونا اور نہونا برابر ہو جاوے پھر اپنے آپ ایک
گوشہ مین ہو بیٹھے اور ضروریات فرائض و وظائف پر کفایت کرکے جمیع ہمت ماسوی اللہ سے
فارغ البال ہو جاوے یہانتک کہ قرارت قرآن اور معانی تفسیر و حدیث وغیرہ کی فکر سے بھی اپنا
دھیان پریشان نکرے بلکہ اس باب مین کوشش کرے کہ سوا خدا تعالے کے دلمین اور کچھہ نرہنے پاوے
اور خلوت مین بیٹھکر ہمیشہ بحضور قلب اللہ اللہ کہتا رہے اور اس اسم پاک کا یہان تک ورد کرے کہ
ایسی حالت پر پہونچ جاوے کہ اگر زبان کی حرکت موقوف کردے تب بھی یہی معلوم ہو کہ زبان سے
اللہ اللہ نکلتا ہے پھر اس پر حالت پر ٹھہر کر اوس لفظ کا اثر زبان سے مٹا دے اور قلب سے اوس ذکر کی مواظبت
کرے حتی کہ قلب مین سے صورت اور ہیئت لفظونکی محو ہو جاوے اور صرف معنی اوس لفظ کے مدام موجود
رہین گویا کہ قلب کے ساتھہ لازم ہین اور اس حد تک پہونچنے مین اور اس حالت کی مدام کرنے مین بندہ کو
اختیار ہے اسطرح کہ وسواس غیر اللہ کا دفع کرتا ہے لیکن رحمت آلہی کی کشش کا اختیار نہین بلکہ
اس فعل سے جذب رحمت کی لیاقت ہو جاتی ہے پس اب یہی باقی رہا کہ اس درجہ کو پہونچکر
فتوحات غیبی کا منتظر ہووے کہ جیسا اللہ تعالے نے انبیا اور اولیا پر امور حق منفتح فرمائے اسپر بھی
منکشف فرماوے اور اسصورت مین اگر اوسکا ارادہ سچا ہوگا اور ہمت بھی درست ہوگی اور مواظبت
بھی خوب کریگا اور جذب شہوات سے بچا رہیگا اور علائق دنیا کی کوئی بات دلمین نہ آویگی تو البتہ
لوامع حق کے اوسکے دلمین چمکنے لگینگے اور ابتدا مین بجلی کیطرح گذر جاوینگے اور دیر نہین ٹھہرینگے پھر دوبارہ
ایسا ہی ہوگا اور بعض اوقات دیر بھی ہو جاویگی اور اگر دوبارہ آوینگے تو کبھی ٹھہرینگے اور کبھی نہین
ٹھہرینگے اور ٹھہرنیکی صورت مین بھی کبھی زیادہ مدت ہوگی اور کبھی تھوڑی اور بعض اوقات اسطرح
کے لوامع پے درپے ہونگے اور بعض دفعہ صرف ایک ہی فن پر اقتصار رہیگا اور بلحاظ ان وجوہ مذکورہ
کے اولیا کے منازل کا تفاوت کچھہ انتہا نہین رکھتا جیسے کہ اونکی اخلاق کی تفاوت کی انتہا نہین غرضکہ
کہ مآل اہل تصوف کی تقریر کا یہہ ہے کہ تصفیہ و جلا قلب بندہ کی جانب سے ہونا چاہیے اور پھر لیاقت
حاصل ہونیکے بعد امید وار رحمت ہونا چاہیے اور علماء ظاہر کو اس طریق کے امکان مین اور اسکے سبیل اشنا و نزاع

مقصود و تک پہونچ جانے مین تو کسیطرح کا انکار نہین کیونکہ اکثر انبیا اور اولیا کا یہی حال ہوتا ہے
مگر یہ کہتے ہین کہ یہ طریق نہایت مشکل ہے اور اسکا نتیجہ دیر کرتے حاصل ہوتا ہے اور ان شروط کا جمع ہونا
بھی بہت بعید ہے کیونکہ علائق کا اس درجہ تک کہو دینا گویا کہ غیر ممکن ہے اور اگر ہو بھی جاوے
تو اوسکا باقی رہنا اوس سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ ذراسی وسواس اور اندیشہ سے قلب کو
تشویش ہوجاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ تَقَلُّبًا مِنَ الْقِدْرِ
فِی غَلَیَانِہَا اور یہ بھی فرمایا کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ علاوہ اسکے اس مجاہدہ مین
کبھی مزاج بدمزہ ہوجاتا ہے اور عقل خبط ہوجاتی ہے اور بدن بیمار پڑجاتا ہے اور اگر پہلے سے حقائق
علوم سے ایکی نفس کی تہذیب نہین کیجاتی تو دلمین فسد طرح کے خیالات فاسد جمع ہوجاتے ہین جو
اونکے رفع کیے ہوے نفس اونہین مین مبتلا رہتا ہے اور عمر بہر وہ حاصل نہین ہوتے بہت سے صوفی
جو اس راہ پر چلے ایک ہی خیال مین بیس بیس برس الجھے رہے اگر پہلے سے علم پڑھ لیتے تو اسطرح
کے خیال کا التباس اونپر فورا کھل جاتا اس سے معلوم ہوا کہ اشتغال التعلم ہی کی طریق بہت معتبر اور
اقرب الی المقصود ہے اور علما یہ بحث پیش کرتے ہین کہ اہل تصوف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص
فقہ نہ سیکھے اور یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو نہین سیکھا تہا اور وحی اور الہام سے
بلا تقید فقیہ ہوگئے تو بس مین بھی ریاضت اور مواظبت کرتے کرتے ویسا ہی ہوجاونگا تو جس کسی نے ایسا
خیال کیا اوسنے اپنی جان پر ظلم کیا اور عمر بہر ناحق تلف کی بلکہ وہ تو ایسا ہے کہ کھیتی اور کمائی
کچھہ نہ کرے اور اس بات کا متوقع ہو کہ کہین سے خزانہ ملجاوے تو گو یہ بات ممکن ہو مگر نہایت بعید ہے
اور علما کا اس باب مین یہ قول ہو کہ اول تحصیل علم کرنی چاہیے اور علما کے اقوال کے معانی سمجھنے
چاہیین پہر اوسکے بعد اس بات کا منتظر رہے کہ جو اور علما کو نہین معلوم ہوا وہ مجکو معلوم ہوجاوے
تو شاید بعد مجاہدہ کے یہ بات حاصل ہوجاوے

نوان بیان دونون مقامونکے فرق کا ذکر مثال محسوس سے

جاننا چاہیے کہ قلب کے عجائب تو اس سے مدرک نہین ہوسکتے جیسا کہ خود قلب جیسے حواس سے خارج ہے
اور جو چیز مدرک بالحواس نہین ہوتی تو جب تک اوسکی مثال محسوس چیز سے نہ بتلائی جاوے تو سمجھہ
سمجھہ مین اچھی طرح نہین آتی لہذا کم سمجھون کے واسطے ہم اسکی دو مثالین بیان کرتے ہین ایک یہ
یہ کہ فرض کرو کہ ایک حوض زمین مین کہدا ہوا ہے اب اسمین پانی ہونیکے دو طریق ہین یا تو یہ کہ
نالیان بناکر کسی جگہ سے اسمین پانی بہردیا جاوے یا زمین کو اتنا کہودا جاوے کہ خود بخود اندر کا

ایسے وقت مین نور علم کیطرف رجوع کرتے ہین اور انکا اشکال دور ہوجاتا ہے اور جو شخص کہ تقویٰ اختیار
نہین کرتا اوسکو خواہش نفس کی متابعت کی جہت سے شیطان کے فریب کا یقین ہوجاتا ہی اور بہت
دہوکے کہاتا ہے اور نے سمجھے بوجھے ہلاک ہوجاتا ہے انہین جیسون کے حق مین خدا تعالیٰ فرماتا ہی وَبَدَا
لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ یعنی جن عملونکو وہ حسنات تصور کرتے تہے وہ سیّآت مین داخل ہوئے
اور علم معاملہ مین سب سے باریک بات نفس و شیطان کے فریبون کا معلوم کرنا ہے اور یہ ایک بندہ پر
فرض عین ہے مگر لوگ اس سے غافل ہوکر ایسے علوم مین مشغول ہوئے ہین جن سے وسواس زیادہ ہو
اور شیطان غالب [illegible] اوسکی عداوت اور اوس سے بچنے کا طور بہول جاوین اور کثرت وسواس
سے بچنے کا یہ طور ہے کہ ابواب خواطر کے بند کیے جاوین اور وہ حواس خمسہ ظاہری مین اور باطن مین شہوات
اور دنیا کے علائق پس حواس ظاہری تو اسطرح بند ہوتے ہین کہ اندہیرے مکانمین بیٹہہ رہے اور باطن
کے وسواس کم کرنیکا یہ طور ہی کہ اہل و مال سی جدا ہوجاوے اسصورتمین صرف تخیلات کی راستی کہلے رہینگی جو ہر وقت
ہی رہتی ہین اونکی دفع کے لیے سوای ذکر اللہ کی اور کوئی چارہ نہین لیکن شیطان دلکو یہان بہی
اور خدای تعالیٰ کا ذکر اوس سی بہولاتا رہتا ہی پس اسصورتمین اوس سی مجاہدہ کرنا چاہیے
اس مجاہدہ کی انتہا موت پر ہوتی ہے کیونکہ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے شیطان سے چہٹکارا نہین ہوتا
ہان بعض اوقات ایسا زبردست ہوجاتا ہی کہ شیطان کا فرمان بردار نہین رہتا اور مجاہدہ سے اوسکے
شر کو ٹالدیتا ہے لیکن جب تک خون بدن مین رہتا ہی جب تک اوسکا مجاہدہ ضروری ہے کیونکہ ابواب
شیطانی زندگی بہر تک آدمی کے دل پر مفتوح رہتے ہین اور بند نہین ہوتے اور وہ غضب اور شہوت اور طمع
اور حسد وغیرہ ہین جیسا کہ عنقریب اونکا بیان ہوگا اور جب دروازے کہلے ہون اور دشمن بہی غافل نہو
تو بجز حفاظت اور مجاہدہ کے کام نہ چلیگا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچہا کہ ای ابو سعید
شیطان سویا بہی کرتا ہے آپنے فرمایا کہ اگر وہ سوتا تو ہمکو چین ہوتی خلاصہ یہ کہ بندہ مومن کو اوس سے
نہین البتہ اوسکا زور کم کرسکتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہی اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُنْضِي شَيْطَانَهُ كَمَا يُنْضِي اَحَدُكُمْ
بَعِيْرَهُ فِي سَفَرِهٖ اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہی کہ مومن کا شیطان دبلا ہوتا ہے اور قیس ابن حجاج فرماتے
میرا شیطان مجہے کہنے لگا کہ مین تمہارے پاس اونٹ کی موافق توانا آیا تہا اب چڑیا جیسا ہون مینے
یہ کسطرح سے جواب دیا کہ تم ذکر اللہ سے مجہی گہلاتے ہو تو ان روایات سی معلوم ہوا کہ تقویٰ
والون پر ابواب ظاہری شیطانی کا بند ہونا مشکل نہین کہ جو طریق واضح مفضے الی المعاصی ہین
اون سے اجتناب کرتے ہین اور حفاظت و حرست کما ینبغی بجا لاتے ہین مگر جو شیطان کے طرق غامض

ہین اونمین اونکو بہی لغزش ہوجاتی ہے کیونکہ وہ جلدی معلوم نہین ہوتے
جیساکہ ہمنے علما کی فریب دہی مین ایک مثال لکہدی ہی اور زیادہ تر مشکل یہ ہی کہ
دلپر مفتوح ہین وہ تو بہت سے ہین اور فرشتون کیطرف کا دروازہ صرف ایک ہی او
سب مین مشتبہ ہوگیا ہے بندہ کا حال باعتبار ان دروازونکے ایسا ہی جیسا کوئی
مین کسی جنگل مین کھڑا ہو جسمین بہت سی راہین دشوار گذار موجود ہین تو اوس
دو طرح معلوم ہوسکتا ہے یا تو بصیرت اور عقل سے یا آفتاب کی چاندنی سے
معرفت مین قلب مستغنی بجاے بصیرت اور عقل کے ہی اور علم کثیر کتاب اللہ اور سنت
سبب سے البتہ رستہ درست معلوم ہوگا ورنہ شیطان کے طریق بہت ہین اور نامعلوم
وہ روایت ہی جو حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے منقول ہی کہ ایک روز آنحضرت
نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ رستہ اللہ کا ہے پہر اوس خط کے دہنے اور بائین
کھینچے اور فرمایا کہ یہ رستے شیطان کے ہین ہر ایک راہ پر ایک شیطان ہے کہ اوسیطرف
آیت پڑہی وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اور سبل وہی ہین جو
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے رستونکی کثرت واضح کردی اور ہمنے اوس
مثال بہی لکہدی جس سے کہ وہ علما اور عابدونکو فریب دیتا ہی حالانکہ یہ لوگ اہل
ہوتے ہین اور گناہ ظاہری بہی نہین کرتے اب ہم اوسکی ایک واضح طریق کا ذکر
خواہ مخواہ اوس راہ چلنے لگتا ہی اور یہ قصہ حدیث شریف مین بہی وارد ہے کہ بنی اسرائیل
شیطان نے ایک لڑکی کا گلا دبایا اور اوسکے گہر والونکے دلمین یہ بات ڈالی کہ ا
کے پاس ہے پس وے لوگ اوسکو راہب کے پاس لیگئے اوسنے اول معالجہ سے انکار کیا آ
کرنا شروع کیا یہانتک کہ راہب مان گیا اور لڑکی کو اپنے پاس علاج کے لیے رکہہ چہوڑا اب
پاس آکر اوس سے صحبت کرنیکا وسوسہ دلمین ڈالا یہانتک کہ وہ نہ رہ سکا اور مباشرت
حمل رہگیا تب اوسکے دلمین یہ بات پیدا کی کہ اب تیری فضیحت ہوگی اسکے گہر والے آ
کہ اسکو مار کر دفن کردے اگر کوئی پوچہنے آویگا تو کہدیجیو کہ مرگئی راہب نے ایسا ہی کیا
لڑکی کی اقربا کے پاس گیا اور اونکے دلمین وسوسہ کیا کہ راہب نے اوسکے ساتھ ایسا
دفنا دیا وہ لوگ راہب سے پوچہنے آئے اور کچھ دال مین کالا معلوم کرکے اوسکو قصاص
کے لیے گرفتار کیا تب شیطان اوسکے سامنے آیا کہ یہ سب کام میرے کیے ہوے ہین اب اگر

کرنے لگا ہون یہ عرض کیا کہ آپ کا مجھپر حق ہے کہ آپ نے خدا سے میری سفارش کی مین آ
ایک بات بتلاتا ہون کہ مجھکو تین چیز وقتین یاد رکھیے اونسے آپکو ضرر نہ پہونچا سکونگا ایک تو غصہ کو
مین کیونکہ میری روح تو آپکے دلمین ہے اور آنکھ آپکی آنکھ مین اور جہان جہان بدن کا خو
وہان وہان میرا گذر ہے تو غصہ کی حالت مین میرا خیال ضرور کر لیا کرو اس لیے کہ آدمی
کرتا ہی تو مین اوسکی ناک مین پہونک مار دیتا ہون پہر اوسکو خبر نہین رہتی کہ مین کیا کر
اور ایک صف قتال مین مجھکو یاد رکھو کیونکہ جب آدمی لڑائی مین جاتا ہے تو مین اوسکو اوسکا گھ
یاد دلاتا ہون یہانتک کہ بہاگ جاوے اور ایک اس بات کو یاد رکھو کہ جس عورت کا محرم نہ
اوسکے پاس ہرگز مت بیٹھنا کیونکہ مین اوسکی طرف تمہارا پیام پہونچاتا ہون اور اوسکا پیغ
پہونچاتا ہون یہانتک کہ دونون گناہ مین مبتلا ہو جاوین غرض ان باتون سے اوسنے شہوت اور غ
حرص کیطرف اشارہ کیا کیونکہ آدم کو مرد زن سے جدا کرنا تو حسد کے باعث تہا اور یہ گناہ
حرص کی جہت سے ہوتا ہی اور یہ شیطان کے بڑے مداخل مین سے ہے اسیطرح بعض اولیا سے مر
کہ اونہون نے ابلیس سے پوچہا کہ آدمی کے دل پر تو کسوقت غالب ہوتا ہی اوسنے جواب دیا کہ غص
خواہش نفسانی کیوقت اوسکو دبا لیتا ہون اور یہ بہی مروی ہے کہ ابلیس ایک راہب کے سامنے آ
پوچہا کہ آدمی کی کون سی صفت سے تجھکو زیادہ مدد ملتی ہی اوسنے کہا کہ تیزی مزاج سے کیونکہ جب
تیز مزاج ہوتا ہے تو مین اوسکے دل کو ایسا لوٹتا ہون جیسا کوئی لڑکا گیند کو لوٹتا ہے اور کہتے
کہ شیطان کا یہ قول ہے کہ آدمی مجھپر کسطرح غالب ہو سکتا ہی کیونکہ جب وہ ہنسی خوشی رہتا
اوسکے دل مین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اڑکر اوسکے سر مین پہونچتا ہون دوسرا
شیطان کا حسد اور حرص ہی جب آدمی کسی شے پر حریص ہوتا ہے تو حرص اوسکو اندہا اور بہرا
جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ پس جب نور بصیرت حسد و
باعث جاتا رہتا ہے تو کچہہ نہین سوجہتا اور شیطان کو اسوقت موقع ملجاتا ہے کہ جو چیز حریص
خواہش تک پہونچانیکی ہو اوسکو اوسکی نظر مین اچہا کرکے دکہلاتا ہی گو وہ کیسی ہی بری ہی
نوح علیہ السلام جب کشتی مین سوار ہوئے اور موافق ارشاد الٰہی کے ہر ایک چیز کا اوسمین ایک جوڑا
تو کشتی مین آپ نے ایک بوڑہا اجنبی شخص دیکہا آپ نے پوچہا کہ تو کیون سوار ہوا ہی اوسنے عرض کیا
یاران کے دل لینے آیا ہون اونکے بدن آپ کے ساتہہ رہینگے اور دل میرے ساتہہ ہونگے آپ نے فرمایا
ہوا تو مردود دشمن خدا ہے یہانسے نکلجا اوسنے عرض کی کہ پانچ باتین ہین جنسے مین لوگونکو ہلا

تین تو آپکو بتلادونگا دو نہین بتاؤنگا اوس وقت آپ کو وحی ہوئی کہ جو باتین یہ بتایا چاہتا ہے اونکی
آپکو کچھ حاجت نہین وہ دو باتین پوچھو جو چھپاتا ہے تو آپنے اوس سے پوچھا کہ وہ دو باتین کونسی
ہین اوسنے کہا وہ دو ہین کہ کبھی مجھے دہوکا نہ دینگی اور لوگونکے ہلاک کرنے مین کبھی خطا نہ کرینگی
وہ دونون حسد اور حرص ہین حسد تو وہ چیز ہے جسسے مین ملعون اور شیطان رجیم ہوا ہون اور حرص
وہ ہے کہ آدم کے لیے تمام جنت سوا ایکدرخت کے مباح ہوئی تھی تو مینے حرص ہی کی جہت سے اپنا کام
نکالا اور انکو خرابی مین ڈالا اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے پیٹ بہر کر کہانا ہے خواہ مال حلال طیب ہا
کیون نہو اسلیے کہ پیٹ بہرنے سے شہوات کا زور ہوتا اور شہوات شیطانکے ہتیار ہین چنانچہ روایت ہے
کہ حضرت یحیی علیہ السلام کے سامنے ابلیس آیا اور اوسکے ہاتہہ مین پہندے تہے آپ نے پوچھا کہ یہ پہندے
کیسے ہین اوسنے عرض کیا کہ یہ شہوات ہین کہ انسے آدمیونکو پہنساتا ہون آپنے پوچھا کہ انمین کوئی
میرے لیے بہی ہے اوسنے جواب دیا کہ ہان کبہی جو آپ پیٹ بہر کہانا کہاتے ہین تو مین آپ پر نماز پڑہنا
بہت گران بہاری کر دیتا ہون پہر آپ نے فرمایا کہ اسکے سوا کوئی اور چیز بہی ہے اوسنے عرض کیا کہ نہین
آپنے فرمایا کہ مجکو بہی قسم ہے کہ کبہی پیٹ بہر کہانا نکہاونگا شیطان نے کہا کہ مین بہی قسم کہاتا ہون
کہ مسلمانسے کبہی خیر خواہی کی بات نکہونگا اور کہتے ہین کہ بہت کہانے مین چہہ چیزین مذموم ہین ایک
یہ کہ خوف الہی دل سے جاتا رہتا ہے دوسرے یہ کہ خلق پر رحم نہین رہتا کیونکہ یہ جانتا ہے کہ سب
ہین تیسرے یہ کہ طاعت خدا بہاری پڑجاتی ہے چوتہے یہ کہ حکمت کی بات سننے سے دل مین
مین ہوتی پانچوین یہ کہ اگر اورونکو نصیحت کرتا ہے تو کسی کے دل مین تاثیر نہین ہوتی چہٹے یہ
ماریون کا گہر ہوجاتا ہے اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے اچہا معلوم ہونا زینت ظاہری کا
سباب اور لباس اور مکان وغیرہ سے ہے کیونکہ شیطان جب یہ بات قلب انسان پر غالب
تا ہے تو اوسمین انڈے بچے دیدیتا ہے اور ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہے کہ گہر خوب اونچا اور وسیع بنا کر
اوسکی چہت اور دیوارونکو خوب آراستہ کرنا چاہیے اسیطرح لباس اور سواری بہی خوب ٹہاٹ کی
ہونی چاہیے غرض کہ مدت العمر اسی بات مین لگائے رہتا ہے اور جب آدمی کو ایک بار اس
ن لگا پایا تو پہر دوبارہ اپنے آنیکی ضرورت بہی نہین جانتا کیونکہ آدمی کو خود ایک چیز سے
ر شوق پیدا ہوتا ہے اور ننانوے کی پہیر مین پڑجاتا ہے یہانتک کہ موت آجاتی ہے اور اوسی
راہ شیطانی اور ہوا نفسانی مین چلدیتا ہے اور اس سے خوف خرابی عاقبت اور کفر کا بہی ہے
وذ باللہ منہ اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے طمع ہے دوسرے شخصونکی کیونکہ جب دل پر طمع غالب

ہوتی ہے تو شیطان یہ سکہلاتا ہی کہ جس سے طمع رکہتا ہے اوسکے سامنے خوب تکلف
کرنی چاہیے اور اتنی تمبیس اور ریاکرتا ہے کہ گویا جس سے طمع ہی وہی اوسکا معبود ہوکر
رہتا ہے کہ کوئی حیلہ ایسا نکلے جس سے اوسکی نظرونمین محبوب ہوجاون اور اس با
خاک چہانتا ہے ادنے بات یہ ہے کہ اوسکی تعریف مین غلو کرتا ہو اور اگر امر بالمعروف
موقع آوے تو دیدہ و دانستہ اوسکے سامنے درگذر کرتا ہی حضرت صفوان بن سلیم سے
ابلیس عبد اللہ بن حنظلہ کے سامنے آیا اور کہا کہ مین تمکو ایک بات سکہلائے دیتا ہون یاد
فرمایا کہ مجکو تیری بات کی ضرورت نہین اوسنے عرض کیا کہ اگر اچہی ہو تو یاد رکہ
ملے باندہنا بات یہ ہی کہ سواے خدا کے کسی سے ایسا سوال مت کرنا جسمین طمع
غصہ کے وقت اپنی آپکو سنبہالنا کیونکہ اوسوقت تم میرے قابو مین ہوتے ہو اور
سے کامون مین جلدی کرنا اور استقلال کو ہاتہہ سے دینا ہے جیسا کہ حدیث
له العجلة من الشيطان والتأني من الله تعالى اللہ تعالی فرماتا ہی خلق
اور فرمایا وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا اور آپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فر
بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَى إِلَيْكَ وَحْيُهُ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا ارتکاب بعد تبصرا
اور جانچ کیواسطے تامل اور مہلت چاہیے جلدیسی یہ بات نہین ہوسکتی اور جلدی
لدی انسان پر ایسی طرح ڈالدیتا ہی کہ اوسکو خبر بہی نہین ہوتی چنانچہ روایت
عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے تو سب شیطان ابلیس کے پاس آئے اور کہا کہ آج سب
اوسنے کہا کہ معلوم ہوتا ہی کہ کوئی نئی بات ہوئی تم یہان ہی ٹہہرو مین تم
زمین پر اوڑ گیا مگر کوئی خبر معلوم نہین ہوئی پہر دیکہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام
ور اونکو فرشتون نے گہیر رکہا ہے پس اپنے گروہ سے آکر بیان کیا کہ شب گذشتہ
ور جو عورت حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے مین اوسوقت موجود رہتا ہون مگر
ر آج سے بتونکی پرستش سے نا امید ہونا چاہیے لیکن آدمیونکو جلدی کیوقت
وسکی بُری راہون مین سے روپیا پیسا اور اسباب اور جائداد وغیرہ ہے کیونکہ
قدار قوت سے زائد ہوتی ہے اوسپر شیطان کا پیرا ہوتا ہی اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ
رجود ہو وہ آدمی فارغ البال ہے لیکن اگر کسیطرح اوسکو سو روپیہ ملجاویں
وس لیے شہوات اوٹہینگے کہ ہر ایک کی پورا ہونیکے لیے سو سو روپیہ چاہیین

وس سے کام نہ نکلے گا بلکہ نوسو کی اور ضرورت رہیگی حالانکہ جب کچھ نہ تھا تب فارغ البال اور
بے پروا تھا اسکو یہی علم ہے کہ سو روپیہ مجھکو تونگری ہو گئی یہ خبر نہین کہ سو کے ملنے سے نوسو کا محتاج
ہو گیا مثلاً سو جب ملے تو یہ خیال ہو کہ اگر نو سے اور ہوتے تو ایک گھر مول لیتے اور اسباب خانہ داری
اور لباس وغیرہ بھی درست ہو جاتا اور ہر ایک انمین سے ایسی شے ہے کہ جسکو دوسری کوئی اور
چیز لازم ہے اسی طرح بے انتہا چیزین ضروری نکلتی چلی آتی ہین انکا فکر کرتے کرتے انجام یہ ہوتا ہے
کہ جہنم مین پڑ جاتا ہے اور اسی پر خاتمہ ہوتا ہے حضرت ثابت بنانی رح روایت کرتے ہین کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جامۂ رسالت در بر فرمایا ابلیس نے اپنی گروہ سے کہا کہ کوئی نئی بات
ہوئی ہے اوسکو تلاش کرو سب شیاطین ادہر اودہر پھر کر عاجز ہو کر چلے آئے کہ ہمکو کچھ معلوم نہین ہوتا
ابلیس نے کہا کہ رہو مین خبر لاتا ہون اور خود جا کر یہ خبر لایا کہ خدا تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
پیغمبر فرمایا اب تم اونکے یارونکی خبر لو شیاطین نا امید ہو کر اوسکے پاس گئے اور کہا کہ ایسے لوگ ہم نے
کبھی دیکھے ہی نہین اگر کوئی بات ہم اونسے کرا پاتے ہین وہ نماز کو کھڑے ہو جاتے ہین اس سے اونکی
خطائین محو ہو جاتی ہین ابلیس نے کہا کہ چندے توقف کرو غالب ہے کہ جب لوگ ملکون کو فتح کرینگے
اور اونکو دنیا ملیگی تو اوسوقت ہمارا مطلب نکل آویگا اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عیسی علیہ السلام
نے ایک پتھر اپنے سر تلے رکھ لیا ابلیس کا جو گذر اودہر ہوا کہنے لگا کہ یا حضرت آپکو بھی دنیا کی رغبت
ہوئی آپ نے پتھر کو سر کے نیچے سے نکالکر پھینک مارا اور فرمایا کہ یہ مع دنیا تیرے ہی لیے ہے اور در حقیقت
اگر غور کرو تو جس شخص کے پاس تکیہ کی بجا پتھر ہو تو اوسکے پاس اتنی دنیا تو ہو گئی کہ شیطان اسپر ا
داو کھیلے مثلاً اگر کوئی تہجد کو اٹھے اور اوسکے قریب ایک پتھر بھی ہو جسپر تکیہ ہو سکتا ہے تو شیطان ضرور
اوسکو وہی الہام کرے کہ اسپر تکیہ لگالے اور اسصورت مین رغبت نیند کی ہو جاتی ہے کہ نگاہی دیکھکر
یہ واسطے تھا جبتک کہ نیکی کے لیے نہین تھا تو نے میرے عمل کی مخالفت نہ کی نہ گذر سکتی اور نہ سونے کی رغبت ہوتی
خاتمہ ہوا اور یہ جھوٹ موٹ کا دعوی میرے مذہب کا کیا غرضکہ یہ ایسا بڑا راہ شیطان کی
مدکا ہے کہ بہت لوگ اسمین تباہ ہوئے ہین وعظ و نصیحت ایسی لوگونکے متعلق ہے جو خدا کا خوف
نہین کرتے دین کے مسائل سے کم واقف ہین دنیا کی رغبت کا زور ہے لوگونکے معتقد کرنے کی
حرص بہت ہے اور لوگونکا اعتقاد اور اونکا وقر صرف تعصب ہی پر ہے اس لیے ایسی باتین
چھپا بتلاتے ہین شیطان کے فریبون کو نہین بتلاتے بلکہ اوسکے فریب جاری ہونے کے لیے وہ
اوسکے نائب بن گئے ہین اور لوگ بھی اونہین کی باتونپر جم گئے ہین اور اصول دین کو بالکل

کرتے ہین حضرت ممدوح نے عین خلافت مین وہ کپڑے پہنے ہین کہ اونکا دام ایک روپیہ سے بہی
کم تہا پہر ایسے شخص سے وہ کیسے خوش ہونگے بلکہ قیامت کو یہ شخص اونکا دشمن ہوگا مقام غور ہے
کہ اگر کوئی شخص کسیکے فرزند لخت جگر کو اپنے یہان لیجاوے اور اوسکی بال نوچے اور بدن کو قینچیون سے
کاٹے اور سب طرح کی ایذا دے اور پہر اس بات کا مدعی ہو کہ مین اس بچہ کی باپ سے محبت رکہتا ہون
یہ دعوی کسطرح صحیح ہوگا یہی حال ان لوگون کا ہے کہ دین اور شریعت جو خلفاء اربعہ اور جمیع
صحابہ کے نزدیک فرزند و زن و مال و عیال بلکہ خود اپنی جانون سے بہی عزیز تہا اوسکی تو یہ لوگ
یون ٹکڑے کرین کہ کوئی بات اوسکی اختیار نکرین بلکہ پابندی شہوات سے ابلیس لعین دشمن دین کی
خوشی مناتے رہین پہر محبت صحابہ رض کا دم بہرین قیامت کے روز معلوم ہوگا کہ صحابہ اور اولیا کے
سامنے ان لوگون پر کیا گذرے گا قیامت تو دور ہے اگر دنیا ہی مین پردہ اٹہا لیا جاوے اور صحابہ رض کا
عندیہ امت کے باب مین معلوم ہو جاوے کہ انکو کسطرح کی لوگ اچہی معلوم ہوتے ہین تو یہ لوگ اپنی حالات
کو دیکہکر شرم کے مارے کبہی اپنی زبان ناقص سے اونکا نام بہی نہ لین خلاصہ یہ کہ تخیلات شیطانی سے
انکے دل مین یہ بات جم گئی ہے کہ جو کوئی محبت مین حضرت ابوبکر رض و حضرت عمر رض کے مریگا اوسکے
گرد شعلہ دوزخ نہ پہریگا یا جو کوئی محبت مین حضرت علی رض کی وفات پاویگا اوسکے گرد خوف نہ آویگا
اس حدیث شریف کو نہین دیکہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر قرۃ العین حضرت فاطمہ رض
سے فرماتی ہین کہ اِعْمَلِي فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا اور یہ ہواے نفسانی مین سے ایک مثال ہے
اسیطرح اون لوگونکا حال ہے جو امام ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد رح کے باب مین تعصب کرتے ہین
جو لوگ ایک امام کے مذہب کا دعوی کرتے ہین اور اونکی سیرت اختیار نہین کرتے قیامت کے
روز وہی امام اونکے مقابل ہوکر پوچہینگے کہ میرا مذہب تو عمل تہا قول نتہا اور قول بہی عمل
کیواسطے تہا جبتک کہ نیکی کیلئے نہین تہا تو نے میرے عمل کی مخالفت کیون کی جسپر مین ہمیشہ رہا اور اوسپر
خاتمہ ہوا اور یہہ جہوٹ موٹ کا دعوی میرے مذہب کا کیا غرضکہ یہ ایسا بڑا راہ شیطان کی
مکر کا ہے کہ بہت لوگ اسمین تباہ ہوئے ہین وعظ و نصیحت ایسی لوگونکے متعلق ہے جو خدا کا خوف
نہین کرتے دین کے مسائل سے کم واقف ہین دنیا کی رغبت کا زور ہے لوگونکو معتقد کرنیکی
حرص بہت ہے اور لوگونکا اعتقاد اور اونکا وقر صرف تعصب ہی سے بڑہا ہے اس لیے اسی بات کو
اچہا بتلاتے ہین شیطان کے فریبون کو نہین بتلاتے بلکہ اوسکے فریب جاری ہونیکے لیے وہ
اوسکے نائب بن گئے ہین اور لوگ بہی اونہین کی باتون پر جم گئے ہین اور اصول دین کو

قبول کرے تو وہ خود بھی تباہ ہوئے اور اوروں کو بھی تباہ کر دیا خدا تعالیٰ اونکی اور ہماری توبہ
قبول فرما دے اور حضرت حسن بصری رہ فرماتے ہین کہ شیطان کا یہ قول ہے کہ مینے امت محمد صلعم
کے لیے جو معصیتون کو آراستہ کیا تو انہون نے استغفار کر کر کے میری پیٹھ توڑ دی پھر مینے اونکے لیے
ایسے گناہ گڑھے کہ اونسے استغفار نہ کرین اور وہ خواہشات نفسانی ہین اور یہ بات اوس ملعون نے
سچ کہی کیونکہ ایسے امور مین لوگون کو خبر ہی نہین ہوتی کہ انکا انجام نافرمانی ہے ورنہ استغفار ضرور
کرتے اور ایک بڑا حیلہ شیطان کا یہ ہے کہ انسان اپنی آپ لوگون کے اختلافات اور خصومت مین لگا دے
چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ایک جماعت ذکر الٰہی مین مشغول تھی شیطان نے
چاہا کہ یہ یہانسے اوٹھ کھڑے ہون اور جدا ہو جاوین مگر کچھ بن نہ پڑی پس ایک دوسری جماعت مین
گیا جو دنیا کی باتین کر رہے تھے اونمین فساد کرا دیا یہانتک کہ اونکے آپسمین کشت وخون ہونے لگا
تو پہلی جماعت اوٹھ کھڑی ہوئی اور اونمین بیچ بچاؤ کر دیا مطلب اوسکا یہ نہ تھا کہ پچھلی جماعت مین
کشت وخون ہو بلکہ جماعت اول کا اوٹھانا مقصود تھا سو اسطرح اٹھا دیا اور ایک اوسکی طرق
مین سے یہ ہے کہ عوام لوگون کو جو علم مین کم تجربہ رکھتے ہین خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات اور ایسے امور کی
فکر مین اُلجھا دیتا ہے جو اونکی عقل مین نہ آسکین یہانتک کہ اصل دین مین شک کرنے لگتے ہین
اور خداوند کریم کی نسبت انکو ایسے خیال پیدا ہوتے ہین کہ اونسے یا کافر یا دہریہ ہو جاتے ہین
اور ان باتونسے بہت خوش ہوتے ہیں اور جانتے ہین کہ بصیرت اور معرفت یہی ہے اور یہ ہمکو
کشف سے معلوم ہوا ہے اپنی تیزی عقل پر نازان ہوتے ہین حالانکہ سب مین زیادہ بیوقوف وہ ہے
جو صرف اپنی عقل پر زیادہ اعتماد کرے اور عقیل وہ شخص کہ اپنی عقل کو متہم سمجھکر اکثر علما سے
پوچھتا ہے حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الشَّيْطَانَ يَاتِي
اَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَكَ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ
ذٰلِكَ فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنَّ ذٰلِكَ يَذْهَبُ عَنْهُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہین فرمائی کہ
اس وسوسہ کے علاج مین بحث کیجاوے کیونکہ یہ وسوسہ عوام کو ہوتا ہے علما کو نہین ہوتا عوام کو
یہی چاہیے کہ ایمان واسلام لاکر اپنی عبادت ومعیشت مین مصروف ہون علم کی باتین علما پر
چھوڑین عامی آدمی اگر زنا اور چوری کرے تو اس سے بہتر ہے کہ ایسی باتون مین پڑے کیونکہ جو کوئی
نہ جاننے بوجھے اللہ تعالیٰ اور اوسکے دین کی نسبت کچھ کہے گا کافر ہو جاویگا اور اوسکو خبر بھی
اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تیرنا نجانے اور دریا میں کود پڑے غرضکہ مذاہب اور

باب مین شیطان کے فریب بیحد و انتہا ہین ہمنے بطور نمونہ کچھہ لکھدیا ہے اور ایک اوسکی دروازونمین
سے مسلمانونسے بدگمان ہونا ہی جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ پس جو کوئی دوسرے پر بدی کا گمان کریگا شیطان اوسکو اس بات کی بہی ترغیب
دیگا کہ اوسکی غیبت کرے یا اوسکے حقوق کم ادا کرے یا تعظیم مین سستی کرے اور اوسکو بچشم حقارت دیکھے
اور اپنے آپکو اوس سے بہتر سمجھے یہ سب صورتین تباہی کی ہین اور اسی جہت سے شریعت مین تہمتونسے بچنے کے لیے
حکم ہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّھَمِ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت
سے احتراز فرمایا علی بن حسین رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حیی سے روایت کرتی ہین کہ انہون نے فرمایا
کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین معتکف تہے مین جب آپکی خدمت مین گئی تو حال عرض کیکے
شام کو وہانسے مراجعت کی اور آپ بہی میرے ساتھہ چلے راستہ مین دو انصاری ملے اور آپکو سلام کرکے
بڑہے آپ نے اونکو پکارا اور فرمایا کہ یہ صفیہ بنت حیی ہے یعنی میری زوجہ ام المومنین ہے انہونے عرض کیا کہ یارسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم ہمکو آپکے ساتھہ گمان خیر ہی آپ نے فرمایا کہ یہ درست ہی مگر شیطان آدمی کے ساتھہ ایسا ہے
جیسا خون بدن مین ہے اس لیے مجہے یہ خوف ہوا کہ کہین تمکو نہ بہکا وے پس اس شفقت نبوی کو
دیکھنا چاہیے کہ اونکے دین کا خوف کرکے اونکو بہی بچا دیا اور امت کے لیے طریق احتراز تہمت سکہلایا
کہ ایسا نہو کوئی عالم متقی جو دینداری مین انگشت نما ہو تہمت کے حالات مین سہل انکاری کرے
اور اپنے نفس پر عجب کرکے یہ جانے کہ مجہپر کوئی بدگمانی نہ کریگا لوگ میرے ساتھہ ظن خیر ہی پیش آوینگے
اس لیے کہ کیسا ہی بڑا متقی اور عالم ہو سب لوگ اوسکے یکسان نہین معتقد ہوتے بلکہ بعض اوس سے
خوش رہتے ہین اور بعضی ناراض جو خوش ہین وہ اوسکے عیب نہ دیکہینگے اور فریق ثانی اظہار عیب
ہی مین مبتلا رہینگے جیسا کہ قول سعدی کا ہے ؎ چشم بداندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید
ہنرش در نظر + ور ہنرے داری و ہفتاد عیب + دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر + پس ضرور ہوا
کہ بدگمانی اور بدون کی تہمت سے احتراز کیا جاوے کیونکہ یہ فرقہ تمام لوگونسے بدگمان رہتا ہی پس
جب کوئی آدمی ایسا نظر آوے کہ لوگونکی طرف بدگمانی کرتا ہو اور اونکے عیوب کا متلاشی تو جان
لینا چاہیے کہ وہ خود باطن مین خباثت رکہتا ہے اور یہ عیب جوئی اوسی خباثت کا ظہور ہے کہ اوسکو
ویسا ہی جیسا جانتا ہے کیونکہ عیب جوئی منافق کا کام ہے مومن کا سینہ سب خلق کیطرف سے صاف
رہتا ہے یہ ہی تہوڑا سا بیان شیطان کے راستونکا قلب کی جانب اور اگر سب راستونکو لکہا جاوے تو ہماری
قدرت سے باہر ہے اسی قدر سے اور ونکا قیاس ہوسکتا ہے مثلاً یون جاننا چاہیے کہ جو صفت

بدآدمی کی ہے وہ شیطان کا ہتہیار ہے اور وہی اوسکا مدخل بہی ہے اب اگر کوئی یون پوچہے کہ شیطان کے دفع کرنیکی تدبیر کیا ہے اور اوسکے دفعیہ مین زبان سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ یا کوئی اور ذکر اللہ کافی ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ دل کا علاج شیطان سے بچانیکے لیے یہی ہے کہ اوسکی سب راہین بند کر دی جاوین یعنے دلکو اون صفات مذمومہ سے صاف کیا جاوے اور اسکا بیان بہت طویل ہے اور اس جلد مین ہمکو یہی غرض ہے کہ صفات مہلکہ انسانی بیان کرین ہر ایک صفت کے لیے ایک باب علیحدہ کی حاجت ہے جیسا کہ شرح آئندہ بیان ہوگا یہان اسقدر ضروری ہے کہ جب قلب ان صفات کے اصول سے منقطع اور علیحدہ ہوجاتا ہے تو پہر شیطان صرف ہیر پہیری اور خطرات ہی کرتا رہتا ہے جمکر نہین بیٹہتا اور اوسکی آمد و رفت کو ذکر اللہ مانع ہے کیونکہ دلمین ذکر اللہ جبہی جاگزین ہوتا ہے کہ تقوی اور صفائی کے باعث صفات مذمومہ سے دل آباد ہوجاتا ہے اور اگر ایسا نہو تو ذکر بہی از قبیل خطرات ہوتا ہے اسکو دل پر کچہہ قابو نہین ہوتا اور شیطان کو بہی دفع نہین کرسکتا اسی جہت سے خداوند کریم نے اس آیت مین اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ہُمْ مُّبْصِرُوْنَ ذکر دافع شیطان کو متقی کے ساتہہ خاص فرمایا ہے خلاصہ یہ کہ شیطان کو مثل بہوکے کتے کے اپنے پاس سمجہنا چاہیے پس اگر آدمی کے پاس روٹی و گوشت وغیرہ نہو تو صرف دوت کہنے ہی سے ٹل جاویگا لیکن اگر سامان کہانیکا ہوگا اور کتا بہوکا ہوگا تو ضرور کہانے پر گریگا اور صرف للکارنے سے نہین ٹلے گا اسیطرح جس دلمین غذا شیطانی نہین تو اوسکے پاس سے شیطان صرف ذکر اللہ سے ہٹ جاویگا لیکن اگر دل پر شہوت غالب ہے تو دل کا سویدا شیطان کے قابو مین ہوگا اوسوقت ذکر اللہ کو قلب کے اطراف مین ہیلائے کا اور متقیون کے دل جو ہوائے نفسانی اور صفات مذمومہ سے خالی ہوتے ہین اونپر شیطان کا آنا شہوات کی باعث نہین ہوتا بلکہ جسوقت ذکر سے غفلت ہوتی ہے اوسوقت اپنی راہ نکالتا ہے اور جب یہہ ذکر کرنے لگتے ہین تو ٹل جاتا ہے اور اوسکی دلیل یہ ہے کہ خداتعالے نے اوسکے دفع کے لیے فرمایا فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اسیطرح اور آیات اور خبار جو ذکر کے باب مین ہین مفہوم ہوتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک بار مومن کا شیطان اور کافر کا شیطان آپس مین ملے کافر کا شیطان تو خوب چکنا اور موٹا اور اچہا لباس پہنے تہا اور مومن کا شیطان ننگا دبلا بہرا آلودہ تہا اوس نے اس سے پوچہا کہ تو دبلا کیون ہے اوسنے کہا کہ میں ایسے شخص کے ساتہ رہتا ہون کہ اپنے کہانے اور پینے اور گہر مین آنے اور سر مین تیل ڈالنے کے وقت بسم اللہ کہتا ہے تو نہ مجہکو کہانا نصیب ہوتا ہے نہ پانی نہ گہر نہ تیل اسیوجہ سے میرا یہ حال ہے کہ پیاسا بہوکا پا ہل کہیے رہتا ہون کافر کے شیطان نے کہا کہ یار مین تو ایسے کے

سکتا ہوں مگر ان باتونمین سے کسی پر بھی خدا کا نام نہیں لیتا اسی لیے مین اونکے سب امور مین تبرکرتا رہتا ہون اور محمد بن واسع رحمہ ہر روز بعد نماز صبح یہ دعا کرتی تھی اللّٰھُمَّ اِنَّکَ سَلَّطْتَ عَلَیْنَا عَدُوًّا بَصِیْرًا بِعُیُوْبِنَا یَرَانَا ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا نَرَاھُمْ اَللّٰھُمَّ فَاٰیِسْہُ مِنَّا کَمَا اٰیَسْتَہٗ مِنْ رَحْمَتِکَ وَقَنِّطْہُ مِنَّا کَمَا قَنَّطْتَہٗ مِنْ عَفْوِکَ وَبَاعِدْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ رَحْمَتِکَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وہ فرماتے ہین کہ ایک روز شیطان مجکو مسجد کے راستے مین ملا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتے ہو مینے کہا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ ابلیس ہون مینے پوچھا کہ غرض سے آیا ہے کہا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس دعا کو کسیکو مت سکھلانا مین تمسے کچھ مزاحم نہونگا مینے کہا کہ مین ہرگز کسیکو منع نہین کرونگا جو چاہے پڑھے تیرا جو دل چاہے وہ کر اور حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہین کہ ایک شیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت مین ہاتھ مین آگ کی مشعل لیکر کھڑا ہوا کرتا تھا اور قرارت اور استعاذہ سے نہین جاتا تھا آپ کی خدمت مبارک مین حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ آپ یون پڑھیے اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَمِنْ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ اِلَّا طَارِقًا یَّطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ پس حضرت نے اسیطرح پڑھا تو اوس مردود کی شمع گل ہوگئی اور اوندھے منہ گر پڑا اور حضرت حسن بصری رحمہ سے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپکی خدمت مبارک مین آئے اور عرض کیا کہ ایک جن ایسے دغا کیا چاہتا ہے جب آپ بستر پر بیٹھیں آیت الکرسی پڑھلیا کیجیے اور حدیث شریف مین آیا ہے لَقَدْ اَتَانِی الشَّیْطَانُ فَنَازَعَنِیْ فَاَخَذْتُ بِحَلْقِہٖ فَوَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ مَا اَرْسَلْتُہٗ حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ مَاءِ لِسَانِہٖ عَلٰی یَدَیَّ وَلَوْلَا دَعْوَۃُ اَخِیْ سُلَیْمَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَاَصْبَحَ طَرِیْحًا فِی الْمَسْجِدِ اور یہ بھی وارد ہے مَا سَلَکَ عُمَرُ فَجًّا اِلَّا سَلَکَ الشَّیْطَانُ فَجًّا غَیْرَ الَّذِیْ سَلَکَہٗ عُمَرُ اور اس حدیث سے فرمایا کہ اون کے قلوب شیطانونکی مداخل اور غذا سے پاک تھے یعنے شہوات کا دخل نہ تھا پس اگر کوئی اور شخص چاہے کہ صرف ذکر الٰہی سے شیطان دور ہوجاوے جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور ہوگیا تھا تو یہ امر محال ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسا کوئی شخص دوا پیوے اور پرہیز نکرے حالانکہ معدہ مین بھی بلا بھری ہوا ور اسپر توقع دوا کی نفع کی بھی کرے کہ جیسا پرہیز اور تنقیہ والونکو فائدہ ہوتا ہے ویسا ہی مجھے بھی ہو یہان ذکر الٰہی کو دوا سمجھنا چاہیے اور تقوے کو پرہیز اور قلب کے خالی ہونیکو شہوات سے تنقیہ تصور کرنا چاہیے تو جب ذکر الٰہی ایسے قلب مین جاوے گا جو ماسوی اللہ سے خالی ہے تو شیطان دفع ہوجاویگا جیسے تنقیہ کی بعد دوا کھانے سے بیماری جاتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اور دوسری جگہ فرمایا کُتِبَ عَلَیْہِ اَنَّہٗ مَنْ تَوَلَّاہُ فَاَنَّہٗ یُضِلُّہٗ وَیَھْدِیْہِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ پس جو کوئی عمل کی رو سے

شیطان کی متابعت کریگا وہ اوسکا ساتھی اور یار کہلاویگا اگرچہ زبان سے ذکر اللہ کرے اب اگر
کوئی یہ کہے کہ حدیث مین تو مطلق یون وارد ہے کہ ذکر اللہ سے شیطان دفع ہوتا ہی اور یہ
خصوصیات جنکا علماے دین بیان کرتے ہین اوسمین لفظ عام مین مفہوم نہین ہوتی
تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے اسکا امتحان اپنے ہی نفس مین کر لینا چاہیے
تا کہ حقیقت اونکی بیان کی معلوم ہو غور کرنا چاہیے کہ آدمی کا منتہا ذکر اور عبادت نماز ہے
تو جب نماز مین کھڑا ہوا اوسوقت اپنے دل کا حال دیکھتا ہی کہ شیطان کہان کہان اوسکو کھینچتا ہے
کبھی فکر بازار اور لوگونکے حساب کتاب مین اور کبھی دنیا کی داد و دار و اور معاندین کے جواب مین
غرض یہانتک نوبت پہنچتی ہے کہ جو دنیا کی بات دل سے جاتی بھی رہی ہو وہ بھی نماز ہی مین
یاد آتی ہی اور شیطان کا حملہ بھی نماز ہی مین زیادہ ہوتا ہے پس نماز دلونکے لیے کسوٹی ہے
کہ اوس سے خوبی اور برائی اونکی معلوم ہوجاتی ہے اور جو دل کہ شہوات دنیا سے بھرے ہین
اونکی نماز مقبول نہین ہوتی ؎ لب بذکر و دل در فکر خانہ * چہ حاصل زین نماز پنجگانہ
تو ایسی نماز کے سبب سے دفعیہ شیطان کا بھی نہین ہوگا بلکہ غالبا وسواس اور زیادہ ہوگا جیسے
دوا بدون پرہیز کے اکثر نقصان ہی کیا کرتی ہے اگر کسیکو شیطان سے خلاص منظور ہو تو اول
پرہیز تقوی اختیار کرے بعد اوسکے ذکر کی دوا پیے تب شیطان اوسکے پاس سے بھاگیگا جیسا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگتا تھا وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ اللہ سے ڈرو اور شیطان کو
ظاہر مین برا مت کہو کہ تم باطن مین اوسکے دوست یعنی فرمانبردار ہو اور بعضون نے فرمایا کہ بڑے
تعجب کی بات ہی کہ آدمی جس شخص کا اپنے اوپر احسان دیکھ لے پھر محسن کی نافرمانی کرے اور
شیطان لعین کی سرکشی اور زور معلوم کر لے اور پھر اوسکی اطاعت کرے اور جسطرح بموجب آیت
شریف کے کہ اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ دعا مانگتے ہو اور قبول نہین ہوتی اسیطرح ذکر الہی کرتے ہو
اور شیطان نہین دفع ہوتا کیونکہ شرطین ذکر اور دعا کی سب مفقود ہین حضرت ابراہیم بن ادہم
سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو فرمایے کہ ہم لوگونکی دعا کیون نہین قبول ہوتی اور خدا تعالے فرماتا ہی
ادعونی استجب لکم آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہی کہ تمھارے دل مردہ ہین پوچھا کہ اونکی مردہ ہونیکی
کیا جہت ہی آپ نے فرمایا کہ آٹھ عادتین ہین اول یہ کہ اللہ کا حق معلوم کر لیا اوسکو بجا نہ لائے
دوم قرآن کو پڑہا اور اوسکی بموجب عمل نکیا سوم دعوی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
کیا اور انکے طریق کے موافق عمل نہ کیا چہارم موت کا خوف کیا اور اوسکے لیے سامان نہ کیا

پنجم حکم الٰہی یون تہا کہ شیطان کو دشمن جانو جیسا کہ فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا
مگر تم نے معصیت مین اوس سے یاری کی ششم دعوی خوف دوزخ کا کیا مگر پہر اپنے بدنون کو
اوسمین جہونکدیا ہفتم جنت کو دل سے چاہتی ہے مگر اوسکے لیے کوئی کام نہ کیا ہشتم صبح اُٹہتے ہی
اپنے عیبونکو تو پیٹہہ پیچہے ڈالدیا اور لوگونکی عیب چینی اختیار کی پس ان باتونسے خدا تعالے
ناراض ہوگیا تو دعا کسطرح قبول فرماوے باقی رہی یہ بات کہ معاصی مختلفہ کا داعی ایک ہی
شیطان ہے یا سب گناہونکے لیے جدا جدا شیطان ہین تو اس امر کا جاننا علم معاملہ مین چندان
ضروری نہین یہان یہی ضرور ہے کہ اپنے نفس کو دشمن سے بچاوے اور اپنے مطلب سے غرض رکہے
بقول شخصے کہ آم کہانے یا پیڑ گننے تاہم جو کچہہ اخبار اور نور بصیرت سے واضح ہوتا ہے اوسکو ہم
بیان کیے دیتے ہین کہ ہر نوع معصیت کے لیے ایک شیطان مخصوص ہے اوسکا کام یہی ہے کہ اوسی
خاص گناہ کیطرف بلاتا ہے اس حساب سے شیطانونکے دل کے دل ہین اور جس طریق سے کہ یہہ
دریافت ہوتا ہے اوسکا لکہنا طویل ہے وہی ایک بات کافی ہے کہ سبب کے اختلاف سے
سبب کا اختلاف معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آگ کی روشنی اور دہوین کی سیاہی مین مذکور ہوا
لیکن دلائل اخبار یہ ہین کہ حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ شیطان کے پانچ فرزند ہین اونمین سے
ہر ایک کو ایک کام سپرد کر دیا ایک کا نام ثبر ہے اور اوسکو مصیبت کا کام سپرد ہے تو واویلا کرنا
اور گریبان پہاڑنا اور طمانچہ مارنا اور نوحہ وغیرہ کرنا سب اوسکے اغوا سے ہوتا ہے دوسرے کا نام
اعور ہے اوسکا کام زنا کے لیے بہکانا اور اوسکو نظرونمین اچہا معلوم کرانا ہے تیسرا مسوط ہے
جسکو جہوٹ کا عہدہ ہے چوتہا داسم ہے کہ آدمی کے ساتہہ گہرونمین جاکر اقربا کی برائیان اوسکے
سامنے پیش کرتا ہے اور اوسکو اونسے خفا کر دیتا ہے پانچوان زلنبور وہ بازار مین رہتا ہے
وہان کے فسادات سب اوسیکی جہت سے ہوتے ہین اور یہ بہی ایک روایت مین ہے کہ نماز کے
شیطان کا نام خنزب ہے اور وضو کے شیطان کا نام ولہان اور جیسے کہ شیطان کثرت سے ہین
ویسے ہی فرشتونمین کثرت ہے باب الشکر مین ہم لکہہ چکے ہین کہ وجہ انکی کثرت کی اور ہر عمل کے لیے
جدا جدا مخصوص ہونیکی کیا وجہ ہے اور حضرت ابو امامہ باہلی نے یہ حدیث روایت کی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وُكِّلَ بِالْمُؤْمِنِ مِائَةٌ وَسِتُّوْنَ مَلَكًا يَذُبُّوْنَ عَنْهُ مَا لَمْ يُقْدَرْ
عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ لِلْبَصَرِ سَبْعَةُ اَمْلَاكٍ يَذُبُّوْنَ عَنْهُ كَمَا يُذَبُّ الذُّبَابُ عَنْ قَصْعَةِ الْعَسَلِ فِي الْيَوْمِ الصَّائِفِ
وَمَا لَوْ بَدَا لَكُمْ لَرَأَيْتُمُوْهُ عَلٰى كُلِّ سَهْلٍ وَجَبَلٍ كُلٌّ بَاسِطٌ يَدَهُ فَاغِرٌ فَاهُ وَلَوْ وُكِلَ الْعَبْدُ اِلٰى نَفْسِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ

کہ خلقہم والشیاطین اور ایوب بن یونس سے روایت ہے کہ مجھکو یہ پہنچا ہے کہ اولاد آدم کے ساتھ اولاد جن بھی پیدا ہوتی ہے اور اونہیں کے ساتھ نشو ونما ہوتی ہے اور جابر بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو انہوں نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ خداوندا تو نے مجھ میں اور شیطان میں عداوت کر دی اگر میری اعانت نہوگی تو میں اوسپر غالب نہوونگا ارشاد ہوا کہ تیرا جو فرزند پیدا ہوگا اوسپر ایک فرشتہ موکل معین ہو جاویگا عرض کیا کہ اور زیادہ عنایت ہو حکم ہوا کہ اگر کوئی ایک بدی کریگا تو ایک ہی بدی کی سزا دیگا مگر نیکی کا بدلہ دس سے جہانتک مجھکو منظور ہوگا دونگا پھر زیادتی اعانت کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جب تک روح بدن میں رہیگی دروازہ توبہ کا مفتوح رہیگا شیطان نے عرض کیا کہ الٰہی اس بندہ کو تو نے مجھسے اشرف بنایا اگر مجھکو اعانت نہوگی تو میں کیسے قادر ہونگا حکم ہوا کہ جو بچہ آدم کے ہوگا اوسکے ساتھ تیرا بھی بچہ پیدا ہوگا اوسنے عرض کیا کہ اور زیادہ عنایت ہو حکم ہوا کہ جیسے خون بدن میں چلتا ہے ایسا ہی تو بھی اونکے رگ و پے میں جاری ہوگا اور اونکے سینوں میں اپنا گھر بناویگا اوسنے عرض کیا کہ اور زیادہ مرحمت ہو حکم ہوا اَجۡلِبۡ عَلَيۡهِمۡ بِخَيۡلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكۡهُمۡ فِي الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ وَعِدۡهُمۡ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطَانُ اِلَّا غُرُوۡرًا اور حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَلَقَ اللّٰهُ الۡجِنَّ ثَلٰثَةَ اَصۡنَافٍ صِنۡفٌ حَيَّاتٌ وَعَقَارِبُ وَخَشَاشُ الۡاَرۡضِ وَصِنۡفٌ كَالرِّيۡحِ فِي الۡهَوَاءِ وَصِنۡفٌ عَلَيۡهِمُ الثَّوَابُ وَالۡعِقَابُ وَخَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الۡاِنۡسَ ثَلٰثَةَ اَصۡنَافٍ صِنۡفٌ كَالۡبَهَائِمِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اَعۡيُنٌ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ بِهَا وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا يَسۡمَعُوۡنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ وَصِنۡفٌ اَجۡسَامُهُمۡ اَجۡسَامُ بَنِيۡ اٰدَمَ وَاَرۡوَاحُهُمۡ اَرۡوَاحُ الشَّيَاطِيۡنِ وَصِنۡفٌ فِيۡ ظِلِّ اللّٰهِ تَعَالٰى يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ يَوۡمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اور وہیب بن الورد کہتے ہیں کہ شیطان ایکبار حضرت یحییٰ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں آپ کو کچھ نصیحت کیا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ مجھکو تیری نصیحت کی حاجت نہیں مگر مجھسے بنی آدم کا حال کچھ کہہ اوسنے کہا کہ ہمارے نزدیک اونکی تین قسمیں ہیں ایک قسم جو ہم پر بڑے سخت ہیں وہ لوگ ہیں کہ ہم اونکے پاس جاتے ہیں اور اونکو بہکا کر اپنی قابو میں لاتے ہیں مگر وہ استغفار اور توبہ کرنے لگتے ہیں ہمارا کیا کرایا سب مٹی ہو جاتا ہے پھر اگر ہم دوبارہ کچھ فکر کرتے ہیں وہ اوسکے بعد بھی ایسا ہی کرتے ہیں اسی حیص وبیص میں ہم اونسے نا امید ہو جاتے ہیں نہ مطلب ہی نکلتا ہے مشقت ہی مشقت ہے اور دوسری قسم وہ لوگ ہیں کہ وہ ہمارے ہاتھ میں ایسے ہیں جیسے لوگوں کے ہاتھ میں گیند ہوتا ہے اونکو ہم جدہر چاہتے ہیں اودہر پھیر لیتے ہیں

اونکی ہمین کچھہ فکر نہین اور تیسری قسم آپ جیسے لوگ معصوم ہین اونپر ہمارا کچھہ بس نہین چلتا اب اگر
یہ کہو کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگونکو تو شیطان صورت پکڑکر سوجہتا ہے اور بعضونکو نہین
معلوم ہوتا اور نیز جب نظر آتا ہے تو وہ شکل اوسکی اصلی صورت ہے یا اوسکا عکس و مثال ہے اور اگر اصلی
صورت ہے تو اوسکی مختلف صورتین کیون معلوم ہوتی ہین اور ایک ہی وقت مین دو جگہہ جدا جدا
صورت دو شخصونکو کیسی معلوم ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان اور فرشتونکی اصلی صورتین
بہی ہین مگر اون اصلی صورتونکو مشاہدہ سے نہین دیکہہ سکتے بلکہ اونکا دیکہنا انوار نبوت سے ہوتا ہے
اسی لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی اصلی صورت پر صرف دو مرتبہ
ملاحظہ فرمایا تہا یعنے ایک دفعہ تو خود حضرت نے اونسے درخواست کی کہ اپنی اصلی صورت مجکو دکہاؤ
اونہون نے وعدہ کیا کہ بہت اچہا اور کوہ حرا پر اصلی صورت مین نمود ہوئے تو مشرق سے غرب تک
تمام آفاق کو روک لیا اور دوسری دفعہ معراج کی رات مین سدرۃ المنتہی پر اونکو اصلی صورت مین
دیکہا ورنہ اکثر حضرت دحیہ کلبی کی صورت مین ملاحظہ فرماتے تہے اور یہ شخص نہایت خوبصورت
تہے اور اکثر مکاشفہ اہل دل کا یون ہوتا ہے کہ صورت اصلی کی مثال اونکے سامنے ہوجاتی ہے
مثلاً شیطان بیداری مین صورت پکڑکر اونکی آنکہہ کے سامنے آتا ہے تو وہ اوسکو دیکہتے بہی ہین
اور کلام بہی سنتے ہین اور یہی صورت قائم مقام صورت اصلی کے ہوجاتی ہے جیسا کہ اکثر صلحا کو
خواب مین اتفاق ہوتا ہے اور صاحب کشف اوسکو کہتے ہین کہ ایسے درجہ پر پہونچ جاوے کہ باوجود
مشغولی حواس کے دنیا مین اوسکے مکاشفہ مین خلل نہ آوے یعنی اوسکو بیداری مین وہ بات
معلوم ہوجاوے جو اورونکو خواب مین سوجہے ہے جیسا کہ عمر بن عبد العزیز سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
رب العزت سے یہ دعا مانگی کہ مجکو وہ جگہہ دکہلاوے جہان قلب بنی آدم پر شیطان رہتا ہے تو خواب مین
یہ دیکہا کہ ایک آدمی کا جسم بلور کی صورت کا ہے یعنی اوسکے اندر کی چیز باہر سے معلوم ہوتی ہے
اور شیطان مینڈک کی صورت مین اوسکے بائین شانہ پر مونڈہے اور کان کے درمیان بیٹہا ہے
اور اوسکی ایک پتلی اور لمبی سونڈ ہے جسکو آدمی کے دل مین ڈالکر وہان ہی سے وسوسہ کرتا ہے اور جب
وہ ذکر الہی کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اسیطرح کا امر کبہی بیداری مین ہوبہو معلوم ہوتا ہے چنانچہ بعض
اہل کشف نے دیکہا کہ شیطان ایسی صورت مین نظر آیا کہ گویا کوئی کتا مردار پر گرتا ہے اور لوگونکو
اوسطرف بلاتا ہے یعنی دنیا بصورت مردار معلوم ہوئی پس اسطرح پر معلوم ہونا قائم مقام صورت
اصلی کے نظر آنیکی ہے کیونکہ یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ قلب کے لیے دو طرف ہین ایک وہ ہے جو عالم ملکوت کے

مقابل ہوتی ہے اور وہی مدخل وحی والہام ہے کہ عالم ظاہری کیطرف کو ہے تو جب قلب کی پہلی جانب پر عالم ملکوت سے کسی شے کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی ہے تو اوسکے اثر سے وہ جانب جو عالم ظاہری کیطرف ہے اوسمین بھی چمک آجاتی ہے اس لیے کہ دونون جانبین ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہین تو ظاہر ہے کہ اس جانب مین جو عالم ظاہری کیطرف کو ہے جو شے نظر آویگی وہ ایک صورت متخیلہ ہوگی اس سببسے کہ تمام عالم ظاہری متخیلات ہی مین داخل ہے اتنا فرق ہے کہ آدمی کا خیال جو حس ظاہر سے ہوتا ہے اوسمین یہ بات ممکن ہے کہ صورت مطابق سیرت نہو کیونکہ عالم ظاہری مین تلبیس بہت واقع ہوتی ہے مثلاً ممکن ہے کہ جو آدمی ظاہر مین خوبصورت نظر آتا ہے وہ باطن کا خبیث ہو مگر جو صورت کہ عالم ملکوت کی چمک سے دل کو حاصل ہوتی ہے وہ بعینہ مطابق صفت اور سیرت کے ہوتی ہے کیونکہ عالم ملکوت مین صورت مطابق سیرت ہی کی ہوا کرتی ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس چیز کا باطن برا ہوگا وہ اسطرح پر بری ہی نظر آویگی اسی لیے شیطان جب اسطرح نظر آتا ہے تو کتے اور مینڈک اور سور وغیرہ کی صورت مین معلوم ہوتا ہے اور فرشتہ اوسکے برعکس خوبصورت سوجھتا ہے پس یہ صورت گویا باطن کا عنوان ہوجاتی ہے اور اوسکی مطابق ہوتی ہے پس اگر کوئی شخص خواب مین بندر یا سور دیکھے تو اوسکی تعبیر انسان خبیث کے دیکھنے سے ہوگی اور اگر بکری دیکھے تو انسان سلیم الطبع سے مراد ہوگی اور تمام تعبیرات خواب کا یہی حال ہے غرضکہ یہ امر بھی اسرار قلبی مین سے ایک عجیب بات ہے اوسکا ذکر کرنا علم معاملہ کی مناسب نہین یہان بھی مقصود ہے کہ اس بات کا یقین کر لیا جاوے کہ شیطان خواہ فرشتہ اہل دل کو منکشف ہوتا ہے کبھی تو بطریق حکایت اور تمثل کے جیسا خواب مین ہوتا ہے اور کبھی بطور حقیقت کی لیکن اکثر اسیطرح ہوتا ہے کہ تمثل ایسی صورت مین ہوتا ہے جو مشابہ باطن کے ہو مگر نظر آنا اوس مثال کا آنکھ سے حقیقت مین ہوتا ہے اور اوسکو ارباب مکاشفہ صرف دیکھ سکتے ہین اوسکے گرد کے لوگ نہین دیکھ سکتے جیسے سونیوالے نہین دیکھ سکتے

تیرہوان بیان اس امر کا کہ قلب کی وساوس اور ہم اور قصد اور خواطر سے کونسی چیز پر مواخذہ ہوتا ہے اور کونسی چیز معاف ہے

واضح ہو کہ اس باب مین آیات اور اخبار مختلف واقع ہوئے ہین کہ سوائے علمائے کاملین شریعت کے اونمین کسی سے تطبیق نہین ہوسکتی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ آپ نے فرمایا عُفِیَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِهٖ نُفُوْسُهَا مَا لَمْ تَتَكَلَّمْ اَوْ تَعْمَلْ بِهٖ اور ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ لِلْحَفَظَةِ اِذَا هَمَّ عَبْدِیْ بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوْهَا عَلَيْهِ فَاِنْ

عملها فاکتبوها سیئة واذا اراد بحسنة فلم یعملها فاکتبوها حسنة فان عملها فاکتبوها عشرا اور یہ حدیث
بخاری اور مسلم دونون مین موجود ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ عمل قلبی اور اوسکے میلان طبع
بدی کے معاف ہی اور دوسری روایت یون ہی کہ من ہم بحسنة فلم یعملها کتبت له حسنة ومن
ہم بحسنة فعملها کتبت له عشرا الی سبعمائة ضعف ومن ہم بسیئة فلم یعملها لم تکتب علیه
وان عملها کتبت اور ایک روایت یون ہے واذا تحدث بان یعمل سیئة فانا اغفرها له ما لم یعملها
اور ان سب سے عفو ہی سمجھا جاتا ہی اور مواخذہ کے باب مین یہ آیت ہی ان تبدوا ما فی انفسکم
او تخفوه یحاسبکم به الله فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء اور یہ آیت ولا تقف ما لیس
لک به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا یعنی عمل قلب مثل عمل آنکہہ
اور کان کے ہی معاف نہین ہونیکا اور یہ آیت ولا تکتموا الشهادة ومن یکتمها فانه آثم قلبه اور یہ آیت
لا یؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت قلوبکم ان سب سے مواخذہ
پایا جاتا ہے اور اس مسئلہ مین حق یہ ہی کہ جب تک تفصیل اعمال قلوب کی شروع سے لیکر اعضا کے
ارتکاب تک نہ تبلائی جاوے تب تک کچہہ حکم عفو یا مواخذہ کا مطلق نہین کہنا چاہیے اب ہم کہتے ہین
کہ قلب پر اول جو چیز وارد ہوتی ہے اوسکو خاطر اور حدیث نفس کہتے ہین مثلاً ایک عورت کی صورت
دل مین آوے جو اسکی پس پشت ہو کہ اگر چاہے تو پہر کر اوسکو دیکہہ لے دوسری بات دیکہنے کی رغبت کا
ہیجان ہے یعنے وہ شہوت جو طبیعت مین موجود ہی متحرک ہو اور یہ اوس پہلے خاطر سے پیدا ہوتا ہی اوسکو
میل طبع کہتے ہین تیسری بات دل کی اجازت اس رغبت کی تعمیل کے لیے مثلاً مثال مذکور مین
دیکہنے کے لیے اجازت دینی کیونکہ بعضی دفعہ طبیعت کی رغبت تو ہوتی ہے مگر موانع کے باعث
دل اجازت نہین دیتا مثلاً حیا کے سبب نہین دیکہہ سکتا یا پہر کر دیکہنے سے کچہہ خوف معلوم ہوتا ہے
اور ان موانع کا برطرف ہونا تامل سے ہوتا ہی جو بہر حال عقل کی ہی اجازت سے ہی اسکا نام اعتقاد ہی
اور یہ اون دو پہلی باتون کے بعد ہوتا ہی چوتہی بات بجا کرنا ارادہ کا متوجہ ہونے پر اسکو نیت اور قصد
اور ارادہ کہتے ہین اس ارادہ کا مبدا کبہی ضعیف ہوتا ہی مگر باعتبار خاطر اول کے کشش نفس کو
اسقدر ہوتی ہے کہ یہ ارادہ مصمم اور موکد ہو جاتا ہے بعد اس ارادہ کے مصمم ہونیکے کبہی آدمی
ندامت کے باعث فعل کا مرتکب نہین ہوتا اور کبہی اس نظر سے نہین کرتا کہ کسی وجہ سے غافل
ہو جاتا ہے اور اس کام کی طرف توجہ نہین رہتی اور کبہی کوئی ایسا مانع پیش آتا ہی کہ اوس کام کا کرنا
متعذر ہو جاتا ہے غرضکہ دل کے لیے پہلے اعضا کے عمل سے چار حالتین ہوتی ہین اول حدیث نفس

پھر میل طبع پھر اعتقاد پھر عزم اب ان چارون کا حکم سننا چاہیے کہ حدیث نفس اور میل طبع پر
تو مواخذہ نہین اسواسطے کہ انسان کا ان پر کچھ بس نہین یہ باتین آدمی کے اختیار سے باہر ہین
اور اس حدیث مین کہ عُفِیَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِہٖ نُفُوْسُہَا یہی دونون مراد ہین اس لیے کہ حدیث
نفس اوسیکو کہتے ہین کہ صرف دلمین گذرے اور اوسکے کرنیکا عزم نہو اور عزم اور ارادہ کو حدیث
نفس نہین کہتے بلکہ حدیث نفس ہی جیسا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اونھون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا حضرت میرے جیمین یون آتا ہی کہ اپنی
بی بی خولہ کو طلاق دیدون آپ نے فرمایا کہ مَہْلًا اِنَّ مِنْ سُنَّتِی النِّکَاحُ اونھون عرض کیا کہ میرا
جی یون چاہتا ہے کہ خصی ہو جاؤن آپ نے فرمایا کہ مَہْلًا خِصَاءُ اُمَّتِیْ دُءُوْبُ الصِّیَامِ عرض کیا کہ میرا
جی یہ چاہتا ہے کہ راہب بن جاؤن آپ نے فرمایا کہ مَہْلًا رَہْبَانِیَّۃُ اُمَّتِی الْجِہَادُ وَالْحَجُّ عرض کیا
کہ میرا دل چاہتا ہے کہ گوشت کھانا چھوڑ دون آپ نے ارشاد فرمایا کہ مَہْلًا فَاِنِّیْ اُحِبُّہٗ وَاٰکُلُہٗ وَلَوْ اَصَبْتُہٗ
لَاَکَلْتُہٗ وَلَوْ سَاَلْتُ اللّٰہَ لَاَطْعَمَنِیْہِ پس جن خواطر کے ساتھ عزم نہین ہوتا وہ حدیث نفس مین
داخل ہین جیسے ان صحابی کے خواطر تھی اسی جہت سی اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے انکے باب مین مشورہ لیا کہ عزم اونکے ارتکاب کا نہ تھا تیسری بات یعنی اعتقاد اوسکی
دو قسمین ہین ایک اختیاری اور ایک اضطراری اور دونون کا حکم بھی مختلف ہی کہ اختیاری پر
مواخذہ ہوتا ہے اور اضطراری پر نہین ہوتا اور چوتھی بات یعنی قصد فعل اسپر مواخذہ ہوتا ہے
مگر جب کام اس قصد کے بعد نہین کیا تو یہ دیکھنا چاہیے کہ خوف الٰہی اور ندامت کی باعث سے
نہین کیا یا کسی اور سبب سی اول صورت مین ایک نیکی اسکے لیے لکھی جاویگی اس لیے کہ ارادہ تو گناہ
ہے اور اوس سی باز رہنا اور نفس پر مجاہدہ کرنا نیکی ہے اور نیز ارادہ کرنا حسب اقتضای طبع اسپر دلالت
نہین کرتا کہ خدا سے بالکل غافل ہو گیا لیکن نفس کو مجاہدہ سے طبیعت کی خلاف پر باز رکھنا اسکو
بڑی قوت چاہیے تو اسنی جسقدر کوشش ارادہ فعل کی جہت سے شیطان کی متابعت مین کی تھی
اوس سے زیادہ مخالفت طبع اور للہ کام کرنے مین کی اس لیے سزاوار ایک نیکی کا ہوا اور اگر
کسی مانع یا عذر کے باعث اوس فعل سے باز رہا ہی تو اسپر ایک برائی لکھی جاویگی اس لیے کہ ارادہ
کرنا بھی قلب کا فعل اختیاری ہے اور یہ احکام جو ہمنے مفصل لکھی ہین انکی دلیل یہ ہی کہ اسی طرح
الفاظ حدیث مین مفصل مذکور ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ
رَبِّ ذَاکَ عَبْدُکَ یُرِیْدُ اَنْ یَّعْمَلَ سَیِّئَۃً وَہُوَ اَبْصَرُ بِہٖ فَقَالَ ارْقُبُوْہُ فَاِنْ ہُوَ عَمِلَہَا فَاکْتُبُوْہَا لَہٗ

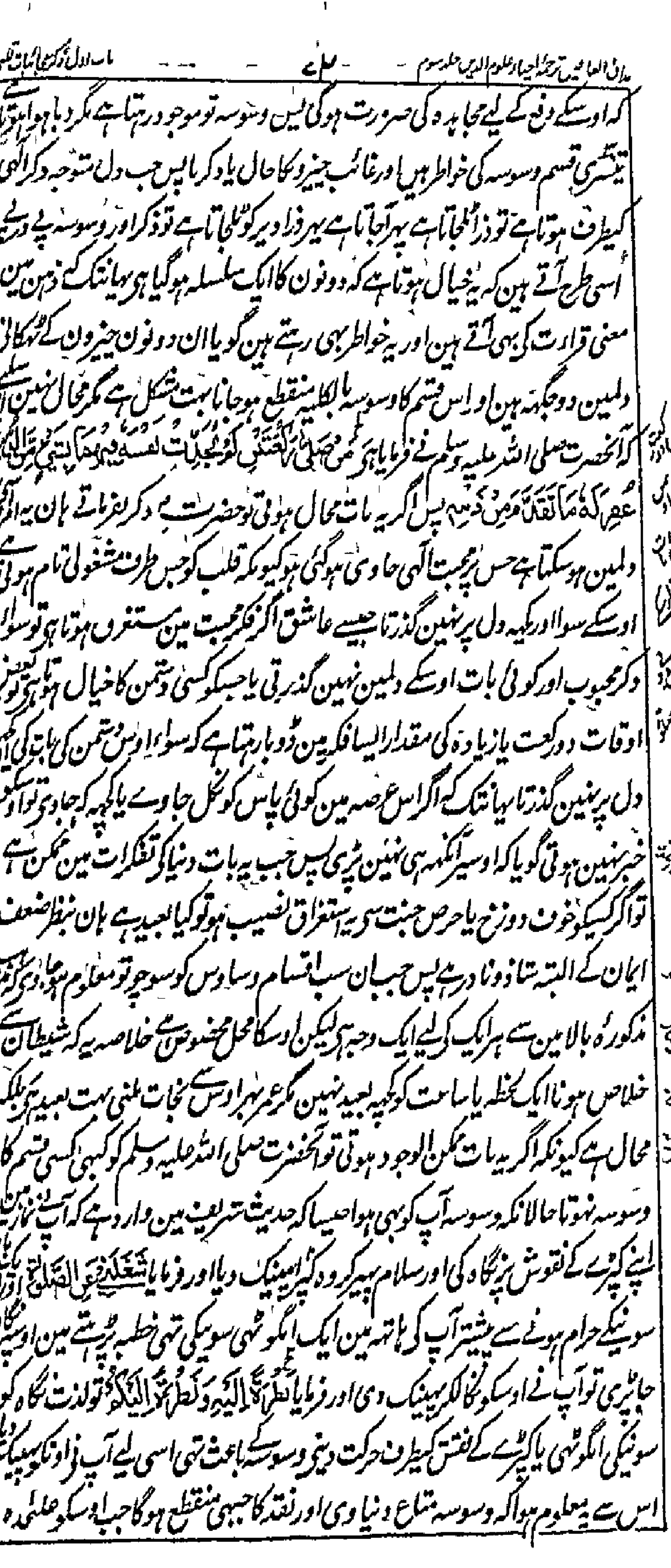
يَعْمَلْهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً فَإِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّائِي اور جس روایت مین لَمْ يَعْمَلْهَا آیا ہی اوس سے
بہی یہی مراد ہے کہ خدا کے خوف سی چھوڑ دیا ہو اور اگر گناہ پر ارادہ کرکے کسی عذر یا غفلت کے
سبب چھوڑا ہو تو اوس صورت مین نیکی کا مستحق نہین ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہے
إِنَّمَا يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ اور یہی معلوم ہے کہ جو کوئی رات کو اس بات کا ارادہ کرے کہ صبح کو
کسی مسلمان کو قتل کرونگا یا کسی عورت سی زنا کرونگا اور اوسی رات مین مرجاوے تو اپنی ارادہ پر
مُصر مریگا اور اسی نیت پر اسکا حشر ہوگا حالانکہ فعل کا مرتکب نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ حدیث
مذکور مین لم یعمل سے مراد یہی ہے کہ خدا کے خوف سی چھوڑ دیا ہو اور دلیل قاطع نیت پر مواخذہ کے
باب مین یہ حدیث شریف ہی إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ فَقِيلَ
يَا رَسُولَ اللهِ هَذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُولِ قَالَ لِأَنَّهُ أَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهِ اس سے صریح معلوم ہو گیا
کہ صرف ارادہ کی جہت سی ناری ہوا باوجودیکہ خود ظلماً مقتول ہوا پس مواخذہ نیت جب نص
صریح سے معلوم ہوا تو اب گمان یہ نہین ہوسکتا کہ خدا تعالی نیت پر مواخذہ نفرماوے گا بلکہ
جو قصد کہ آدمی کے اختیار سی ہوگا اوسپر اوسکا مواخذہ ہوگا لیکن اگر اسکا کفارہ نیکی سے کردیگا
تو مواخذہ سی بری ہو جاویگا اور اپنے عزم کو ندامت کی سبب فسخ کرنا نیکی ہے اس لیے مستحق نیکی کا
ہوتا ہے مگر مانع کے سبب کام کو ترک کرنا نیکی نہین اسلیے مواخذہ دار رہتا ہے اور خواطر اور میل طبع
بندہ کے اختیار مین نہین اگر انپر مواخذہ ہو تو گویا جو بات طاقت سی باہر ہے اوسکا حکم ہوا
اور یہی وجہ ہی کہ جب یہ آیت اتری وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ
کچھ صحابی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ یہ حکم
ایسی بات کا ہوا جو ہماری طاقت سی باہر ہے ہم مین سے بعضو نکی دلمین ایسی باتین گذرتی ہین
کہ یہ منظور نہین کہ وہ دلمین رہین پہر ان پر مواخذہ ہوگا آپ نی فرمایا کہ شاید تم بہی ایسا کہتے ہو
جیسا یہودیون نے کہا تہا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا یون کہو کہ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا اونہونی کہا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا
ایک برس کے بعد خداوند کریم نے وہ تنگی رفع کی اور یہ آیت اتری لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا
پس ظاہر ہوا کہ جو بات اعمال قلبی سے بندہ کی اختیار مین نہین اوسپر مواخذہ بہی نہین یہی
بیان شافی اس امر کا ہے اور جو لوگ یہ گمان رکہتے ہین کہ جو بات دل پر گذرے وہ حدیث النفس ہے
اور ان اقسام کی کچھ تفریق نہین کرتے وہ بیشک غلطی پر ہین اور کیا وجہ ہی کہ اعمال قلبی پر
مواخذہ نہو حالانکہ کبر اور عجب اور ریا اور نفاق اور حسد وغیرہ سب اعمال قلب ہی مین سے ہین

بلکہ اصل یہی ہے کہ جو اعمال بندہ کے اختیار مین ہین خواہ آنکھہ کے ہون یا کان یا دل کے
سب پر مواخذہ ہوگا یہانتک کہ اگر آنکھہ نے اختیار کسی غیر محرم پر پڑجاوے تو اوسپر بہی مواخذہ
نہین ہان اگر دوبارہ پہر دانستہ دیکہیگا تو اوسپر مواخذہ ہوگا اسیطرح خواطر قلبی کا حال ہے بلکہ
مواخذہ قلب ہی سے اول ہونا چاہیے کیونکہ اصل وہی ہے حدیث شریف مین ہے کہ التقویٰ ہٰہنا
ھٰہنا یعنی دل کیطرف اشارہ کرکے آپ نے یہ لفظ فرمایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لن ینال اللہ لحومہا
ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقویٰ منکم اور ایک حدیث مین اسیطرح ارشاد ہے الاثم حزاز القلب اور یہی فرمایا
البر ما اطمأن الیہ القلب وان افتوک وافتوک یہانتک کہ ہم کہتے ہین کہ اگر مفتی کے دل نے
کسی چیز کے واجب ہونیکو کہا اور وہ مبتلاً غلطی پر ہو تب بہی اوسکو ثواب ہوگا یا کسی نے یہ جانا کہ مین
وضو سے ہون اور نماز پڑہی بعد نماز کے خیال ہوا کہ مجکو وضو نہ تہا تو اوسکو پہلی نماز کا ثواب ملے گا
لیکن باوجود جاننے اپنی طہارت کی نماز چہوڑ دیگا تو مستحق عقاب ہوگا گو پیچہے یاد آوے کہ مجکو وضو نہ تہا
یا کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو پایا اور یہ جانا کہ میری منکوحہ ہے اور اوس سے جماع کیا
تو گناہ گار نہوگا گو وہ عورت اجنبی ہی ہو اور اگر بالفرض اوسکی منکوحہ ہی ہوتی مگر یہ شخص اوسکو
غیر عورت جانکر صحبت کرتا تو گناہ گار ہوتا پس ان سب مسائل کی بنا دل ہی پر ہے اعضا کو انمین کچھ دخل نہین

چودہوان بیان اس بات کا کہ ذکر کے وقت وسوسہ بالکل منقطع ہو جاتا ہے یا نہین

واضح ہو کہ جو علما قلوب کے احوال کے نگران ہین اور اوسکی صفات و عجائب کو دیکہتے رہتے ہین
اس مسئلہ مین اونکے پانچ فرق ہین ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذکر الٰہی سے وسوسہ منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فاذا ذکر اللہ خنس اور خنس کے معنی خاموشی کے ہین گویا
کہ شیطان چپ ہو جاتا ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ اصل وسوسہ تو نہین جاتا مگر اوسکا
اثر جاتا رہتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب دل مین ذکر بہر جاویگا تو وسوسہ تاثیر نکرنے پاویگا جیسے
کوئی آدمی کسی شغل مین بیٹہا ہو تو بعض اوقات کلام نہین سمجہتا اگرچہ آواز اوسکے کان تک پہونچتی
ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ نہ وسوسہ منقطع ہوتا ہے نہ تاثیر جاتی ہے مگر غلبہ اوسکا فرو ہو جاتا ہے
یعنے وسواس تو ہوتا ہے مگر بہت ضعیف اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذرا سی دیر ذکر سے وسوسہ
معدوم ہو جاتا ہے اور اتنی ہی دیر کو وسوسہ سے ذکر معدوم ہو جاتا ہے اور انکے پے درپے اور جلد جلد
آنے سے ایک تار سا بندہ جاتا ہے اور انکی مثال ایسی ہے کہ ایک کرہ پر چند نقطے متفرق ہین اگر
اوسکو زور سے گہماؤ تو وہ نقطے دائرہ کی شکل معلوم ہونگے کیونکہ تیزی حرکت کی باعث ایک دوسرے

ہوجاتا ہے اور یہ لوگ اپنے قول کی دلیل یہ فرماتے ہین کہ حدیث شریف مین خنس مذکور ہے جو بعد
ذکر کے ساتھہ وسوسہ سے جاتا ہے تو اوسکی تطبیق بجز بیان مذکور کے اور کسی طرح نہین ہو سکتی اور چوتھا
فرقہ یہ قول ہے کہ وسوسہ اور ذکر دل پر ہمیشہ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہین اور منقطع نہین
جیسے کوئی آدمی ایک ہی حالت مین اپنی آنکھہ سے دو چیزین دیکھے اسیطرح دل بھی دو چیزون کا مقام
ہوتا ہے حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَلَهُ اَرْبَعَةُ اَعْيُنٍ عَيْنَانِ فِي رَأْسِهِ يُبْصِرُ بِهِمَا
اَمْرَ دُنْيَاهُ وَعَيْنَانِ فِي قَلْبِهِ يُبْصِرُ بِهِمَا اَمْرَ دِيْنِهِ اور یہی مذہب محاسبی رحمہ اللہ کا ہے اور ہمارے نزدیک
یہ سب مذہب درست ہین مگر اقسام وسواس کا حصر کسی مین نہین ہر ایک نے جس وسواس کو جیسا دیکھا
ویسا ہی تبلا دیا اسلیے ہم اوسکے اقسام لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ وسواس تین قسم کے ہین اول یہ
کہ امر حق کو مشتبہ کرنے سے شیطان وسوسہ کرے مثلاً یون سمجھاوے کہ دنیا کی لذت چھوڑنی
چاہیے زندگی بہت ہے خواہشات کو اتنے دنون روکنا بڑا عذاب ہے پس اسوقت اگر بندہ اللہ تعالے
کا حق اور اوسکا ثواب عظیم اور عقاب یاد کریگا اور اپنے نفس کو سمجھاویگا کہ خواہش سے رکا رہنا
تو سخت ہے مگر دوزخ کی آنچ کا سہنا سخت تر ہے دونون مین سے ایک ہی ہو سکتا ہے تو اسیطرح جب
وعدہ اور وعید کو یاد کرکے تجدید اپنے یقین کی کریگا تو شیطان بھاگ جاویگا کیونکہ یہ نہین
کہہ سکتا کہ دوزخ کی آگ پر صبر کرنا گناہون کی صبر سے ہلکا ہے نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ گناہ کا انجام دوزخ
نہین اسلیے کہ اگر کہے گا بھی تو بندہ کتاب اللہ پر ایمان رکھنے سے اوسکی کب سنیگا بہرکیف اوس کا
وسواس منقطع ہوجاویگا اسیطرح اگر عجب کے لیے وسوسہ ڈالے مثلاً دلمین یہ بات ڈالے کہ آج
تیری برابر معرفت اور عبادت الٰہی مین کوئی نہین تیرا رتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے اور اسوقت
بندہ یہ یاد کرے کہ میری معرفت اور اختیار اور قلب اور اعضا جنسے کہ مینے جانا یا عمل کیا سب کے سب
اللہ تعالی نے پیدا کیے ہین پس عجب کس پر کرنا چاہیے تو اسوقت بھی شیطان ٹلے گا کیونکہ یہ نہین
کہہ سکتا کہ یہ اللہ کی جانب سے نہین اور اگر کہے بھی تو ایمان کی جہت سے شنوائی کب ہوسکتی ہے
غرضکہ اس قسم کا وسواس تو بالکل منقطع ہوجاتا ہے جو لوگ عارف ہین اور نور ایمانی اور معرفت سے
روشن ضمیر ہین اونکے پاس نہین رہتا دوسری قسم وسواس کی یہ ہے کہ شہوت کو حرکت دے اور اسمین
یہ تفریق ہے کہ تحریک یا تو ایسی چیز کیطرف ہو کہ بندہ کو یقینی معلوم ہوجاوے کہ وہ چیز معصیت ہے
یا صرف غلبہ ظن ہی ہو پس یقینی جاننے کی صورت مین شیطان ہیجان شہوت سے تو باز نہین رہیگا
مگر ایسا ہیجان نہین کریگا جس سے تحریک ہو اور اگر امر مظنون ہوگا تو اکثر مؤثر رہیگا یہانتک کہ



کہ اوسکے دفع کے لیے مجاہدہ کی ضرورت ہوگی پس وسوسہ تو موجود رہتا ہے مگر دبا ہوا ہوتا
تیسری قسم وسوسہ کی خواطر ہیں اور غائب چیزونکا حال یاد کرنا پس جب دل متوجہ ذکر الٰہی
کیطرف ہوتا ہے تو ذرا ٹلجاتا ہے پھر آجاتا ہے پھر ذرا دیر کو ٹلجاتا ہے تو ذکر اور وسوسہ پے درپے
اسی طرح آتے ہین کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ دونون کا ایک سلسلہ ہوگیا ہے یہانتک کہ ذہن مین
معنی قرارت کی بھی آتے ہین اور یہ خواطر بھی رہتے ہین گویا ان دونون چیزون کے ٹھکانے
دلمین دوجگہہ ہین اور اس قسم کا وسوسہ بالکلیہ منقطع ہوجانا بہت مشکل ہے مگر محال نہین اسلیے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَن صَلّٰی رَکعَتَینِ لَم یُحَدِّث نَفسَہٗ فِیھِمَا بِشَیءٍ مِّنَ الدُّنیَا
غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِہٖ پس اگر یہ بات محال ہوتی تو حضرت ذکر نفرماتے ہان یہ امر انکے
دلمین ہوسکتا ہے جس پر محبت الٰہی حاوی ہوگئی ہو کیونکہ قلب کو جس طرف مشغولی تام ہوتی ہے
اوسکے سوا اور کچھ دل پر نہین گذرتا جیسے عاشق اگر فکر محبت مین مستغرق ہوتا ہے تو سوا
ذکر محبوب اور کوئی بات اوسکے دلمین نہین گذرتی یا جسکو کسی دشمن کا خیال ہوتا ہے تو بعض
اوقات دو رکعت یا زیادہ کی مقدار ایسا فکر مین ڈوبا رہتا ہے کہ سواء اوس دشمن کی بات کی اور کچھ
دل پر نہین گذرتا یہانتک کہ اگر اس عرصہ مین کوئی پاس کو نکل جاوے یا کچھ کہہ جاوے تو اوسکو
خبر نہین ہوتی گویا کہ اوسپر آنکھہ ہی نہین پڑی پس جب یہ بات دنیا کی تفکرات مین ممکن ہے
تو اگر کسیکو خوف دوزخ یا حرص جنت سے یہ استغراق نصیب ہو تو کیا بعید ہے ہان بنظر ضعف
ایمان کے البتہ نادر و نادر ہے پس جب ان سب اقسام وساوس کو سوچو تو معلوم ہوجاوے کہ ہر قسم
مذکورہ بالا مین سے ہر ایک کی لیے ایک وجہ ہے لیکن اوسکا محل مخصوص ہے خلاصہ یہ کہ شیطان سے
خلاص ہونا ایک لحظہ یا ساعت کو کچھ بعید نہین مگر عمر بھر اوس سے نجات ملنی بہت بعید ہے بلکہ
محال ہے کیونکہ اگر یہ بات ممکن الوجود ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی قسم کا
وسوسہ نہوتا حالانکہ وسوسہ آپ کو بھی ہوا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ آپ نے نماز مین
اپنے کپڑے کے نقوش پر نگاہ کی اور سلام پھیر کر وہ کپڑا پھینک دیا اور فرمایا شَغَلَنِی عَنِ الصَّلٰوۃِ اور یا
سونیکے حرام ہونے سے پیشتر آپ کی ہاتھہ مین ایک انگوٹھی سونیکی تھی خطبہ پڑھتے مین اوسپر نگاہ
جا پڑی تو آپ نے اوسکو نکالکر پھینک دی اور فرمایا نَظرَۃٌ اِلَیہِ وَنَظرَۃٌ اِلَیکُم تو لذت نگاہ کو
سونیکی انگوٹھی یا کپڑے کے نقش کیطرف حرکت دینی وسوسہ کا باعث تھی اسی لیے آپ نے اونکو پھینک دیا
اس سے یہ معلوم ہوا کہ وسوسہ متاع دنیاوی اور نقد کا جبھی منقطع ہوگا جب اوسکو علیحدہ

نہ دیا جاوے اور جب تک ایک وسیع بھی ملک میں ہیگا تمام میں شیطان اوسیکا وسوسہ
نہ ہیگا کہ اوسکو کہاں چھپایا جاوے کہ کسی کی نظر نہ پڑے اور حفاظت کسطرح ہو اور کس خرچ میں
اوٹھانا چاہیے اور کیونکر اوسکو ظاہر کرکے نام پیدا کیا جاوے اسیطرح کے بیسیون وسوسہ کرتا ہے
پس جو کوئی دنیا میں پھنسکر یہ طمع کرے کہ مجھے شیطان سے نجات ملے اوسکی ایسی مثال ہے کہ شہد
میں پڑ کیسکر یہ جانے کہ اسپر مکھی نہ بیٹھی گی اور یہ بات محال ہے غرضکہ دنیا وسوسہ کا بڑا پہاٹک
ہے اور اوسکا ایک راست نہیں بہت سے راستے ہیں ایک حکیم کا قول ہے کہ شیطان اول نبی آدم کے
پاس معاصی کیطرف سے آتا ہی اگر اوسنے کہنا نمانا تو نصیحت کی طور پر پیش آتا ہے کہ کسی بدعت
میں پھنساوے اور اگر اسکو بھی نمانا تو اوسکو تنگی اور شدت کا حکم کرتا ہے کہ جو چیز حرام نہو
اوسکو بھی حرام کرلے اگر اسکو بھی پذیرا نہ کیا تو وضو اور نماز میں شبہہ ڈالدیتا ہے کہ کسی کا یقین
نہے اگر یہ بھی بن نہ پڑا تو اعمال نیک کو اوسپر آسان کر دیتا ہے اور جب لوگ اوسکو صابر اور عفیف
دیکھتے ہیں اور اوسکی طرف راغب ہوتے ہیں تو عجب میں ڈالکر تباہ کر دیتا ہے مگر اسصورت میں
کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا اسلیے کہ یہ جانتا ہے کہ اگر ابکی بار پھندے میں نہ آیا تو پھر
جنت کو چلا جاوے گا

پندرہواں بیان قلب کے جلد لپٹی کا اور تغیر اور ثبات کی اعتبار سے اوسکی تقسیم کا

پیشتر ہم لکھہ چکے ہیں کہ قلب پر آثار اور احوال مختلف طرق سے آتے رہتے ہیں اور اس باب میں
گویا وہ ایک تودہ ہے جسپر چہار طرفسے تیر پڑتے رہتے ہیں پس جب ایکطرف سے کسی چیز کا اوسپر اثر
ہوا دوسری طرفسے اوسکے خلاف کوئی چیز آجاتی ہے تو پہلی صفت بدلجاتی ہے مثلاً اگر شیطان
نے اوسکو ہوائے نفسانی کیطرف کہینچا فرشتہ اوسکو اگر اوس سے باز رکہتا ہے اور اگر ایک شیطان
نے ایک برائی کو کہا دوسرے نے دوسری طرف کہینچلیا اور اگر ایک فرشتہ نے کسی چیز کی رغبت
دلائی دوسرے نے دوسری چیز سو جہائی پس کبھی تو دو فرشتوں کی کشاکش میں رہتا ہے
اور کبھی دو شیطانوں کی اور کبھی ایک فرشتہ اور ایک شیطان کی مگر کسی وقت فارغ نہیں رہتا
اور اسی بات کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ اور ازانجا کہ قلب
کو خداوند کریم نے ایک عجیب چیز بنایا ہے اور اوسمیں بہت عجائب بھرے ہیں اور ان عجائب سے اور اوسکے
بدلنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوبی واقف کیا تھا تو اکثر آپ اسطرح قسم کہاتے تھے لَا وَمُقَلِّبِ
الْقُلُوبِ اور اکثر یون دعا مانگتے تھے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ لوگون نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو اپنے قلب کا خوف ہی آپ نے فرمایا کہ تجھکو مامون بنایا
وَالْقَلْبُ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ اور ایک روایت مین ہے اِنْ شَاءَ
اَنْ یُقِیْمَہٗ اَقَامَہٗ وَاِنْ شَاءَ اَنْ یُزِیْغَہٗ اَزَاغَہٗ اور آپ نے قلب کی تین مثالین فرمائین ایک یہ
کہ فرمایا مَثَلُ الْقَلْبِ مِثْلُ الْعُصْفُوْرِ یَتَقَلَّبُ فِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ اور دوسری جگہہ فرمایا مَثَلُ الْقَلْبِ
فِیْ تَقَلُّبِہٖ کَالْقِدْرِ اِذَا اسْتَجْمَعَتْ غَلْیًا اور تیسری مثال مین فرمایا مَثَلُ الْقَلْبِ کَمَثَلِ رِیْشَۃٍ
بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ تُقَلِّبُہَا الرِّیَاحُ ظَہْرًا لِّبَطْنٍ اور دلونکی تبدیل اور اللہ تعالی کی عجیب صنعت اس
باب مین ایسی ہے کہ بجز اون لوگونکے جو اپنے احوال کے نگران رہتے ہین اور مراقبہ مین لگے رہتے ہین
اور کسیکو معلوم نہین ہوتے۔ اور قلب باعتبار ثابت رہنے کی خیر اور شر پر یا مذبذب رہنے کے ان دونو
مین تین قسم پر ہے ایک قلب تو وہ ہے کہ تقوی سے پر ہو اور ریاضت سے اوسکا تزکیہ ہوا ہو اور
عادات سے پاک و صاف ہو گیا ہو ایسے دلمین خواطر خیر خزانہ غیب اور طریق ملکوت سے آتے ہین
اور عقل ان خواطر کے تفکر مین مصروف ہوتی ہے کہ اونکے دقائق خیر اور اسرار فوائد سے مطلع ہو پس
جب نور بصیرت سے اوسپر اونکی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے تو کہدیتی ہے کہ اس کام کا کرنا ضروری ہے
اور قلب کو اوسکے ارتکاب کی ترغیب دیتی ہے اور فرشتہ کی نظر جو اس قلب پر پڑتی ہے تو
دیکھتا ہے کہ اسکا جوہر صاف ہے اور نور خرد سے تمام اوجالا ہو رہا ہے تقوی سے معمور ہے سینت
معرفت سے نور علی نور ہے ہمارے رہنے کے قابل ہے اور ہمارے اوترنیکی صلاحیت حاصل تو اوسوقت
ایسے لشکر ونسے اوسکی مدد کرتا ہے کہ جو سوجھتے نہین اور بہت سی اور خیرات کیطرف ہادی بنتا ہے
یہانتک کہ ایک چیز سے دوسری اور پھر تیسری اور پھر چوتھی اسیطرح بے شمار خیرات کی ترغیب
علی الدوام کرتا رہتا ہے اور ان باتونکو اوسپر آسان کرتا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی اسیطرحکے دلمین مطلع ربوبیت سے خورشید
معرفت طلوع ہوتا ہے کہ جسکی لمعان نور سے اوسپر شرک خفی چھپا نہین رہتا حالانکہ وہ اندھیری
رات مین سیاہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے اسیطرح اور پوشیدہ باتین اوسپر
چھپی نہین رہتین اور نہ مکر شیطانی کارگر ہوتا ہے بلکہ شیطان کھڑا ہو کر بہت سی چکنی باتین
دھوکھے کی کہتا ہے مگر وہ متوجہ بھی نہین ہوتا اور اسطرح کا دل جب مہلکات سے صاف ہو جاتا
منجیات سے معمور ہوتا ہے یعنی شکر اور صبر اور خوف اور رجا اور فقر و زہد اور محبت اور رضا اور شوق
اور توکل اور تفکر اور محاسبہ وغیرہ جنکو آگے بیان کرینگے اونکا محل ہو جاتا ہے یہی دل ہے

کہ جسکی طرف خود مبدأ فیاض یعنی خداء عزوجل کی توجہ ہوتی ہے اور قلب مطمئن اسیکا نام ہے جو اس آیت سے مراد ہے أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ اور اس آیت مین بھی وہی غرض ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ دوسرا قلب اول کے عکس ہے یعنے ہواے نفسانی سے معمور اور عادات مذموم مین آلودہ ہو دروازے شیطانون کے اسکی طرف مفتوح ہون اور فرشتون کے ابواب مسدود ایسے دلمین آغاز شر کا اسطرح ہوتا ہے کہ اول اوسمین ایک خطرہ ہواے نفسانی کا آتا ہے اور دلمین کھٹکتا ہے تو وہ حاکم عقل کی تجویز پوچھتا ہے کہ مصلحت کیا ہے تو چونکہ عقل سابق سے ہواے نفسانی کی خدمتگذاری کی معتاد ہوتی ہے اور ہمیشہ اوسکے لیے حیلے ڈھونڈھا کرتی ہے اور اوسیکی مرضی کی موافق کام کرتی ہے اب بھی نفس کی مساعدت کرتی ہے اور اوسیکے مطابق جواب دیتی ہے تو ہواے نفسانی کے لیے سینہ کھل جاتا ہے اور اوسکا اندھیرا پھیلتا ہے اور لشکر عقل مغلوب ہو جاتا ہے شیطان کی بن پڑتی ہے خوب پاؤن پھیلاتا ہے اور زینت ظاہری اور فریب اور طول امل اور اسیطرح کی کچی باتونکی ترغیب یہانتک کرتا ہے کہ سلطان ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور نور یقین گل ہو جاتا ہے یعنے وعدہ اور وعید اور خوف آخرت کا یقین نہین رہتا کیونکہ ہواے نفسانی سے ایک ایسا سیاہ دھوان نکلتا ہے کہ قلب کے چہار طرف پھیلکر اوسکے نور کو بجھا دیتا ہے عقل کا حال اوسوقت ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کی آنکھہ مین کچھ دھوان بھرا ہو اور دیکھہ نسکے یہی حال غلبہ شہوت سے قلب پر طاری ہوتا ہے کہ تامل اور استبصار ذرا نہین رہتا اور اگر امر حق کو کوئی واعظ سوجھاوے تو بھی نہین سمجھتا اور نہ کان دھرتا ہے ایسی صورت مین شیطان جلد حملہ کرتا ہے شہوت جلد ہیجان مین آتی ہے اعضا جلد موافق ہواے نفسانی کے حرکت کرتے ہین معصیت تقدیر الٰہی کی جہت سے ظاہر ہوتی ہے ایسے ہی دل کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا اور اس آیت مین بھی لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ اور اس آیت مین سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ اور بعضے قلوب کا تو حال بہ نسبت سب شہوات کے ایسا ہی ہوتا ہے اور بعضونکا ایسا حال باعتبار بعض شہوات کے ہوتا ہے مثلاً بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ بعض معصیتون سے پرہیز کرتے ہین لیکن جب کوئی خوبصورت صورت نظر پڑتی ہے تو اوس سے صبر نہین کر سکتے عقل رخصت ہوتی ہے اور دل کو ضبط نہین کر سکتے اور بعضونکا یہ حال ہے کہ اگر جاہ اور ریاست اور کبر کا سامان نظر پڑتا ہے تو اوسپر دیوانے ہو جاتے ہین

اور بعضے لوگ ایسے ہین کہ اگر کوئی کلمہ اپنی حقارت یا عیب کا سنین غصہ کی مارے آگ بگولا
ہوجاتے ہین اور بعضے روپیہ پیسا لینے کیوقت ایسے تیز ہوتے ہین کہ مروت اور تقوی کا کچھہ
خیال نہین رکھتے پس یہ سب باتین اسی سے ہوتی ہین کہ سیاہ دہوان ہواء نفسانی کا قلب پر
چھاجاتا ہے اور اوسمین نور بصیرت دہندلا پڑجاتا ہی اسی جہت سی حیا اور ایمان اور مروت کو
بالائے طاق رکھکر مراد شیطانی کی تحصیل مین کوشش کرتے ہین تیسرا قلب ہی کہ اوسمین ہوائے نفسانی
کی خاطر ظاہر ہوتی ہے اور اوسکو شر کیطرف کہینچتی ہے اوسیوقت خاطر ایمان آتی ہی اور خیر کیطرف
بلاتی ہے اور نفس شہوت پرست خاطر شر کیطرفداری پر مستعد ہوتا ہی اسوقت شہوت کو بہی
غلبہ ہوتا ہی اور تمتع اور لذت اچھی معلوم ہونے لگتی ہے پس عقل خاطر خیر کی ترجیح کرتی ہے اور شہوت
کی برائی بیان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ کام نادانی کا ہے یا مشابہ افعال بہائم اور سباع کی ہی
جنکے انجام کی پروا نہین ہوتی اور بدی پر گر پڑتے ہین تو نفس عقل کی نصیحت پر راغب ہوتا ہے
اوسیوقت شیطان عقل پر حملہ کرتا ہے اور ہوائے نفسانی کو کمک پہونچاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ زہد
خشک کیسا ہی تو اپنی خواہش سے کیون رکتا ہی دنیا مین اور بہی کوئی رہتا ہے جو اپنا مطلب چہوڑتا ہی
کیا دنیا کی لذتین اور ونکے حصہ مین ہین تیرے نصیب مین بدبختی اور رنج و مصیبت لکہی ہی اونکی
سوا کچہہ نہین لوگ تجہہ پر ہنسینگے دیکہہ فلان فلان شخص نے یہی بات چاہی تہی اور اونکی مطلب
ہوئے کیسے چین کرتے ہین تو اونسے بڑہکر رتبہ کیون نہین حاصل کرتا فلان شخص عالم بہی
تو ایسا ہی کرتا ہی اور اوس سے پرہیز نہین کرتا اگر یہ بات منع ہوتی تو وہ کیون کرتا ان باتون سے
نفس شیطان کی طرف کو جہکتا ہے اوسوقت فرشتہ شیطان پر چڑہ آتا ہی اور یون سمجہاتا ہے کہ
جو شخص اتباع لذت حال کرتا ہے اور انجام اور مآل پر دہیان نہین دہرتا وہ تباہ ہوجاتا ہے
کیا اس چند روزہ عیش پر قانع ہوکر ابدالآباد کی لذت بہشتی کو چہوڑ دیتا ہے شہوت صبر
کرنیکا رنج نہین اوٹہا سکتا دوزخ کا عذاب ہلکا سمجہا ہوگا لوگونکی اتباع شہوات مین پڑنے
اور اطاعت شیطانی کرنے سے تو بہی اپنے نفس سے غافل ہوا جاتا ہی یہ بڑا دہوکہا ہے
دوسرونکا گناہ تیرے عذاب کو ہلکا نہین کریگا اگر بالفرض جیٹہہ اساڑہ کی دہوپ مین اور لوگ دہوپ
مین جلتے ہون اور تجہے کوئی ٹہنڈا مکان میسر ہوجاوے تو تو لوگونکا ساتہہ دیگا یا اپنا بچنا
غنیمت جانیگا جب دہوپ مین تجکو اورونکے ساتہہ کہڑا ہوتے ڈر لگتا ہے تو دوزخ مین اورونکے
ساتہہ جاتے کیون نہین ڈرتا اس نصیحت سے نفس فرشتہ کیطرف میل کرتا ہی اور اسی کشاکشی مین

دونون فریق کے رہتا ہے یہانتک کہ دل پر اگر صفات شیطانی غالب ہونگی تو اوسپر تسلط
کا ہو رہیگا اور گروہ شیاطین کا ممد و معاون ہو کر گروہ رحمانی سے اعراض کریگا اور اعضا پر
سابقہ تقدیر ازلی سے وہ کام جاری ہونگے جو اللہ تعالے سے دور ہونیکے سبب ہون اور
اگر اوسپر صفات ملکیہ کا غلبہ ہوگا تو اغواء شیطانی اور اوسکی ترغیب کو ہیچ جانیگا اور دنیاء
فانی کی ترجیح اور آخرت کی سستی کیطرف ذرا بھی مائل نہوگا بلکہ گروہ رحمانی کی طاعت قبول
کریگا اور اعضا سے وہی کام صادر ہونگے جو موجب رضاء الٰہی ہون اور یہ بھی معاملہ تقدیر الٰہی
کا ہے کیونکہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ وارد ہے یعنی کشاکشی درمیان ان
دونون فریق کے اکثر رہتی ہے اور تقلب دہر اودہر کرتا رہتا ہے مگر ایک ہی گروہ کیطرف
ہمیشہ کو جم جانا بہت کم ہے اور جمیع طاعات خواہ معاصی خزانہ غیب سے جو عالم ظہور مین
آتے ہین بواسطہ خزانہ قلب کے آتے ہین کیونکہ قلب خزائن ملکوت سے ہے اور اونکا ظہور ہی سے
ارباب قلوب قضاء الٰہی پہچانتے ہین یعنے جو جنت کے لیے پیدا ہوا ہے اوسکے واسطے اسباب طاعت
آسان کر دیے جاتے ہین اور جو دوزخ کے لیے پیدا ہوا ہے اوسکے لیے لوازم معصیت کے مہیا
ہو جاتے ہین صحبت بھی ویسی ہی ملتی ہے حکم شیطان دلمین جم جاتا ہے کیونکہ وہ سیکڑون
حکمتون سے احمقونکو فریب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ع غفور ست و اور تو ساغر بنوش
کچھہ پروا نکر سب لوگ خدا سے ڈرتے ہین اونکے خلاف نہونا چاہیے ابھی زندگی بہت ہے
کل توبہ کر لیجیو یَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا یعنے توبہ کا وعدہ دیتا ہے اور مغفرت
کی تمنا دلاتا ہے تاکہ ان جیسے حیلون سے آدمی کو تباہ کرے پس آدمی دہوکے مین آکر اوسکی
بات مان لیتا ہے اور امر حق کے قبول سے اوسکا دل تنگ ہوتا ہے اور یہ سب حکم الٰہی
اسیطرح ہوتا ہے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ
ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ
مِّنْ بَعْدِهٖ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت و ضلالت اوسیکے ہاتہہ ہے يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ نہ اوسکے
حکم کو کوئی ٹال سکے اور نہ اوسکی قضا کو کوئی تاخیر کر سکے اوسی نے جنت کو پیدا کیا اور اوسکے
لیے کچھہ لوگ بنائے اونکو ویسے ہی کامون مین لگایا اور دوزخ کو بھی پیدا کیا اوسکے لیے بھی کچھ لوگ
بنائے اونکو ویسے ہی کامون مین لگایا لوگون کو نشان دونون طرح کے لوگون کے تبلا دیے
اور فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ پھر اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی

زبانسے یون بھی ارشاد فرمایا ہُوَ حَبِیْبِی الْجَنَّۃِ کَمَا اَبَالِیْ وَ ھٰؤُلَآءِ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ غرضکہ اوسکا
معاملہ بہت بڑا ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ اب ذکر عجائب قلبی کو ہم اسی تھوڑیسی
مقدار پر کفایت کرتے ہین اسکا پورا بیان علم معاملہ کے مناسب نہین بلکہ اوسیقدر بیان
کردیا ہے جس سے کہ علوم معاملہ کی باریک باتین اور اسرار اوسکے دریافت کرنے مین حاجت پڑتی ہو
کیونکہ بعض لوگونکو صرف بیان ظاہر سے سیری نہین ہوتی وہ کچھہ اوسمین باریکیان بھی
معلوم کرنیکے مشتاق ہوتے ہین پس اسقدر بیانسے انشاء اللہ اونکو اطمینان اور فائدہ
ہوجاویگا واللہ ولی التوفیق عجائب قلبی پوری ہوگئے جو انکی بعد ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق کا
ذکر ہوگا والسلام علی من اتبع الہدٰی والحمد للہ اولاً و آخراً

باب دوم ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق اور قلب کی بیماریون کے علاج مین اسمین گیارہ بیان ہین

رباعی ہے خلق حسن صفت نبی مرسل	ثمرہ ہے عبادت کا ریاضت کا پھل
بدخلق کو زمرہ شیاطین کا نصیب	دارین مین رہتا ہے ذلیل و ارذل

معلوم کرنا چاہیے کہ حسن خلق صفت سید المرسلین کی ہے اور اعمال صدیقین مین سے
افضل یہی ہے اور حقیقت مین نصف دین اور ثمرہ مجاہدہ متقین اور نتیجہ ریاضت عابدین
اسیکو کہنا چاہیے اور اخلاق بد زہر قاتل اور مہلک ہین اور ذلت و خواری اور فضیحت
و رسوائی انہین سے ہوتی ہے خدا کے قرب سے دور کرتے ہین اور شیطان کے گروہ مین منسلک
کرتے نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ کے کھلے دروازہ ہین جیسے کہ اخلاق جمیلہ دار نعیم کے
کھلے پھاٹک ہین اور قرب الی اللہ کے وسائل خلاصہ یہ کہ اخلاق بد قلوب کی ایسی بیماریان
ہین کہ جنسے حیات ابدی جاتی رہتی ہے اور امراض بدنی صرف حیات جسمانی سے دور کرنیوالے
ہین اونمین اور انمین کچھہ نسبت نہین اور از انجا کہ اطبا اون امراض کا علاج کرتے ہین
جنسے کہ صرف حیات فانی جاتی رہتی ہے اور اوسکے لیے قانون اور تشخیص و علامات
کیطرف توجہ مصروف رکھتے ہین تو امراض قلوب جنسے کہ حیات باقی فوت ہوجاتی ہے اوسکے
علاج کے لیے بھی ضبط قوانین پر ضرور ہے اور یہین طب کا سیکھنا سب اہل عقل پر واجب
کیونکہ ہر ایک دلمین کوئی نہ کوئی مرض ہوتا ہے اگر اوسکا علاج نہ کیجیے تو صدہا مرض لاعلاج
پیدا ہوتے ہین اسی لیے ہر شخص کو اون امراض کا پہچاننا اور اونکے اسباب کا جاننا اور پھر اوسکے

علاج و اصلاح کے لیے مستعد ہونا ضروری ٹھہرا اور آیت قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا مین دل کے علاج ہی سے غرض ہی اور قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا مین اوسکے علاج سی غفلت مقصود ہی ہم اس باب مین کچھہ امراض قلوب اور اونکا علاج بطور اجمال بیان کرتے ہین اور تفصیل وار بیان ہر مرض کا مع علاج جداگانہ آگے بیان کرینگے یہان صرف یہ مقصود ہی کہ تہذیب اخلاق اور اوسکے ڈھنگ ڈالنی کو عام طور پر بیان کرین اور اثناء ذکر مین علاج بدنی مثال دینگی تاکہ سمجھہ مین جلد آجاوے

بیان اول فضیلت حسن خلق اور مذمت خلق بد کا

واضح ہو کہ جناب رب العزت نے اپنے حبیب نبی کریم کی ثنا مین اور نیز اپنی نعمت کا اظہار کرکے فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تہا اور جب آیت اتری خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ تو آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سی سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے اونہون نے عرض کیا کہ جب تک جناب احدیت سی نہ سوال کرون مجکو معلوم نہین پہر حضرت جبریل آسمان پر گیے اور تشریف لاکر عرض کیا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ آپ سی جو علیحدہ ہو اوس سے آپ ملین اور جو آپ کو نہ دے اوسکو آپ مرحمت فرماوین اور جو کوئی آپ پر ظلم کرے اوسکو آپ معاف فرماوین اور حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ اور یہ بھی فرمایا اَثْقَلُ مَا یُوْضَعُ فِی الْمِیْزَانِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَقْوَی اللّٰہِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اور ایک شخص نے آپکے سامنے آکر سوال کیا مَا الدِّیْنُ یعنی دین کیا ہے آپ نے فرمایا حُسْنُ الْخُلُقِ یعنی خوش خلق ہونا پہر وہ شخص آپکی داہنی طرف سی آکر پوچھنے لگا کہ مَا الدِّیْنُ آپ نے وہی جواب فرمایا پہر بائین طرف سے ہوکر وہی سوال کیا آپ نے پہر وہی جواب دیا اوسنے پیچھے سے آکر وہی سوال کیا آپ نے اوسکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا اَمَا تَفْقَہُ ھُوَ اَنْ لَّا تَغْضَبَ اور ایک شخص نے آپ سی پوچھا کہ نحوست کیا چیز ہے آپ نے فرمایا سُوْءُ الْخُلُقِ یعنی بدخلقی اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجکو کچھہ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ جہان کہین رہے خدا سے ڈر اوسنے عرض کیا کہ کچھہ اور فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ ہو جاوے تو اوسکے پیچھے نیکی کیا کر اوس سے وہ گناہ مٹ جاویگا اوسنے عرض کیا کچھہ اور فرمایئے آپ نے فرمایا خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ اور ایک شخص نے پوچھا کہ اعمال مین سب سے افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ حسن خلق اور ایک حدیث مین ہے مَا حَسَّنَ اللّٰہُ خُلُقَ عَبْدٍ وَخَلْقَہٗ فَتُطْعِمَہُ النَّارُ اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ذکر کیا کہ فلان عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو تہجد پڑھتی ہے مگر بدخلق ہے ہمسایونکو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے آپ نے فرمایا کہ لَا خَیْرَ فِیْهَا هِیَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مینے آپ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے میزان مین جو چیز اول تلیگی حسن خلق اور سخاوت ہوگی اور جب اللہ تعالے نے ایمان کو پیدا کیا اوسنے عرض کیا کہ الٰہی مجھے قوت عنایت کر خداوند کریم نے اوسکو حسن خلق اور سخاوت سے زور دیا اور جب کفر کو پیدا کیا اوسنے بھی تقویت کے لیے عرض کیا اوسکو بخل اور بدخلقی سے زور عنایت ہوا اور ایک حدیث مین ہے اِنَّ اللّٰہَ اسْتَخْلَصَ هٰذَا الدِّیْنَ لِنَفْسِهٖ وَلَا یُصْلِحُ لِدِیْنِکُمْ اِلَّا السَّخَاءُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اَلَا فَزَیِّنُوْا دِیْنَکُمْ بِهِمَا اور ایک جگہ یون فرمایا اَحْسَنُ الْخُلُقِ خُلُقُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مومنین مین سے باعتبار ایمان کے کون افضل ہے آپ نے فرمایا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا یعنے خلق مین سب سے اچھا ہو اور ایک حدیث مین ہے کہ اِنَّکُمْ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِاَمْوَالِکُمْ فَسَعُوْهُمْ بِبَسْطِ الْوَجْهِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ اور یہ بھی فرمایا کہ سُوْءُ الْخُلُقِ یُفْسِدُ الْعَمَلَ کَمَا یُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ اور حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہین کہ مجکو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجکو خدا تعالے نے خوبصورت بنایا ہے اپنی خلق کو بھی خوبصورت کر اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب مین زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تھے

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری		حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یون دعا مانگا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضرت اکثر اسطرح دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصِّحَّةَ وَالْعَافِیَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کَرَمُ الْمُؤْمِنِ دِیْنُهٗ وَحَسَبُهٗ حُسْنُ خُلُقِهٖ وَمُرُوَّتُهٗ عَقْلُهٗ اور اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین ایک بار خدمت اقدس مین حاضر ہوا اوسوقت بدو لوگ آپ سے یہ پوچھتے تھے کہ بندہ کو سب مین بہتر کیا چیز عنایت ہوئی ہے آپ نے فرمایا خُلُقٌ حَسَنٌ اور ایک روایت مین ہے اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جس شخص مین تین چیزین نہون یا ایک بھی اونمین سے نہو تو اوسکے عمل کا کچھ اعتبار نہ کرو تَقْوٰی یَحْجُزُهٗ عَنْ مَعَاصِی اللّٰهِ اَوْ حِلْمٌ یَکُفُّ بِهِ السَّفِیْهَ اَوْ خُلُقٌ یَعِیْشُ بِهٖ بَیْنَ النَّاسِ اور شروع نماز مین آپ یہ دعا مانگتے تھے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا

تقبلنی لاحسنھا الا انت واصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت اور حضرت انسؓ
فرماتے ہین کہ ہم ایک روز آپ کی خدمت فیضدرجت مین حاضر تھے آپ نے فرمایا ان حسن الخلق
لیذیب الخطیئة کما یذیب الشمس الجلید اور فرمایا من سعادة المرء حسن الخلق اور آپ نے
اور حضرت ابوذرؓ کو فرمایا یا اباذر لا عقل کالتدبیر ولا حسب کحسن الخلق اور حضرت انسؓ فرماتے ہین
کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر کسی عورت کے دنیا مین
دو شوہر تھے اور وہ دونون مر گئے اور جنتی ہوئے وہ عورت کسکو ملے گی آپ نے فرمایا
لاحسنھما خلقا کان عندھا فی الدنیا یا ام حبیبة ذھب حسن الخلق بخیر الدنیا والآخرة اور نیز فرمایا
ان المسلم المسدد لیدرک درجة الصائم القائم بحسن خلقه وکرم ضریبته اور ایک روایت مین درجة
الظمآن فی الھواجر آیا ہے اور حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپکی خدمت مین بیٹھے تھے
آپ نے فرمایا کہ مینے رات کو عجیب خواب دیکھا کہ ایک آدمی میری امت مین سے دو زانو بیٹھا
اور اوسکے اور خدا تعالے کے درمیان حجاب ہے اتنے مین اوسکا حسن خلق آیا اور اوسکو خدا کے
سامنے کر دیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہین کہ بعض لوگ عبادت مین
ضعیف ہوتے ہین مگر اپنے حسن خلق کی جہت سے شرف منازل اور بڑے بڑے درجات آخرت
کے پا دینگے اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہوئے اوسوقت آپ کی خدمت مین کچھ قریش کی عورتین جمع تھین اور آپ سے
زور زور باتین کر رہی تھین جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جلدی سے پردے مین
ہو گئین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ کو ہنستے پایا اونہون نے سبب
آپکے ہنسنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے ان عورتون کی بات پر ہنسی آئی جو میرے پاس تھین
کہ جب تمہاری آواز سنی فوراً پردہ کر لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ
زیادہ مستحق ہیبت تھے پھر عورتونکی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ [illegible] مجھسے ڈرتی ہو اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین ڈرتی اونہون نے جواب دیا کہ ہان تمہارا خوف ہے کیونکہ
تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت مزاج ہو پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایھا یا ابن الخطاب
والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان قط سالکا فجا الا سلک فجا غیر فجک اور ایک حدیث مین
ہے کہ سوء الخلق ذنب لا یغفر وسوء الظن خطیئة تفوح اور نیز آپ نے فرمایا ان العبد لیبلغ من سوء
خلقه اسفل درک جہنم اور لقمان حکیم سے اونکے بیٹے نے پوچھا انسان مین کونسی خصلت اچھی ہے

فرمایا کہ دین اوسنے پوچھا کہ اگر دو ہون تو کونسے ہون فرمایا کہ دین اور مال پوچھا کہ اگر تین ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا پوچھا کہ اگر چار ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا اور حسن خلق پوچھا کہ اگر پانچ ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا اور حسن خلق اور سخاوت ہین پوچھا کہ اگر چھہ ہون انھون نے ارشاد کیا کہ بیٹیا پانچ ہی خصلتونکے جمع ہونے سے صاف متقی اور اللہ کا ولی اور شیطان سے بری ہو جاتا ہے زیادہ کی کیا حاجت ہی اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ جو کوئی بدخلقی کرتا ہے اپنی جان کو ستاتا ہی اور حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ آدمی اپنے حسن خلق کی بدولت جنت کے اعلے درجہ کو پہونچ جاتا ہی گو عبادت نکرتا ہو اور بدخلقی کے باعث اسفل طبقہ جہنم کو پہونچ جاتا ہے گو عابد ہی ہو اور یحیی بن معاذ رح کا قول ہی کہ حسن خلق روزی کا خزانہ ہی اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ بدخلق آدمی پہوٹی گھٹری کی مثال ہے کہ نہ جڑ سکے نہ مٹی ہو سکے اور فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی بدکار خوش خلق آدمی میرے ساتھہ رہی اس سی بہتر ہے کہ عابد اور بدخلق ہو اور عبد اللہ بن المبارک رح سے منقول ہے کہ ایک بار کوئی بدخلق آدمی اونکے ساتھہ سفر مین ہو لیا آپ اوسکی بہت سی مدارات اور نازبرداری کرتے جب وہ علیحدہ ہو گیا تو رونے لگے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجکو اوسپر رحم آیا کہ مین تو اوس سے علیحدہ ہو گیا مگر اوسکا خلق بد اوسکے ساتھہ ہی رہا وہ نہ جدا ہوا اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ چار باتین آدمی مین ایسی ہین کہ گو علم و عمل کم ہو تب بھی اعلی درجات ملجاتے ہیں وہ حلم اور تواضع اور سخاوت اور حسن خلق ہین اور کمال ایمان اسی حسن خلق سے ہوتا ہے اور کنانی رح کا قول ہی کہ تصوف خلق کا نام ہی جو کوئی آدمی مین خلق زیادہ کر دے وہ گویا اوسکے تصوف کو زیادہ کر دے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون سے اخلاق کے ساتھہ ملو اور اعمال کی جہت سی اونسے علیحدہ رہو اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ بدخلقی ایسی بلا ہے کہ اوسکے ہوتے حسنات کی کثرت سی کچھہ فائدہ نہین ہوتا اور خوش خلقی ایسی خوبی ہے کہ اوسکے ہوتے برائیونکی کثرت سی کچھہ ضرر نہین ہوتا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ کرم کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ جو خدا تعالے نے اپنی کلام پاک مین فرمایا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ پوچھا کہ حسب کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جو خوش خلق زیادہ ہے وہی حسب زیادہ ہی اور یہ سب بزرگوارون کا قول ہے کہ عمارت بنا پر موقوف ہی اور بنا اسلام حسن خلق ہی اور ابن عطا رح کا قول ہے کہ جس کسیکو شرف رتبہ حاصل ہوا ہی صرف حسن خلق

کے باعث سہی ہوا ہے اور کوئی شخص اوسکے کمال کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں پہونچا اخلاق میں زیادہ مقرب الی اللہ وہی لوگ ہین جو خوش خلقی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتے ہین

دوسرا بیان حقیقت خوش خلقی اور بد خلقی کا

جاننا چاہیے کہ لوگون نے خوش خلقی کے باب مین بہت کچھہ لکھا ہے مگر اوسکی حقیقت کے بیان کا تعرض کسی نے نہین کیا فقط اوسکی ثمرات اور نتائج لکھے ہین وہ بھی پورے نہین لکھے بلکہ جسکی سمجھہ مین آیا وہی ثمرہ لکھدیا اوسکی حد اور ماہیت اور بیان ثمرات کا مفصل کسی نے نہین لکھا ہم کچھہ اقوال اون لوگونکے نقل کرتے ہین حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ خوش خلقی عبارت اس سے ہی کہ کشادہ پیشانی رہے اور دولت کو خرچ کرے اور ایذا سے باز رہی اور واسطی کا قول ہے کہ وہ یہ ہی کہ نہ خود کسی سے خصومت کرے نہ اوس سے کوئی خصومت کرے اور اونکا دوسرا قول یہ ہی کہ مفلسی اور تونگری مین خلق کو راضی رکہے اور شاہ کرمانی معرفت الٰہی کے جوش مین یون کہتے ہین کہ ایذا سے باز رہنا اور مشقتونکا سہنا ہی اور بعضونکا قول ہی کہ لوگون سے قریب رہنا اور انھین غریب ہونا ہی اور عثمان فرماتے ہین خدا تعالیٰ کی خوشنودی سے مراد ہی اور سہل تستری سے جو خوش خلقی کو پوچھا تو جواب دیا کہ ادنے یہ ہی کہ بردباری کرے اور انتقام نہ لے بلکہ ظالم پر رحم اور شفقت کرے اور اوسکے لیے مغفرت چاہے اور اونکا دوسرا قول یہ ہی کہ رزق کے باب مین خدا سے بدگمان نہو اوسپر اعتماد کرے اور جس چیز کا وہ ضامن ہوا ہے اوسکے وعدہ پورا ہونے پر ساکت رہی اور اوسکی جتنے حقوق ہین اونمین اور حقوق عباد مین اوسکی نافرمانی نہ کرے بلکہ اطاعت کرے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ خوش خلقی تین چیزونمین ہے محرمات سے بچنا اور حلال روزی کا تلاش کرنا اور عیال پر زیادہ خرچ کرنا اور حسین بن منصور فرماتے ہین کہ خوش خلقی یہ ہے کہ بعد معلوم ہونے حق کے ظلم لوگونکا تاثیر نکرے اور ابوسعید خراز کہتے ہین کہ سوائے خدا تعالیٰ کی طرف رغبت کرنیکا نام خوش خلقی ہے اسیطرح کے بہت سے اقوال ہین مگران سب مین ثمرات خوش خلقی کا ذکر ہے خود اوسکا ذکر نہین علاوہ ازین ثمرات بھی سب مذکور نہین ہین نظر برین حقیقت امر بیان کرنا ان اقوال کی نقل سے بہتر معلوم ہوتا ہی سیس جاننا چاہیے کہ خلق اور خلق دو لفظ ہین کہ ایکساتھہ مستعمل ہین یعنے اسطرح بولتے ہین کہ فلان شخص خوش خلق اور خوش خلق ہے یعنے حسن ظاہری اور باطنی دونو رکہتا ہی تو معلوم ہوا کہ خلق سے صورت ظاہری مراد ہوتی ہے اور خلق سے صورت باطنی

کیونکہ انسان دو چیزون سے مرکب ہی ایک تو بدن جو آنکھ سے سوجھتا ہے اور ایک روح یعنی نفس
جو بصیرت اور عقل سے معلوم ہوتا ہے اور انہین سے ہر ایک کے لیے ایک صورت ہوتی ہی خواہ اچھی
خواہ بری اور نفس جو عقل کی آنکھ سے سوجھتا ہی قدر و منزلت مین جسم سے بڑھکر ہے اوسی لیے
خدا تعالے نے بھی اوسکو اپنی طرف منسوب کیا تاکہ اوسکی عظمت معلوم ہو فرمایا کہ اِنِّی خَالِقٌ بَشَرًا
مِنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ اس آیت مین صاف ارشاد ہی کہ جسم
منسوب ہے مٹی کیطرف اور روح منسوب ہے خدا تعالی کیطرف اور روح اور نفس اس جگہہ ایک ہی ہین غرضکہ
خلق کی تعریف یہ ہی کہ خلق وہ ہیئت راسخہ ہی نفس مین جس سے کہ افعال بآسانی بلا فکر و تامل
صادر ہون پس اگر یہ ہیئت ایسی ہے کہ اوس سے ایسے افعال صادر ہون جو عقلا اور شرعا عمدہ
ہین تو اس ہیئت کا نام خلق خوش ہے اور اگر اوس سے برے افعال صادر ہون تو اوس ہیئت کا
نام خلق بد ہی اب ہم ان قیدونکا فائدہ بتلاتے ہین کہ راسخ اور ثابت فی النفس کی قید اسلیے ہے
کہ اگر کوئی شخص اتفاقا کسی ضرورت مین بہت سا روپیہ اوٹھا ڈالے تو اوسکا خلق سخاوت نہ کہلاویگا
جب تک کہ یہ بات اوسکے دل مین نہ جم جاوے اور بدون تامل کی قید صدور افعال مین اس لیے ہے
کہ اگر کوئی بڑے فکر و تامل سے بہ تکلف مال خرچ کرے یا اپنے غصہ کو فرو کرے تو اوسکا خلق سخاوت
اور حلم نہوگا خلاصہ یہ کہ یہان چار باتین ہین اول فعل اچھا یا برا دوسرے اوسپر قادر ہونا تیسرے
اوسکو پہچاننا چوتھے نفس مین ایسی صورت ہونی جس سے کہ اوسکو دونون طرف مین سے
ایک کی طرف رغبت ہو یعنی حسن و قبح مین سے ایک اوسپر آسان ہو جاوے پس خلق صرف
فعل کا نام نہین کیونکہ بہت سے آدمی خلق سخا رکھتے ہین مگر مفلسی یا کسی اور مانع کے سبب خرچ
کرنے سے معذور ہین یا بعضے ایسے ہین کہ خلق بخل رکھتے ہین مگر ریا وغیرہ کی جہت سے خرچ
کرتے ہین اور نیز خلق ملکہ کا نام بھی نہین اسلیے کہ ملکہ کی نسبت سخا اور بخل بلکہ اور ضدین کیطرف
بھی یکسان ہے اور ہر ایک انسان اپنی فطرت سے سخا اور بخل پر قدرت رکھتا ہے اس سے لازم
نہین آتا کہ خلق بخل اور خلق سخاوت اوسمین ہو اور صرف معرفت یعنی پہچاننا بھی خلق نہین
کیونکہ معرفت بھی مثل ملکہ اور قدرت کی اچھی بری سب کے ساتھہ متعلق ہو سکتی ہے تو اب چوتھی
بات رہی یعنے وہ ہیئت کہ جس سے نفس صدور بخل یا سخا کا مستعد ہوتا ہے تو خلق نام
اوسی نفس کی ہیئت اور صورت باطنی کا ہے اور جسطرح کہ حسن ظاہری صرف ایک عضو مثلاً
آنکھونکے اچھا ہونے سے کامل نہین ہوتا بلکہ ناک منہ رخسار سب کے عمدہ ہونے سے حسن ظاہری

پورا ہوتا ہے اسیطرح باطن کے حسن کے لیے بھی چار ارکان ہین جب اونمین حسن ہوگا تو خوش خلقی
پوری ہوگی یعنے جب وہی چارون ارکان درجہ اعتدال پر متناسب بنینگے تو خوش خلق کہلائیگا
وہ چارون ارکان یہ ہین قوت علم قوت غضب قوت شہوت قوت عدل یعنے اون تینون قوتونکو
اعتدال پر رکہنے کی طاقت قوت علم کی خوبی تو یہ ہی کہ آدمی اوسکے سبب اقوال کا صدق اور
کذب اور اعتقادات مین حق و باطل اور اعمال مین اچھا اور برا جان لیوے پس جب قوت علم
اسطرحکی ہوجاویگی تو اوسکا ثمرہ حکمت حاصل ہوگی جو کہ سب اخلاق عمدہ مین اصل ہے اور
جسکے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا اور قوت غضب اور
شہوت کی خوبی یہ ہے کہ یہ دونون حکمت کے موافق ہووین اوسکے اشارہ پر چلین یعنے جس بات کو عقل
و شرع تجویز کرے ویسا ہی عمل کرین اور قوت عدل سے یہی غرض ہے کہ غضب اور شہوت کو
عقل و شرع کے پابند کر دینکی قدرت ہو پس عقل کو مثل مشیر ناصح کے سمجھنا چاہیے اور قوت
عدل کو ایسا جاننا چاہیے کہ یہ اشارہ عقل کی تعمیل کرنیوالی ہے اور غضب وہ چیز ہے جسپر
اشارہ کی تعمیل منظور ہے اوسکو بمنزلہ شکاری کتے کے تصور کرنا چاہیے جسکو تعلیم کی حاجت
ہوتی ہے یہانتک کہ چھوٹنا اور ٹھہرنا سب اشارہ پر ہو اپنی خواہش نفس کی ہیجان سے نہ ہو
اور شہوت کو مثال اوس گھوڑیکے جاننا چاہیے جسپر شکار کی تلاش مین سوار ہوتے ہین اور وہ
کبھی تو مودب اور عادی ہوتا ہی کبھی سرکش اور شریر ہوتا ہے غرضکہ جس شخص مین یہ چارون
رکن درجہ اعتدال پر ہونگے وہ خوش خلق مطلق کہلاویگا اور جسمین کہ صرف ایک ہی چیز
یا دو چیز حد اعتدال پر ہونگی تو وہ صرف اوسی اعتبار سے خوش خلق ہوگا جیسے کسی کے
چہرہ مین بعض چیزین اچھی ہون تو اونہی ہی چیزونکو اچھا کہینگے پورا خوبصورت نہین کہلاویگا
اب قوت غضبی کے اعتدال اور حسن کا نام شجاعت ہی اور قوت شہوت کی حسن و اعتدال کا
نام عفت پس قوت غضبی اگر حد اعتدال سے زیادہ ہوگی تو اوسکا نام تہور ہی اور اگر کم ہوگی
تو نامردی اور جبن کہلاویگی اور قوت شہوت زیادہ ہونیکی صورت مین شرہ اور حرص کہی
جاتی ہی اور کمی کی صورتمین جمود یعنی پستگی طبیعت نام ہی اور انکمین فضیلت اور عمدگی اوسط
درجہ کو ہے دونون طرفین کمی زیادتی کی مذموم اور رذیل ہین اور قوت عدل مین کمی بیشی
کچھ نہین ہوتی اسکی ضد صرف ظلم ہے کہ جب عدل نہوا تو ظلم ہوگا اور قوت علمیہ کا حسن
و اعتدال یعنے حکمت اگر اسکی زیادتی خراب مطلبونمین واقع ہو تو اسکا نام مکر و فریب ہوتا ہے

اور کمی کی صورت میں بیوقوفی کہلاتی ہے اور درجہ اوسط کا نام حکمت ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اخلاق کی اصل چار چیزیں ہیں حکمت اور شجاعت اور عفت اور عدل حکمت سے ہماری غرض وہ حالت نفس کی ہے جس سے کہ سب احوال اختیاری میں صحت اور غلطی کو معلوم کرلے اور عدل سے مراد وہ حالت نفس کی جس سے کہ غضب اور شہوت کو قابو میں رکھے اور اونکا چھوٹنا اور روکنا مقتضائے حکمت کے موافق ہو اور شجاعت سے یہ غرض ہے کہ غضب عقل کا منقاد ہو جہان وہ اقدام کو کہے وہان کرے اور عفت سے یہ غرض ہے کہ قوت شہوت عقل کی تادیب کی موجب کاربند ہو پس ان چاروں اصول کے اعتدال کے باعث سب اخلاق عمدہ پیدا ہوتے ہیں اور افراط و تفریط سے اخلاق بد ہوتے ہیں مثلاً قوت عقلی کے اعتدال سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں حسن تدبیر اور تیزی ذہن اور رائے صائب اور دقائق اعمال اور آفات پوشیدہ نفس کا معلوم کرنا وغیرہ اور اوسکی زیادتی سے مکر و فریب اور حقد اور خبث باطن پیدا ہوتی ہیں اور کم ہونے سے ناتجربہ کاری اور بے شعوری اور حمق اور جنون پیدا ہوتے ہیں ناتجربہ کاری سے یہ غرض ہے کہ باوجود سلامتی تخیل کے تجربہ نہو جیسے بعض آدمی ایک بات میں ہوشیار ہوتے ہیں اور دوسرے میں جاہل اور حمق اور جنون میں یہ فرق ہے کہ احمق کا مقصود تو صحیح ہوتا ہے مگر اوس تک پہونچنے کا رستہ اوسکو معلوم نہیں ہوتا اور یہ نہیں جانتا کہ کس طریق سے غرض تک پہونچیگا تو اوسکا طریق فاسد ہوتا ہے اور جنون یہ ہے کہ جو بات قابل اختیار نہیں ہے اوسکو اختیار کرے پس اوسکے اختیار ہی میں سرے سے فساد ہوتا ہے مقصود ہی صحیح نہیں ہوتا اور قوت غضبی کے اعتدال یعنے خلق شجاعت سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں کرم اور دلیری اور شہامت اور کسر نفس اور حلم اور استقلال اور غصہ کا فرو کرنا اور وقار وغیرہ اور یہ سب باتیں اچھی ہیں اور اوسکی زیادتی یعنے تہور سے کبر اور شیخی اور غصہ سے جل اٹھنا اور عجب وغیرہ صادر ہوتے ہیں اور اوسکی کمی یعنی نامردی سے خواری اور ذلت اور خوف اور سستی اور پست حوصلگی اور روا جبی بات سے منقبض ہونا صادر ہوتے ہیں اور اعتدال قوت شہوت یعنی عفت سے یہ افعال صادر ہوتے ہیں سخاوت حیا صبر چشم پوشی قناعت پرہیز لطافت حوصلہ قلت طمع اور اوسکی کمی اور بیشی کی صورت میں یہ باتیں ہوا و حرص اور بے حیائی خبث اسراف کنجوسی اور بیجا خرچ کرنا ریا بے حرمتی فحش لغو خوشامد حسد شماتت تونگر کے آگے ذلیل بنا فقیر ونکو حقیر جاننا وغیرہ غرض کہ محاسن اخلاق کے اصول یہی چار چیزیں ہیں یعنے حکمت شجاعت عفت عدل ہیں اور باقی چیزیں انکی فروع ہیں اور ان چاروں کا کمال

پر ہونا سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو نصیب نہین ہوا اور آپ کے بعد لوگون مین تفاوت ہے
جو شخص کہ ان اخلاق مین آپ سے قریب ہی ہو وہ اوسیقدر خدا تعالے سے قریب ہی اور جو بعید ہے وہ
بعید ہے اور جو شخص جامع ان سب اخلاق کا ہو وہ مستحق اسکا ہی کہ مرجع کل ہو اور لوگ اوسکی اطاعت
اور اقتدا کرین اور اوسکی پیروی سب افعال مین عمل مین لاوین اور جو کوئی انمین سے کسی بات کے ساتھ
متصف نہو بلکہ انکے ضدونکا جامع ہو وہ اس بات کے لائق ہے کہ شہرونمین سے نکالدیا جاوے کیونکہ وہ
شیطان الرجیم سے قریب ہو گیا ہے تو چاہیے کہ شیطان کیطرح اوس سے بھی علیحدگی کیجاوے جیسا کہ پہلا
شخص فرشتہ کے قریب ہو جاتا ہی تو وہ اسی بات کے لائق ہے کہ اوسکی پیروی اور نزدیکی کیجاوے کیونکہ
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے مبعوث ہوئے ہین کہ مکارم اخلاق کو پورا کرین جیسا کہ
حدیث شریف مین وارد ہی اور قرآن مجید مین بھی مومنین کے اوصاف مین ان اخلاق کیطرف اشارہ
ہے فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یعنی اللہ اور رسول پر بیتردد ایمان لانا قوت یقین سے ہوتا ہے جو ثمرہ عقل
اور منتہا حکمت ہی اور مجاہدہ مال سے کرنا سخاوت ہی جو قوت شہوت کو روکنے سے ہوتا ہے
اور جہاد نفس کا نام شجاعت ہی جو شرائط عقل اور حد اعتدال کے مطابق استعمال قوت غضبی
سے ہوتی ہے اور صحابہ کی تعریف مین اسطرح ارشاد ہوا ہی کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
اسمین اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ شدت اور رحمت جدے جدے مقامون پر ہوتے ہین
اس سے یہ معلوم ہوا کہ نہ ہر حالمین شدت ہی کرنے سے کمال ہی نہ رحمت کرنے مین یہ بیان
حقیقت خلق اور اوسکے حسن و قبح اور ارکان اور ثمرات و فروع کا

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اخلاق مین تغیر ہو سکتا ہے

جاننا چاہیے کہ جن لوگون پر اعتقاد باطل کا غلبہ ہی اون پر مجاہدہ اور ریاضت تزکیہ نفس کے لیے
شاق ہے اونکا نفس اس بات کو گوارا نہین کرتا کہ تزکیہ نفس باوجود نقصان اور خبث باطن کے جیسے
ہو سکے تو اس قسم کے لوگونکا یہ قول ہے کہ اخلاق مین تغیر ہو ہی نہین سکتی کیونکہ طبیعت مین
تبدیل نہین ہو سکتی اور اس دعوی کی دو وجہین بیان کی ہین اول یہ کہ خلق صورت باطن
کا نام ہے جیسے کہ خلق صورت ظاہری کو کہتے ہین لیکن صورت ظاہری کی تبدیل ممکن نہین
مثلاً بونا آدمی اپنے قد کو بڑا نہین کر سکتا نہ بڑے قد والا چھوٹا ہو سکتا ہے اور نہ بدصورت خوبصورت
بن سکتا ہے اور نہ اسکا عکس ہو سکتا ہے یہی حال باطن کی برائی کا بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے دوسری وجہ

کہ حسن خلق سے شہوت اور غصہ کا استیصال مراد ہے مگر ہمنے جو طول مجاہدہ سے امتحان کیا
تو معلوم ہوا کہ یہ چیزین مزاج او طبیعت کے اقتضا سے ہوتی ہین اور کبھی منقطع نہین ہوتیں
پس اسکے درپے ہونا بے فائدہ عمر کا ضائع کرنا ہے کیونکہ غرض تزکیہ نفس سے یہ ہے کہ قلب کا التفات
لذات فانی کیطرف نہ ہے اور اسکا وجود محال ہے اب ہم ان دونون وجہونکا جواب دیتے ہین
وجہ اول کے جواب مین کہتے ہین کہ اگر اخلاق مین تغیر نہو سکتا تو وعظ و نصیحت اور تادیب سب بیکار
جاتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیون فرماتے کہ حَسِّنُوا اَخْلَاقَکُمْ آدمی تو درکنار یہ بات تو جانور
بھی ممکن ہے دیکھو باز کی وحشت کیسی انس کی ساتھہ بدلجاتی ہے شکاری کتا کیسا تعلیم سے مؤدب ہوجاتا ہے
کہ شکار کو صرف پکڑ لیتا ہے کھانیکی حرص مطلق نہین کرتا گھوڑا سرکش کیا غریب اور فرمان بردار
بنجاتا ہے پس اگر یہ اخلاق کی تغیر نہین تو اور کیا ہے اور اصل اس بات مین یہ ہے کہ موجودات
مین سے بعض اشیا تو ایسے ہین کہ جنکا وجود کامل ہے اور جس جس بات کی اونمین ضرورت تھی
وہ ہوچکی اب آدمی کے اختیار سے اونمین کچھہ نہین ہوسکتا جیسے آسمان اور ستارے اور اعضا ظاہری
و باطنی انسان یا حیوان کے اور بعض چیزین ایسی ہین کہ اونکا وجود ناقص ہے مگر استعداد کامل
ہونیکی اونمین موجود ہے اگر شرائط کمال پائے جاوین تو وہ درجہ کمال کو پہنچ جاوین اور وے
شرائط کبھی انسان کے اختیار مین ہوتی ہین مثلاً آم کی گٹھلی نہ تو پہل ہے نہ پیڑ ہے مگر اوس کی
پیدایش اسطرح کی ہے کہ پیڑ ہوسکتی ہے بشرطیکہ خدمت معمولی کیجاوے اور اگر اوس گٹھلی سے سیب بنا
چاہین تو ہرگز نہین ہوسکے گا اسکی استعداد اوسمین نہین جب گٹھلی بندہ کے اختیار سے متاثر
ہوتی ہے کہ ایک حال سے دوسرے مین بدلجاتی ہے تو غضب اور شہوت اگر متغیر ہوجاوین تو کیا
بعید ہے ہان اونکا اسطرح پر استیصال ہوجانا کہ بالکل اثر نہ رہے اسپر ہمارا قابو نہین مگر اونکا
دبا دینا اور ریاضت و مجاہدہ سے اپنے قابو مین رکھنا یہ ہوسکتا ہے اور اسیکا ہمکو حکم بھی ہے اور
یہی ہماری نجات اور وصول الی اللہ کا سبب ہے البتہ طبائع مختلف ہین کہ بعضی جلدی متاثر
ہوتی ہین اور بعضی دیر کر پس انکے اختلاف کے دو سبب ہین اول دیر پا ہونا وجود اوس شی کا جسکا
بدلنا مقصود ہے یعنی اصل پیدایش سے اوسکے ساتھہ ہو مثلاً شہوت اور غضب اور تکبر ہر ایک انسان
مین موجود ہین مگر سب سے زیادہ مشکل بدلنا شہوت کا ہے کیونکہ یہ شروع پیدایش سے ساتھہ ہوتی ہے
چنانچہ لڑکپن سے بچے کو خواہش ہوتی ہے اور غصہ اکثر سات برس کی عمر مین پیدا ہوتا ہے اور اوسکے
بعد قوت تمیز غایت ہوتی ہے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ خلق یعنی عادت کبھی کثرت عمل سے قوی ہوجاتی

مضبوط ہوجاتی ہے کہ لوگ اپنی عادت کے مقتضا کے موافق کام کرتے ہین اور اوسکی طاعت مین
سرگرم رہتے ہین اور اوسیکو پسندیدہ اور عمدہ سمجھتے ہین اور اس باب مین لوگونکے چار درجہ ہین پہلا
تو یہ کہ آدمی جیسا پیدا ہوا ہے ویسا ہے حق و باطل اور اچھے برے مین تمیز نہ کرسکے سب اعتقادات
سے غافل اور خالی ہو اور اتباع لذات سے شہوت بھی کامل نہوئی ہو تو ایسے شخص کا علاج جلد
ہوسکتا ہے اسکے لیے صرف ایک استاد اور مرشد ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک اوسکی نفس مین
باعث اوسکے مجاہدہ کا ہو تو تھوڑی ہی دنون ایسے شخص کا خلق درست ہوجاتا ہے دوسرا یہ کہ عمل
بد کو تو جانتا ہی مگر عمل صالح کا عادی نہین عمل بد ہی اچھا معلوم ہوتا ہی اس امر مین اپنی شہوت کا
تابع ہے اور راہ صواب سے منحرف تاہم اپنے عمل کے قصور سے واقف ہے تو ویسے شخص کا رو براہ ہونا
پہلے کی نسبت سخت ہی کیونکہ اسمین دو باتونکی ضرورت پڑیگی اول تو عادت عمل بد کی چھڑانی دوسرے
عمل صالح کی عادت ڈالنی بہرحال ایسا شخص بھی قابل تاثیر ہے اگر ریاضت مین خوب اچھی طرح
مستعد ہو تیسرا یہ کہ اخلاق بد پر اوسکو یہ اعتقاد ہو کہ یہ بہت اچھی ہین اور انکا کرنا واجب ہے
اور انہین پر اوسکی پرورش بھی ہوئی ہو تو ایسے آدمی کا علاج گویا محال ہے اور اوسکی صلاح
کی توقع نہین کیونکہ گمراہی کے اسباب کی کثرت ہی چوتھا یہ کہ باوجود رائے فاسد پر نشو و نما پانے
اور اعمال بد پر پرورش ہونے کی یہ بات بھی ہو کہ بہت سے شر کرنے کو اور لوگون کے تباہ کرنے کو
باعث فضیلت اور فخر جانتا ہو اور خیال کرتا ہو کہ ہماری عزت اسی سے ہے پس یہ درجہ سب مین
زیادہ سخت ہی ایسے جیسے شخص کی شان مین یہ مصرعہ شیخ کا ہی ع تربیت نااہل را چون گردگان بر گنبد است
ان چارونمین سے اول تو جاہل محض ہی دوسرا جاہل و گمراہ ہے تیسرا جاہل و گمراہ و فاسق ہے
چوتھا جاہل و گمراہ و فاسق و شریر ہے اب ہم دوسری وجہ کے جواب کیطرف متوجہ ہوتے ہین
کہ وہ لوگ یہ بات جو کہتے ہین کہ حسن خلق سے استیصال شہوت و غضب کا ہوتا ہی اور یہ آدمی مین
پایا جانا محال ہے تو اونکو یہ خیال ہوا ہے کہ حسن خلق سے یہ صفات بالکل نیست ہوجاتی ہین
حالانکہ یہ بات مقصود نہین بلکہ شہوت تو ایک فائدہ کے لیے پیدا ہوئی ہی خلقت انسانی مین
اوسکا ہونا بھی ضرور ہے اگر بالفرض شہوت کہانیکی نرہے تو آدمی ہلاک ہوجاوے یا شہوت جماع
نرہے تو نسل منقطع ہو اسیطرح غضب اگر بالکل نابود ہوجاوے تو مہلک چیزونکو آدمی دفع نکرسکے
اور تباہ ہوجاوے اور اگر اصل شہوت باقی ہے تو حب مال جو شہوت تک پہونچاتی ہی وہ بھی
باقی رہیگی اور بخل کی ترغیب دیگی اور اس اصل کا بالکل نیست و نابود کرنا غرض نہین بلکہ یہ

مطلوب ہے کہ افراط اور تفریط کو چھوڑ کر معتدل درجہ پر آجاوے مثلاً صفت غضب میں یہ چاہئے
کہ تہور اور نامردی سے علیحدہ ہو کر حسن حمیت کا پابند ہو اور اوسکو عقل کا منقاد کرے جیسا کہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ صحابہ کی وصف شدت کے ساتھ کی جو غضب سے
صادر ہوتی ہے اگر غضب بالکلیہ جاتا رہے تو جہاد بھی منقطع ہو جاوے اور غضب اور شہوت کو بالکل
منقطع ہو جانیکا کیسے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے انبیا علیہم السلام تو اس سے علیحدہ ہوتے ہی
نہیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ اور جب کبھی کوئی
بات آپکے سامنے خلاف مرضی بیان ہوتی تو ایسے غصہ ہوتے کہ رخسار مبارک سرخ پڑ جاتے مگر جب
حق بات ہی فرماتے یعنے آپکا غصہ بھی آپکو احاطہ حق سے باہر نہیں جانے دیتا تھا اور خدا تعالیٰ فرماتا
وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ اسمیں صفت ایسے لوگوں کی ہے جو غصہ ہوتے ہیں مگر اوسکو
دبا لیتے ہیں یہ نہیں فرمایا کہ جنمیں غصہ بالکل نہیں اس بیان سے معلوم ہوا کہ غضب اور شہوت کا حد
اعتدال پر آنا اس طرح پر کہ کوئی انمیں سے عقل پر غالب نہو بلکہ عقل ہی کے قابو میں ہیں ممکن ہے
اور تبدیل خلق سے بھی غرض یہی ہے اسلیے کہ بعض اوقات آدمی پر شہوت ایسا زور کرتی ہے
کہ پھر عقل سے کچھ بن نہیں پڑتی مگر ریاضت سے اوسکا حد اعتدال پر آنا ممکن ہے امتحان اور تجربہ سے
یہ بات ایسی ظاہر ہو جاتی ہے کہ اوسمیں کسی طرح کا شک نہیں رہتا اور اس بات کی دلیل کہ اخلاق
میں غرض افراط و تفریط نہیں بلکہ درجہ اوسط مطلوب ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ درجہ اوسط اخلاق ہی
کی تعریف فرماتا ہے چنانچہ فرمایا وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا
اسمیں اشارہ سخاوت کیطرف ہے جو اسراف اور کمی کے درمیان ہے اور فرمایا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً
إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور اسیطرح شہوت طعام میں اعتدال مطلوب ہے حرص اور
بستگی طبع ناپسند ہے جیسا کہ فرمایا كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ
اور غضب کے باب میں فرمایا أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اور حدیث شریف میں ہے کہ
خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَاطُهَا اور اوسط درجہ کے محمود ہونے میں ایک بھید ہے وہ یہ ہے کہ سعادت انسانی
اسمیں ہے کہ اوسکا قلب عوارض دنیا سے سالم ہو جسکے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ
بِقَلْبٍ سَلِيمٍ اور بخل اور اسراف دونوں عوارض دنیا سے ہیں تو دل کو ان دونوں سے بچانا چاہئے
نہ جمع مال کیطرف متوجہ ہو اور نہ اوسکے خرچ کرنیکا حریص ہو اسلیے کہ جسکو خرچ کرنیکی حرص
ہوگی اوسکا دل اوسمیں لگا رہیگا اور جو بخل دوست ہوگا وہ امساک میں اپنا دل مصروف رکھیگا

تو کمال قلب اسمین ہوا کہ یہ دونون وصف وسمین نہون اور چونکہ ارتفاع نقیضین دنیا مین
ہو نہین سکتا تو ایسی بات کیطرف رجوع کرنی پڑی جو دونون وصفونکے نہونیکی مشابہ اور اون سے
علیحدہ ہو وہ درجہ اوسط اون دونون کا ہے گویا درجہ اوسط مین دونون وصف نہین مثلاً پانی
گرم کی اگر حرارت نکل جاوے اور ٹھنڈا بہی نہونے پاوے تو اوسکو نہ ٹھنڈا ہی کہتے ہین نہ گرم یہی
حال سخاوت کا ہے درمیان اسراف اور کم خرچی کے اور شجاعت کا درمیان تہور و نامردی کے
اور عفت ، درمیان حرص و بستگی اور اور تمام اخلاق کو بہی اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ دونون
طرفین مذموم ہین اور صرف وسط مقصود ہے اور وہ ممکن ہے ہان استاد و مرشد کو یہ چاہیے کہ مرید کو
یہی فرماوے کہ غصہ بالکل نہ کر اور مال دلی بہی مت رکہہ اور ہمیشہ غضب اور امساک کی برائی ہی
اوسکے سامنے بیان کرتا رہے تاکہ بموجب اس مثل کے کہ بمرگش گیر تا بتپ راضی شود دونون چیزین
اوسمین اوسط درجہ پر ہو جاوینگی ورنہ اگر اوسکو ذرا بہی ان دونون چیزونکا اشارہ ملجاوے گا
تو اوسکو بخل اور غضب کا ایک حیلہ ہو جاویگا جسقدر ان دونون کا مرتکب ہوگا یہی سمجہیگا کہ اتنے کی
مجھے اجازت ہو گئی ہے اسلیے اوس سے یہی فرماوے کہ ان دونون کا استیصال کر مگر یہ سید اور سے
کہنی کا نہین احمقونکو اس سے دہوکا ہو جاتا ہے وہ یہی تصور کرتے ہین کہ ہمارا غضب اور بخل جائز طور پر ہین

چوتھا بیان اوس سبب کا جس سے حسن خلق حاصل ہو

یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ حسن خلق سے اعتدال قوت عقل اور کمال حکمت اور اعتدال قوت غضب
وشہوت اور ان کا منقاد ہونا شرع اور عقل کو مقصود ہے یہی بات دو وجہ سے حاصل ہوتی ہے وجہ اول
داد الٰہی ہے کہ آدمی ابتدا پیدایش سے کامل العقل خوش خلق پیدا ہووے اور شہوت و غضب کو اوسپر
غلبہ نہو بلکہ یہ دونون عقل و شرع کے منقاد رہین تو ایسا شخص بے تعلیم عالم ہو جاتا ہے اور بے تادیب
مؤدب جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور جناب سید الاولین و الآخرین
صلی اللہ علیہم اجمعین اور انبیا علیہم السلام اور یہ بات کچہہ بعید نہین کہ آدمی کی پیدایش اور فطرت
مین وہ بات ہو جو اکتساب سے حاصل ہوتی ہے اکثر لڑکے شروع ہی سے سخی اور جری اور
صادق اللہجہ پیدا ہوتے ہین اور بعضے انکے خلاف ہوتے ہین مگر یہ امر اونکو اور لوگونمین ملنے جلنے سے
حاصل ہوتا ہے جو ان اوصاف سے متصف ہوتے ہین اور کبھی سیکھنے سے آتا ہے دوسری وجہ ان
اخلاق کو مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کرنا یعنے نفس سے ایسے کام لینے جن سے کہ خلق مطلوب
حاصل ہو جاوے مثلاً جو شخص خلق سخاوت حاصل کیا چاہے اوسکا طور یہ ہے کہ بتکلف اہل سخاوت

فعل یعنے بذل مال اختیار کرے اور ہمیشہ اپنے نفس پر زور دے دیکر یہ کام لیتا رہے یہانتک کہ یہ
امر اوسکی عادت ہوجاوے اور طبیعت مین جم جاوے تو اس بات سے سخی ہوجاویگا اسیطرح
جو شخص خلق تواضع کو حاصل کیا چاہے اور اوسپر کبر غالب ہو تو اوسکو چاہیے کہ اول مدت دراز تک
اہل تواضع کے افعال پر بہ تکلف ومجاہدہ مواظبت کرے یہانتک کہ وہ افعال اوسپر آسان
ہوجاوین اور خلق وطبیعت بن جاوین اور جتنے اخلاق شرعًا عمدہ ہین سب اسیطرح حاصل
ہوسکتے ہین اور اوسکی انتہا یہ ہے کہ اوس کام مین آدمی کو لذت معلوم ہونے لگے مثلًا سخی اوسیکو کہینگے
کہ جو مال خرچ کرے اور اوسمین اوسکو لذت ملے اور اگر خرچ کرتا ہے مگر برا معلوم ہوتا ہے تو سخی نہوگا اسیطرح
متواضع وہ آدمی ہوگا جسکو تواضع مین مزا ملے اور اخلاق دینی نفس مین جب تک نہین جمتے جب تک نفس سب
بری عادتونکو چھوڑکر اچھی عادتونکا معتاد نہوجاوے اور افعال حسنہ پر مشتاقون کیطرح مواظبت نکرے
اور انسے لذت حاصل کرے اور افعال قبیحہ کو برا جانکر اونسے ایذا پاوے چنانچہ حدیث شریف مین
ہے کہ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ اور جب تک عبادات کا بجالانا اور ممنوعات کو چھوڑنا برا معلوم ہو
اور نفس پر شاق گذریگا تب تک نقصان باقی رہیگا اور کمال سعادت کو نہ پہونچیگا ہان ان
باتون پر مواظبت بہ نسبت نکرنیکے بہتر ہوگی مگر طوع ورغبت کے ساتھہ کرنیکی نسبت بہتر نہین
اسی بنا پر اللہ تعالی نے فرمایا وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اُعْبُدِ اللهَ فِي الرِّضَاءِ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَفِي الصَّبْرِ عَلَى مَا تَكْرَهُ خَيْرٌ كَثِيرٌ پھر سعادت
موعودہ کے حاصل ہونیکے لیے یہ امر کافی نہین کہ کبھی تو طاعت مین مزا ملے اور نافرمانی بری معلوم
ہو اور بعض اوقات نہو بلکہ تمام عمر یہی بات رہنی چاہیے اب جسقدر عمر زیادہ ہوگی یہ فضیلت زیادہ
مستقل ہوگی اور اسی لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون سے سوال کیا کہ سعادت
کیا ہے آپ نے فرمایا کہ طُولُ الْعُمْرِ فِي طَاعَةِ اللهِ تَعَالٰى اور اسی جہت سے انبیا اور اولیا موت کو
برا سمجھتے تھے کیونکہ اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ واقع ہے پس جسقدر طول عمر سے عبادات زیادہ ہونگی اوسیقدر
ثواب زیادہ ہوگا اور نفس طاہر اور اطہر ہوگا اور اخلاق اقوی اور راسخ تر ہونگے علاوہ ازین مقصود عبادات
سے یہی ہے کہ اونکا اثر قلب پر ہو اور تاثیرات جبھی ہوتی ہے جب عبادات پر مواظبت اور مداومت کیجاتی ہو
اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان اخلاق سے غرض یہ ہے کہ نفس مین سے دنیا کی محبت جاتی رہے اور خدا تعالے
کی محبت اوسمین جم جاوے یہانتک کہ کوئی چیز اوسکے نزدیک دیدار الہی سے محبوب تر نرہے اپنا مال
بھی ایسے ہی باتون مین خرچ کرے جس سے یہ مطلب حاصل ہو اور غضب وشہوت کو بھی ایسی ہی طرح

کام مین لاوے کہ جس سے خدا ملے اور ظاہر ہے کہ یہ اس صورت مین ہوگا کہ شرع اور عقل کے مطابق ہو
پھر اسطرح کے کام سے نفس خوش ہو اور فرمایا وہی اور اگر کسیکو نماز مین راحت اور خنکی چشم حاصل ہو عبادات
اچھی معلوم ہونے لگین تو کچھ بعید نہین عادت کی باعث نفس مین اس سے بھی زیادہ عجیب باتین ہو جاتی ہین
دیکھو جو بازی مفلس جوے مین کیسا خوش ہوتا ہی اور فرماتا ہی حالانکہ جس حال مین وہ ہی اگر دوسرے کو
وہ نوبت ہو تو نرے قمار ہی زندگی ناگوار ہو جاوے اسکے سوا قمار کے باعث مال سب جاتا رہتا ہی گھر
خراب ہوتا ہی پھر بھی محبت اور جسکا قمار کا لگا رہتا ہی یہ اسی باعث سے ہے کہ کہیلتے کہیلتے اوس سے
الفت ہو گئی ہی اسیطرح کبوتر بازون بھر دہوپ مین کہڑا رہتا ہی دہوپ کی گرمی نہین مانتا اس لیے
کہ کبوترونکا اوڑنا اور اونکی حرکات اور بازیان اچھی معلوم ہوتی ہین چوراچکونپر کیسے کیسے کوڑے
پڑتے ہین اور ہاتھ کاٹا جاتا ہی مگر وہ لوگ اسکو اپنا فخر سمجھتے ہین اور سختی کی برداشت سے خوش ہوتے ہین
یہانتک کہ بالفرض اگر اونکے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو تب بھی نہ مال کا نشان دینگے نہ اپنے ساتھیونکا
نام لینگے پس ایسی سختیونکا سہنا اور سیاستونکو خیال مین نہ لانا اسی جہت سے ہے کہ اپنے کام کو کمال
اور شجاعت اور بہادری اعتقاد کر لیا ہے اور باوجودیکہ اوسمین اتنے شدائد ہین تاہم اونکی راحت
اوسیمین ہے سب سے زیادہ بدتر حال مخنث کا ہی کہ اپنے آپ کو عورتونکی صورت بناتا ہے مگر وہ بھی اس
حالمین خوش ہی رہتا ہی بلکہ اپنے کمال کا فخر کرتا ہے اور مخنثونمین ٹہہکر شیخی بگہارتا ہی اسیطرح
کنجر اور حلال خور اپنے پیشہ مین فخر و مباہات کرتے ہین جیسا علما اور سلاطین مین ہوتا ہی تو یہ سب
امور عادت سے متعلق ہین کہ جب ایک بات پر مدت مدید مواظبت ہوتی ہے اور ہمجولیون مین وہی
مشاہدہ ہوتی ہے تو اپنے نفس کو اچھی لگتی ہے پس جب عادت کی سبب امر باطل سے لذت ہوتی ہو اور
نفس اوسکی طرف راغب ہوتا ہو تو امر حق پر اگر مواظبت مدت مدید رہیگی اوس سے کیون نہین لذت حاصل
ہوگی بلکہ رغبت نفس کی امور بد کی طرف مقتضای طبع سے خارج ہے اور ایسی ہے جیسی کسیکو مٹی کہانیکی
رغبت ہو جاوے جیسا کہ بعض لوگونکو کہاتے کہاتے عادت ہو جاتی ہے لیکن حکمت کیطرف رغبت ہونا
اور محبت اور معرفت و عبادت الٰہی کا میل کرنا حسب مقتضای طبیعت قلبی ہے اور ایسا ہی جیسا کہانے
پینے کی رغبت کرنی اس لیے کہ قلب ایک امر ربانی ہے مقتضای شہوت کیطرف اوسکا میل کرنا امر
عارضی ہے اور اوسکی ذات سے بعید بلکہ اوسکی غذا حکمت اور معرفت اور محبت الٰہی ہے مگر کسی بیماری
لاحقہ سے اپنے مقتضای طبعی سے منحرف ہو گیا ہی جسطرح معدہ مین کچھ خلل ہو تو کہانیکو اور پینے کو
دل نہین چاہتا حالانکہ کہانے پینے ہی سے زندگی ہوتی ہے پس جسقدر کوئی دل غیر اللہ کی محبت

کیطرف مائل ہوگا اوسیقدر اوسمین مرض ہوگا مگر اوس صورت مین کہ اوس شے کی محبت صرف اسلیے غرض سے ہو کہ اوس سے محبت اور دین الٰہی مین مدد ملیگی اس صورت مین البتہ یہ محبت خیر اللہ و حسن مین شمار ہوگی اس بیان سے اب قطعاً معلوم ہوگیا کہ ان اخلاق حسنہ کا اکتساب ریاضت سے ہو سکتا ہے یعنے اولاً بتکلف اونکے مرتکب ہونے سے آخرکو امور طبعی اور خلقی ہو جاتے ہین اور یہ ایک عجیب طرح کا علاقہ قلب اور اعضا مین ہے کہ جو صفت قلب مین ظہور کرتی ہے اوسکا اثر اعضا پر پہونچتا ہے کہ اوسکے موافق حرکت کرنے لگتے ہین اور جو فعل اعضا سے کیا جاتا ہے اوس سے بھی کبھی اثر دل پر بطریق دور ہو جاتا ہے اوسکو مثال سے سمجھنا چاہیے مثلاً کوئی شخص چاہے کہ خوش خطی مین ماہر ہو جاوے تو اوسکا طریق یہی ہے کہ جیسے کاتب اپنی ہاتھ سے مشق کرتے ہین ویسے ہی یہ بھی مدت مدید تک مشق کیے جاوے یہانتک کہ صفت کتابت اسکی نفس مین جم جاوے اور حروف خوشخط آمد کیطور پر ہاتھ سے نکلنے لگین جیسے پہلے اوس سے نکلتے تھے اسیطرح اگر کوئی فقیہ بنا چاہے تو افعال فقہا کی مواظبت کرے یعنے فقہ کی مسائل مکرر سہ کرر زبان سے ادا کرے یہانتک کہ دل پر اثر اس فقہ کا پہونچے اور صفت فقیہ النفس ہو جاویگا اسیطرح جو سخی پارسا حلیم متواضع ہونا چاہے اوسکو چاہیے کہ ابتداء ان لوگونکے افعال بتکلف ادا کرے تاکہ رفتہ رفتہ یہ امور طبیعت مین جگہ پکڑلین اسکے سوا اور کوئی تدبیر نہین اور جسطرح کہ طالب فقہ ایک روز تعطیل کرنے سے اپنے مطلب سے محروم نہین رہتا اور صرف ایک روز کی بحث سے فقیہ نہین ہو جاتا اسیطرح جو شخص تزکیہ اور تکمیل اور تحسین قلب کی اعمال حسنہ سے چاہتا ہو وہ نہ ایک دن کی عبادت مین رتبہ پا سکتا ہے اور نہ ایک دن کی نافرمانی سے اس رتبہ سے محروم ہو سکتا ہے اور یہ جو قول ہمارے بزرگونکا ہے کہ ایک کبیرہ موجب ہمیشہ کی بدبختی کا نہین ہوتا اوسکے یہی معنی ہین ہان ایک روز کو بیکار چھوڑنا دوسرے روز کی بیکاری کا باعث ہوتا ہے پھر اسیطرح ہوتے ہوتے آخر کو نفس کسل کا عادی ہوکر سرے سے تحصیل ہی چھوڑ دیتا ہے اور فضیلت فقہ سے محروم رہتا ہے اسیطرح ایک گناہ صغیرہ کا ارتکاب دوسرے کا باعث ہوتا ہے اور بتدریج اصل سعادت سے باز رکھتا ہے اور خاتمہ کیوقت اصل ایمان کو غارت کرتا ہے نعوذ باللہ منہ اور جسطرح ایک رات کی بحث سے فقہ کے آثار نمودار نہین ہوتے بلکہ بتدریج مثل نشوونما بدن اور قد کے ظاہر ہوتے ہین اسیطرح ایک طاعت کی کرنے سے اثر تزکیہ نفس کا اوسوقت محسوس نہین ہوتا بلکہ آہستہ آہستہ مدت کے بعد معلوم ہوتا ہے تاہم تھوڑی طاعت کو حقیر نہ جاننا چاہیے اسلیے کہ تھوڑی ہی تھوڑی ہوکر بہت ہو جاتی ہے اور مجموع کا اثر کچھ کچھ حصہ رسد ایک ایک کے بھی مقابل ہوتا ہے گو محسوس نہین ہوتا علاوہ ازین اگر تاثیر مخفی ہے تو ہوا کرے

ثواب تو کہین نہین گیا وہ عوض تاثیر کی موجود ہے اسیطرح معصیت کو قیاس کرنا چاہیے اور بہت سے
فقیہ ایسے ہوتے ہین کہ ایک ورد کی تعطیل کو ہیچ سمجھتے ہین اور پھر رفتہ رفتہ پیاپے تعطیل کرکے نفس کو
ایک ایک ورد کی توقع دیتے رہتے ہین یہانتک کہ طبیعت قبول فقہ سے خارج ہو جاتی ہے اسیطرح
لوگ صغیرہ گناہونکا حقیر جانتے ہین اور نفس کو توبہ کا وعدہ آج کل دیتے رہتے ہین یہانتک کہ دفعۃً
موت مین گرفتار ہوجاتے ہین اور سیاہی گناہونکی دلپر دہوان دہار ہوجاتی ہے اور توبہ مشکل پڑجاتی ہے
اس لیے کہ تہوڑے تہوڑے گناہ ہوتے ہوتے بہت ہوگئے اور قلب ان پھندونمین ایسا پھنسا کہ توبہ
غیر ممکن ہوگئی اور دروازۂ توبہ کی بند ہونے سے یہی مراد ہے اور اس آیت سے بھی یہی غرض ہے وَجَعَلْنَا
مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا اور اسی جہت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ قلب
مین اول ایمان ایک سفید نقطہ کے برابر ہوتا ہے جتنا ایمان زیادہ ہوتا جاتا ہے اوسیقدر یہ سفیدی
بڑہتی جاتی ہے جب بندہ کا ایمان کامل ہوجاتا ہے تو تمام دل نورانی ہوجاتا ہے اور نفاق
اول ایک نقطہ سیاہ کی برابر دل مین ظاہر ہوتا ہے پھر جتنا بڑہتا جاتا ہے اوتنا سیاہی دوڑتی ہے
جب نفاق کامل ہوتا ہے تو دل بھی تمام سیاہ ہوجاتا ہے اس بیانسے واضح ہوا کہ اخلاق حسنہ
کبھی تو طبیعت اور اصل پیدایش سے ہوتی ہین اور کبھی عمدہ افعال کے عادی ہونے سے اور کبھی صلحا
اور ارباب خیر کے افعال دیکھنے سے کیونکہ ایک طبیعت دوسرے سے شر اور خیر دونون چراتی ہے
پس اگر کوئی شخص ایسا ہو جسمین تینون جہات جمع ہوگئے ہون یعنے طبعًا اور عادۃً اور تعلم سے فضیلت کو
پہونچا ہو تو ایسا شخص نہایت درجہ فضیلت پر ہے اور جو شخص کہ طبیعت کا اچھا نہو اور اسباب شر کے
مہیا ہونے سے اوسی کا عادی ہوگیا ہو اور صحبت والے بھی بد ہون تو وہ نہایت درجہ خدا تعالیٰ
سے بعید ہے اور جسمین ان جہات کا کچھ اختلاف ہے وہ اون دونون مرتبونکے درمیان ہے اور اسکا
قرب و بعد بموجب اوسکی صفت اور حال کے ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
شَرًّا يَرَهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

پانچوان بیان تہذیب اخلاق کے طریق مفصل کا

یہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ مزاج بدن مین اخلاق کا معتدل رہنا صحت نفس کہلاتا ہے اور اونکا اعتدال پر
نہ رہنا سقم اور مرض نفس ہے جیسے کہ اعتدال اخلاط صحت بدن ہے اور انکا میل کرنا اعتدال سے مرض بدن
اب جاننا چاہیے کہ نفس کا علاج باین طور کرنا کہ اوسمین سے رذیل اور ردی اخلاق دور کیے جاوین اور فضائل
اور افعال حسنہ کا مورد بنایا جاوے مشابہ بدن کے علاج کے ہے کہ اوسمین سے امراض کو دور کرکے

اوسکی صحت و تندرستی مین کوشش کیجاوے یعنی جسطرح پر کہ اکثر اصل مزاج اعتدال ہی پر
ہوتا ہے اور غذا اور خواہش و دیگر عوارض کی جہت سی معدہ مین خلل ہو جاتا ہی اسیطرح اصل
فطرت بھی صحیح و معتدل ہی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے کل مولود یولد علی
الفطرۃ وانما ابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ یعنی آدمی عادت خواہ تعلم سے اکتساب رذائل
کرتا ہے اور جیسے کہ بدن ابتدا مین کامل نہین پیدا ہوتا بلکہ نشوونما و تربیت اور غذا سے کامل ہوتا ہے
اسیطرح نفس بھی ناقص پیدا ہوتا ہے مگر لیاقت کمال کی اوسمین ہوتی ہی تزکیہ اور تہذیب اخلاق
اور غذاء علم سے کامل ہو جاتا ہی اور جسطرح کہ بدن اگر صحیح ہو تو طبیب حفظ صحت کی تدبیر کرتا ہے
اور اگر بیمار ہو تو حصول صحت کی فکر مین رہتا ہی اسیطرح اگر آدمی کا نفس پاک و صاف و مہذب ہو
تو چاہیے کہ اس باب مین کوشش کرے کہ ویسا ہی بنا رہے بلکہ ان امور کو اوسمین قوت اور زور ہو جاوے
اور اگر اوسمین کچھ کمال نہو تو اوس کمال کے حاصل کرنے مین سعی کرے اور جیسا کہ اوس علت کا
علاج جس سے اعتدال مین خلل ہوا ہی اوسکی ضد سے ہوتا ہی مثلاً اگر حرارت سے ہو تو برودت سے تدبیر کی جاتی ہے
اور اسکا عکس اسیطرح رذائل یعنی امراض قلبی کا علاج بھی اونکی ضد ہی سے ہوتا ہی مثلاً جہل کا علاج تعلم سے
اور بخل کا علاج سخی بننے سے اور کبر کا تواضع سے اور حرص کا علاج بزور خواہش نفسانی کے روکنے سے ہوتا ہے
اور جیسے مرض بدنی مین تلخی دوا کی برداشت کرنی پڑتی ہے اور دل چاہتی چیزونسے صبر کرنا ہوتا ہے
اسیطرح علاج قلب مین تلخی مجاہدہ کا برداشت کرنا اور علاج پر صبر کرنا ہوتا ہی بلکہ اسمین بطریق اولیٰ چاہیے
اسواسطے کہ مرض بدنی سے تو مرنے پر نجات ہو جاتی ہے اور مرض قلبی معاذ اللہ ایسا مرض ہے
کہ بعد موت بھی ابدالآباد تک رہتا ہے اور جسطرح کہ ہر ایک حرارت کے لیے ہر دوا سرد کافی نہین
بلکہ برعایت شدت و ضعف اور دوام و اتفاق اور کثرت اور قلت کے مختلف طور پر دیکھا جاتی ہے
اور خوراک کے لیے بھی وزن معین ہوتا ہے کیونکہ مراعات وزن کے نہونے سے فساد زیادہ ہوتا ہے
اور وزنکی مقدار دوا کی درجہ کے موافق اور احوال بدن کے مناسب اور مریض کے سن و سال و موسم
کے مطابق اور مرض کی شدت و ضعف کے بموجب ہوا کرتی ہے کہ جب طبیب حرارت یا برودت کی
قوت و ضعف معلوم کر لیتا ہے تو انہین باتون کے لحاظ سے نسخہ تجویز کرتا ہی اسیطرح مرشد استاد
جو مریدون کے نفوس کے معالج ہین اونکو چاہیے کہ مریدون پر ایک بارگی ریاضت اور تکلیف کسی ایک
فن مخصوص یا طریق معین کی نہ ڈالین جب تک کہ اونکے اخلاق و امراض سے بخوبی واقف نہون
اور جیسے کہ طبیب اگر سب مرضونکا علاج ایک ہی دوا سے کرے تو اکثر مر جاتینگے اسیطرح مرشد

اگر سب مریدونکو ایک ہی لکڑی ہانکے گا وہ بہی ہلاک ہونگے بلکہ یون چاہیے کہ مرید کا مرض اور اوسکا حال اور سن وسال اور مزاج غور سے دیکھے اور معلوم کرے کہ کس قسم کی ریاضت اس سے ہوسکتی ہے اوسی قسم کی مشقت اوس سے لیوے مثلاً اگر مرید مبتدی جاہل ہو اور احکام شرع نجانتا ہو تو اول اوسکو طہارت اور نماز اور عبادات ظاہری سکہلاوے اور اگر مال حرام اور معصیت مین مشغول ہو تو اوسکو ان چیزونکے ترک کا حکم کرے جب ظاہر اوسکا زیور عبادات ظاہری سے آراستہ ہوجاوے اور اعضا بھی علانیہ معاصی سے پاک ہوجاوین تو قرائن احوال سے اوسکی باطن کیطرف متوجہ ہوکر اوسکے اخلاق اور امراض قلبی کو دیکھے پس اگر اوسکے پاس قدر ضرورت سے مال زیادہ جانے اوس سے لیکر خیرات کرڈالے کہ اوسکی طرف سے فارغ البال ہوجاوے اور اوسطرف ملتفت نہو اور اگر رعونت اور کبر اوس پر غالب پاوے تو اوسکو بازار مین گداگری کے لیے بہیجے کیونکہ عزت ریاست کی اور شیخی نفس کی بے ذلت نہین جاتی اور سوال سے زیادہ کوئی ذلت نہین پس اوسکو اسکی مواظبت کا حکم کرے جب تک اوسکا کبر جاتا ہے کہ کبر اور رعونت امراض قلبی مین سے مہلک ہین اور اگر بدن کی صفائی اور نظافت لباس کو غالب دیکھے اور اوسکا دل بہی ان باتونکی طرف متوجہ پاوے تو اوس سے آبدار خانہ کا کام لے اور خس و خاشاک کی جگہہ مین جہاڑو دلواوے اور مدام باورچی خانہ اور دہوئین کی جگہون مین بیٹہنے کی اجازت دے یہانتک کہ صفائی کی رعونت مزاج سے نکلجاوے کیونکہ جو لوگ کپڑونمین بناو سنگار کرتے ہین اور رنگا رنگ کے مصلے تلاش کرتے ہین اونمین اور دولہن مین کیا فرق ہے وہ بہی دن بہر اپنے آپ کو بنایا سنوارا کرتی ہے اور آدمی خواہ اپنے تن کی پرستش کرے خواہ کسی بت کی عبادت کرے اسمین بہی کچہہ فرق نہین کیونکہ جب غیر خدا کی عبادت ہوتی ہے تو خدا تعالے سے حجاب ہوجاتا ہے اسمین اپنا نفس اور بت برابر ہین پس جو کوئی اپنے کپڑے کیطرف مائل ہو اور بجز حلال اور طاہر ہونیکی اور طور پر اوسکی طرف دل لگاوے تو وہ اپنے نفس کا پابند ہے اور ایک عجیب طرح کی ریاضت یہ ہے کہ جب مرید رعونت یا کسی دوسری صفت کے ترک پر اصلا راضی نہو اور اوسکی ضد کو دفعۃً گوارا نہ کرے تو مرشد کو چاہیے کہ اوسکو ایک عادت بد سے دوسری عادت بد مین جو اوس سے ہلکی ہو لگاوے مثلاً اگر کپڑے پر خون لگجاتا ہے اور پانی سے اوسکا دہبا نہین جاتا تو اول کپڑے کو پیشاب سے دہوتی ہین بعد اوسکو پانی سے دہوتے ہین یا لڑکے کو مکتب مین اول ترغیب گیند بلا وغیرہ کی دیجاوے پہر کہیل سے عمدہ کپڑونکی ترغیب دیجاوے اوسکے بعد ریاست اور جاہ کی ترغیب دیجاوے پہر ان سب کے بعد جاہ و ریاست آخرت کیطرف برانگیختہ کیا جاوے

اسیطرح جس کسیکا نفس تتمہ جاہ کو چہوڑنے پر راضی نہو تو چاہیے کہ اوسکو کسی ہلکی جاہ مین مصروف کیا جاے
اسیطرح بتدریج اوس صفت کو اوس سے دور کرنا چاہیے اور جب اوسپر حرص کہانیکی غالب ہو تو ہمیشہ
روزہ رکھوادے اور کہانا کم کہلاوے اور یہ حکم کرے کہ مزہ دار کہانے پکا کر دوسرونکو کہلاوے آپ اونمین
سے نہ کہاوے یہانتک کہ اوسکے نفس کو صبر کی عادت ہو اور کہانیکی حرص دور ہو اور جب اوسکو جوان
شائق نکاح جانے مگر نان نفقہ سے عاجز ہو تو اوسکو روزہ رکہنے کا حکم کرے اور اگر اس سے خواہش
کم نہو تو یون کہے کہ رات کو پانی سے افطار کیا کرو روٹی نہ کہاو اور دوسرے دن شام کو روٹی کہا
پانی نہ پیو اور گوشت وسالن کی ممانعت قطعی کر دے تاکہ اوسکا نفس ذلیل ہو اور خواہش کم ہو جاوے
کیونکہ شروع مین بہوکہ سے بڑہکر کوئی اچھا علاج نہین اور اگر غصہ کو اوسپر غالب دیکھے تو حلم اور سکوت کا
حکم کرے اور ایک بدمزاج کے ساتھہ اوسکو کر کے کہدے کہ اسکی اطاعت کیا کر یہانتک کہ اوسکا نفس
برداشت کرنے پر عادی ہو جاوے چنانچہ بعض بزرگون کے حال مین لکہا ہے کہ وہ اپنے نفس کو حلم کی
عادت ڈالنے اور شدت غضب کو دور کرنیکے لیے ایسے آدمیونکی مزدوری کیا کرتے تھے جو برملا گالیان
دے پس اپنے نفس سے بزور صبر کرلیتے تھے اور غصہ پیتے تھے یہانتک کہ حلم اونکی عادت ہو گئی اور اسمین
ضرب المثل بن گئے اور بعضے بزرگ اپنے آپ مین نامردی اور ضعف قلب پاتے تھے تحصیل شجاعت کے لیے
جاڑونکی موسم مین جب سمندر مین خوب موجین اوٹہتی ہوتین سوار ہوتے اور ہند کے عابد کسل عبادت کا
علاج یون کرتے ہین کہ تمام تمام رات ایک ہی ہیئت پر کہڑے رہتے ہین اور بعض بزرگ ابتداء
مریدی مین قیام سے کسل کرتے تھے تو اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ تمام رات سر کے بل کہڑا رہونگا
تاکہ پاؤن پر کہڑا ہونیکو خوشی مان لے اور بعضون نے دوستی مال کا یون علاج کیا کہ سارا مال بیچ کر
اوسکا دام دریا مین پہینک دیا اس حیثیت سے کہ لٹانے مین شبہ سخاوت یا ریا کا بہی تہا ان مثالونسے
علاج قلوب کا طور معلوم ہوتا ہے مگر ہماری غرض یہ نہین کہ ہر ہر مرض کے لیے جدا جدا دوا لکہدین
اسکا بیان آگے آویگا یہان یہی غرض ہے کہ طریق عام اس باب مین نفس کی خواہش کے خلاف
چلنا ہے اور اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین اس بات کو ایک ہی کلمہ مین ارشاد فرمایا ہے یعنے
وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ اور اصل مہم مجاہدہ نفس مین
پورا کرنا عزم کا ہے پس جب آدمی ترک شہوت کا عزم کرے اور اوسکے لوازم پیش آجاوین تو یہ
جانے کہ یہ خدا تعالی کیطرف سے امتحان ہے اوسوقت چاہیے کہ صبر کرے اور اپنے وعدہ پر جما رہے اسلیے
کہ اگر عہد شکنی کریگا تو نفس کو ویسی ہی عادت ہو جاویگی اور تباہ ہو جاویگا بلکہ اگر عہد شکنی کرے

تو اپنے اوپر ایک سزا مقرر کرے جیسا کہ ہمنے باب محاسبہ اور مراقبہ مین نفس کی تعزیر مین بیان کیا ہے اور اگر اوسکو سزا سے نہین ڈراویگا تو نفس اوسپر غالب آجاویگا اس صورت مین شہوت کی موجب مرتکب ہو بیٹھیگا جسکے سبب سب ریاضت برباد ہوجاویگی

چھٹا بیان قلوب کی بیماریون کی علامتونکا اور اوسکے تندرست ہوجانے کی علامتون کا

واضح ہو کہ ہر ایک عضو اعضاء بدن سے ایک فعل خاص کے لیے پیدا ہوا ہے اگر اوس سے وہ فعل صادر نہ ہوگا یا کچھ اضطراب کے طور پر صادر ہوگا تو وہ عضو صحیح نہ کہلاویگا بیمار ہوگا مثلاً ہاتھ کا مرض یہ ہے کہ اوس سے گرفت نہوسکے اور آنکھ کا مرض یہ ہے کہ دیکھہ نسکے یا دیکھنا مشکل ہو اسیطرح مرض قلب وہ ہوگا جس سے قلب اپنا فعل خاص نہ کرسکے اور اوسکا فعل خاص علم اور حکمت اور معرفت اور محبت اور عبادت الٰہی ہے اور اوسکے ذکر سے لذت پانا اور سوا اوسکی ہر چیز کی خواہش پر اسی لذت کو ترجیح دینی اور تمام اعضا اور آرزوؤن سے اوسکے لیے مدد چاہنی جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اس سے معلوم ہوا کہ قلب انسانی کا فعل خاص عبادت و معرفت الٰہی ہے اور خاصیت نفس انسانی وہ ہی ہونی بھی چاہیے کہ جس سے بہائم سے علیحدہ ہوجاوے کیونکہ قوت کھانے اور پینے اور جماع اور دیکھنے مین تو انسان اونسے متمیز نہین بلکہ اس امر مین متمیز ہے کہ چیزونکو اونکی اصل حقیقت پر جانتا ہے اور اونکا موجد اور مخترع تمام اشیا کا اللہ جل شانہ ہی پس اگر کوئی تمام اشیا کو جانے اور اونکے صانع کو نہ پہچانے تو گویا اوسنے خاک بھی نجانا اور علامت خدا کی پہچان کی اوس کی محبت ہے جو اوسکو پہچانتا ہے اوسکی دوستی مین محو ہوجاتا ہے

این مدعیان در طلبش بیخبر انند		آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد	

اور اوسکی محبت کی یہ نشانی ہے اوسپر دنیا اور ما فیہا اور تمام اپنی محبوب چیزونکو ترجیح نہ دے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ پس جب کسی کے نزدیک خدا کے سوا اور کوئی چیز محبوب تر ہو تو اوسکا دل مریض ہو جیسا کسیکے معدہ مین روٹی اور پانی کی نسبت محبت مٹی کی زیادہ ہوجاوے اور نانکی خواہش جاتی رہے تو وہ مریض ہوگا پس مرض قلوب کی یہ علامات ہین اور اس سے معلوم ہوا کہ تمام قلوب بیمار ہین الا ما شاء اللہ اور چونکہ بعضے مرض ایسے ہوتے ہین کہ بیمار کو معلوم نہین ہوتے اور مرض قلب بھی

اونمین مین سی ایک اسیواسطی آدمی غافل رہتا ہی اور اگر جان بہی جاتا ہے تو اوسکے علاج کی تلخی پر صبر مشکل ہے اس لیے کہ دوا اوسکی شہوات کی مخالفت ہی جسکو جان کندنی سمجہتا ہے اور اگر نفس مین صبر بہی پاتا ہے تو کوئی معالج حاذق نہین ملتا کہ اوسکا علاج کرے کیونکہ طبیب اس مرض کے علما ہین اور وہ خود اس مرض مین مبتلا ہین پس جب وہ اپنا ہی علاج نہین کرتے تو دوسرونکا کسطرح کرینگے

جو معالج تہا وہی اس فرد سی لاچار ہی
پھر دوا بیمار کی ہووے بہت دشوار ہی

اسی جہت سی مرض قلوب مرض لاعلاج ہو گیا ہی نہ اسکا علم لوگونمین رہا نہ اس مرض کو کوئی جانتا ہے لوگ حب دنیا پر جہک پڑے اور ایسے اعمال پر متوجہ ہوئی کہ ظاہر مین عبادت ہون اور باطن مین ریا و عادت یہانتک اصول امراض کی علامات ہوچکین اب علامات صحت کو بعد معالجہ کی سننا چاہیے وہ اسطرح ہے کہ جس بیماری کا علاج کرنا ہے اگر وہ بخل ہے جو موجب تباہی اور بعد عن اللہ ہوتا ہے تو اوسکا علاج مال کے دے ڈالنے اور خرچ کرنے سے ہوتا ہے مگر بذل مال اس درجہ پر کرے کہ مسرف نہو جاوے ورنہ ایک اور مرض مین مبتلا ہو جاویگا جیسی کوئی شخص سردی کا علاج گرمی سے اتنا کرے کہ حرارت بڑھ جاوے تو یہ بہی ایک مرض ہے بلکہ مقصود یہ ہی کہ اعتدال سردی اور گرمی مین ہو جاوے اسیطرح یہان بہی یہ مقصود ہے کہ فضول خرچی اور کم خرچی مین اعتدال ہو جاوے اور درجہ وسط جو دونون طرفونسے نہایت فاصلہ پر ہی حاصل ہو جاوے پس اگر یہ منظور ہو کہ درجہ وسط معلوم کرو تو اوسکا طریق یہ ہی کہ جو فعل کسی خلق کی باعث ہوتا ہے اوسکو دیکہنا چاہیے اگر وہ سہل اور شیرین معلوم ہو تو جان لینا چاہیے کہ یہی خلق نفس پر غالب ہے مثلاً اگر مال کا روکنا اور جمع کرنا آسان اور لذیذ معلوم ہو بہ نسبت مستحقین کے دینے کے تو جان لوکہ بخل کا غلبہ ہے اس صورت مین او دہش کی مواظبت زیادہ کرنی چاہیے اور اگر غیر مستحقون کو دینا آسان اور لذیذ معلوم ہوتا ہو بہ نسبت امساک واجبی کے تو اپنے اوپر فضول خرچی کا غلبہ سمجہو اور اس صورت مین امساک کی مواظبت کیطرف رجوع کرو اور اسیطرح نفس کے افعال کو دیکہکر اونکی سہولت اور اشکال سے عادت پر استدلال کرتے رہو یہانتک کے علاقہ دل مال کیطرف التفات سے منقطع ہو جاوے اور بذل اور امساک دونون کی طرف رجوع نکرے بلکہ مال کا حال پانی کا سا ہو جاوے کہ اگر امساک بہی ہو تو کسی محتاج کی حاجت کے لیے ہو اور بذل بہی ہو تو ایسا ہی کچہہ ہو مگر ان دونون کو ایک دوسری پر غلبہ نرہے پس جو قلب اسیطرح کا ہو جاوے گا وہ اس مقام خاص سے سالم رہیگا اور تمام اخلاق سے سالم ہونا ضروری ہی یہانتک کہ متعلقات دنیا مین سے کسی چیز کا علاقہ نرہے اور یہانسے نکلکر اوٹھہ جاوے نہ خود دنیا کا التفات ہو نہ اوسکی لوازم کا شوق اسوقت پروردگار کے سامنے اطمینان کے ساتھہ

جاویگا کہ وہ اس سے راضی اور یہ اوس سے خوش اور بندگان مقرب یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی جماعت مین داخل ہوگا جو عمدہ رفیق ہین اور ازانجا کہ درجۂ اوسط دونون طرفون مین نہایت باریک بلکہ بال سے زیادہ پتلا اور تلوار سے زیادہ تیز ہے تو بالضرور جو اس صراط المستقیم پر دنیا مین قائم رہیگا وہ اسیطرح آخرت کی پل صراط پر گذریگا اور چونکہ آدمی کچھ نہ کچھ صراط مستقیم درجۂ اوسط سے دائین نہ ایک طرف کو جھک جاتا ہی اسی لیے اوسکا قلب متعلق اوسی جانب کے ہوتا جس طرف کہ جھکا ہے اور اسی لحاظ کچھ نہ کچھ عذاب اور گذر دوزخ ضرور ہوگا گو بجلی ہی کیطرح نکل جاوے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا یعنی وہ لوگ کہ صراط مستقیم سے اکثر قریب ہی بعید کمتر ہے اور اسی استقامت کی دشواری کی جہت سے ہر روز بندہ پر اثنا قرأت الحمد مین سترہ بار یہ دعا واجب ہوئی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ روایت ہی کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجکو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا اسکی وجہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اوسمین حکم خداوندی یون ہے کہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ اس سے معلوم ہوا کہ استقامت راہ راست پر نہایت دشوار ہے مگر بندہ کو چاہیے کہ اگر استقامت حقیقی میسر نہو تو اوس سے قریب ہی کے لیے کوشش کی جاوے غرض کہ جو شخص اپنی نجات چاہے تو بدون عمل صالح نہوگی اور اعمال صالح عمدہ اخلاق سے ہوتی ہین اسلیے ضرور ہے کہ آدمی اپنے صفات اور اخلاق کیطرف متوجہ ہو اور ایک ایک کا علاج ترتیب کرے خداوند کریم ہمکو توفیق نصیب فرماوے

ساتوان بیان اوس طریق کا جس سے انسان اپنے عیب پہچانے

جاننا چاہیے کہ جب خدا تعالیٰ کو کسی کے ساتھ بھلائی کرنی منظور ہوتی ہے اوسکی نظر کو خود اوسکے عیبون کیطرف پھیر دیتا ہے پس جسکی عقل تیز ہوتی ہے اوس پر اوسکے عیب پوشیدہ نہین رہتے اور عیب کے معلوم ہونیکے بعد علاج بھی ممکن ہے مگر افسوس کہ لوگ اپنے عیوب سے جاہل ہین دوسرونکے عیوب ذرا ذرا معلوم کرتے ہین لیکن اپنے بڑے عیب بھی نہین جانتے قطعہ

ای ہنرہا نہادہ بر کف دست	عیبہا را گرفتہ زیر بغل
تا چہ خواہی خریدن ای مغرور	روز درماندگی بسیم دغل

پس جو کوئی اپنے عیب جاننا چاہے اوسکے چار طور ہین اول یہ کہ جو مرشد کہ عیوب نفس جان سکتا ہو اور آفات پوشیدہ کو معلوم کر سکتا ہو اوسکے سامنے بیٹھے اور اپنے آپکو اوسکے حوالے کرے اور جو کچھ وہ بتلاوے اوسکی موجب عمل کرے یہ حال مرید کا مرشد کے ساتھ ہے کہ مرشد عیوب نفس اور علاج دونون

تبلا دیتا ہے مگر اسوقت مین ایسے شخص کا وجود کمیاب ہی دوسرے یہ کہ کسی ایسے دوست صادق
متدین عقیل سے کہے کہ میرے احوال و افعال کو تاکتے رہو اور جو کچھ میرے اخلاق و افعال ظاہری
و باطنی مین برا معلوم ہو اوس سے مجکو اطلاع کرو اکابر آئمہ دین اسیطرح کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ
عنہ فرماتے تھے کہ خدا کی رحمت ہو اوس شخص پر جو مجکو میرے عیب تبلا دے اور حضرت سلمان فارسی
سے اپنے عیب پوچھا کرتے جب حضرت سلمان آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسی
بات بھی میری تم تک پہونچی ہے جو تمہین بری معلوم ہوا اونہون نے عرض کیا کہ اس بات سے
مجکو معاف رکھیے آپ نے پھر اصرار سے پوچھا تو انہون نے کہا کہ مینے سنا ہے کہ آپ نے دسترخوان پر
دو سالن جمع کیے اور آپ کے پاس دو لباس ہین ایک رات کا ایک دن کا آپ نے فرمایا کہ انکے سوا کچھ
اور سنا ہے انہون نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ ان دونون سے تسلی رکھو انکی ایک سے بیجا اور حضرت حذیفہ
سے پوچھتے کہ آپ منافقین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہین یہ تبلاؤ کہ مجھ مین
تو کوئی نشان نفاق کا نہین پاتے سبحان اللہ باوجود اس جلالت شان اور علو مکان کے آپ
اپنے نفس کو اسقدر متہم کرتے تھے پس جو کوئی عقل زیادہ اور منصب عالی رکھتا ہوگا وہ عجب کمتر
کریگا اور سب سے زیادہ اپنے نفس پر تہمتیں باندھیگا اور اس زمانہ مین ایسا دوست ملنا دشوار ہے کہ منہ
دیکھے پر کا لحاظ برطرف کرکے عیب تبلاوے یا حسد کے باعث جتنا چاہیے اوس سے زیادہ نہ کہے آجکل کے
دوست حاسد اور خود غرض ہین کہ جو عیب نہین اوسکو بھی عیب جانین یا خوشامد کی مارے عیب چھپاوین
اسی جہت سے داود طائی نے لوگون سے کنارہ کر لیا تھا جب اونسے پوچھا کہ لوگون سے آپ کیون
نہیں ملتے اونہون نے کہا کہ مین ایسے لوگون سے ملکر کیا کرون جو میرے عیب پوشیدہ کرین غرض جنکو
ارباب دین کی آرزو یہی ہوتی تہی کہ دوسرے کے تبلانے سے اپنے عیبون پر متنبہ ہون لیکن اب زمانہ
ایسا ہو گیا ہے کہ جو کوئی نصیحت کی بات کہے اور تمکو ہمارے عیب تبلا دے وہ سب سے بڑھکر دشمن گنا جاتا
اور یہ علامت ضعف ایمان کی ہے کیونکہ اخلاق بد مثل سانپ اور بچھو کے ہین پس اگر کوئی تمکو
یون کہے کہ تمہارے کپڑے مین بچھو ہے تو اوسکا ممنون ہونا چاہیے اور خوش ہو کر اوسکی علیحدگی
اور قتل کرنے مین کوشش کرنی چاہیے حالانکہ بچھو کا زہر اگر پہونچے صرف ایک روز یا اوس سے بھی کم رہتا ہے
اور اخلاق بد کا وبال یہ خوف ہے کہ بعد موت بھی ہمیشہ کو ہزارون برس ہے تو جو کوئی انکا
حال ہمکو تبلاتا ہے اوس سے خوش نہین ہوتے اور اونکے دور کرنے مین مشغول نہین ہوتے بلکہ
اوسکے مقابلہ مین کوئی عیب نصیحت کنندہ کا کہنے لگتے ہین کہ تم مین بھی تو فلان عیب ہے اور آپ

عیب جوئی کی جہت سے اوسکی نصیحت کا فائدہ مہمل ہوجاتا ہے اور یہ امر کثرت ذنوب سے سختی دل کا نشان ہے اور اصل سب کی وہی ضعف ایمان ہم اللہ سے چاہتے ہین کہ ہمکو راہ راست دکھلاوے اور ہمارے عیبون پر ہمکو مطلع کرکے اوسکے علاج مین مصروف کردے اور اس بات کی توفیق عنایت کرے کہ جو کوئی ہمکو عیب بتلاوے اوسکے ممنون اور مشکور ہون تیسرا طور یہ ہے کہ اپنے عیب دشمنونکی زبانی معلوم کرے کہ وہ لوگ عیبوں ہی کی درپے رہتے ہین اور غالب یہ ہے کہ آدمی اس باب مین بہ نسبت دوستونکے دشمنان عیب جو سے زیادہ نفع حاصل کرسکتا ہے اس لیے کہ دوست خوشامد کی جہت سے عیب نہین ظاہر کرتے مگر آدمی کی پیدایش مین یہ بات ہے کہ دشمن کے قول کو جھوٹا اور مبنی بر حسد جانتے ہین لیکن اہل بصیرت دشمنونکے قول سے بھی فائدہ مند ہوتے ہین اس لیے کہ برائیان ضرور اونکی زبانون پر مذکور ہوتی ہین چوتھا طور یہ ہے کہ آدمیونسے ملکر جو بات اونمین بری دیکھے اپنے نفس کو اوسپر متنبہ کرے اس لیے کہ مومن ایک دوسرے کا آئینہ ہوتا ہے دوسرے کی عیب دیکھکر اپنے عیب معلوم کرلے اور جان لے کہ طبیعتین سب کی قریب قریب ہوتی ہین جو بات ایک مین ہوگی اوسکی اصل دوسرے مین بھی ہوگی یا اوس سے بڑھکر ہوگی اسطرح جو بات دوسرے سے بری معلوم ہو اوس بات کو اپنے نفس سے دور کرے اور یہ تادیب بہت عمدہ ہے اگر آدمی اسپر عمل کرین تو مرشد و مؤدب کی کچھہ حاجت نہو حضرت عیسی علیہ السلام سے لوگون نے پوچھا کہ آپکو ادب کس نے سکھلایا آپ نے فرمایا کہ مجھکو کسی نے ادب نہین سکھلایا جاہل کی جہالت مجھکو بری معلوم ہوئی اوس سے مین کنارہ کیا اور یہ طور اون لوگون کے لیے ہین جنکو ایسا اوستاد کامل میسر نہو جو عارف اور ذکی اور عیوب نفس سے واقف ہو اور شفقت سے دین کی نصیحت کرے اور اپنے نفس کی تہذیب سے فارغ ہوکر اللہ کے بندونکی تہذیب و تعلیم مین مشغول ہو ورنہ جسکو ایسا مرشد میسر آجاوے تو گویا طبیب ملگیا اوسکا پیچھا نچھوڑے وہ اس کا مرض کھو دیگا اور ہلاک سے بچادیگا

آٹھوان بیان دلائل نقلی ارباب بصیرت اور شواہد شریعت کا اس بات پر کہ امراض قلوب کا علاج شہوات کی چھوڑنے سے ہے اور یہ کہ مادہ ان امراض کا اتباع شہوات ہے

جاننا چاہیے کہ بیان مذکورہ بالا کو بنظر تامل اور اعتبار کے دیکھا جاوے تو آدمی کی بصیرت کامل ہوجاوے اور امراض قلوب مع اونکے علاج کے نور علم و یقین سے معلوم ہوجاوین لیکن اگر اس سے

عاجز ہو تو یہ ضرور چاہیے کہ اسکی تصدیق اور ایمان براہ تقلید حاصل ہو کیونکہ ایمان کا درجہ اول ہے
اور علم کا درجہ علم بعد ایمان کے حاصل ہوتا ہے اور اوسکا درجہ بھی ایمان کے اوپر ہے قال اللہ تعالیٰ یرفع
اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات پس جس شخص نے اس بات کی تصدیق کی کہ شہوت
کی مخالفت موصل الی اللہ ہے اور اسکا سبب در پردہ نہیں جانا تو وہ ایمان والوں میں ہے اور جو
سبب اور پردہ پر بھی وقوف ہو گیا تو علم والوں میں ہو گیا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ اور اس بات پر ایمان لانا
قرآن حدیث و اقوال علما سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونہی النفس عن الہویٰ فان الجنۃ ہی المأویٰ
اور فرمایا اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ اسکی تفسیر یونہی ہے کہ اونکے دلوں سے محبت
شہوات نکال لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المؤمن بین خمس شدائد مؤمن یحسدہ ومنافق
یبغضہ وکافر یقاتلہ وشیطان یضلہ ونفس تنازعہ یہ بیان فرمایا کہ آدمی کا نفس تنازع کنندہ اور اوس سے
مجاہدہ واجب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ
اے داؤد اپنے اصحاب کو شہوات کی کہانے سے ڈرا اور بچا کیونکہ جن قلوب کی عقلیں شہوات
دنیا ویسے متعلق ہیں وہ مجھسے محجوب ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خوشحال
اوس شخص کا جسنے حال کی شہوت کو بن دیکھی موعود کے لیے چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اون لوگوں کو فرمایا جو جہاد سے پھر کر آئے تھے مرحبا بکم قدمتم من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر
لوگوں نے پوچھا کہ جہاد اکبر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا جہاد النفس اور فرمایا المجاہد من جاہد نفسہ فی
طاعۃ اللہ عز وجل اور فرمایا کف اذاک عن نفسک ولا تتابع ہواہا فی معصیۃ اللہ تعالیٰ اذًا تخاصمک
یوم القیامۃ فیلعن بعضک بعضًا الا ان یغفر اللہ تعالیٰ ویستر اور حضرت سفیان ثوری رح
فرماتے ہیں کہ نفس سے سخت تر علاج میں کسی چیز کا نہیں دیکھا کبھی تو میرے مفید ہوتا ہے اور کبھی
مضر اور ابو العباس موصلی اپنے نفس سے کہتے کہ نہ تو شہزادوں کے ساتھ دنیا کا مزا پاتا ہے نہ آخرت کی
طلب میں عابدوں کے ساتھ محنت اٹھاتا ہے کیا مجھکو دوزخ اور جنت کے بیچ میں قید کریگا شرم نہیں کرتا
اور حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ نفس سے زیادہ سرکش گہوڑے کو بھی سخت لگام کی حاجت نہیں
اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں کہ نفس کے ساتھ ریاضت کی تلواروں سے لڑنا چاہیے اور ریاضت
چار طرح پر ہے تہوڑا کہانا تہوڑا سونا بقدر حاجت بولنا اور سب لوگوں کی ایذا کو سہنا تہوڑے
کہانے سے شہوت مرجاتی ہے اور تہوڑے سونے سے نیت صاف ہوتی ہے اور کم بولنے سے آفتوں سے
سلامت رہتا ہے اور ایذا کی برداشت سے اقصے مراتب کو پہونچتا ہے اور بندہ پر حلم اور برداشت جنا کے

برابر کوئی چیز سخت نہین ہیں جب نفس مین ہی ارادہ شہوات کا اٹھے یا تیزی کلام بیہودہ کی اوس سے جوش مارے اوسیوقت چاہیے کہ شمشیر قلت طعام غلاف کمخوابی سے برہنہ کرو اور خاموشی کا تازیانہ اوسپر جڑے یہانتک کہ ظلم اور انتقام سے باز آوے اور ہمیشہ کو اوسکے وبال سے چھوٹے اور کدورت شہوات سے اوسکو پاک وصاف کرے تب کہین اوسکی آفتونسے چھٹی ملے اسوقت نورانی اور روحانی ہلکا پہلکا ہوجاویگا اور میدان خیرات مین دوڑتا پھریگا اور طاعت کے رستون مین سرپٹ گھوڑے کی طرح جولانیان کریگا اور ایسا ہوجائیگا جیسے بادشاہ چمن مین سیر کرتا ہی اور یہی اونھون نے ہی فرمایا ہی کہ انسان کے دشمن تین ہین دنیا اور شیطان اور نفس تو دنیا سے تو زہد کرنے سے بچنا چاہیے اور شیطان سے اوسکی مخالفت کرنے سے اور نفس سے ترک شہوات سی اور بعض حکما کا قول ہے کہ جس شخص پر نفس غالب ہوجاتا ہی وہ اوسکی چاہ کی چاہ مین قید ہوجاتا ہی اور بیڑیان اور طوق پڑجاتا ہے باگ اوسکے قبضہ مین ہوجاتی ہے جدہر چاہتا ہے لیے پہرتا ہی قلب کو فوائد سے مانع ہوتا ہے اور امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہین کہ اسپر علما وحکما کا اتفاق ہے کہ عیش دائمی بے عیش چھوڑے نہین ملتا اور ابو یحیی وراق فرماتے ہین کہ جس نے اعضا کی خوشی شہوات کے ارتکاب سے کی اوسنے مزرعۂ دلمین تخم ندامت بویا اور وہب بن الورد فرماتے ہین کہ روٹی سے زیادہ اگر ہو تو خواہش نفس مین داخل ہی اور یہ بہی اونکا قول ہے کہ جو کوئی شہوات دنیا سے محبت کرتا ہی چاہیے کہ ذلت کیواسطی تیار رہے اور روایت ہی کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اوسوقت مین کہ آپ مالک مصر ہوگئے تھے عرض کیا اے یوسف حرص اور شہوت نے بادشاہونکو غلام کردیا اور صبر وتقوی نے غلامون کو بادشاہ بنا دیا آپ نے فرمایا کہ یہ تو خدا ہی نے کہا ہے اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ ایک دفعہ رات کو مین جاگا اور نماز پر کھڑا ہوا مجھے وہ لذت نہ ملی جو ہمیشہ ہوتی تھی تو ارادہ کیا کہ سو رہون یہ بہی نہ ہوسکا پھر بیٹھنا چاہا تو وہ بہی ممکن نہ ہوا آخر مکان سے نکلا تو دیکھا کہ ایک آدمی کمل مین لپٹا ہوا راستہ مین لیٹا ہی جب اوسنے میری آہٹ سنی تو کہا کہ ای ابو القاسم اسوقت ذرا میرے پاس آنا مین نے کہا کہ میان صاحب پہلے سی تو آپ نے اطلاع نہین فرمائی اوس نے کہا کہ ٹھیک ہی مینے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ تمہارے دل کو میرے لیے حرکت دے مینے کہا کہ یہ تو اللہ تعالے نے کیا اب آپ فرمائین کیا مطلب ہے اوسنے کہا کہ نفس کا درد کسوقت اوسکا علاج ہوتا ہی مینے جواب دیا کہ جب آدمی خواہش نفس کے خلاف کرتا ہی تو اوسکو تکلیف ہوتی ہے مگر یہی اوسکا علاج اور دوا ہی پس وہ شخص اپنی نفس کیطرف متوجہ ہوکر

کہنے لگا کہ سن میری تجگو سات بار یہی جواب دیا تھا تو نے نہ مانا اور کہا کہ جنید سے سنونگا اب سن لیا پہر وہ شخص چلدیا اور میرے نہ پہچانا اور یزید رقاشی فرمایا کرتے کہ یارو ٹہنڈا پانی مجکو دنیا مین ندو ایسا نہو کہ آخرت مین اوس سے محروم رہون اور ایک شخص نے عمر بن عبد العزیز سے پوچھا کہ مین کسوقت کلام کیا کرون آپ نے فرمایا کہ جب نفس خاموشی چاہے اوسنے پوچھا کہ چپ کسوقت ہون فرمایا کہ جب وہ بولنا چاہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جسکو شوق جنت کا ہے وہ دنیا مین شہوات سے الگ ہے اور حضرت مالک بن دینار بازار مین پہرتے جب کوئی چیز اونکے جی چاہتی دیکہتے تو نفس سے کہتے کہ صبر کرنا چاہیے بخدا کہ مین جو تجکو منع کرتا ہون صرف تجکو اپنے نزدیک بڑا سمجہکر روکتا ہون ان سب روایتون سے معلوم ہوا کہ علما اور حکما کا اسپر اتفاق ہے کہ سعادت اخروی کا طریق سوای روکنے نفس کے ہوای نفسانی سے اور مخالفت شہوات کے اور کوئی نہین تو اسپر ایمان واجب ہی اور علم تفصیل اس امر کا کہ شہوات سے کون شی ترک کرنی چاہیے اور کونسی نہین اوس بیان سے معلوم ہوتا ہی جو ہم اوپر لکہہ چکے ہین اور اصل ریاضت اسکا مام ہے کہ جو چیز قبر مین نجائے اوس سے نفس کو بقدر ضرورت بہرہ مند کرے یعنے کہانا اور لباس اور نکاح اور مسکن اور جو چیزین کہ ضروری ہون اونسے بقدر حاجت و ضرورت مفید ہو اگر اسقدر سے کچہہ بہی زیادتی کریگا تو اوسیقدر کے ساتہہ انس و الفت ہوگی جب مریگا تو اسی جہت سے تمنا دنیا مین پہر آنیکی باقی رہیگی اور دنیا مین آنیکی تمنا اوسیکو ہوگی جسکو آخرت سے بہرہ نہو اور اس سے نجات کیصورت یہی ہے کہ قلب خدا کی معرفت اور محبت اور فکر مین مشغول رہے اور اوسیکا ہو رہی اور دنیا سے اوسقدر پر قناعت کرے جو فکر اور ذکر کے مانع نہو اور یہ باتین سب اوسکی عنایت سے میسر ہوتی ہین پس جو کوئی اس ریاضت حقیقی تک پہونچ سکے اوسکے قریب پہونچنے کا قصد کرے اس باب مین لوگ چار طرح پر ہین ایک وہ شخص کہ اوسکا قلب ذکر الٰہی مین مستغرق ہی اور دنیا کیطرف سوای ضرورت معیشت کے التفات ہی نہین کرتا ایسا شخص صدیقین مین سے ہے مگر یہ رتبہ بہت دنونکی ریاضت اور مدت تک ترک شہوات کی بعد ملتا ہی ع

	این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند		عمرے باید کہ یار آید بکنار	

دوسرا وہ شخص ہے کہ دنیا مین اوسکا دل ڈوبا ہوا ہے اور اللہ تعالے کا ذکر صرف بطور حدیث نفس کے آجاتا ہے یعنے صرف زبانسے ذکر کرتا ہے نہ دل سے تو ایسا شخص ہالکین مین سے ہے تیسرا وہ شخص ہے کہ دنیا اور دین مین دونومین مشغول ہے لیکن قلب پر دین غالب ہی تو ایسا شخص

آگ مین تو ضرور جائیگا مگر جسقدر دلپر غلبہ ذکر الٰہی ہوگا اوسیقدر جلد نجات پاویگا جو تہا وہ شخص ہی
کہ دونون مین مشغول ہے مگر دنیا کا غلبہ دلپر ہے تو یہ شخص دوزخ مین زیادہ رہیگا لیکن اوسمین سے
بیشک نکلے گا کیونکہ اگرچہ دنیا اوسکے دلپر غالب تہی مگر خدا کا ذکر بہی تہ دل سے کرتا تہا اوسکی تو بہی
نجات حاصل ہوگی الٰہی ہمکو ذلت و رسوائی سے بچانا

نفس و شیطان زد کرہ کار راہ ما	رحمتت باد اشفاعت خواہ ما

بعضے لوگ یہ کہتے ہین کہ اشیاء مباح سے لذت لینی مباح ہے تو اس سے خدا کی دوری کیسے ہوگی
مگر یہ اونکا خیال خام ہے بلکہ اصل حقیقت یہی ہے کہ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ دوستی دنیا کی
ہر ایک گناہ کی جڑ ہے اور ہر ایک حسنہ کو حبط کرتی ہے اور مباح شے جو ضرورت سی زیادہ ہو وہ بیشک
دنیا ہی ہے اور دوری کا سبب ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر ذم دنیا کے باب مین آویگا ابراہیم خواص
کہتے ہین کہ مین ایکدفعہ پہاڑ لکام پر تہا مجکو انار نظر پڑے اور دل چاہا ایک توڑکر جو چیرا تو کہٹا پایا
اوسے ڈالکر چلدیا راہ مین ایک شخص پڑا ہوا تہا اور اوسپر بہڑین جمع تہین مینے اوس سے کہا
السلام علیک اوسنے کہا وعلیک السلام یا ابراہیم مینے پوچہا کہ تمنے مجہے کیسے پہچانا اوسنے کہا
کہ جو خدا کو پہچانتا ہے اوسپر کوئی چیز مخفی نہین رہتی مینے کہا کہ آپ تو رسیدہ ہین خدا سے دعا کیون
نہین مانگتے کہ ان بہڑون سے تمکو بچا دے اوسنے جواب دیا کہ آپ بہی تو رسیدہ ہین دعا کیون نہین
کرتے کہ انار کی خواہش سے تمہارے دلکو بچا دے بہڑون کا رنج تو دنیا ہی تک ہے شہوت کا دُکہہ تو
آخرت تک رہیگا مین چپ ہو کر چلا گیا اور سری رح فرماتے ہین کہ چالیس برس سے میرا نفس یہ چاہتا ہے
کہ روٹی چہوہارے کے شیرہ مین ترکرکے کہاؤن مگر مینے نہ کہلائی اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح
قلب طریق آخرت کی سلوک کے لیے نہین ہوتی جب تک کہ نفس کو شہوات سے اور مباح چیزون کی
لذت سے روکا نجاوے اسلیے کہ مباحات کی لذت سے محظورات مین پڑجاتا ہے مثلاً اگر کوئی چاہے کہ زبان
سے غیبت اور فضول بات نہ نکلے تو اوسکو چاہیے کہ بجز ذکر الٰہی یا ضروریات دین کے اور کوئی کلمہ بالکل نہ نکالے
اور سکوت اختیار کرے یہانتک کہ شہوت کلام فنا ہوجاوے پہر جو کلام نکلے گا وہ حق ہوگا اور سکوت و کلام
دونون عبادت ہونگی اور جب آنکہہ مین یہ عادت ہو کہ ہر ایک اچہی چیز کیطرف پڑتی ہے تو حرام
چیزون پر بہی پڑیگی اور علی ہذا القیاس اور شہوات کو خیال کرو کیونکہ حلال اور حرام دونون کی
شہوت تو ایک ہی ہے اور بندہ کو حکم ہے کہ حرام سے شہوت کو روکے پس اگر مقدار حاجت پر کفایت
کا عادی نہوگا تو شہوت کا غلبہ ہو جاویگا اور یہ ادنیٰ آفت مباحات کی ہے اسکے سوا اور بڑی آفتین ہین

وہ یہ ہے کہ لذت دنیا پاکر نفس خوش ہوتا ہے اور اوسکیطرف میل اور اطمینان کرتا ہے اور اترا
پھولا نہیں سماتا اور ایسا ہو جاتا ہے جیسا کوئی مستی لا کہ کبھی ہوش میں نہیں آتا اور یہ خوشی
اوسکے حق میں زہر قاتل ہے کہ رگ و ریشہ میں پھیل جاتی ہے اور دل سے خوف اور ذکر موت
اور اہوال قیامت کو یکلخت اڑا دیتی ہے اسی کا نام موت قلب ہے قرآن مجید میں اکثر جا مذمت
دنیا کی اور اوسپر خوش ہونیکی موجود ہے جیسا کہ ارشاد ہوا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا
اور فرمایا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ اور فرمایا اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ
وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ خدا تعالی ان آفات سے بچاوے علاوہ اونکے
جو لوگ ارباب قلوب میں محتاط ہیں اونہوں نے امتحان کیا ہے تو دنیاوی خوشی کی حالت میں دلکو
سخت اور سرکش اور ذکر الہی سے کم متاثر پایا اور غم کی حالت میں نرم اور صاف اور متاثر معلوم
کیا اس سے جان لیا کہ نجات آدمی کی اسی میں ہے کہ مدام غمگین رہے اور اسباب خوشی اور طغیان سے
کوسوں دور اسی لیے اپنے نفسونکو اس بات کی عادت ڈالی کہ شہوات خواہ حلال ہوں یا حرام
سب پر صبر کرے اور جتنے اوسکے معاون اور ٹھکانے تھے اوسکو سب سے علیحدہ کر دیا اور یہ بھی جان لیا
کہ حلال شہوت میں بھی حساب ہونا ہے جو ایک قسم کا عذاب ہے اس لیے کہ جس سے مناقشہ حساب
کا ہوگا عرصات قیامت میں کیسی تکلیف اوٹھاویگا ان باتونکے لحاظ سے اونہوں نے اپنے نفسونکو
اس تکلیف سے بچایا اور شہوات کی غلامی اور قید سے چھوٹ کر دونوں جہانکی آزادی اور بادشاہت
لی اور خدا تعالی کے ذکر و طاعت سے شغل و انس حاصل کیا اور اپنے نفسوں سے وہ معاملہ کیا جو باز سے
تادیب کے وقت کیا جاتا ہے یعنے اولاً باز کو اندھیرے مکان میں رکھتے ہیں اور اوسکی آنکھیں سید دیتے ہیں
تاکہ ہوا میں اڑنا اور چھوٹا رہنا جسکا پہلے سے عادی تھا وہ موقوف ہو جاوے بعد اوسکے اوسکو
گوشت پر لگاتے ہیں تاکہ اپنے مالک کو پہچان لے اور جب اوسکی آواز سنے اوسکے پاس پھر آوے
اسیطرح نفس بھی اپنے رب سے مانوس نہیں ہوتا اور نہ اوسکے ذکر سے الفت کرتا ہے لیکن اول اس کی
عادتیں خلوت اور عزلت سے چھڑائی جاتی ہیں اور کان اور آنکھ کو اونکے مالوف چیزونسے حفاظت
کیجاتی ہے پھر ذکر و ثنا کی عادت ڈالی جاتی ہے یہانتک کہ اوسکو اسی سے انس ہو جاوے اور انس
دنیاوی مع تمام شہوات نسیاً منسیاً ہو جاوے اور یہ امر مرید کو اول میں گران گذرتا ہے مگر انجام میں
بھاٹ ٹہر جاتی ہے جیسے شیرخوار لڑکے کا دودہ چھڑاوین تو کیسا روتا ہے کیونکہ دم بھر بھی اوسکے
دودہ رہنے کی عادت نہ تھی اب دفعتہ روک دیا گیا اسی لیے بہت روتا ہے اور عوض دودہ کے

جو کہانا اوسکے سامنے لاتے ہین اوس سے بہی نفرت کرتا ہی مگر جب سر پیسے دودہ نہین ملتا تب بیچ
بعد چندی غلبہ بہوکہ مین تکلیف کچہ کہانے لگتا ہی یہانتک کہ پہر کہانا ہی اچہا معلوم ہونے لگتا ہی
دودہ کا نام بہی نہین لیتا بلکہ اوسکو برا جانتا ہے اسیطرح بچہیرا اول اول لگام اور زین اور سواری
سے بہاگتا ہے لیکن بزبردستی اوس سے یہ کام لیاجاتا ہی اور چہوٹنے رہنے کی عادت چہڑانے کو اگاڑی
بچہاڑی لگائی جاتی ہے مگر رفتہ رفتہ ایسا مودب ہوجاتا ہے کہ جس جگہ سوار چہوڑ دی وہان سی
نہین ہلتا گو بندہا نہوا نہین چیزونکی تادیب کیطرح نفس کی تادیب بہی ہوتی ہے اور اوسکو ادب
اسطور دیتے ہین کہ لذائذ دنیاوی کے دیکہنے اور اونسے انس اور خوشی حاصل کرنے سے روک دیتے ہین
بلکہ جتنی چیزین کہ موت کی بعد اس سے چہوٹ جاتی ہین سب کا انس چہڑا دیتے ہین اور یون سمجہاتی
رہتے ہین کہ جس چیز کے ساتہہ چاہے محبت کر انجام کو چہوڑنی پڑیگی جب اوسکو یقین ہوجاتا ہی
کہ جو شخص کسی چیز کی طرف دل لگاویگا بیشک درد فراق مین مبتلا ہوگا اور جدا ہونا ضروری ہی تو
اس نصیحت سی ایسی چیز کی محبت کرتا ہے جس سے کبہی جدا نہو یعنی ذکر الٰہی کہ قبر مین بہی ساتہہ رہیگا
جدا نہوگا اور اس بات کے واسطے چندروز صبر کرنا پڑتا ہی یعنے مدت حیات تک جو بہ نسبت حیات
آخرت کی بہت ذراسی ہے دیکہو عاقل آدمی اس بات پر راضی ہوتے ہین کہ چندی سفر کرکے
کوئی کام یا پیشہ ایک آدہ مہینے مین ایسا سیکہہ لین جس سے ایک برس خواہ عمر بہر کو چین ہوجاوے
پس اگر حساب کرو تو مدت زندگی بہ نسبت ابد الآباد کے اتنی بہی نہین ہے جتنی مدت ایک
مہینے کی ہے بہ نسبت ایام زندگی کے تو اتنے دنونکا صبر اور مجاہدہ اوس خوشی دائمی کے لیے
بہت ضرور ہے اور طریق مجاہدہ اور ریاضت کا باعتبار احوال ہر ایک انسان کے مختلف ہے
مگر کلیہ یہ ہی کہ اسباب دنیا مین سے جس شخص کو جس سے خوشی ہوتی ہو اوسکو ترک کر دے مثلاً
جو لوگ مال اور جاہ سے خوش ہوتے ہون یا اپنے وعظ کی تاثیر سے خوش ہوتے ہون یا ریاست
وحکومت کی عزت سے یا کثرت تلامذہ سے خوش ہوتے ہون تو انکو چاہیے کہ اول ان چیزونکو
دلسے بہلادین پہر اسکے بعد اگر کوئی چیز ان چیزونمین اونسے روکدی جاوے اور کہا جاوے کہ
تمکو اسکے نملنے سے کچہہ آخرت کا ثواب کم نہین ہوگا اور وہ اس سے ناراض ہون اور رنج اٹہاوین
تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اون لوگون مین سے ہین کہ رَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا
اور یہ اونکے حق مین زہر ہے جب اسباب فرح کو چہوڑ دے تو لوگونسے الگ ہوکر اپنی دلکا نگران رہے
یہانتک کہ بجز ذکر اور فکر الٰہی کے اور کسی چیز مین مشغول نہو اور جو کچہہ نفس مین وسوسہ یا شہوت

ظاہر ہوا اوسکو تا کہ اوسے صبح کچھ پیدا ہو پورا اوسکی جڑ اڑا دے یعنی ظہور وسوسہ کے لیے کوئی سبب ضرورت نہیں اوسکا استیصال اس صفت کے قطع کرنے سے ہوگا اور اسیطرح عمر بھر کرتے رہے اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ نفس کی انتہا موت ہے

نوان بیان بیچ علامات حسن خلق کا

جاننا چاہیے کہ آدمی کو اپنے عیوب کی خبر نہیں ہوتی ہیں جب ذرا سا مجاہدہ کر کے بڑے بڑے گناہ چھوڑ دیتا ہے تو جانے لگتا ہے کہ اب میں مہذب ہو گیا اور مجھ میں حسن خلق آگیا اب مجاہدہ کی ضرورت نہیں اس لیے ضرور ہوا کہ علامات حسن خلق بتلا دیے جاوین کیونکہ حسن خلق عین ایمان ہے اور سوء خلق عین نفاق اور کتاب مجید میں خداوند کریم نے صفات مومنین اور منافقین کے بیان کر دیے ہیں اور وہ سب نتیجہ حسن خلق اور سوء خلق کے ہین کچھ ہم بیان کرتے ہین تا کہ مشتاق حسن خلق کی معلوم ہو جاوے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ آخر أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ تک اور فرمایا التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ تک اور فرمایا وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ آخر سورہ تک پس جس کسیکو اپنی حالمین کچھ شک پڑے تو ان آیتوں کے مطابق اپنے آپ کو دیکھے اگر سب باتین اوسمین امین کے مطابق ہون تو حسن خلق حاصل ہوا اور اگر کوئی مطابق نہین تو سوء خلق کی علامت ہے اور اگر تھوڑی باتین مطابق ہین اور تھوڑی نہین تو اوسی قدر نقصان ہے ایسی صورت مین جو بات حاصل ہو گئی ہو اوسکی حفاظت کرے اور دوسری بات کی تلاش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کو بہت صفات سے ذکر فرمایا اور اون سب سے اشارہ محاسن اخلاق کیطرف فرمایا ہے تسلایہ ارشاد کیا اَلْمُؤْمِنُ يُحِبُّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ اور فرمایا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ اور ایک روایت مین فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ ہے اور ایک مین فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ صفات مومنین کی حسن خلق ہی ہین چنانچہ ارشاد فرمایا أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ أَخْلَاقًا اور فرمایا إِذَا رَأَيْتُمُ الْمُؤْمِنَ صَمُوتًا وَقُورًا فَادْنُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلَقَّنُ الْحِكْمَةَ اور فرمایا مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ اور فرمایا لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى أَخِيهِ بِنَظْرَةٍ تُؤْذِيهِ اور فرمایا لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا اور فرمایا إِنَّمَا يَتَجَالَسُ الْمُتَجَالِسَانِ بِأَمَانَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَحِلُّ لِأَحَدِهِمَا أَنْ يُفْشِيَ عَلَى أَخِيهِ مَا يَكْرَهُ اور بعض لوگون نے سب علامات حسن خلق کو جمع کر دیا ہے اور فرمایا کہ حسن خلق وہ آدمی ہے کہ کثیر الحیا کثیر الصلاح

اور جاننا چاہئے کہ مومن فکر و عبرت مین مشغول رہتا ہی اور منافق حرص و امل مین مومن
سوا خدا کے کسی سے توقع نہین رکہتا ہے اور منافق بجز اللہ تعالے کے سب سے متوقع رہتا ہی مومن
سوا خدا کے سب سے مامون رہتا ہی اور منافق سوا خدا کے سب سے خائف مومن مال دیتا ہے
دین نہین دیتا اور منافق دین دیتا ہے مال نہین دیتا مومن حسنات کرکے روتا ہی اور منافق
گناہ کرکے ہنستا ہے مومن کو خلوت اور تنہائی اچہی معلوم ہوتی ہے اور منافق کو جماعت اور مجمع
اچہا لگتا ہے مومن کہیتی کرتا ہی اور اوسکے بگڑنے سے ڈرتا ہے اور منافق بیخ کنی کرتا ہے اور توقع
خرمن کی رکہتا ہے مومن امر و نہی سیاست کی کرکے اصلاح کرتا ہی اور منافق امر و نہی فساد کی
کرکے فساد کرتا ہی اور حسن خلق کا اول امتحان ایذا پر صبر کرنے سے ہوتا ہی پس جو کوئی دوسرے کی
بدخلقی کی شکایت کرے اوسکی بدخلقی کی دلیل ہے کیونکہ حسن خلق ایذا و جفا کی برداشت کا نام
ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر نجرانی موٹے کنارے کی اوڑہکر
تشریف لیے جاتے تہے اور آپکے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تہے ایک اعرابی رستہ مین ملا اور
چادر پکڑکے اس زور سے کہینچا کہ چادر کا کنارہ آپکی گردن مبارک مین گہس گیا اور کہا کہ اے محمد صلعم
تمہارے پاس جو خدا کا مال ہے اوسمین سے مجہے بہی دو آپ نے اوسکی طرف دیکہا اور ہنسکر اوسکو کچہہ
دلوا دیا اور جب قریش نے ایذا و ضرب آپ پر بہت روا رکہی تو فرمایا اللہم اغفر لقومی فانہم
لا یعلمون اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ کلام آپ نے احد کی لڑائی مین فرمایا تہا بہر صورت ازین
بات تو اللہ تعالے نے آپکی شان مین فرمایا انک لعلی خلق عظیم ○ اور روایت ہی کہ ایک
روز ابراہیم ادہم کسی جنگل مین جاتے تہے ایک سپاہی ملا اوسنے کہا کہ تو بندہ ہی آپ نے فرمایا کہ ہان
اوسنے پوچہا کہ بستی کدہر ہی آپ نے قبرستان کیطرف اشارہ کردیا اوسنے کہا کہ مین آبادی پوچہتا ہون
آپ نے فرمایا کہ قبرستان ہی آبادی ہے اس سے سپاہی کو غصہ آیا سر پر ایسا کوڑا مارا کہ سر پہٹ گیا
اور اونکو شہر مین پکڑ لایا جب دوست آشنا آئے اور حال پوچہا تو سپاہی نے ماجرا بیان کیا اونہون نے کہا

کہ یہ ابراہیم بن ادہم ہین سپاہی گھوڑے سے اتر پڑا اور آپ کے ہاتھ پاؤن چومنے لگا اور عذر کرنے لگا
بعد اسکے لوگون نے انسے کہا کہ آپ نے کیون فرمایا تھا کہ مین بندہ ہون آپ نے فرمایا کہ اوسنے مجھسے
یون نہین پوچھا کہ تو کس شخص کا بندہ ہی بلکہ یون پوچھا کہ تو بندہ ہی چونکہ مین بندۂ خدا تھا اسوسطے
کہدیا کہ بندہ ہون جب اوسنے مجھے مارا تو مینے اوسکے لیے دعا جنت کی مانگی لوگون نے پوچھا اوسنے تو
آپ پر ظلم کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھکو یقین تھا کہ اس مصیبت پر مجھکو ثواب ملیگا تو مینے یہ اچھا نجانا کہ اوسکی باعث
مجھکو ثواب ملے اور میری طرف سے اوسکو عذاب ہو ابو عثمان حیری کو کسی شخص نے بنظر امتحان دعوت
کے بہانے بلایا جب آپ اوسکے گھر گئے تو کہا کہ اسوقت تو مجھسے کچھ بن نہین سکا آپ وہان سے پہر آئے
جب بہت دور نکل آئے پہر وہ شخص آیا اور کہا کہ جو اسوقت موجود ہی اوسی پر قناعت کیجیے جب دروازہ
پہونچے تو جیسا پہلے کہا تہا ویسا کہا پہر آپ لوٹ گئے اسیطرح کئی بار بلایا اور پہر لوٹا دیا مگر آپ ذرا رنجیدہ
ہوئے پہر تو وہ شخص پاؤن پر گر پڑا اور کہا کہ مین آپکو آزمانا چاہتا تہا سبحان اللہ کیا خلق ہے آپ نے فرمایا
کہ جو بات تو نے میری دیکہی وہ تو صفت کتے کی ہے کہ جب بلاؤ چلا آوے اور جہکاؤ تو ہٹ جاوے
اور یہ بہی انہین کا ذکر ہے کہ کسی روز سوار ہوکر ایک کوچہ مین گذر کرتے تہے کسی نے اوپر راکہ پہینک
دی آپ اتر پڑے اور سجدہ شکر ادا کیا اور کپڑون پر سے راکہ جہاڑ دی اور کچہہ نہ کہا لوگون نے کہا کہ آپ
نے راکہ ڈالنیوالے کو جہڑکا نہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص مستحق آگ کا تہا اوس پر راکہ پڑی تو اسکو غصہ کرنا مناسب
نہین اور روایت ہے کہ حضرت علی بن موسی رضا رض کا رنگ سانولا تہا اس سبب سے کہ آپکی والدہ
حبشن تہین نیشاپور مین آپکے دروازہ پر ایک حمام تہا جب آپ حمام مین جایا چاہتے تہے تو حمامی
آپکے لیے حمام خالی کر دیا کرتا تہا ایک روز جو آپ حمام مین تشریف لے گئے وہ دروازہ بہیڑ کر کسی
کام کو چلا گیا اتنے مین ایک شخص رستاقی آیا اور حمام کا دروازہ کہولکر اندر گہسا اور کپڑے اتار کر
حمام مین گیا آپ کو دیکہکر یہ جانا کہ حمام کا کوئی خادم ہے آپ سے کہا کہ اٹھکر میرے لیے پانی لا آپ نے
اوسکا کہنا کیا اور جو جو کہتا گیا کرتے گئے جب حمامی پہر کر آیا اور رستاقی کے کپڑے دیکہے اور اوسکی
گفتگو آپ کے ساتہہ سنی ڈر کر بہاگ گیا جب آپ حمام سے نکلے تو حمامی کو پوچہا لوگون نے کہا کہ وہ خوف کے مارے
بہاگ گیا آپ نے فرمایا کہ اوسکو بہاگنا کیا ضرور تہا قصور اوسکا ہے جسنے اپنا نطفہ حبشن کے حوالے کیا
اور ابو عبد اللہ خیاط کے حال مین لکہا ہے کہ آپ دوکان پر بیٹہتے اور کپڑا سیتے ایک مجوسی آپسے
دشمنی رکہتا تہا اپنا کپڑا سلواتا اور کہوٹے درم مزدوری مین دیتا آپ اونکو لیکر واپس کرتے
اور نہ اوسکو خبر کرتے ایک روز جو وہ مزدوری دینے آیا تو آپ کو نہ پایا آپکا شاگرد بیٹہا تہا اوسکو

اجرت دیکر اپنا کپڑا اوٹھا تا کہ اوسنے کہو تا دام دیکر پہیر اجب ابو عبد اللہ آئے تو اوسنے حال
آپ نے فرمایا کہ تو نے برا کیا یہ مجوسی ایک برس سے یہی معاملہ کرتا ہے اور میں چپ چاپ اجرت لیکر
کنوئیں میں ڈالدیتا ہوں تا کہ کسی مسلمان کو وہ کھوٹا نہ دیوے اور یوسف بن اسباط رح فرماتے ہیں
کہ حسن خلق کی علامت دس باتیں ہیں قلت خلاف حسن انصاف انتقام نہ لینا گناہ ہونیکا برا جاننا
عذر کرنا ایذا سہنا نفس کو ملامت کرتے رہنا دوسرونکی عیوب سے قطع نظر کرکے اپنے عیوب کو دیکھنا
چھوٹے بڑے سے بکشادہ پیشانی پیش آنا اپنے سے ادنے اور اعلے کے ساتھہ نرمی سے بولنا کسی شخص نے
سہل تستری رح سے پوچھا کہ حسن خلق کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ادنے یہ ہے کہ انتقام نہ لے اور ایذا کو سہے
اور ظالم پر رحم کرکے اوسکے لیے دعاء مغفرت مانگے اور احنف بن قیس سے پوچھا کہ آپ نے حلم کس سے
سیکھا کہا کہ قیس بن عاصم سے لوگون نے کہا کہ اونکے حلم کا کیا حال ہے آپ نے کہا کہ ایک روز وہ اپنے
گھر میں بیٹھے تھے اونکی لونڈی ایک سیخچہ جسپر کباب چڑھے تھے لیکر آئی اوس کے ہاتھ سے چھوٹکر
اونکے ایک لڑکے صغیر سن پر گرا کہ اوسکے صدمہ سے وہ لڑکا مرگیا وہ لونڈی ڈری آپ نے فرمایا کہ کچھ
خوف نکر میں نے تجھے للہ آزاد کیا اور حضرت اویس قرنی رح کا حال لکھا ہے کہ جب آپ کو لڑکے دیکھتے
تو پتھر مارتے تھے آپ اونسے کہتے کہ بھائیو اگر مارنا ضرور ہی ہے تو چھوٹے پتھر مارو کہ میرے پاؤنمیں سے
خون نہ نکلے اور نماز کا حارج نہو اور احنف بن قیس کو ایک آدمی نے گالیاں دینی شروع کین
آپ چپ چاپ چلے گئے جب محلہ کے قریب پہونچے تو ٹھہر کر اوس سے یہ کہا کہ اگر کچھ اور بھی کہنا ہو تو وہ
بھی اب کہہ لے ایسا نہو کہ محلہ کا کوئی بیوقوف تیری آواز سنے تو تجھے ایذا دے اور حضرت علی رض نے
ایک بار اپنے ایک غلام کو پکارا وہ نہ بولا پھر آپ نے دوبارہ سہ بارہ پکارا پھر نہ بولا آپ خود اوسکے پاس
تشریف لائے تو دیکھا کہ لیٹا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہیں اوسنے عرض کیا کہ سنا تو تھا آپ نے
پوچھا کہ پھر جواب کیوں نہیں دیا اوسنے عرض کیا کہ مجکو یہ خوف تو تھا ہی نہیں کہ آپ مارینگے
اس لیے کسل کر گیا آپ نے فرمایا کہ میں نے للہ تجھے آزاد کیا اور مالک بن دینار رح کو ایک عورت
نے پکارا کہ او ریا کار آپ نے فرمایا کہ یہ نام تو نے خوب نکالا جو اہل بصرہ بھول گئے تھے اور یحیی بن
زیاد حارثی کے پاس ایک غلام بدخلق تھا لوگون نے اونسے کہا کہ آپ اسکو کیوں رکھتے ہیں آپ نے
فرمایا کہ میں اس سے حلم سیکھوں ان روایات سے معلوم ہوا کہ ان لوگونکی نفوس ریاضت سے ڈھلے
ہو کر انکے اخلاق اعتدال پر آگئے تھے اور دغا و خیانت اور حسد سے دل صاف تھے اوسکا ثمرہ یہ ہوا
کہ تقدیرات الٰہی پر راضی ہوئے جو کہ اقصیٰ غایت حسن خلق کی ہے کیونکہ جو شخص خدا کے کام کو اچھا نہ سمجھا

اور اوسپر راضی نہو تو اوسکی نہایت بدخلقی ہے ان لوگونکی ظاہر مین علامتین حسن خلق کی سو جود تھیں جیسا کہ مذکور ہوا پس اگر کوئی شخص اپنے نفس مین یہ علامات نیاوے تو اوسکو مقتضا بحسن خلق نہ خیال کرے اور دہوکہا نہ کہاوے بلکہ ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول ہو یہانتک کہ درجہ حسن خلق نصیب ہو یہ درجہ نہایت عظیم الشان ہے مقربین صدیقین ہی اوسکو پہونچتے ہیں

دسوان بیان لڑکونکی ریاضت اور تادیب اور تحسین اخلاق کا

واضح ہو کہ لڑکونکی تہذیب ایک امر نہایت ضروری ہے اور لڑکا ماباپ کی پاس امانت ہے اور اوسکا قلب ایک جوہر لطیف سادہ بے نقش و صورت سے خالی ہر ایک نقش کی قابل ہے اور جسطرف کو مائل کر دو اوسطرف میلان کے لائق ہوتا ہے مثلاً اگر تعلیم خیر کی یاوے اور اوسکا عادی کیا جاوے تو بڑا ہو کر بہی ایسا ہی رہیگا اور دونون جہان کی سعادت لیگا اور اس ثواب مین ماباپ اور استاد ورایب شریک رہین گے اور اگر برائی کا عادی ہوگا اور جانورونکی طرح بے غور چہوڑا جاویگا تو تباہ ہو جاویگا اور اوسکا وبال اوسکی مربی پر ہوگا اور اللہ تعالی فرماتا ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا تو جب باپ دنیا کی آگ سے اپنی اولاد کو بچاتا ہے تو آخرت کی آگ سے بچانا بالطریق اولی ضرور ہے اور اوسکی حفاظت نار آخرت سے اسطرح ہے کہ ادب اور تہذیب اور محاسن اخلاق سکہاوے اور صحبت بد سے بچاوے زینت اور بناو سنگار اور لذت اور آرام طلبی اوسکی نظرونمین حقیر کرے تاکہ بڑا ہو کر انکی طلب نکرے اور ہلاک ابدی سے بچے بلکہ شروع ہی سے اوسکی حفاظت ضرور ہے یا نیطور کہ اوسکو کسی عورت نیک بخت متدین حلال خوار کا دودہ پلاوے کیونکہ حرام کے دودہ مین برکت نہین ہوتی اور جب لڑکپن مین حرام کا دودہ دیتا ہے تو اوسکے خمیر مین رچ جاتا ہے بڑا ہو کر خبث کیطرف میل کرتا ہے اور جب اوسمین کچہہ تمیز شروع ہو تب زیادہ حفاظت ضرور ہے اور شروع تمیز حیا کے ظاہر ہونے سے ہوتی ہے اس لیے کہ جب لڑکا بعض افعال حیا کے سبب چہوڑ دیتا ہے تو یہ اسی سبب سے ہوتا ہے کہ عقل کے نور کی جہلک اوسمین آتی ہے اور بعض چیزونکو بہ نسبت بعض کے برا جانتا ہے تو افعال بد سے حیا کرنے لگتا ہے اور یہ امر خدا کی عنایت سے ہے اور اعتدال اخلاق اور صفاء قلب پر دلالت کرتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑا ہونے پر کمال عاقل ہوگا تو ایسے شرمالو لڑکے کو مہمل نہیں چہوڑنا چاہیے بلکہ حیا اور تمیز پر تادیب مین اوسکی مدد کرنی چاہیے اول اول جو صفت کہ لڑکے پر غالب ہوتی ہے وہ خواہش کہانیکی ہے تو اوسکے ادب اوسکو سکہانے چاہیئن کہ دہنے ہی ہاتہہ سے کہاوے اور کہانیکے وقت بسم اللہ کہے اور اپنے سامنے سے کہاوے اور دوسرے سے پہلے کہانا شروع نکرے اور کہانیکی طرف گہور کر نہ دیکہے

اور نہ کسی کہاتے کیطرف تاکے اور جلدی جلدی نہ کہاوے اچھی طرح چبا کر کہاوے اور پیشتر
لقمہ منہ مین دوسرے اور ہاتھہ اور کپڑا نہ بہرے اور کبہی کبہی روکہی روٹی کی بہی عادت ڈالنی چاہیے
کہ یہ نجانے کہ سالن کے ساتھہ ہی کہانا ضرور ہے اور بسیار خوار کی مذمت اوسکے سامنے کرنی چاہیے
اسطرح کہ جو زیادہ کہاتا ہے وہ چوپایونکی طرح ہے یا کسی لڑکے بسیار خوار کی مذمت اوسکے سامنے
بیان کیجاوے اور کم خوار کی ثنا کیجاوے اور اوسکی نظر مین یہ بات بہی اچھی جتانی چاہیے کہ کہانا
دوسرونکو دیدیا کرے اپنے آپ اوسکی پروا کم کرے اور دال دلیہ جو کچھہ میسر آوے اوسپر قناعت کرے
اور کپڑونمین سے سفید کپڑا اوسکو پسند کرانا چاہیے رنگین اور ریشمی کو کہدینا چاہیے کہ یہ عورتون اور
مخنثونکا لباس ہے مرد اوسکو برا جانتے ہین اور اسیطرح کئی بار اوس سے کہا جاوے اور جب کوئی لڑکا
رنگین اور ریشمی کپڑا پہنے نظر پڑے اوسکی حقارت اوسکے سامنے بیان کرین اور اوسکو ایسے لڑکونکی
صحبت سے بچانا چاہیے جنکو شوق و عادت آرام طلبی اور عمدہ پوشاک کی ہو اور ایسونسے بہی نہ ملنے دے
جنکے کہنے سے اوسکے دلمین ان باتونکی رغبت ہوجاوے اس لیے کہ ابتدا مین اگر لڑکے کی خبرگیری
نہین ہوتی تو اکثر عادات بد اوسمین پیدا ہوتے ہین جہوٹا حاسد چور جہگڑالو چغل خور بیہودہ گو ہنسوڑ
مکار بے پروا ہوجاتا ہے ان امور سے بچاو بہت حسن تادیب سے ہوتا ہے بعدہ مکتب مین بہیجنا چاہیے
اور قرآن و حدیث اور صلحا کی حکایتین سکہانی چاہیین تاکہ محبت صالحین کی اوسکے دلمین جمے
اور ایسے اشعار جنمین عشق و عاشق کا ذکر ہو اوسکو پڑہنے نہ دیوین بلکہ جو لوگ ایسے اشعار کو ظرافت
اور ہوشیاری جانتے ہون اونسے بہی نہ ملنے دین کہ ان اشعار سے فساد کا بیج دل مین پڑتا ہے
اور جب لڑکا کوئی عمدہ کام کرے تو چاہیے کہ اوسکو کچھہ انعام دین کہ جس سے خوش ہو اور لوگونمین
اوسکی تعریف کرین اور اگر کبہی ایک آدہ مرتبہ برخلاف کرے تو اوس سے چشم پوشی کرنی چاہیے اور اوسکا
پردہ نہین کہولنا چاہیے خاص کر ایسی صورت مین کہ خود لڑکا اوس کام کو چہپاوے اور اوسکے
پوشیدہ رکہنے مین جد و جہد کرے کیونکہ اگر اوسکو معلوم ہوجاویگا کہ اس امر کے ظاہر ہونے سے کچھہ نہوا
تو آیندہ کو جرات ہوگی اور راز کہلنے کی پروا نہ رہیگی اگر دوبارہ اوس حرکت کو کرے تو اوسکو پوشیدہ عتاب
کرنا چاہیے اور تاکید سے کہنا چاہیے کہ خبردار آیندہ ایسا مت کرنا اگر پہر کروگے تو لوگونمین فضیحت ہوگی
اور ہر وقت عتاب نہین کرنا چاہیے اس ملامت کا عادی ہوجاتا ہے اور بری باتین کرنیکی جرات
بڑہجاتی ہے کلام کی تاثیر دل سے جاتی رہتی ہے ~~سے~~

درشتی و نرمی بہم در بہ است	چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است

اور باپ کو چاہیے کہ اوسکے ساتھ کلام محبانہ کے ساتھ کرے کسیوقت صرف گھڑک دیا کرے اور ماں بھی
اوسکو بری باتونسے روکے اور باپ کا خوف دلاوے اور دن کو سونے کی عادت نہ ڈالنی چاہیے
کہ موجب سستی کا ہوتی ہے مگر رات کو سونے سے روکنا نچاہیے الا گدگدا بچھونا نہ دینا چاہیے تاکہ بدن
سخت رہے آرام طلب نہو غرض کہ فرش ولباس وغذا مین آرام طلبی چھوڑنے کا لحاظ ہے اور کوئی
کام اوسکو پوشیدہ نہ کرنے دیوین کیونکہ جس امر کو وہ اپنے نزدیک برا سمجھیگا اوسکو چھپا کر کریگا
پس اوسکو عادت علانیہ کام کرنے کی ہوگی تو برے افعال سے باز رہیگا اور دن کو کوئی وقت ایسا
مقرر کرنا چاہیے کہ جسمین چلنے پھرنے کی عادت ہو تاکہ سستی کا غلبہ نہو اور اوسکی یہی عادت ہی کہ ننگے
ہاتھ پاون نہ کھولے اور دوڑکے نہ چلے اور اپنے باپ کی چیزونسے کچھ لیون پر فخر نکرے خواہ کھانے پینے کی
اشیا پر نہ اتراوے اور نہ تختی و دوات وغیرہ پر ناز کرے بلکہ جو اوس سے ملے اوسکے ساتھ تواضع اور
اکرام سے پیش آوے اور کلام ملایمت کے ساتھ کرے اور لڑکونسے کوئی چیز نہ لے اگر امیرزادہ ہے تو اوسکو
یون سمجھایا جاوے کہ تمہارا مرتبہ دینے کا ہے لینا نہین چاہیے کسی سے لینا خست اور دنائت کا
نشان ہے اور اگر فقیرزادہ ہے تو اوسکو یہ کہا جاوے کہ طمع اور لینا ذلت ہی اور کتے کی عادت کیونکہ
لقمہ کے لیے وہی دم ہلایا کرتا ہے حاصل یہ کہ لڑکونکو سونے چاندی کی محبت اور طمع سے روکنا چاہیے
اور سانپ بچھو سے زیادہ ان چیزونکا خوف دلانا چاہیے کیونکہ ان چیزونکی آفت کا ضرر بنسبت زہر کے
لڑکے کے حق مین زیادہ مضر ہے بلکہ بڑونکے حق مین بھی یہی حال ہے اور اس بات کی بھی عادت
ڈالنی چاہیے کہ بیٹھنے کی جگہہ مین تھوک وغیرہ نہ ڈالے اور دوسرے کے سامنے جمالی نہ لیوے اور
نہ کسی کی طرف پشت پھیر کر بیٹھے اور ایک پاون پر دوسرا نہ رکھے اور ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ نہ دے اور بازو
کو سر کا تکیہ کرے کیونکہ یہ سب امور سستی کے نشان ہین کیفیت جلوس کی اوسکو بتانی چاہیے اور کثرت
کلام سے منع کرنا چاہیے اور بیان کرنا چاہیے کہ زیادہ بولنا بے حیائی کا کام ہے کمینے آدمی زیادہ
بکا کرتے ہین اور قسم خواہ سچی ہو خواہ جھوٹی مطلق دونونسے روکنا چاہیے تاکہ لڑکپن مین عادت اسکی
کی نہ پڑے اور اس بات کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ سب سے پہلے نہ بولے بلکہ کوئی کچھہ پوچھے تو صرف
اوسکا جواب دیوے زیادہ کچھہ نکہے اور جب کوئی دوسرا شخص خواہ بڑا کچھہ بات کہے تو اوسکو خوب سنے
اور اپنے سے بڑے کی اٹھکر تعظیم کرے اور اوسکے لیے جگہہ خالی کردے آپ اوسکے سامنے بیٹھے
اور لغو اور فحش اور لعنت اور دشنام سے روکنا چاہیے بلکہ جس شخص مین یہ عادتین ہون اوس سے
ملنے دینا بھی نہین چاہیے کیونکہ یہ باتین صحبت بد سے حاصل ہوتی ہین اور تادیب مین لڑکونکی

اصل یہی ہے کہ بدلوگونکی صحبت سے روکنا چاہیے اور جب اوستاد مارے تو زیادہ شور و غل
نکرے نہ کسیکو سفارشی ڈہونڈے بلکہ صبر کرے اور اوس سے کہدینا چاہیے کہ صبر کرنا مردون اور
بہادرون کا کام ہے اور زیادہ رونا پیٹنا عورتون اور غلامون کا کام اور مکتب سے آنیکے بعد اوسکو
اجازت کسی اچہے کہیل کی دینی چاہیے جس سے کہ مکتب کی مشقت سے راحت ہو مگر کہیل بہی
اتنا کہیلے کہ تہک نجاوے اگر اوسکو کہیل کی اجازت نہو اور تعلیم مین ہمیشہ کمال سخت گیری
کیجاویگی تو لڑکے کا دل مرجاتا ہے اور تیزی طبیعت کی جاتی رہتی ہے اور زندگی تلخ ہوجاتی ہے
یہانتک کہ کوئی حیلہ ایسا ڈہونڈہنے لگتا ہے کہ جس سے بالکل کچہہ بہی نسیکہے اور یہ بہی تعلیم دینا
ضرور ہے کہ اپنے والدین اور معلم اور ہر شخص جو عمر مین زیادہ ہو اوسکی فرمانبرداری کرے خواہ اپنا یگانہ ہو یا بیگانہ
اور اونکی طرف نظر تعظیم سے دیکہے اور اونکے سامنے نہ کہیلے اور جب سن تمیز کو پہونچے تو طہارت اور
نماز کے سکہانے مین بہی غفلت نکرنی چاہیے اور رمضان مین کچہہ روزے رکہانے چاہیئن اور حریر
و دیبا اور سنہرے کپڑے پہننے سے منع کرو کا جاوے اور بقدر ضرورت حدود شرع تعلیم کرنی چاہیئن
اور چوری اور مال حرام اور خیانت اور جہوٹ اور فحش اور جو باتین کہ لڑکون پر غالب ہو جاتی
ہین اونسے ڈرانا چاہیے جب اسطرح پر پرورش ہوگی تو قریب بلوغ ان باتونکے اسرار بتلانے چاہیئن
اور یہ کہنا چاہیے کہ کہانے بمنزلہ دوا کے ہین اونسے یہ غرض ہے کہ انسان کو طاقت خدا تعالی
کی عبادت کی آوے اور دنیا ایک ناپایدار چیز ہے اسلیے اسکی کچہہ اصل نہین موت سے اسکی لذتین
جاتی رہتی ہین یہ صرف گذرگاہ ہے آخرت رہنے کی جگہ ہے اور موت ہر گہڑی تاک رہی ہے
دانا و ہوشیار وہی ہے جو دنیا سے زاد آخرت لیکر چلے اور خدا تعالے کے پاس بڑا رتبہ پاوے
اور وسعت جنت سے مزا اوٹہاوے پس اگر بچپنے سے تربیت اچہی ہوگی تو یہ باتین دل مین بلوغ
کے وقت دل پر پتہر کی لکیر ہو جاوینگی اور اگر تربیت اچہی طرح نہوگی اور لڑکے کو عادت کہیل کود
اور فحش اور بیحیائی اور کہانے اور لباس وغیرہ اور تفاخر کی ہوگی تو ان باتونکا اثر دل پر کچہہ
نہوگا جیسے خشک مٹی دیوار پر نہین ٹہہرتی حاصل کلام یہ ہے کہ لڑکونکی تربیت ابتدا مین بہت
ضروری ہے کہ اوسوقت اوسکا جوہر قلبی سب طرح کی لیاقت رکہتا ہے خیر و شر دونون سیکہہ
سکتا ہے اور اسکا اختیار باپ کو ہے جسطرف چاہین اوسی طرف پہر سکتا ہے جیسا کہ حدیث
شریف مین وارد ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ اَوْ يُنَصِّرَانِهِ اَوْ يُمَجِّسَانِهِ
حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری رح فرماتے ہین کہ جب مین تین برس کا تہا رات کو جاگتا

اور اپنے ماموں محمد بن سوار کو نماز پڑھتے دیکھتا ایک روز انہون نے فرمایا کہ تو اللہ کا ذکر نہین کرتا جسنے تجکو پیدا کیا ہے مین نے کہا کسطرح ذکر کرون کہا کہ جب تو لیٹا کرے تین بار یہ الفاظ دلسے کہہ لیا کر زبان مت ہلا اَللّٰهُ مَعِيَ اللّٰهُ نَاظِرٌ اِلَيَّ اللّٰهُ شَاهِدِيْ مینے چند شب ایسا ہی کیا اور اونکو اطلاع دی انہون نے فرمایا کہ سات بار کہا کر مینے ویسا ہی کیا اور اونسے کہدیا اونہون نے فرمایا کہ گیارہ مرتبہ کہا کر مینے گیارہ بار کہنا شروع کیا تو میرے دلمین اسکا مزا معلوم ہوا جب مینے برس دن اسکا ورد کیا تو اونہون نے فرمایا کہ جو کچھہ مینے تجکو سکھایا ہے اوسکو یاد رکھنا اور ہمیشہ کیے جانا یہانتک کہ قبر مین جاوے یہ بات تجکو دونون جہان مین کام آوے گی مینے چند سال اسکی مداومت کی اور باطن مین حلاوت زیادہ معلوم ہوئی تو ایک روز ماموں صاحب نے فرمایا کہ اے سہیل جو شخص کہ اللہ اوسکے ساتھہ ہو اور وہ اوسکا ناظر اور شاہد رہے بہلا وہ شخص اوسکی نافرمانی کرسکتا ہے خبردار خدا کی نافرمانی مت کرنا پس مین الگ ہو کر یہی ذکر کرتا جب مجکو مکتب مین بٹہایا تو یہ ڈر ہوا کہ کہین اس امر مین فتور نہو اسی لیے مینے کہا کہ استاد سے یہ شرط کر لو کہ ایک گہنٹہ پڑہکر چلا آونگا پہر مکتب مین جا کر چھہ یا سات برس کی عمر مین کلام اللہ حفظ کر لیا اور ہمیشہ روزہ رکہتا اور جو کی روٹی بارہ برس کی عمر تک کہاتا جب تیرہ برس کا ہوا تو ایک سوال میرے دلمین آیا مینے گہر والونسے کہا کہ مجہکو بصرہ مین بہیجدو کہ وہان جا کر پوچہون بصرہ مین گیا اور وہان کے علماسے دریافت کیا کسی نے جواب شافی ندیا تو عبادان کو چلا گیا وہان ایک بزرگ ابو حبیب حمزہ تہے اونسے جا کر پوچہا تو اونہون نے جواب شافی دیا مین انکی خدمت مین ایک مدت تک رہا اونکی کلام سے نفع لیتا اور اونکی طرح ادب سیکہتا پہر مین تستر کو چلا آیا اور اپنی غذا یون مقرر کی کہ ایک درم کے جو خرید لیا اور اونکو پسوا کر روکہی روٹی بے نمک سحر کیوقت مقدار ایک چہٹانک کے کہاتا تو ایک درم سال بہر کو کافی ہوجاتا پہر مینے یہ قصد کیا کہ تین دن روزہ اتصال رکہتا اور ایک روز افطار کرتا پہر پانچ دن پہر سات دن کا اتصال کرتا یہانتک کہ پچیس دن کے اتصال پر نوبت پہونچی اور بیس برس اسی طرح گذر گئے پہر مینے چند سال ملکون کا سفر کیا اور تستر مین لوٹ کر تمام شب کا جاگنا اختیار کیا

گیارہوان بیان مرید ہونیکی شرطون اور مقدمات مجاہدہ کا اور راہ ریاضت کے چلنے مین بتدریج مرید کی ترقی کا

جاننا چاہیے کہ جو کوئی اپنے دل سے آخرت کو مشاہدہ یقینی کر لیتا ہے وہ آخرت کی زراعت کا مشتاق ہوتا ہے اور اوسکے راستہ پر چلتا ہے دنیا کی نعمتون اور لذتون کو خوار اور ناپائدار سمجہتا ہے جیسا

جسکے پاس پوت ہوا اور اوسکو کوئی جوہر قیمتی نظر پڑے تو پوت کی رغبت اوسکے دل سے
جاتی رہیگی اور یہ چاہیگا کہ اس جوہر سے اُسکو بدل لون اور جسکو کہ رغبت آخرت نہین
اور نہ دیدار الٰہی کا طالب ہی وہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالے اور قیامت پر اوسکو ایمان نہین
اور ہماری غرض اوس ایمانسے نہین کہ زبان سے کلمۂ شہادت کہہ لیا اور بے صدق و اخلاص
دلمین وسوسہ سا گذر گیا اسطرحکی ایمانکی مثال ایسی ہے کہ کوئی اس بات کی تصدیق کرے کہ جوہر
پوت سے اچھا ہے مگر جوہر کا نام ہی سنا ہے اوسکی حقیقت نہین جانتا اور اسطرح کا شخص اگر پوت کی
الفت مین پڑ جائیگا تو اوسکو نہین چھوڑیگا یا جوہر کا اشتیاق خوب نہ کریگا اس سے معلوم ہوا کہ وصول
الی اللہ بے سلوک کے نہین ہوتا اور سلوک بے ارادہ ممکن نہین اور ارادہ کا مانع ایمانکا نہونا ہے
اور سبب ایمان کے نہونیکا یہ ہے کہ کوئی ہادی اور مذکر نہین اور علما جو راہ حق بتاوین اور
دنیا کی حقارت اور اوسکا فانی ہونا اور آخرت کا اہم ہونا اور اوسکی بقا سمجھاوین مفقود ہین
خلق خدا غافل ہے اور اپنے شہوات مین مستغرق اور معرفت الٰہی سے خواب خرگوش مین ہین
کوئی عالم دین ایسا نہین کہ اونکو متنبہ کرے اگر کوئی متنبہ ہوتا ہے تو خود ناواقفیت کی
جہت سے چل نہین سکتا اور اگر علما سے پوچھتا ہے تو وہ خود ہوای نفسانی مین مبتلا ہوکر راہ راست
سے علیحدہ ہین تو ضعف ارادہ اور راہ کی ناواقفیت اور علما کا ہوای نفسانی سے بولنا اس
بات کا باعث ہوا کہ خدا تعالے کی راہ کے چلنے والے نہ رہے پس جب مقصود محجوب ہوا اور راہ بر مفقود
اور ہوای نفسانی غالب اور طالب غافل تو راہ البتہ خالی رہیگی اور پہونچنا دشوار ہوگا پھر
اگر کوئی ہوشیار خود بخود یا کسی دوسرے کی ترغیب سے تجارت آخرت کا ارادہ کرے تو اوسکو معلوم
کرنا چاہیے کہ ارادت یعنی مرید ہونیکے لیے شروع مین چند شرطین ہین کہ اونکا پہلے بجالانا چاہیے
اور ایک گرفت کی چیز ہے جسکو گرفت کرنی چاہیے اور ایک قلعہ ہی جسمین پناہ لینی چاہیے تاکہ
دشمنان راہزن سے بچے اور نیز چند وظائف ہین کہ اثنائے سلوک مین اونکی مداومت کرنی چاہیے
پس جو شرطین کہ اونکا اول مقدم کرنا ضرور ہے وہ یہ ہین کہ اپنے اور حق کے بیچ مین جو حجاب
اور روک ہے اوسکو دور کرنا چاہیے کیونکہ خلق کا محروم رہنا حق سے اسی باعث ہی کہ بہت سے
پردے بیچ مین حائل ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ
سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ اور یہ حجاب مرید اور حق کے درمیان چار ہین مال اور جاہ اور تقلید
اور نافرمانی مال کا حجاب اسطرح دور ہوتا ہی کہ اوسکو بانٹ دے اور بقدر ضرورت کے سوا اپنے

ملک سے نکال دے کیونکہ جب تک ایک درم بھی پاس رہیگا دل کی توجہ اوسکی طرف رہیگی
اور وہی حجاب رہیگا اور جاہ کے حجاب دور کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ایسی جگہ میں رہے جہاں جاہ
حاصل ہو اور سخاوت اور تواضع اختیار کرے اور ایسے اعمال کرے کہ خلق کو اس سے نفرت ہو جاوے
اور تقلید کا حجاب مرتفع ہونے کا یہ طور ہے کہ مذہبوں کا تعصب چھوڑ دے اور لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کے معنے کی تصدیق کرکے اسکی تصدیق حقیقی کے حاصل کرنے کی
حرص کرے یعنے سوا خدا تعالے کے جو چیز اسکی معبود ہو اوسکو نابود کرے اور سب سے بڑا
معبود آدمی کا ہوا نفسانی ہے اوسکو دور کرے اگر ایسا کیے جاویگا تو جس چیز کا اعتقاد تقلید کے
باعث حاصل ہوا ہو اوسکی حقیقت کھل جاویگی اور یہ بات مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے مجادلہ سے
نہیں ہوتی پس اگر اوسپر تعصب کا غلبہ ہوگا کہ نفس میں سوا اوس اعتقاد تقلیدی کی اور بات
کی گنجایش نہوگی تو اسی میں پھنسا رہیگا اور یہی امر باعث حجاب ہوگا کیونکہ مرید میں یہ
شرط نہیں کہ کسی خاص مذہب کا ہو اور نافرمانی کے حجاب رفع کرنیکی تدبیر بجز اسکے نہیں کہ
توبہ کرے اور گناہوں سے صاف ہو اور عہد مضبوط کرے کہ دوبارہ ایسا نہ کرونگا اور پہلے گناہوں سے
شرمندہ ہو کرکے جو چیز کسیکی چھین لی ہو وہ واپس کرے اور حق والونکو اونکے حق ادا کرے اور جو کوئی
توبہ تو کرے اور نرے ظاہری حق چھوڑے اور یہ چاہے کہ اسرار دین مکاشفہ سے معلوم ہو جاوین
اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی بے عربی سیکھے یہ چاہے کہ قرآن شریف کے اسرار اور تفسیر معلوم ہو جاوے
حالانکہ دستور یہ ہے کہ اول ترجمہ الفاظ عربی کا سیکھتے ہیں پھر اوسکے بعد معانی کے اسرار معلوم کرتے
ہیں اسیطرح بیان اول ظاہر شریعت کو ابتدا سے آخر تک درست کر لیتے ہیں پھر اوسکے اسرار و دقائق
کیطرف ترقی کرتے ہیں غرضکہ جب ان چاروں شرطوں کو مقدم کرکے مال و جاہ سے کنارہ کریگا
تو ایسا ہو جاویگا کہ جیسا کوئی شخص وضو اور طہارت کرکے نماز کے قابل بنجاوے اور صرف ایک
امام کی اقتدا کی ضرورت رہے اسیطرح مرید کو ایک مرشد اور اوستاد کی ضرورت ہوگی جو راہ مستقیم
بتاوے اس لیے کہ دین کا راستہ بہت باریک ہے اور شیطان کی راہ ظاہر اور بہت ہیں تو اگر
مرشد ہادی نہوگا تو بالضرور شیطان اپنے راستوں کی طرف کھینچ لیگا کہ بدون راہبر راہ پر خطر میں
چلنا اپنی جان کو تباہی میں ڈالنا ہے اور جو اپنی عقل پر اعتماد رکھتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسا خودرو
پیڑ ہوتا ہے کہ تھوڑی ہی عرصہ میں سوکھ کر رہجاتا ہے اور اگر چندروز ٹھہر گیا اور پتے بھی نکل آئے
تو پھل نہیں لگتا خلاصہ یہ کہ بعد تقدیم چاروں شروط مذکور مرید کے لیے جو شیخ قابل گرفتن ہو

وہ استاد ہے اوسپر تمسک ایسا چاہیے جیسا نہر کے کنارہ اندہا آدمی اپنی لاٹھی پکڑنے والے پر
کرتا ہے کہ اپنا سب امر اوسکے سپرد کر دیتا ہے پیچ اونچ مین اوسکی متابعت کرتا ہی اور کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہین کرتا اسیطرح مرید کو مرشد کے ساتھ ہونا چاہیے اور یہ جان لیوی کہ اگر
مرشد غلطی بھی کریگا تو اوسکی غلطی مین مجکو نفع زیادہ ہی بہ نسبت اسکی کہ مین اکیلا چلون اور اتفاقاً
راہ صواب ہی جاون تو جب ایسا مرشد ملجاوے تو مرشد کو چاہیے کہ اپنے مرید کو ایسی پناہ کی جگہہ اور
قلعہ مین بٹھا دیوے کہ راہ زنون سے محفوظ ہے اور یہ قلعہ چار چیزین ہین خلوت اور سکوت اور
بیداری اور بہوکہ کیونکہ مقصود مرید کا یہ ہی کہ قلب کی اصلاح ہوجاوے تاکہ اوس سے پروردگار کا
مشاہدہ کرے اوسکی قرب کی لیاقت بہم پہونچاوے اور یہ بات ان چارون چیزونسے حاصل ہے
بہوکہہ سے دلکا خون کم ہوتا ہے اور سفید ہوجاتا ہے اور سفیدی مین اوسکا نور ہی اور نیز چربی دل
کی بہوکہہ سے دور ہوتی ہے اور یہ باعث اوسکی نرمی کا ہے جو کلید مکاشفہ ہی جسطرح سختی دل باعث
حجاب ہی اور جب خون دل کم ہوجاتا ہی تو دشمن کی راہ تنگ ہوجاتی ہے اسلیے کہ اوسکی
گذرگاہ رگین ہین جنمین شہوات بہرے ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے حوارین کو فرمایا کہ اپنے
شکمونکو بہوکہا رکہو تاکہ اپنے پروردگار کو دیکہو اور حضرت سہیل تستری فرماتے ہین کہ ابدال چار
چیزونسے یہ رتبہ پاتے ہین پیٹ کو بہوکہا رکہنا جاگنا سکوت اور عزلت غرضکہ بہوکہہ سے روشنی قلب کا
ہونا ظاہر ہے تجربہ بہی اسکا مدار ہے اور باب کسر شہوتین مین اسکا بیان مفصل آویگا اور بیداری سے
یہ فائدہ ہے کہ جلا اور صفا قلب کی حاصل ہوتی ہی اور جسقدر بہوکہہ سے نور حاصل ہوا تہا اوسپر
یہ بقدر زیادہ ہوجاتا ہے اور دل مثل ستارہ یا آئینہ جلا کیے ہوئے کے چمکنے لگتا ہے اور اوسمین جمال
حق ظاہر ہوتا ہی اور درجات بلند آخرت کا اور دنیا کی حقارت اور اوسکی آفتین نظر آنے لگتی ہین تو اسصورت مین
آدمی کا دل اوسکی طرف سے ہٹ جاتا ہی اور ہمہ تن متوجہ آخرت کیطرف ہوتا ہی اور بیداری بہی نتیجہ بہوکہ ہی کا ہے
پیٹ بہرے پر جاگنا نہین ہوسکتا نیند دل کو سخت اور مردہ کردیتی ہے لیکن اگر بقدر ضرورت ہو
تو سبب مکاشفہ اسرار غیبی کا ہوتی ہے ابدال کی صفات مین لکہا ہے کہ غذا اونکی فاقہ ہے اور نیند
غلبہ اور کلام بقدر ضرورت اور ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ ستر صدیقین کی رائے اس بات پر
متفق ہوئی ہے کہ زیادہ پانی پینے سے نیند بڑہتی ہے اور سکوت کا فائدہ یہ ہی کہ اس سے عزلت
آسان ہوجاتی ہے مگر عزلت نشین کو اوس شخص کا دیکہنا بضرورت ہوتا ہی جو کہانا پانی وغیرہ
پہونچاوے تو چاہیے کہ اوس سے ضرورت کے سوا [illegible] دل اور طرف مصروف

آہستہ جاتا ہی اور نہ لوگون کلام کیطرف بڑی رغبت ہی کیونکہ ذکر و فکر سی تھک کر اوسمین آرام ملتا ہی خلاصہ
یہ کہ سکوت سی عقل کو قوت ہوتی ہے اور باعث ورع و تقوی کا ہوتا ہی اور خلوت کا فائدہ یہ ہی
کہ آنکھہ اور کان جو قلب کی دروازی ہین بند رہین اور شغل دور ہو جاوین کیونکہ دل بمنزلہ ایک حوض
کے ہی جسمین حواس کی نہرون سے گندہ پانی اور خس و خاشاک گرتا ہی اور ریاضت سی یہ منظور ہی کہ یہ
حوض اس خراب پانی سی خالی ہو جاوی اور کیچڑ تہ مین سے نکل جاوی تاکہ اوسکو کہودتی کہودتی اصل
پانی تک پہونچ جاوین اور پہر صاف و شستہ پانی نکل آوی پس یہ غیر ممکن ہی کہ نہرون مین سے پانی کو
نہ روکین اور حوض خالی ہو جاوی بلکہ جتنا خالی کرو گی اوس سی زیادہ اور چلا آویگا اسلیے ضرور ہی کہ
حواس کو ضرورت کے سوا ضبط کیا جاوے اور یہ بات بدون خلوت نشینی اندہیری مکان کے
نہین ہو سکتی اور اگر اندہیرا مکان نہ ملے تو اپنا منہ چادر یا کملی وغیرہ سے ڈہانپ لیوی اسوقت
مین آواز غیب سننے لگیگا اور جلال ربوبیت سوجہنی لگے گا دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ایسے ہی حال مین آواز پہونچی تہی کہ یَا اَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ اور یَا اَیُّہَا الْمُدَّثِّرُ پس اس سے
معلوم ہوا کہ یہ چارون چیزین بمنزلہ قلعہ یا سپر کے ہین جنسے رہزن دور ہوتے ہین اور
موانع برطرف جب یہ بات بہی کر چکے تو اب راہ معرفت کی چلنے مین مشغول ہو اور اوسکا
چلنا بدون طے کرنے گہاٹیون کی نہ ہوگا اور اس راہ مین گہاٹیان صفات قلبی ہین جو التفات
دنیا کے سبب سی ہوتی ہین اور انہین سے بعض آسان ہین اور بعض مشکل اونکا طے کرنا بہ ترتیب
شروع کرے یعنے اول سب سے آسان کو قطع کرے پہر اوس سی مشکل کو پہر اوس سے مشکل کو
اور یہ صفات اونہین علائق کے اسرار اور آثار ہین جو شروع ارادت مین قطع کیے ہین یعنے
مال و جاہ و حب دنیا و التفات الی الخلق اور معاصی کا میل پس ضرور ہے کہ جیسا ظاہر
مین اونکے اسباب دفع کر دیے باطن سے بہی اونکے نشان دفع کرے اور اسمین مجاہدہ بہت
چاہیے اور اختلاف احوال کے اعتبار سے یہ بہی مختلف ہوتا ہی بعض لوگ اکثر صفات سے
محفوظ ہوتے ہین اونکو تہوڑا ہی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور یہ ہم پہلے لکہ چکے ہین کہ مجاہدہ کا حاصل مخالفت
ہوا اور شہوات کی خلاف سی کرنا ایسی صفت ہی کہ نفس مرید کے ہر صفت پر غالب ہوتی ہے
پس جب شہوات سی محفوظ ہو جاوے یا اونکو ضعیف کر پاوے اور دل مین کوئی علاقہ قابل
شغل نہ رہے تو مرشد کو چاہیے کہ ہمیشہ اوسکی دلکے پیچھے پڑا رہی اور وظائف ظاہری زیادہ
نہ پڑہنے دے بلکہ فرائض اور سنن پر اکتفا کر کے صرف ایک وظیفہ جو لب لباب اور ثمرہ ہو

اوراد کا بہت اوسکا ورد کردے اور وہ یہ ہے کہ جب دل غیر اللہ سے فارغ ہوجاوے تب خدا تعالیٰ
کا ذکر کراوے اور جب تک اوسکا دل اور علائق کیطرف ملتفت ہو اوسکو ذکر مبارک کا شغل
نہ بتاوے چنانچہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ نے اپنے مرید حصری سے فرمایا تھا کہ جس جمعہ کو تم میرے پاس
آتے ہو اگر اوس سے لیکر دوسرے جمعہ تک تمہارے دل میں سوا خدا کے کوئی اور چیز گذری
تو تمکو میرے پاس آنا حرام ہے اور اسطرح کا تجرد بے صدق ارادت اور غلبہ محبت الٰہی کے حاصل
نہیں ہوتا جب تک کہ عاشق صادق نہ بنجاوے کہ سوائے ایک فکر کے دوسرا باقی نہ رہے
جب اسطرح کا حال مرید کا ہو تو مرشد اوسکو اجازت دے کہ کسی گوشہ میں تنہا بیٹھے اور ایک
آدمی ایسا مقرر کردے کہ اوسکو تھوڑی سی غذاء حلال پہونچا دیا کرے روزی حلال
ہونی بہت ضرور ہے کیونکہ طریق دین کی اصل یہی ہے کہ غذاء حلال کھاوے اور پھر اوسکو
کوئی ذکر تعلیم کرے کہ وہ اپنا دل اور زبان اوسمین مشغول کرے مثلاً اللہ اللہ یا سبحان اللہ
سبحان اللہ یا اور الفاظ جو مرشد کی تجویز میں آوین ہمیشہ بیٹھا کہتا رہے یہانتک اسکی
مواظبت کرے کہ حرکت زبان کی موقوف ہوجاوے اور کلمہ مذکور گویا زبان پر بے
حرکت جاری ہوجاوے پھر اس حال پر مداومت کرتے کرتے زبان سے بھی اثر جاتا رہے و دل میں
صورت لفظ کی منقوش ہوجاوے پھر اوسپر مزاولت کرنے سے صورت لفظ کی یعنی
حروف دل پر سے مٹ جاوین صرف معانی لفظ کے دل کے ساتھ اور اوسپر غالب ہین
اسطرح کہ کبھی سامنے سے غائب نہوں اور کل ماسوا سے دل خالی ہوجاوے کیونکہ
دل جب ایک چیز مین مشغول ہوتا ہے تو دوسری شے کوئی کیسی ہو اوس سے نکلجاتی ہے
اسی لیے اگر ذکر الٰہی مقصود بالذات مین مشغول ہوجاویگا تو بیشک ماسوا سے خالی ہوجاویگا
اب اسوقت یہ چاہیے کہ وساوس اور خواطر دنیاوی سے دلکو بچاوے اور اپنا اور پرایا
حال کچھ یاد نہ کرے اس لیے کہ اگر ذرا بھی دل اسطرف متوجہ ہوگا یاد الٰہی سے خالی ہوگا
اور اتنا ہی نقصان ہوجاویگا تو ایسے امور کو ضرور ہی دفع کرنا چاہیے اور جسقدر
وساوس کو دفع کرکے ایک خاص کلمہ کیطرف نفس کو پھیریگا تو اوسی کے [illegible] وساوس
پیدا ہونگے کہ یہ کلمہ کیا ہے اور اللہ کے معنی کیا ہین اور وہ کس سبب سے خدا اور معبود ہے
اور ان وساوس سے فکر کا دروازہ کھل جاویگا اور شیطان کیطرف سے ایسے وساوس آوینگے
کہ [illegible] کفر و بدعت ہوں مگر جب ان وساوس کو برا جانتا ہوگا اور قلب سے انکو دفع کرنیکی

مستعد رہے گا تو اوسنے کچھ ضرر نہ ہوئیگا پہر ان وساوس کی دو قسمین ہین ایک تو وہ کہ جنمین لنتینی معلوم ہو جاوے کہ خداوند کریم ان شبہات سے پاک ہے مگر شیطان دلمین ڈالکر اونمین پہنسایا چاہتا ہے تو اوسکا علاج یہ ہے کہ اوسکی پروا نکرے اور ذکر الٰہی مین مشغول ہو اور خدا تعالے سے اسکے لیے پناہ مانگے وہی اوسکو دور کریگا جیسا خود فرمایا وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ دوسرے ایک وہ ہین کہ اونمین تردد اور شک ہو تو اونکی تدبیر یہ ہے کہ مرشد سے کہے بلکہ جو کچھ دل پر گذرے خواہ سستی ہو یا نشاط یا التفات کسی علاقہ کیطرف یا صدق ارادت سبکو اوس سے کہدینا چاہیے سوا اوسکے اور دوسرے اوسکا ذکر نہ کرے پہر مرشد کو چاہیے کہ اوسکے حال کو اور اوسکی ذکا اور کیاست کو بنظر تامل دیکھے اگر اوسکو ایسا جانے کہ بحال خود چھوڑنے اور فکر کی اجازت دینے سے خود بخود امر حق پر متنبہ ہو جاویگا تو اوسکو فکر ہی مین لگادے اور اوسپر مداومت کی اجازت دی یہانتک کہ اوسکے دلمین نور الٰہی جلوہ گر ہو اور حقیقت امر اوسکو معلوم ہو جاوے اور اگر ایسا جانے کہ اس جیسا شخص آپ ہی آپ معلوم نہ کر سکے گا تو اوسکے سامنے اعتقاد یقینی شبہ مذکور کا جسقدر اوسکے دل کو تحمل ہو بیان کرے اور پند و نصیحت کے بعد ایک ایسی دلیل اعتقاد کی سناوے جو اوسکے فہم مین آجاوے اور چاہیے کہ حسب مقتضائے حال بہت نرمی سے سمجہاوے کیونکہ یہ طریق مہلک اور پرخطر ہے بعض مریدون کو اثنائے شغل ریاضت مین ایسے خیال فاسد جم گئے ہین کہ اونکے کشف پر اونکو قدرت نہ ہوئی تو انہی چال چہوڑ کر راہ بطالت طے کرنے لگے اور یہ امر نہایت درجہ کی تباہی کا ہے اور جو شخص کہ صرف ذکر ہی کا ہو رہے اور اون علائق کو جو دل کو مشغول کرتے ہین دفع کرکے وہ بہی ایسے افکار سے خالی نہین ہوتا کیونکہ خطر کی کشتی مین سوار ہے لیکن اگر بچ گیا تو دین کا بادشاہ ہے اور اگر چوک گیا تو تباہ ہوا اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ یعنے اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد بطور تقلید پا لنکر اعمال خیر مین مصروف ہونا چاہیے اسکے خلاف مین بہت سے خطرے ہین اسی لحاظ سے بعضونکے نزدیک مرشد پر واجب ہے کہ مرید کا حال فراست سے معلوم کرلے اگر ذکی اور

ہوشیار ہو اور اعتقاد ظاہری بھی قرار واقعی نہ رکھتا ہو تو اوسکو ذکر و فکر مین مشغول نہ کرے
بلکہ اعمال ظاہری کا پابند کر کے وظائف متواتر و مشہور بتلا دے یا ذکر والونکو خدمت مین
مشغول کر دے تاکہ اونکی برکت مین یہ بھی شریک ہو جاوے جب کوئی شخص جہاد مین عاجز
ہو تو اوسکو چاہیے کہ مجاہدین کو پانی پلاوے اور اونکے جانورون کی خبر لے تاکہ قیامت کو
اونکے ساتھہ اوٹھے اور اونکی برکت مین شریک ہو گو اونکا درجہ نپاوے پھر مرید ذاکر کو راستے
راہ زن مثل عُجب اور ریا اور احوال کے منکشف ہونے کی خوشی اور اوائل کرامات کے ظاہر
ہونے کی فرحت کی پیش آتے ہین کہ اگر انمین سے کسی کیطرف التفات کرے اور نفس کو اوس
پر مائل کر دے تو سلوک مین خلل واقع ہو اور اوسی جگہہ رہ جاوے تو ایسی صورت مین
چاہیے کہ اپنے حال پر مدت عمر چلا جاوے اور کسی امر پر قناعت نکرے بلکہ اپنا حال مثل
اوس پیاسے کے جانے کہ اگر بالفرض دریا کے دریا اوسکے سامنے آجاوین تب بھی پیاس
نہ بجھے اور راس المال اپنا خلق سے علیحدہ گی اور خلوت کو جانے بعض سیاحون سے
منقول ہے کہ مین نے ایک ابدال عزلت گزین کی خدمت مین عرض کیا کہ تحقیق کی راہ
کسطرح ہے اور ایک دفعہ یہ پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتلائیے جس سے مدام میرا دل خدا کے
ساتھہ رہے اونہون نے فرمایا کہ خلق کو مت دیکھہ اونکی طرف دیکھنا تاریکی ہے مین نے کہا
کہ یہ تو ضروری ہے اونہون نے فرمایا اونکا کلام مت سن کہ سختی دل کا باعث ہے
مین نے کہا کہ یہ بھی ضروری ہے اونہون نے فرمایا کہ اونسے لین دین مت کر اس سے وحشت
ہوتی ہے مین نے کہا کہ اونمین تو رہتا ہون لین دین کیسے چھوڑ دون اونہون نے فرمایا کہ اونمین
مت رہو اونمین رہنا تو عین تباہی ہے مین نے کہا کہ اونکے درمیان رہنے کا مرض ہو گیا ہے
اونہون نے فرمایا کہ عجیب بات ہے غافلون کی طرف دیکھنا بھی چاہتے ہو جاہلونکی کلام
بھی سنو چاہو اونسے معاملہ بھی کرو اور پھر چاہتے ہو کہ مدام دل خدا تعالے کے ساتھہ رہے
یہ کبھی نہین ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ منتہاے ریاضت یہ ہے کہ آدمی علی الدوام اپنے
دل کو خدا تعالے کے ساتھہ پاوے اور یہ بات بدون اسکے کہ غیر سے خالی ہو غیر ممکن ہے
اور غیر سے خالی ہونا بے مجاہدہ نہین ہو سکتا پس جب اپنے دل کو اللہ کے ساتھہ پاویگا
تو جلال حضرت ربوبیت منکشف ہو گا اور حق جلوہ گر اور ایسے ایسے لطیفے اللہ تعالے
کیطرف سے معلوم ہونگے جنکی صفت ہرگز نہین ہو سکتی جب مرید کا حال اس درجہ کو پہونچے

اور انمین سے کچھ منکشف ہونے لگے تو اوسوقت تھوڑا اوزن یہ امر ہوتا ہے کہ ان امور کو
بطور پند و نصیحت بیان کرنے لگتا ہے اور وعظ گوئی کے درپے ہوتا ہے اس سے نفس کو
کمال درجہ کی لذت ملتی ہے اور اوس لذت سے اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ اون
معانی کو جس الفاظ سے مرتب و مزین بیان کیجیے اور حکایات و دلائل قرآن و حدیث
سے مدلل اور ایسی خوبصورتی سے ادا ہوں کہ لوگونکو انکے سننے کیطرف رغبت ہو اور
شیطان دلمین یہ خیال ڈالدیتا ہے کہ یہ امر اسلیے ہے کہ جو لوگ خدا سے غافل ہین
انکے دل زندہ ہوجاوین ہمکو اس سے نہ کچھ فائدہ ہے نہ لذت ہم صرف خدا تعالی اور
اوسکے بندونمین ذریعہ ہین کہ اونکو اوسکی راہ بتاتے ہین اور یہ شیطانی وسوسہ اوس وقت
کہلتا ہے کہ کوئی اپنے ہمسرون مین ایسا ہو کہ اوسکا وعظ اپنی نسبت عمدہ ہو اور لوگون کا
میلان بھی اوسکی طرف زیادہ ہو پس اگر وعظ گوئی لذت کی سبب سے ہوئی ہوگی تو ایسے
شخص کو دیکھکر رگ حسد اندر سے جوش کریگی اور اگر واقع مین یہی منظور ہوگا کہ لوگ راہ راست پر
آجاوین تو ایسے شخص سے کمال طبیعت خوش ہوگی اور خدا کا شکر کریگا کہ خوب ہوا ایک سے دو
ہوگئے جیسے کوئی لاوارث مردہ کو دفنانا چاہے اور کوئی وہان موجود نہو اور شرعاً اسی کے
ذمہ آپڑے تو ایسے وقت مین اگر کوئی مددگار پیدا ہوجاوے تو کمال خوشی ہوتی ہے اور
کسیطرح کی حسد نہیں اٹھتی اسیطرح غافل لوگ مردہ ہین اور وعظ اونکے دلونکو زندہ کرنا چاہتے
ہین تو واعظین کی کثرت سے ایک دوسرے کو اعانت اور راحت ہوتی ہے یہ مقام خوشی کا ہے
نہ حسد کا اور ایسا بہت کم پایا جاتا ہے اسلیے مرید کو چاہیے کہ اس سے بچے کیونکہ یہ شیطان کے
بڑے جالونمین سے ہے جس سے اون لوگونکی راہ مارتا ہے جنپر اول اول کچھ راہ معرفت
کہلتی ہے اور لوگ اسوجہ سے اس جال مین پھنس جاتے ہین کہ زندگانی دنیاوی انسان پر
طبعاً غالب ہے اسی جہت سے اللہ تعالے نے فرمایا بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا پھر فرمایا کہ طبیعت میں
شر ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور کتب سابقہ مین بھی اسکا ذکر ہوا ہے اور یہ فرمایا اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ
الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى یہ ہی حال مرید کو ریاضت سکہلانے کا اور بتدریج اوسکی تربیت کا
خدا تعالے کے دیدار کے لیے اور تفصیل ریاضت کی ہر ہر صفت مین آگے مذکور ہوگی اور اکثر یہ
کہ صفات انسانی مین غالب تر شہوت پیٹ اور شرمگاہ اور زبان کی ہے اور اوسکے بعد غضب ہے
جو شہوات کی حمایت کرتا ہے اور جب شہوت پیٹ اور شرمگاہ کے ساتھ مانوس ہوتا ہے تو دنیا کی

محبت ہوتی ہے اور مال اور جاہ مین مبتلا ہوتا ہے مال و جاہ مین پڑکر کبر و عجب و ریاست
مین ایسا پہنستا ہے کہ سرے سے دنیا چہوڑنے کو دل نہین چاہتا اور دین مین بہی ایسی
بات کو لیتا ہے جسمین ریاست اور غرور پایا جاوے اس لیے ضرور ہوا کہ بعد ان دونون
بابون کے آٹہہ باب اس تفصیل سے لکہین باب اول شہوت شکم و فرج کی کمی مین باب دوم
حرص کلام کے دور کرنے مین باب سوم غضب اور حقد و حسد کے دور کرنے مین باب چہارم
دنیا کی مذمت اور اوسکی مکرون کی تفصیل مین باب پنجم مال محبت توڑنے اور بخل کی برائی
مین باب ششم ریا اور محبت جاہ کی برائی مین باب ہفتم کبر و عجب کی برائی مین باب ہشتم
دہوکہا کہانے کے مواقع مین ان مہلکات اور اونکے معالجات کے تمام ہونے کے بعد جو ہماری
غرض اس جلد مین بیان کرنی ہے انشاء اللہ پوری ہو جاویگی کیونکہ باب اول مین تو
ہمنے صفات قلبی کی شرح کی ہے جو معدن مہلکات اور منجیات دونون کا ہے اور دوسرے
باب مین تہذیب اخلاق اور امراض قلبی کے معالجات کا طریق بطور کلی اجمالاً ذکر کیا ہے اب
ان بابونمین اونکی تفصیل بیان ہوگی ذکر ریاضت نفس و تہذیب اخلاق خدا تعالی کی
مدد و حسن توفیق سے تمام ہوا اسکے بعد دو شہوتون کے دور کرنے کا مذکور ہوتا ہے والحمد للہ
اولاً و آخراً والسلام علی من اتبع الہدی وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

باب سوم شہوت شکم اور شرمگاہ کی توڑنے کے بیان مین اور اسمین آٹہہ بیان ہین

زان بعد ثنای مصطفے کو لکہیے	رباعی دل کہتا تہا حمد کبریا کو لکہیے
احسن ہے یہی کہ مدعا کو لکہیے	پر حوصلہ اپنا دیکہہ عاجز ہو کہا

جاننا چاہیے کہ بڑا مہلک اولاد آدم کا شہوت شکم ہی جسکے سبب حضرت آدم و حوا علیہما السلام
دار القرار سے اس دار ناپائدار مین نکالے گئے کیونکہ اونکو درخت خاص سے منع کیا گیا تہا مگر اونکی
شہوت غالب ہوئی کہا بیٹہے اور سب اونکی برائیاں اونپر کہل گئین اور در حقیقت شکم منبع شہوات
اور معدن آفات ہی اسلیے کہ شہوت شکم کو شہوت جماع لازم ہے پیٹ بہرنے پر یہ سوجہتا ہے
کہ بہت سی منکوحہ ہون اور خوب صحبت کیجیے اسکے بعد مال و جاہ کو دل چاہتا ہی کہ اونکے
ذریعہ سے یہ مطلب بخوبی نکلتا ہی اور مال کی کثرت سے طرح طرح کی رعونتین اور حسد مین پیدا ہوتی ہین
اور انہین مال و جاہ کی بدولت ریا اور تفاخر اور غرور پیدا ہوتا ہے جن سے حقد و حسد و
کینہ و دشمنی اوٹہتی ہے اور پہر یہ نوبت پہونچتی ہے کہ آدمی سرکشی اور نافرمانی

اور مکروہات و ممنوعات کرنے لگتا ہے اور یہ سب اس بات کا ثمرہ ہے کہ معدہ کو خالی نہ رکھا
اور ناک تک بھر لیا اگر آدمی اپنے نفس کو بھوک سے ذلیل رکھے اور اوسکی سبب شیطان
کے راستے تنگ کر دے تو البتہ قدم جادۂ طاعت الٰہی سے نہ ڈگماوے گا اور سرکشی
اور اترانا پاس نہ پھٹکے گا اور بالکل آخرت کو چھوڑ کر دنیا کا نہ ہو رہے گا اور دنیا کے واسطے آپس میں
جھگڑے اور خصومات نہ مول لے گا پس ازانجا کہ آفت شہوت شکم اس درجہ ہے تو ضرور
ہوا کہ اوسکی آفات و مہلکات کو بیان کر دیا جاوے کہ اوس سے لوگ بچیں اور طریق
مجاہدہ کا اور اوسکی فضیلت بھی شرح کر دیجاوے تاکہ اوسکی طرف رغبت کریں اور چونکہ
شہوت فرج بھی کچھ ایسی ہی ہے اور اسکے بعد ہوتی ہے اس لیے اسکا بیان بھی ضرور
ہے لہذا ہم ان سب امور کو آٹھ بیانوں میں ذکر کرینگے

بیان اول بھوکھ کی فضیلت اور سیری کی مذمت میں

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جَاھِدُوْا اَنْفُسَکُمْ بِالْجُوْعِ وَالْعَطَشِ فَاِنَّ الْاَجْرَ فِیْ ذٰلِکَ
کَاَجْرِ الْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ عَمَلٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ جُوْعٍ وَّ عَطَشٍ اور حضرت ابن عباس
فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے فرشتے اوس شخص کے پاس نہیں آتے جو اپنا پیٹ
بھرے اور کسی نے آپ سے پوچھا کہ آدمیوں میں سے کون افضل ہے آپ نے فرمایا مَنْ قَلَّ طُعْمُہٗ
وَضِحْکُہٗ وَرَضِیَ بِمَا یَسْتُرُ بِہٖ عَوْرَتَہٗ اور فرمایا سَیِّدُ الْاَعْمَالِ الْجُوْعُ وَذُلُّ النَّفْسِ لِبَاسُ الصُّوْفِ ابو سعید خدری
فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اون کا کپڑا پہنو اور آدھے پیٹ کھاؤ کیونکہ یہ ایک نبوت کا جز ہے
اور حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ فکر نصف عبادت ہے اور قلت غذا
پوری عبادت اور یہ بھی انہیں سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اَفْضَلُکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃً یَوْمَ
الْقِیٰمَۃِ اَطْوَلُکُمْ جُوْعًا وَتَفَکُّرًا فِی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَاَبْغَضُکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کُلُّ نَؤُوْمٍ اَکُوْلٍ شَرُوْبٍ
اور روایت ہے کہ آپ بے ضرورت بھی بھوکے رہتے تھے یعنی یہ امر آپ کو پسند تھا
اور حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالے اوس شخص سے کہ جسکا خورد و نوش دنیا میں کم ہو فرشتوں پر
فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندہ کو دیکھو کہ میں نے اوسکو دنیا میں اکل و شرب کم
دیا ہے اوسنے صبر کیا اور اونکو ترک کر دیا تم گواہ رہو کہ جو لقمہ وہ چھوڑیگا اوسکے عوض
جنت میں درجات عنایت کرونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُمِیْتُوا
الْقَلْبَ بِکَثْرَۃِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَاِنَّ الْقَلْبَ کَالزَّرْعِ یَمُوْتُ اِذَا کَثُرَ عَلَیْہِ الْمَاءُ

مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ حَسْبُ ابْنِ آدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ وَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَثُلُثٌ
لِلطَّعَامِ وَثُلُثٌ لِلشَّرَابِ وَثُلُثٌ لِلنَّفَسِ اور ایک حدیث طویل مین اسامہ بن زید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے فضیلت بھوکہہ کی وارد ہوئی ہے اوسمین ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل
سے زیادہ قریب وہ ہونگے جو دنیا مین زیادہ بھوکے پیاسے اور غمگین ہے وہ لوگ چھپے
متقی ہین کہ اگر ظاہر ہون تو کوئی نہ جانے اور اگر غائب ہو جاوین تو کوئی تلاش نہ کرے
زمین اونکو سب جانتی ہے اور فرشتے اونکو گہیرے رہتے ہین وہی اچھے لوگ ہین اور خدا تعالے
کی طاعت بھی اچھی طرح وہی کرتے ہین لوگ نرم نرم فرش بچھاتے ہین اور وہ اپنا ماتھا
اور گھٹنے بچھاتے ہین نبیون کے اخلاق اور افعال لوگونکو نہ ملے مگر اونکو حفظ ہین جب زمین
سے وہ چلے جاتے ہین تو زمین اونکے لیے روتی ہے اور جس شہر مین کوئی اونمین سے نہو
اوسپر خدا کا غضب ہوتا ہی دنیا کے لیے مردار پر کتونکی طرح نہین لڑتے بقدر سد رمق
کہاتے ہین اور کپڑا پرانا پہنتے ہین میلے کچیلے حال سے رہتے ہین لوگ یہ جانتے ہین کہ انکو
کچھہ مرض ہے حالانکہ اونکو کوئی مرض نہین اور بعضے سمجھتے ہین کہ اونکی عقلین جاتی رہتی ہین
اور یہ بات بھی نہین ہوئی بلکہ جن چیزون پر لوگونکی عقل دنیا مین دوڑتی ہے وہ اونمین
نہین پائی جاتی اسواسطے لوگ جانتے ہین کہ بے عقل ہین مگر وہ لوگ وہ باتین سمجھتے ہین
کہ جہان لوگون کی عقل گم ہوتی ہی شرف آخرت اونہین لوگونکے لیے ہی اے اسامہ جس شہر مین ایسے
لوگ نظر آوین تو جان لے کہ اس شہر کی امن کا باعث یہی ہین جس قوم مین وہ ہوتے ہین اونکو
خدا عذاب نہین دیتا زمین بھی اونسے خوش ہی اور خدا بھی راضی آدمیونمین اونکو اسلیے
رکھا ہی کہ شاید اونکی باعث اونکی نجات ہو اور اگر تجھسے بھوکہہ پیاس کی برداشت ہر دم تک
ہو سکے تو کیا کر اسکے باعث تجھکو شرف منزلت ملیگا اور نبیون کی صفت مین داخل ہوگا
اور جب تیری روح فرشتونکی پاس جائیگی تو وے خوش ہونگے اور خدا تجھپر رحمت کریگا اور حضرت حسن رضی
ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْبَسُوا الصُّوفَ وَشَمِّرُوا وَكُلُوا فِي أَنْصَافِ
الْبُطُونِ تَدْخُلُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاءِ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے گروہ حواریین
اپنے معدونکو بھوکہا رکھو اور بدنونکو ننگا تاکہ تمہارے دل خدائے عزوجل کو دیکھہ پاوین
اور یہی روایت طاوس رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کی ہے اور روایت ہے
کہ توریت مین لکہا ہے کہ اللہ تعالی کو موٹا عالم پسند نہین اسلیے کہ موٹاپن غفلت اور کثرت

غذا پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر سالک کے حق میں اچھا نہیں اور اسی لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی اوس قاری سے جو پیٹ بہر بہر موٹا ہوا ہو بغض رکھتا ہے اور ایک حدیث
میں ہے کہ شیطان آدمی میں خون کی طرح پہرتا ہے تو اوسکے راستونکو بہوکہ اور پیاس سے
تنگ کرو اور ایک روایت میں ہے کہ پیٹ بہرے پر کہانے سے برص ہو جاتا ہے اور فرمایا
کہ المؤمن یاکل فی معاء واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء یعنے مومن کی نسبت کافر سات گنا
کہاتا ہے یا اوسکی خواہش مومن سے سات گنی ہوتی ہے اور آنت کو بجاے شہوت مجازاً
ارشاد فرمایا اس لیے کہ طعام کا قبول کرنا اور لینا شہوت کے متعلق ہے جیسا کہ آنت اوسکو
اخذ اور قبول کرتی ہے اور اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ منافق کی آنتیں بہ حقیقت زیادہ ہوتی ہیں
اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ اونہونے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ یہ فرماتے تہے ادیموا قرع باب الجنۃ تفتح لکم
انہون نے پوچہا کہ باب جنت کو ہمیشہ کیسے کہٹکہٹاوین آپ نے فرمایا بالجوع والظما یعنی
بہوک اور پیاس سے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوجحیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی مجلس اقدس میں ڈکار لی آپ نے فرمایا کہ اپنی ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے روز وہی
زیادہ بہوکا ہوگا جسنے دنیا میں زیادہ پیٹ بہرا ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبہی پیٹ بہر کہانا نہیں کہایا اور بعض اوقات اونکی بہوک
دیکہکر رحم کے مارے روپڑتیں اور آپ کے پیٹ پر اپنا ہاتہ پہیر کہتیں کہ میں آپ کی قربان
جاؤن دنیا سے اتنا تو لے لیا کرو جس سے توت رہے اور بہوکہ سے محفوظ رہو تو آپ یہ فرماتے
کہ اے عائشہ میرے بہائیون نے یعنے اولوالعزم رسولون نے مجہ سے بہی زیادہ شدائد اوٹہائے
اور اوس پر صبر کرکے جب پروردگار کے سامنے گئے تو اونکی بڑی تکریم ہوئی اور نہایت ثواب
عنایت ہوا مجہکو یہ حیا آتی ہے کہ ایسا نہو زندگی میں کچہہ آرام کرلینے سے کل کو اونسے کمتر
رتبہ ملے پس چند روز صبر کرنا آسان ہے اس سے کہ کل کو آخرت میں حصہ کم ملے اور مجہکو
اپنے بہائیون اور دوستونسے ملنے کے سوا کوئی چیز اچہی نہیں معلوم ہوتی حضرت عائشہ
فرماتی ہین کہ بخدا اس گفتگو کے بعد آپکو ایک ہفتہ بہی نہیں گذرا تہا کہ آپ نے وفات پائی
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک
روٹی کا ٹکڑا آپ کی خدمت میں لائیں آپ نے پوچہا کہ یہ کیا ہے اونہون نے کہا کہ میں نے

ایک روٹی پکائی تھی میرا دل چاہا تو یہ ٹکڑا آپ کے پاس لے آئی آپ نے تناول فرما کر ارشاد کیا کہ یہ اول غذا ہے جو تیرے باپ کے منہ مین تین دن پیچھے پہونچی ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مدت العمر اپنے گھر والونکو تین دن تک متواتر گیہون کی روٹی پیٹ بھر نہین دی اور آپنے فرمایا ہے اِنَّ اَهْلَ الْجُوْعِ فِي الدُّنْيَا هُمْ اَهْلُ الشِّبَعِ فِي الْاٰخِرَةِ وَاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ الْمُتْخَمُوْنَ الْمَلَاٰی وَمَا تَرَكَ عَبْدٌ اَكْلَةً يَشْتَهِيْهَا اِلَّا كَانَ لَهٗ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ ۔ اور آثار بھی فضیلت بھوک مین بہت ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ پیٹ بھرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ زندگی مین موجب گرانی اور موت کے بعد باعث بدبو ہوتا ہے اور شقیق بلخی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے جسکے دکان خلوت اور اوزار بھوکھ اور حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا جب معدہ پر ہوتا ہے تو فکر سو رہتا ہے اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہین اور حکمت بیکار ہوجاتی ہے سعدی فرماتے ہین

تہی از حکمتے بعلت آن ۔ کہ پری از طعام تا بینی

اور حضرت فضیل بن عیاض اپنے نفس سے کہتے کہ تو کس بات سے ڈرتا ہے کہا بھوکھ سے ڈرلگتا ہے اوس سے خوف نہ کرنا چاہیے کیونکہ اوسکے باعث خدا کے سامنے ہلکا پھلکا رہتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب بھوکے رہتے تھے اور کہمس رح فرماتے کہ الہی تو نے مجکو بھوکہا رکہا ننگا رکہا اندھیری راتون مین بے چراغ رکہا کیسے کیسے وسیلے سے مجکو اس درجہ پر پہونچایا اور فتح موصلی کو جب مرض اور بھوک زیادہ ہوتی تو کہتے کہ الہی تو نے مجکو مرض اور بھوکھ مین مبتلا کیا اور تو اپنے دوستون سے ایسا کیا کرتا ہی تو کونسی بات سے تیری نعمت کا شکر کرون اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مین نے محمد بن واسع سے کہا کہ خوش حال وہ شخص ہے جسکے پاس تھوڑا غلہ اوسکی سد رمق کے لیے ہو اور لوگونکا محتاج نہو اونہونے فرمایا کہ اے مالک خوش حال وہ ہی جو صبح اور شام کو بھوکہا رہی اور پہر خدا سے راضی ہو اور حضرت فضیل بن عیاض فرماتے کہ الہی تو نے مجکو اور میرے عیال کو بھوکہا رکہا اور اندھیری راتون مین بے چراغ رکہا یہ باتین تو اپنے دوستون سے کیا کرتا ہے مجہکو یہ مرتبہ کیسے ملیگا اور یحیی بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ راغبین کی بھوکھ تنبیہ کے لیے ہوتی ہے اور تائبین کی امتحان کے لیے اور مجتہدین کی بزرگی کے لیے اور صابرین کی سیاست کے لیے اور زاہدین کی حکمت کے لیے اور توریت مین مذکور ہے کہ اللہ سے ڈرو اور جب پیٹ بھرے تو بھوکے کو یاد کرو اور ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہین

کہ رات کے کھانے مین سے ایک لقمہ کم کھانا مجکو بہ نسبت تمام شب کی بیداری کے اچھا معلوم ہوتا ہے اور یہی اونہین کا قول ہے کہ بھوک اللہ کے خزانہ سے اوسیکو عنایت ہوتی ہے جسکو وہ دوست رکھتا ہے اور حضرت سہیل بن عبداللہ تستری بحلیس روز نہ کھاتے اور ایک درم کی غلہ مین ایکسال گذار دیتے اور بھوک کا بڑا رتبہ جانتے اور اوسکے باب مین مبالغہ کرتے اور کہتے کہ قیامت کے روز کسی نیک عمل کا اتنا ثواب نہ ملے گا جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی جہت سے فضول طعام کو چھوڑنے سے ملے گا اور یہی فرمایا کہ دانا لوگون کو کوئی چیز دونو جہان کی نافع بھوک سے بڑھکر نہیں ملی اور فرمایا کہ طالبین آخرت کے حق مین کوئی چیز کھانے سے زیادہ مضر نہین اور فرمایا کہ حکمت اور علم بھوک مین ہین اور معصیت اور جہل سیری مین اور فرمایا کہ کوئی عبادت اس سے بڑھکر نہین کہ ہوائے نفسانی کے خلاف حلال چیز ترک کرے اور جس حدیث مین مذکور ہے کہ پیٹ کی تہائی غذا کے لیے ہے اوسمین آپ نے فرمایا کہ جو اس مقدار پر زیادہ کھائیگا وہ اپنی نیکیان کھائے گا اور اس درجہ سے بڑھکر مرتبہ کا حال جو اون سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اوسکو فضیلت نہوگی جب تک کہ غذا کا نکھانا اوسکے نزدیک کھانے کی نسبت محبوب نہو اور اگر ایک رات بھوکا رہے تو خدا تعالے سے دعا مانگے کہ دو رات بھوکا رکھے اور جب یہ حال اوسکا ہوجائیگا کہ غذا نکھانا اسیکو محبوب جانیگا اور ایک رات کے فاقہ سے دو رات کے فاقہ کی دعا مانگے گا تو البتہ فضیلت اوسکو حاصل ہوگی اور فرمایا کہ لوگ جو ابدال ہوئے ہین تو شکم کو بھوکا رکھنے اور بیداری اور سکوت اور خلوت سے ہوئے ہین اور فرمایا کہ آسمان و زمین مین ہر نیکی کی جڑ بھوک ہے اور ہر بدی کی اصل پیٹ بھر کھانا اور فرمایا کہ جسنے اپنے نفس کو بھوکا رکھا اوس سے وساوس دور ہو گئین اور فرمایا کہ اللہ عزوجل کا متوجہ ہونا بندہ پر بھوک اور مرض و مصیبت سے ہوتا ہے مگر جسکو خدا چاہے اور فرمایا کہ جان لو یہ وہ زمانہ ہے کہ اوسمین نجات اوسیکو ملے گی جو بھوک اور صبر اور مجاہدہ سے اپنی نفس کشی کرے اور فرمایا کہ جو آدمی اسی پانی کو خوب پیٹ بھر کر پیتے تو مجھکو نہین معلوم ہوتا کہ معصیت سے بچ رہے اگرچہ شکر اللہ تعالے کا کرلے پس کھانے سے سیر ہونیکا کیا حال ہوگا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ مین اپنی نفس کو کس چیز سے روکون اوسنے جواب دیا کہ بھوک اور پیاس کی بڑی قید ال اور گمنامی اور ترک عزت سے اوسکو ذلیل کر اور آخرت والونکا خاک پا بنا کر اوسکو چھوٹا کر اور پھٹے ہوئے لوگون کے لباس چھوڑنے سے اوسکو توڑ اور اوسکیطرف مدام بدظن ہوکر اوسکی آفتونسے بچ اور اوسکی خواہشون کے خلاف کرتا رہ اور عبداللہ

ابن زید فرماتے کہ بجز امحبت الہی نہین ملتی مگر بہوکہہ سے اور راہ لیتا پانی پر نہین چلتے اور زمین اونکے لیے طی نہین ہوتی مگر بہوکہہ سے اور خدا تعالے اونکی کفالت نہین فرماتا مگر بہوکہہ سے اور ابو طالب مکی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ پیٹ مثل ستار کے ہی کہ خالی لکڑی مین تار لگے رہتے ہین مگر اوسکی حسن صوت سبکی اور رقت سے ہوتی ہے کہ جوف دار ہوتا ہے اوسمین کچھہ بہرا نہین ہوتا اسیطرح پیٹ کا حال ہے کہ جب خالی رہتا ہے تو تلاوت بہی شیرین معلوم ہوتی ہے اور شب بیداری اور قلت خواب پر بہی مداومت کرتا ہے اور بکر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ تین آدمیونکو خدا تعالی دوست رکہتا ہی کم خواب کم خوار کم راحت اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام دو مہینے تک خدا تعالے سے مناجات اور باتین کرتے رہے اور کچہہ نکہایا یکایک جو روٹی کا خیال دل مین آیا تو مناجات جاتی رہی اور دیکہا کہ روٹی سامنے رکہی ہے آپ مناجات کی جاتی رہنے سے بیٹہے رویا کیے اتنے مین ایک مرد پیر اونکے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ اے ولی اللہ خدا تجہکو برکت دے مین ایک حالت مین تہا کہ روٹی کا دہیان آیا اور وہ حالت جاتی رہی تو خدا سے میرے لیے دعا کر اوسنے کہا کہ الہی جب سے مینے تجہے پہچانا ہے اگر روٹی کا دہیان مجہے آیا ہو تو میری مغفرت ست کیجو بلکہ جو کچہہ کبہی دہیان مین گذرا اوسیکو بے فکر کہا لیا اور روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو جب شرف ہم کلامی خدا سے نصیب ہوا تہا تو چلہ بہر کہانا نہین کہایا تہا

دوسرا بیان بہوکہہ کی فائدی اور پیٹ بہرنے کی آفتین

اب اگر کوئی یون کہے کہ بہوکہہ مین اتنی فضیلت کہان سے آئی اور اسکی وجہ کیا ہے کیونکہ بہوکہہ سے تو صرف معدہ کا رنج دنیا اور تکلیف اٹہانا ہی ہے اور اگر تکلیف ہی مین فضیلت ہے تو چاہیے کہ جو لوگ خود کشی کرین یا اپنی بوٹیان کاٹین یا بری چیزین کہائین یا ایسی ہی اور حرکات کرین اونکو زیادہ ثواب ملا کرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ قول ایسا ہی کہ کوئی دوا پینے سے اچہا ہو جاوے تو یون سمجہے کہ اسمین جو برائی اور تلخی تہی اوس سے مجہکو آرام ہوا ہے اور اسی خیال سے اور بری کڑوی چیزین کہانے لگے حالانکہ یہ امر غلط ہے دوا کا نفع تلخی کی جہت سے نہین بلکہ اوسمین ایک خاصیت ہی جسکو اطبا جانتے ہین اسیطرح بہوکہہ مین جو فوائد ہین اونکو علما جانتے ہین جو کوئی اوسکے نافع ہونیکا یقین کرکے اپنے اوپر بہوکہہ اختیار کرے اور جانے کہ شرعاً یہہ اچہی چیز ہے تو اوسکو بیشک نفع ہوگا گو نفع کا سبب نامعلوم

جیسے دوا پینے والے کو نفع ہوتا ہے گو اوسکی وجہ نہین جانتا مگر نیچے اس آیت کی
یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات درجات اگر کوئی علاوہ فوائد کے
تصدیق کی اونکا علم بھی ترقی مدارج کے لیے چاہے تو اوسکے لیے ہم بھوکھ کے دس فائدہ لکھ دیتے ہین

فائدہ اول قلب کی صفائی اور طبیعت کی تیزی اور بصیرت کا نافذ و کامل ہونا کیونکہ
سیری سے غباوت ہوتی ہے اور ذہن اندھا ہوجاتا ہے اور دماغ مین بخار نشہ کیطرح زیادہ
چڑھتا ہے اور فکر کی جگہہ کو گھیر لیتا ہے تو دل بھاری ہوکر فکر کیطرف نہین دوڑتا اور جلد
ادراک نہین کرسکتا بلکہ لڑکا جب زیادہ کھاتا ہے تو اوسکے حفظ مین فرق آجاتا ہی اور ذہن
بگڑ جاتا ہے اور غبی ہوجاتا ہے اور حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بھوکھ کو اختیار
کرنا چاہیے کہ اوس سے نفس ذلیل اور قلب رقیق ہوتا ہے اور باعث علم آسمانی کا ہوتی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ احیوا قلوبکم بقلة الضحک وقلة الشبع و
طہروها بالجوع تصفو وترق اور بعض اکابر کا قول ہے کہ بھوکھ مثل رعد کے ہے اور قناعت
مثل ابر کے اور حکمت مثل مینہ کے یعنے اون دونون سے حاصل ہوتی ہے اور حدیث شریف
مین ہے من اجاع بطنه عظمت فکرته وفطن قلبه اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من شبع ونام قسا قلبه اور پھر آپ نے فرمایا کہ
لکل شیء زکوة وزکوة البدن الجوع اور حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب کبھی
مین خدا کے واسطے بھوکھا رہا ہون تو ایک دروازہ حکمت اور عبرت کا اپنے دل مین ایسا
کھلا پایا ہے کہ پہلے نہ تھا اور یہ تو بدیہی بات ہی کہ مقصود عبادات سے وہ فکر ہے جو معرفت تک
پہونچاوے اور حقائق اشیا جون کی تون نظر آوین اور بھوکھ سے یہ مقصود حاصل ہے
اور سیری اسکی مانع اور چونکہ معرفت الہی جنت کا ایک دروازہ ہی تو ضرور ہے کہ بھوکھ کی
ملازمت سے جنت کی دروازہ کا کھٹکھٹانا نصیب ہو اور حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اسی وجہ سے
اپنے بیٹے کو کہا تھا کہ جب معدہ پر ہوتا ہی تو فکر سو رہتا ہے اور حکمت ساکت ہوتی ہی اور اعضا
عبادت سے بیٹھ رہتے ہین اور حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بھوکھ ایک
ابر ہے جب بندہ کے دل سے بھوکھ کیوقت حکمت برستی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا نور الحکمة الجوع والتباعد من اللہ عز وجل الشبع والقربة الی اللہ عز وجل حب المساکین والدنو منهم
لا تشبعوا فتطفئوا نور الحکمة من قلوبکم ومن بات یصلی فی خفة من الطعام بات الحور حوله حتی یصبح

دوسرا فائدہ قلب کی نرمی ہے جس سے استعداد ادراک لذت ذکر کی حاصل ہوتی ہے بہت بار ایسا ہوتا ہے کہ ذکر زبان پر حضور دل کے ساتھہ جاری رہتا ہے مگر قلب کو اوس سے لذت اور اثر نہین ہوتا گویا قلب مین اور اثر مین حجاب سختی دل کا پڑا ہوا ہے اور بعض دفعہ ذکر سے خوب اثر ہوتا ہے اور مناجات مین ایک لذت معلوم ہوتی ہے اور ظاہر اسکی علت معدہ کا خالی ہونا ہی ہے چنانچہ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ مجھکو عبادت مین زیادہ حلاوت جبھی آتی ہے جب میری پیٹھہ پیٹ سی لگی رہتی ہے اور یہہ بھی اونکا ہی قول ہے کہ جب دل بھوکھا پیاسا رہتا ہے تو صاف و رقیق ہوتا ہے اور جب پیٹ بھرا ہوتا ہے تو اندہا اور کثیف اور حضرت جنید فرماتی ہین کہ بعض آدمی اپنے سینے مین کھانے کی آخور رکھہ لیتے ہین اور پہر مناجات کی حلاوت چاہتے ہین اس بیان سے معلوم ہوا کہ آسان ہونا فکر کا اور حصول معرفت اور شی ہی اور اوس سے لذت و تاثیر ہوتی اور چیز اور یہ دوسرا فائدہ ہے تیسرا فائدہ انکسار اور فروتنی ہے اور دور ہونا اترانے اور خوشی کا جو مبدء طغیان اور غفلت کا ہی کیونکہ نفس کسی شی سے اتنا منکسر اور ذلیل نہین ہوتا جتنا بھوکھہ سے ہوتا ہے اور بھوکھہ کی حالت مین جب اوسکی قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور حیلہ جاتا رہتا ہے اور ٹکڑا روٹی کا اور گھونٹ پانی کا نہین ملتا تو مالک کی اطاعت کرتا اور اپنی ذلیل و عاجز بنا رہتا ہے اور جب تک انسان اپنے نفس کو عاجز و ذلیل مشاہدہ نہین کرتا تب تک عزت و غلبہ مولی نہین سوجھتا اور چونکہ سعادت انسانی اسمین ہے کہ ہمیشہ اپنے آپکو ذلیل و عاجز جانے اور خدا تعالے کو عزیز و غالب تو ضرور ہوا کہ ہمیشہ بھوکھا اور خدا کیطرف مضطر رہے اور اس اضطرار مین ذوق و حلاوت پاوے اور یہی باعث تہا کہ جب دنیا اور اوسکے خزانہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے اونسے اعراض کیا اور فرمایا کہ لا بل اجوع یوما و اشبع یوما فاذا جعت صبرت و تضرعت و اذا شبعت شکرت یا کچہہ اور طرح فرمایا غرض کہ شکم اور شرمگاہ ایک دوزخ کے دروازون مین سے ہی اور اوسکی اصل پیٹ بھرنا ہے اور عاجزی اور انکسار جنت کا دروازہ ہے اور اوسکی اصل بھوکھا رہنا ہے پس جو کوئی دروازہ دوزخ کو بند کریگا تا باب جنت کہل جاوے گا اس لیے کہ یہ دونون ایک دوسری کی ضدین ہین جیسا مشرق و مغرب کہ جتنا ایک کیطرف چلو دوسرے سے دور جاو چوتھا فائدہ نہ بھولنا عذاب الہی اور اہل مصیبت کا اس لیے کہ پیٹ بہرے کو بھوکھا اور بھوکھہ دونون یاد نہین رہتے اور ہوشیار آدمی جب کوئی مصیبت دیکھتا ہے اور اس سے

آخرت کی مصیبت یاد کرتا ہے پیاس سے پیاس آخرت کو عرصات قیامت میں یاد کرتا ہے اور بھوک سے دوزخیوں کی بھوک یاد کرتا ہے کہ جب اونکو بھوک لگیگی تو سینڈھ اور خار دار درخت غذا کے لیے ملینگے اور پیاس کے وقت پیپ اور ریم پلائی جاویگی اور بندہ کو ایسا ہی چاہیے کہ عذاب آخرت کو مد نظر رکھے اس لیے کہ اوس سے خوف الٰہی کا جوش ہوتا ہے اور جو آدمی کبھی ذلت و علت و مصیبت میں گرفتار ہوا ہو وہ عذاب آخرت کو بھول جاتا ہے بلکہ خود عذاب ہی کو نہیں جانتا اور نہ اوسکے دل پر اوسکا خوف غالب ہو تو بالضرور بندہ کے لیے مصیبت میں رہنا یا مصیبت کو دیکھنا چاہیے اور سب سے ادنےٰ مصیبت جو آدمی اوٹھا سکتا ہے وہ بھوک ہے کہ اوسمیں سوائے یاد کرنے عذاب آخرت کی اور بہت سے فوائد عمدہ ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انبیا اور اولیاء حسب ارج کسی مصیبت خاص میں مبتلا ہوتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے لوگوں نے کہا کہ آپ بھوکے کیوں رہتے ہیں آپ کے قبضہ میں تو زمین کے خزانے ہیں آپنے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ پیٹ بھر کر بھوکوں کو نہ بھول جاؤں اس سے معلوم ہوا کہ بھوکوں محتاجوں کی یاد بھی ایک فائدہ بھوک کا ہے اس لیے کہ بھوک سے رحم اور کھانا کھلانا اور شفقت خلق خدا پر پیدا ہوتی ہے اور پیٹ بھرے کو بھوکے کی تکلیف کیا معلوم ہے

آنکہ در راحت و تنعم زیست — اوچہ داند کہ حال گرسنہ چیست

جسکی نہ پھٹی ہو بوائی وہ کیا جانے پیر پرائی چھٹواں فائدہ جو سب فائدوں میں زیادہ ہے توڑنا شہوات معاصی کا اور غالب آنا نفس امارہ پر ہے کیونکہ منشا تمام گناہوں کا شہوات اور قوی ہیں جنکا مادہ غذائیں اور کھانے ہیں پس اونکو کم کرنے سے ہر ایک شہوت و قوت کمزور ہو جاتی ہے اور چونکہ سعادت تمامہا اسمیں ہے کہ آدمی اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور شقاوت یہ ہے کہ نفس کے قابو میں پڑ جاوے تو جیسے سرکش گھوڑا بے آب و دانہ رکھنے سے قابو میں آجاتا ہے اسیطرح نفس بھی بھوکھا رہنے سے دب نکلتا ہے بعض اکابر سے منقول ہے کہ اونسے لوگوں نے کہا کہ آپ اب ضعیف ہوئے نفس کی خدمت کیوں نہیں کرتے کہ اب تو وہ کمزور ہو گیا آپ نے فرمایا کہ اس لیے کہ یہ جلدی اکڑنے لگتا ہے اور بہت شرارت کرتا ہے ایسا نہو کہ سرکشی کرکے مجھے کسی ورطہ میں ڈالدے اسکے ساتھ سختی برتنا اس سے بہتر ہے کہ مجھے ارتکاب گناہ کا درپیش ہو اور حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب کبھی پیٹ بھر کر کھایا تو یا گناہ کیا یا قصد گناہ میں مبتلا ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اول بدعت

جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے تھے کہ لوگ سیر ہو کر کہانا کہانے لگے پیٹ بہر کر کہاوینگے تو ضرور اونکے نفس دنیا کی طرف کو زور کرینگے اور اس کو ایک فائدہ تصور کرنا چاہیے بلکہ فوائد کی کہان جاننے چاہیے اور اسیواسطے بزرگ فرماتے ہین کہ بہوک خدا تعالے کے خزانون مین سے ایک خزانہ ہے ایک ادنے بات یہ ہے کہ بہوک کے سبب شہوت شرمگاہ اور شہوت کلام جاتی رہی کیونکہ بہوکہی کا دل زیادہ بولنے کو نہین چاہتا اور اس جہت سے زبان کی آفتون سے مثل غیبت اور فحش اور جہوٹ اور چغلی وغیرہ کے سب سے محفوظ رہتا ہے اور پیٹ بہر پر دل لگی سوجہتی ہے اوسوقت لوگونکی غیبت کا ضرور ہی ذکر ہوتا ہے غرض کہ زبان ہی کی بدولت آدمی دوزخ مین جاوینگے اور شہوت زنا کی برائی خود مخفی نہین مگر بہوکہ سے اوسکے شر سے بچا محفوظ رہتا ہے اور شکم سیر ہونے پر اور شہوت زور کرتی ہے اپنے آپ مین نہین رہتا اور اگر تقوے کی جہت سے اوسکو روکا تو آنکہہ قابو مین نہ رہیگی اور وہ بہی زنا مین داخل ہے اور اگر بالفرض آنکہہ بہی بند کر لے گا تو فکر تو اختیاری نہین دل مین خطرات خبیث اور وساوس اسباب شہوت کے ایسے پیدا ہونگے جن سے مناجات کہٹی پڑ جاوے بلکہ اکثر اسطرح کے افکار نماز کی حالت مین پیش آوینگے اسیطرح اور اعضا کے معاصی کو خیال کرنا چاہیے زبان اور شرمگاہ کو تو یہی بطور مثال لکہدیا ہے سب اعضا کسی افعال کا سبب قوت ہوتی ہے جو پیٹ بہرنے سے حاصل ہوتی ہے ایک حکیم کا قول ہے کہ جو مرید سیاست پر صبر کرے اور برس روز تک فقط روکہی روٹی کہاوے اور اوسمین کوئی چیز اپنے دل چاہتی نہ ملاوے تو اللہ تعالے اوس سے عورتونکا فکر دور فرماتا ہے چہٹا فائدہ نیند کا دفع ہونا اور مدام بیدار رہنا کیونکہ جو پیٹ بہر کہاویگا وہ پانی بہت پیے گا اور زیادہ پانی پینے سے نیند بہت آتی ہے بعض اکابر اسی بنا پر اپنے مریدونسے کہانا کہانیکے وقت فرماتے کہ بہت مت کہائیو ورنہ پانی بہت پیوگے اور زیادہ سووگے اور کثرت سی حسرت کروگے اور ستر صدیق اسبات پر متفق ہین کہ نیند کی کثرت بہت پانی پینے سے ہوتی ہے اور کثرت نیند سے اور بہی خرابیان ہین تہجد جاتا رہتا ہے طبیعت غبی ہوتی دل سخت ہوتا ہے اور علاوہ انکے عمر جوہر نفیس ہے اور تجارت کیلیے راس المال آدمی کا یہی ہے اور نیند بمنزلہ موت ہے تو کثرت نیند سے عمر کم ہوتی ہے اور غلبہ خواب سے حلاوت تہجد بہی نہین ہوتی پہر مجرد آدمی اگر شکم سیری پر سورہے گا تو احتلام ہوجاویگا یہ بہی تہجد سے مانع اس لیے کہ حاجت غسل مین ٹہنڈے پانی سے تکلیف ہوتی ہے اور گرم پانی رات کو اوسوقت

بعض اوقات میں ہاتا تو اگر وتر بہی اول شب پڑہے ہونگے وہ بہی قضا ہو جاوینگے اسلیے ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے کہ احتلام عقوبت ہی کہ بہت سی عبادت سے مانع ہوجاتا ہی بوقت آدمی سے غسل نہیں ہو سکتا ہے خلاصہ یہ کہ نیند چشمہ آفات ہی اور سیری وسکا سبب اور وہ کم ہو سکتی ہی

ساتوان فائدہ آسان ہونا عبادت کی مواظبت کا کیونکہ خود کہانا کثرت عبادت سے باینوجہ مانع ہے کہ اوسکے لیے ایک وقت چاہیے اور کبہی آٹا وغیرہ مول لینے مین اور پکانے مین بہی وقت گذر جاتا ہے اور کہانے کے بعد ہاتہہ دہونے اور خلال کرنے میں اور کئی دفعہ پانی پینے مین بہی زمانہ صرف ہوتا ہے اگر ان اوقات کو ذکر ومناجات مین صرف کرتا تو زیادہ نفع ہوتا سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ مین نے جرجانی رح کے پاس ستو دیکھے کہ سوکھا پہانکتے تھے مین نے کہا کہ یہ کس باعث سے آپ کرتے ہین کہا کہ مین نے چابنے اور پہانکنے کا جو حساب لگایا تو ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چابنے مین زیادہ دیر لگتی ہے اسی لیے چالیس برس سے مین نے روٹی کہانی چہوڑ دی غور کی جگہہ ہے کہ انہون نے کیسے انکو وقت کا تلف ہونا چابنے مین سوچا اور اوسکو ضائع نہ ہونے دیا اسیطرح ہر ایک سانس عمر کا جوہر نفیس بے مول ہے اوس سے آخرت کا خزانہ باقی حاصل کرنا چاہیے اور یہ بات اوسکو اللہ کے ذکر وطاعت مین مصروف کرنے سے ہوتی ہے علاوہ ازین کثرت غذا سے دوام باطہارت نہین رہ سکتا مسجد مین ٹہر سکتا ہے کیونکہ بار بار پانی پینے اور پیشاب کرنیکے لیے نکلنا پڑیگا اور روزہ رکہنا بہی ایسے شخص کو دشوار ہی اسلیے کہ جسکو بہوکہہ کی عادت ہوتی ہے وہی روزہ رکہہ سکتا ہے پس روزہ رکہنا اور دوام اعتکاف وطہارت اور اوقات حصول غذا اور اوسکے لوازم کو عبادت مین صرف کرنا بڑی نعمتین اور نفع کی چیزین ہین انکی قدر ان غافلون کو معلوم نہین جنکی شان مین یہ وارد ہی رَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِہَا اور یَعْلَمُوْنَ ظَاہِرًا مِّنَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَہُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ہُمْ غٰفِلُوْنَ اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ سیری مین چہہ آفتین ہین مناجات کی حلاوت نہ پانی حکمت کے حفظ سے معذور رہنا خلق پر شفقت سے بے بہرہ رہنا کیونکہ اپنی سیری سے اونکو بہی ایسا ہی سمجہتا ہے عبادت کا گران معلوم ہونا شہوات کی زیادتی سب نمازی مسجدون کے گرد پہرین اور پیٹ بہرے گندی جگہون گرد

آٹھوان فائدہ بدن کا تندرست رہنا اور بیماریون کا دفع ہونا اس لیے کہ امراض کا سبب بہی ہوتا ہے کہ غذا کی زیادتی سے کچہہ اخلاط فاسدہ اور رگون مین جمع ہو جاتے ہین پہر

عبادت نہین ہو سکتی دل کو تشویش ہوتی ہے و فکر و ذکر نہین کر سکتا زندگی تلخ ہو جاتی ہے مقصد
یہ ہے کہ اسی وجہ سے دوا و طبیب کی ضرورت ہوتی ہے اور ان سب کے لیے پیسا چاہیے جس سے کہ انسان
کبھی بھی اونکا دست اور حیثیت سے خالی نہ رہے اور بھوکہ مین یہ سب باتین مفقود ہین روایت ہے کہ ہارون
رشید نے چار طبیب ہندی اور رومی اور عراقی اور حبشی بلا کر اونسے کہا کہ ہر کوئی ایسی دوا بتلاوے
جس سے مرض نہو ہندی نے کہا کہ میرے نزدیک ایسی دوا سیاہ ہڑ ہی اور عراقی نے کہا کہ میرے نزدیک
ترہ تیزک ہے اور رومی نے گرم پانی بتلایا حبشی کہ سب مین زیادہ جانتا تھا بولا کہ ہڑ سے معدہ تنگ
ہوتا ہے اور یہ بھی ایک مرض ہے اور ترہ تیزک سے معدہ نرم ہوتا ہے وہ جدا مرض ہے اور گرم
پانی سے معدہ سست ہوتا ہے وہ بھی روگ ہے اونہون نے پوچھا کہ پھر آپ کے نزدیک کونسی
دوا ہے اوسنے کہا کہ میرے نزدیک جس دوا سے مرض نہو یہ ہے کہ کہانا ایسے وقت کہاوے کہ خواہش
ہو اور موقوف ایسے وقت کرے کہ خواہش باقی ہو اسکو سب مان گئے بعض حکما اہل کتاب کے
سامنے اس حدیث کا ذکر ہوا کہ ثلث للطعام و ثلث للشراب و ثلث للنفس تو اوسنے متعجب ہو کر
کہا کہ کمی غذا کے باب مین اس سے زیادہ محکم کوئی قول مین نے نہین سنا یہ کلام بیشک کسی حکیم
کا معلوم ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البطنة اصل الداء والحمیة اصل
الدواء و عودوا کل جسم ما اعتاد انتہی اگر اس حدیث سے طبیب زیادہ تعجب کرین تو لائق ہے اور ابن سالم
فرماتے ہین کہ اگر کوئی گیہون کی روکھی روٹی ادب کے ساتھ کہاوے تو مرض موت کے سوا کبھی
بیمار نہ پڑے لوگون نے کہا کہ ادب کیا ہے اونہون نے کہا کہ بھوکہ پر کہانا اور سیری سے پہلے
ہاتھ کھینچنا اور بعض اطباء فاضلین کا قول بسیار خواری کی مذمت مین یہ ہے کہ معدہ مین
سب سے زیادہ فائدہ انار کرتا ہے اور سب سے زیادہ ضرر نمک لیکن تھوڑا نمک کہانا بہ نسبت بہت
انار کہانے کے مفید ہے اور حدیث مین ہے صوموا تصحوا ہو بھوکہ بھی صوم مین داخل ہے غرضکہ
غذا کی کمی مین اجسام مرضون سے محفوظ رہتے ہین اور قلوب کو سرکشی اور تکبر وغیرہ کا روگ نہین ہوتا
نوان فائدہ خرچ کا کم ہونا کیونکہ جو کم کہاوے گا اوسکو تھوڑا سامان کافی ہوگا اور اگر
پیٹ بہرنے کی عادت ہوگی تو ہمیشہ پیٹ کا تقاضا ہوگا اور گردن پکڑ کے کہے گا کہ کہانے کی بھی
فکر ہے تو آدمی دربدر اوسکے لیے پہرتا پہریگا پھر اگر وجہ حرام سے کچھ پیدا کریگا تو گناہ گار ہوگا اور وجہ
حلال سے لاویگا تو بھی رنج و ذلت سے خالی نہین اسلیے کہ اکثر لوگونکی طرف طمع سے دیکھنا پڑیگا
جو کمال درجہ کی ذلت ہے مومن وہ ہے جو اپنا خرچ کم رکہے بعض حکما کا قول ہے کہ مین اپنی اکثر

حاجتیں اس طرح پوری کرتا ہون کہ اونکو ترک کر دیتا ہون اس سے دلکو بڑی آسایش پاتا ہون
اور ایک حکیم ذکر کرتے ہین کہ جب مین کسی دوسرے شخص سے اپنی خواہش پورا کرنیکے لیے قرض
لیا چاہتا ہون تو اپنے نفس ہی سے اوس خواہش کو قرض لیکر ترک کر دیتا ہون تو نفس میرا اس
میرے لیے خوب مودی ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ اپنے یاردوستونسے ماکولات کا
نرخ پوچھتے اگر وہ گران بتاتے تو فرماتے کہ ترک کرکے ارزان کرلو اور سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے
کہ بسیار خوار تین حال مین برا ہے اگر اہل عبادت ہے تو سستی کریگا اور اگر پیشہ والا ہے تو آفات
سے خالی نرہیگا اور اگر کچھ آمد والا ہے تو اپنے دل سے خدا کا انصاف نہ کریگا حاصل یہ
کہ حرص دنیا موجب تباہی ہے اور دنیا کی حرص پیٹ اور شرمگاہ کے سبب سے ہی اور شہوت
جماع شہوت غذا سے ہوتی ہے جسکے تھوڑا کرنے سے یہ سب باتیں جاتی رہتی ہیں اور یہ سب
ابواب دوزخ ہین انکے بند ہوتے ہی جنت کے دروازے کھل جاتے ہین جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدِیْمُوْا قَرْعَ بَابِ الْجَنَّۃِ بِالْجُوْعِ پس جو شخص ایک چپاتی پر ہمیشہ قناعت
کریگا وہ سب شہوت سے قناعت کریگا اور آزاد اور مستغنی ہوکر رنج سے راحت پاویگا
اور عبادت الٰہی اور تجارت اخروی ہی کا ہو رہیگا اور اون لوگون سے ہوگا جنکی
شان مین ہے لَا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ کہ دنیا کے معاملات ایسونکو لہو مین نہین ڈالتے کیونکہ
یہ لوگ اوس سے بے پروا ہین اور جنکو اوسکی طرف حاجت ہے اونکو لہو مین ضرور ڈالتے ہین
دسوان فائدہ یہ کہ جو غذا کہانے سے بچیگی اوس سے صدقہ اور خیرات ہوسکتی ہے اور یتیمون
مسکینون کی خبرگیری سے قیامت کی دہوپ مین حدیث کے موجب اپنے صدقہ کے سایہ مین
رہیگا جسقدر آدمی کہا لیتا ہے وہ مٹی اور پاخانہ ہوجاتا ہے اور جو صدقہ دیتا ہے وہ فضل الٰہی
کے لیے ذخیرہ ہوتا ہے تو بندہ کو مال مین بہی یہ سمجھنا ہے کہ خواہ صدقہ سے اوسکو جمع کردے
یا کہا کر فنا کردے یا پہنکر پرانا کردے مگر اپنی غذا کو کم کرکے اگر بقیہ سے صدقہ کرے تو بہتر
بہتر ہے کہ شکم سیر ہوکر سختی مین مبتلا ہو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جب یہ آیت پڑہی
اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا فرمایا کہ خداوند کریم نے انہین ساتون آسمانونکو جو مزین نجوم ہین و حملہ
عرش ارشاد فرمایا کہ تم بار امانت کو مع مافیہا اوٹہالو اونہون نے عرض کیا کہ اوسکے اندر کیا ہے ارشاد
ہوا کہ اگر نیک کرے تو ثواب پاوے اور برا کرے تو عذاب ہو عرض کیا کہ ہم سے نہین اوٹہیگا

پہر اسیطرح زمین سے پوچھا اوسنے بہی انکار کیا پہر بڑے بڑے مضبوط سخت پہاڑون پر یہ مضمون
پیش ہوا اونہون نے بہی انکار کیا پہر انسان سے جو فرمایا تو اوسنے مان لیا کیونکہ اپنے نفس
پر ظالم اور امر ربانی کی حکمت سے ناواقف تہا اور بخدا کہ اب اس ظلم وجہل کا مشاہدہ ہوتا ہی
کہ ایمان کو مال کے بدلے مین بیچ ڈالتے ہین اور شہرون کے مالک ہوکر گہرونکو وسیع اور قبرونکو
تنگ اور مویشی کو موٹا اور دین کو دبلا کرتے ہین اور صبح شام حاکم کے دروازے پر جاکر
اپنی جانون کو مصیبت لگاکے حاکم حقیقی سے بےخوف ہوئے ہین کوئی یہ کہتا ہے کہ مین چاہتا ہون
اور یہ آرزو رکہتا ہون اور میرے لیے فلانی فلانی چیز لے آؤ اور بائین ہاتہہ پر تکیہ لگاکر
پرایا مال چکہتا ہے اور جب نوبت بدہضمی اور ہیضہ کی پہونچتی ہے تو نوکرونسے کہتے ہین کہ کوئی
ایسی چیز لاؤ جس سے کہانا ہضم ہو ارے بیوقوف کہانا ہضم کیا چاہتا ہے یا دین کو ہضم کر بیٹہا
فقیر اور یتیم اور بیوہ و مسکین کہان گئے جنکی خبرگیری کا حکم تجہکو خدا نے دیا تہا اس بیان سے اسی
فائدہ کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے یعنے جو کچہہ کہانے سے بچے اوسکو محتاج کو دینا چاہیے تاکہ
اجر اخروی کا ذریعہ ہو اور کہانے کی بنسبت یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ اوس سے دونا گناہ ہوتا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی توند دیکہکر انگشت مبارک سے توند کیطرف اشارہ کرکے
اوسکو فرمایا کہ اگر اسقدر غیر کے پیٹ مین جاتا تو تیرے واسطے اچہا ہوتا یعنے اگر تو اپنی خوراک
کم کرکے اورونکو کہلاتا تو آخرت کے لیے ذخیرہ ہوتا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ
ہمنے ایسے لوگ دیکہے ہین کہ جنکے پاس اتنی غذا تہی کہ اگر وہ چاہتے تو سب کہا لیتے مگر یہ کہا کہ
بخدا اسے اپنے پیٹ مین نہ ڈالونگا کچہہ للہ بہی دونگا پس یہ دس فائدے بہوکہہ کے ہین جنمین سے
ہر ایک حاوی فوائد بیشمار ہے اسی لیے بہوکہہ کو فوائد اخروی کا خزانہ کہنا چاہیے بعض اکابر سے
منقول ہے کہ بہوکہہ کلید آخرت اور زہد کا پہاٹک ہی اور شکم سیری کلید دنیا اور باب رغبت اور
یہی مضمون اخبار مین بہی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ان فوائد کی تفصیل جاننے سے معانی ون
اخبار کی بخوبی معلوم و مفہوم ہوجاتے ہین اور اگر تفصیل فوائد معلوم نہو اور صرف بہوکہہ کو مفید جانو
تب بہی رتبہ ایمان تقلیدی کا حاصل ہوگا

بیان سوم ایسی ریاضت کا جس سے شہوت شکم ٹوٹے

جاننا چاہیے کہ مرید کو شکم اور غذا کے باب مین چار چیزین مقرر کرنی چاہیین اول مقدار غذا
دوم وقت غذا سوم جنس غذا چہارم درجات ورع ہین جنکا بیان باب حلال و حرام مین ہمنے

لکھا ہے یہاں تین امور کی حدود کا ذکر لکھا جاتا ہے مگر جان لینا چاہیے کہ مقدم غذا حلال ہے اسلیے
کہ عبادت غذا حرام کے ساتھ ایسی ہے جیسی عمارت پانی پر بنایا چاہیں اول بات جو مقرر کرنی
ہے مقدار غذا کو کم کرنا ہے اور اسمین ریاضت بتدریج کرنی چاہیے تاکہ ایک اندازہ پر پہونچ جاوے کیونکہ
اگر کوئی شخص بہت کھانے کا عادی ہوگا اور دفعۃً کم کردیگا تو مشقت بھی زیادہ ہوگی اور مارے
ضعف کے اوسکا مزاج متحمل ریاضت نہوگا پس تھوڑا تھوڑا کم کرنا چاہیے مثلاً اگر دو روٹی کھاتا ہے
اور یہ چاہے کہ ایک روٹی کھایا کرون تو چاہیے کہ ایسی طرح کم کرے کہ مہینے بھر مین ایک روٹی پر
آجاوے اور یہ بات کئی طرح ہوسکتی ہے خواہ اول مقدار دو روٹی کو وزن کرلے اور پھر ہر روز
ایک روٹی کے وزن کا تیسوان حصہ کم کردیا کرے یا لقموں کے شمار سے اوسکو گھٹاوے تو نہ اسکو
ضرر ہوگا اور نہ کچھ اثر کسیطرحکا معلوم ہوگا اور غذا کے باب مین چار درجہ ہین درجہ اعلیٰ یہ ہے
کہ غذا اتنی کم کرے کہ مقدار سد رمق رہجاوے جسکے بدون زندگی نہ ہوسکے یہ مرتبہ صدیقین کا ہے
اور سہیل تستری رحمہ اللہ بھی اسیکو پسند فرماتے ہین وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین چیز سے عبادت
لیتا ہے زندگی اور عقل اور قوت پس اگر بندہ کو اول کی دو چیزین جاتے رہنے کا خوف ہو تو کھانا
روزہ ہو تو افطار کرے پاس نہو تو تلاش کرے اور اگر اون دونون کے جانے کا خوف نہو صرف
طاقت جانے کا ڈر ہو تو کچھ پروا نکرے گو ضعیف ہوجاوے یہان تک کہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور خیال
کرے کہ ضعف سے بیٹھکر نماز پڑھنی قوت غذا سے کھڑے ہوکر پڑھنے کی نسبت افضل ہے اور اونسے
جو کسی نے شروع کا حال اور غذا کی کیفیت پوچھی تو فرمایا کہ میری غذا سال بھر مین تین درم ہوتی تھی
ایک درم کا مین شیرۂ انگور لیتا تھا اور ایک کا چانول کا آٹا اور ایک کا گھی اور سب ملاکر تین سو
ساٹھ گولیان بنالیتا تھا ہر ایک شب ایک گولی سے افطار کیا کرتا تھا لوگون نے کہا کہ اب کیا
حال ہے اونہون نے فرمایا کہ اب کچھ مقدار و وقت مقرر نہین اور بعض راہبین کی حکایت ہے
کہ وہ اپنی خوراک ساڑھے تین ماشہ غذا تک پہونچاتے ہین دوسرا درجہ یہ ہے کہ رات دن مین مقدار
نصف مد یعنی سوا پاؤ کھاوے اور غالب ہے کہ اکثر لوگون کی نسبت یہ مقدار سوم حصہ شکم
کی مساوی ہوگی جسکا ذکر حدیث شریف مین وارد ہے اور لقیمات سے بڑھکر ہے کیونکہ یہ وزن
جمع سالم کا قلت کے لیے مستعمل ہے جو دس سے کم پر بولتے ہین حضرت عمر رض کی عادت یہی تھی
آپ سات لقمہ یا نو کھایا کرتے تھے تیسرا درجہ یہ کہ مقدار ایک مد کے یعنی اڈھائی پاؤ کھاوے یہ ثلث
شکم سے بڑھکر ہے اور غالب ہے کہ دو ثلث شکم کے مساوی ہو اس صورت مین ثلث شکم پانی کا حق

رہی گا مگر ذکر کے لیے کچھ نہ رہا جیسا کہ بعض روایتون مین بجاے نفس کے ثلث للذکر واقع ہوا ہے
چوتھا درجہ یہ ہے کہ حد سے بڑھکر ایک سیر تک کہاوے اور سیر سے زیادہ کہانا اسراف مین داخل ہے
اور حکم ربانی وَلَا تُسْرِفُوا کے مخالف مگر یہ حکم اکثریہ ہے ورنہ مقدار غذا باعتبار شخص اور عمر اور کام
متعلقہ ہر شخص کی جداگانہ ہے اور ایک پانچوان طور اور بہی ہے مگر اوسمین دہوکے کا مقام
ہے وہ یہہ کہ جب اشتہاے صادق ہو جب کہانا کہاوے اور ابہی اشتہاے صادق باقی ہو کہ
ہاتھہ کہینچے لیکن جو شخص ایک یا دو روٹی کی مقدار مقرر نکریگا اوسکو اشتہاے صادق کی ظاہر نہوگی
بلکہ اشتہاء کاذب سے اوسکو تمیز نہ کرسکے گا اگرچہ اشتہاء صادق کی علامتین بہی لکہی ہین
اول تو یہہ کہ کوئی سی روٹی روکہی ملے اوسکو کہالے جب کسی معین روٹی کو جی چاہے یا سالن
کی تمنا ہو تو اشتہاء صادق نہوگی اور ایک یہہ ہے اگر تہوکے تو مکہی تہوک پر نہ بیٹہے یعنے چکنائی
تہوک مین نہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معدہ خالی ہے اور اوسکی پہچان مشکل ہے تو مرید کے
حق مین اولی یہی ہے کہ ایسی مقدار کہانے کی مقرر کرے کہ جونسی عبادت کرتا ہے اوسکو
بخوبی کرسکے اوسکے کرنے مین کمزور نہ ہو جاوے جب اس حد پر پہونچے تب ٹہر جاوے گو اشتہا
باقی رہے خلاصہ یہہ کہ اندازہ خاص غذا کا نہین ہوسکتا کیونکہ احوال اور اشخاص کے اعتبار سے
ہر ایک کے لیے جدا جداگانہ ہے ہان صحابہ رض مین سے ایک جماعت کا معمول تہا کہ ہفتہ مین
ایک صاع گیہون تناول فرماتے اور اگر خرما کہاتے تو ڈیڑہ صاع ہفتہ مین کہاتے اور صاع
چار مد کا ہوتا ہے تو اس سے ایک روز کی غذا کو حساب کرو تو ایک روز مین کچھہ اوپر نصف مد
گیہون ہوتے ہین اور خرما کے بڑہنے کی یہ وجہ ہے کہ اوسمین سے گٹہلی نکل جاتی ہے پس یہ مقدار
اوسی کے قریب ہی جسکو ہمنے سوم حصہ شکم کے لیے لکہا ہے اور حضرت ابو ذر غفاری رحمہ اللہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہر ہفتہ مین تین سیر جو کہاتے اور بعد آپ کی بہی اسیقدر تناول فرماتے
اور کہتے کہ بخدا مین اس مقدار پر زندگی بہر نہ بڑہاؤن گا کیونکہ مینے سنا ہے کہ آپ فرماتے تہے کہ تم مین سے
قیامت کو مجہسے زیادہ قریب اور محبوب تر وہ ہوگا کہ مرتے دم تک اوسی حال پر رہے جسپر اب
موجود ہے اور بعض صحابہ رض کا حال دیکہکر برا معلوم ہوتا اور کہتے کہ تم نے سب ڈہنگ بدل ڈالا
جو کو چہاننے لگے پتلی چپاتیان پکوانے لگے دو دو سالن اور رنگ برنگ کی کہانے کہانے لگے
کپڑے صبح کو اور شام کو اور پہننے لگے یہہ باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین کہان تہین
اور ارباب صفہ کی غذا یہہ تہی کہ دو آدمیون پیچہے تین پاؤ خرما ہر روز کہاتے اور اوسمین گٹہلی بہی ہے

حسکو دور کرنے سے بہت ہی کم مقدار رہتی ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مومن کی مثال بکری کی ہے اوسکو ایک مٹھی سڑے خرما کی یا ستو کی اور ایک گھونٹ پانی کا فی ہے اور منافق درندہ اژدہا کے موافق ہے کہ نگلے چلا جاتا ہے نہ ہمسایہ کے لیے اپنے پیٹ مین کمی کرے نہ اور کسی بہائی بند کو اپنے اوپر ترجیح دے اور سہیل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض دنیا خون خالص ہی ہوتی تب بہی مومن کی غذا حلال ہی ہوتی اس لیے کہ مومن وہی ہے جو ضرورت کے وقت بقدر سد رمق کہاوے دوسری بات مقرر کرنے کی وقت غذا ہی کہ کتنی دیر کے بعد کہانا کہاوے اسمین تین درجہ ہین اعلی درجہ یہ ہے کہ تین دن یا اس سے زیادہ کچہہ نہ کہاوے اور بعض عارفین نے اس باب مین اتنی ریاضت کی ہی کہ تیس روز اور چالیس روز کے طی تک نوبت پہونچا دی ہے اور علما مین سے بہی بہت سے لوگ ایسے ہی ہین مثلاً محمد بن عمر قرنی اور عبد الرحمن بن ابراہیم اور ابراہیم تیمی اور سلیمان خواص اور سہیل تستری اور ابراہیم بن احمد خواص وغیرہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضہ چہہ روز کا طے فرماتے اور عبد اللہ بن الزبیر رضہ اور ابو الجوزا سات روز کا اور سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم تین روز کا غرضکہ یہ سب بزرگ بہوکہہ سے طریق آخرت پر مدد چاہتے تہے بعض علما کا قول ہے کہ جو کوئی خدا کیواسطے چالیس روز کچہہ نہ کہاوے اوسپر بعض اسرار الہی کہل جاتی ہین اور ایک شخص اس جماعت مین کا ایک راہب کے پاس گیا اور اوسکو نصیحت کرنی شروع کی کہ اسلام اختیار کرنا چاہیے تمہارے طریق مین صرف دہوکہا ہی دہوکہا ہے اسکو چہوڑ دینا چاہیے یہانتک اوس سے گفتگو کی کہ راہب کہنے لگا کہ حضرت عیسی علیہ السلام چالیس روز تک طی کا روزہ رکہتے اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ سوائے نبی صادق کے اور کوئی نہین کر سکتا صوفی نے کہا کہ اگر مین پچاس دن طی کا روزہ رکہون تو تو اپنے دین کو چہوڑ دے گا اور دین اسلام کو قبول کرکے جان لے گا کہ تمہارا دین باطل ہے اور اسلام حق ہے اوسنے کہا کہ ہان ایسا ہی کرونگا پہر صوفی نے اوسکے سامنے ہی بیٹہکر پچاس روز پورے کیے اور کہا کہ ساٹہہ پورے کیے دیتا ہون پس ساٹہہ روز کے بعد راہب کو نہایت تعجب ہوا اور کہا کہ مجکو یہی خیال تہا کہ عیسی علیہ السلام سے بڑہکر کوئی نہ کر سکے گا آخر کو مسلمان ہو گیا اور یہ ایک بڑا درجہ ہے اسکو ایسا ہی شخص پہونچتا ہی کہ قطع علائق و عادات کرکے مکاشفہ اور مشاہدہ مین مستغرق ہو کر بہوکہہ و حاجت سے مستغنی ہوا ہو دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو روز سے تین روز تک کا طی کرے اور یہ امر عادت سے خارج نہین بلکہ ممکن ہے اور تہوڑے سے مجاہدہ اور کوشش سے اس تک پہنچ سکتا

تیسرا درجہ جو ادنے ہے وہ یہ ہے کہ رات دن میں ایک بار کہاوے اور اگر اس سے زیادہ
ہوگا تو اسراف میں داخل ہو اور ہمیشہ شکم سیر رہنا کہ بہوکہ کی حالت محسوس نہو عیاشون کا
کام ہے اور خلاف سنت حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اگر صبح کو کہاتے تو شام کو نہ کہاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح کو نہ کہاتے اور اکابر کا بہی
یہی دستور تہا کہ ایکبار غذا کہاتے تہے اور حدیث شریف مین حضرت عائشہ رضہ کو آپ نے فرمایا
اِیَّاكِ وَالسَّرَفَ فَاِنَّ اَكْلَتَيْنِ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ سَرَفٍ وَاَكْلَةٌ وَاحِدَةٌ فِي كُلِّ يَوْمَيْنِ اِقْتَارٌ وَ
اَكْلَةٌ فِي كُلِّ يَوْمٍ قَوَامٌ بَيْنَ ذٰلِكَ وَهُوَ الْمَحْمُودُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ پس جو کوئی ایک دفعہ رات دن مین
کہانا چاہے تو مستحب ہے کہ سحر کیوقت صبح صادق سے پہلے تہجد کے بعد کہاوے کہ دن کو
بہوکہا رہنے سے روزہ ہو جاوے گا اور رات کو بہوکہا رہنے سے تہجد کے لیے اوٹھنا سہل ہوگا
اور معدہ کے خالی رہنے سے فارغ البال اور رقیق القلب اور مجتمع الہم رہیگا نفس بہی ساکن
رہیگا پہلے وقت سے تقاضا نکرے گا اور عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضہ
سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تہجد نہین پڑہتے تہے جیسا تم پڑہتے ہو
بلکہ آپ کا دستور تہجد کا یہ تہا کہ کہڑے کہڑے پانو ورم کرجاتے تہے اور روزہ وصال بہی تمہاری طرح
نہ رکہتے تہے بلکہ افطار روزہ سحر کے وقت کیا کرتے تہے اور حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کو سحر مین ملا دیتے تہے پس اگر روزہ دار کا دل بعد مغرب کہانیکا مائل ہو
اسطرح کہ تہجد مین حضور قلب نہو سکے تو ایسی صورت مین چاہیے کہ جسقدر کہانے کی اسنے عادت
کی ہے اوسکے دو حصہ کرے ایک کو بعد مغرب کہالیوے اور ایک کو سحر کیوقت افطار کیوقت
کہانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ نفس کہانیکی طرف نہ جہٹکیگا اور تہجد اچہی طرح ادا ہوگا اور سحر کے کہانے سے
دن کو بہوکہ کی زیادتی نہوگی اور جو ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکہے تو اوسکو
اسمین کچہہ مضایقہ نہین کہ روزہ کے دن سحر کیوقت کہالے اور افطار والے دن ظہر کے وقت
یہ طریق ہے غذا کا وقت مقرر کرنے کا تیسری بات مقرر کرنیکی جنس غذا ہے اور سالن کا چہوڑنا
پس معلوم کرنا چاہیے کہ غذا سب سے عمدہ گیہون کا آٹا ہے اگر چہان کر ملے تو آسایش مین داخل ہے
اور اوسط غذا چہنا ہوا آٹا جو کا اور ادنی اوسکا بن چہنا آٹا اور عمدہ سالن گوشت اور مٹہائی ہے اور
اوسط شوربا اور چکنائی بے گوشت اور ادنا نمک وسرکہ ہے اور سالکین کی عادت یہی ہے کہ سالن
کبہی نہین کہاتے بلکہ لذیذ چیز جسکو انسان کی طبیعت چاہے اوس سے بہی باز رہتے ہین کیونکہ اس سے

نفس میں سختی اور سرکشی ہوتی ہے اور لذات دنیا دلمیں گھر کر جاتی ہیں اوسے مالوف ہو کر تیرے
اور دیدار الٰہی کو برا جاننے لگتا ہے اور دنیا کو جنت اور موت کو قید خانہ تصور کرتا ہے اور اگر
نفس کو شہوات سے روکا جاوے تو سب معاملے برعکس ہو جاتے ہیں نفس تنگ ہو کر چاہتا ہے
کہ کل کا مرتا آج مر جاوں یہاں کی لذتوں سے محروم ہوں وہاں کی لذات سے جلد بہرہ یاب
ہوں اور زندگی کی قید سے چھوٹوں حق یحییٰ بن معاذ رح فرماتے ہیں کہ گروہ صادقان جنت کا
ولیمہ کھانا ہے اپنے نفسونکو خوب بھوکا کر رکھو جتنی بھوک زیادہ ہوگی اوتنی ہی اشتہا اوس
کھانے کی بڑھیگی علاوہ ازیں جتنے آفات شکم سیری کی ہمنے لکھی ہیں وہ دل چاہتی چیزوں کے
کھانے اور لذات میں بڑی سی ہوتی ہیں اسی لیے شہوات کے ترک میں اگر مباحات کو بھی چھوڑ
دیا جاوے تو ثواب بہت ہوتا ہے اور اونکے کھانے میں خطرہ رہتا ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین یاکلون مخ الحنطۃ اور اس سے یہ غرض نہیں کہ میدا کھانا
حرام ہے بلکہ وہ تو مباح ہے اسطرح پر کہ اگر گاہ گاہ کھا لیا تو کچھ برا نہیں مگر اسی پر مداومت کرے
تب بھی اسکے کھانے سے گناہگار نہوگا الا نفس کو لذت کی چاٹ پڑ جاویگی اور دنیا کے انس میں
مبتلا ہو کر اوسکے طلب میں ساعی ہوگا اسمیں گناہونکا ارتکاب بھی ہو جاویگا اسی جہت سے
شرار امت فرمایا کہ میدا ایسے امور میں مبتلا کرتا ہے کہ وہ باعث معاصی ہوں اور نیز فرمایا شرار امتی
الذین غذوا بالنعیم و نبتت علیہ اجسامہم و انما ہمتہم الوان الطعام و انواع اللباس و یتشدقون
فی الکلام اور خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ یہ یاد کر لیا کرو کہ قبر میں رہنا ہے
اس سے بہت سی شہوتوں سے باز رہوگے اور اکابر سلف لذیذ کھانوں سے بہت ڈرتے اور انکو
علامت بدبختی سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کے منع فرمانے کو نہایت سعادت جانتے چنانچہ وہب بن منبہ
فرماتے ہیں کہ دو فرشتے چوتھے آسمان پر آپسمیں ملے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کہاں سے آئی ہو
اوسنے کہا کہ مجکو حکم ہوا کہ ایک مچھلی سمندر سے فلانی جگہہ لیجاؤں جسکو فلانے یہودی نے تمنا کی تھی
دوسرے نے کہا کہ میں بھی اس بات پر مامور تھا کہ فلانے عابد کے لیے تیل ڈال آؤں جو اوسکا
آرزومند تھا پس اس سے اسبات کا اشارہ ہے کہ آسان ہونا لوازم خیر کا علامت اچھی نہیں
اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈے پانی کا شربت نہ پیا اور فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے
الگ رکھو غرضکہ کوئی عبادت اسی مخالفت شہوات اور ترک لذات سے بڑھکر نہیں جیسا کہ ریاضت
نفس میں ہمنے بیان کیا ہے اور حضرت نافع رح فرماتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایکبار مریض تھے

تازی مچہلی کو اونکا جی چاہا مدینہ منورہ مین باوجود تلاش نہ ملی بعد چندے جو ملی تو ڈیڑہ درم کو
مول لیکر اوسکو پکایا اور ایک روٹی پر رکہکر آپ کے سامنے لے گئے اتنے مین ایک سائل دروازہ
پر آیا آپ نے خادم سے کہا کہ اسکو روٹی مین لپیٹ کر سائل کو دیدے خادم نے عرض کیا کہ جناب عالی
آپکا دل اتنے دنونسے چاہتا تہا جب تو ملی نہ تہی اب جو ملی تو ڈیڑہ درم کو ہمنے مول لیکر آپکے واسطے پکائی
تو اگر آپ فرماوین اوسکو اوسکا نقد دام دیدیا جاوے آپنے فرمایا کہ اسیکو روٹی مین لپیٹ کر دیدو
پہر خادم نے سائل سے کہا کہ تم اسکو ایک درم کی عوض دیتے ہو اوسنے کہا اچہا خادم نے ایک درم
اوسکو دیدیا اور مچہلی کو آپ کے سامنے لاکر رکہا اور کہا کہ اوسکو ایک درم دیکر یہ مول لی آپنے
فرمایا کہ اوس سے درم بہی واپس نہ کرو اور یہ بہی معہ روٹی دیدو مین نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تہے ایما امرء اشتہی شہوۃ فرد شہوتہ واثر بہا علی نفسہ غفر اللہ لہ
اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا سددت کلب الجوع برغیف وکوز من الماء القراح
فعلی الدنیا واہلہا الدمار آئمین اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ مقصود بہوک پیاس سے مشقت و ضرر کا دور
کرنا ہے لذات دنیاوی سے عیش کرنا منظور نہین حضرت عمر رض کو خبر پہونچی کہ یزید بن ابی سفیان
طرح طرح کے کہانے کہاتے ہین آپ نے اونکے خادم سے فرمایا کہ جب اونکا طعام شبینہ تیار ہو مجہکو
اطلاع کرنا اوسنے ویسا ہی کیا آپ اونکے یہان تشریف لیگئے جب کہانا آیا تو اول ثرید اور گوشت
لائے آپ نے بہی اونکے ساتہہ کہایا بعد اسکے بہنا ہوا گوشت آیا اونہون نے ہاتہہ بڑہایا مگر حضرت عمر رض
نے اپنا ہاتہہ روک لیا اور فرمایا کہ اے یزید بن ابی سفیان کیا ایک غذا کے بعد دوسری بہی ہوتی ہے
بخدا کہ اگر تم سلف کی سنت کو چہوڑدوگے تو بیشک اونکا طریق بہی تمسے جاتا رہیگا اور یسار بن عمیرہ
فرماتے ہین کہ مینے کبہی حضرت عمر رض کے لیے آٹا نہین چہانا اور اگر چہانا بہی ہے تو اونکی مرضی کے
خلاف کیا ہے اور عتبہ رح اپنا آٹا گوندہکر دہوپ مین رکہدیتے جب سوکہہ جاتا تو کہا لیتے اور کہتے کہ
ایک ٹکڑا اور نمک پر رہنا چاہیے یہانتک کہ آخرت مین بہنا گوشت اور عمدہ کہانا تیار ہوجاوے اور
کوزہ اوٹہا کر ایک ٹہلیا مین سے پانی پیتے جو تمام دن دہوپ مین رہتی تہی آپکی لونڈی کہتی
کہ اگر اپنا آٹا آپ مجہکو دیدیا کرین تو مین پکا دیا کرونگی اور پانی ٹہنڈا کر دیا کرونگی آپ جواب دیتے
کہ غرض بہوک کے کتے کا روکنا ہے سو یون بہی رک جاتا ہے اور شقیق بن ابراہیم کہتے ہین کہ مینے
ابراہیم بن ادہم کو مکہ معظمہ کے سوق اللیل مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہہ کے
قریب ہے دیکہا کہ رستہ سے ایک کنارہ پر بیٹہے ہوئے روتے تہے مین بہی راہ چہوڑ کر اونکے پاس جا بیٹہا

اور سبب گریہ کا پوچھا اونہون نی فرمایا خیریت ہی پہر مین نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا تو انہون نے
فرمایا کہ کسی سے کہو سین تو کہون مین نے کہا کہ بہتر آپ فرمائین اونہون نے کہا کہ تیس برس سے
میرا دل حریرہ کو چاہ رہا تہا مگر مین کمال کوشش سے اوسکو روکتا تہا کل رات مین بیٹہا ہوا تہا
کہ اونگہنے لگا اتنے مین ایک شخص آیا جسکے ہاتہہ مین سبز پیالہ تہا اوسمین بہاپ اور خوشبو حریرہ
کی آتی مین نے اپنی ہمت سے نفس کو روکا پہر اوسنے پیالہ میرے قریب کر کے کہا کہ اے ابراہیم کہا تیرے
کہا کہ جسے اوسکو للہ چہوڑ دیا ہے مین نہ کہا ونگا اوسنے کہا کہ اگر خدا ہی کہلا وسے تو کہانا چاہیے
کچہہ جواب اور تو سب آیا رونے لگا پہر اوسنے کہا کہ کہاؤ مین نے کہا کہ ہمکو حکم ہے کہ جب تک نہ معلوم
ہو کہ کہانا کہاں سے آیا ہے تب تک ہاتہہ نہ ڈالین اوسنے جواب دیا کہ کہاؤ یہ تمہارے ہی
واسطے عنایت ہوا ہی مجہکو حکم ہوا ہے کہ اے اصنر اس پیالہ کو لیجا اور نفس ابراہیم بن ادہم کو کہلا
کیونکہ اوسنے اب بہت دنون سے نفس پر صبر کر کے اوسکو روک رکہا ہے اب اللہ نے اوسپر رحم کیا
اور اے ابراہیم یہ بہی یاد رکہو کہ مین نے فرشتون سے سنا ہی کہ وہ کہتے ہین جو شخص عطا کو نہین
لیتا تو پہر اگر طلب کرتا ہے تو نہین ملتی مین نے کہا کہ اگر یہی حال ہے تو مین تمہارے سامنے ہون اسکا عقدہ
اسم ہی کہولیگا پہر مین نے جو دیکہا تو ایک اور شخص نظر آیا کہ اوسنے پیالے کچہہ دیا اور کہا کہ تو ہی اپنے
ہاتہہ سے کہلا دے پس اوسنے میرے منہ مین لقمہ دینا شروع کیا یہانتک کہ مین سیر ہو گیا جب جاگا
تو اوسکا مزا منہ مین پایا شقیق کہتے ہین کہ جب ابراہیم رح نے یہ بات تمام کی مین نے کہا کہ اپنا ہاتہہ
تو لاؤ اونکا ہاتہہ اپنے ہاتہہ مین پکڑ کے بوسہ دیا اور یون کہنے لگا کہ خداوند جو لوگ اپنی شہوتون کو
اچہی طرح روکتے ہین تو اونکی آرزو پوری کرتا ہے دلمین یقین تو ہی ڈالتا ہے دلونکو اون سے
مطمئن تو ہی رکہتا ہے اپنے بندہ شقیق پر بہی نظر توجہ ہو پہر حضرت ابراہیم بن ادہم کا ہاتہہ آسمان
کیطرف اٹہا کر کہنے لگا کہ الہی اس ہاتہہ کی اور اس ہاتہہ والے کی برکت سے اور اس انعام کی برکت
سے جو تو نے اسپر فرمایا اپنے بندہ مسکین پر عطا کر وہ تیرے ہی فضل و احسان و رحمت کا محتاج ہے
اگرچہ اوسکا سزاوار نہین اسکے بعد وہ اٹہکہڑے ہوئے اور چلکر حرم شریف مین داخل ہوئی اور مالک
بن دینار رح کو کہتے ہین کہ چالیس برس دودہ کو چاہتے رہے مگر نہ پیا اور ایک روز اونکی پاس چہوہارے
ہدیہ آئے اور لوگون نے اونسے کہانیکو اصرار کیا آپ نے فرمایا کہ تمہین کہالو مین نے چالیس برس سے
انکو نہین چکہا اور احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ ابوسلیمان دارانی کا دل ایکبار گرم روٹی
نمکین کو ہوا مین سامنے لے گیا آپ نے ایک بار دانت سے کتر کر چہوڑ دیا اور رو کر کہنے لگے کہ بہت جلد

محنت و مشقت کے بعد تو نے میری آرزو جلد عنایت کی اب مین پکی توبہ کرتا ہون مجکو معاف فرما
احمد کہتے ہین کہ پھر کبھی نمک زندگی بھر نہ کھایا اور مالک بن ضیغم فرماتے ہین کہ مین بصرہ کی بازار مین
جاتا تھا ایک ترکاری دیکھی میرے نفس نے کہا کہ رات کو مجکو یہ کہلا دے مین نے قسم کھائی کہ چالیس
روز نہ کھلاؤنگا اور حضرت مالک بن دینار بصرہ مین پچاس برس رہے مگر اون لوگون کے تر و خشک خرما
کبھی نہ کھائے بعد اسکے اونہون نے کہا کہ بصرہ والو مین تم مین پچاس برس رہا اور تمہاری تر و خشک سے
سروکار نہ رکھا مگر پھر بھی جو چیز مجھسے کم ہوئی تم مین نہ بڑھی اور نہ جو چیز تم مین زیادہ تھی مجھسے کم
ہوئی اور یہ بھی اونہین کا قول ہے کہ مین نے دنیا کو پچاس برس سے چھوڑ دیا ہے میرا دل دودھ کو
چالیس برس سے چاہتا ہے مگر بخدا عمر بھر نہ پیون گا اور حماد بن ابی حنیفہ کہتے ہین کہ مین داؤد
طائی کے پاس آیا وہ دروازہ بند کیے ہوئے کہہ رہے تھے کہ تو نے روٹی چاہی مین نے کھلا دی پھر خرما
کھانا چاہتا ہے مین نے قسم کھائی کہ کبھی نہ کھلاؤن گا پھر جب مین نے سامنے ہوکر سلام کیا تو معلوم
ہوا کہ صرف اکیلے اپنے نفس سے کہہ رہے تھے اور ابو حازم ایک روز بازار مین جاتے تھے ایک میوہ نظر پڑا
بیٹے سے کہا کہ یہ میوہ جو ٹوٹا ہوا روکا ہوا دھرا ہے اسمین سے میرے واسطے خرید لا شاید میوہ جنت
بن ٹوٹا بے روک بھی ملجاوے جب وہ خرید کر لایا اپنے نفس سے کہنے لگے کہ تو نے فریب دیا کہ دیکھتے
ہی آرزو پیدا کی اور پھر اوسکو مول لوایا بخدا کہ کھاؤن گا نہین پس اوسکو یتیم محتاجونکو بانٹ دیا
اور موسی اشج سے نقل ہے کہ بیس برس سے میرا دل دردہ نمک کو چاہتا ہے اور احمد بن خلیفہ
کہتے ہین کہ بیس برس تک میرا نفس یہی کہتا رہا کہ پانی پیٹ بھر کر پلا دے مگر مین نے کبھی سیر نکیا
اور عتبہ غلام کہتے ہین کہ سات برس تک میرا دل گوشت کو چاہتا رہا بعد اسکے مجھے شرم آئی کہ
کب تک ٹال تباؤن سات برس سے تو ٹال رہا ہون آخر ایک گوشت کا ٹکڑا لیکر بھونا اور اوسکو
لیکر ایک روٹی مین لپیٹا اور ایک لڑکے کو دیکھکر اوس سے پوچھا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے جو مر گیا اونے
کہا کہ ہان پس وہ روٹی اوسکے حوالہ کی کہتے ہین کہ روٹی دیکر آپ رونے لگے اور یہ آیت پڑھی
وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا اور پھر کبھی گوشت نہ کھایا اور چند روز اون کا
دل خرما کو چاہا کیا ایک روز کسیقدر خرید کر رات کے لیے رکھ چھوڑے کہ اونسے افطار کرون گا
اتنے مین ہوا کا طوفان آیا اور اندھیرا ہو گیا لوگونکو خوف معلوم ہوا عتبہ اپنے نفس سے کہنے لگے کہ یہ
اسی سبب سے آئی کہ مین نے تیری خاطر سے اتنے خرما مول لیے اب خبردار انکو مت چکھنا اور داؤد
طائی رحمہ نے دھیلے کی نقل اور پیسے کا سرکہ مول لیا اور تمام رات نفس سے کہتے رہے کہ ابو داؤد دنیا

لیسا اور احساب دنیا پڑیگا پہر ہمیشہ روکہی روٹی کہائی اور عتبہ غلام نے ایک روز عبد الواحد بن زید سے
کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس میں ایسا درجہ بتلاتا ہے کہ میں اوس رتبہ کو اپنے نفس میں نہیں پاتا
اونہوں نے کہا کہ یہ اس لیے ہے کہ تم روٹی کے ساتھہ خرما کہاتے ہو اور وہ صرف روٹی ہی کہاتا ہے
عتبہ نے کہا کہ اگر میں بہی خرما چہوڑ دون تو وہ رتبہ حاصل ہوگا اونہوں نے کہا کہ بیشک پس
عتبہ رونے لگی لوگون نے کہا کہ کیا خرما پر روتی ہو عبد الواحد نے فرمایا کہ کچہہ نہ کہو اوسکے نفس نے
جان لیا کہ ارادہ پکا کرتے ہیں اور جس چیز کو چہوڑینگے پہر اوسکی طرف رجوع نہ کرینگے اور جعفر
بن نسر کہتے ہیں کہ مجہکو حضرت جنید رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ تہوڑے انجیر میرے لیے خرید لا جب میں مول لے آیا
تو افطار کے وقت ایک منہ میں ڈالا اور تہوک دیا اور کہا کہ اوٹہا لیجا میں نے سبب پوچہا تو فرمایا
کہ گوش دل میں غیب سے یہ ندا آئی کہ تو نے میری خاطر چہوڑا تہا کیا پہر کہائیگا اور صالح کہتے ہیں
کہ میں نے عطا اسلمی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کے لیے ایک چیز بہیجا چاہتا ہون بشرطیکہ
آپ واپس نہ کرین اونہون نے فرمایا بہتر میں نے لیے لڑکے کے ہاتہہ ستو گہی اور شہد میں ملا کر بہیجدیے
اور کہدیا کہ جب تک وہ کہا نہ لین تب تک مت آنا آپ نے کہا لیے دوسرے روز میں نے پہر بہیجے
آپ نے نہ لیے اور واپس کر دیے پس میں آپ سے خفا ہو کر کہنے لگا کہ سبحان اللہ آپ نے میرا ہدیہ
واپس کیا جب اونہون نے مجہکو غصہ میں دیکہا فرمایا کہ برا ماننے کی بات نہیں ایکبار تو میں نے تعمیل
کی جب دوسری بار تم نے بہیجا تو ہر چند میں نے کہانا چاہا مگر نہ ہو سکا جب میں ارادہ کہانے کا کرتا تہا
یہ آیت یاد پڑتی تہی یَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ آخر تک صالح کہتے ہیں کہ میں رو پڑا اور دل میں کہنے
لگا کہ میں اور کہیں ہون اور تم اور کہیں اور سری سقطی فرماتے ہیں کہ میرا نفس تیس برس سے
چاہتا ہے کہ روٹی شیرۂ انگور میں تر کرکے کہاؤن مگر میں نے نہیں کہلائی اور ابو بکر جلائی فرمایا
کہ ایک شخص میں نے ایسا دیکہا ہے کہ اوسکا نفس اوس سے کہتا تہا کہ میں دس روز تک کچہہ نہ کہاؤنگا بشرطیکہ
تو دس روز کے بعد جو کہون وہ کہلا دے اوسنے جواب دیا کہ میں دس روز کا فاقہ نہیں چاہتا تو بہی تمنا
چہوڑ دے ایک عابد کا ذکر ہے کہ اونہون نے کسی اپنے یگانہ کی دعوت کی اور روٹیان سامنے
رکہدین وہ شخص روٹیونکو لوٹنے لگا کہ اچہی دیکہکر کہاوے عابد نے فرمایا کہ یہ کیا کرتے ہو تمکو معلوم
نہیں کہ جس روٹی کو تم نے چہوڑ دیا اوسمین کتنی حکمتین ہین اور کتنے کاریگرون کے ہاتہہ سے نکلکر تمہارے
پاس آئی اول ابر سے چلو کہ اوسمین پانی آیا اور پانی سے زمین اور ہوا اور چوپایہ تارے ہوئے اور
بہت سے لوگون نے کام کیا جب کہین تم تک آئی اب تم اونکو لوٹتے ہو رغبت سے نہیں کہاتے حدیث شریف

مین کہ لا یستقیم لا یتم [illegible] حتی یعمل فیہ [illegible] اولہم [illegible]

میکائیل علیہ السلام [illegible] ثم الملائکۃ [illegible] اللہ [illegible]

والشمس والقمر والافلاک [illegible] الارض [illegible] نعمۃ اللہ [illegible]

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند		تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین قاسم جوعی کے پاس آیا اور اونسے پوچھا کہ زہد کیا چیز ہی اونہون نے کہا کہ تمنے اوسکے باب مین کیا سنا ہے مین نے چند اقوال نقل کیے وہ چپ ہو رہے مینے کہا کہ آپ کیا کہتے ہین اونہون نے کہا کہ پیٹ آدمی کا دنیا ہے جسقدر اوسکو ضبط کریگا وتنا ہی زہد حاصل کریگا اور جتنا اوسکو نہ روکیگا وتنی ہی دنیا اوسپر غالب ہوگی اور بشر بن الحارث ایکبار بیمار ہوے عبد الرحمن بن مطیب کے پاس جا کر ماکولات مین سے اپنے مزاج کے موافق پوچھنے لگے اونہون نے کہا کہ پوچھتے تو ہو لیکن اگر مین بتاؤنگا تو مانوگے نہین اونہون نے کہا کہ تم بتاؤ تو سہی مین مانونگا کہا کہ سکنجبین پیو اور سیب چوسو بعد اسکے شوربا کہاؤ اونہون نے فرمایا کہ سکنجبین سے کمتر کوئی چیز ہے کہ اوسکے قائم مقام ہو کہا کہ مجہے معلوم نہین اونہون نے کہا مجہے معلوم ہے وہ کاسنی ہے سرکہ کے ساتھہ پہر پوچھا کہ سیب سی کمتر چیز قائم مقام اوسکے ہی اونہون نے کہا کہ مین نہین جانتا کہا کہ مین جانتا ہون وہ شامی لوبیہ کی پہلی ہے پہر پوچھا کہ شوربا سے کم کوئی چیز اوسکا عوض معلوم ہے کہا کہ نہین اونہون نے کہا کہ مجہکو معلوم ہی نخود آب گاو سے گہی مین اوسکا بدل ہی عبد الرحمن نے کہا کہ تم مجہسے طب زیادہ جانتے ہو پہر بے فائدہ پوچھتے ہو ان حکایات سی معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو شہوات سے باز رہی اور غذا از شکم سیر سے رکے اسکا باعث وہی فوائد ہین جنکا تم نے ذکر کیا اور بعض اوقات یہی وجہ ہوتی تہی کہ روزی حلال وصاف نجانتے تہے اس وجہ سے بضرورت اپنے نفس کو اجازت غذا دیتے تہے اور دل چاہتی چیزین داخل ضرورات نہین چنانچہ ابو سلیمان فرماتے ہین کہ نمک بہی شہوت وآرزو کی چیز ہے اسلیے کہ روٹی سے زیادہ ہے اور جو چیز روٹی کے سوا ہے سب زائد اور شہوت مین داخل ہے یہ انتہا درجہ کی بات ہی اگر کوئی اسپر قادر نہو تو بہلا اتنا تو ہو کہ اپنی نفس سے غافل نہو اور شہوات مین مستغرق نہو آدمی کو اسیقدر اسراف کافی ہے کہ جو دل چاہی وہ کہاوے اور جو جی مین آوے وہ کرے اسلیے ضرور ہوا کہ مداومت گوشت کی چہوڑ دی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین جو شخص چالیس روز گوشت ترک کردے بد خلق ہو جاتا ہے اور جو برابر چالیس روز کہاوے سخت دل ہو جاتا ہے اور بعضون کا یہ قول ہی کہ گوشت کی مداومت مثل شراب کے ہوتی ہی

اور جب خوب کھا ہوا ہو تو جماع کو بھی دل چاہے تو یہ نہ کرے کہ کھا کر صحبت کرے اور نفس کی دو آرزوئیں
پوری کرے کیونکہ وہ اوس وقت قوی ہو جاوے گا اور بعض دفعہ غذا اسی لیے کھاتا ہے کہ صحبت
کی نشاط زیادہ ہو اور مستحب ہے کہ شکم سیری پر نہ سوئے نہیں تو دو غفلتوں کا جامع ہوگا اور سستی کا
عادی اور سختی دل بھی اس سے پیدا ہوتی ہے ایسی صورت میں نماز پڑھے یا بیٹھکر ذکر کرے کہ یہ بات
شکر کے قریب ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے أَذِيبُوا طَعَامَكُمْ بِالذِّكْرِ وَالصَّلَاةِ وَلَا تَنَامُوا عَلَيْهِ
فَتَقْسُوَ قُلُوبُكُمْ اور ادنیٰ مقدار یہ ہے کہ چار رکعتیں پڑھے یا سو دفعہ سبحان اللہ کہے یا ہر غذا کے بعد کچھ قرآن شریف
کی تلاوت کرے حضرت سفیان ثوری رح جس رات شکم سیر ہوتے تو تمام رات عبادت کرتے اور اگر دن
کو سیر ہوتے تو دن بھر نماز و ذکر میں مصروف رہتے اور فرماتے کہ کالے کا پیٹ بھرو اور محنت لو خواہ
یوں کہتے کہ گدھے کو شکم سیر کرکے اوس سے محنت لو اور جب کبھی کسی غذا کے بعد کچھ تنقلات کو
جی چاہے تو روٹی نہ کھانی چاہیے اوسکی عوض اوسی میوہ کو کھالے تاکہ غذا میں داخل ہو اور نفس
جامع عادت اور شہوت کا نہ ہو اور سہل تستری رحمۃ اللہ نے ابن سالم کے ہاتھ میں روٹی اور چھوارے
دیکھ کر فرمایا کہ چھوارے اول کھاؤ اگر کافی ہو تو فبہا ورنہ پھر روٹی بقدر ضرورت کھا لینا اور جب ایک
کھانا لطیف اور ایک غلیظ میسر آوے تو اول لطیف کھاوے کیونکہ اوسکے بعد غلیظ کو دل نہ چاہیگا
اور اگر پہلے اچھا نہ کھاوے گا تو دوسرے کھانے کے بعد اوسپر طبیعت کھنچتی رہے گی اور بعض اکابر
اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ جی چاہتی چیزیں مت کھاؤ اور اگر کھاؤ تو اونکی تلاش نہ کرو اور اگر تلاش
کرو تو اوس سے محبت نہ رکھو اور خاص طرح کی روٹی ڈھونڈھنی داخل شہوت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رض
فرماتے کہ عراق سے ہمارے پاس کوئی فاکہہ روٹی سے بڑھکر نہیں آتا تو دیکھنا چاہیے کہ روٹی کو آپ نے
فاکہہ ارشاد فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ مباحات کی شہوت و اتباع میں بھی نفس کو ڈالنا مناسب نہیں
ایسا نہ ہو کہ اگر یہاں شہوتیں پوری کریں اور قیامت کو کہا جاوے کہ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ
الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا اور جسقدر یہاں نفس پر مجاہدہ کرکے شہوات کو چھوڑیگا اوسیقدر آخرت میں
چاہتی چیزیں پاویگا بصرہ کے ایک بزرگ چانول کی روٹی اور مچھلی کو بیس برس تک چاہتے رہے مگر
نفس پر مجاہدہ کرکے اوسکو روکا اور ہر چند اونکا نفس مانگا کیا مگر کبھی نہ دی جب وفات پائی
تو کسی نے اونکو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تمہارے ساتھ خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا اونہوں نے
کہا کہ جو نعمتیں اور کرامتیں عنایت فرمائیں میں اچھی طرح بیان نہیں کر سکتا سب سے اول
چیز جو مجھکو عنایت ہوئی چانول کی روٹی اور مچھلی تھی ارشاد ہوا کہ آج جتنا چاہے بے حساب

جی بہر کر کہالے چنانچہ خود ہی ارشاد فرماتا ہی كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ
پہلے عمل بہی کیا تہا کہ شہوات کو چہوڑ دیا تہا اسی جہت سے ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ ایک شہوت کا
چہوڑ دینا برس روز کے روزے اور شب بیداری سے زیادہ نافع ہوتا ہی خدا ہمکو بہی اپنی رضا کی
توفیق عنایت کرے بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

بیان چوتہا اختلاف مین حکم بہوکہہ کے اور اوسکی فضیلت کی اور وجہ کہ احوال لوگون کا اسمین مختلف ہوتا ہے

جاننا چاہیے کہ غایت مقصودہ احوال اخلاق مین لحواسے کہ خیر الامور اوسطہا کے میانہ روی ہے
اور دونون طرفین افراط و تفریط کے مذموم ہین اور بہوکہہ کی فضیلت مین جو کچہہ ہم لکہہ آئے ہین
اوس سے کوئی یہ نسمجہے کہ اوسکی افراط منظور ہے بلکہ وجہ اوسکی یہ ہے کہ جن چیزون کی طرف اقتضاے
کو طبیعت طالب ہوتی ہے اور اوسمین کچہہ فساد ہوتا ہے تو اسرار حکمت شرعی مین سے ہے
کہ ایسی صورت مین منع مبالغہ کے ساتہہ کیا جاتا ہے یہانتک کہ جاہل کو یہ گمان ہو کہ مقصود
یہی ہے کہ ہر حال مین طبیعت کا ضد خیال کیا جاوے اور جہانتک ممکن ہو اوسکے خلاف عمل
کیا جاوے اور عاقل یہ سمجہتے ہین کہ منظور درجہ اعتدال ہے مثلاً نہایت شکم سیری اقتضاے طبع
ہے تو شریعت کمال درجہ کی بہوک کی صفت و ثنا کرتی ہی تاکہ طبیعت کسیقدر اپنے مقتضا سے باز رہکر
درجہ اعتدال حاصل کرے کیونکہ اقتضاے طبع کو بالکل استیصال کرنا محال ہی تو ضرور کوئی
انتہا اوسکی ہوگی کہ اوس پر عمل کرنا ہی شرعاً صحیح ہو اسیطرح اگر کوئی مسرف خلاف طبع اسراف کرے
تو شریعت مین اوسکی مذمت پائی جاوے گی مثلاً شب بیداری اور روزہ کے باب مین شریعت
مین نہایت مبالغہ کے ساتہہ وصف ہی مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ بعض لوگ
ہمیشہ روزہ رکہتے ہین اور تمام رات جاگتے ہین تو اونکو اس سے منع فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود
صرف درجہ اعتدال ہی پس کہانے کی باب مین افضل اور معتدل یہ ہی کہ اتنا کہاوے کہ نہ معدہ ثقیل
ہو نہ بہوکہہ کی تکلیف معلوم ہو ~ نہ چندان بخور کز دہانت برآید ~ نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید
بلکہ کہانا ایسی طرح کہاوے کہ اوسکا اثر معلوم نہو اس لیے کہ غرض غذا سے بقاے حیات اور قوت
عبادت ہی معدہ کی گرانی سے بہی عبادت نہین ہو سکتی اور بہوکہہ کی تکلیف بہی دل کی شغل کو
مانع ہے تو یہی نتیجہ نکلا کہ ایسی طرح کہاوے کہ غذا کا اثر معلوم نہ ہو تاکہ فرشتون کے مشابہ ہوجاوے

نہ اوسکو بھی غذا کی گرانی اور بھوکہ کی تکلیف نہیں معلوم ہوتی اور انسان کا درجہ کمال بھی یہی ہے
کہ اونکا اقتدا کرے اور چونکہ سیری اور بھوکہ سے تو چھوٹ ہی نہیں سکتا تو دونوں حالتوں سے
دورتر درجہ وسط ہی جسکو اعتدال کہتے ہین اور رجوع کرنا افراط و تفریط سے درجہ وسط و اعتدال
کیطرف ایسا ہے کہ ایک لوہے کی گرم کنڈل کو زمین مین ڈالکر ایک چیونٹی کو اوسکی بیچ مین چھوڑ دو
اب چیونٹی اس حلقہ کی گرمی سے بچنا چاہے گی اور چارون طرف سے نکلنا چاہے گی مگر ہر طرف
وہی گرمی موجود ہے کسی طرف سے نکل نہین سکتی بھاگتی پھریگی یہانتک کہ اوس حلقہ کی مرکز
مین پہونچکر ٹھہر جاوے تو البتہ سب طرف کی حرارت سے دورتر رہیگی اسیطرح شہوات بھی انسان کو
محیط ہین اور چیونٹی کی طرح اونکی کنڈل مین پڑا ہوا ہی اور فرشتے اس سے خارج ہین اور انسانکو اوس سے
نکلنا تو غیر ممکن ہی اور تشبہ فرشتون کا کیا چاہتا ہے تو اسی صورت سے ہوسکتا ہی کہ شہوات سے
جتنا دور ممکن ہو وتنا ہو جاوے اور چونکہ درجہ اعتدال سب اطراف سے برابر دوری پر ہے اسیواسطے
سب اخلاق متقابلہ مین وہی مطلوب ہونا چاہیے اور اسی اعتدال سے اس حدیث مین مقصود
ہے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسی کی طرف اس آیت مین اشارہ ہی کلوا واشربوا ولا تسرفوا پس جب
انسان کو بھوکہ اور سیری دونون محسوس نہونگی تب نفس ہلکا رہیگا اور عبادت و فکر آسان معلوم ہوگی
اور عمل کرنے پر قادر ہوگا مگر چونکہ ابتدا امر مین نفس سرکش ہوتا ہی اور شہوات کا شائق اور افراط
کا مائل تو اعتدال کا حاصل ہونا سہل نہین ہوتا اور نہ اوس سے چندان فائدہ بلکہ اوسوقت بھوکہ
سے اوسکی ایذا دینے مین خوب مبالغہ کرنا چاہیے جیسا اول اول گھوڑے وغیرہ کی شائستگی کے لیے
بھوکہ پیاسا رکھتے ہین اور خوب کوڑے پڑتے ہین تب کہین سیدہا ہوتا ہی اور کام دیتا ہی پھر جب وہی
کام کرنیکے بعد سب مشقت اوس سے دور کردی جاتی ہے اور اعتدال پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور اسی بھید کی
جہت سے مرشد اپنے مریدون کو ایسے کام بتاتا ہے جو خود نہین کرتا مثلاً بھوکھا رہنے کو کہتا ہے
یا شہوات کے چھوڑنے کو فرماتا ہے حالانکہ خود بھوکھا نہین رہتا نہ شہوات سے بالکلیہ منقطع
ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات فواکہ اور شہوات کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کی تادیب سے
فارغ ہوگیا اب تکلیف دینے کی اوسکو حاجت نہین اور چونکہ نفس غالب احوال مین شہوت پرست
اور شریر و سرکش اور عبادت کا چور ہوتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ بھوکھا رکھا جاوے کہ اگر احوال
مین تکلیف اوٹھاوے اور انکسار یا کر درجہ اعتدال حاصل کرے بعد اسکے غذا بھی معتدل
کردیجاوے اور ہمیشہ بھوکھا رہنے سے دو ہی شخص باز رہتی ہین ایک صدیق اور ایک احمق دہوکہ

مین پڑا ہوا صدیق کو تو اس وجہ سے بہوکہہ کی ضرورت نہین کہ اوسکا نفس راہ راست پر مستقیم ہوا اسکو تکلیف دہی نفس کی حاجت نہین اور جو شخص احمق ہے وہ اسیلیے بہوکہا نہین رہتا کہ اپنے آپ کو صدیق جانتا ہے اور نفس کو تادیب کے قابل نہین سمجہتا اور یہ ایک بڑا دہوکا ہے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے اس لیے کہ نفس کی تادیب بوجہ کمال کمتر ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ بہی ہوتا ہے کہ کسی صدیق کو دیکہا کہ وہ اسباب مین پروا نہین کرتا تو آپ بہی ویسا ہی کرنے لگا اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی بیمار کسی تندرست آدمی کو جو مرض سے شفا پاچکا ہے کوئی چیز کہاتے دیکہے تو اپنے آپ کو صحیح جانکر وہی چیز کہانے لگے اور ہلاک ہو جاوے اور اس بات کی وجہ کہ مقدار اور جنس اور وقت غذا مین کچہہ تخصیص نہین بلکہ مقصود اصلی مجاہدہ نفس نافرمان کا ہی جو حق سے متجاوز ہو کر رتبہ کمال کو نہین پہونچا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہی مقدار و وقت غذا مقرر نہ تہا چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اسقدر روزے رکہتے کہ ہم کو گمان ہوتا کہ اب افطار نہ کرینگے اور کبہی افطار کے دن اتنے ہوتے کہ معلوم ہوتا کہ اب روزہ نہ رکہینگے اور جب گہر مین تشریف لاکر پوچہتے کہ کچہہ ہے اور گہر کے لوگ عرض کرتے کہ ہے تو تناول فرماتے ورنہ فرماتے کہ تو آج میرا روزہ ہے اسیطرح جب آپ کے سامنے کوئی چیز پیش ہوتی تو فرماتے کہ میرا ارادہ تو روزہ رکہنے کا تہا اور ایک روز آپ باہر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مین روزہ سے ہون حضرت عائشہؓ نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ ہمارے یہان حیس یعنے چہوارے گہی اور پنیر مین ملے ہوئے آئے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تو روزہ رکہنا چاہا تہا مگر خیر لے آؤ اور اسی جہت سے سہیل تستری سے نقل ہے کہ اونسے کسی نے پوچہا کہ شروع مین آپ کا کیا حال تہا اونہون نے عجیب عجیب مشقتین بیان فرمائین یہانتک کہ فرمایا کہ مدت تک مین نے بیری کے پتون پر گذر کی اور تین برس تک انجیر کو کوٹ کر کہاتے پہر یہ کہا کہ تین برس مین تین درم کی غذا کہاتا تہا پہر جب پوچہا گیا کہ اب آپ کی غذا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اب کچہہ حد اور وقت مقرر نہین اس سے یہ غرض نہین کہ اب بہت کہاتا ہون بلکہ یہ مطلب ہی کہ کوئی مقدار مقرر نہین ہے اور نہ کچہہ وقت مقرر ہے جسقدر کو ضروری سمجہتا ہون اور جسوقت مناسب جانتا ہون کہا لیتا ہون اور حضرت معروف کرخی رح کے پاس اچہے اچہے کہانے لوگ بہیجتے آپ کہا لیتے لوگون نے کہا کہ آپ کے بہائی بشر ایسے کہانے نہین کہاتے آپ نے فرمایا کہ میرے بہائی بشر کو ورع نے روک رکہا ہے اور مجہکو معرفت نے کشادہ کر رکہا ہے پہر فرمایا کہ مین خدا کا مہمان ہون جب مجہے کہلاتا ہے کہاتا ہون جب بہوکہا رکہتا ہے صبر کرتا ہون مجہکو اعتراض

وتمیز سے کیا کام پڑا ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ نے اپنے بھائیون مین سے کسی کو چند درم دیئے
اور کہا کہ انکا مکھن اور شہد اور روٹی لے آؤ اونہون نے عرض کیا کہ حضرت ان سب کا آپ نے فرمایا
بیٹھے مانس اگر ہمکو ملتا ہے تو مردون کی طرح کہاتے ہین اور اگر نہین ہوتا تو مردون ہی کی طرح
صبر کرتے ہین اور ایک روز بہت سا کہانا پکوایا اور چند لوگونکی دعوت کی کہ ان مین اوزاعی اور ثوری رحمہم تھے
پس سفیان ثوری نے فرمایا کہ اے ابا اسحاق تمکو خوف نہین معلوم ہوتا کہ یہ کہین اسراف نہو جاوے آپنے فرمایا
کہ کہانے مین اسراف نہین ہوتا اسراف کپڑے اور اثاث البیت مین ہوتا ہی پس جس شخص کو علم
سمعی باتو سننے اور نقل وتقلید سے ہوتا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم کا تو یہ حال سنتا ہی اور مالک
بن دینار رحمہ کا حال یہ سنتا ہے کہ اونہون نے فرمایا کہ میرے گہر مین بیس برس سے نمک نہین آیا اور
سری سقطی کا حال دیکہتا ہے کہ چالیس برس تک اونکا دل شیرہ انگور سے روٹی کے ٹکڑہ کو چاہتا رہا
مگر نہ کہایا تو ان باتون کو ایک دوسرے کے خلاف پاتا ہی اور حیران ہو کر جانتا ہے کہ انمین سے یقینا
ایک شخص خطا پر تہا اور جس بصیر آدمی پر اسرار علم کہل گئے ہین وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سب لوگ حق پر تہے
مگر باعتبار احوال و اوقات انکے اعمال مختلف تہے پہر ان احوال مختلفہ کو سنکے سمجہدار آدمی تو یہ
سمجہتا ہے کہ مین درجہ معرفت کو نہین پہونچا مجکو کسی طرح کی مسامحت اور بے پروائی مثل اکابر
نہین چاہیئے میرا نفس کچہہ مالک بن دینار یا سری سقطی کے نفس سے زیادہ مطیع نہین ہے جنہون نے
لذات کو ترک کر دیا تہا پس اونہین کا اقتدا کرتا ہے اور مغرور آدمی یون سوچتا ہے کہ میرا نفس ابراہیم
بن ادہم اور معروف کرخی کے نفس سے زیادہ نافرمان نہین ہے پس مین بہی اونہین کا اقتدا کرون اور زندگی
انداز کو بالائے طاق رکہون مین بہی اپنے خدا کے گہر مہمان ہون مجکو اعتراض سے کیا کام پڑا ہے
پہر اگر کوئی شخص ایسے آدمی کے حق مین یا تعظیم مین پامال و جاہ مین ایک طور پر کفایت کرے تو اوسپر
قیامت برپا ہو اور اعتراض کرنے لگے احمقون کے ساتہہ شیطان کو اس باب مین بڑا دخل ہوتا ہے
بلکہ غذا اور روزہ رکہنے اور اشتہا کی چیزونکو کہانیکی قید اوٹہانی صرف اوسیکو زیبا ہے جو نور ولایت
اور نبوت سے دیکہتا ہی اور اوسکے اور خدا کے درمیان کوئی علامت انقباض خواہ اسطرح سال کی ہو گئی ہو
اور یہ بات جبہی نصیب ہوتی ہے جب نفس ہوا و نفسانی کی طاعت سے نکلجاوے اور عادات سے بالکلیہ
منقطع ہو جاوے یہانتک کہ اگر کچہہ کہا وے تو اوسمین بہی کچہہ نیت ہو اور نہ کہا وے تو وہ بہی خالی
از نیت ہو تو البتہ اس صورت مین غذا اور عدم غذا دونون خدا کے واسطے ہونگے اس باب مین
حضرت عمر رضی کی احتیاط مد نظر رکہنی چاہیئے کہ باوجودیکہ آپکو معلوم تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو شہد پسند تھا اور اوسکو تناول فرمایا کرتے تھے مگر اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک پر قیاس نفرمایا بلکہ جب شہد کا ٹھنڈا شربت لوگ اونکے سامنے لائے تو اپنے ہاتھہ مین برتن کو پھراتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اسکو پیون تو مزہ تھوڑی دیر مین جاتا رہیگا مگر اسکا مواخذہ باقی رہے گا یہ کہکر کہا کہ مجھسے اسکا حساب الگ کر دو مین نہ پیونگا مرشد کو چاہیے کہ ان اسرار کو مرید سے بیان نہ کرے بلکہ صرف بھوکہ کی صفت پر کفایت کرے اور یہ نہ کہے کہ اسمین اعتدال کرنا چاہیے کیونکہ وہ اعتدال سے کسیقدر ضروری قصور کرے گا بلکہ غایت درجہ کی بھوکہ کو ارشاد کرے تاکہ اعتدال پر نوبت آجاوے چنانچہ بمرگش بگیر تا بہ تپ راضی شود مثل مشہور ہے اور یہ بھی اوس سے نہکہے کہ عارف کامل ریاضت سے مستغنی ہو جاتا ہے نہین تو شیطان اوسپر ہمیشہ وسوسہ ڈالیگا کہ اب تو عارف کامل ہوگیا اور کوئی دقیقہ باقی نہین رہا سب تمکو حاصل ہے حضرت ابراہیم خواص جو ریاضت مرید کو بتلاتے وہی آپ بھی اوسکے ساتھہ کرتے تاکہ اوسکے دلمین یہ نہ آوے کہ پیر جیو خود تو کرتے ہی نہین مجھسے کہتے ہین اور باین لحاظ ریاضت سے نفرت کرنے لگے اور زبردست آدمی جب دوسرے کو ریاضت سکہاتا ہے اور اوسکی اصلاح کے درپے ہوتا ہی تو ضرور ہے کہ کمزورون کیطرح ہوجاوے جیسا کہ کشتی وغیرہ سکہانے والے کیا کرتے ہین اس امر مین زیادہ تر تلطف پایا جاتا ہے اور جلد آدمی سعادت کو پہونچتا ہے اور اسمین انبیا اور اولیا کا بڑا امتحان ہوتا ہے اور راز اسکا یہ کہ حد اعتدال ہر ایک شخص کے حق مین ایک امر پوشیدہ ہے پس حزم و احتیاط کو کسی حال مین ہاتھہ سے ندینا چاہیے حضرت عمر رض نے ایکبار اپنے لڑکے عبداللہ کو دیکھا کہ وہ گوشت اور گھی روٹی کے ساتھہ کہا رہے ہین آپ نے درہ سے اونکو مارا اور فرمایا کہ کسی روز روٹی دودہ سے کہا اور کسی روز گھی سے اور کسی روز تیل سے اور کسی روز نمک سے اور کسی روز روکھی پھیکی کہا اس سے معلوم ہوا کہ اعتدال اسی کا نام ہے گوشت اور شہوتوں کی چیزون پر مواظبت کرنی افراط اور اسراف مین داخل ہے اور بالکل گوشت کو ترک کر دینا تفریط اور تنگی مین شمار ہے اور کبھی کبھی کہا لینا درجہ اوسط و اعتدال ہے ۝

پانچوان بیان ریا کی آفت کا جو شہوات کے تارک اور کم خوراک آدمی کو آتی ہے

جاننا چاہیے کہ تارک شہوات پر دو آفتین جو بڑی چاہتی چیزونکے کہانے سے بھی زیادہ ہین آتی ہین اول تو یہ ہے کہ نفس بعض شہوات کو نہین چھوڑ سکتا اونکی خواہش رہتی ہے لیکن یہ نہین چاہتا کہ کوئی جانے اسواسطے لوگون سے علیحدہ ہوکر اوس چیز کو کہا لیتا ہے مجمع مین نہین کہاتا اسکا نام شرک خفی ہے بعض علما سے کسی زاہد کا حال پوچھا تو وہ جب ہوری لوگو اونے کہا کہ وہ

برائی اونکی آپ کو معلوم ہے اونہون نے کہا کہ وہ تنہائی مین ایسی چیزین کہاتا ہے جو مجمع مین نہیں کہاتا
غرضکہ یہ بہت بڑی آفت ہے بندہ کو یہ مناسب ہے کہ اگر شہوت کی محبت مین مبتلا ہوجاوے تو اوسکو ظاہر
کردیوے صدق حال اسیکو کہتے ہین اس سے صرف اتنا معلوم ہوگا کہ اعمال کی شامت سے مجاہدہ
جاتا رہا اور اگر کسی نقصان کو چہپا کر اوسکے مقابل کا کمال ظاہر کریگا تو اوسمین دو نقصان ہونگے
جیسے جہوٹ بولے اور اوسکو چہپاوے تو دو جہوٹ ہوتے ہین اور دونا غصہ ہوتا ہے اور جبتک دو
توبہ صادق نہین کرتا تب تک اوس سے کوئی خوش نہین ہوتا اور اسی بنا پر خداوند کریم نے منافقونکا
عذاب زیادہ ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کیونکہ کافر نے کفر علانیہ کیا
اور منافق نے کفر کرکے چہپایا تو چہپانا دوسرا کفر ہوا اسلیے کہ اوسنے اس بات کو ہلکا جانا کہ خدا تعالے
دل کو دیکہتا ہے اور بندونکی نظر کو زیادہ سمجہکر اپنے ظاہر مین سے کفر کو دور کردیا اسلیے مستحق دونے
عذاب کا ہوا اور عارفین شہوات کیا بلکہ معاصی مین بہی مبتلا ہوجاتے ہین مگر ریا مین گرفتار نہین
ہوتے اور اپنے عیوب کو پوشیدہ نہین کرتے بلکہ کمال عرفان یہ ہے کہ خدا کیواسطے شہوات پر صبر
سے دور کرے اور ظاہر مین لوگونکی اعتقاد دور کرنے کو اظہار شہوات کرے بعضے اکابر کوئی اچہی چیز
مول لیکر اپنے گہر مین لٹکا دیتے حالانکہ اوسکو کہاتے نہیں تہے مگر یہ باعث تہا کہ غافل لوگ اونکی پاس کم
خلل انداز ہون اور جانین کہ یہ شخص مبتلا شہوات ہے زاہد کا بڑا کمال اسمین ہے کہ زہد مین جو کام
کرے یعنے اوسکے خلاف ظاہر کرے اور یہ کام صدیقین کا ہے کیونکہ اسنے دو صدق کو اکہٹا کیا
یعنے دوبار نفس پر بوجہہ ڈالا اور جام صبر نوش کیا ایک بار تو اوس چیز سے رکنے کے باعث اور
دوسری بار لوگون کے طعن کے باعث تو ایسے لوگونکا یہ حال ہے اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا
اور اوسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص ظاہر مین کسیکو کچہہ دے اور وہ اوسوقت تو لے لیوے اور پہر
چہپا کر مالک کو پہیر دے تو اس شخص کا دل دوبار شکستہ ہوگا اول تو ظاہر مین لینے کی ذلت سے دوم
چہپا کر واپس کرکے اپنی احتیاج باقی رکہنے سے پس جب تک یہ مرتبہ نہ حاصل ہو تب تک آدمی کو چاہیے
اپ کو ناقص جانے اور اظہار شہوت سے اجتناب کرے اور شیطان کے اس دہوکہ مین نہ آوے کہ اگر تم
یہ بات ظاہر کروگے تو دوسرے لوگ بہی تمہاری پیروی کرینگے دوسرون کی اصلاح اسی مین ہے
کہ اسی دہوکا اسلیے کہ اگر فی الحقیقت دوسرونکی اصلاح منظور ہوتی تو خود اپنے نفس کی اصلاح
مقدم اور اہم ہوتی لقبول شخصی کہ اول خویش بعدہ درویش ورنہ خود را فضیحت و دیگری را نصیحت
کے کیا معنی معلوم ہوا کہ صرف مقصود ریا ہے کہ دوسرونکی اصلاح کے بہانہ سے شیطان نے

اسکو اوسمین مبتلا کر رکہا ہے اسلیے اوسکا کہل جانا گران معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہی جانتا ہو
کہ لوگونکو اطلاع ہونے سے کوئی میری پیروی نہ کرے گا اور نہ میرے تارک الشہوات ہونے سے
بد اعتقاد ہوگا دوسری آفت یہ ہے کہ ترک شہوت پر قادر تو ہو مگر عفیف مشہور ہونیکا مشتاق ہے
اور اس سے خوش بہی ہوتا ہے تو اس صورت مین شہوت غذا جو ضعیف تھی اوسکا تو تارک ہوا مگر
جو بدی مین اوس سے زیادہ تہے یعنی خواہش جاہ اوسکی اطاعت کی اور اسکو شہوت خفیہ کہتے ہین
پس جب آدمی اسطرح کی خواہش اپنے جی مین پاوے تو اوسکا توڑنا شہوت غذا سے موکد ہے بلکہ
اگر کہالیوے تو اوسکے حق مین اچہا ہے حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ جب میرے سامنے جی چاہتی
چیز آوے جسکا تو تارک ہے تو اوسمین سے ذراسی کہالے نفس کی مرضی کے موافق بہت کہا اسمین
دو فائدہ ہونگے ایک تو یہ کہ شہرت نہین رہنے کی دوسرے نفس تیرا ستارہ جاویگا اور حضرت
امام جعفر صادق رحمہ اللہ ارشاد فرماتے کہ جب میرے سامنے کوئی خواہش کی چیز آتی ہے تو مین
اپنے نفس کیطرف دیکہتا ہون اگر اوسکی تمنا ظاہر مین اوسپر پاتا ہون تو اوسکو کہلا دیتا ہون
روکنے سے یہ امر افضل ہے اور اگر خواہش خفی کرتا ہے اور ظاہر مین تارک ہونیکو چاہتا ہے تو اوسکی
سزا یہ ہے کہ اوس چیز کو مین ترک کر دیتا ہون اور کبہی نہین دیتا اس سے معلوم ہوا کہ طریق
سزا نفس کا شہوت خفیہ پر اسطرح ہوا کرتا ہے غرض یہ ہے کہ شہوت غذا کو چہوڑ کر جو شخص ریا مین
مبتلا ہو وہ ایسا ہے کہ بچہو سے ڈر کر سانپ کے پاس جاوے اس لیے کہ ریا کا ضرر خواہش غذا کے
ضرر سے بہت زیادہ ہے

چھٹا بیان شہوت شرمگاہ کا حال

جاننا چاہیے کہ آدمی پر شہوت جماع دو فائدونکے لیے مسلط ہوئی اول تو یہ کہ اس سے لذت حاصل
کر کے قیامت کی لذتون کو یاد کرے کیونکہ اگر یہ لذت دیر پا ہوتی تو اجسام کی لذتون مین سب سے
زیادہ قوی ہوتی جسطرح کہ آگ کی تکلیف سب تکلیفونسے زیادہ ہے اور آدمیونکو سعادت اور جنت کی رغبت
دلانی اور شقاوت اور دوزخ سے ڈرانا بدون لذت محسوس اور تکلیف محسوس کے نہین ہوسکتا تو جب
دنیا مین مثلا کوئی لذت جماع کو عمدہ پاویگا جان لیگا کہ جنت کی لذتین بہی اسیطرح کی خواہش سے
اعلی ہونگے دوسرا فائدہ نسل کا باقی رہنا ہے یہ تو دو فائدے ہین مگر اسمین آفتین ایسی بڑی ہین
کہ اگر آدمی اس شہوت کو ضبط کر کے اعتدال پر نہ رکہے تو دین و دنیا دونون کہو بیٹہے اس آیت
شریف مین رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ بعضون نے طاقت سے زیادہ چیز کے یہی معنے لکہے ہین

کہ شدت شہوت جماع مراد ہے اور حضرت علی الخ اذا وقب میں حضرت ابن عباس فرماتے ہین کہ مراد
آلہ تناسل کے کھڑے ہونے سے ہے اور بعضون نے اسکی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچائی
ہے مگر تفسیر اسطرح کی ہے کہ آلہ تناسل وقت دخول مراد ہی اور اس مین تو شک نہین کہ جب آدمی
کو جوش شہوت کا ہوتا ہے تو دو تلث عقل جاتی رہتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں
فرماتے اَعُوذُ بِکَ مِنْ شَرِّ سَمْعِی وَبَصَرِی وَقَلْبِی وَمَنِیِّی اور یہ بھی فرمایا اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّیْطَانِ وَلَوْلَا ھٰذِہِ الشَّھْوَۃُ
مَا کَانَ لِلنِّسَاءِ سَلْطَنَۃٌ عَلَی الرِّجَالِ ایک روایت مین ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی مجلس مین
بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیس آیا اوسکے سر پر ٹوپی تھی جسمین بہت سے رنگ چمکتے تھے جب حضرت کے
قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکھدی خدمت مین آکر سلام کیا حضرت نے پوچھا کہ تو کون ہے عرض کیا
ابلیس ہون آپ نے فرمایا کہ خدا تجھے موت دے یہان کیون آیا ہے عرض کیا کہ چونکہ اللہ کے
نزدیک آپ کو رتبہ اور منزلت ہے اس جہت سے آپکو سلام کو آیا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے سر پر
یا چیز تھی بولا کہ ٹوپی ہے جس سے آدمیونکو دل اچکتا ہون آپ نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے کہ جب
انسان اوسکو کرتا ہے تو تو غالب ہوجاتا ہے عرض کیا جب اوسکو اپنی بڑائی میں پسند آتا ہے اوسکی دین
آتا ہے اور گناہون کو بہولکر اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہے اوسوقت میرے قابو مین آجاتا ہے اور
تین باتون سے مین آپ کو ڈراتا ہون اول تو یہ کہ اجنبی عورت کی ساتھ علیحدہ نہ ہونا کیونکہ جو مرد
اجنبی عورت کی ساتھ تنہا ہوتا ہے تو وہان مین خود جاتا ہون اپنے اور کارندون کو نہین بھیجتا
اور اوس مرد کو فتنہ مین ڈالدیتا ہون دوسری بات یہ ہے کہ اللہ سے جو عہد کرو اوسکو پورا کرنا
اور جو زکوۃ و صدقہ کے لیے مال نکالو اوسکو بانٹ دینا اس لیے کہ جب آدمی کچھ خیرات کرنے کو
روپیہ علیحدہ کرتا ہے تو وہان بھی مین خود جاکر ایسا پیچ ڈالتا ہون کہ اپنی نیت پوری نہ کرے
اسکے بعد شیطان چلا گیا اور یہ کہتا تھا کہ افسوس حضرت موسیٰ کو آدمیونکے مبتلا ہونیکی داو معلوم
ہوگئی اور سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو نبی زمانہ سابق مین مبعوث ہوئے شیطان کو یہی توقع
رہی کہ مین انکو عورتون کی جہت سے ہلاک کرونگا اور میرے نزدیک بھی کوئی چیز اوس سے بڑھکر
خوفناک نہین اسلیے مین مدینہ منورہ مین سوا اپنے گھر کے اور کسی کے گھر مین نہین جاتا یا اپنی بیٹی کے
یہان جمعہ کو صرف نہانے جاتا ہون اور بعض اکابر کا قول ہے کہ شیطان عورت سے کہتا ہے کہ تو
میرا آدھا لشکر ہے اور تو میرا تیر ہے کہ جب چلاتا ہون چوکتا ہی نہین اور تو میرے بھید کی جگہہ ہے اور
تو میری حاجت مین میری قاصد ہے یعنے نصف لشکر اوسکا شہوت ہے اور نصف غضب مگر

سب شہوات سے بڑھکر عورتونکی شہوت ہے پھر اس شہوت کے تین درجے ہین افراط اور تفریط
اور اعتدال افراط یہ ہے کہ عقل کو دبالے اور مرد کو بہت عورتونکی صحبت مین مصروف کردے اور
سلوک طریق آخرت سے محروم رکھے یا دین پر غالب ہو کر امور قبیحہ مین مبتلا کردے اور بعض اوقات
اسکے افراط سے کئی امر شنیع پیدا ہوتے ہین اول ادویہ مقوی باہ کی فکر پڑتی ہے جیسے بعضے لوگ
کھانے کے ہضم کے لیے چورن کی تلاش مین رہتے ہین اور انکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص درندون
اور سانپونمین جا پڑا ہو اور وہ اگر کبھی اس سے غفلت کرین اور سو جاوین تو یہ کسی حیلہ سے اونکو
جگادے پھر جب وہ ضرر پہونچاوین تو اونکی اصلاح و علاج مین مشغول ہو اسیطرح شہوت غذا
اور جماع دونون موذی ہین اسلیے اول ہی محفوظ رہنا چاہیے اور جب چورن یا مقویات سے اونکو
چرکنا کر دیا تو پھر آفت سے بچنا معلوم یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے باہ کی شکایت کی تو اونہون نے
ہریسہ کھانیکو بتایا تو قوت باہ کی تلاش حدیث سے ثابت ہو اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیان تھین اور آپ پر سب کے اطمینان واجب تھی اس لیے کہ غیر پر اونکا نکاح
حرام تھا گو آپ طلاق بھی دیدین تو اس لیے آپنے قوت چاہی تھی نہ لذت حاصل کرنیکے لیے
دوسرے یہ کہ افراط کے باعث امراض خبیثہ پیدا ہوتے ہین بلکہ کچھ اسی پر منحصر نہین اسکی اولاد تک
بھی اونکا اثر رہتا ہے تیسرے یہ کہ افراط شہوت سے بعض گمراہونکو عشق سوجھتا ہے اور اس سے
کمال درجہ کی جہالت غرض اصلی جماع سے پائی جاتی ہے اور قوت بہیمی مین چوپاؤن سے بھی
بڑھ جاتا ہے اسلیے کہ چوپایہ اپنی شہوت کو کسی طرح دور کر دیتا ہے اور عاشق ایک خاص شخص
کے سوا اور طرح اپنی شہوت رفع نہین کرسکتا گو سب خواہشونمین بری ہے اور شرم و حیا کا
مقام ہے مگر اوسکا اعتقاد یہی ہے کہ اوسی معین شخص سے ہو یہانتک کہ اوسکے لیے ذلت برداشت
اور غلامی اوٹھاتا ہے اور شہوت کی خدمت مین اپنی عقل کو فرمان پذیر کرتا ہے یہ نہین
جانتا کہ پیدایش عقل کی اسلیے ہے کہ یہ اورون سے کام لے نہ یہ کہ خود شہوت کے مطیع ہو کر
اوسکی اجرا کے حیلے تلاش کرے اور اگر عشق پر غور سے دیکھو تو ایسے آدمی کا کام ہے جسکے دیہ
کوئی فکر نہو اور اوسکا منشا وہی افراط شہوت ہے اوائل مین اس سے بچنے کا ڈہنگ یہی ہے
کہ دوبارہ نہ دیکھے اور اپنی فکر مین مشغول رہے ورنہ مستحکم ہونے پر اوسکا دفع کرنا مشکل ہوتا ہے

سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل
چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل

اسی طرح عشق مال اور جاہ اور اولاد اور ستار نوازی اور شطرنج و چوسر بازی وغیرہ کا ہے کہ بعض وقت لوگونکو ایسے عادی ہوتے ہین کہ اونکے دین و دنیا کے کام نہین ہونے دیتے اور کسیوقت انکو چین نہین لینے دیتے اگر اول مین عشق کا روک چاہے تو ایسا جیسا سوار دروازہ سی باہر ہو اور مقصود یہ ہو کہ گہوڑا دروازے مین نجاوے تو اوسنے اشارہ باگ کا کافی ہوتا ہے اور جو استحکام کی علاج کرنا ایسا ہے کہ پہلے سے گہوڑیکو چہوڑدیا جب وہ دروازہ مین گہس گیا تو اوسکی دم پکڑکر پیچہے کو گہسیٹا چاہا تو دونون باتونمین فرق زمین و آسمان کا ہے اسیلیے احتیاطا ابتدا امر مین ضروری ہے انجام کو علاج بہت دشواری اور نہایت کوشش سے ہوتا ہے کہ نوبت جان کندنی کی پہونچتی ہے خلاصہ یہ کہ اس درجہ کی افراط شہوت مذموم اور کمی کا درجہ نامردی و نخاثت کا ہے وہ بہی مذموم اور برا ہے اور اعتدال کا درجہ جو محمود ہے وہ یہ ہے کہ شہوت مطیع عقل و شرع کی رہے اور انہین کے بموجب کام کرے اور جب اوسمین زیادتی ہو تو اوسکا توڑنا بہوک اور نکاح سے ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا معشر الشباب علیکم بالباءۃ فمن لم یستطع فعلیہ بالصیام فانہ لہ وجاء

ساتوان بیان مرید کے نکاح اور ترک نکاح کے حال مین

ابتدا امر مین مرید کو شغل نکاح مین پڑنا نہین چاہیے کہ اس سبب سے سلوک آخرت سی باز رہے گا اور بیوی کی محبت مین پہنس جاویگا اور جو غیر اللہ کے ساتہہ انس اختیار کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس نہین ہوتا اور اس بات سے دہوکا نہ پڑے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے نکاح کیے تو اسلیے کہ قلب مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی چیزین اللہ تعالی کی طرف سی پہیر نہین سکتی تہین تو اون پر قیاس کرنا بیجا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک آپ کا استغراق محبت الہی مین اس درجہ پر تہا کہ بعض مرتبہ گرمی محبت کا دلمین یہہ جوش پاتے کہ یون خوف ہوتا کہ دل پہٹ جائیگا اور اوسی جوش و خروش مین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتہہ مارتے اور فرماتے کہ کچہہ باتین کرو تاکہ اونکے باتونکے باعث قلب پر جو زیادتی حرارت ہے اوسکا اثر کم ہو جاوے کہ بدن مبارک کو طاقت اوسکی تحمل کی نہ تہی واقع مین یہ بوجہہ ایسا ہی ہے

آسمان بار امانت نتوانست کشید	قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

چنانچہ حضرت کی طبیعت دل کو اللہ تعالے کے ساتہہ انس طبعی تہا اور خلقت کے ساتہہ عارضی تاکہ دل کو کچہہ راحت ملجاوے پہر جب لوگونمین بیٹہتے تو صبر نہ آتا اور تنگ ہو کر فرماتے ارحنا یا بلال کہ جس چیز مین آپ کی آنکہہ کو ٹہنڈک ملتی تہی اوسمین مصروف ہو جاوین پس دوسرا شخص مین

آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہین کرسکتا اور اگر کریگا تو دہوکا کہاویگا اسلیے کہ آپکے افعال کا اسرار
کوئی نہین سمجہ سکتا غرضکہ ابتدا مین مرید کو تجرد ہی شایان ہے ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جو شخص نکاح کرتا ہے
وہ دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے مینے کسی مرید کو نہین دیکہا کہ بعد نکاح کے پہلا سا حال رہا ہو اور وہی فرماتے ہین کہ جو چیز
اللہ تعالی سے باز رکہے خواہ بیوی ہو یا مال یا اولاد اوسکو منحوس جاننا چاہیے اور ایکبار اونسے کسی نے پوچہا کہ آپکو
کیا حاجت ہوئی کہ ایک عورت سے مانوس ہوئے فرمایا کہ خدا نکرے کہ مین اوس سے انس کرون یعنے اوس سے انس کرنا
اللہ کے ساتھہ انس کرنے سے روکتا ہے پہر حال مرید کو تجرد جبہی تک زیبا ہے جب تک شہوت کا زور نہو اور اگر
اوسکا غلبہ دیکہے تو اول بہوکہ اور ہمیشہ کے روزہ سے اوسکو توڑے اگر اس سے بہی دفع نہو باین طور کہ گو اپنی شرمگاہ
کو روک سکتا ہے مگر آنکہہ کے روکنے پر قادر نہین تو ایسی صورت مین تسکین شہوت کے لیے
نکاح کرنا مناسب ہے ورنہ اگر آنکہہ کو روک نسکیگا تو فکر اچہی طرح نہ کرسکیگا اور مطلب مین پریشانی
واقع ہوگی اور بعض اوقات ایسی مصیبت مین پڑیگا کہ طاقت سے زیادہ ہو علاوہ ازین آنکہہ کا
زنا صغیرہ گناہون مین بہت بڑا ہے اور اسی سے کبیرہ بہی ہو جایا کرتا ہے جو شخص اپنی آنکہہ پر
قادر نہین وہ اپنے دین کی بہی حفاظت نہین کرسکتا حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نظر
سے بچتے رہو کیونکہ اوس سے دلمین شہوت کا بیج پڑتا ہے اور اسیقدر فتنہ کافی ہے حضرت سعید
بن جبیر فرماتے ہین کہ حضرت داود علیہ السلام جو فتنہ مین مبتلا ہوے صرف نظر کے باعث سے ہوے
اور اسی جہت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ شیر اور سانپ کے پیچہے جائیو مگر عورت
کے پیچہے نہ جائیو حضرت یحیی علیہ السلام سے کسی نے پوچہا کہ زنا کی ابتدا کیا ہوتی ہے آپنے فرمایا
کہ دیکہنا اور للچانا اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ابلیس کہتا ہے کہ نظر میری قدیم کی
تیر و کمان ہے کہ کبہی خطا نہین کرتی اور حدیث شریف مین ہے النظرۃ سہم مسموم من سہام ابلیس فمن
ترکہا خوفا من اللہ تعالی اعطاہ اللہ تعالی ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ اور فرمایا ما ترکت بعدی فتنۃ
اضر علی الرجال من النساء اور فرمایا اتقوا فتنۃ الدنیا وفتنۃ النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کان من قبل النساء
اور اللہ تعالے فرماتا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم الآیہ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
لکل ابن آدم حظ من الزنا فالعینان تزنیان وزناہما النظر والیدان تزنیان وزناہما البطش والرجلان
تزنیان وزناہما المشی والفم یزنی وزناہ القبلۃ والقلب یہم ویتمنی ویصدق ذلک الفرج او یکذبہ
اور حضرت ام سلمہ فرماتی تہین کہ ایکبار ابن ام مکتوم اندہے رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آنا چاہا اوسوقت مین اور میمونہ بیٹہی ہوئی تہین آپ نے فرمایا کہ پردہ کرلو ہم نے

عرض کیا کہ وہ تو اندھا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تو اوسکو دیکھتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اندھوں کے پاس بیٹھنا اور بے ضرورت اونکو دیکھنا جائز نہیں جیسا آج کل مروج ہو رہا ہے ہاں حاجت کے وقت عورت کو مرد سے بات کرنی خواہ دیکھنا جائز ہے اور اگر مرید کا یہ حال ہو کہ عورتوں سے تو آنکھ بچا سکتا ہے مگر لڑکوں کو دیکھنے سے نہیں رہ سکتا تب بھی نکاح اولے ہے اس لیے کہ لڑکوں کی حسن پرستی مین زیادہ خرابی ہے کیونکہ اگر مثلاً کسی عورت کیطرف دل راغب ہوگا تو اوس سے نکاح کر کر تمنا کو پہونچنا ممکن ہے اور لڑکے مین یہ بات مفقود ہے اسی لیے لڑکے کو نگاہ شہوت سے دیکھنا حرام ہے بلکہ امرد کی صورت بھی اگر اچھی ہو اور ڈاڑھی والے کی نسبت دل مین زیادہ کھپتی ہو تو اوسکی طرف بھی دیکھنا ناجائز ہے لیکن اگر یون کہو کہ خوبصورت اور بدصورت مین تو ہر کوئی فرق کیا ہی کرتا ہے اور لڑکوں کے چہرے ہمیشہ کھلے رہتے ہین تو اوس سے بچاؤ کسطرح ہو سکتا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ہماری غرض صرف تمیز ہی سے نہیں تمیز اچھے اور برے کی سب ہی اشیا مین ہوتی ہے مثلاً ایک درخت ہرا ہو اور دوسرا کہا یا ایک پانی صاف ہو اور دوسرا میلا یا ایک درخت مین پھول اور کلیاں ہون اور دوسرے مین پتے بھی نہون تو بالضرور انمین سے ایک کیطرف طبیعت کو میل ہوگا مگر اس رغبت مین شہوت نہوگی کہ اوس سے بوس و کنار کیجیے پس اگر اسیطرح کا حال خوبصورت شکل کا ہے کہ جیسے اور چیزین خوبصورت اچھی معلوم ہوتی ہین اور اونمین لگاؤ شہوت کا نہین ہوتا تو دیکھنے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر نفس مین یہ بات بھی ہو کہ کسیطرح سے اسکا قرب اور چھیڑ چھاڑ میسر ہو تو ایسی نظر نظر بد کہلاتی ہے اور حرام ہے اور اس باب مین آدمی بہت سستی سہتے ہیں اور آئندہ کو بلاؤن مین پڑتے ہین بعض تابعین کا قول ہے کہ مجھکو جوان سالک پر امرد کی ہمنشینی کا اتنا خوف ہے کہ اتنا درندہ کا خوف نہین اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص براہ شہوت کسی لڑکے کے پاؤن کی انگلیون مین بھی گدگدی کرے گا تو لوطی ہوگا اور بعضے اکابر سلف کا قول ہے کہ اس امت مین تین طرح کے لوطی ہون گے بعضے تو صرف دیکھیں گے اور بعضے مصافحہ کرینگے اور بعضے فعل شنیع کے مرتکب ہونگے اس سے معلوم ہوا کہ نظر کی باعث بڑی بڑی آفتین پیدا ہوتی ہین تو جب مرید اپنی نظر کے روکنے اور فکر کے ضبط کرنے پر قادر نہو تو اوسکے حق مین بہتر یہی ہے کہ نکاح کرے اسلیے کہ اکثر آدمی ایسے ہوتی ہین جنکا جوش شہوت بھوک سے کم نہیں ہوتا چنانچہ ایک بزرگ روایت کرتے ہین کہ ابتداء سلوک مین مجھپر شہوت غالب ہوئی تو مین خدا کی درگاہ مین خوب رویا خواب مین ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پوچھتے ہین کہ تیرا کیا حال ہے مین نے ماجرا بیان کیا اونہون نے فرمایا کہ آگے آؤ مین بڑھ گیا اونہون نے اپنا ہاتھ

میرے سینہ پر رکہا اوسکی ٹھنڈک مین نے اپنے دل اور بدن مین پائی صبح کو جو جاگا تو وہ جوش اپنے آپ مین نپایا برس روز تک ویسا ہی رہا پھر غلبہ ہوا پھر مینے فریاد مچائی ایک شخص خواب مین نظر آیا اوسنے کہا کہ اگر تجھے اپنی گردن کٹوانی منظور ہو تو تیرا علاج کرون مین نے کہا کہ بہتر اوسنے کہا تو گردن جھکا مینے گردن جھکا دی اوسنے ایک نور کی تلوار میری گردن پہ ماری مین جاگ پڑا اور برس روز تک پھر اچھا رہا بعدہ پھر وہی روز ہوا بلکہ اوس سے بھی سخت تو اس حال مین مینے ایک شخص کو خواب مین دیکھا کہ میرے سینہ اور پہلو کے درمیان ہے اور مجھسے کہتا ہے کہ جس چیز کا خدا کو دور کرنا منظور نہین اوسکے دفع ہونے کے واسطے کب تک التجا کیا کرے گا پھر مینے جاگ کر نکاح کر لیا اور اولاد ہوئی اور زور جاتا رہا پس اگر مرید کو حاجت نکاح ہو تو شرط ارادت کسی حال مین نچھوڑے یعنی ابتدا مین تو نیت اچھی ہو اور انجام مین حسن خلق و سیرت سے پیش آوے اور حقوق واجبہ کو ادا کرے جیسا کہ احکام نکاح مین ہم بیان کر چکے ہین دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین اور صدق نیت کی علامت یہ ہے کہ کسی مفلس دیندار عورت سے نکاح کرے مالدار کی تلاش نہ کرے بعض اکابر کا قول ہے کہ مالدار عورت سے نکاح کرنے مین پانچ خرابیان ہین اول مہر کا زیادہ ہونا دوم رخصت مین لیت و لعل ہونا سوم خدمت کا نکرنا چہارم زیادہ خرچ کا تحمل پنجم اگر دل چھوڑنے کو ہو تو مال کے حرص سے چھوڑا نجاتا اور مفلس مین ان مین سے کوئی سی بات نہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ عورت چار چیزون مین مرد سے کم ہونی چاہیے ورنہ وہ مرد کو حقیر سمجھے گی عمر مین قد مین مال مین اور حسب مین اور چار چیزون مین بڑہکر ہونی چاہیے خوب صورتی مین ادب مین پرہیز مین اور خلق مین اور علامت صدق ارادت کی دوام نکاح مین خلق ہی ہے بعض مریدین نے نکاح کیا اور ہمیشہ اوسکی خدمت کرتے رہے یہانتک کہ وہ شرمائی اور اپنے باپ سے کہنے لگی کہ مین اس شخص کے حال مین حیران ہون اتنی برس سے اسکے گھر مین جب پاخانہ کو جاتی ہون لوٹا مجھسے پہلے وہان رکھدیتا ہے اور ایک بزرگ نے ایک خوبصورت عورت سے نکاح کیا جب رخصت کے دن قریب آئی اوسکے چیچک نکل آئی اوسکے گھر والون کو نہایت رنج ہوا کہ اب شوہر اسکو پسند نکریگا اس مرد بزرگ نے خبر پاکر بہانہ کیا کہ میری آنکھین دکھتی ہین اور بعد اسکے اندہا بن گیا جب وہ عورت گھر مین آئی بیس برس تک رہکر مر گئی پھر آپ نے آنکھین کھولدین لوگون نے سبب پوچھا کہا کہ مین جان بوجھکے اندہا ہوا تھا تاکہ سسرال والے رنج نکرین لوگونکو کمال حیرت ہوئی اور کہا کہ ایسے لوگ چل بسے اب دنیا مین نہین اور ایک صوفی نے

ایک بدخلق عورت سے نکاح کیا ہمیشہ اوسکی باتین سہتے لوگون نے کہا کہ آپ طلاق کیون نہین
دیدیتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید کوئی اور شخص اسکے باعث ایذا نپاوے پس اگر مرید
نکاح کرے تو ایسا ہی ہونا چاہیے اور اگر بے نکاح رہ سکے اور جانے کہ نکاح کرنے سے سلوک کی آخر
مین خلل واقع ہوگا تو نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے محمد بن سلیمان ہاشمی کا ذکر ہے کہ اونکے یہان اسی ہزار
درم کا اناج ہر روز آتا تھا بصرہ کے لوگون اور علما کو لکھا کہ مین کسی عورت سے نکاح کیا چاہتا ہون
سبنے باتفاق لکھا کہ بی بی رابعہ عدویہ سے آپ نکاح کرین تو مناسب ہے آپ نے اونکو اسطرح خط لکھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد وصلوۃ کے معلوم کرو کہ اللہ تعالے نے مجھکو آج اتنا غلہ دیا ہے کہ
اسی ہزار درم کا ہر روز آتا ہے اور کچھ دن ہی جاتے ہین کہ پورے لاکھ کا ہر روز عنایت فرماویگا
اگر تم مجھکو منظور کرو تو یہ سب تمہارا ہی ہے فقط اونہون نے جواب لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم
بعد حمد ونعت کے واضح ہو کہ دنیا مین زہد کرنے سے دل کو چین اور بدن کو راحت ہے اور اسکی طرف
رغبت کرنا موجب رنج واندوہ آپ کو چاہیے کہ بفور پہونچنے اس رقعہ کے اپنی زاد آخرت کی تیاری
کرین اور معاد کی فکر مین لگین اور خود اپنے نفس کے وصی ہون تاکہ اور لوگونکو میراث بانٹنے مین
وصی کرنیکی حاجت نہ رہے تمام عمر روزہ رکھو اور موت کے وقت افطار کرو اور میرا حال یہ ہے کہ اگر
خداوند کریم مجھکو اتنا عنایت کرے جتنا تمکو دیا ہے یا اوس سے بھی دوچند سہ چند ہو تب بھی ایک لمحہ
بے یاد الہی مجھے اچھا معلوم نہوگا فقط اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو چیز مانع شغل الہی سے ہو اوسمین
نقصان ہے تو مرید بھی اپنے حال اور قلب پر غور کرے اگر مجرد رہنا اچھا معلوم ہو تو تنہا اور اگر
نہ رہ سکے تو نکاح بہتر ہے اور اس مرض کی تین دوا ہین اول بھوکا رہنا دوم نظر کا بند رکھنا سوم
دل کو ایسے شغل مین مصروف کرنا جو اوسپر حاوی ہو جاوے اگر ان تینون تدبیرون سے
کچھ فائدہ نہو تو آخر کو نکاح ہے اس سے اوس بیماری کی جڑ جاتی رہتی ہے اور اسی جہت سے سلف کے
لوگ نکاح کیطرف سبقت کرتے تھے اور اپنی لڑکیونکا نکاح کردیتے تھے سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ شیطان کسی سے
بے توقع نہین ہوا عورتونکی سبب سے وہ ہی جال مارتا ہے اور جب اونکی عمر چوراسی برس کی ہوئی اور ایک آنکھ
بھی جاتی رہی اور دوسری بھی رتوندا آتا تھا اوسوقت فرماتے تھے کہ مجھے عورتونسے زیادہ کسی چیز کا خوف نہین
اور عبد اللہ بن ابی وداعہ کہتے ہین کہ مین اونکے پاس جاکر بیٹھا کرتا تھا چند روز نگیا پھر ایک روز جب گیا تو پوچھا
کہ کہان تھے مین نے کہا کہ میری بیوی مر گئی تھی اس لیے حاضری سے معذور رہا آپ نے فرمایا کہ تمنے ہمکو اطلاع کی
ہم بھی آتے بعد اسکے مین نے اٹھنا چاہا آپ نے فرمایا کہ اب کوئی اور بیوی بنے کر اٹھے جاتے ہو مین نے

عرض کیا کہ حضرت میری دو چار پیسہ کی اوقات ہے مجھے کون بیٹی دیتا ہے آپ نے فرمایا کہ میں دیتا ہوں میںنے
عرض کیا کہ آپ دینگے فرمایا کہ ہاں اور خطبہ پڑہکر تھوڑے سے مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیا میں
وہاں سے اوٹھا اور خوشی کے مارے بہول رہا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ کس سے اودھار لوں کیا کروں اتنے
مغرب کا وقت ہوا میں نماز پڑھکر گھر آیا اور چراغ جلایا روزہ افطار کرکے روٹی اور تیل کھانے بیٹھا
اتنے میں دروازہ سے دستک کی آواز آئی میں نے پوچھا کون ہے کہا سعید میں نے بہت غور کیا
کہ کونسے سعید ہیں خیال میں نہ آیا اور سعید بن المسیب کا دہیان بہی نہ تھا کیونکہ اونہوں نے
چالیس برس سے مسجد کے سوا جانا بالکل ترک کر دیا تھا جب میں دروازہ پر آیا تو دیکھا کہ سعید
بن المسیب ہیں مجہکو خیال ہوا کہ شاید کوئی ضرورت آپ کو ہوئی ہوگی میںنے عرض کیا کہ آپ نے
مجھے کیوں نہ بلوا لیا فرمایا کہ تمہارے پاس آنا ہی مناسب تھا میںنے پوچھا کہ کیا حکم ہے فرمایا کہ تم نے
نکاح کیا تھا مجھے تمہارا اکیلا سونا برا معلوم ہوا اسلیے تمہاری بیوی کو پہونچانے آیا ہوں میںنے
جو دیکھا تو واقع میں وہ نیکبخت اونکے پیچھے کھڑی ہوئی ہے اونہوں نے اوسکا ہاتھ پکڑکے دروازہ میں
کر دیا اور دروازہ کو بند کر دیا وہ عورت مارے شرم کے گر پڑی میںنے دروازہ کو خوب بند کر دیا
پھر جس پیالے میں روٹی اور تیل رکھا تھا اوسکو چراغ کے سامنے سے ہٹایا کہ عورت کی نظر
اوس پر نہ پڑے پھر چھت پر چڑھکر اپنے ہمسایوں کو پکارا سب جمع ہو گئے پوچھا کیا حال ہے میںنے کہا
کہ سعید بن المسیب نے آج دنکو اپنی بیٹی مجھے بیاہی تھی اب رات کو مجھے خبر بھی نہ تھی وہ اوسے
یہاں پہونچا گئے لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ کیا سعید نے تمہارا نکاح کیا ہے میںنے کہا ہاں
اونہوں نے پوچھا کہ لڑکی گھر میں ہے میںنے کہا ہاں تو سب لوگ اوسکے پاس گئے اور میری والدہ کو
جو خبر پہونچی انہوں نے آکر کہا کہ اگر تین دن تک تو نے اوسکو چھیڑا تو کبھی منہ نہ دیکھونگی
تین دن میں ہم اسکو ٹھیک کر لیں گے تب مضائقہ نہیں تین دن میں ٹہیک کرلیا پھر جو میں نے
اوسکو دیکھا تو نہایت خوبصورت کلام اللہ کی حافظ اور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی عالم اور حقوق شوہر سے واقف پایا ایک مہینے تک نہ سعید بن المسیب میرے پاس آئے اور نہ میں اونکے
پاس گیا بعد مہینے کے میں گیا تو آپ حلقہ میں تھے میںنے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیکر کچھ نہ کہا
جب لوگ اوٹھ گئے اوسوقت پوچھا کہ اوس آدمی کا کیا حال ہے میںنے کہا کہ بہت اچھا حال ہے
کہ دوست خوش ہیں اور دشمن جلیں کہا کہ اگر کوئی بات خلاف مرضی پاؤ تو لاٹھی سے
خبر لینا میں گھر کو چلا آیا اونہوں نے بیس ہزار درہم میرے پاس بھیج دیے اور یہ لڑکی وہی تھی جسکو

عبد الملک بن مروان اپنے بیٹے ولید کے ساتھ اپنے عہد خلافت مین نسبت چاہتے تھے مگر سعید بن المسیب نے انکار کردیا تھا اور عبد الملک نے ایک حیلہ قائم کرکے اونکے سو کوڑے مارے تھے اور جاڑے کے موسم مین ایک گھڑا ٹھنڈا اون پر ڈالا تھا اور کمبل کا کرتہ پہنایا تھا پس اون کا اوسی رات رخصت کردینا کمال دینداری اور احتیاط کی دلیل ہی جزاہ اللہ خیر الجزاء

آٹھوان بیان فضیلت اوس شخص کا جو زنا اور نظر سے بچے

جاننا چاہیے کہ شہوت شرمگاہ سب شہوات انسانی سے غالب ہو اور ہیجان کے وقت سب سے زیادہ عقل کے نافرمان علاوہ اس کے اوسکا نتیجہ ایسا بُرا ہو کہ جس سے شرم آتی ہے اور اوس کی مباشرت سے خوف معلوم ہوتا ہے اور لوگ جو اسکی مباشرت نہین کرتے تو یا عاجزی کی سبب یا لوگون کے خوف کے باعث یا حیا کے مارے یا حشمت بچانے کی جہت سے نہین کرتے اور ان سے کسی مین ثواب نہین اسیلیے کہ اسمین ایک حظ نفس کو دوسرے پر ترجیح دینی ہے ہان ان موانع مین بہی ایک فائدہ ہے کہ آدمی گناہ سے محفوظ رہتا ہے کسی سبب سے بچے مگر درجہ اور ثواب اسمین ہے کہ باوجود قدرت اور عدم موانع کے صرف خدا کے خوف سے زنا کرنے خاصکر جب کہ شہوت صادق موجود ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَن عَشِقَ فَعَفَّ فَكَتَمَ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ اور فرمایا کہ سات آدمیونکو قیامت کے روز اللہ تعالے عرش کے سایہ مین جگہہ دیگا اور اوسدن سوا اوسکے کہین سایہ نہوگا اونمین سے ایک وہ شخص بہی ہوگا جسکو کوئی عورت خوبصورت حسب و نسب والی اپنی طرف بلاوے اور وہ جواب مین کہے کہ اِنِّي اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ زلیخا کے ساتھ باوجود قدرت اور اوسکی رغبت کے مشہور و معروف ہے جسپر خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید مین اونکی ثنا کی ہے اور آپ اس باب مین سب کے امام ہین حضرت سلیمان بن یسار جو بہت خوبصورت جوان تہے اونکا ذکر ہے ایک عورت اونکے گہر آئی اور اونسے مباشرت کی طالب ہوئی اونہون نے انکار کیا اور اوسکو گہر مین چہوڑ بہاگ گئے رات کو خواب مین حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکہا اور اونکی خدمت مین عرض کیا کہ تم یوسف ہو اونہون نے فرمایا کہ ہان مین وہ یوسف ہون جس نے ارادہ کیا تہا اور تو وہ سلیمان ہے کہ ارادہ بہی نہ کیا یعنے آپ نے وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ کی طرف اشارہ فرماکے اونکی مدح کی اور ایک اور عجیب قصہ انہین کا مذکور ہے کہ ایک رفیق کے ساتھ ایک بار مدینہ منورہ سے حج کے لیے نکلے جب ابوا مین پہونچے تو انکا رفیق دسترخوان لیکر کچھ خریدنیکو

بازار چلا گیا اور خیمہ مین بیٹھے تھے ایک بدوی عورت کی نگاہ جو انکے حسن و جمال پر پڑی بہزار جان
عاشق ہو گئی اور پہاڑ سے اتر کر سامنے آکر کھڑی ہوئی اور چونکہ خود بھی مہ پارہ تھی برقع اوٹھا کر
چاند سورج کی جوت ملائی اور اوسنے کہا کہ مجھے کچھ دیجیے انھون نے جانا کہ کھانا مانگتی ہے یہ روٹی
لیکر دینے لگے اوسنے کہا کہ مین یہ نہین مانگتی میری تمنا وہ امر ہے جو میان بیوی مین ہوتا ہے آپنے
فرمایا کہ تجھکو شیطان میرے پاس لایا ہے پھر اپنا سر گھٹنون کے اندر کرکے خوب زور سے رونے لگے جب
اوسنے یہ حال دیکھا تو اپنا سا منہ لیکر اپنے گھر چلی گئی جب اونکا رفیق آیا تو دیکھا کہ روتے روتے آنکھین
سوج گئی ہین اور گلا بیٹھ گیا ہے پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ نہین مجھے لڑکی یاد
آگئی تھی اوسنے کہا کہ کوئی اور بات ہے تین منزل مین آپکو لڑکی کبھی یاد نہ آئی آج کیا تھا غرض
بہت سے اصرار سے جو پوچھا تو آپ نے بدوی عورت کا قصہ کہدیا وہ شخص دسترخوان رکھکر بہوت
بہوت رونے لگا اونھون نے پوچھا کہ تو کیون روتا ہے اوسنے جواب دیا کہ مین اسلیے روتا ہون
کہ اگر آپ کی جگہہ مین ہوتا تو مجھسے نہ رہا جاتا معصیت مین مبتلا ہو جاتا تھوڑی دیر تک دونون
روتے رہے جب مکہ مین پہونچے اور طواف اور سعی کے بعد حجر اسود کے پاس آئے تو سلیمان بن یسار
گوٹ مار کر بیٹھ رہے اور اونکو نیند آگئی تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص دراز قد خوبصورت
لباس فاخرہ پہنے اور عمدہ خوشبو لگائے ہوئے ہین اونھون نے پوچھا کہ آپ کون ہین فرمایا کہ
مین یوسف ہون پوچھا کہ یوسف صدیق فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ آپ کا حال زلیخا کے
ساتھہ عجیب ہے فرمایا کہ تمہارا حال ابوا والی عورت کے ساتھہ اوس سے بھی زیادہ عجیب ہے
اور حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یون
سنا ہے کہ اگلے زمانہ مین تین آدمی چلے جاتے تھے رات کو ایک غار مین رہے ایک پتھر اتفاقا
پہاڑ سے ایسا آگرا کہ اوس غار کا منہ بند ہو گیا آپسمین کہنے لگے اپنے اپنے عمل صالح یاد کرکے خدا سے
دعا مانگو شاید اونکی برکت سے یہ پتھر سرک جاوے ایک نے اونمین سے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے
کہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور مین شام کا کھانا پہلے اونکو کھلا دیتا تھا جب اپنے گھر والون اور
بال بچون کو دیتا تھا ایکبار درخت کے چارہ لانے مین دیر ہو گئی تو وہ سو گئے اور مین اونکے لیے دودہ
دوہکر اونکے پاس لے گیا تو سوتا پایا مجھکو جگانا اچھا نہ معلوم ہوا پیالہ ہاتھہ مین لیے اونکے
پائنتی کھڑا رہا صبح تک بچے میرے پاون پر لوٹا کیے مگر مینے ماں باپ سے پہلے اونکو دینا اچھا
نہ جانا جب صبح کو وے پی چکے تب اونکو دیا الٰہی اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام مینے صرف تیری

رضا مندی کے لیے کیا ہے تو اس بلا سے نجات فرما اسکی دعا سے وہ پتھر اتنا سرکا کہ آسمان
سوجھنے لگا دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور اوس سے
وصال کی استدعا کی مگر اوسنے انکار کیا جب اوسکو قحط سالی مین تکلیف ہوئی تو میرے پاس آئی
مینے ایک سو بیس اشرفیاں دین اس شرط پر کہ مجھسے انکار نہ کرے اوسنے میرا کہنا مان لیا لیکن جب مینے
اوس سے صحبت کرنا چاہا تو اوسنے کہا کہ خدا کا خوف کر ناحق میرا اتنک ست کر میں ڈر گیا اور اوسکو
چھوڑ دیا اور جو کچھ دے چکا تھا وہ بھی نہ لیا اور محبت بھی بدستور رکھی الٰہی اگر یہ امر مینے تیری
خوف سے چھوڑا تھا تو تو ہماری مصیبت کو ٹالدے اسکی دعا سے وہ پتھر تھوڑا اور سرک گیا مگر ایسا
راستہ نہوا کہ اوسمیں سے نکل سکیں تیسرے نے کہا کہ الٰہی مینے ایک بار چند مزدوروں کو کام
لگایا تھا اور سبکی مزدوری چکا دی تھی مگر ایک مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا مینے اوسکو
اوسکے پیچھے بڑھایا یہانتک کہ بہت سا مال ہو گیا جب وہ مدت کے بعد مجھسے مزدوری مانگنے آیا
تو مینے جسقدر اوسکا مال تھا اونٹ اور گائے اور بکری سب دکھا دیا اور کہا کہ یہ سب تیرا ہے اوسنے
کہا کہ بندۂ خدا کیا ہنسی کرتے ہو مینے کہا کہ ہنسی نہیں ہے یہ تیری ہی مزدوری کی تجارت سے
ہوئی ہین انکو لیجا وہ اون سب کو ہانک لے گیا اور کچھ نچھوڑا الٰہی اگر یہ امر مینے تیری رضا کی
خاطر کیا تھا تو ہمکو بلا سے نجات عنایت فرما پس اسکی دعا کے بعد وہ پتھر بالکل علیحدہ ہو گیا اور
سبھوں نے اپنی اپنی راہ لی یہ حال و فضیلت تو اوسکی ہے جسنے کہ اپنے آپ کو شہوت رانی سے
بچایا اور پارسا رہا اسکی قریب وہ شخص بھی ہے جو آنکھہ کی شہوت رانی سے محفوظ رہے کیونکہ زنا
کی ابتدا نظر ہی سے ہوتی ہے اس لیے کہ نظر کا روکنا بھی اہم اور مشکل ہے اسلیے کہ اسکو سہل تصور
کر لیا ہے اور اسکا خوف بہت نہیں ہے حالانکہ جتنی آفتیں ہین سب کا منشا نظر ہے ایکبار دیکھنے
سے تو مواخذہ نہیں ہوتا مگر دوبارہ تاکنے پر مواخذہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَكَ الْأُولٰى وَعَلَيْكَ الثَّانِيَةُ مراد اس سے نظر ہی ہے اور علاء بن زیاد فرماتے ہین کہ اپنی نگاہ عورتوں کی
چادر پر مت ڈال اسلیے کہ نظر تخم شہوت دلمین بوتی ہے اور انسان جب کبھی عورت یا لڑکے
پر نظر ڈالتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ دوبارہ نہ تاکے پس جب جمال کا خیال مدنظر ہوگا تو دوبارہ
دیکھنے پر طبیعت راغب ہوگی اوسوقت اپنے نفس مین یہ ٹھہرا لے کہ دوبارہ دیکھنا عین حماقت ہے
کیونکہ دو حال سے خالی نہین اگر دوسری دفعہ مین صورت اچھی معلوم ہوئی تو نفس مقتضی
شہوت کا ہوگا اور اوسکو ملنے کی نہین تو بجز ارمان حسرت اور کیا ہاتھ آویگا اور اگر بری معلوم ہوئی

توجس واسطے دیکھتا تہا یعنے حصول لذت کے لیے وہ حاصل نہوگی تو گناہ بے لذت مین مبتلا ہوگا
بہرصورت یا حسرت سے ہم آغوش ہوگا یا لذت کے نہ حاصل ہونے سے ہمکنار اور دونون امر محض
بیکار ہین اور اگر آنکہین بند کر لیجاوین تو بہت سی آفتین دل پر سے جاتی رہتی ہین اور اگر آنکہہ
سے خطا بہی ہوے اور باوجود قدرت اپنے آپ کو زنا سے بچایا تو یہ بڑے زور ا ور نہایت توفیق کا
کام ہے ابوبکر بن عبداللہ مزنی روایت کرتے ہین کہ ایک قصاب اپنی ہمسایہ کی لونڈی پر عاشق
ہوا جب اوسکی مالک نے اوسکو کسی کام کے لیے دوسرے گاؤن بہیجا تو قصاب اوسکے پیچھے ہوا اور مطلب کا
خواہان اوس لونڈی نے کہا کہ جتنا تم مجہے چاہتے ہو اوس سے زیادہ مین تمہین چاہتی ہون مگر
اس بات سے درگذرو کہ مجہکو خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے اوسنے کہا کہ جب تجہے خوف ہی تو مجہے
نہوگا غرض کہ تائب ہوکر پہر ابعد اسکے اوسکو اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب مرنیکے ہوگیا
اتنے مین انبیاء بنی اسرائیل مین سے کسی کا قاصد ملا اوسنے اس سے حال پوچہا اسنے کہا کہ مین
پیاسا ہون نبی کے قاصد نے فرمایا کہ آؤ ہم تم دعا کرین کہ خدا تعالے اس گاؤن مین جانے تک ابر کا
سایہ ہمپر کردے اوسنے کہا کہ مینے کوئی کام نیک نہین کیا کہ دعا مانگون تم دعا مانگو قاصد نے کہا
کہ اچہا مین دعا مانگتا ہون تم آمین کہنا پہر قاصد نے دعا شروع کی اور قصاب آمین کہتا گیا یہانتک
کہ ایک بادل کا ٹکڑا ان دونون کے سر پر ہوگیا اور گاؤن مین پہونچ گئے جب قصائی اپنے مکان
کیطرف کو جدا ہوا تو ابر بہی اوسکے ساتہہ ہی ہولیا قاصد نے کہا کہ تم تو کہتے تہے کہ میرے پاس کوئی
عمل نیک نہین دعا مینے مانگی تہی اور آمین تم نے کی تہی اور بادل دونون پر آیا تہا اب کسطرح
تمہارے ساتہہ ہولیا اپنا حال مجہسے کہو اوسنے قصہ توبہ کا بیان کیا قاصد نے کہا کہ خدا کے نزدیک
تائب کا وہ درجہ ہے کہ کسی کا نہین اور احمد بن سعید اپنے باپ سے ناقل ہین کہ کوفہ مین ہماری پاس
ایک جوان نہایت شکیل وخوبصورت وخوش سیرت عابد رہتا تہا کبہی مسجد جامع سے گویا جدا
نہوتا ایک عورت جمیلہ عقیلہ اوسکو دیکہکر فریفتہ ہوئی اور مدت تک ویسے ہی رہی ایک روز وہ
شخص مسجد کو جاتا تہا اوسکی راہ مین کہڑی ہوگئی اور کہنے لگی کہ میانصاحب جو کچہہ مین کہون اوسکو
سن لیجیے پہر جو دلمین آوے سو کیجیے مگر شخص مذکور نے کچہہ نہ کہا اور چلا گیا پہر جب وہ گہر کو جانے لگا
پہر راستہ روک کر کہا کہ میری بات سنتے جاؤ اونہون نے گردن جہکالی اور بڑی دیر کے بعد فرمایا
کہ یہ تہمت کی جگہہ ہے مجہے اچہا نہین معلوم ہوتا کہ کوئی مجہپر تہمت کرے اوسنے کہا کہ مین جو یہان آکر
کہڑی ہون تو یہ بات نہین ہے کہ تمہارا حال نہین جانتی بلکہ خدا نگرے کہ لوگونکو میری طرف سے

ایسا ویسا حال معلوم ہو مگر مجکو جو خود اس جیسے کام مین تمہارے پاس آنا پڑا ہے خود معلوم ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ جانا کرتے ہین اور تم لوگ عابد مثل آئینہ کے ذرا سی بات سے تمکو عیب لگ جاتا ہے مجھے سوکی ایک بات یہ کہی ہے کہ ع

سمایا ہے جسد سے نظر مین میری | جدہر دیکھتی ہون اودہر تو ہی ہی

تو میرے اور تیرے معاملہ کو خدا ہی چکا دے راوی کہتا ہے کہ وہ جوان یہ سنکر گھر چلے گئے اور نماز پڑہنی چاہی مگر سمجھ مین نہ آیا کہ کیا پڑہتے ہین ایک پرچہ کاغذ لیکر اوسپر ایک رقعہ لکھا اور گھر سے نکلے دیکھا کہ عورت راہ مین اوسی جگہہ کھڑی ہوئی ہے وہ رقعہ اوسکی طرف پھینک کے اپنے گھر چلے آئے مضمون رقعہ کا یہ تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم ای عورت آگاہ ہو کہ جب بندہ نافرمانی خدا کی کرتا ہے تو وہ بردباری فرماتا ہے اور جب دوبارہ کرتا ہے تب بھی پردہ پوشی فرماتا ہے ع

گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم

اور جب گناہ کو اپنا شعار کر لیتا ہے تو پھر اوسپر ایسا غضب نازل ہوتا ہے کہ نہ اوسکو زمین و آسمان سہار سکین نہ پہاڑ و اشجار نہ دد و دام سے ع

بہ تہدید گر برکشد تیغ حکم | بمانند کروبیان صم و بکم

پس ایسے غضب کی کسکو طاقت ہے اور جو تونے بات کہی تہی وہ اگر باطل ہے تو یاد کر اوس دن کو کہ آسمان گلے ہوئے تانبے کی شکل کا ہوگا اور پہاڑ دہنی روئی کیطرح اور دولت جباری اور دبدبہ قہاری اس زور و شور پر ہوگا کہ تمام لوگ گھٹنے کے بل گرے ہوئے ہونگے اور میرا حال یہ ہے کہ مین اپنے ہی نفس کی اصلاح نہین کر سکتا تا بدیگرے چہ رسد اور اگر تیرا مقولہ حق ہے تو میں ایسا طبیب بتلائے دیتا ہون کہ تمام دردون کی دوا کرے اور مہلک بیماریون کا علاج فرمائے وہ ذات پاک اللہ جل شانہ کی ہے اوسی کیطرف صدق دل سے رجوع کرنا چاہیے اور مجکو تیری طرف سے یہی آیت کافی ہے وانذرهم يوم الآزفة اذ القلوب لدى الحناجر كاظمين ما للظالمين من حميم ولا شفيع يطاع يعلم خائنة الاعين وما تخفي الصدور پس آیت سے کوئی مفر نہین ہوتا فقط پھر وہ عورت بعد چند روز آئی اور راہ مین کھڑی ہوئی جب اوس شخص نے اوسکو دور سے دیکھا گھر کو لوٹنے کا ارادہ کیا کہ اوسکی صورت نظر نہ پڑے اوسنے کہا کہ کیون جاتے ہو آج کے سوا کبھی ملاقات نہوگی اب خدا ہی کے یہان ملین گے یہ کہکر خوب روئی اور کہا کہ مین خدا سے دعا کرتی ہون جسکے ہاتھ مین تیرا دل ہے کہ مجھپر تیری مشکل آسان کرے لیکن مجکو کوئی نصیحت اور وصیت کر کہ اوسپر عمل کرون اوس شخص نے کہا کہ میں یہی وصیت کرتا ہون کہ اپنے آپ کو اپنے نفس سے بچائی رکھنا اور یہ آیت یاد رکھنا وهو

الَّذِی یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّہَارِ اوس عورت نے گریبان مین منہ ڈال کر پہلی مرتبے سے بھی زیادہ رونا شروع کیا اور پھر افاقہ کے بعد اپنے گھر چلی آئی اور خدا تعالی کی عبادت مین جیتے جی مصروف رہکر اسی رنج مین مرگئی وہ جوان اوسکو یاد کرکے رویا کرتے لوگ پوچھتے کہ مصرع

ای باد صبا این ہمہ آوردۂ تست

آپ ہی نے تو اوسکو مایوس کیا تھا اب کیون روتے ہو فرمایا کہ مین نے بموجب گر بہ کشتن روز اول اوسکی طمع کو اول ہی دفعہ ذبح کر ڈالا اور اوس کشتہ کشتی کو خدا کے یہان اپنے لیے ذخیرہ کیا اب یہ شرم آتی ہے کہ یہ ذخیرہ کہین نہ پہنچ جاوے باب کسر شہوتین تمام ہوا اسکے بعد آفات زبان مذکور ہوتے ہین وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفًی مِّنْ اَہْلِ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ

باب چہارم آفات زبان مین

رباعی

کر احسن تقویم مین پیدا انسان
پھر اپنے بنی سے من صمت سنوایا
اسرار دلی کیے ودیعت بزبان ہا
اللہ اللہ تیرے ہین کیا کیا احسان

جاننا چاہیے کہ زبان اگرچہ ایک مضغہ گوشت ہی مگر خدا تعالی کی بڑی نعمتون اور صنائع لطیفہ مین سے ہے اسکا گناہ بھی سب سے زیادہ ہے اور طاعت بھی بڑھکر ہے کیونکہ کفر و ایمان جو پرلے درجہ کی طغیانی و طاعت کہلاتی ہین وہ زبان کی شہادت سے ظاہر ہوتی ہین کوئی سی چیز معدوم ہو یا موجود خالق ہو یا مخلوق معلوم ہو یا موہوم خیالی ہو یا طنی سب کو زبان پر آتے ہین اور اونکی نفی و اثبات مین تعرض کرتی ہے مثلاً جس چیز پر علم حاوی ہوتا ہے اوسکو زبان ہی سے بیان کرتے ہین خواہ حق ہو یا باطل اور علم سے کوئی چیز باہر نہین اس لیے زبان پر سب طرح کی مذکورات آسکتے ہین اور یہ ایک ایسی خاصیت ہے کہ اور اعضا مین نہین پائی جاتی مثلاً آنکھہ رنگ کی چیزونکی صورتون کے سوا اور چیز نہین دیکھہ سکتی کان آواز کے سوا نہین سن سکتا ہاتھہ اجسام کے سوا نہین پہونچ سکتا اسیطرح سب اعضا کو جاننا چاہیے مگر زبان کا میدان وسیع ہے اسکے لیے کچھہ حد و انتہا نہین جیسے خیر کے بولنے پر قادر ہی ویسے ہی شر کے بولنے پر قابو رکھتی ہے پس جو کوئی اپنی زبان کو اختیار مین نہ رکھے نہ معلوم شیطان اوس سے کیا کیا کہلائے اور کس گڑھے مین ڈھکیلے وَلَا یَکُبُّ النَّاسَ فِی النَّارِ عَلٰی مَنَاخِرِہِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِہِمْ حدیث صحیح ہے زبان کی شرارت سے وہی بچے گا جو اوسکو لگام شرع دیگا اور منہ سے بات وہی نکالے گا کہ جسمین نفع دنیا یا آخرت کا ہو اور جس بات کی ابتدا و انتہا مین کچھہ شک پاویگا اوسکو زبان تک نہ لاویگا اور اس بات کا

معلوم کرنا کہ کس بات کا کہنا اچھا ہے اور کس کا برا بہت دقیق ہے اور اوسکو اوس پر عمل کرنا اور بھی زیادہ مشکل انسان کے حق مین سب اعضا سے زیادہ نافرمان زبان ہے کیونکہ اسکے ہلانے مین ذرا بھی مشقت نہین ہوتی اور از انجا کہ خلق اسکی آفات سے بچنے اور مضرات سے خوف کرنے مین سہل انکاری کرتی ہے حالانکہ یہ انسان کے بہکانے کو شیطان کے بڑے اوزارون مین سے ہے اس لیے ہم اللہ کی مدد و توفیق سے سب آفتیں زبان کی ایک ایک مع تعریف و سبب اور اوسکے احتراز کی تدبیر مفصل لکھتے ہین اور اخبار و آثار جو اونکی مذمت مین وارد ہین وہ بھی نقل کرینگے قبل ذکر آفات کے فضائل خاموشی کے لکھتے ہین بعد اسکے وہ آفتین جو زبان سے متعلق ہین ذکر کرینگے اسطرح کہ اول جو سب سے ادنی ہوگی اوسکو لکھینگے بعدہ اوس سے زیادہ پھر اوس سے زیادہ اسیطرح آخر تک ترتیب لکھینگے

بیان زبان کے خطرہ کے بڑے ہونے کا اور فضیلت چپ رہنے کی

معلوم کرنا چاہیے کہ زبان کے باعث اندیشہ بہت بڑا ہے اور اوس سے بچنے کی صورت بجز سکوت کے اور کوئی نہین اسیواسطے شرع مین سکوت کی مدح و ترغیب پائی جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت نجا اور فرمایا الصمت حکم وقلیل فاعلہ یعنی خاموشی حکمت اور احتیاط کی بات ہے اور عبداللہ بن سفیان اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اسلام مین کوئی ایسی بات ارشاد فرما دیجیے کہ پھر آپ کے بعد کسی سے پوچھنے کی نوبت نہ آوے آپ نے فرمایا کہ قل امنت باللہ ثم استقم پھر اونہون نے عرض کیا کہ مین کس چیز سے بچون آپ نے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس سے بچو اور عقبہ بن عامر کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک وابک علی خطیئتک اور سہل بن سعد ساعدی فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا من تکفل لی بما بین لحییہ ورجلیہ اتکفل لہ بالجنۃ اور فرمایا من وقی شر قبقبہ وذبذبہ ولقلقہ فقد وقی الشر کلہ یعنی جو شخص اپنے شکم اور شرمگاہ اور زبان کے شر سے بچا وہ سب شرون سے محفوظ رہا کیونکہ اکثر لوگ انہین تین شہوتون سے تباہ ہوتے ہین اور اسی لیے ہمنے بھی بعد بیان شہوتین کے آفات زبان کی تشریح کو مقدم سمجھا اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کے باعث جنت مین اکثر لوگ جائینگے آپ نے فرمایا تقوی اللہ وحسن الخلق اور جب یہ پوچھا کہ دوزخ مین کس چیز کے سبب

زیادہ جاوینگے فرمایا کہ الاجوفان الفم والفرج اس حدیث مین فم سے مراد آفات زبان ہی کیونکہ منہ زبان کا محل ہے اور شکم بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اوسکے بھرنے کا راستہ منہ ہی ہے اور حضرت معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم جو بولتے چالتے ہین اسپر ہم سے مواخذہ ہوگا آپ نے فرمایا ثکلتک امک یا ابن جبل وهل یکب الناس فی النار علی مناخرهم الا حصائد السنتهم اور حضرت عبد اللہ ثقفی نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ کوئی بات قابل تمسک مجکو ارشاد فرمائی آپ نے فرمایا قل ربی اللہ ثم استقم اونہون نے عرض کیا کہ جس چیز کا آپکو مجھپر زیادہ خوف ہو وہ کیا ہے آپنے اپنی زبان مبارک پکڑکر فرمایا کہ یہ ہے اور حضرت معاذ رضی اللہ نے جب آپ سے پوچھا کہ اعمال مین افضل کونسا ہے آپ نے اپنی زبان نکال کر اوسپر انگلی رکھی یعنی سکوت افضل اعمال ہے اور حضرت انس بن مالک سے یہ حدیث مروی ہے کہ لا یستقیم ایمان العبد حتی یستقیم قلبه ولا یستقیم قلبه حتی یستقیم لسانه ولا یدخل الجنة رجل لا یامن جاره بوائقه اور فرمایا من سره ان یسلم فلیلزم الصمت اور سعید بن جبیر روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جب صبح ہوتی ہے اعضا سب زبان سے کہتے ہین کہ ہمارے باب مین ذرا خدا کا خوف رکھنا اگر تو سیدہی رہی تو ہم بھی رہینگے ورنہ تو ٹیڑہی ہوئی تو ہمارا بھی یہی حال ہوگا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑ کر کہینچ رہے تھے آپ نے پوچھا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسنے مجھے بہت ناگہانی جگہ چپائی ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جسمین کوئی ایسا عضو نہین کہ زبان کی تیزی کی شکایت خدا سے نکرتا ہو اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صفا پر چڑہے ہوئے یون فرماتے تھے یا لسان قل خیرا تغنم واسکت عن شر تسلم من قبل ان تندم لوگون نے پوچھا کہ یہ اپنی طرف سے آپ فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ انہون نے ارشاد فرمایا ہے ان اکثر خطایا بنی آدم فی لسانه اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث فرماتے ہین من کف لسانه ستر اللہ عورته ومن ملک غضبه وقاه اللہ عذابه ومن اعتذر الی اللہ قبل اللہ عذره اور روایت ہی کہ معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ مجکو کوئی وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا اعبد اللہ کانک تراه واعدد نفسک فی الموتی پھر فرمایا کہ اگر تو کہے ایسی بات بتادون کہ اس سب سے زیادہ تجکو نافع ہو اور ہاتھ سے اشارہ زبان کیطرف فرمایا اور صفوان بن سلیم سے یہ حدیث شریف مروی ہی الا اخبرکم بایسر العبادة واهونها علی البدن الصمت وحسن الخلق اور حضرت ابو ہریرہ رضی سے یہ مروی ہے من کان یومن

بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْلِیَسْکُتْ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمکو یہ حدیث
پہنچی ہے رَحِمَ اللّٰہُ عَبْدًا تَکَلَّمَ فَغَنِمَ اَوْ سَکَتَ فَسَلِمَ اور حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے
عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل بتلائی کہ جس سے جنت ملے آپ نے فرمایا کہ کبھی نہ بولو تو انہون نے
عرض کیا کہ یہ تو نہین ہوسکتا فرمایا کہ خیر کے سوا کچھہ زبان سے مت نکالو اور حضرت سلیمان بن
داؤد علیہ السلام فرماتے ہین کہ اگر کلام بالفرض چاندی ہو تو چپ رہنا سونا ہے اور براء بن عازب رض
فرماتے ہین کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا
بتلائیے جس سے مجکو جنت ملے آپ نے فرمایا کہ بھوکے کو کہانا کہلا اور پیاسے کو پانی پلا اور اچھی بات کا
امر کر اور بری بات سے منع کر اور اگر یہ نہوسکے تو اپنی زبان سے سوا خیر کے اور کچھہ مت بول اور ایک
حدیث شریف مین فرمایا اُخْزُنْ لِسَانَکَ اِلَّا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّکَ بِذٰلِکَ تَغْلِبُ الشَّیْطَانَ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ
عِنْدَ لِسَانِ کُلِّ قَائِلٍ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ امْرَءٌ عَلٰی مَا یَقُوْلُ اور فرمایا کہ اِذَا رَاَیْتُمُ الْمُؤْمِنَ صَمُوْتًا وَقُوْرًا
فَادْنُوْا مِنْہُ فَاِنَّہٗ یُلَقِّنُ الْحِکْمَۃَ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا آدمی
تین قسم کے ہیں ایک غنیمت لوٹنے والا جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور ایک آفتون سے محفوظ جو خاموش رہتا ہے
اور ایک ہلاک ہونے والا جو باطل مین خوض کرتا رہتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ مومن کی
زبان دل کے پیچھے رہتی ہے جب بولنا چاہتا ہے تو اول دلمین سوچ لیتا ہے جب زبان سے
نکالتا ہے اور منافق کی زبان دل کے آگے ہوتی ہے بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہے بک دیتا ہے اور حضرت عیسے
علیہ السلام فرماتے ہین کہ عبادت کی دس حصہ ہین نو حصہ تو سکوت مین ہین اور ایک حصہ لوگون سے
جدا رہنے مین اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ کَثُرَ کَلَامُہٗ کَثُرَ سَقَطُہٗ
وَمَنْ کَثُرَ سَقَطُہٗ کَثُرَتْ ذُنُوْبُہٗ وَمَنْ کَثُرَتْ ذُنُوْبُہٗ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ آثار حضرت ابوبکر صدیق
منہ مین کنکر رکھتے تاکہ بولنے سے رکے رہین اور اپنی زبان کیطرف اشارہ کر کے فرماتے اسنے مجکو بہت سے گہاٹ
اتارا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے سوا کوئی
معبود نہین زبان سے زیادہ کوئی چیز زیادہ قید رکہنے کی محتاج نہین اور حضرت طاؤس رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ میری زبان درندہ ہے اگر چھوڑ دون تو مجھے چٹ کرے اور وہب بن منبہ حکمت آل
داؤد مین فرماتے ہین کہ عاقل پر واجب ہے کہ عارف زمان اور حافظ زبان اور اپنی وضع کا پورا ہو
اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسنے اپنی زبان نہ روکی اوسنے دین کو بھی نہین سمجھا اور اوزاعی فرماتے ہین
کہ ہمکو عمر بن عبدالعزیز رح نے یون لکھا تھا کہ جو کوئی موت کو بہت یاد کرتا ہے دنیا سے تھوڑی چیز پہ

قناعت کرتا ہے اور جو اپنے کلام کو بھی عمل تصور کرلے وہ بیفائدہ کم بولے گا اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ سکوت سے آدمی مین دو خصلتین جمع ہوتی ہین اول تو دین سلامت رہتا ہے دوم دوسرے کی
بات خوب سمجھتا ہے اور محمد بن واسع رحمہ اللہ نے مالک بن دینار رح کو فرمایا کہ آدمی کو زبان کا
روکنا روپیہ پیسے کی حفاظت سے زیادہ مشکل ہے اور یونس بن سعید رح فرماتے ہین کہ جسکی زبان
ایک ٹھکانہ پر رہتی ہے اوسکے سب کام ٹھیک رہتے ہین اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ امیر
معاویہ رض کی مجلس مین لوگ بول رہے تھے اور احنف بن قیس چپ بیٹھے تھے حضرت مالک رح نے
اونسے کہا کہ آپ کچھ نہین فرماتے آپ نے جواب دیا کہ اگر جھوٹ کہون تو خدا کا خوف آتا ہے اور اگر
سچ کہون تو تم سے ڈر لگتا ہے اور ابوبکر بن عیاش رح فرماتے ہین کہ ایکبار چار بادشاہ جمع ہوئے بادشاہ
ہند اور بادشاہ چین اور بادشاہ فارس اور قیصر روم ایک نے کہا کہ جو مین کہتا ہون اوس سے پچھتاتا ہون
اور جو نہین کہتا اوسپر کچھ ندامت نہین ہوتی دوسرے نے کہا کہ جب مین کوئی کلمہ بولتا ہون
مین اوسکے اختیار مین ہوجاتا ہون وہ میرے قابو مین نہین رہتا اور جب تک نہین بولتا تو وہ
میرے اختیار مین رہتا ہے مین اوسکے قابو سے باہر رہتا ہون تیسرے نے کہا کہ مجھے اپنے بولنے والے
ہی سے تعجب ہے کہ اگر وہی بات اوسپر واپس آوے تو ضرر دے اور اگر واپس نہ آوے تو کچھ فائدہ نہ
چوتھے نے کہا کہ مین بن کہے بات کو ہٹا لینے پر زیادہ قادر ہون کہی ہوئی کو نہین ہٹا سکتا اور منصور
بن المعتمر کے حال مین لکھا ہے کہ عشاء کے بعد چالیس برس تک کوئی کلمہ نہین بولتے تھے اسیطرح
ربیع بن خثیم نے بیس برس تک کوئی دنیا کے کلام نہین کیے اور جب صبح ہوتی دوات قلم اور پرچہ
کاغذ اپنے پاس رکھ لیتے جو کچھ بولتے وہ کاغذ پر لکھ لیتے شام کو اپنے نفس سے اوسکا حساب کیا کرتے
یہ فضائل سکوت کے ہین اور وجہ سکوت کی افضل ہونے کی یہ ہے کہ بولنے مین صدہا آفات ہین
خطا اور جھوٹ اور غیبت اور چغلی اور ریا اور نفاق اور فحش اور تکرار اور اپنے آپ کو پاک بتلانا
امر باطل مین خوض کرنا خصومت زیادہ گوئی بات بدلنی بڑھانا گھٹانا خلق کو ایذا دینا پردہ دری
کرنی یہ سب زبان ہی کے سبب سے ہوتے ہین زبان ہلاتے کچھ دقت نہین معلوم ہوتی دل مین
مزا معلوم ہوتا ہے طبیعت اور شیطان اکساتا رہتا ہے اور یہ بات بہت کم ہے کہ جو بولنے کا عادی ہو
تو زبان کو ایسی طرح قابو مین رکھے کہ جہان بولنا چاہیے وہان ہی بولے اور جس بات کو کہنا نہ چاہیے
اوس سے باز رہے کیونکہ اسکا معلوم ہونا بہت مشکل ہے کہ کونسی بات کہنے کے قابل ہے اور کونسی
نہین اس جہت سے بولنے مین خطرہ رہتا ہے اور خاموشی مین سلامتی ہے اسی بنا پر اسکی فضیلت بھی

زیادہ ہوئی علاوہ ازین سکوت سے یہ بھی فائدہ ہین کہ ہمت اکٹھی رہتی ہے اور ہیبت بنی رہتی ہے
فکر و ذکر و عبادت کی فراغت میسر ہے بولنے کی آفات سے دنیا مین نجات حاصل اور آخرت مین
حساب سے برائت ہو اللہ تعالی فرماتا ہی مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اور فضیلت سکوت کی
ایک اور دلیل عقلی عمدہ ہے وہ یہ ہے کہ کلام چار قسم ہے ایک تو وہ کہ اوسمین ضرر ہی ضرر ہو
دوسری وہ کہ اوسمین محض نفع ہی نفع ہو تیسری وہ کہ ضرر و نفع دونون ہون چوتھی وہ کہ نہ نفع ہو
نہ ضرر تو قسم اول سے تو سکوت ضروری ہی ہے اور ایسی ہی قسم سوم سے بھی اگر ضرر نفع سے زیادہ ہو
اور چوتھی قسم کے کلام مین وقت کا ضائع کرنا ہے اور یہ بھی بڑا نقصان ہے پس قابل نظر کی
دوسری قسم ہی رہی یعنے ایک چوتھائی کلام کے قابل بولنے کے ہے تین چوتھائی مین سکوت ہی
اولے ہے اب یہ چوتھائی بھی خطرے سے خالی نہین کیونکہ اسمین بعض آفات خفی مثل ریا اور تکلف
اور خود پرستی اور زیادہ گوئی وغیبت وچغلی وغیرہ ملجاتے ہین کہ متکلم کو معلوم نہین ہوتی اس لیے
بولنے سے ہر وقت خطرہ ہی ہے اور جو شخص زبان کی آفات سے ہماری تفصیل کے موافق آگاہ ہوجاویگا
وہ قطعاً جان لے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا مَن صَمَتَ نَجَا بہت درست اور خطاب فیصل
ہے خداوند کریم نے اوس ذات ستودہ صفات کو حکمت کی دُرِ بےبہا اور کلمات جامع عنایت فرمائی ہین
ہر ہر لفظ مین موتی کوٹ کوٹ کر بھر دیتے ہین سمندر کو کوزہ مین بند کر دیتے ہین صلی اللہ علیہ وسلم
افضل صلوات خواص علما کے سوا آپ کی کلام کے دقائق اور نکات اور کوئی سمجھ بھی نہین سکتا انشاءاللہ
بیان آیندہ سے اسکی حقیقت واضح ہوگی اب ہم یہ آفتین مرتب شروع کرتے ہین

پہلی آفت کلام بے فائدہ ہی

یعنی ایسا کلام منہ سے نکالنا کہ اگر اوسکو نہ کہے تو کچھ گناہ نہو اور نہ حال و مال مین کچھ ضرر آئے
واضح ہو کہ سب مین عمدہ حال یہ ہے کہ آدمی اپنے سب الفاظ مین یہ خیال رکھے کہ جتنی آفتین متعلق
غیبت اور چغلی اور جھوٹ اور خصومت وغیرہ کے ہین سب سے الفاظ محفوظ رہین اور صرف وہی بات
منہ سے نکلے جسکا بولنا مباح ہی اور اوس سے نہ اپنی کو ضرر ہو نہ اور کسی بھائی کا ضرر ہو لیکن بعض اوقات
ایسی باتین بھی منہ سے نکلجاتی ہین کہ جنکی کچھ احتیاج نہو ایسی صورت مین وقت کا ضائع کرنا
اور اپنی گردن پر حساب زبان کا لینا اور کمتر چیز کے بدلے بہتر شے کو دیڈالنا ہے اسلیے کہ اگر بولنے
کے وقت کو فکر مین مصروف کرتا تو شاید فتوحات غیبی مین سے ایسی خیر رحمت ہوتی کہ اوسکا نفع
زیادہ ہوتا یا تہلیل اور تسبیح اور تکبیر یا کسی اور ذکر مین لگتا تو یقیناً بہتر ہوتا بہتیرے اللہ کے ایسے بندے ہین

بیشک باعث جنت مین مکان بنتا ہی پس جس شخص کو قدرت اس بات کی ہو کر خزانہ لے سکے اور بجاے
عوض مین ڈہیلی جمع کرلے تو نقصان کے سوا اور کیا کہا چاہیے تو ذکر اللہ جو عمدہ خزائن مین سے
اوسکو چہوڑکر کلمات بے حاجت کو زبان سے نکالنا ایسا ہی ہے گو اونکا بولنا مباح تہا اور کچہہ گناہ
نہ ہوا مگر چونکہ بڑا مطلب اونکے سبب سے فوت ہو گیا اس جہت سے خسارہ ہی ہوا ایماندار کا سکوت فکر
ہوتا ہے اور نطق ذکر اور دیکہنا عبرت اور اسیطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
بلکہ آدمی کا راس المال اوقات مین جب اونکو کلام بے ضرورت مین صرف کرے گا اور اسنسے ثواب
آخرت کا ذخیرہ نہ حاصل کرے گا تو راس المال مین بٹہ پڑے گا اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ بلکہ اس سے بہی سخت ایک حدیث ہی حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ احد کی لڑائی مین ایک گروہ ہم مین سے شہید ہوا ہمنے جو دیکہا
تو بہوکہ کے سبب اوسکی پیٹ پر پتہر بندہا ہوا تہا اوسکی ما اوسکے منہ سے مٹی جہاڑ کر کہنے لگی کہ بیٹا جنت
مبارک ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوا شاید وہ کلام بیفائدہ کیا
کرتا ہوا ور جس چیز سے اوسکا ضرر نہو وہ اورونکو نہ دیتا ہے اور دوسری حدیث مین ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کو چند روز نہ دیکہا تو پوچہا کہ کہان ہین لوگون نی عرض کیا کہ
بیمار ہین آپ عیادت کو تشریف لائی جب اونکے پاس آئی تو فرمایا کہ خوش خبری ہو تجہکو ای کعب اونکی
ماں نے کہا کہ اے کعب تجہکو جنت بے روک ٹوک مبارک ہو آپ نی فرمایا کہ یہ کون ہے کہ خدا پر حکم کرتی ہے
حضرت کعب نے عرض کیا کہ میری ما ہے آپ نی فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید تمہارے بیٹے نی کوئی
کلام بے حاجت کیا ہو یا کسی چیز کو بیفائدہ منع کیا ہو اس سے یہ غرض ہی کہ کہرا جنت مین بے حساب
وہی جاتا ہے جسکے ذمہ کچہہ حساب نہو اور جب کلام بے حاجت کرتا ہے تو اوسکا حساب باقی رہتا ہے
اگرچہ مباح ہی کیون نہو تو باوجود مناقشہ حساب کی یہ کہنا کہ بے روک ٹوک جنت مبارک ہو نہین
چاہیے اور محمد بن کعب سی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دروازہ سی آج جو
اول آویگا وہ جنتی ہوگا حضرت عبد اللہ بن سلام داخل ہوئی تو اونکو دیکہکر کچہہ اصحاب رضی اللہ عنہم
اونکے پاس گئے اور جو کچہہ آپ نے اونکے حق مین فرمایا تہا اونسے کہا اور پوچہا کہ جونسا عمل محکم تم کرتے ہو
اور اوس سے توقع پڑتی ہو اوسکو ہمکو بہی بتلاؤ اونہون نے فرمایا کہ مین ضعیف آدمی ہون بڑا
عمل کیا ہے الا جس سے مجکو توقع ہے وہ یہ ہی کہ سینہ کو بچائے رکہتا ہون اور بیفائدہ کلام نہین کرتا
اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے فرمایا کہ تجہے

ایسا عمل بتلادون که بدن پر ہلکا ہو اور میزان مین بہاری اسمون نے عرض کیا که بہت بہتر فرمایا
آپ نے فرمایا عَلَیْکَ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَطُولِ الصَّمْتِ اور مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے
حضرت ابن عباس رضی سے سنا ہے کہا کرتے تھے کہ پانچ چیزین مجھے ردیون کے وقف سے بھی اچھی
معلوم ہوتی ہین ایک کلام بے فائدہ کا ترک کرنا کیونکہ وہ زیادہ ہوتا ہے اور اوس سے گناہ کا خوف
لگا رہتا ہے دوسرے کلام مفید بیموقع بکنا کہ اکثر کلام نفیس ہی اگر بیموقع بولا جاتا ہی خرابی لاتا ہے
تیسرے حلیم اور بے وقوف سے بحث نہ کرنی کیونکہ حلیم سے بحث کرنے سے اوسکو غصہ دلاتا ہے
اور بے وقوف سے ایذا اٹھانی چوتھے ذکر کسی غائب بھائی کا ایسی طرح کرنا جیسی طرح خود اپنا
ذکر اوس سے کہلانا منظور ہو اور اوسکی اون قصورون سے درگذر کرنا جنکو اوس سے معاف کرانا اچھا
معلوم ہو اور اوس سے وہ معاملہ کرنا کہ وہ بھی ویسا ہی کرے تو اچھا لگے ان سب کا خلاصہ
یہ ہے کہ ہر چیز جو خود نہ پسند ہی دیگرے میسند پانچوین عمل کرنا اس یقین کے ساتھ کہ اچھا
کرنے سے جزا پاؤنگا اور جرم کرنے سے سزا اور لقمان حکیم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ کیا حکمت
کرتے ہین فرمایا کہ جو چیز خود معلوم ہو جاوے اوسکے پوچھنے کے درپے نہین ہوتا اور کبھی کلام
بے فائدہ نہین کہتا اور مورق عجلی کہتے ہین کہ مین بیس برس سے ایک امر کی تلاش مین ہون
نہ اب تک ملا نہ اوسکی طلب مین نے چھوڑی لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے انہون نے فرمایا
کہ کلام بیفائدہ سے سکوت چاہتا ہون اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ کلام بے فائدہ کا معترض نہ ہونا
چاہیے اور دشمن سے کنارہ کش اور دوست سے پرحذر رہنا چاہیے مگر جو دوستا مین ہو اور امین
وہی ہے جو خدا تعالے سے ڈرے اور بدکار کی صحبت سے بچنا چاہیے ورنہ اوسکا اثر اپنے آپ مین
ہو جاویگا اور اپنے بھید کی اوسکو خبر نکرنی چاہیے اور مشورہ کامون مین ایسے لوگون سے کرے
جنکو خوف خدا ہو اب جاننا چاہیے کہ تعریف کلام بے فائدہ کی تو اوپر مذکور ہوئی یہان اوسکی
مثال تبلائی جاتی ہے مثلاً کوئی شخص لوگون مین بیٹھکر اپنے سفرون کا ذکر کرے اور کوہ و بیابان
و سبزہ و آب روان و حالات ماضیہ اور عمدہ کہانے اور کپڑے اور عجیب و غریب طرز مشائخ کے
خواہ اور کوئی چیز جو سفر مین دیکھی ہو یا سنی ہو اوسکو بیان کرے تو یہ ایسی باتین ہین کہ اگر
انکو بیان نہ کرے تو کچھ گناہ بھی نہ ہو اور نہ کچھ اپنا نقصان ہو بشرطیکہ ان حکایات مین اپنی
طرف سے کچھ کم و بیش نہ کرے نہ اپنا فخر ظاہر ہو کہ ہمنے ایسے بڑی بڑی امور دیکھے نہ کسی کی غیبت
شامل ہو اور نہ مذمت کسی مخلوق کی پائی جاتی ہو جب اسطرح پر بیان کریگا تو یہ کلام بیفائدہ ہوگا

اور ایسا کلام کرنا اپنے وقت کا ضائع کرنا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آدمی بات کہنے مین آفات سے
کسیطرح نہین بچ سکتا کسی نہ کسی مین مبتلا ہو جاتا ہی ورنہ تضییع اوقات تو نقد وقت ہوتا ہے
اوسمین کسیطرح کا شک نہین اور ایک کلام بے فائدہ یہہ ہے کہ دوسرے سے سوال بیفائدہ کرے
تو اوسمین ایک تو اپنا وقت سوال مین ضائع کرتا ہی اور چونکہ دوسرے کو جواب دینا پڑے گا تو گویا
اوسکا وقت بھی کہویا اور یہ اوسی صورت مین ہی کہ سوال مین کوئی آفت نہو ورنہ اکثر سوالونمین
بڑی بڑی آفتین رہتی ہین اگر کسی سے اوسکی عبادت کا حال پوچھو مثلاً اسطرح کہ تم روزہ دار ہو
تو اس سوال کے جواب مین چار صورتون مین سے ایک صورت پیش آوے گی یا تو وہ ہان کرے گا
تو اپنی عبادت کو ظاہر کرنا پڑے گا اور ریا مین داخل ہو جاوے گی اور اگر بالفرض ریا مین شامل
نہوئی تب پوشیدہ عبادت کا جو ثواب بدارج زیادہ ہوا کرتا ہی وہ تو ضرور ہی جاتا رہیگا یا نہین
کہے گا تو اس صورت مین جھوٹ بولے گا یا خاموش رہے گا کچھہ جواب نہ دیگا تو تمکو برا معلوم ہوگا کہ
ہمنے پوچھا انہون نے نہ بتایا شاید ہمکو حقیر سمجھا یا جواب نہ دینے کا کوئی حیلہ سوچے گا تو ایک مشقت
مفت مین اوسکے ذمہ پڑ جاوے گی پس اسطرح کے سوال سے ریا خواہ جھوٹ خواہ حقیر سمجھنا خواہ
حیلہ کی فکر مین مبتلا ہونا کوئی سی نہ کوئی سی خرابی ضرور آویگی علی ہذا القیاس اور عبادتونکا
حال پوچھنا بھی ایسا ہی ہے اسیطرح اگر گناہونکا حال یا پوشیدہ امورکا حال پوچھو اور وہ کہنے کو
شرماوے یا یون پوچھو کہ فلان شخص نے تم سے کیا کہا اور تمہاری کیا رای ہے یا کسی مسافر سے پوچھو
کہ کہان سے آئے اکثر بتلانا منظور نہین ہوتا کوئی وجہ مانع ہوتی ہے اگر سچ کہتا ہی تو راز کہنا پڑتا
یا حیا آتی ہے ورنہ جھوٹ بولنا پڑتا ہی اور ان دونون باتون کا سبب صرف سوال ہی ہے یا کسی
مسئلہ کی حاجت تو نہو ویسے ہی کسی عالم سے پوچھو اور اوسکو یاد نہو مگر یہ کہنے کو جی نہین چاہتا
کہ مجھکو نہین آتا بلکہ ان گھڑ جواب کہدیگا پس کلام بے فائدہ سے ہمارا مقصود اسطرح کے سوالات
نہین کیونکہ انمین یا گناہ موجود ہے یا ضرر ہی بلکہ کلام غیر مفید کی یہ مثال ہی جو لقمان حکیم رح سے
منقول ہے کہ وہ حضرت داود علیہ السلام کی خدمت مین ایسے وقت گئے کہ آپ زرہ بنا رہے تھے
اور اونہون نے پہلے کبھی زرہ نہ دیکھی تھی تعجب سے دیکھتے رہے اور چاہا کہ پوچھین مگر حکمت مانع
ہوئی اور نہ پوچھا جب آپ تیار کر چکے تو کھڑے ہوکر اوسکو پہنا اور فرمایا کہ لڑائی کے لیے زرہ کیا
عمدہ چیز ہے حضرت لقمان رح نے دلمین کہا کہ سکوت بڑی حکمت ہی مگر اوسکو کم لوگ اختیار کرتے ہین
یعنے بے سوال ہی حال معلوم ہو گیا حاجت پوچھنے کی نہ رہی اور ایک روایت مین ہی کہ سال بھر تک

جو کلام ضروری ہے اوسکا حصر کلام مجید مین موجود ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے لَا خَيْرَ فِي
كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ اور حدیث شریف مین ہے کہ خوشخبری ہو
اوس شخص کو جو زبان کو زائد بات سے روکے اور زائد مال کو خرچ کرے پس دیکھنا چاہیے کہ لوگون
نے کیسا معاملہ الٹا کر رکھا ہے کہ مال زائد کو تو جوڑ رکھا ہے اور زبان کو مطلق العنان چھوڑ
رکھا ہے اور مطرف بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اونکے باپ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بنی عامر کی گروہ کے ساتھہ حاضر ہوئے اونکو لوگون نے
عرض کرنا شروع کیا کہ آپ ہمارے والد اور سید اور فضل و محسن و منعم ہین اور آپ جفنہ
ہین اور آپ جنات ہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ قُولُوا بِقَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ جب آدمی کسی کی تعریف مین زبان کھولتا ہے گو سچی ہی ہو مگر خوف اسکا ہے
کہ شیطان زائد نہ کہلاوے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مین تمکو کلام زائد سے
ڈراتا ہون آدمی کو اسی قدر کلام کافی ہے کہ اوسکی حاجت روائی ہو جاوے اور حضرت مجاہد
فرماتے ہین کہ آدمی کی سب باتین لکھی جاتی ہین یہانتک کہ لڑکے چپ کرنیکو اگر کہے گا
کہ مین تجھے فلان چیز دونگا تو جھوٹا لکھا جاوے گا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اے
ابن آدم کاغذ اعمال پھیلا ہوا ہے اور دو فرشتے اوسپر عمل لکھنے کو معین ہین چاہے تھوڑا
بول چاہے زیادہ اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اپنے جن کو
کہین بھیجا اور بعضون کو اوسکے پیچھے روانہ کیا کہ جو کچھہ تم اسکا حال دیکھو اور جو کچھہ یہ
کہے وہ مجھسے آکر کہنا انہون نے آکر کہا کہ یہ بازار مین گیا اور اپنا سر آسمان کیطرف اٹھایا
پھر لوگون کی طرف دیکھا سر ہلانے لگا آپ نے اوس جن سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی اوس نے
عرض کیا کہ مجکو آسمان کے فرشتون سے تعجب آیا کہ انسانون کے سرون پر بیٹھکر کتنا جلد اونکے
اعمال لکھتے ہین اور حضرت انسان پر تعجب آیا کہ کتنا جلد بکتے ہین اور حضرت ابراہیم تیمی
فرماتے ہین کہ ایماندار کا بولنا تامل کے ساتھہ ہوتا ہے اگر کچھہ فائدہ معلوم ہوا تو بولتا ہے ورنہ
سکوت اختیار کرتا ہے اور بدکار آدمی کی زبان لپر لپر چلتی ہے بے تامل بکتا چلا جاتا ہے
اور حضرت حسن رح فرماتے ہین جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ جھوٹا ہوتا ہے اور جسپاس مال
زیادہ ہوتا ہے وہ گناہ زیادہ کرتا ہے اور جو بدخلق ہوتا ہے وہ اپنی جان پر عذاب
لیتا ہے اور عمرو بن دینار رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک مین

کسی نے کچھ کلام طویل کیا آپ نے فرمایا کہ تیری زبان سے اسطرف کتنی دروازے ہین اوسنے عرض کیا کہ میرے لب اور دانت ہین آپ نے فرمایا کہ اونمین کوئی ایسا نہ تھا جو تیرے کلام کو روکتا اور ایک روایت مین ہی کہ کسی شخص نے آپ کی تعریف مین طول کلامی کی تھی آپنے فرمایا کہ آدمی کو زبان کی زیادہ گوئی سے بڑھکر کوئی چیز بری نہین عنایت ہوئی اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ مباہات و فخر کے ڈرسے مین اکثر کلام نہین کرتا ہون اور بعض حکما کا قول ہے کہ جب آدمی کسی مجلس مین ہوا ور اپنا بولنا اچھا معلوم ہوتا ہو تو چپ رہنا چاہیے اور اگر اپنا سکوت اچھا معلوم ہوتا ہو تو بولنا چاہیے اور یزید بن حبیب فرماتے ہین کہ عالم کو یہ بھی ایک امتحان کی چیز ہے کہ اپنے بولنے کی بہ نسبت سننے کو زیادہ پسند کرے اس لیے چاہیے کہ جب تک دوسرا شخص بولے اپ آپ چپکا رہے کیونکہ سننے مین سلامتی ہے اور کہنے مین بات کا چکنا اور کم و بیش کرنا وغیرہ آفات ہین اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ پاک کرنے کے لیے سب سے زیادہ مستحق آدمی کی زبان ہو اور حضرت ابو دردا رض نے ایک عورت زبان دراز دیکھی فرمایا کہ اگر یہ گونگی ہوتی تو اوسکے حق میں اچھا تھا اور ابراہیم رح کا قول ہی کہ دو باتون سے آدمی کی تباہی تھی مال زائد اور کلام زائد سے یہ ہی مذمت کلام فضول اور زائد کی اور اس کا علاج وہی ہے جو پہلی آفت مین کہدیا

تیسری آفت امور باطلہ کا ذکر کرنا یہ بھی ہر چند کلام فضول مین داخل ہے لیکن اور پہلی دونون آفتون مین یہ فرق ہے کہ وہ دونون مباح تھے حرمت اونمین نہ تھی اور امر باطل وہ ہے جسمین علاوہ زائد از مطلب ہونیکی حرمت بھی پائی جاوے مثلاً گناہون کی باتین کرنی یا عورتون کا ذکر کرنا یا شراب کی مجلس اور مکارونکی جلسونکا بیان کرنا یا بادشاہون اور دولتمندونکی عیاشی خواہ اونکی دوسرے افعال مکروہہ کو ذکر کرنا یہ سب اس تیسری قسم مین داخل ہین اور قطعاً ناجائز اور حرام ہین اور یہ آفت اسیطرح پیدا ہوتی ہے کہ اول اول کلام بے فائدہ اور زائد از مطلب کہنے کی عادت ہوتی ہے بعدہ رفتہ رفتہ ایسے ذکرون کا عادی ہو جاتا ہے اکثر لوگ بطور تفریح باتین کرنی بیٹھتے ہین مگر باتین جب ہونگی جب ایسی ہی ہونگی کہ کسی کی ابرو کا ذکر ہو یا امور مذکورۂ بالا مین سے کوئی ہو اور چونکہ امور باطل کے تعیین اور حصر نہین انواع و اقسام بیشمار ہین اسی جہت سے اسنے بچنا بھی سوا اسکی نہین ہوسکتا کہ جو امر دین یا دنیا کے اہم ہین اونکو سوا اور کچھہ نہ کہے کیونکہ اس آفت مین مبتلا ہونے سے بعض اوقات آدمی تباہ ہوجاتا ہے

ہوجاتا ہے اور وہ خود اپنے ذہن مین اوس بات کو خفیف سمجھتا ہے چنانچہ بلال بن حارث
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ایک کلمہ اللہ تعالی کی خوشی کا کہتا ہے
اور یہ نہین جانتا کہ اس سے کچھہ بڑی رضامندی حاصل ہوگی مگر خداوند کریم اوسکی باعث
قیامت تک کی رضامندی لکھہ لیتا ہے اور کبھی ایک کلمہ ناخوشی کا سرزد ہوتا ہی اور یہ
نہین معلوم ہوتا کہ اس سے ناخوشی زیادہ ہوگی مگر خدا تعالے اوس سے اپنی ناخوشی قیامت تک
لکھتا ہی اور حضرت علقمہ رہ فرماتے کہ اکثر باتون سے مجکو حدیث بلال بن حارث نے روکدیا
اور ایک حدیث شریف مین ہے اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يُضْحِكُ بِهَا جُلَسَاءَهُ يَهْوِي بِهَا أَبْعَدَ مِنَ الثُّرَيَّا
اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آدمی کبھی بے پروائی سے ایسی بات کہہ بیٹھتا ہی کہ اوسکے
سبب دوزخ مین پڑتا ہی اور کبھی ایسی بات کہتا ہے کہ اوسکے سبب جنت کے مدارج اوسکو
عنایت ہوتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَعْظَمُ النَّاسِ خَطَايَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اَكْثَرُهُمْ خَوْضًا فِي الْبَاطِلِ اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت کریمہ مین وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ
الْخَائِضِينَ ور اس آیت مین فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ اِنَّكُمْ اِذًا مِثْلُهُمْ اور
حضرت سلمان رض فرماتے ہین کہ قیامت کے روز زیادہ تر خطاوار وہی ہوگا جسنے خدا کی نافرمانی کی
باتین زیادہ کی ہونگی اور ابن سیرین رہ فرماتے ہین کہ ایک شخص انصار مین کا جب اون
کی مجلس پر گذرتا تو کہا کرتا کہ وضو کرلو اس لیے کہ جو کچھہ تم باتین کررہی ہو اونمین بعض حدث
سے بھی زیادہ بُری ہین ذکر باطل اسکا نام ہی اور یہ غیبت و چغلی و گالی وغیرہ کے علاوہ ہے
بلکہ یہ ایسا حال اگر وہ بیان کرنا ہے کہ جسکا وجود پہلے ہوچکا ہو حالانکہ کوئی ضرورت دینی اوسکی
ذکر کے باعث نہوئی ہو اور اسمین داخل ہے بدعات کا نقل کرنا اور جھوٹے مذہبونکی حکایت
کرنی اور صحابہ رض کے جھگڑون کو ایسی طرح بیان کرنا جس سی یہ وہم ہو کہ کوئی اونمین سی
خطا پر تہا پس یہ سب باتین بیکار ہین اللہ بچاوے

چوتھی آفت مراء یعنے دوسرے کی بات کاٹنی اور جھگڑا کرنا حدیث شریف

مین بات کاٹنے کو منع فرمایا ہے چنانچہ فرمایا لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ
اور فرمایا ذَرُوا الْمِرَاءَ فَاِنَّهُ لَا تُفْهَمُ حِكْمَتُهُ وَلَا تُؤْمَنُ فِتْنَتُهُ اور فرمایا مَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ
بَيْتٌ فِي اَعْلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُبْطِلٌ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ اور حضرت ام سلمہ رض
آپ سے روایت کرتی ہین کہ فرمایا اِنَّ اَوَّلَ مَا عَهِدَ اِلَيَّ رَبِّي وَنَهَانِي عَنْهُ بَعْدَ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ

وَحَسْبُ الْمَرْءِ لِمُحَاَكَاةِ الرِّجَالِ اور فرمایا مَاضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ اَنْ هَدَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا اُوْتُوا الْجَدَلَ اور نیز فرمایا
لَا يَسْتَكْمِلُ عَبْدٌ حَقِيْقَةَ الْاِيْمَانِ حَتّٰی يَدَعَ الْمِرَاءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا اور فرمایا کہ جسمین چہ خصلت ہون
وہ ایمان حقیقی کے درجہ کو پہونچتا ہے اول روزہ رکہنا گرمیون مین دوسرا دشمنان خدا کو
تلوار سے کاٹنا تیسرے مینہ بادل کے دن مین نماز جلد ادا کرنا چوتہی مصیبت پر صبر کرنا پانچوین
باوجود مکروہات کے وضو کو پورا کرنا چہٹے باوجود حق بطرف ہونیکے اعتراض و جہگڑا نکرنا
اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ قرآن کی بات مین کسی سے جدال مت کرنا
تجہکو لوگون کے سامنے تاب نہوگی بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دستور العمل رکہنا
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جو کوئی دین مین زیادہ اعتراضات کے درپے ہوتا ہے
وہ اکثر بدلتا رہتا ہے اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہین کہ اعتراض سے بچو کیونکہ تکرار کے وقت
عالم جاہل ہوجاتا ہے اور اوسوقت شیطان اوسکی لغزش کا خواہان رہتا ہے اور حضرت
مالک بن انس رض فرماتے ہین کہ جدال کرنا دین سے کچہہ علاقہ نہین رکہتا اور یہی انہین کا
قول ہے کہ جہگڑا کرنے سے دل سخت ہوجاتے ہین اور دلون مین کینہ کا بیج پڑتا ہی اور حضرت
لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ علما سے مت جہگڑنا ورنہ تجہسے عداوت کرینگے اور
بلال بن سعد فرماتے ہین کہ جب کسیکو جہگڑالو لڑاکا اور خودرای دیکہو تو جان لو کہ خسارہ اسپر ختم ہے
اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جہگڑا ایسی بلا ہی کہ بالفرض مین اپنے بہائی سے
انار مین جہگڑون وہ کہے میٹہا ہے اور مین کہون کہٹا تو وہ حاکم کے یہان میری چغلی کریگا اور نیز
فرمایا کہ جس سے چاہو صفائی حاصل ہوسکتی ہے اور ذرا سے جہگڑے مین اوسکو ایسا غصہ آسکتا ہے
کہ کبہی ایسی مصیبت مین پہنسا وے جس سے زندگی تلخ ہو اور ابن ابی لیلی فرماتے ہین کہ
مین اپنے یارون سے تکرار نہین کرتا کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا اوسکو غصہ
دونگا یا جہوٹا ٹہرے گا اور حضرت ابو دردا رض فرماتے ہین کہ آدمی کو یہی گناہ کافی ہے کہ ہمیشہ
بحث کرتا پہرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَكْفِيْرُ كُلِّ لَحَاءٍ رَكْعَتَانِ اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ علم تین باتون کے لیے نہ سیکہنا چاہیے اور تین باتون کی جہت سے
اوسکی تحصیل سے پہلو تہی نکرنی چاہیے بحث و فخر و ریا کے لیے تو سیکہنا نچاہیے اور حیا اور زہد کے
باعث اور جہالت پر راضی ہونیکے سبب سے اوس سے دست بردار نہونا چاہیے اور حضرت عیسی
علیہ السلام نے فرمایا کہ جو زیادہ جہوٹ بولتا ہے اوسکا حسن جاتا رہتا ہے اور جو لوگون سے

جھگڑتا ہی بے مروت ہوجاتا ہی اور جسکو رنج بہت ہوتا ہے اوسکا جسم مریض ہوجاتا ہی اور جسکی
عادت اچھی نہین ہوتی اوسکی جان عذاب مین رہتی ہی سچ ہی ؎

اگر ز دست قضا بر فلک رود بدخوی		ز دست خوی بد خویش در بلا باشد

اور میمون بن مہران رضؓ سے لوگون نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب ہی کہ آپ کسیکو عداوت کی راہ
ترک نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ نہ مین کسی سے دل لگی کرون نہ بحث تکرار کرون پھر وجہ عداوت
کی کیا ہے غرض کہ مراء اور جدال کی برائی حد شمار سے افزون ہے اور تعریف مراء کی یہ ہے
کہ دوسرے شخص کی بات مین براہ اعتراض خواہ لفظون مین یا معنون مین یا ارادہ مین
خلل ظاہر کرنا لفظون مین عیب بتلانا اسطرح کہ علم نحو یا لغت یا محاورہ کے خلاف کہی ہے
یا اس کلام کی بندش اچھی نہین اسکی الفاظ مین تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے
کہ جو شخص کم جانتا ہے اچھی عبارت نہین بول سکتا یا آنکہ زبان سے کچھہ کا کچھہ نکلجاتا ہے تو
جسمین عادت اعتراض کی ہوتی ہے وہ فوراً عیب جوئی پر آمادہ ہوتا ہے حالانکہ اظہار
عیب کی کوئی وجہ نہین ہوتی اور معنو مین طعن کرنا یہ ہے کہ جیسا تم لکھتے ہو ویسا نہین
اوسمین یہ غلطیان ہین اور ارادہ مین عیب ظاہر کرنا یہ ہے کہ اسطرح کہے کہ تمہارا کلام تو
درست ہی مگر تم نے اثبات حق کے لیے نہین کہا بلکہ اسمین تمہارا کچھہ مطلب ہے اور اسی کی
قائم مقام کہے اور اگر مسائل علمی مین اس قسم کے اعتراض واقع ہوتے ہین تو اوسکو جدل اور
جدال کہتے ہین بہرصورت دونون برے ہین انکا ترک کرنا چاہیے جب آدمی کوئی بات سنے
اگر سچ ہو تو اوسکو مان لے اور اگر جھوٹ ہو اور امور دینی سے متعلق نہو تو چپ رہے عیب جوئی
کی کوئی وجہ نہین ہان اگر بغرض استفادہ کچھہ سوال کرے اور عناد و بغض کو دخل نہووے
اور مجیب بھی نرمی سے بتلاوے تو مضائقہ نہین اور جدال سے یہ غرض ہوتی ہے کہ دوسرے
کے کلام پر اعتراض کرکے اوسکو ساکت کرنا اور اوسکا نقصان و عجز ظاہر کرنا اور اوسکی پہچان
یہ ہے کہ متکلم کو اور طرح سمجھا دینا اچھا نہ معلوم ہو بلکہ جدال کرنے والا اسی بات کو ضروری
جانے کہ مین ہی متکلم کا قصور علانیہ بتلاؤن تاکہ میرا فضل اور اوسکا نقصان کھلجاوے اور
اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ جس بات کی نہ کہنے مین گناہ نہ ہوتا ہو اوس سے بھی سکوت
اختیار کرے اور مراء اور جدال کا سبب یہی ہے کہ آدمی اپنا فضل اور برتری دوسرون پہ
اور انکے نقصان کے اظہار سے چاہتا ہی اور یہ دونون خواہش نفس کے اندر سخت ہین اظہار

فضل قبیل خودستائی سے ہے جو بڑائی اور بزرگی یعنے صفات ربوبیت کے جوش سے پیدا
ہوتی ہے اور دوسرے کو ناقص جاننا صفات سبعی کے تقتضا سے بر روی کار آتا ہے کیونکہ
درندہ بھی یہی چاہتا ہے کہ دوسرے کو چیر پھاڑ برابر کرے یا صدمہ و ایذا پہونچاوے غرضکہ
دونون صفتیں آدمی کے حق مین مہلک ہین اور اونکو مرا اور جدال سے زور ہو جاتا ہے
پس جو کوئی مرا اور جدال کرتا رہے گا وہ ان صفات مہلکہ کو شہ دیتا رہے گا اور ایسی
حد کراہت سے بڑھکر معصیت مین داخل ہے بشرطیکہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور بحث و تکرار مین تو
تو ہمیشہ ہی رہتی ہے کہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور غصہ آوے اور اعتراض کے جواب مین اپنے
کلام کی تائید کے لیے جو رطب و یابس حق و باطل بن پڑا پیش کرے اور معترض کے کلام
مین جو کچھ خلل سوجھے بیان کرے اسیطرح بڑھتے بڑھتے آپسمین ایسی لڑین جیسے کتے لڑتے ہیں یا
کہ ہر ایک کا ارادہ یہی ہوتا ہے کہ اب کی چوٹ ایسی کرون کہ اسکو خوب درد و تکلیف ہو کر
اور بجز خاموشی اور عاجزی کے کچھ نہ بن پڑے اور اس کا علاج یہ ہے کہ کبر جس سے کہ اظہار فضل کو
چاہتا ہے اور سبعیت جس سے کہ دوسرے کو ناقص کیا چاہتا ہے ان دونون کو چھوڑ دے اور اسکا
بیان کبر و عجب اور غضب کی برائی میں مذکور ہوگا یہان اسیقدر معلوم کرنا چاہیے کہ ہر ایک
بیماری کا علاج اسی طور سے ہوتا ہے کہ اوسکا سبب دور کیا جاوے اور از انجا کہ سبب مرا
اور جدال کا یہی دونون چیزین ہین جیسا کہ بیان ہوا پس ان دونون کو دور کرنے سے
علاج اونکا ہو جائے گا پھر مرا اور جدال کے ترک کی بیان تک مواظبت چاہیے کہ عادت او
طبیعت مین داخل ہو جاوے اور نفس مین کنقش الحجر جاگزین ہو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
نے داود طائی رحمہ سے پوچھا کہ تم نے عزلت نشینی کیون اختیار کی اونھون نے کہا کہ اسلیے
کہ نفس پر جدال کے چھوڑنے کا مجاہدہ کرون آپ نے فرمایا کہ تو اسطرح کرنا چاہیے کہ لوگونمین
بیٹھو اونکی سنو اپنی نہ کہو داود طائی کہتے ہین کہ مینے ایسا ہی کیا مگر مجاہدہ نہایت سخت پایا
اور واقع مین یہ صورت مجاہدہ کی بڑی مشکل ہے اسلیے کہ جو شخص غیر سے غلطی سنتا ہے اور
اوسکی اصل حقیقت کی بتانے پر قادر ہے اوسکو صبر کرنا بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہے اور اسی
وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حق پر ہوکر مرا چھوڑ دے اوسکو جنت اعلی مین
مکان ملے گا کیونکہ یہ امر نفس پر نہایت شاق ہے خصوصاً مذاہب اور عقائد میں اسکا زیادہ
غلبہ ہوتا ہے کیونکہ بحث امر طبعی تو پہلے ہی سے ہے جب یہ معلوم ہوا کہ فلان عقیدہ کو ظاہر کرین

تو وہ ابھی تو ثواب کی حرص بڑھتی ہے اور طبیعت و شریعت ایک دوسری کی معاون ہوتی ہیں
اور یہ بھی ایک خطا ہی ہے صواب نہیں ہے کہ اپنی زبان سے اہل قبلہ کو کچھ نہ کہے اور جب
کسی اہل بدعت کو دیکھے تو علیحدہ خلوت میں اوسکو نصیحت کرے اسطرح کہ جدال کی بو نہ پائی
جاوے ورنہ اوسکو یہ خیال ہوگا کہ مقرر لوگ اگرچہ چاہتے ہیں تو تقریر سے دوسرے کو ساکت
کر دیتے ہیں ایسا ہی کچھ یہ بھی کرتے ہیں اس خیال سے بدعت اوسکی دل میں پکی جاوے گی
پس نرمی سے بطور خیر خواہی اوسکو سمجھانا چاہیے اگر مان لے فبہا والا وہ جانے اوسکا کام جانے
آپ اوس سے کنارہ کرے حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا رحم اللہ من کف لسانہ
عن اہل القبلۃ الا باحسن ما یقدر علیہ اور ہشام بن عروہ رض فرماتے ہیں کہ آپ نے اس کلام کو سات بار
فرمایا اور جو شخص جدال کا عادی ہو جاتا ہی اور اوسکے باعث نفس کو عزت اور قبول زیادہ
پاتا ہے تو اوسمیں مہلکات زور پکڑ جاتے ہیں اور جب سلطان غضب اور کبر اور ریا اور محبت
عزت و جاہ کے لشکر چڑھ آتے ہیں تو تاب مقاومت نہیں لاتا کیونکہ انمیں ایک ایک جداگانہ صفت
ایسی ہے کہ اوسی سے لڑنا مشکل پڑتا ہے جب سب جمع ہو گئے تو خدا ہی بچاوے تو بچے

پانچویں آفت خصومت ہی اور اسمیں اور مراء و جدال میں یہ فرق ہے کہ مراء اوسکو
کہتے ہیں کہ دوسرے کے کلام میں عیب ظاہر کرے اور سوائے اوسکی تحقیر اور اپنی تفضیل کی
اور کوئی مطلب نہو اور جدال امور مذہبی کی بحث سے متعلق ہوتا ہی اور خصومت یہ ہی کہ جھگڑے سے
غرض مال یا کسی حق کا لینا مقصود ہو اور یہ کبھی بے اعتراض ہوتی ہے اور کبھی اعتراض سے
اور پہلی دونوں چیزیں بے اعتراض کے نہیں ہوتیں اب معلوم کرنا چاہیے کہ خصومت بہی
بری چیز ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
إن أبغض الرجال إلى الله الألد الخصام اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں روایت
حدیث ہے من جادل في خصومة بغير علم لم يزل في سخط الله حتى ينزع اور بعض اکابر فرماتے ہیں
کہ خصومت سے بچنا چاہیے اسلیے کہ وہ دین کو برباد کرتی ہے اور یہ تو ضرب المثل ہو رہا ہے
کہ پرہیزگار آدمی دین میں خصومت نہیں کیا کرتے مصرع ع دو صاحبدل نگاہ دارند موئی اور ابن
قتیبہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں بیٹھا تھا بشر بن عبد اللہ میرے پاس کو گذرے پوچھا کہ
میاں کیوں بیٹھے ہو میں نے کہا کہ مجھ میں اور میرے چچا زاد بھائی میں ایک شی پر تنازع
ہے اونہوں نے کہا کہ تمہارے باپ کا میرے اوپر حق ہے میں چاہتا ہوں کہ اوسکی مکافات

تم سے کروں یہ جان لو کہ خصومت سے زیادہ بڑھکر کوئی بری چیز نہیں دین اس سے برباد
ہوتا ہے مروت اس سے جاتی رہتی ہے لذت زندگی مفقود ہوتی ہے دل اسی مین الجھا رہتا ہے میں
یہ سنکر اٹھا اور گھر کو جانا چاہا میری طرف تامی نے کہا کہ کہاں چلے میں نے کہا کہ اب مین نزاع
نہیں کرتا اوسنے کہا کہ شاید اب معلوم ہو گیا کہ حق میرا ہی ہے مین نے کہا کہ یہ بات تو نہیں
لیکن خصومت مین نہیں چاہتا اوسنے کہا اگر یہی بات ہی تو مجھکو اب کچھہ دعوی نہیں وہ شی
آپ ہی رکھیے یہاں یہ شبہہ ہوتا ہی کہ جب انسان کا حق کوئی ظالم دبا لے تو اوسکے طلب اور حفظ
مین خصومت ضرور ہے اوسکی مذمت کسطرح ہو سکتی ہے تو اوسکا جواب یہ ہی کہ خصومت ہمیشہ
ایک ہی طرح تو نہین ہوتی کبھی جھوٹی بھی ہوتی ہے کبھی بے جانے ہوا کرتی ہے جیسے وکیل
جھگڑا کرتے ہین کہ اونکو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ حق بجانب کس کے ہے مگر وکالت جسطرف
ہو کر لیتے ہیں اوسے بے جانے خصومت و جوابدہی کرتے ہین اور کبھی طلب حق مین مقدار واجب سے
زیادہ طلبی ہوتی ہے اور جھگڑے میں بقدر حاجت پر اکتفا نکرکے زیادہ تر لیچڑپن اور خصومت محض ایذا
کے لیے یا دبانے کے لیے کرتے ہین اور کبھی بیچ خصومت مین ایسے کلمات ایذا دہندہ پیش کرتے ہین
جنکی حاجت وجہ ثبوت اور اظہار حق مین کچھہ نہین ہوتی اور کبھی بناء خصومت محض عناد پر
ہوتی ہے کیونکہ شے متنازع فیہ ایسی حقیر ہوتی ہے کہ طرفین کے نزدیک اوسکی کچھہ حقیقت نہیں
ہوتی بلکہ علانیہ بعض لوگ کہدیتے ہین کہ اس نزاع سے ہماری غرض صرف عناد اور طرف ثانی کا ہتک
ہے ورنہ ایسا مال تو مین جوتی پر مارتا ہون پس اسطرح کی خصومت بہت بری ہین اور اگر مظلوم
آدمی اپنی دادرسی کے لیے حجت بطور شریعت کرے اور لیچڑپن اور اسراف اور قدر حاجت سے
زیادہ خصومت نہ کرے اور قصد عناد و ایذا بھی درمیان مین نہو تو اوسکا فعل حرام نہین مگر بہتر
یہ ہے کہ جب تک بے خصومت راہ نکلے تب تک نالشی نالشا نہو اسلیے کہ خصومت و جھگڑے مین
زبان کو حد اعتدال پر منضبط کرنا دشوار ہے خصومت کے باعث سینہ میں غصہ کی لپٹ اٹھتی ہے
اوسکے سبب حق تو بالاے طاق ہو جاتا ہے صرف طرفین مین کینہ باقی رہتا ہی یہان تک کہ
ایک کے رنج سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہے اور اوسکی راحت سے اوسکو بے چینی اور ایک دوسرے کی
ہتک مین زبان درازیان ہوتی مین پس جو شخص خصومت امل کرتا ہے ان بری چیزوں مین
مبتلا ہوتا ہے اور ادنے مرتبہ یہ ہے کہ دل پر تشویش غالب ہوتی ہے یہانتک کہ نماز مین
بھی یہی دھیان رہتا ہے کہ کسطرح حریف پر غالب ہونا چاہیے غرضکہ خصومت سے بات

جسمیں اوسقدر واجب پر نہیں بچتی ہے اسلیے کہ منشا ہر ایک شر کا خصومت تحریکی ہے اور
یہی حال مراء وجدال کا ہے تو بہتر یہی ہے کہ بالکل اسکا باب ہی بند کیا جاوے اور اگر ضرورت
ہو تو اوسوقت بھی زبان اور قلب کو لوازم خصومت مذکورہ بالا سے بچاوے اور یہ امر نہایت
دشوار ہے ہر چند جو شخص خصومت واجبی پر کفایت کرے وہ گناہگار نہوگا اور نہ اوسکی خصومت
بری کہلاویگی تاہم اگر شے متنازع فیہ سے مستغنی ہو اور اوسکے پاس اسقدر ہو کہ اوسکی کچھ
پروا نہ رکھتا ہو تو خصومت کرنے سے گو گناہگار نہیں تارک اولی ضرور ہوگا اور خصومت
اور مراء وجدال سے ادنے درجہ یہ ہے کہ اچھی طرح بولنا اسمیں چھوٹ جاتا ہے اور طیب کلام
کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور طیب کلام کا اقل رتبہ یہ ہے کہ موافقت ظاہر ہو اور اعتراض
وطعن سے یہ امر محل دوری ہے اسواسطے کہ جو شخص دوسرے سے خصومت اور مراء وجدال کرتا ہے
وہ دوسرے کو یا جاہل ٹھہراتا ہے یا جھوٹا پھر طیب کلام کہاں ہی جسکے حق میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ [1] یمکنکم من الجنۃ طیب الکلام واطعام الطعام اور قرآن مجید میں
ارشاد ہے [2] وقولوا للناس حسنا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ اگر خدا کی مخلوق میں سے
کوئی تمکو سلام کرے تو اوسکے جواب میں تم بھی سلام کرو گو وہ مجوسی ہی کیوں نہ ہو اسلیے
کہ خدا تعالی فرماتا ہے [3] واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منہا اور مجکو تو اگر فرعون بھی اچھا کلمہ
کہے تو اوسکا جواب ویسا ہی دوں اور حضرت انس رض سے یہ حدیث منقول ہے کہ جنت میں
بعضے مکان ایسے لطیف وشفاف ہیں کہ باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی چیز معلوم
ہوتی ہے اللہ تعالے نے اونہیں اون لوگوں کے لیے بنایا ہے کہ جو کھانا کھلاتے ہیں اور نرمی
سے گفتگو کرتے ہیں اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس کو ایکدفعہ سور نکلا آپنے
فرمایا کہ اچھی طرح چلا جا لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اس جانور سے ایسا فرماتے ہیں فرمایا کہ مجھکو
برا معلوم ہوتا ہے کہ میری زبان بدی کی عادی ہو اور حدیث شریف میں وارد ہی کہ [4] الکلمۃ
الطیبۃ صدقۃ اور فرمایا [5] اتقوا النار ولو بشق تمرۃ فان لم تجدوا فبکلمۃ طیبۃ اور حضرت عمر رض
کا قول ہے کہ نیکی ایک چیز آسان ہے وہ کشادگی پیشانی اور نرمی زبان ہے اور بعض حکما کا
قول ہے کہ نرم گفتگو پوشیدہ کینوں کو دھو ڈالتی ہے اور یہ بھی بعض حکما کا قول ہے کہ خدا تعالے
کسی کلام سے ناراض نہیں ہوتا اتنی شرط ہے کہ ہمنشین راضی رہے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے
پاس بیٹھنے والے سے اچھی کلام کرنے میں دریغ نہ کرے شاید خداوند کریم اسکے عوض میں ثواب

ممنشین کو عنایت فرماوے غرضکہ نرم گفتگو مین اتنی فضائل ہین اور خصومت درا اوسکی ضد مین جسمین
آدمی کو وحشت ہوتی ہے عیش تلخ ہوجاتا ہے غصہ آتا ہے دل کو رنج ہوتا ہے اللہ بچاوے بندہ کو
چھٹی آفت کلام کو خوب بنا ما کر کہنا اور سجع اور قافیہ اور فصاحت کیلیے تکلف کرنا اور تمہید
و مقدمات کرنی جیسا کہ اکثر مدعیان تقریر کی عادت ہے اس طرح کا تکلف اور تصنع مذموم ہے حدیث شریف
مین ہے کہ انا و اتقیاء امتی براء من التکلف اور فرمایا ان ابغضکم الی وابعدکم منی مجلسا الثرثارون
المتفیہقون المتشدقون فی الکلام اور حضرت فاطمہ فرماتی ہین کہ آپنے فرمایا شرار امتی الذین غذوا بالنعیم
یاکلون الوان الطعام ویلبسون الوان الثیاب ویتشدقون فی الکلام اور فرمایا الا ہلک المتنطعون اور یہ کلمہ کو تین بار ارشاد
فرمایا تنطع کے معنے تعمق اور مبالغہ کے ہین اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ کلام مین بلبلانا شیطان
کیطرف سے ہے اور حضرت عمر بن سعد ایک روز اپنے باپ کیخدمت مین کچھ حاجت لیکر آئے
اور اوسکے لیے ایک تمہید بیان کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنی یعنی حاجت آج تمنے
بیان کی کبھی نہین کی تھی مینے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لوگون پر
ایک ایسا زمانہ آویگا کہ کلام کو ایسا چابین گے جیسے گائے گھاس چابتی ہے اس سے معلوم ہوا
کہ حضرت سعد کو بیٹے کی تمہید حاجت سے پہلے بری معلوم ہوئی اور اوسکو سراسر تصنع اور تکلف جانا
اور یہ مذموم ہے اور آفات زبانی سے ہے اور جو قافیہ بندی کہ عادت سے خارج ہو وہ سب اسمین
داخل ہے گفتگو اور بول چال مین بھی ایسا تکلف ممنوع ہے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک بچہ مردہ کے عوض غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا تو ایک شخص اول لوگون مین سے بول
اوٹھا جسکے سبب سے وہ بچہ ضائع ہوا تھا کہ ہم ایسے کا کسطرح خون بہا دین جسنے پیا نہ کھایا نہ رویا
نہ چلایا ایسا خون بہا معاف ہین کیون نہ آیا آپ نے فرمایا کہ کیا جاہلون کی سی فقرہ بندی کرتا ہے جو صلعم
آپکو یہ قافیہ اثنائے گفتگو مین برا معلوم ہوا اور واقع مین ایسے کلام مین اثر تکلف کا صاف
معلوم ہوتا ہے پس ضرورت ہے کہ کلام اسطرح کرے کہ مقصود حاصل ہو جاوے اور مطلب صرف
دوسرے کو سمجھانے سے ہے اسکے سوا جو کچھ ہے وہ تکلف مین داخل ہے جسکی مذمت شرع مین
موجود ہے ہان اسمین وہ قافیہ بندی داخل نہین جو خطبہ یا وعظ مین بے افراط و مبالغہ کرتے
ہین کیونکہ مقصود وعظ و تذکیر سے دلون کا شوق دلانا اور تحریک اور قبض و بسط ہے اور الفاظ
کی خوبی کو اسمین بڑی تاثیر ہے تو وہ اسمین عمدہ الفاظ و موقع کا ہونا بجا ہے مگر جو محاورے کہ
روز مرہ کی حاجات مین بولے جاتے ہین اونمین وزن و قافیہ کی کچھ ضرورت نہین تو اونمین

تکلف اور زبان اوس سے کیا نہ دو وہ سراسر مذموم ہے اور باعث اس تمام تصنع کا ریا
اور اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار ہوتا ہے جو شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے

ساتویں آفت فحش کہنا اور گالی اور بکنا یہ بھی مذموم اور ممنوع ہے اور اسکا
منشا خبث باطن اور کمینہ پن ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والفحش
فان اللہ تعالیٰ لا یحب الفحش ولا التفحش اور بدر کی لڑائی میں جو مشرک مارے گئے تھے اونکے حق میں بھی
گالی دینے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ انکو گالی مت دو کیونکہ جو تم انکو کہتے ہو انکو نہیں لگتی
بلکہ زندہ کو ایذا ہوتی ہے اور خبردار رہو کہ برا کہنا کمینہ پن ہے اور ایک حدیث شریف میں
فرمایا لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی اور فرمایا الجنۃ حرام
علی کل فاحش ان یدخلہا اور فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہونگے کہ دوزخ کے لوگوں کو باوجود اپنے
ایذا کے اور ایذا دینگے یعنی وہ تو اپنی مصیبت میں ہونگے کہ کھولتے پانی اور آگ میں دوڑتے ہونگے
اور اپنی خرابی و تباہی پکار رہے ہونگے اور یہ وہ چاروں اور زیادہ عذاب کئے جاوینگے اونمیں سے
ایک شخص ایسا ہوگا کہ اوسکے منہ سے پیپ اور خون بہتا ہوگا تو اوس سے پوچھینگے
کہ اے بدبخت تیرا کیا حال ہے تونے ہمکو دکھ پر دکھ دیا وہ کہیگا کہ جو کلمہ برا اور خبیث
مجھے سوجھتا تھا اوسکو منہ سے کہکر حظ کا سا مزا لیا کرتا تھا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے عائشہ اگر فحش کوئی آدمی ہوتا تو برا بدتر ہوتا اور
فرمایا کہ البذاء والبیان شعبتان من النفاق اس حدیث میں بیان کے کئی معنے ہو سکتے
ہیں ایک تو یہ کہ جو شے ظاہر کرنے کی نہو اوسکو بیان کرنا یعنی ظاہر کرنا مراد ہو دوسرے یہ
کہ بیان سے مبالغہ غرض ہو یعنی چیز کو ایسا مبالغہ کے ساتھ کہنا کہ تکلف میں داخل ہو وہ
تیسرے یہ کہ امور دینی اور صفات الٰہیہ کا بیان مراد ہو کیونکہ ان چیزوں کا مجملاً عوام کو سنا
دینا اچھا ہے بہ نسبت اسکے کہ انمیں مبالغہ کیا جاوے اسلئے کہ نہایت درجہ کے مبالغہ سے
شک و شبہ پیدا ہوتا ہے اور وسوسے اوٹھتے ہیں اور مجمل کہدینے سے دل جلد اوسکی
طرف مائل ہوکر مطمئن ہوجاتا ہے مگر چونکہ حدیث شریف میں اس لفظ کو بذاء یعنی بیہودگی
کے پاس ذکر فرمایا ہے تو غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے غرض یہی ہے کہ جن باتوں سے
شرم آتی ہو اوسکو پکار کر کہے اور یہ شعبہ نفاق اس وجہ سے ہے کہ ایسے امور میں اغماض
اور تغافل ہی برتنا چاہیے کشف اور بیان نہ کرے اور ایک حدیث میں ہے کہ ان اللہ

لا یجمع الفحش والتفحش والصیاح فی الاسواق اور حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ میں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور میرے باپ میرے آگے بیٹھے ہوئے
آپ نے فرمایا کہ ان الفحش والتفحش لیسا من الاسلام فی شیء وان احسن الناس اسلاما
احاسنهم اخلاقا اور ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہیں کہ ایسا سنا ہے کہ فحش اور بیہودہ گو قیامت کو کتے کی صورت
یا اوسکے پیٹ میں ہوکر آوے گا اور احنف بن قیس فرماتے ہیں کہ میں تمکو سب سے زیادہ
مرض بتلائے دیتا ہوں وہ زبان بیہودہ اور کمینی عادت ہے پس یہ تو مذمت فحش کی ہوئی
اب اوسکی تعریف کو سنا چاہیے کہ فحش اسکا نام ہے کہ امور قبیحہ کو صریح الفاظ سے ذکر کرنا
مثلاً شرمگاہ کا نام لینا وغیرہ جیسا کہ اکثر مسخرے دن رات بکا کرتے ہیں اور نیکبخت لوگ ایسی
چیزوں کا کنایۃً نام لینے سے بچتے ہیں ضرورت کے وقت رمز کے طور پر ذکر کرتے ہیں حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ حیا والا ہے گناہ کو معاف کرتا ہے اور اشارہ
بیان فرماتا ہے دیکھو صحبت کو لمس کے لفظ سے ارشاد کیا ہے پس جماع کے لیے صحبت اور وقاع
اور لمس و دخول وغیرہ الفاظ کنایات ہیں کہ جنمیں فحش نہیں مگر اسکے لیے بعض الفاظ ایسے
مستعمل ہیں کہ ناگفتہ بہ ہیں اکثر گالی وغیرہ دینے میں اوسکا استعمال ہوتا ہے اور اونمیں سے
بھی بعض میں فحش زیادہ ہے اور بعضوں میں کم اور ہر ملک و دیار میں عادت کے اختلاف سے
انمیں بھی اختلاف ہے بہرصورت اونمیں سے کمتر درجہ کے مکروہ ہیں اور زیادہ درجہ کے ممنوع
اور ان دونوں کے درمیان کے الفاظ ہیں کہ وہ بھی خالی از خرخشہ نہیں اور یہ فحش جماع
ہی پر موقوف نہیں ہر ایک امر مکروہ کو ایسا ہی خیال کرنا چاہیے مثلاً قضاء حاجت کے لیے
اگر پاخانہ اور پیشاب کہیں تو اور الفاظ کی نسبت بہتر ہے غرضکہ جو الفاظ مکروہ ہیں اونکو صراحۃً
ذکر کرنا نچاہیے ورنہ فحش میں داخل ہوگا اسیطرح عورتوں کا ذکر بھی کنایۃً مناسب ہے مثلاً
یون نہ کہنا چاہیے کہ تمہاری جورو نے یہ کہا بلکہ اسطرح بولنا چاہیے کہ گھر میں سے یہ کہا یا پردے
سے یہ آواز آئی یا لڑکوں کی ماں نے کہا خلاصہ یہ کہ ایسے الفاظ میں کنایہ ہی اچھا ہے تصریح کرنے سے
فحش ہو جاوے گا علی ہذا القیاس جب کسیکو کوئی گھن کی بیماری ہو مثل برص وجذام
بواسیر وغیرہ کے تو انکا ذکر کرنا اچھا نہیں بلکہ ایسی طرح ذکر کرے کہ جسکو سخت بیماری ہے
اور کوئی ایسا ہی لفظ کہے تصریح سے بیان کرنا فحش ہے اور آفت لسان میں داخل ہے
[illegible] بن ہارون کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے ایکبار بغل میں پھوڑا نکلا اور اونکی عادت تھی

کہ زبان کی حفاظت بہت کرتے تہے ہم اونکی عیادت کو گئے کہ وہ کہین آئین گئے کہین گئے ہم نے
پوچہا کہ کہان نکلا ہے اونہون نے فرمایا کہ ہاتہہ کے اندر کیطرف اور سبب بخشش کا یا ایذا دینے کا
یا بڑون کی صحبت سے عادت پڑجاتی کہ اکثر اونکی عادت گالی کی ہوتی ہے ایک اعرابی نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجہکو کچہہ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرتا
رہ اور اگر تجہہ مین کچہہ بات دیکہکر کوئی تجہکو عار دلاوے تو تو اوسکی بات دیکہکر اوسکو عار مت دلا
یعنی اگر کوئی بُرا کہے تو اوسکے جواب مین ویسا ہی مت کہہ آمین اوسکے اوپر وبال رہیگا اور تجہکو
ثواب ملیگا اور کسی چیز کو گالی مت دینا اعرابی کہتا ہے کہ پہر مین نے کبہی گالی نہ دی اور عیاض
بن حماد رض نے آپ کیخدمت مین عرض کیا کہ ایک آدمی جو مجہسے رتبہ مین کم ہے مجہکو گالیان
دیا کرتا ہے تو اسکا کچہہ مضائقہ تو نہین کہ مین بہی اوس سے بدلا لے لون آپ نے فرمایا کہ گالی
گلوج کرنے والے دونون شیطان ہوتے ہین ایک دوسرے کو جہٹلاتے ہین اور تہمت لگاتے ہین
اور ایک حدیث مین فرمایا سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ اور فرمایا کہ گالی لڑنے والے جو کچہہ
کہتے ہین وہ اوسی پر پڑتی ہے جسنے ابتدا کی ہو بشرطیکہ مظلوم حد سے نہ بڑہجاوے اور فرمایا
کہ جو کوئی اپنے والدین کو گالی دے اوسکو خدا کی پہٹکار رہے اور ایک روایت مین ہے کہ سب
کبیرون سے بڑا گناہ ہے کہ آدمی اپنے ماباپ کو گالی دے لوگون نے عرض کیا کہ حضرت آدمی
ماباپ کو کیسے گالی دیگا آپ نے فرمایا کہ دوسرے کے ماباپ کو گالی دی اور وہ جواب مین اوسکے
ماباپ کو کہے تو گویا اس گالی کا باعث یہی ہوا

آٹہوین آفت لعنت کرنا یہ امر حیوان اور انسان اور جمادات کے لیے سب کے لیے بُرا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلَعَّانٍ اور فرمایا لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ
وَلَا بِغَضَبِهٖ وَلَا بِجَهَنَّمَ اور حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ جب قوم نے ایک دوسرے کو لعنت
کی اونپر خدا کی مار بیشک ہوئی اور حضرت عمران بن حصین رض فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک سفر مین تہے ایک انصار کی عورت ایک اونٹنی پر سوار تہی اوسنے جو کچہہ بدی کی
تو عورت نے کہا کہ تجہپر خدا کی لعنت ہے آپ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کا بوجہہ وغیرہ اوتار کر ننگا
کردو کہ اب تو وہ ملعون ہوچکی راوی کہتے ہین کہ وہ اونٹنی گویا میری نظرون مین پہرتی ہے کہ
لوگون مین پہرتی تہی اور کوئی اوس سے مزاحمت نہ کرتا تہا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ
عنہ فرماتے ہین کہ جب کوئی زمین کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ جو ہم مین سے زیادہ نافرمان

اللہ جل شانہ کا ہوا وسپر لعنت ہوا اور حضرت عایشہ رض روایت کرتی ہین کہ ایکبار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رض کو سنا کہ کسی اپنے غلام کو لعنت کرتے تہے آپ انکی طرف
متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو بکر کیا صدیق بہی لعنت کیا کرتے ہین قسم ہے رب الکعبہ کی
اس جملہ کو کئی بار ارشاد فرمایا حضرت ابو بکر رض نے اوسی روز اوس غلام کو آزاد کر دیا اور آپ
کی خدمت مین آکر عرض کیا کہ اب مین کبھی ایسی خطا نکرونگا اور ایک حدیث مین فرمایا
کہ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَا یَکُوْنُوْنَ شُفَعَاءَ وَلَا شُہَدَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور حضرت انس رض فرماتے ہین
کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اونٹ پہ جاتا تہا اوسنے اپنے اونٹ کو لعنت
کی آپ نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ ملعون اونٹ پر ہمارے ساتھ مت چلو اور یہ اسلیے فرمایا کہ اوسکو
معلوم ہو کہ اب کو میرا لعنت کرنا برا معلوم ہوا اور لعنت کے معنے یہ ہین کہ خدا کے یہان سے
دور کیا اور ہنکا دینا پس لفظ اوسی شخص پر بولنا درست ہوگا کہ جسمین ایسی صفت پائی جاوے
جس سے اللہ تعالی سے بعد ہوتا ہو اور وہ صفت کفر یا ظلم کی ہے تو یہ کہنا جائز ہے کہ ظالمون پر
خدا کی لعنت اور کافرون پر خدا کی لعنت غرض جسطور پر شرع میں وارد ہی اوسیطرح الفاظ
سے کہا چاہیے کیونکہ لعنت مین خطر بہت اسلیے کہ یہ غیب دانی کا دعوے ہے کہ اسکے تئین
خدا نے دور کر دیا یہ بات تو سوا خدا کے اور کوئی نہین جان سکتا یا اگر خداوند کریم اپنے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دے تو اونکو اسکا علم ہو سکتا ہی غیر کو کسطرح علم ہو سکتا ہے اب معلوم
کرنا چاہیے کہ جو صفات مقتضی لعنت کے ہین وہ تین ہین کفر اور بدعت اور فسق اور ان تینون
لعنت کرنیکے تین طور ہین پہلا تو یہ کہ وصف عام کے ساتھ لعنت کرے مثلا یون کہے کہ کافرون
اور بدعتیون اور فاسقون پر خدا کی لعنت ہو دوسرا یہ کہ وصف کو اس سے کچھ خاص کر کے کہے جیسے
خدا کی لعنت یہود و نصاری و مجوس و قدریہ و خوارج و روافض و زانی و ظالم و سود خور پر ان
یہ دونون قسمین جائز ہین مگر اہل بدعت پر لعنت کہنے مین تردد ہے کیونکہ بدعت کا پہچاننا امر
مشکل ہے اور حدیث شریف مین کوئی لفظ اوسکے لیے وارد نہین تو عوام کو اس سے روکنا چاہیے
ورنہ لوگون مین نزاع اور فساد پیدا ہوگا تیسرا طور لعنت کا یہ ہی کہ کسی شخص معین پر ہو اور یہ نہایت
خطرے کی بات ہے مثلا زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہے تو اوسکو کہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہو اور اوسکی تفصیل
یہ ہے کہ جس شخص پر شرع مین لعنت ثابت ہوئی ہو اوسکے کہنے مین مضائقہ نہین مثلا یون کہنا
فرعون اور ابو جہل پر خدا کی لعنت کیونکہ شرعا ثابت ہی کہ یہ دونون کفر پر مرے لیکن اسمین

کسی شخص معین کو گو کافر ہی کیون نہو لعنت کرنا اچھا نہین شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کرلے اور
ایماندار ہوجاوے تو پہر کسطرح اوسکو خدا کی رحمت سے دور کہہ سکتے ہین پس اگر کوئی یون کہے
کہ جیسا مسلمان کو حالت اسلام مین رحمہ اللہ کہہ سکتے ہین ایسا ہی کافر کو بہی جب وہ کفر کی
حالت مین ہو لعنت کرنا درست چاہیے اور جیسا کافر مین احتمال ہے کہ مسلم ہوکر مرے ویسا ہی
مسلمان مین شبہ ہے کہ کافر ہوکر مرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ رحمہ اللہ سے مراد یہ ہے کہ خدا اوسکو
مرتے دم تک مسلمان رکہے جس سے قابل رحمت ہو اور یہ بات لعنت مین ممکن نہین یعنی نہین
کہہ سکتے کہ خدا فلانے کو کافر رکہے جو لعنت کا سبب ہو اسلیے کہ یہ کفر کا سوال ہے اور ایسا سوال
خود کفر ہے ہان اگر یون کہے تو ہوسکتا ہے کہ اگر کفر پر مرے تو خدا کی لعنت ہو اور نہ اگر اسلام پر
مرے تو لعنت نہو اور یہ طور بہی مخطوش ہے اسلیے کہ تردد ہی رہا یہ حال معلوم کیسے ہوسکتا ہے کہ خاتمہ
کیسا ہوگا اور لعنت نکرنے مین کچہہ بہی خطرہ نہین پس جب کافر کا یہ حال ہو تو ظاہر ہے کہ فاسق
اور بدعتی کو بطریق اولی لعنت نکرنا چاہیے اس لیے کہ آدمی کا حال ہمیشہ یکسان نہین
رہتا کیا معلوم ہے کہ انجام کو کیسا ہوجاوے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کرسکتے تہے
کہ اسکا انجام کیسا ہوگا اسلیے جنکا حال معلوم ہوگیا تہا اونکے لیے بددعا کیا کرتے تہے اور فرماتے تہے
اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ اور جو لوگ کہ جنگ بدر مین کافر مارے گئے تہے
اونکو بہی لعنت و بددعا مین شامل فرماتے تہے مگر جسکا انجام معلوم نتہا جب اوسکو لعنت کرتے
تو خدا تعالی نے منع فرمایا چنانچہ آپ مہینہ بہر دعاے قنوت مین اون لوگون کو لعنت کرتے رہے
جنہون نے بیر معونہ کے لوگون کو مارا تہا اوسیوقت یہ آیت اتری لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ
عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ یعنی شاید وہ مسلمان ہی ہوجاوین تم نے کیسا جانا کہ وہ ملعون
ہین اسی طرح اگر ہمکو بہی کسی کا حال معلوم ہوجاوے کہ خاتمہ کفر پر ہوا ہے تو اوسکو لعنت اور
برا کہنا درست ہے بشرطیکہ اوسمین کسی مسلمان کو ایذا نہوتی ہو ورنہ اوسپر بہی لعنت درست نہین
چنانچہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کو تشریف لیے جاتے تہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
ایک قبر کا حال پوچہا کہ یہ کسکی قبر ہے آپ نے عرض کیا کہ یہ قبر سعید بن عاص کی ہے یہ شخص خدا
اور رسول سے سرکش رہتا تہا اوسکا لڑکا عمرو بن سعید جو ہمراہ تہا اس بات سے غصہ ہوا اور عرض کیا
کہ یا رسول اللہ یہ قبر اوس شخص کی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باپ ابوقحافہ سے زیادہ کہانا کہلاتا تہا
اور اوسکی نسبت زیادہ شجاع تہا پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ ملاحظہ فرماوین کہ مجہسے

کیسی بات کہتا ہے آپنے اوسکو منع کردیا اور ان کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ جب کفار کا
ذکر کیا کرو تو عام طور پر کہا کرو ورنہ تخصیص مین اونکی اولاد برا مانے گی تو لوگون نے خاص کر
برا کہنا چھوڑ دیا اور نعیمان شراب پیا کرتا کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین اوسکو
سزا ہوئی پس بعض صحابہ نے کہا کہ خدا کی لعنت اس شخص پر اکثر یہی پکڑا آتا ہے آپ نے فرمایا
کہ لا تکن عونا للشیطان علی اخیک اور بعض روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا لا تقل ھذا
فانہ یحب اللہ ورسولہ غرض کہ شخص معین کی لعنت سے اوسکو روکدیا اس سے معلوم ہوا کہ معین
آدمی فاسق کی لعنت جائز نہین حاصل کلام یہ ہے کہ معین لوگون کی لعنت مین خرابی ہے
اوس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر کوئی بالفرض شیطان ہی کو لعنت نکرے اور سکوت
اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہین شیطان سے بڑھکر تو کوئی اور کیا ہوگا رہا یزید کی لعنت کا حال
کہ اگر اوسنے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا اجازت قتل دی تو اوسکو لعنت کہنا
درست ہے یا نہین تو اسکا یہ حال ہے کہ قتل واجازت دونون پایہ ثبوت کو نہین پہونچی لعنت
کا تو کیا ذکر ہے جب تک اوسکا قتل واجازت ثابت نہو تب تک اوسکو قاتل اور اجازت دہ
بھی نکہنا چاہیے اسلیے کہ قتل گناہ کبیرہ ہے اوسکی نسبت مسلمان کیطرف بلا ثبوت کامل نہین ہوسکتی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی کو کافر یا فاسق کہے اگر وہ ایسا نہوگا تو
لفظ کہنے والی ہی پر لوٹ آویگا اور فرمایا ما شھد رجل علی رجل بالکفر الا باء بہ احدھما ان
کان کافرا فھو کما قال وان لم یکن کافرا فقد کفر بتکفیرہ ایاہ اور اوس سے ثابت ہے کہ مسلمان جابر کو اگر کوئی
بدعت وغیرہ کے سبب اوسکو کافر کہا تو خطاوار ہوگا کافر نہوگا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہین
کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مین تجھکو منع کرتا ہون کہ مسلمان کو گالی
نہ دینا اور امام عادل کی نافرمانی نکرنا اور مُردون کی حال سے تعرض کرنا بہت سخت ہے مسروق
فرماتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مین گیا تو انہون نے کہا کہ فلانے شخص کا کیا
حال ہے اوسپر خدا کی لعنت ہو مینے عرض کیا کہ وہ مرگیا اونہون نے فرمایا کہ تو خدا اوسپر رحم
کرے مینے پوچھا یہ کیا بات ہے اونہون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا اور فرمایا لا تسبوا الاموات
فتؤذوا بہ الاحیاء اور نیز فرمایا ایھا الناس احفظونی فی اصحابی واخوانی واصھاری ولا تسبوھم
ایھا الناس اذا مات المیت فاذکروا منہ خیرا اب اگر کوئی یون کہے کہ یہ بھی کہنا جائز نہین ہے

کہ قاتل امام حسین علیہ السلام یا قتل کی اجازت دہندہ پر خدا کی لعنت اسکا جواب ہے کہ بہتر یہ ہے کہ یون کہے کہ اگر قاتل یا اجازت دہندہ قبل توبہ مرا ہو تو اوسپر خدا کی لعنت کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید بعد توبہ مرا ہو دیکھو وحشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حالت کفر مین شہید کیا تہا مگر پہر مسلمان ہوکر کفر اور قتل سے سب ہی توبہ کرلی اب نہین ہو سکتا کہ کوئی اونکو لعنت کرے علاوہ اسکے قتل گناہ کبیرہ ہے اس سے کافر مطلق تو ہو ہی نہین جاتا اسلیے کہ اگر توبہ کی قید نہ لگاویگا تو لعن مین موجب خطر ہے اور سکوت مین کچہہ بہی خطر نہین تو سکوت ہی بہتر ہے اور ہمنے جو یزید کی لعنت کا بیان ذکر کیا تو اسی لیے کیا کہ لوگ لعن کے باب مین جہت سے زبان کہولدیتے ہین حالانکہ حدیث شریف مین آچکا ہے کہ مومن لعنت کنندہ نہین ہوتا تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مرگیا ہو اوسکے سوا پر زبان سے نکہولین اور اگر لعنت ہی کو دل چاہے تو معین شخص کا ذکر نکرین وصف عام کے طور پر لعنت کرین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آدمی کچہہ ذکر خدا کرے اور اگر نہو سکے تو چپ ہی مین سلامتی ہے ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید + مکی بن ابراہیم کہتے ہین کہ ہم ابن عون کے پاس تہے انہین بلال بن ابی بردہ کا ذکر چلا تو لوگ لعنت و مذمت کرنے لگے ابن عون چپکے سنا کیے لوگون نے اونسے کہا کہ تمہین یاد ہے اوسنے تمہارے ساتہہ کیا معاملہ کیا تہا آپ اوسکو برا کیون نہین کہتے آپ نے فرمایا کہ قیامت کو نامۂ اعمال مین بہی دو باتین ہونگی ایک لا الہ الا اللہ اور دوسرے فلانے نے فلان کو لعنت کی تو مجکو یہی اچہا معلوم ہوتا ہے کہ میرے نامۂ اعمال مین اول کلمہ نکلے دوسرا نہ نکلے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجہکو کچہہ وصیت فرمایے آپ نے فرمایا کہ یہی وصیت ہے کہ بہت لعنت مت کیا کر اور ابن عمران رض فرماتی ہین کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ دشمن وہ ہے جو کثرت سے لعن وطعن کیا کرے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مومن کو لعنت کرنا اوسکے قتل کے برابر ہے اور حماد بن زید جو اس قول کے راوی ہین کہتے ہین کہ اگر اس قول کو مین حدیث کہدون تب بہی کچہہ مضائقہ نہین اور در واقع مین ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث نقل بہی ہے کہ من لعن مومنا فہو مثل ان یقتلہ اور کسی کو کوسنا بہی لعنت کے قریب ہی ہے یہانتک کہ ظالم کے حق مین یون کہنا کہ خدا اوسکو اچہا اور تندرست نہ کرے اور اوسکو موت آوے وغیرہ بہی برا ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ ان المظلوم لیدعو علی الظالم حتی یکافیہ ثم یبقی للظالم عندہ فضلۃ یوم القیمۃ

نوین آفت راگ اور شعر ہی باب سماع مین ہم لکھ چکے ہین کہ راگ مین جو کو سنا حرام اور کونسا حلال ہے اوسکے دوبارہ لکھنی کی ضرورت نہین اور شعر کا حال یہ ہے کہ اومین سے اچھا اچھا ہے اور برا برا مگر اسطرح کہنا کہ اوسیکا ہو رہے یہ البتہ مذموم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لان یمتلئ جوف احدکم قیحا حتی یریہ خیر لہ من ان یمتلئ شعرا اور مسروق رضہ سے کسی نے کوئی بیت پوچھی تو اونکو برا معلوم ہوا لوگون نے سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ میرے نامہ اعمال مین شعر نکلے اور بعض اکابر سے کسی نے کوئی شعر پوچھا تو جواب دیا فرمایا کہ اسکی عوض خدا کا ذکر کرو تو بہتر ہو خلاصہ یہ کہ شعر پڑہنا اور سننا حرام نہین ہے بشرطیکہ اوسمین کوئی کلام برا نہو کیونکہ حدیث صحیح ہے کہ ان من الشعر لحکمۃ مگر اتنی بات ہے کہ شعر مین اکثر مدح اور ہجو اور عورتون کا ذکر ہوتا ہے اور اہمین دروغ کو گنجائش ہے ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضہ کو ارشاد فرمایا تہا کہ کفار کی ہجو بیان کرو اور مدح مین مبالغہ کرنے سے گوکسیقدر جہوٹ بہی ہو جاوے حرمت نہین ہوتی مثلاً سخاوت کی تعریف مین اسطرح کہا جاوے

جو مانگے جان کوئی اوس سے کچہ نہ عذر کرے + دے ضرور ہے سائل کو بہی خدا کا خوف

تو اگر ممدوح سخی نہوگا تو شاعر جہوٹا ہے ورنہ اگر سخی ہوگا تو مبالغہ شعر مین کچہ اور ہی نمک مرچ لگا دیتا ہے اوسکا اعتقاد تو مقصود ہوتا ہی نہین علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بہی اشعار ایسے پڑہے گئے ہین کہ اگر اونمین تلاش کیجاوے تو مضامین مبالغہ کے نکلین گے حالانکہ آپ نے منع نہیں فرمایا حضرت عایشہ رضہ سے روایت ہے کہ مین ایک روز سوت کاتتی رہی تہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی ٹانک رہے تہے مین نے جو آپ کیطرف دیکہا تو یہ نظر آیا کہ پیشانی مبارک عرق آلودہ ہے اور قطرات عرق روشنی مین کہکشان کی بہار دکہا رہے ہین مین دیکہتی ہی اوس حسن خداداد پر حیران رہ گئی آپ نے جو میری حیرانی کیطرف ملاحظہ فرمایا تو پوچہا کہ ایسی مبہوت کیون ہو رہی ہو مین نے عرض کیا کہ آپ کی آب جوکی پیشانی سے جو نور کی لہر اوٹہہ رہی ہے اسکے مارے حیرت مین ہون اگر آپ کو ابو بکر ہذلی دیکہتا دیکہتا تو جانتا کہ اوسکے شعر کی مصداق آپ ہی ہین آپ نے فرمایا کہ اوسکے شعر کیا ہین مین نے عرض کیا کہ وہ دو بیتین ہین سے

ومبرأ من کل غبر حیضۃ وفساد مرضعۃ وداء مغیل
واذا نظرت الی اسرۃ وجہہ برقت کبرق العارض المتہلل

انکا خلاصہ یہ ہے

ضمیر مایہ صحبت از صفا بدنت [illegible]	ترا بقالب خورشید و ماہ ریختہ اند
سہ چہرہ عرق آلود و نگر کر سحر [illegible]	در آفتاب قیامت نمود پروین را

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آپ نے اپنا کام چھوڑ کر میری پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ جزاک اللہ خیرا یا عائشہ تو مجھسے اتنی خوش نہین ہوئی ہوگی جتنا مین تجھسے راضی ہوا اور جب جنگ حنین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو عباس بن مرداس کو چار اونٹ مرحمت فرمائے وہ چلے گئے اور ایک قصیدہ شعر اپنی زیادتی استحقاق اور شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا آپنے لوگون سے فرمایا کہ اسکی شکایت دفع کرو حضرت ابوبکر صدیق رض اوسکو اپنے ساتھہ لے گئے یہانتک کہ اونہون نے سو اونٹ پسند کیے پھر تو بہت مین زیادہ وہی راضی خوش تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب بھی کچھہ شعر کہا کرتے ہو اونہون نے عذر و معذرت کرنی شروع کی اور عرض کیا کہ میرے ماباپ آپ پر قربان ہون مین اپنی زبان پر شعر کو ایسا پاتا ہون جیسے چیونٹی چلتی ہو جب وہ چیونٹی کی طرح میری زبان مین کاٹنے لگتی ہے تو کچھہ کہہ لیتا ہون بے کہے چارہ نہین آپ متبسم ہوئے اور فرمایا کہ عرب کے لوگ شعر کہنی نہ چھوڑین گے جب تک کہ اونٹ بلبلاتے رہین گے

دسوین آفت ہنسی ٹھٹھا ہے اصل مین یہ بھی بری اور ممنوع ہے مگر تھوڑی سی کا مضائقہ نہین حدیث شریف مین ہے لا تمار اخاک ولا تمازحہ پس اگر یہ کہو کہ بات کاٹنی اور اعتراض کرنے مین تو ایذا ہوتی ہے کہ دوسرے کو جھوٹا یا جاہل قرار دیتے ہین مزاح مین تو یہ بات نہین اوس سے صرف کھیل اور دل لگی ہوتی ہے کیون ممنوع ہے پس جاننا چاہیے کہ ہنسی کی افراط اور مداومت ممنوع ہے مداومت سے تو دل ہمیشہ کھیل اور ہزلیات مین مصروف ہو جاتا ہے اور کھیل اگرچہ مباح ہی ہے مگر ہمیشہ اوسکا مرتکب ہونا ممنوع ہے اور افراط ہنسی سے قہقہہ ہو جاتا ہے جس سے دل مرجاتا ہے اور بعض مین بغض پیدا ہوتا ہے اور ہیبت و وقار اوٹھہ جاتا ہے اور اگر ہنسی ان عیوب سے پاک ہو تو مذموم نہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آپنے فرمایا انی لامزح ولا اقول الا حقا پس یہ آپ ہی کا کام تھا کہ اس بات پر قادر تھے کہ ہنسی و دل لگی مین امر حق کو فرو گذاشت نہ کرین دوسرا شخص اگر اسکا سلسلہ جنبانی کرتا ہے اوسکا مقصود یہی ہوتا ہے کہ جس طرح پر ہو لوگون کو ہنسائے حالانکہ حدیث شریف مین ہے کہ آدمی وہ بات کرتا ہے جس سے اوسکے پاس والے ہنسین اور اسکی باعث دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہے

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو بہت ہنستا ہے اوسکی ہیبت کم ہوتی ہے اور جو ہزل کرتا ہے نظرون مین سبک ہو جاتا ہے اور جو ایک چیز کو زیادہ کرتا ہے وہ اوسکی حقیقت کو جان جاتا ہے اور جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ غلطی کرتا ہے اور جو زیادہ غلطی کرتا ہی اوسین حیا کم ہوتی ہے اور جو حیا کم رکہتا ہے اوسکا ورع بہی کم ہوتا ہے اور جو پرہیز کم کرتا ہے اوسکا دل مرجاتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ ہنسی کسی باعث آخرت سی غفلت پائی جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً اور ایک شخص نے اپنے بہائی سے کہا کہ تمکو یہ بہی خبر ہی کہ دوزخ مین جانا پڑے گا اوسنے جواب دیا کہ ہان معلوم ہے اوسنے کہا یہ بہی معلوم ہے کہ اوسمین سے نکلنا بہی نصیب ہوگا جواب دیا کہ یہ تو معلوم نہین کہا کہ پہر خوشی کس چیز سے کررہے ہو کہتے ہین کہ پہر کسی نے اوسکو مرتے دم تک ہنستے نہ دیکہا اور یوسف بن سباط کہتے ہین کہ حسن رضی اللہ عنہ تیس برس تک نہ ہنسے اور عطار سلمی کی نقل ہے کہ وہ چالیس برس تک نہ ہنسی اور وہب بن الورد نے کچہ لوگوں کو دیکہا کہ عید فطر مین ہنس رہے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر انکی مغفرت ہوگئی ہے تو یہ فعل شکر کرنیوالونکا سا ہین اور اگر مغفرت نہین ہوئی تو یہ کام خوف کرنیوالونکا سا نہین اور حضرت عبداللہ بن ابی یعلی فرماتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید کفن دہوبی کے یہانسے نکل کر آگیا ہو یعنی موت بہت جلد آدبانے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو گناہ کرکے ہنستا ہے وہ دوزخ مین روتا جاویگا اور محمد بن واسع فرماتے ہین جبکوئی جنت مین جاکر رووے تو خواہ مخواہ تعجب کی بات ہے لیکن جو دنیا مین ہنستا ہے اور اپنے خاتمہ اور انجام کا حال نہین جانتا یہ جنت کے رونے سے بہی زیادہ تر عجیب بات ہے یہ آفتین ہنسی کی ہین مگر ہنسی مین سے وہی مذموم ہے جو آواز کے ساتہہ ہو یعنے مسکرانے سے زیادہ اور مسکرانا جسکو تبسم کہتے ہین اور بے آواز ہوتا ہے وہ اچہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہی اسیطرح تبسم فرماتے تہے حضرت قاسم سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ایک سرکش اونٹ پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور سلام کیا پہر جب اونٹ کو آگے بڑہانے کا ارادہ کیا کہ کچہہ پوچہے اونٹنے بہڑکنا شروع کیا کئی بار ایسا ہی ہوا اصحاب یہ دیکہکر ہنسنے لگے آخر کو یہانتک بہڑکا کہ وہ سوار گرکر مرگیا لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اونٹنے اوس اعرابی کو پٹک دیا اور وہ مرگیا آپ نے فرمایا وہ تو مرگیا مگر اوسکا خون تمہارے منہ مین بہرا ہوا ہی اور جس ہنسی کی

ہیبت و وقار جاتا ہو وہ بھی مذموم ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو ہنسی کرتا ہو
خفیف ہو جاتا ہے اور محمد بن منکدر رح فرماتے ہین کہ میری ماں نے مجھکو نصیحت کی ہے کہ لڑکون سے
چہل ست کرنا ورنہ اونکی نظرون مین ہلکا ہو جاوے گا اور سعید بن العاص رض نے اپنے بیٹے کو
فرمایا کہ نہ تو شریف آدمی سے ہنسی کر کہ تجھسے دشمنی کریگا اور نہ کمینہ سے ہنسی کر کہ تجھپر جرأت کریگا
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرو اور ہنسی سے کوسون بھاگو کہ اوس سے
کینہ ہوتا ہے اور انجام برا ہوتا ہے قرآن کا ذکر کیا کرو اور اگر گران معلوم ہو تو عمدہ حالات
مردونکے بیان کیا کرو اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمکو یہ معلوم ہے کہ ہنسی کا نام مزاح کیون ہوا
لوگون نے عرض کیا کہ ہمکو نہین معلوم آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ مزاح مشتق زیح سے ہے جسکے
معنے دوری کے ہین تو اس سے یہ غرض ہوئی کہ مزاح حق سے دور کرتا ہے اور بعض اکابر کا قول
ہے کہ مزاح سے عقل سلب ہو جاتی ہے دوست الگ ہو جاتے ہین اب معلوم کرنا چاہیے
کہ اگر شاذ و نادر کوئی ایسا شخص ہو کہ مزاح مین حق کے سوا کچھ نہ کہے کسی کو ایذا نہ دے اور نہ
افراط کرے بلکہ کبھی کبھی کیا کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض
کا دستور تھا تو اسطرح کی مزاح مین کچھ مضائقہ نہین مگر بڑی غلطی کی بات ہے کہ آدمی مزاح
اپنا پیشہ دائمی کرلے اور خوب افراط کے درجہ کو پہونچا دے اور پھر دعوے کرے کہ مین حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض کا اتباع کرتا ہون اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی
دن بھر طوائف کے ساتھ اونکو تاکتا پھرے اور ناچ دیکھے اور کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی حضرت عایشہ رض کو عید کے روز ناچ دیکھنے کی اجازت دی تھی حالانکہ یہ غلط ہے
اسلیے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے بلکہ مباح چیزون پر اصرار بھی بعض
اوقات گناہ صغیرہ ہو جاتا ہے اس بات کو خوب یاد کر لینا چاہیے ہان آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جسطرح مزاح فرماتے تھے وہ یہان لکھے دیتے ہین تاکہ دھوکا نہ پڑے حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیک وسلم آپ ہمسے مزاح کرتے ہین فرمایا کہ البتہ اگر کبھی مزاح کرتا ہون تو سچ بات کے سوا
کچھ نہین کہتا اور عطا رح روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی کیا کرتے تھے یا نہین آپ نے فرمایا کہ کرتے تھے اوسنے
پوچھا کہ کسطرح کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ ایک روز آپ نے اپنی ازواج مطہرات مین سے کسیکو ایک تہبند

اور ارشاد فرمایا کہ اسکو پہنو اور خدا کا شکر کرو اور اسمین سے دلہن کے دامن بناؤ اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات اور لوگونکی
نسبت زیادہ چہل فرماتے تھے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے اور حضرت
حسن سے روایت ہے کہ ایک بڑھیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئی آپنے
اوس سے فرمایا کہ جنت مین بڑھیا کوئی نجائیگی وہ رونے لگی آپنے فرمایا کہ تو اوسوقت بڑھیا نہوگی
خدا تعالے فرماتا ہے انا انشاناھن انشاء فجعلناھن ابکارا اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہینکہ
ایک عورت ام ایمن نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اور عرض کیا کہ آپ کو
میرا شوہر بلاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا شوہر وہی نہین جسکی آنکھ مین سفیدی ہے اوسنے عرض کیا
کہ اوسکی آنکھین تو اچھی ہین اونمین سفیدی نہین آپ نے فرمایا کہ بیشک ہے اوسنے قسم کہا
کہ نہین آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص نہین جسکی آنکھ مین سفیدی نہین یعنے حدقہ چشم ہر ایک
انسان کا سیاہی اور سفیدی دونون رکھتا ہے اور ایک اور عورت آپ کی خدمت مین
حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو ایک اونٹ سواری کو دیجئے آپ نے فرمایا کہ مین تیری سواری
کے لیے اونٹ کا بچہ دونگا اوسنے عرض کیا کہ بچہ لیکر مین کیا کرونگی وہ مجھے کیسے اوٹھا دیگا
آپ نے فرمایا جو اونٹ ہوتا ہے وہ اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے پس آپ کا مزاح ایسی طرح کا
ہوتا تھا اور نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک
لڑکا تھا اوسکا نام ابو عمیر تھا ایک لال اونٹ پالا تھا اور وہ اوس سے کھیلا کرتا جب آپ اونکے
گھر جاتے تو اوس لڑکے سے فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین
کہ جنگ بدر مین مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ تھی آپ نے فرمایا کہ آؤ ہم تم دوڑین
دیکھین کون آگے نکلجائے مینے اپنا دوپٹا مضبوط باندھلیا اور ایک نشان کھینچکر اوسپر کھڑی
ہوئی اور دوڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ ذی المجاز کا بدلہ ہے
ذی المجاز ایک جگہہ کا نام ہے جب حضرت عائشہ چہوٹی تھین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے اونکو کچھہ دینے کو بھیجا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار
کیا اور لیکر بھاگین آپ اونکے پیچھے دوڑے مگر وہ ہاتھہ نہ آئین اوسی قصہ کو حضرت نے اوسوقت
یاد دلایا چنانچہ ایک دوسری روایت مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ اول دفعہ
جو مین آپ کے ساتھہ دوڑی تو آگے نکل گئی مگر دوبارہ جب مین فربہ ہو گئی اور دوڑی تو آپ آگے

نکل گئے اور فرمایا کہ یہ اول دفعہ کا بدلہ ہے اور نیز فرماتی ہین کہ ایک روز آپ میرے گہر مین تہے
اور بی بی سودہ رضی اللہ عنہا بہی موجود تہین مین نے تلیہ تیار کیا اور سودہ سے
کہا کہ کہاؤ اونہون نے کہا کہ مجہے اچہا نہین معلوم ہوتا مین نے کہا کہاؤ ورنہ کہاؤ نہین تو
تمہارے منہ پر ملدون گی اونہون نے کہا کہ مین تو نہین کہاؤن گی مین نے پیالہ مین سے
لیکر اونکے منہ پر لیس دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونون کے بیچ مین بیٹہے تہے اپنا پانو
بیچ مین سے ہٹا لیا تاکہ وہ بہی اپنا عوض مجہسے لین اونہون نے پیالہ مین ہاتہہ ڈالکر میرے
مُنہ پر پہیر دیا آپ بیٹہے ہنستے رہے اور ضحاک بن سفیان کلابی نہایت بدصورت آدمی تہے
جب وہ بیعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
بہی موجود تہین اور اوس وقت تک پردہ کا حکم نہوا تہا بیعت کے بعد اونہون نے عرض کیا
کہ میرے پاس دو بی بیان اس سے عورت یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہی اچہی ہین
اگر آپ نکاح کرین تو ایک کو مین آپ کے واسطے بہیجدون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
اونسے پوچہا کہ وہ خوبصورت ہین یا تم اونہون نے کہا کہ مین اونسے کہین اچہا ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال و جواب سے ہنس پڑے کہ ایسی صورت ہونے پر
اپنے آپ کو خوبصورت جانتے ہین اور حضرت علقمہ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم حضرت امام حسن علیہ السلام کو گود مین لیے ہوئے اونکے سامنے اپنی زبان نکالتے تہے
اور وہ زبان مبارک کو دیکہہ دیکہہ خوش ہو رہے تہے لتنے مین عیینہ بن بدر فزاری نے کہا
کہ میرے جو لڑکا ہوتا ہے اوسکی داڑہی نکلنے تک بہی مین کبہی پیار نہین کرتا آپ نے فرمایا
مَن لَا یَرحَمُ لَا یُرحَمُ یعنی اس طرح کی ہنسی عورتون اور لڑکون سے آپ کیا کرتے تہے اور یہ گویا
کہ ان دونون فریق کے ضعف دل کے علاج کے طور پر تہے نہ ٹہٹہے وغیرہ کے طور پر اور ایکبار
صہیب رض کی آنکہہ مین درد تہا اور خرما کہاتے تہے آپ نے فرمایا کہ تمہاری آنکہہ دکہتی ہے اور
خرما کہاتے ہو اونہون نے عرض کیا کہ حضرت مین دوسری داڑہ سے کہاتا ہون آپ اتنے ہنسے
کہ کچلیان ظاہر ہونے لگین اور روایت ہے کہ خوات بن جبیر انصاری بنی کعب کی عورتون مین
مکہ معظمہ کی راہ پر بیٹہے ہوئے تہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اوس طرف ہوا فرمایا کہ تم
ان عورتون مین کیون بیٹہے ہو اونہون نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اونٹ شریر ہے اوسکے
لیے اونسے رسی بٹوا رہا ہون آپ اپنے کام کو تشریف لے گئے جب وہان سے پہرے تو پہر اونکو

فرمایا کہ اوس اونٹ نے ابھی شرارت نہیں چھوڑی خوات کہتے ہیں کہ مجھے شرم آگئی اور چپ
ہو رہا اور اسکے بعد جہاں کہیں حضرت کو دیکھتا شرم کے مارے بہاگ جاتا یہانتک کہ میں مدینہ
منورہ میں آکر مشرف باسلام ہوا ایک روز میں مسجد میں نماز پڑہ رہا تہا کہ آپ تشریف لائے
اور میری طرف بیٹھہ گئے میں نے بڑی رکعتیں پڑہنی شروع کیں آپ نے فرمایا کہ طول نماز مت
پڑہو میں تمہارا منتظر ہون جب میں نے سلام پہیرا تو آپ نے فرمایا کہ اوس اونٹ نے اب تک
شرارت نہیں چھوڑی میں مارے شرم کے کچہہ نہ کہہ سکا آپ تشریف لے گئے مگر میرا یہ حال تہا
کہ آپ سے بہاگتا پہرتا تہا ایک روز آپ دراز گوش پر سوار مجھکو ملے کہ دونوں پاے مبارک
ایک ہی طرف کو کرکے تہے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ اب تک اونٹ نے شرارت چھوڑی
کہ نہیں میں نے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپ کو رسول برحق کیا ہے جس روز سے
میں مسلمان ہوا ہون اوس روز سے کبھی بد ذاتی نہیں کی آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر
الٰہی اس شخص کو ہدایت فرما اللہ تعالے نے اونکو ہدایت کی اور بڑے اچھے مسلمان ہوئے اور
نعیمان انصاری ایک مسخرا آدمی تہا مگر شراب بہت پیتا تہا جب حضرت کی خدمت میں
اوسکو لاتے تو آپ اپنی جوتی سے اوسکو مارتے اور صحابہؓ کو فرماتے وہ بہی جوتیاں لگاتے
جب بہت دفعہ پٹا تو ایک شخص نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے کہا کہ خدا تجہپر لعنت کرے
آپ نے اوسکو فرمایا کہ یون مت کہو یہ آدمی اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور حال نعیمان
کا یہ تہا کہ مدینہ منورہ میں جب کبھی دودہ یا کوئی نئی چیز آتی تو اوسمیں سے خرید کر آنحضرت صلعم
کی خدمت میں لاتا اور کہتا کہ یا حضرت یہ چیز میں نے آپ ہی کے لیے مول لی ہے اور ہدیہ لایا ہون
جب اوس چیز کا مالک دام مانگنے آتا تو اوسکو بہی آپ کی خدمت میں لاتا اور عرض کرتا
کہ فلان چیز کے اوسکو دام عنایت فرمائیے آپ فرماتے کہ وہ تو تو نے ہدیہ دی تہی عرض کرتا
کہ میرے پاس دام نہ تہا مگر میرا دل یون چاہتا تہا کہ آپ اسکو کہا دیں اسلیے کہہ گیا تہا آپ
دام دلوا دیتے پس اس طرح کے مطایبات کبھی کبھی جائز ہیں اور ہمیشہ مدام کرنا برا ہے اور زیادہ
ہنسی سے دل مرجاتا ہے

گیارہوین آفت مسخراپن اور دوسرے کو بنانا اور ٹہٹول کرنا ہے اگر اس سے دوسرے کو ایذا ہو
تو حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا
خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ اور تمسخر کے معنی یہ ہیں کہ دوسری کی

اہانت و حقارت کرنی اور اوسکے عیب و نقصان اسطرح بیان کرنی جس سے ہنسی آوے اور
یہ کئی طور ہو سکتا ہے یا اوسکے فعل کی نقل کرنے سے یا قول کی نقل سے یا اشارہ و ایما سے
پس اگر پیٹھ پیچھے ہو تو غیبت ہے ورنہ تمسخر اور استہزا نام ہے گو یہ غیبت نہین مگر دونون کا
حاصل ایک ہی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مینے ایک آدمی کی نقل اوتاری
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا واللہ ما احب انی حاکیت انسانا ولی کذا وکذا
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر مین یا ویلتنا مال ہذا الکتاب
لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا یہ ارشاد کیا ہے کہ صغیرہ سے مراد تبسم ہے مومن کی تمسخر پر اور
کبیرہ سے مراد کھلکھلانا ہے تمسخر پر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ لوگون پر ہنسنا گناہ مین داخل ہے
اور عبد اللہ بن زمعہ فرماتے ہین کہ مینے خطبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ
گوز پر ہنسنے کے باب مین نصیحت فرماتے تھے کہ جس بات مین آدمی خود مبتلا ہے اوسپر دوسری کو
کیون ہنستا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو لوگ دنیا مین لوگون پر ہنستے ہین قیامت کو اونسے
بھی ہنسی ہوگی کہ ایک دروازہ جنت کا کھولدیا جاویگا اور اونکو کہا جاویگا کہ یہان آؤ یہان
آؤ وے مصیبت کے مارے جب دروازہ کے قریب پہنچین گے تو بند کر دیا جاویگا اور دوسرے
دروازہ سے بلایا جاوے گا جب وہان جاوینگے تو یہی حال پاوینگے اسیطرح ہوتا رہیگا
یہانتک کہ آخر کو تھک کر نہین جاوینگے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عیر اخاہ بذنب قد تاب منہ لم یمت حتی یعملہ اور ان سب کا
مآل ایک ہی ہے یعنے دوسرے کی حقارت و اہانت و ذلت اور اوسپر ہنسی اور استہزا کرنا
آیت گذشتہ مین اسپر تنبیہ موجود ہے کہ عسیٰ ان یکونوا خیرا منہم یعنی براہ حقارت دوسرے
پر ہنسنا بیجا ہے کیا معلوم شاید وہی اچھا ہو غرضکہ دوسرے پر ہنسنا اوسی صورت مین حرام ہے
کہ اوسکو ایذا ہوتی ہو اور اگر کوئی اس امر سے خوش ہوتا ہو تو اوسپر ہنسنا اوسکے حق مین
حکم مزاح کا رکھتا ہے جسکا حال بتفصیل اوپر بیان ہوا حرام وہی استہزا ہے جسمین کسیکو ایذا
ہو مثلاً اگر کلام مین کسی سے کچھ خبط نکل جاوے تو اوسپر ہنسنے لگنا یا افعال پر مسخرا کرنا
کہ خط کیا خوب لکھتے ہین یا فلانا کام کیا اچھا کرتے ہین یا قد و قامت و صورت پر ہنسنا
جیسے بونے یا لنبے آدمی کو ہنسا کرتے ہین یا کوئی عیب و نقصان دیکھکر ہنسنا وغیرہ سب
داخل تمسخر ہین اور ان سے شرعاً اجتناب چاہیے

بارہوین آفت راز کا ظاہر کردینا بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اسمین بھی ایذا ہوتی ہے اور حق معرفت و دوستی برباد جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا حدث الرجل الحدیث ثم التفت فھی امانۃ اور یون بھی ارشاد فرمایا ہے کہ الحدیث بینکم امانۃ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کسی بھائی کا راز کھولدینا بھی خیانت مین داخل ہے روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ سے کوئی راز کہا اوہون نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھسے آج حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ایک راز کہا ہے اور یقین ہے جب مجھسے کہدیا ہے تو تم سے کیون چھپا رہیگا اونہون نے کہا کہ اوس بات کا ذکر مجھسے مت کرو اسواسطے کہ جب آدمی راز کو چھپائے رکھتا ہے تب تک اوسکے قابو مین ہے اور جب کہدیا تو دوسرے کے اختیار مین چلا گیا مین نے کہا کہ کیا یہ معاملہ باپ بیٹے مین بھی ہوتا ہے اوہون نے کہا کہ ہرچند باپ بیٹے مین نہین ہوتا مگر مین یہ چاہتا ہون کہ تیری زبان راز کے بیان کرنے پر نہ کھلے اوسکو اوسکی عادت نہو پھر مین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت مین جاکر سب ماجرا بیان کیا اونہون نے فرمایا کہ تیرے باپ نے تجھکو خطا کی غلامی سے آزاد کردیا خلاصہ یہ کہ راز کا فاش کرنا ایک خیانت ہے اور اگر اوسمین کسیکا ضرر ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر ضرر نہوتا ہو تو بھی کمینہ پن ہے اور راز کے پوشیدہ رکھنے کا حال ہم باب آداب صحبت مین لکھ چکے ہین ضرورت دوبارہ لکھنے کی نہین

تیرہوین آفت جھوٹا وعدہ کرنا ہے زبان وعدہ کے لیے پیش قدمی کیا کرتی ہے مگر نفس پر پورا کرنا گوارا ہوتا ہے تو وعدہ جھوٹا ہوجاتا ہے اور یہ امر نفاق کی علامت ہوجاتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ کرنا عطا مین شمار ہے اور فرمایا الوای مثل الدین یعنے وعدہ بھی ایک طرح قرض ہے اور خداوند کریم نے اپنے نبی آسمعیل علیہ السلام کی تعریف اپنی کتاب مجید مین یون فرمائی انہ کان صادق الوعد روایت ہے کہ ایک جگہہ مین ایک شخص سے وعدہ کیا تھا وہ شخص بھولے سے وہان بائیس برس تک آیا آپ اوسکے انتظار مین اتنی مدت وہان ہی رہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رض کو جب موت کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ ایک قریشی شخص نے مجھسے میری لڑکی کی درخواست کی تھی اور مینے کچھ مذبذب وعدہ کرلیا تھا پس بخدا مین خدا کے سامنے تہائی نفاق لیکر نہ جاؤنگا تم گواہ رہو کہ مینے اوس شخص کو اپنی لڑکی بیاہ دی اور عبداللہ بن ابی الحمسا روایت کرتے ہین کہ مینے قبل بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا تھا اور آپ کا کچھ دام

میری طرف رہ گیا تھا میں نے عرض کیا کہ ابھی لائے دیتا ہوں آپ یہاں ٹھہرے
مگر میں اوس روز اور اگلے روز بھول گیا تیسرے روز جو آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اوسی جگہ پایا آپ نے فرمایا کہ میاں صاحب آپ نے تو بڑی مصیبت میں جان ڈالی کہ یہاں
تین روز سے تمہارے انتظار میں ہوں اور ابراہیم بن ادہم سے روایت ہے کسی نے
دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کر جاوے اور میعاد پر نہ آوے تو کیا کرے آپ نے
فرمایا کہ یہانتک انتظار کرے کہ نماز آئندہ کا وقت آجاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جب کسی سے وعدہ فرماتے تو شاید کا لفظ فرماتے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ ہر ایک وعدہ
کے ساتھ انشاء اللہ کہا کرتے تھے اور یہی بہتر بھی ہے پھر اگر اسکے ساتھ پختہ ارادہ بھی ہو تو پورا
کرنا چاہیے اگر معذور نہو اور اگر وعدہ کے وقت اس امر کا قصد پختہ کر لیا کہ پورا نہیں کرونگا
تو اسکا نام نفاق ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں وہ پکا منافق ہے گو نماز روزہ ادا کرے اور زبان سے کہا جاوے
کہ میں مسلمان ہوں وہ تین باتیں یہ ہیں بات کہے تو جھوٹی وعدہ کرے تو پورا نکرے کوئی کچھ
امانت اوسکے پاس رکھ جاوے تو اوسمیں خیانت کرے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں
کہ آپ نے فرمایا جسمیں چار چیزیں ہوں وہ منافق کامل ہے اور جسمیں ایک چیز ان میں کی ہو اوسمیں
اوسیقدر نفاق بھی ہوگا جب تک کہ اوسکو ترک نکرے اول یہ کہ بات کہے تو جھوٹی کہے دوسرے
وعدہ کو خلاف کرے سوم عہد کرکے فریب دغا کرے چہارم خصومت کیوقت گالیاں سنادے اور یہ
اوسیکا حال ہے کہ وعدہ کرتے وقت نیت وفا کی نہوئے عذر وفا نکرے مگر جو شخص وعدہ کی وقت
پورا کرنیکا ارادہ رکھتا ہو اور کسی عذر کے باعث پورا نکرے گا وہ منافق نہوگا اگرچہ صورت نفاق
ہی کی سی آپڑی ہے اس لیے جیسا کہ نفاق اصلی سے بچنا ضرور ہے اسیطرح اس صورت نفاق سے
بھی احتراز واجب ہے اور بے ضرورت شدید اپنے نفس کو معذور نہ کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ابوالہیثم بن التیہان کو ایک غلام دینے کا وعدہ فرمایا تھا جب غنیمت میں تین غلام
آئے تو دو آپ نے دیڈالے ایک رہ گیا حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں اور عرض کیا کہ دیکھیو
میرے ہاتھ میں چکی پیستے پیستے گھٹے پڑ گئے ہیں یہ غلام مجکو عنایت ہو آپ کو وعدہ ابوالہیثم
کا یاد آگیا اور صاحبزادی کو فرمایا کہ اگر تمکو غلام دیدوں تو وعدہ خلاف ہوگا غرض وہ غلام
ابوالہیثم ہی کو مرحمت فرمایا اور حضرت فاطمہؓ کو وعدہ پر ترجیح ندی باوجودیکہ اونکا کارک انھوں نے

لگتی ہوتے تھے اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی غنیمت حنین مین تقسیم فرماتے
تھے ایک آدمی آکر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھسے ایک وعدہ فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ سچ ہے
ہو جو تجھکو چاہیے وہ لے لے اوسنے اسی بھیڑین مع اونکے چرانے والے کے پسند کین آپ نے دیدین
اور فرمایا کہ تو نے کچھ بھی نہ مانگا تجھسے تو وہ عورت زیادہ ہشیار تھی جس نے حضرت موسی علیہ
السلام کو یوسف علیہ السلام کی ہڈیان بتلائین تھین جب حضرت موسی نے اوس سے کہا تھا کہ مانگ کیا مانگتی
ہے اوسنے کہا کہ میرا سوال یہ ہے کہ مین پھر سے جوان ہو جاؤن اور آپ کے ساتھ جنت مین
جاؤن کہتے ہین کہ لوگون کو اوس شخص کا مانگنا حضرت سے ایسا کم معلوم ہوا کہ اوسکی حرص بھی
ضرب المثل ٹھہرائی اشح من صاحب الثمانین والراعی ہے اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلف وعدہ اسکا نام نہین ہے کہ آدمی وعدہ
کرلے اور نیت مین ہو کہ اوسکو پورا کرونگا اور دوسری روایت مین ہے کہ جب آدمی
دوسرے سے وعدہ کرے اور نیت پورا کرنیکی ہو مگر کسی مانع سے نہ پورا کرسکے تو اوسپر کچھ گناہ نہین

چودھوین آفت جھوٹ بولنا اور قسم کھانی اور یہ عیب فاحش اور گناہ عظیم ہے اسمعیل
بن اوسط کہتے ہین کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مین نے حضرت ابوبکر صدیق
سے سنا کہ خطبہ مین فرماتے تھے کہ اول سال ہجرت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہ کھڑے
ہوئے جہان مین کھڑا ہون یہ فرما رہے تھے اتنا کہکر حضرت صدیق رض رونے لگے

در تمام عمر خم ابروی تو چون یاد آمد	حالتی رفت کہ محراب بفریاد آمد

پھر یہ حدیث بیان فرمائی ایاکم والکذب فانہ مع الفجور وھما فی النار وعلیکم بالصدق
فانہ مع البر وھما فی الجنۃ اور حضرت ابوامامہ یون روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا
کذب ایک دروازہ ہے نفاق کے دروازون مین سے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین
کہ اختلاف ظاہر و باطن اور قول و فعل اور مدخل و مخرج کا نفاق کہلاتا ہے اور جس اصل
پر کہ اسکی بنیاد ہے وہ جھوٹ ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ کبرت خیانۃ ان تحدث
اخاک حدیثا ھو لک بہ مصدق وانت لہ بہ کاذب اور حضرت ابن مسعود
سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لا یزال العبد یکذب ویتحری الکذب حتی
یکتب عند اللہ کذابا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو شخصون پر ہوا
کہ وہ ایک بکری کا معاملہ کر رہے تھے ایک قسم کہہ رہا تھا کہ مین اتنے سے کم نہ لونگا

اور دوسرا یہ قسم کھاتا تھا کہ مین اتنے سے زیادہ نہ دونگا پھر جو آپ نے ملاحظہ فرمایا تو وہ
بکری خریدار نے مول لے لی آپ نے فرمایا کہ ان مین سے ایک پر گناہ اور کفارہ دونون
لازم ہوئے اور نیز آپ نے فرمایا ہے اَلْکَذِبُ یَنْقُصُ الرِّزْقَ اور فرمایا اَلتُّجَّارُ ہُمُ الْفُجَّارُ اور فرمایا
فاجر ہوتے ہین لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام
پس انکے فاجر ہونیکا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ قسم کھا کھا کر گناہ گار ہوتے ہین
اور کچھ کہتے ہین تو جھوٹ بولتے ہین اور فرمایا کہ تین شخص ایسے ہین جن سے خدا تعالی
قیامت کے دن بات نکریگا اور نہ اونپر نظر شفقت ہوگی ایک وہ کہ کسی کو کچھ دیکر احسان جتاوے
دوسرا وہ کہ جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچے تیسرا وہ پاجامہ ٹخنون سے نیچے رکھے اور فرمایا
کہ اگر کوئی خدا کی قسم کھا کر کچھ کہے اور مچھر کے پر کے برابر اوسمین اپنی طرف سے کوئی چیز
ملا دے تو اوسکے دل پر ایک سیاہ دھبا قیامت تک رہیگا اور حضرت ابو ذر رض روایت کرتے
ہین کہ آپ نے فرمایا تین آدمیون کو اللہ تعالی دوست رکھتا ہے ایک وہ کہ صف قتال
مین اپنا سینہ بھر اکر کھڑا ہو جاوے یہان تک کہ یا شہید ہو یا اوسکی جیت ہو دوسرے وہ کہ
کسی موذی کی پڑوس مین رہکر اوسکی ایذا پر صبر کرے حتی کہ موت یا سفر کے سبب دونون
مین جدائی ہو جاوے اور ایک وہ شخص کہ سفر مین ایک قافلہ کے ساتھ ہو اور وہ اتنا چلے کہ
زمین پر لیٹنے سے ترس گئے ہون اور پڑ رہے اس شخص نے کنارہ ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی
تا کہ کوچ کیوقت اونکو جگا دے اور تین آدمیون سے خدا دشمنی رکھتا ہے ایک سوداگر
یا بیچنے والا کہ بہت قسم کھاوے دوسرا فقیر متکبر تیسرا بخیل جو دیکر احسان جتاوے اور فرمایا
وَیْلٌ لِّلَّذِیْ یُحَدِّثُ فَیَکْذِبُ لِیُضْحِکَ بِہِ الْقَوْمَ وَیْلٌ لَّہٗ وَیْلٌ لَّہٗ اور فرمایا کہ مین نے یہ
خواب دیکھا کہ گویا ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھسے کہا کہ چل مین اوسکے ساتھ ہو لیا
اتنے مین دو آدمیونکو دیکھا کہ ایک بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا اور اس دوسرے کے ہاتھ مین
ایک لوہے کا آنکڑا ہے کہ بیٹھے ہوے کی باچھہ مین ڈالکر اتنا چیرتا ہے کہ وہ اوسکے کندھے
تک آ جاتی ہے پھر دوسری باچھہ مین ڈالکر ایسا ہی کرتا ہے اتنے مین پہلی باچھہ جون کی تون ہو جاتی
پس جو شخص مجھکو لیگیا تھا اوس سے مین نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہوا اوسنے جواب دیا کہ یہ دروغگو
آدمی ہے اسکو قیامت تک یہی عذاب قبر مین ہوتا رہیگا اور عبداللہ بن جراد سے روایت ہے
کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مومن زنا کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ کبھی ایسا

بھی ہوتا ہے میں نے عرض کیا کہ مومن جھوٹ بولتا ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں بعد اسکے یہ آیت پڑھی إِنَّمَا
يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ اور ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
آپ کو سنا کہ یوں دعا مانگتے تھے اللَّهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِي مِنَ النِّفَاقِ وَفَرْجِي مِنَ الزِّنَا وَلِسَانِي
مِنَ الْكَذِبِ اور ایک حدیث میں وارد ہے ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ
وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ اور عبد اللہ بن عامرؓ
فرماتے ہیں کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لاتے ہیں اوسوقت
لڑکا تھا کھیلنے چلا گیا میری ماں نے پکارا کہ یہاں آ یہ لے آپ نے فرمایا کہ کیا دینے کو بلایا ہے
اونہوں نے عرض کیا کہ خرما آپ نے فرمایا کہ اگر تم کچھ نہ دیتیں تو ایک جھوٹ تمپر لکھا جاتا
اور نیز فرمایا اگر اللہ میرے اوپر فضل کرے اور ان کنکروں کے برابر اونٹ غنیمت میں
دیوے تو میں سب تمکو دیڈالوں اور تمکو معلوم ہو جاوے کہ میں بخیل اور نامرد اور دروغ گو
نہیں ہوں اور ایکبار آپ تکیہ لگاتے ہوئے تھے فرمایا کہ تمکو سب میں بڑا کبیرہ بتاتا ہوں
شرک خدا اور نافرمانی والدین ہے پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ہاں کہ جھوٹا قول
بھی سب میں بڑا کبیرہ ہے اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب آدمی جھوٹ
بولتا ہے تو ایسی بو اوسکی پھیلتی ہے کہ فرشتہ ایک کوس دور چلا جاتا ہے اور حضرت انسؓ
فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر چھ باتیں میری مان لو تو میں تمہارے لیے جنت کا کفیل
ہوتا ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا ہیں آپ نے فرمایا ایک کہ جب بات کہو جھوٹ نہ بولو
دوسرے یہ کہ وعدہ کرو تو خلاف نکرو تیسرے یہ کہ امانت میں خیانت نکرو چوتھے یہ کہ بدنگاہ
نکرو پانچویں یہ کہ ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دو چھٹے یہ کہ شرم گاہ کی حفاظت رکھو اور فرمایا
کہ شیطان کے لیے چٹنی اور سرمہ اور خوشبو مقرر ہے اوسکی چٹنی تو
جھوٹ ہے اور کثرت خواب سرمہ اور غضب خوشبو اور حضرت عمرؓ نے
اپنے خطبہ میں ایک روز فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں میں کھڑا
ہوں یہاں کھڑے ہو کر یوں فرماتے تھے أَحْسِنُوا إِلَى أَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِينَ
يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتَّى يَحْلِفَ الرَّجُلُ عَلَى الْيَمِينِ وَلَمْ يُسْتَحْلَفْ
وَيَشْهَدَ وَلَمْ يُسْتَشْهَدْ اور ایک حدیث میں ہے کہ مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ وَهُوَ يَرَى
أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِينَ اور فرمایا مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بِإِثْمٍ لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ

بِغَیْرِ حَقٍّ لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ اور روایت ہے کہ آپ نے ایکبار ایک شخص کی شہادت صرف ایکدفعہ کے جھوٹ کے سبب رد فرمادی اور نیز فرمایا کہ کُلُّ خَصْلَۃٍ یُطْبَعُ اَوْ یُطْوٰی عَلَیْھَا الْمُؤْمِنُ اِلَّا الْخِیَانَۃَ وَالْکَذِبُ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی بری عادت نہ معلوم ہوتی تھی اور آپ کا دستور یہ تھا کہ جب کسی اصحاب کا دروغ معلوم ہوتا تھا تو دل مین سے کدورت نجاتی تھی جبتک کہ یہ معلوم ہوکہ اوسنے نئے سرسے خدا کے سامنے جھوٹ سے توبہ کی اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ تیری بندون مین باعتبار عمل کے کون اچھا ہے ارشاد ہوا کہ جسکی زبان جھوٹ نہ بولے اور قلب فجور نہ کرے اور شرمگاہ زنانہ کرے اور حضرت لقمان ح نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ جھوٹ مت بولنا گو وہ چڑیا کے گوشت کی طرح مزہ دار ہوتا ہے الا تھوڑی سی بات مین متکلم کو اوسکی برائی معلوم ہوجاتی ہے اور سچ بولنے کی تعریف مین یہ حدیث وارد ہے کہ اَرْبَعٌ اِذَا کُنَّ فِیْکَ فَلَا یَضُرُّکَ مَا فَاتَکَ مِنَ الدُّنْیَا صِدْقُ حَدِیْثٍ وَحِفْظُ اَمَانَۃٍ وَحُسْنُ خُلُقٍ وَعِفَّۃُ طُعْمَۃٍ اور حضرت معاذ فرماتے ہین کہ آپ نے مجکو ارشاد فرمایا اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَصِدْقِ الْحَدِیْثِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَۃِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَھْدِ وَبَذْلِ الطَّعَامِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ اور اس باب مین آثار بھی بہت وارد ہین چنانچہ حضرت علی رض فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک بڑی خطا زبان کاذب ہے اور سب سے زیادہ ندامت قیامت کے روز کی پشیمانی ہے اور عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جب سے مجکو تمیز پاجامہ باندھنے کی ہوئی ہے مین کبھی جھوٹ نہین بولا اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب تک ہم سے ملاقات نہین ہوتی تب تک تو تم مین سے زیادہ اچھا وہ معلوم ہوتا ہی جسکا نام اچھا ہو اور جب ملاقات ہوجاتی ہے تو وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو عادت اچھی رکھتا ہو اور معاملہ کرنیکے بعد وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو بات کا سچا امانت کا پکا ہو اور میمون بن ابی شبیب فرماتے ہین کہ ایک روز مین خط لکھتا تھا ایک ایسا لفظ معلوم ہوا کہ اگر اوسکو لکھدون تو خط کی زینت ہوجاوے مگر اوسکے ساتھہ ہی جھوٹ بھی ہو مینے ارادہ اوسکو چھوڑ دیا اوسیوقت گھر کی ایک طرف سے آواز آئی یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اور حضرت شعبی رض فرماتے ہین کہ مجکو معلوم نہین کہ دوزخ مین بخل اور جھوٹ مین سے کونسا دور پڑے گا اور ابن السماک رح فرماتے ہین کہ مجکو یہ گمان ہے کہ جھوٹ چھوڑنے سے مجکو کچھ ثواب نہوگا کیونکہ مین اوسکو دنیا کی حمیت کے لیے چھوڑتا ہون

اور خالد بن صبیح سے کسی نے پوچھا کہ کیا ایک دفعہ کے جھوٹ بولنے سے بھی آدمی جھوٹا کہلاتا ہے
اونھوں نے فرمایا کہ بیشک اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ کسی کتاب میں میری نظر سے گذرا ہے
کہ واعظ کا وعظ اوسکے عمل سے مطابق کیا جاویگا اگر عمل ویسا ہی ہوا تو خیر اور اگر جھوٹ ہوا تو اوسکے
ہونٹھ آگ کی مقراضون سے کاٹے جاوین گے جتنی دفعہ کٹیں گے پھر ویسے ہی ہو جاوین گے
اور یہ بھی اونھیں کا قول ہے کہ سچ اور جھوٹ آدمی کے دل میں لڑتے رہتے ہین یہان تک
کہ ایک غالب ہو کر دوسرے کو نکال دیتا ہے اور ایک بار عمر بن عبد العزیز رح نے ولید بن عبد الملک
سے کچھ کہا اوسنے کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہین اونھون نے فرمایا کہ بخدا جب سے کہ مجھے معلوم
ہوا ہے کہ جھوٹ سے جھوٹے آدمی کو عیب لگتا ہے تب سے میں نے کبھی جھوٹ نہین بولا +

فائدہ اون مقامات کا ذکر جہان جھوٹ بولنے کی اجازت ہے واضح ہو کہ جھوٹ اپنی
ذات سے حرام نہین بلکہ اس جہت سے حرام ہے کہ اوس سے دوسرے کو ضرر پہنچتا ہے اس لیے
کہ ادنی مرتبہ یہ ہے کہ مخاطب ایک خلاف اصل بات کا اعتقاد کرے اور حقیقت شے سے جاہل رہے
اور اسمے کبھی دوسرے کا نقصان بھی ہو جاتا ہے پس اگر حقیقت امر کے جاہل رہنے میں نفع اور
مصلحت معلوم ہو تو جھوٹ کی اجازت ہونی چاہیے بلکہ بعض صورتون مین واجب ہونا چاہیے
میمون بن مہران کا قول ہے کہ جھوٹ بعض مقامات میں سچ سے اچھا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص
بھاگ کر ایک گھر مین تمہارے سامنے چھپ جاوے اور دوسرا شخص اوسکو ناحق مار ڈالنے کے لیے
تلوار لیے پیچھے سے آوے اور تم سے پوچھے کہ فلانا شخص کہان ہے تو ایسی صورت مین جھوٹ بولنا
واجب ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو عمدہ مقصود جھوٹ اور سچ دونوں سے حاصل ہو سکتا ہے
تو وہان جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر صرف جھوٹ ہی سے وہ مطلب حاصل ہو سکتا ہو تو
جھوٹ مباح ہے بشرطیکہ وہ مطلب بھی مباح ہوا اور اگر مطلب واجب ہے تو جھوٹ بھی واجب ہے
جیسا کہ اوپر کی مثال میں خون ناحق سے بچانا واجب تھا تو جھوٹ بولنا بھی وہان واجب ہوا
اور چونکہ مقصود لڑائی کا اور آپس مین صلح کرا دینا بدون جھوٹ کے راست نہین آتا تو ایسے مقامات
مین جھوٹ بولنا مباح ہے مگر حتی الوسع اس سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ جھوٹ کی عادت ہو جانے
سے اس بات کا خوف ہے کہ جس جھوٹ کی حاجت نہو وہ بھی زبان سے نکلجاوے یا مقدار
ضرورت سے زیادہ کہدے اس سے معلوم ہوا کہ اصل مین جھوٹ حرام ہے مگر ضرورت کے لیے
جائز ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت ام کلثوم سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

کبھی نہین سنا کہ جھوٹ کی اجازت دی ہو مگر تین جگہ مین ایک کہ دو شخصون کے درمیان صلح کرنے مین دوسری لڑائی مین تیسرے میان بی بی کے آپسمین اور یحیی وغیرہ سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا لَیْسَ بِکَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَقَالَ خَیْرًا اَوْ نَمٰی خَیْرًا اور اسماء بنت یزید سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا کُلُّ الْکِذْبِ یُکْتَبُ عَلٰی بْنِ اٰدَمَ اِلَّا رَجُلٌ کَذَبَ بَیْنَ مُسْلِمَیْنِ لِیُصْلِحَ بَیْنَهُمَا اور حضرت ابو کاہل رض روایت کرتے ہین کہ دو اصحاب مین گفتگو بڑھی یہان تک کہ کشت وخون پر تیار ہوے مجھسے جو ایک صاحب ملے تو مین نے اون سے کہا کہ تم فلان شخص سے کیون لڑتے ہو وہ تو تمھاری تعریف کرتے تھے پھر دوسرے سے ملکر ایسا ہی کہا یہان تک کہ دونون مین صلح ہوگئی پھر مین نے اپنے دل مین سوچا کہ مین نے ان دونون کو راضی کر دیا مگر میری جان کو بنی کہ جھوٹ بولا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابو صالح آپسمین صلح کرانا چاہیے گو جھوٹ سے ہی ہو اور عطاء بن یسار فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین اپنی زوجہ سے جھوٹ بولا کرون آپ نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ مین خیر نہین اوسنے عرض کیا کہ مین اوس سے وعدہ کر لیا کرون فرمایا کہ اسکا مضائقہ نہین اور روایت ہو کہ عہد خلافت حضرت عمر رضہ مین ایک شخص ابو عزرہ دؤلی کا بیٹا تھا اوسکی عادت یہ تھی کہ عورتون سے نکاح کرکے خلع کرا لیا کرتا تھا لوگون مین اسکا چرچا ہوا تو حضرت عمر رضہ کو برا معلوم ہوا جب اوسکو اطلاع ہوئی تو عبد اللہ بن ارقم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آیا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ مین تجکو قسم دیتا ہون کہ تو مجھسے بغض رکھتی ہے یا نہین اوسنے جواب دیا کہ قسم سے مت پوچھو اوسنے کہا کہ قسم ہی سے پوچھتا ہون سچ بتانا اوسنے کہا کہ بغض تو رکھتی ہون اوسنے ابن ارقم سے کہا کہ آپ نے اسکا قول سنا پھر دونون حضرت عمر رض کی خدمت مین آئے اور اوسنے عرض کیا کہ آپ سب لوگ فرماتے ہین کہ مین اپنی زوجہ پر ظلم کرتا ہون اور چھوڑ دیتا ہون آپ ابن ارقم سے پوچھیے آپ نے اون سے حال پوچھا اونھون نے ماجرا بیان کیا تب آپ نے اوسکی عورت کو بلوایا وہ اور اوسکی پھوپھی حاضر ہوئین آپ نے اوس سے پوچھا کہ تو نے ہی اپنے خاوند سے کہا کہ مین تجکو برا جانتی ہون اوسنے عرض کیا کہ حضرت مین نے ابھی توبہ کرکے رجوع الی اللہ کیا ہے اس نے مجھسے قسم دیکر پوچھا اسواسطے مین جھوٹ نہ بول سکی کیا مین جھوٹ بولا کرون آپ نے فرمایا کہ البتہ اگر عورتون کو مرد پسند نہ آوے تو اوس سے ہرگز ذکر نہ کرین کیونکہ گھر کی آبادی دوستی پر منحصر ہے لوگون کو چاہیے

کہ اسلام اور احسان کے ساتھ زندگی کریں اور ثوبان بن سمعان کلابی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا
مَا لِیْ اَرَاکُمْ تَتَهَافَتُوْنَ فِی الْکِذْبِ تَهَافُتَ الْفَرَاشِ فِی النَّارِ کُلُّ الْکِذْبِ یُکْتَبُ عَلٰی ابْنِ
اٰدَمَ لَا مَحَالَةَ اِلَّا اَنْ یَّکْذِبَ الرَّجُلُ فِی الْحَرْبِ فَاِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ اَوْ یَکُوْنُ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ
شَحْنَاءُ فَیُصْلِحُ بَیْنَهُمَا اَوْ یُحَدِّثُ امْرَاَةً یُرْضِیْهَا اور حضرت ثوبان فرماتی ہیں کہ سب جھوٹ بولنے
میں گناہ ہوتا ہے مگر اوسمیں کہ کسی مسلمان کا فائدہ یا دفع ضرر ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے
ہیں کہ جب میں کوئی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتا ہوں تو آسمان سے گرنا اچھا
معلوم ہوتا ہے اوسمیں جھوٹ بولنا اچھا نہیں معلوم ہوتا اور جب آپس کی نزاع کی کچھ بات
کہتا ہوں تو لڑائی میں فریب ہوتا ہے پس یہ تین مقام حدیث میں مستثنیٰ ہوئے ہیں اور اگر کوئی
اور جگہ بھی ایسی ہی ہو کہ جسمیں اسکا یا دوسرے کا مقصود صحیح نکلتا ہو وہ بھی اسمیں داخل ہے مثلاً
کوئی ظالم کسی کو پکڑ کے پوچھے کہ تیرا مال کہاں ہے تو اسکو کہنا جائز ہے کہ میں نہیں جانتا یا کوئی زبردست
حاکم پکڑ کر پوچھے کہ کوئی اپنا فعل شنیع جو خفیہ کیا ہو اوسکو ظاہر کر تو جائز ہے کہ انکار کر دے اور
کہدے کہ میں نے نہ کبھی زنا کیا نہ شراب پی وغیرہ اس لئے کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی
ان پلید چیزوں کا مرتکب ہو جاوے تو اوسکو چاہیے کہ پوشیدہ رکھے خدا اوسکے عیب چھپاوے گا
اور ایک اور وجہ یہ ہے کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی ایک گناہ ہے تو ضرور ہوا کہ آدمی اپنے نفس و مال کو
ظالم سے بچاوے اور اپنی عزت کو زبان سے محفوظ رکھے گو دروغ ہی سے ہو اور دوسرے شخص کے
مطلب کے لیے جھوٹ بولنے کی یہ مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کا راز پوچھنا چاہے تو کہدے
کہ میں نہیں جانتا یا دو شخصوں میں صلح کرا دے جیسا کہ پہلے گذرا یا دو سوتوں میں صلح کرا دے کہ ہر ایک کو
یہ کہدے کہ میں تجھی کو زیادہ چاہتا ہوں یا عورت کی رضا کے واسطے کسی ایسی چیز کا وعدہ کر لے جو اپنی طاقت
سے زیادہ ہو یا کسی شخص سے عذر کرے اور جان لے کہ جب تک یہ کہوں گا کہ آگے کو پھر ایسی خطا ہوگی
اور زیادہ دوستی نہ جتلاؤں گا تب تک وہ نہیں مانیگا تو جھوٹ بولنے میں کچھ مضائقہ نہیں مگر چونکہ
جھوٹ بولنا برا ہے اگر سچ بولنے سے ان جگہوں میں خرابی ہوتی ہو تو چاہیے کہ دونوں برائیوں کو
مقابلہ کر کے اچھی طرح دیکھ لے اگر سچ بولنے سے برائی میں زیادہ ہوتی ہو بہ نسبت جھوٹ
بولنے کے تو جھوٹ بولے اور اگر جھوٹ بولنے سے مقصود کم حاصل ہوتا ہو بہ نسبت سچ
بولنے کے تو سچ بولنا واجب ہے اور بعض اوقات دونوں امر ایسے مساوی ہیں کہ اونمیں تردد ہو جاتا ہے
اس صورت میں سچ بولنا ہی چاہیے اس لیے کہ جھوٹ ضرورت یا حاجت مہم کے واسطے مباح ہے

پس اگر حاجت کی اہم ہونے مین تردد ہو تو اصل مین جھوٹ حرام ہے ایسی جگہہ اصل ہی کیطرف رجوع چاہیے
اور ان حاجات کے مراتب مقاصد کی بہت باریک ہین کہ ہر کسیکو معلوم نہین ہو سکتی لہذا انسان کو حتی الوسع جھوٹ سے
احتراز چاہیے بلکہ اگر اپنی حاجت بھی ہو تو اوسکو ترک کرے اور جھوٹ سے باز آوے لیکن اگر دوسرے کا مطلب ہو
تو اوسکی لیے چشم پوشی اور ضرر ناحق پہونچانا نہین چاہیے اور آج کل جو لوگ جھوٹ بولتے ہین تو صرف اپنے حظ
نفسانی کے لیے اور زیادتی مال وجاہ کے لیے بولتے ہین اور وہ ایسی باتین ہوتی ہین کہ اگر فوت ہو جاوین
تو کچھ خرابی لازم نہین آتی یہانتک کہ عورت مثلاً اپنی سوت کی جلانے کو ایسی باتین جھوٹی خاوند کیطرف نسبت کرتی ہے
کہ اوسکو یقین ہو جاوے مثلاً کہدیتی ہے کہ مجھے اتنا زیور بنا دیا یا کپڑے بنا دیے وغیرہ ایسا جھوٹ حرام ہے
چنانچہ اسما بنت یزید روایت کرتی ہین کہ عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ایک
سوت ہے مین اوسکے جلانے کو کہدیتی ہون کہ خاوند نے مجھکو بہت کچھ دیا ہے تو مجھپر کچھ گناہ ہوگا آپ نے فرمایا
کہ جسکو کچھ نہین ملتا اور کہتا ہے کہ مجکو ملا وہ ایسا ہے کہ کپڑے مین فریب دینے کے لیے آستین یا پردہ دوسرا
لگائے جسمین لوگونکو معلوم ہو کہ دو کپڑے پہنے ہوئے ہے اور یہ بھی حدیث مین وارد ہے مَن يُطعِمُ لا يَطعَم
او قال لي ولَيس له او اُعطيتُ ولم يُعط كان كلابسِ ثوبَي زورٍ يوم القيامة اور اسمین یہ بھی داخل ہے کہ کوئی
عالم بلا تحقیق کچھ فتوے دیدے اور جس حدیث کا کچھ ثبوت معلوم نہین اوسکو روایت کرے کیونکہ سارا مطلب
اوسکا یہ ہوتا ہے کہ اپنا فضل ظاہر ہو اسی واسطے یہ منہ سے نہین نکلتا کہ مین نہین جانتا اور یہ حرام ہے اور عورتون
ہی کا سا حکم لڑکونکا ہے وہ بھی بلا ترغیب وعدہ یا جھوٹے ڈر آدمی کے مکتب مین نہین جاتا ہیں اوسکی لیے ایسا
کرنا مباح ہے ہان اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح کے امر سے بھی جھوٹ نامہ اعمال مین لکھا جاتا ہے
لیکن کذب مباح کا بھی حساب کتاب ہوتا ہے اور اس بات کی بازپرس ہوتی ہے کہ مقصود اسکا صحیح تھا
یا نہین پھر معاف ہو جاتا ہے اسلیے کہ قصد اصلاح کے لیے اوسکو مباح ٹھہرایا گیا ہے مگر اسمین دہوکا بڑا
پڑتا ہے کیونکہ اوسکا باعث کبھی اپنی غرض نفسانی ہی ہوتی ہے اور اصلاح کے بہانہ سے جھوٹ کا مرتکب
ہوتا ہے حالانکہ اوسکی حاجت نہین ہوتی اسیواسطے اسطرح کے جھوٹ نامہ اعمال مین درج ہوتی ہین غرض
کہ جو آدمی جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہے تو اوسکو یہ دقت آپڑتی ہے کہ جس سبب سے جھوٹ بولا ہے وہ شرعاً بہ نسبت
سچ بولنے کے اہم اور مقصود تھا یا نہین اور اس بات کا معلوم ہونا بہت مشکل ہے تو احتیاط اسی مین ہے
کہ جھوٹ نہ بولے الا اوس صورت مین کہ واجب ہو جاوے اور کسیطرح اوسکا چھوڑنا جائز نہو مثلاً جھوٹ
نہ بولنے سے کسی کی گردن ناحق ماری جاتی ہو یا گناہ عظیم مین مبتلا ہوتا ہو تو یہان جھوٹ بولنا ہی واجب ہے
اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ فضائل اعمال اور سختی معصیت کے باب مین احادیث کا وضع کرنا درست ہے

اور اونکا گمان یہ ہے کہ اسکا مقصود صحیح ہے پس یہ بڑی خطا ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ اور اس حدیث پر بے ضرورت عمل چھوڑا نہیں جاتا
اور وعدہ و وعید کے لیے کچھ ضرورت وضع احادیث کی نہیں اسلیے کہ جو مضامین احادیث و آیات صحیحہ میں
وارد ہیں وہ کیا تھوڑے ہیں جو جھوٹی احادیث کی ضرورت ہو اور یہ جو لوگ بیان کرتے ہیں کہ احادیث و آیات
صحیحہ کو سنتے سنتے اونکا رعب جاتا رہا ہے اور خوف اتنا نہیں ہوتا جتنا نئے مضمون سے حاصل ہوتا ہے تو یہ خیال
خام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خداوند کریم پر افترا کرنے سے کوئی گناہ بڑھکر نہیں اور اس سے ایسے امور
بھی واقع ہوتے ہیں کہ بالکل شریعت کو درہم برہم کردیں تو نیکی برباد و گناہ لازم کا مضمون ہوتا ہے حضرت کا
جھوٹ اور افترا ایسا گناہ کبیرہ ہے کہ اوسکے سامنے سب گناہ گرد ہیں خدا ہمکو اور سب مسلمانوں کو اس سے بچاوے

تنبیہ اس بات کی بیان میں کہ کنایۃً بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے جاننا چاہیے کہ سلف کا قول ہے کہ کنایۃً جھوٹ
بولنا کذب نہیں کہلاتا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر آدمی کنایۃً کچھ جھوٹ کہے تو کذب سے
بچ جاتا ہے اور اسیطرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے مگر ان لوگوں کی غرض یہ ہے
کہ جب آدمی جھوٹ بولنے کے واسطے مضطر ہو تو کنایۃً کہے ورنہ بلا ضرورت و حاجت جھوٹ بولنا نہ صراحۃً جائز ہے
نہ کنایۃً گو کنایۃً میں آسانی ہے اور مثال کنایۃً کی یہ ہے کہ مطرف ایک بار زیاد کے پاس گئے اونے کہا کہ دیر
کیوں آئے تو ایک مرض کا بہانہ کرکے کہا کہ جب سے میں تمہارے پاس سے گیا تھا کروٹ نہیں لی الا ماشاء اللہ
یا کسی آدمی سے تمہاری طرف سے کسی نے کچھ کان بھر دیے اور تمکو منظور ہوا کہ جھوٹ نہ بولیں تو اوسوقت ایسا
جواب دو کہ وہ کچھ اور سمجھے اور تمہارا مطلب کچھ اور ہو تو یہ کنایہ کہلاویگا غرض کنایۃً اوسے کا نام ہے کہ سامع
اوس سے کچھ سمجھے اور متکلم کا مطلب کچھ اور ہو مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضہ حضرت عمر رضہ کے عہد میں ایک
جگہ کے عامل تھے جب وہاں سے آئے تو اونکی بی بی نے کہا کہ جیسے اور عامل اپنے گھر کچھ لاتے ہیں تم بھی لائے
یا نہیں اونھوں نے جواب دیا کہ میرے ساتھ ایک ناظر مقرر تھا اونکی مراد یہ تھی کہ خدا تعالے ناظر تھا مگر اونکی
بی بی نے سمجھا کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکے ساتھ کسیکو نگہبانی کے لیے بھیجا ہوگا اس خیال سے کہنے لگی
کہ سبحان اللہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امین تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک
امین تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ ناظر مقرر کیا یہ چرچا تمام عورتوں میں پھیلایا یہانتک کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے بھی جاکر شکایت کی آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ میں نے کب تمہارے
ساتھ ناظر بھیجا تھا اونھوں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کے بھیجنے کا تو ذکر نہیں کیا یہ کہا تھا کہ میرے ساتھ ناظر
تھا اور اسکے سوا کوئی اور حیلہ عذر نہ سوجھا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور اونکو کچھ عنایت فرما کر کہا

کرلو اور اپنی بی بی کو (یعنی کمر و اور نخعی رحمہ اللہ اپنی بیٹی سے یہ کبھی نہ کہتے کہ مین تجھے شکر لے دونگا بلکہ یون کہتے کہ اگر مین تجھے شکر لے دون کیونکہ اکثر اونکو خریدنے کا اتفاق نہوتا تھا اور بعض اوقات جو کوئی پکارنے آتا اور اوسکے واسطے نکلنا گھر سے منظور نہوتا تو لونڈی سے کہدیتے کہ کہدے کہ مسجد مین تلاش کرو اور یہ مت کہو کہ یہان نہین ہین تاکہ جھوٹ نہو جاوے اور شعبی رح کا یہ دستور تھا کہ جسکے لیئے نکلنا منظور نہوتا اپنے پاس ایک دائرہ کھینچتے اور لونڈی سے فرماتے کہ اس دائرہ مین انگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہین ہین جاہل یہ تمام باتین کنایہ کی ضرورت وحاجت کیوقت مین ورنہ بلے ضرورت انکا ارتکاب بھی نہین چاہیے کیونکہ ایک حیلہ وبناوٹ ہے اسسے دوسرا شخص خلاف واقع سمجھتا ہے گو لفظون مین جھوٹ نہو تب بھی فی الجملہ مکروہ ہے عبداللہ بن عتبہ کہتے ہین کہ مین اپنے والد کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی خدمت مین گیا اور لباس اچھا پہنے ہوئے تھا جب وہان سے نکلا تو اوس کپڑے کو دیکھکر لوگ کہنے لگے کہ یہ تمکو امیرالمومنین نے عنایت کیا ہے مین نے کہا کہ اللہ تعالی اونکو جزائے خیر دیوے پس میرے باپ نے کہا کہ دیکھو خبردار جھوٹ مت کہو حالانکہ یہ جملہ کچھ جھوٹ نہ تھا مگر اس خیال سے کہ دعا بادشاہ کے حق مین اکثر انعام کے مقابلہ مین ہوتی ہے لوگ اس جملہ سے یہی سمجھتے ہونگے کہ بادشاہ نے دیا ہے تو گویا ایک جھوٹی اور بے اصل بات پر اونکو جمانا ہوا اس لیے اونکو منع کیا کہ ایسا نکرین اسمین فائدہ کیا ہے بجز اسکے کہ شیخی اور فخر ہو کہ ہمکو بادشاہ کے یہان سے یہ ملا ہان کنایات تھوڑے سے مطلبونکے لیے مزاح کے طور پر مباح ہین جیسے قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ بڑہیا بہشت مین نجاویگی اور تیرے خاوند کے آنکھہ مین سفیدی ہے اور تجکو اونٹ کے بچہ پر سوار کرینگے وغیرہ لیکن صریح جھوٹ جس سے ایسا ضرر ہو کہ دل کو ایذا پہنچے وہ حرام ہے جیسا نعیمان انصاری نے اندہے کو بہکا دیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اوس سے کہدیا کہ یہ نعیمان ہین یا جیسا لوگونکی عادت ہوتی ہے کہ بعض احمقونکو فریب دیا کرتے ہین کہ فلانی عورت تم پر عاشق ہے اور اگر ایذا منظور نہو صرف دل لگی منظور ہو تو اگرچہ فاسق تو نہین ہوتا پھر بھی درجہ ایمان سے کچھ گھٹ جاتا ہے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے لَا يَكْمُلُ لِلْعَبْدِ الْإِيمَانُ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ وَحَتّٰى يَجْتَنِبَ الْكَذِبَ فِي مُزَاحِهِ اور یہ جو حدیث مین مذکور ہے کہ آدمی بعض اوقات ایسی بات کہتا ہے کہ لوگ اوسپر ہنسین اور اوس کے سبب سے دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہے تو اس سے مراد وہی کلام ہے جسمین غیبت اور ایذا قلب ہو مطلق مزاح مراد نہین ایک جھوٹ جس سے فاسق نہین ہوتا یہ ہے کہ عادۃً بطور مبالغہ کہے مثلاً کہے کہ ہم نے تمکو سو دفعہ طلب کیا یا ہزار دفعہ یہ کہدیا کہ ایسا مت کرو تو اس سے غرض شمار عدد منظور نہین ہوتی بلکہ کثرت بطور مبالغہ مقصود ہوتی ہے پس اگر ایک ہی بار کہا یا بلایا ہو تو بیشک جھوٹ ہوگا اور اگر

ہو آپ اجازت دیتے کے لیے ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتین ہین کہ
اونہون نے بھی روزہ رکھا تھا اونکو آپ اجازت دین تو افطار کرین آپ نے منہ پھیر لیا اوسنے دوبارہ
عرض کیا دوبارہ بھی منہ پھیر لیا اوسنے پھر عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اونہون نے روزہ نہین رکھا جو آدمی
دن بھر لوگونکا گوشت کھاوے اوسکا روزہ کیسے ہوگا تو جا کر اونسے کہدے کہ تمہارا روزہ ہی تو قے
کروا وسنے اون عورتونکو حضرت کا حکم سنا دیا اونہون نے قے کی تو ہر ایک کے منہ سے جما ہوا خون نکلا اور آکر
آپکی خدمت مین ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے
اگر یہ خون کے لوتھڑے اونکے پیٹون مین رہجاتی تو اونکو دوزخ کھا جاتی اور ایک روایت مین یون ہے
کہ جب آپنے منہ پھیر لیا تو وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ بخدا وہ عورتین قریب المرگ ہین آپنے فرمایا
کہ اونکو یہان بلا لاؤ جب وہ آئین تو آپنے ایک بڑا بادیہ منگا کر ایک کو اونمین سے کہا کہ اسمین قے کر
اوسنے پیپ اور خون کی قے یہانتک کی کہ پیالہ بھر گیا پھر دوسری سے کہا کہ قے کر اوسنے بھی ویسا ہی
قے کی آپنے فرمایا کہ ان دونون نے جس چیز کو اللہ تعالے نے حلال کیا اوس سے تو روزہ رکھا اور جسکو
حرام کیا تھا اوس سے افطار کیا ایک دوسرے کے پاس بیٹھکر لوگونکا گوشت کھانا شروع کیا اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ مین ذکر سود کا فرمایا اور ارشاد کیا کہ اگر
درم سود کا آدمی لے تو خدا کے نزدیک گناہ مین چھتیس زنا سے بڑھکر ہے اور سود سے بھی بڑھکر مسلمان
آدمی کی آبرو ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپ کے ساتھ ایک سفر مین تھے پس آپ
دو قبرون پر گذرے کہ جنکے مردونکو عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ان لوگون نے کوئی بڑا گناہ نہین کیا تھا
اور عذاب ہوتا ہے ایک تو لوگونکی غیبت کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہین بچتا تھا پھر آپنے ایک تر
لکڑی یا دو منگا کر اونکو توڑا اور دونون قبرون پر گاڑدیا اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیگی اونکو عذاب مین
تخفیف رہیگی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو زنا کے باعث سنگسار کیا تھا ایک آدمی نے
اپنے ساتھی سے کہا کہ اسکو کتے کیطرح اوسی جگہ مار ڈالا پھر راہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک
مردار پر ہوا تو اون دونون شخصون کو فرمایا کہ اسمین دانت لگاؤ اونہون نے عرض کیا کہ کیا مردار مین ہم دانت
مارین آپنے فرمایا کہ جو ذکر ماعز کا تم نے کیا تھا وہ تو اس سے بھی زیادہ برا تھا غرضکہ صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین آپسمین بکشادہ پیشانی ملتے اور غیبت کسی کی نکرتے اور غیبت نہ کرنے کو افضل اعمال جانتے
اور اوسکے خلاف کو عادت منافقین تصور کرتے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو آدمی
دنیا مین اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے تو آخرت مین بھی اوسکے سامنے وہی گوشت کیا جاویگا اور حکم ہوگا

کہ جیسا زندگی میں تو نے کھایا تھا اب بھی کھا تو ناچار کھا وے گا اور منہ بنا وے گا چلا وے گا اور یہ مضمون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے اور ایک بار دو آدمی مسجد کے کسی دروازے کے پاس بیٹھے
تھے کہ وہاں کو گذرا ایک مخنث کا ہوا جسنے اپنا کام چھوڑ دیا تھا ان دونوں نے اوسکو دیکھکر کہا کہ اسمیں کچھ
کہ ابھی اسمیں اثر مخنث پنے کا باقی ہے اتنے میں نماز کے لیے تکبیر ہوئی یہ دونوں بھی جماعت میں شریک
ہوئے مگر دلمیں یہ خیال رہا کہ ہمنے اوس شخص کی نسبت ایسا کلام کہا ہے نمعلوم نماز ہوئی یا نہیں اس لیے
عطا رحمہ اللہ سے یہ ماجرا کہا اونہوں نے فرمایا کہ دوبارہ وضو کرکے پھر سے نماز پڑھو اور اگر روزہ بھی تھا
تھا تو روزہ کو بھی قضا کرو اور ویل لکل ہمزۃ لمزۃ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ ہمزہ سے وہ شخص مراد ہے کہ جو طعن و اعتراض لوگوں پر کرتے اور لمزہ سے غیبت کرنے والا مراد ہے
اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمکو ایسا پہونچا ہے کہ عذاب قبر کے تین حصہ میں ایک تہائی
تو غیبت سے ہوتا ہے اور ایک تہائی چغلی سے اور ایک تہائی پیشاب سے نہ بچنے سے اور حضرت حسن رضی
فرماتے ہیں کہ بخدا غیبت کا اثر مسلمان کے دین میں آکلہ بیماری کے اثر سے بھی زیادہ ہوتا ہے یعنی جیسا
مرض آکلہ آدمی کے تن بدن کو کھا لیتا ہے ویسے ہی غیبت دین کو چٹ کرتی ہے اور یہ بھی اونھیں کا قول
ہے کہ ہمنے سلف کو اسی حال پر پایا کہ نماز و روزہ کو کسی کو عبادت نہیں سمجھتے تھے بلکہ ترک غیبت کو
عبادت جانتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا دل چاہے کہ لوگوں کا
عیب بیان کرو تو اپنے عیب یاد کرو اور بعضوں کا قول ہے کہ تم لوگ لوگوں کی آنکھ کا تنکا بھی دیکھ
لیتے ہو مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہیں سوجھتا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ اے ابن آدم حقیقت
ایمان پر جبھی پہونچیگا کہ جو برائی تجھ میں ہے اوس پر دوسرونکو برا نہ کہے گا اور اپنی برائی کی اصلاح پہلے کریگا
اور جب پہلے اپنے نفس کی اصلاح مقدم جانے گا تو یہی شغل کافی ہے دوسرونکی طرف التفات کی
نوبت آنی بھی مشکل ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب تر وہی بندہ ہے جسکا حال ایسا ہی ہوا اور حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کا گذر مع حواریوں کے ایک مردے کتے پر ہوا تو حواریوں نے کہا کہ اس کتے میں سے کیا
بری بو آتی ہے آپ نے فرمایا کہ اسکے دانتوں کی سفیدی کتنی تیز ہے اس سے گویا حضرت عیسیٰ علیہ نے
اونکو کتے کی غیبت سے بھی منع فرمایا اور تنبیہ کی کہ اللہ کی مخلوق میں سے اچھی شے کے سوا اور کچھ ذکر
نہ کرنا چاہیے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ دوسری کی غیبت
کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ خبردار غیبت مت کرنا یہ چیز اون لوگوں کا سالن ہے جو انسانوں میں سے کتے
ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر کیا کرو کہ اسمیں شفا ہے لوگونکا ذکر مت کیا کرو

کہ اوسمیں روگ ہے اللہ ہمکو حسن توفیق عنایت فرماوے

دوسرا بیان معنی غیبت اور اوسکی تعریف مین

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے کا ایسا ذکر کرنا کہ اگر وہ سنے تو برا جانے خواہ نقصان بدن کا ذکر ہو
یا نسب کا یا خلق کا یا قول و فعل کا یا دین کا یا دنیا کا یا کپڑے اور گھر اور سواری وغیرہ کا۔ بدن کا عیب تو
یہ ہے کہ کسی کو یون کہو کہ جسکی آنکھین چندھی یا آنسو ڈھال یا کنجی ہین یا جو گنجا یا بونا یا لمبا یا کالا یا پیلا
وغیرہ جو ایسے عیب معلوم ہوں کہ اگر وہ سنے گا تو برا مانے گا۔ اور نسب کا عیب اسطرح کہ اوسکا باپ غلام یا
خواہ خسیس ہے یا بدکار ہے یا موچی یا گوبر والا یا اور کسی بکروہ پیشہ والا ہے اور خلق کا عیب اسطرح کہ
فلان شخص بدمزاج ہے یا بخیل یا متکبر یا ریاکار یا غصیلا یا نامرد یا بزدلا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہا جاوے
اور ان افعال مین عیب جو دین سے متعلق ہین یون ہوتا ہے کہ وہ چور جھوٹا شراب خوار خائن ظالم ہے
یا نماز روزہ مین سستی کرتا ہے یا رکوع و سجدہ اچھی طرح نہین ادا کرتا یا نجاست سے نہین بچتا یا والدین
سے سلوک نہین کرتا یا زکوۃ کو بیموقع صرف کرتا ہے یا اچھی طرح نہین تقسیم کرتا یا روزہ مین جماع و غیبت لوگوں کی
برائی کا ذکر کیا کرتا ہے۔ اور جو افعال متعلق دنیا سے ہین اونکا عیب اسطرح ہے کہ فلان شخص بے
ادب ہے لوگونکی تعظیم نہین کرتا اپنا حق سب پہ جانتا ہے اپنے اوپر کسی کا حق نہین سمجھتا یا بڑا بکی ہے یا بہت کھانے
وار یا پیٹو ہے کہ بے وقت سو رہتا ہے اور بے موقع بیٹھ جاتا ہے اور کپڑے کے عیب اسطرح کہ اوسکی آستینیں
چوڑی ہین یا دامن لنبے ہین یا کپڑے میلے رکھتا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہین کہ دین کے باب مین جو کسی کو
کچھ کہتے ہین تو یہ داخل غیبت نہین اسلیے کہ جس چیز کو خدا نے برا کہا ہے اوسکی مذمت کرتے ہین تو ایسے
شخص کو گناہ کے باعث برا کہنے مین کیا خرابی ہے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ذکر
اس عورت کا ہوا جو بہت نماز و روزہ کیا کرتی تھی اور اوسکی ساتھ ہی ہمسایونکو اپنی زبان سے ستاتی
تھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جائیگی اور اسیطرح ایک عورت کا ذکر آپ کے سامنے ہوا کہ وہ بخیل
ہے آپ نے فرمایا کہ اوسمین کچھ اچھی بات نہین تو اگر اس قسم کی برائی ممنوع ہوتی تو آپ لوگون کو
منع فرما دیتے کہ ایسے الفاظ سے ذکر مت کیا کرو ہم کہتے ہین کہ یہ قول و دلیل اون لوگونکی ٹھیک
نہین اسلیے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم جو لوگون کا ذکر ان الفاظ سے آپ کے سامنے کرتے تھے تو اونکی
غرض یہ نہ تھی کہ اونکا ہتک یا برائی ہو بلکہ تحقیق مسائل منظور ہوتی تھی اور سوا مجلس رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے اور کسی جگہ اسکی ضرورت نہ تھی اسی واسطے صرف اوسی مجلس مین ایسا ذکر تحقیق کے لیے
کیا جاتا تھا اور ان امور کی غیبت مین داخل ہونیکی یہ سند ہے کہ تمام علماء امت کا اجماع ہے کہ دوسرے

آدمی کو ایسا کہنا کہ وہ سنے تو برا مانے اسی کا نام غیبت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی تعریف
مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے اور یہ بھی جب ہے کہ جو بات کسیکی بیان کی ہے وہ اوسمین موجود ہو تو اوسی
بات کہنے سے غیبت کا بھی مرتکب ہوگا اور خدا کا نافرمان اور اپنے بھائی کا گوشت کھانے والا بھی ہوگا
اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ غیبت کسکو کہتے ہین لوگون نے عرض کیا
کہ خدا تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتا ہے آپ نے فرمایا کہ ذِکرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکرَھُہٗ لوگون نے عرض کیا
کہ جو بات کسی کی کہی جاوے اگر اوسمین ہو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بات اوسمین ہو تو غیبت ہے ورنہ بہتان
ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
ہوا تو لوگون نے کہا کہ وہ بڑا عاجز ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے اوسکی غیبت کی اونہون نے عرض کیا کہ حضرت
جو بات اوسمین تھی ہمنے تو وہ بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر ایسی بات کہتے جو اوسمین نہ تھی تو بہتان کرتے
اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کا ذکر آنحضرت صلعم
کے سامنے کیا اور بیان کیا کہ وہ چھوٹے قد کی ہے آپ نے اونکو فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی اور حضرت
حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دوسرے کا ذکر کرنا تین طرح ہوتا ہے غیبت اور بہتان اور افک اور
ہر ایک کتاب اللہ عزوجل مین موجود ہے غیبت تو ایسی چیز کو کہتے ہین کہ جو بات دوسرے مین ہو اوسکو
بیان کرین اور بہتان یہ ہے کہ جو بات اوسمین نہو اوسے بیان کرین اور افک یہ ہو کہ جیسا سنین ویسا
کہدین اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو منہ سے وہ کالا آدمی نکل گیا تو کہا استغفر اللہ مینے
اوسکی غیبت کی اور ایکبار ابراہیم یک چشم کا ذکر کیا تو نخعی کہتے ہین کہ اپنا ہاتھ آنکھ پر رکھلیا اور یک چشم
نہ کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ کسی کی غیبت مت کرو مینے ایک عورت کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہدیا تھا کہ اسکے دامن لمبے ہین آپ نے فرمایا کہ تھوک تھوک مینے
جو تھوکا تو منہ مین سے گوشت کا لوتھڑا نکلا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ غیبت زبان سے ہی کہنے پر موقوف
نہین بلکہ جسطرح دوسرا شخص کسی کا عیب سمجھ جاوے وہ غیبت ہی مین داخل ہے خواہ کنایہ اور رمز سے ہو
حرکت و فعل سے یا تصریح و قول سے یہ سب حرام اور ناجائز ہین چنانچہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہین کہ ایکبار ایک عورت آئی جب وہ چلی گئی تو مینے ہاتھ سے اوسکے قد کا اشارہ کیا کہ اسکے
چھوٹے قد کی تھی یعنی بونی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی اور اسی مین داخل
ہے اگر لنگڑے آدمی کی نقل کرے اور خود اوسکی چال چلنے لگے بلکہ نقل کرنا غیبت سے بھی بڑھکر ہے اسلیے
کہ اس سے زیادہ تر صورت دوسرے شخص کی ذہن مین آتی ہے گویا تصویر پیش نظر ہوجاتی ہے جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ایک عورت کی نقل کی تو آپ نے
فرمایا ما یسرنی انی حاکیت کذا و کذا اور یہی حال لکھنے کا ہے کہ قلم بھی نصف زبان ہے پس اگر
کوئی مصنف ایک شخص معین کی نسبت کچھ برا لکھے یا اوسکا کتاب مین نقل کرے تو داخل غیبت ہے مگر
اوس صورت مین کہ کوئی وجہ یا عذر لکھدے جیسا کہ آگے اوسکا بیان آتا ہے ہان اسطرح کہنا کہ کچھ لوگ
ایسا کہتے ہیں داخل غیبت نہیں غیبت اوسی کا نام ہے کہ شخص معین کی طرف اشارہ پایا جاوے خواہ
زندہ ہو یا مردہ اور یہ بھی غیبت ہی ہے کہ اسطرح کہے جس سے آج ملاقات ہوئی تھی یا جو شخص ہمارے پاس
آیا تھا وغیرہ بشرطیکہ مخاطب اوس سے شخص معین سمجھے کیونکہ مقصود یہی ہے کہ مخاطب سمجھ جاوے یہ ضرور
نہین کہ کسی طور خاص کے سمجھانے سے غیبت ہوتی ہے لیکن اگر شخص معین مخاطب کے ذہن مین نہ آوے گا
تو جائز ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی آدمی کا فعل برا معلوم ہوتا تو فرماتے کہ لوگوں کا
کیا حال ہے کہ ایسا کرتے ہیں معین کر کے کچھ نہین فرماتے تھے پس کلام مین کوئی ایسا لفظ کہدینا کہ جس سے
شخص معین ہی سمجھا جاوے غیبت ہوگی اور سب سے زیادہ بری غیبت وہ لوگ کرتے ہین جو پڑھے ہوئے اور
ریاکار ہین کہ مقصود بھی اپنا ظاہر کر دین اور اپنے کے اچھے بنے رہین اور لوگون کو یہ معلوم ہو کہ غیبت
نہین کرتے حالانکہ وہ خود جہالت سے یہ نہین جانتے کہ دو خطا کے مرتکب ہوے غیبت کی غیبت کرتے ہیں اور
ریا اوس پر علاوہ ہوا مثلاً کسی شخص کا ذکر اگر اونکے سامنے ہو تو کہتے ہین خدا کا شکر ہے کہ ہمکو حکام سے غرض
نہین ڈالی نہ انکے سامنے دنیا کے واسطے ذلیل کیا یا یوں کہتے ہین کہ بے شرمی سے بھی خدا بچاوے تو ان الفاظ
سے غرض یہی ہوتی ہے کہ دوسرا شخص معیوب ہے مگر اوسکو شکر اور دعا کے پیرایہ مین بیان کرتے ہین
اور بعض اوقات اوس شخص کی مدح بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فلانا شخص کتنا اچھا ہے افعال سب درست عبادت
مین چست مگر ایک ایسی ہی بلا مین مبتلا ہے کہ ہم سب کے سب اوسمین گرفتار ہین وہ یہ ہے کہ صبر کم کرتا ہے
پس اول اپنے نفس کو ذکر کر لیتے ہین اور اوسکے ضمن مین غرض صرف دوسرے کی مذمت ہوتی ہے اور
اپنے آپ کو صلحا سے مشابہ کرنا تو اس صورت مین تین خطا جمع ہو جاتی ہین غیبت اور ریا اور اپنے نفس کو بھلا
جاننا اور خود بھی سمجھتے ہین کہ ہم نیک ہین کسی کی غیبت سے سروکار نہین رکھتے اسی بنا پر جو آدمی بے جانے
عبادت کرتے شیطان اونکو مسخرہ بنا لیتا ہے اونکو لاعلمی کے سبب کچھ خبر نہین ہوتی وہ جسطرح چاہتا ہے
اونپر ہنستا ہے اور اونکے اعمال کو اپنے فریب سے گھیر لیتا ہے اور اسمین یہ بھی ہے کہ کسی جلسہ مین ایک
آدمی کی عیب کا ذکر کرتے ہین اور بعض شخص اوس پر کان نہین دھرتے تو کہہ اوٹھتے ہین کہ سبحان اللہ عجیب
و غریب بات ہے تاکہ لوگ خوب متوجہ ہو کر سنین اپنے خبث باطن کے اظہار مین خدا کا نام لیا جاتا اوسکو بھی

دکھا دینا چاہتے ہین وہ تو دلونکی بات جانتا ہے کہ انکی کیا غرض ہے اور بعض اوقات کہتے ہین
کہ ہماری دوست پر جو یہ حال گذرا ہمکو نہایت رنج ہوا کہ اونکو سبکی ہوئی خدا تعالی اوسکو اسکے عوض
راحت دے تو غم کا دعوی اور دعا کا اظہار دونون جھوٹے ہوتے ہین کیونکہ اگر دعا کا قصد ہوتا تو خلوت
مین بعد نماز اوسکے لیے دعا کرتے اور اگر واقع مین اوسکے رنج سے رنج ہوتا تو جس چیز کے اظہار سے اوسکو
برا لگے وہ کیون ظاہر کرتے اسیطرح کبھی کہتے ہین کہ وہ بیچارہ بڑی آفت مین پہنسگیا ہے خدا تعالی اوسکو اور ہمکو
دونونکو توبہ نصیب فرماوے ظاہر مین تو یہ دعا ہے مگر اللہ تعالی خبث باطن پر خوب مطلع ہے کہ دلمین کیا بھرا ہے مگر اونکو
جہالت کی باعث نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر جاہلونسے بھی بڑھکر ہے اور غیبت کو سنکر تعجب کرنا بھی غیبت ہے اسلیے کہ تعجب کرنے
سے غیبت کنندہ خوش ہوتا ہے اور زیادہ وہ کہنے کو تیار ہوتا ہے مثلاً جب کسی نے دوسرے کا عیب بیان کیا اور سننے والے
نے کہا کہ بھائی ہم اوسکو ایسا نہین جانتے تھے آج تک ہمکو اوسکی نسبت اور ہی کچھہ خیال تھا یہ تو تم نے عجیب حال اوسکا
سنایا خدا بچاوے بس اس سے وہ شخص غیبت کنندہ اور ویسی ہی باتین اوسکی کرنے لگتا ہے کہ زیادہ تر موجب تعجب ہوگا
اور یہ بھی ہان جی ہان جی کہنے لگتا ہے غرض کہ غیبت کا سننا اور تصدیق کرنا بھی داخل غیبت ہے بلکہ جو چپکا
سنا کرے وہ بھی شریک غیبت ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اَلْمُسْتَمِعُ اَحَدُ الْمُغْتَابِیْن
اور ایکبار حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مین سے ایک نے دوسرے سے ذکر کیا کہ فلانا شخص بڑا سوتا ہے پھر دونون
صاحبون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹی کے لیے سالن مانگا آپ نے فرمایا کہ سالن تو تم لے چکے
اونھون نے عرض کیا کہ ہمکو تو معلوم نہین کب لیا آپ نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی مسلمان کا گوشت کھا چکے
دیکھو باوجودیکہ وہ کلمہ ایک صاحب نے فرمایا تھا مگر آپ نے دونونکو شریک کیا اسیطرح ماعز کے رجم
مین جب دو شخصون نے آپسمین کہا تھا کہ کتے کی طرح اوسی جگہہ مارا گیا تو آپ نے مردار دیکھکر
دونونکو ارشاد فرمایا تھا کہ اسمین دانت مارو حالانکہ کہنے والا ایک ہی تھا دوسرا سنتا تھا اس سے معلوم
ہوا کہ سننے والا بھی غیبت کی گناہ مین شریک ہے مگر اوس صورت مین کہ زبان سے کہنے والے کو منع کردے
اور اگر زبان سے منع کرنے کا خوف ہو تو دلمین برا سمجھے اور اگر آپ اوس مجلس سے اٹھہ سکتا ہے یا کہنے
والے کو دوسری بات مین لگا سکتا ہے مگر یہ دونون باتین نہ کین تو گنہگار ہوگا اور اگر زبان سے
منع کیا لیکن دلمین خواہش سننے کی رہی تو اس کا نام نفاق ہے گناہ سے جبھی بچیگا جب دل سے برا سمجھیگا
اور منع کرنے مین اسیقدر کافی نہین کہ ہاتھ سے یا ابرو یا آنکھ کے اشارہ سے روکدے اسمین سہل انگاری
معلوم ہوتی ہے بلکہ یون چاہیے کہ بخوبی منع کرے کہ خبردار ایسا ذکر مت کرنا حدیث شریف مین وارد ہے
مَنْ اُذِلَّ عِنْدَہٗ مُؤْمِنٌ فَلَمْ یَنْصُرْہُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ اَذَلَّہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی

نُرَوِّبْ أَخلاقکی اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ بِالْغَيْبَةِ
كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يَرُدَّ عَنْ عِرْضِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور نیز فرمایا مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ
بِالْغَيْبَةِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ اور غیبت کیوقت مسلمان کی نصرت کی باہین اور اوسکی فضیلت
مین بہت سی احادیث ہین جنکو ہم باب آداب صحبت اور حقوق اہل اسلام مین بیان کر چکے ہین اب اعادہ کرنا امر زائد ہے

تیسرا بیان اسباب غیبت کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ غیبت کے سبب بہت ہین مگر گیارہ سبب مین وہ سب آجاتے ہین آٹھ تو اونمین عوام کے
حق مین عام ہین اور تین دینداروں کے لیے خاص ہین آٹھ سببون مین سے اول یہ ہے کہ غصہ کے وقت
دل کی پھپولے پھوڑنے منظور ہون یعنی جب کوئی ایسا سبب ہو جاوے کہ آدمی کو دوسرے پر غصہ
آوے تو ہیجان غصہ مین اوسکی برائی کرنے لگتا ہے اور دل کی کسر نکالتا ہے یہ امر اقتضاے طبع سے
ہوتا ہے بشرطیکہ دین کا تعلق نہو اور کبھی بظاہر نہین کہتا مگر دلمین کینہ رہتا ہے اس سے گویا آیندہ
کو ہمیشہ کے لیے برا کہنے کی سائی پڑتی ہے پس کینہ اور غضب دونون غیبت کے بڑے سببون مین سے ہین
دوسرا سبب اورونکی دیکھا دیکھی اور ہان مین ہان ملانا ہے مثلاً اگر اپنے رفیق اور اہل جلسہ کسی کی برائی
کرین تو اوسوقت یہ سمجھتا ہے کہ اگر ایسی طرح نہ کہونگا تو یہ ناراض ہو جاوینگے یا مجھکو برا سمجھینگے اور کنارہ
کشی کرینگے تو اونکی سی یہ بھی کہنے لگتا ہے اور اس امر کو حسن معاشرت اور ملنساری جانتا ہے تو جب وے
غصہ کیحالت مین کسیکو برا کہتے ہین یہ بھی غصہ اونکی دیکھا دیکھی کرکے برا کہنے لگتا ہے تیسرا سبب یہ ہے
کہ پیش بندی منظور ہو یعنی جب کسیکو معلوم کیا کہ یہ شخص کسی بڑے آدمی کے سامنے میری برائی کریگا
یا میرے خلاف گواہی دیگا تو پہلی ہی سے اوسکی برائی کرنے لگے کہ پھر وہ اگر اوس کی نسبت کچھ کہے تو
شنوائی نہو اول سے یہ بات مخاطب کے دلمین جم جاوے کہ یہ آدمی لغو اور فضول گو ہے یا اول اول کچھ
اوسکے سچے حالات بیان کیے بعد جھوٹے معاملے بھی اوسکی طرف لگا کر کہدے تاکہ پہلے حالات کی طرح
انکو بھی مخاطب صحیح تصور کرے اور اوسکا جھوٹ اور فریبی ہونا اسطرح مشہور ہو جاوے اور اوسکا سبب یہ
بیان کرتا ہے کہ میری عادت جھوٹ بولنے کی نہین مگر مینے تم سے فلان فلان حال بیان کیے سب ویسے
ہی نکلے جیسے مینے کہے تھے چوتھا سبب یہ کہ کسی عیب سے اپنا بری ہونا مقصود ہوتا ہے تو اوسوقت دوسرے
شخص کا نام لیکر کہتا ہے کہ اوسنے بھی ایسا ہی کیا یا وہ بھی میرے ساتھ شریک تھا لیکن اسمین معذور ہون
اور چاہیے یون تھا کہ اپنے آپ کو عذر بیان کرتا دوسرے کا نام نہ لیتا پانچوان سبب ارادہ فخر و مباہات
ہے کہ دوسرے کے ناقص بتلانے سے اپنا افضل ہونا ثابت کرے مثلاً کسی کو یہ کہنا کہ وہ جاہل

آدمی ہے اوسکی سمجھ اچھی نہین کلام پوچ کرتا ہے اس سے غرض یہی ہوتی ہے کہ ہم اوسکی نسبت زیادہ جانتے ہین یا یہ خوف ہوا کہ شاید میری سی تعظیم کہین اوسکی ہونے لگے اسلیے اوسمین عیب نکالنی شروع کیے چھٹا سبب حسد ہے یعنی جب لوگون کو دیکھا کہ کسیکی تعریف و تعظیم کرتے ہین اور اوس سے محبت رکھتے ہین تو رگ حسد جوش کرتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ یہ نعمت اوسکی پاس نرہی تو اور تو کچھ نہین بن پڑتا اوسکا عیب ظاہر کرنا شروع کرتا ہے تاکہ لوگونکی نزدیک اوسکی عزت نرہی اور تعظیم و اکرام و مدح سے باز آوین اسلیے کہ اسکو تعریف کا سننا اور تعظیم ناگوار گذرتی ہے اس کا نام حسد ہے یہ غصہ اور کینہ کے علاوہ ہے کیونکہ غصہ اور کینہ مین تو یہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص کچھ اپنا بگاڑ کرتا ہے جب غصہ اور کینہ آتا ہے اور حسد بگاڑ پر موقوف نہین دوست محسن اور رشتہ دار موافق پر بھی ہوا کرتی ہے ساتوان سبب کھیل اور دل لگی ہے کہ دوسرے کی برائی بیان کرکر ہنسنا اور ہنسانا اور وقت ٹالنا منظور ہوتا ہے آٹھوان سبب دوسرے کی حقارت کے لیے اوسکو بنا لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ سامنے اور پیٹھ پیچھے دونون طرح ہوتا ہے اسمین اپنی بڑائی اور دوسرے کی ذلت منظور ہوتی ہے اور وہ تین سبب جو خاص لوگونمین باعث غیبت ہوتی ہین وہ بڑے دقیق و باریک ہین خیر کے پہلو مین شیطان اونکو ڈالتا ہے اونمین خیر واقع مین ہوتی ہے مگر شیطان شر بھی خلط کر دیتا ہے پہلا سبب یہ کہ دین کے باعث کسیکی قصور پر مطلع ہو کر تعجب معلوم ہوتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ دیکھو فلان شخص سے ہمکو عجیب بات معلوم ہوئی ہر چند دیندار آدمی سے کسی قسم کی خطا در حقیقت موجب تعجب ہوتی ہے مگر دوسرے شخص کو یون چاہیے تھا کہ تعجب تو کرتا مگر نام کسی کا نہ لیتا پس نام کا لیوانا شیطان کا کام ہے ایسی سبب سے یہ داخل غیبت ہو گیا اور نادانستہ گناہگار ٹھہرا دوسرا اسمین یہ بھی داخل ہے کہ کسیکو کہین بڑے تعجب کی بات ہے کہ اوس جیسا شخص ایسی بدصورت عورت سے محبت کرے یا جاہلونمین جا جا کر بیٹھے دوسرا سبب کسی کی خطا دیکھکر رحم آنا اور رنج کرنا مثلاً جب کبھی کسی کو کسی امر معیوب مین مبتلا دیکھا تو برا اور رحم کھا کر کہا کہ اوسکی حال پر بڑا افسوس ہے کہ وہ اس بلا مین گرفتار ہو گیا تو اگرچہ دعوی افسوس اسکی بابت سے صحیح ہے مگر چونکہ غم مین اوسکا نام لیدیا اتنی ہی بھول سے داخل غیبت ہو گیا پس ہر چند کسی مسلمان کا برا اور رسوا ہونے سے غم کرنا اور رحم کھانا اچھی بات ہے لیکن شیطان نے اسمین یہ شر بھی ملا دیا کہ اوسکا نام لیوایا بدون نام کے لیے بھی تو رنج و رحم و تعجب ممکن ہے الا شیطان نے اسکی ثواب سے محروم رکھنے کے لیے نام لوادیا تیسرا سبب اللہ کیواسطے غصہ کرنا یعنی جب کسی آدمی کو بری بات کرتے سنا یا دیکھا تو براہ حمیت دینی غصہ آیا ہے اسمین اگر اوسکا نام لیکر غصہ کریگا تو غیبت مین داخل ہوگا بلکہ واجب ہے کہ امر معروف اور نہی منکر کے لیے اظہار غضب خاص اوس شخص پر کرے اسکی اطلاع دوسرے کو نہ ہو یا اظہار غضب کے وقت اوسکا نام لے

اور برائی کے یہ تین سبب ایسے ہیں کہ انکا معلوم ہونا عوام کو تو کیا علما کو بھی بہت مشکل ہے کیونکہ ظاہر سبب
یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعجب اور رحمت اور غضب جب اللہ کے واسطے ہوئے تو تعین نام میں ایک عذر تو ہی
ہوگا حالانکہ یہ خطا ہے بلکہ غیبت کے باب میں حاجات مخصوص ہیں کہ اونہیں ذکر نام کی گنجایش ہے ہیں
جیسا کہ آگے مذکور ہوگا عامر بن واثلہ رض روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص ایک مجمع پر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حیات میں گذرا اور اونکو سلام کیا سبھوں نے جواب سلام دیا جب وہ آگے بڑھا ایک آدمی
نے مجمع میں سے کہا کہ اس شخص کے ساتھ بغض للہ ہے لوگوں نے کہا کہ یہ تم نے بہت برا کہا ہم اوسکو
مطلع کرتے ہیں اور اوسیوقت ایک آدمی سے کہا کہ اوس شخص سے جا کر کہدے کہ فلان شخص تمہاری نسبت
یون کہتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ شخص سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اوس شخص
کا قول اپنی نسبت عرض کیا آپ نے اوسکو بلوا کر پوچھا کہ تو نے ایسا کلمہ اسکی نسبت کہا ہے اوسنے عرض کیا
کہ ہاں آپنے فرمایا کہ پھر وجہ بغض کی کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ میں اس شخص کا ہمسایہ ہون اسکے حال کو
خوب جانتا ہون یہ شخص سوای نماز فرض کے اور کوئی نماز نہیں پڑھتا اوسنے عرض کیا کہ آپ یہ دریافت
فرمائیں کہ فرض نماز میں مینے کبھی دیر کی ہے یا وضو اچھی طرح نہیں کیا یا رکوع سجدہ برا کیا ہے جب آپ نے اوس سے
پوچھا تو عرض کیا کہ یہ بات تو نہیں ہوئی پھر عرض کیا کہ یا حضرت یہ سوای ماہ رمضان مبارک کے اور کبھی
روزہ رکھتے مینے اسکو نہیں دیکھا اور اس مہینے کے روزے تو اچھے برے سبھی آدمی رکھتے ہیں اوسنے جواب میں
عرض کیا کہ آپ دریافت فرمائیے کہ کبھی مینے کسی رمضان کے روزے نہ رکھے ہون یا کبھی اوسکا حق ادا نہ کیا ہو آپنے
جو دریافت فرمایا کہا کہ یہ بات تو نہیں ہوئی پھر عرض کیا کہ مینے اسکو کبھی سائل اور مسکین کو دیتے نہیں دیکھا اور
خدا واسطے کبھی کچھ خرچ کرتے دیکھا البتہ زکوۃ مال کی دیا کرتا ہے سو کبھی دیتے ہیں اوسنے عرض کیا کہ آپ یہ پوچھیں
کہ کبھی یہ بھی دیکھا ہے کہ مینے زکوۃ کم دی ہو یا وقت سے ٹال گیا ہون آپ نے جو دریافت فرمایا اوسنے عرض کیا
کہ یہ بات تو کوئی نہیں ہوئی پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ چلا جا شاید یہی شخص تیری نسبت بہتر ہو اس سے کہ تو بغض رکھتا ہے

چوتھا بیان اوس تدبیر کے ذکر میں جس سے زبان غیبت سے باز رہے

جاننا چاہیے کہ کل اخلاق بد کا علاج معجون علم و عمل سے ہوتا ہے اور ہر مرض کی دوا اوسکے سبب کے
خلاف ہوتی ہے یعنی سبب مرض اگر برودت ہو تو علاج حرارت سے ہوگا اور اگر حرارت ہو تو برودت سے
اور چونکہ سبب غیبت کے اوپر مذکور ہوے اب معلوم کرنا چاہیے کہ روکنا زبان کا غیبت سے دو طرح ممکن ہے
ایک طور تو اجمالی ہے اور ایک تفصیلی اجمالی تو یہ ہے کہ آدمی یہ یقین کرلے کہ غیبت کے باعث غضب
الہی میں گرفتار ہونگا جیسے کہ اخبار و آثار سے معلوم ہوا اور یہ کہ اسکی باعث قیامت کے روز نیکیاں اسکی

ہو جاوینگے اسلیے کہ غیبت مین جس شخص کی ہتک کی ہو گی نیکیان اوسکو مل جاوینگے اگر نیکیان غیبت کنندہ
کے پاس نہونگی تو دوسرے شخص کی برائیان اسکے نامہ اعمال مین لکھدی جاوینگی اور غضب الٰہی اسکی علاوہ
کہ خدا کے سامنے گویا یہ شخص فردا خوار ہو بلکہ اگر پلہ بدیون کا جھک گیا تو دوزخی ہی ہوا فرض کرو کہ اس کی
نیکیان اور بدیان برابر تہین لیکن غیبت کی باعث اگر ایک نیکی دوسرے شخص کو مل گئی یا ایک بدی اوسکی طرف
آملی تو ظاہر ہے کہ دونون صورتون مین پلہ بدیونکا بھاری ہو جاوے گا اور اوسوقت نتیجہ بجز دوزخی ہونے کے
اور کیا ہے اور کمتر درجہ یہ ہے کہ اعمال کا ثواب کم ملے یعنے جب مواخذہ اور بازپرس اور سوال وجواب حساب
کتاب ہو چکے اور کچھ نیکیان مثلاً باقی رہین تو جتنا ثواب اسکو بے غیبت ان کے عوض ملنا غیبت ہونے سے
وتنا نہین ملے گا حدیث شریف مین آیا ہے مَا النَّارُ فِي الْيَبَسِ بِاَسْرَعَ مِنَ الْغِيْبَةِ فِي حَسَنَاتِ الْعَبْدِ
اور ایک روایت مین ہے کہ کسی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مینے یون سنا ہے کہ آپ میری
غیبت کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ میری نظرون مین تمہاری ایسی قدر نہین کہ اپنی نیکیان تمکو حوالہ کرون
غرض کہ جب آدمی اون احادیث کو جو غیبت کی باب مین وارد ہین یقین کرلیگا تو ڈر کے مارے غیبت
پر زبان نہ کھلے گی اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ جب غیبت کا خیال آوے تو اپنے نفس مین فکر کرے کہ
کوئی عیب مجھمین بھی ہے یا نہین اگر کوئی عیب پاوے تو اوسکے دور کرنے مین مشغول ہو جاوے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو یاد کرے طُوْبٰی لِمَنْ شَغَلَهٗ عَيْبُهٗ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ اور جب آدمی
مین خود عیب ہو تو چاہیے کہ اس امر کی شرم کرے کہ اپنے نفس کو تو برا نہ کہے اور اونکو برا کہے بلکہ یہ جانے
کہ جیسا مجھسے اپنے نفس کا عیب دور نہوسکا ویسا ہی یہ شخص بھی مجبور ہوگا ورنہ خود رافضیحت و دیگری را
نصیحت کی کیا معنی اور یہ بھی اوسصورت مین ہے کہ دوسرے شخص مین عیب اس قسم کا ہو جو اوسکے فعل اور
اختیار سے ہوا ہو ورنہ اگر کوئی امر جبلی خواہ اعضاء ظاہری مین ہوگا تو اوسپر برا کہنا تو خالق کو برا
کہنا ہے معاذ اللہ منہا جیسا کہ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ اے بدصورت اوسنے جواب
دیا کہ صورت کا بنانا میرے اختیار مین نہین تھا کہ مین اوسکو اچھا کرلیتا اور اگر اپنے نفس مین کوئی عیب
نپاوے تو خدا کا شکر کرے اور غیبت مین جو سب مین بڑا عیب ہے مبتلا نہو مردار کے گوشت کھانے سے زیادہ
برائی کونسی ہوگی پس اگر اپنے آپ کو عیبونسے صاف جانتا ہے تو منہ زبان کو اس غلیظ و کثیف چیز مین
بھی آلودہ نہ کرے اور اگر بنظر انصاف دیکھو تو کوئی آدمی عیب سے خالی نہین اگر کوئی اپنے آپ کو عیب سے
پاک تصور کرے یہ محض حماقت اور نادانی ہے پس یہی بہتر ہے کہ دوسرونکی غیبت کے وقت اپنی نفس کی اصلاح
کیا کرے اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ یہ خیال کرے کہ اگر کوئی شخص میری غیبت کرے تو مجھکو کتنا برا معلوم ہوگا

اسیطرح اگر مین دوسرے کی غیبت کرونگا تو اوسکو بھی ویسا ہی رنج ہوگا پس جیسا یہ اچھا نہین معلوم ہوتا
کہ اپنی غیبت کوئی کرے ایسا ہی اوسکو بھی ناپسند کرنا چاہیے کہ خود دوسرے کی غیبت کا مرتکب ہو یہ
تدبیرین اجمالی تھین اور معالجہ تفصیلی اسطرح ہے کہ جونسا سبب غیبت کا ہو اوسکو دور کرنا چاہیے اسلیے
کہ بیماری جبھی دور ہوتی ہے جب اوسکا سبب منقطع ہوجاتا ہے پس اگر سبب غیبت کا غضب ہو تو اوس سے
اسطرح بچنا چاہیے کہ دلمین یون تصور کرے کہ اگر مین اپنا غصہ نکالونگا تو خدا تعالیٰ غیبت کی سبب مجھپر
غصہ نکالے گا اسلیے کہ اوسنے فرمادیا تھا مگر مینے اوسکی حدود حکمی کی اور اوسکی روکنے کی کچھ حقیقت نہ سمجھا اور
حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ لِجَہَنَّمَ بَابًا لَا یَدْخُلُ مِنْہُ اِلَّا مَنْ شَفٰی غَیْظَہٗ بِمَعْصِیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی
اور فرمایا مَنِ اتَّقٰی رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ وَلَمْ یَشْفِ غَیْظَہٗ اور فرمایا کہ جو شخص غصہ نکالنے پر قادر ہو کر اوسکو پی جاوے
اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سب لوگون کے سامنے اوسکو بلا کر ارشاد فرماوے گا کہ حور و عین سے جونسی
چاہے پسند کرے اور بعض انبیا علیہم السلام کے صحیفون مین ہے کہ خداوند جل و علی فرماتا ہے کہ اے ابن آدم
جب تو غصہ کرے مجکو یاد کیا کر مین اپنے غصہ کیوقت تجکو یاد کرونگا یعنے تباہ کارون کے ساتھ تجکو تباہ
نہین کرونگا اور اگر باعث غیبت یار آشنا کی موافقت اور دیکھا دیکھی ہو تو یون جاننا چاہیے کہ جس بات سے
خدا ناخوش ہے اوسمین اگر مخلوق راضی ہوئی تو کیا ہوگا یہ کسطرح ہوسکتا ہے کہ بندہ دوسرے کے خاطر
اپنے آقا سے بگاڑ کرے اور اگر ایسا کرے تو اوس سا نادان اور حرام کوئی نہین ہان یہ چاہیے کہ غصہ آئے تو سکوت کرے
اور اسمین بھی اسباب کا خیال رہے کہ جسپر غصہ ہو اوسکی نسبت کچھ کلمہ بیجا نہ نکلے بلکہ رفقا سے اگر کوئی کلام کسی کی
نسبت بیجا صادر ہو تو اون پر بھی غصہ کرے اسلیے کہ وہ لوگ بڑے گناہ کے مرتکب ہونگے جسکا نام غیبت ہے
اور اگر باعث غیبت اپنے نفس کا پاک و بری کرنا ہے یعنے دوسرے کا نام کسی گناہ مین اسلیے لیتا ہے کہ
لوگ اوسکو بُری تصور کرین اس خیال سے کہ ایسا کام اور اچھے لوگ بھی کرتے ہین تو اسکا علاج یہ ہے کہ
خیال کرے کہ مخلوق کی ناراضی کی نسبت خدا تعالیٰ کی ناراضی بہت سخت ہے اور غیبت کے سبب خدا تعالیٰ کی
ناراضی تو قطعا ہوتی ہے مگر جس مطلب کیواسطے غیبت کرتا ہون وہ امیر موہوم ہے اسلیے کہ کیا معلوم
ہے کہ لوگ بعد غیبت اسکو بُری تصور کرینگے یا نہیں بہر صورت اسمین خدا تعالیٰ کا غصہ اور آخرت مین تباہ ہونا
اور نیکیونکا نقصان تو نقد اور حقیقت مین موجود ہے اور دنیا کے نزدیک سرخرو ہے اور لوگونکی زبان
بندی ایک وہمی بات بمنزلہ ادھار کے ہے تو ایسے معاملہ مین سراسر جہالت و ذلت ہے اس کہنے سے کیا فائدہ کہ
مین حرام کھایا تو کیا ہوا فلانا شخص بھی کھاتا ہے یا مینے یہ قصور کیا تو تنہا نہین ہون فلان شخص بھی
ویسا ہی کرتا ہے اسلیے کہ تقلید اور اقتدا ایسے ہی شخص کی مقبول ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق

کام کرتا ہو اور اگر اوسکے خلاف حکم کرتے تو ہرگز کسی کی اقتدا نہیں چاہیے خواہ کوئی کیون نہو

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

فرض کرو کہ کوئی آدمی جلتی آگ مین کود پڑے اور تمکو قدرت اوس آگ سے بچنے کی حاصل ہو تو کبھی بھی شخص کا ساتھ نہ دوگے اور اگر دوگے تو بیوقوف کہلاؤگے غور کرنیکی بات ہی کہ اپنا عذر بیان کرنے میں جو شخص دوسرے کا نام لیتا ہے تو اوسکی ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو غیبت دوسرے اوس گناہ کی یاد دہی کیونکہ عذر گناہ بدتر از گناہ مشہور ہے پس ایسے شخص پر جہالت اور غباوت دونون ختم ہین اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی بکری ایک بزکوہی کو پہاڑ کی چوٹی سے گرتے دیکھکر آپ بھی اوسکے ساتھ گر پڑے اب اگر مثلا اوسکی زبان گویا ہو جاوے اور اس گرنیکی وجہ یون کہے کہ چونکہ بکرا مجھسے زیادہ دانا تھا اور وہ جب گرا تھا اسواسطے مین بھی گر پڑی تو بیشک سننے والونکو ہنسی آویگی کہ کیسی جہالت کا جواب ہی مگر حضرت انسان کا بعینہ یہی حال ہے اپنے نفس پر ہنسی نہین آتی کہ خطا کا عذر کیسا نامعقول کرتے ہین اور اگر باعث غیبت یہ ہو کہ دوسرے کی بنسبت اپنا فضل زیادہ ہو اور لوگ اوسکی برائی سے آگاہ ہوکر اوسکی تعظیم کم کرین تو اسکا علاج یہ ہے کہ غیبت کرنے سے جو مرتبہ خدا کے نزدیک تھا وہ تو جاتا رہا اب لوگونکے نزدیک افضل ہونا احتمالی بات ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ بداعتقاد ہو جاوین جبکہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص لوگونکی برائی کرتا رہتا ہے بہرصورت اپنی قدر خدا کے یہان کی یقینا دی ڈالی اور دنیا کی عزت وہمی کا خریدار ہوا اور اگر بالغرض لوگونمین کچھہ عزت و تعظیم ہوئی بھی تو قیامت مین کیا کام آویگی وَلَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ وہان کوئی اپنا پایا بیگانہ کچھہ نفع نہیں کریگا اور اگر غیبت کا سبب حسد ہو تو دو عذاب اور دوہری مصیبت اپنی اوپر لیتی ہے دنیا مین تو حسد کے باعث جلتا رہیگا چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے

حاسد کو ایکدم نہیں راحت جہان مین ۔ رنج حسد سے جان ہے جبتک کہ جان مین

اور اسپر بھی قناعت نہ کی غیبت کرکے عذاب آخرت بھی گردن پر لیا اور خسر الدنیا والآخرۃ ہوا ارادہ تو یہ کیا کہ دوسرے کا برا ہو مگر اپنا برا ہو رہا اور دوسرے کے شگون بد کے لیے اپنی ناک کٹ گئی کہ نیکیان اوسکو ملین گی خواہ اوسکی خطائین اپنے اوپر آئین گی دونون صورتین گویا اوسکے ساتھہ تو دوستی ہوئی اور اپنے نفس کے ساتھہ دشمنی اسکے سوا کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ حسد اور غیبت سے دوسرے کا فضل اور زیادہ مشہور ہو جاتا ہے تب اور زیادہ حماقت اور جہالت پر دلالت ہوتی ہے اور اگر باعث غیبت استہزا ہو تو جاننا چاہیے کہ گو سردست ایک شخص خاطر خواہ بن جاتا ہے لوگونمین رسوا ہوتا ہے مگر غیبت کرنیوالا اللہ کے نزدیک رسوا ہوتا ہے اور فرشتون اور انبیا کے سامنے ذلت اٹھاتا ہے پس اگر آدمی اوسکی انجام کو

سوچے کہ کسطرح کی حسرت اور ذلت اور خجالت قیامت کے دن اٹھانی پڑیگی جب دوسرے کے گناہ اوسکے سر پڑینگے اور یہ بھاری گٹھری لیکر دوزخ مین ڈالدیا جاویگا تو اسطرح کا خوف دلمین سماوے گا کہ کسی آدمی کے ستانے کو دل نچاہیگا اسلیے کہ دنیا مین دوسرے کو ستانا صرف چند آدمیون کے سامنے ہوگا اور قیامت کی رسوائی تمام خلق کے سامنے ہوگی اوسوقت دوسرا شخص اپنی غیبت کنندہ کو دیکھے گا کہ گدھے کیطرح بوجھ لدا ہوا دوزخ میں چلا جاتا ہے تو وہ اس رسوائی کو دیکھکر خوش ہوگا اور کہے گا کہ ہنسی کا مزا پایا دیکھو خدا نے میری کیسی مدد کی اور کیسا بدلا لیا اور اگر باعث رحمت غیبت کرتا ہے کہ دوسرے کے گناہ پر اسکو رحم آیا اسواسطے غیبت نکلی تو رحم کھانا کسیکی مصیبت پر اچھا ہے مگر شیطان چونکہ انسان کا حاسد ہے وہ ایسا کلمہ منہ سے نکلوا دیتا ہے جس سے اوس مرحوم کے گناہ کم ہوجاوین اور غیبت کنندہ کے ذمہ پڑین پس اسصورت مین اگر سچ پوچھو تو وہ مرحوم قابل رحم نرہا اسلیے کہ اوسکی خطا کا نقصان غیبت کنندہ کی نیکیوں سے جاتا رہا بلکہ اب قابل رحم غیبت کنندہ ہے کہ بیچارہ کو نیکی کی دینی پڑی ثواب کا ثواب گیا اور نیکیان کم ہوگئین اسیطرح اگر غصہ اللہ کیواسطے کیا جاتا ہے تو موجب غیبت نہین ہوتا مگر شیطان فریب دیکر اوس غصہ کا ثواب کھونیکے لیے منہ سے ایسی بات نکلوا دیتا ہے جو موجب نارضامندی خالق ہوا اور تعجب سے جو غیبت آدمی کرتا ہے تو چاہیے کہ اپنے نفس پر تعجب کرے کہ دوسرے کے دین مین دنیا کے واسطے کیسے اپنا دین برباد کر دیا اور اسپر طرہ یہ ہے کہ دنیا کی عذاب سے بھی بالکل امن نہین کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جیسے اپنے دوسرے کا پردہ ہتک کیا خدا تعالی اسکا کیا اسکے آگے لاوے اور یہ بھی ویسا ہی ہوجاوے خلاصہ یہ کہ سب سببونکا علاج صرف انجام کا جان لینا ہے کہ یہ باتین مذکورہ بالا اوسکے دلمین گھس جاوین پس جس کسی کا ایمان ان سب باتون پر پکا ہوگا اوسکی زبان بیشک غیبت سے باز رہیگی

بیان پانچوان اس امر کا کہ دل سے بھی غیبت کرنی حرام ہے

واضح ہو کہ بدگمانی حرام ہے جسطرح کہ برا کہنا ناجائز ہے مثلاً جیسا دوسرے کی غیبت زبان سے ذکر کرنی نچاہیے ویسا ہی یہ بھی نچاہیے کہ دلمین اوسکی طرف سے بدگمانی کرے اور بدگمانی سے ہماری غرض یہ ہے کہ دل سے قصداً دوسرے کو برا سمجھنا چاہیے اگر کسی کی برائی خواطر اور حدیث نفس کے طور پر گذر جاوے تو وہ معاف ہے بلکہ شک بھی عفو مین داخل ہے ممنوع جو چیز ہے وہ ظن ہے یعنے دل کا میلان بدی کیطرف جسکی واسطے حق تعالی ارشاد فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ اور سوءظن کے حرام ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اسرار القلوب کو سوا علام الغیوب کے اور کوئی نہین جانتا پس بندہ کو نہین پہنچ سکتا کہ دوسرے کیطرف سے بدی کو دلمین جمالے ہان اوس صورت مین کہ بدی کا معاینہ ایسی طرح پر ہوجاوے جسمین محل تاویل نرہے تو البتہ اوسکے خلاف دلمین جمنا دشوار ہے مگر جبتک کسی کا حال نہ دیکھا ہو

نہ سنا خواہ مخواہ دلمین اوسکی طرف سے بدگمان ہونا کام شیطان کا ہے ایسی صورت مین اوس اعتقاد کو دور
کرنا چاہیے اور اس وسوسۂ شیطانی کی تکذیب کے درپے ہونا چاہیے یہ بڑا فاسق ہے اور فاسق کی خبر ماننے کا
حکم نہیں جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ
اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی خبر کو سچ نجاننا چاہیے اور اگر اسکے ساتھ کچھ بات ایسی بھی ہو جس سے کہ اوسکا
فاسد ٹھہرتا ہو یا خلاف کا احتمال نکلتا ہو تب تو بطریق اولی سچ نماننا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ فاسق خبر سچ
ہی کہتا ہو لیکن بلا تحقیق اوسکی تصدیق کیسے ہوسکتی ہے فرض کرو کہ ایک شخص کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے
تو اوسپر حد شراب کی جاری نہوگی اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ شراب سے کلی کی ہو یا غرارہ کیا ہو یا زبردستی کسی نے
منہ مین لگا دی ہو اور پیا نہو پس احتمالات کی ہوتے ہوئے تصدیق قلبی کرنی اور مسلمان پر سوء ظن کرنا نچاہیے
چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الْمُسْلِمِ دَمَهٗ وَمَالَهٗ وَاَنْ یَّظُنَّ بِهٖ ظَنَّ السَّوْءِ
اس سے معلوم ہوا کہ جن دلیلونسے مال اور خون مباح ہوتا ہے اونہین دلیلونسے سوء ظن بھی مباح ہوتا ہے
یعنی جب آنکھ سے دیکھ لے یا گواہ عادل سے ثابت ہو اور جب اسطرح نہو اور بدگمانی کا خطرہ دلمین آوے تو اوسکو
نفس سے دور کرنا چاہیے اور نفس کو سمجھانا چاہیے کہ اس شخص کا حال تجھسے آج تک مخفی رہا ہے اور جس وجہ سے
تو اب سوء ظن کرتا ہے اوسمین بھی احتمال خیر و شر کا ہے پس بیفائدہ شر کیطرف جانا اور اوسی کا وسواس دلمین
لانا کیا ضرور ہے اب اگر یہ کہو کہ شک تو آدمی کے دلمین خلجان کرتی ہی رہتے ہین اور حدیث نفس بھی آتی ہی
رہتی ہے تو ظن کو ہم کسطرح جانین کہ اس چیز کا نام ظن ہے اوسکی علامت بتانی چاہیے تو معلوم کرو کہ ظن کے
مستقل و مستحکم ہونیکی یہ علامت ہے کہ پہلے سے جسطرحکا اعتقاد ایک شخص کی ساتھ ہو ظن کے ہوتے ہوئے
وہ بات نرہے بلکہ اوس سے کسی قدر نفرت دلمین سماجاوے اور اگر پاس بیٹھے تو گران معلوم ہو عایت اور
مہربانی و اکرام و تعظیم مین سستی کرنے لگے اور اگر وہ کچھ گناہ کرے تو اوسکا رنج نہو یہ نشان استحکام ظن کے ہین
انسے جان لے کہ مجھکو دوسرے کی نسبت سوء ظن ہے ایک حدیث شریف مین مذکور ہے ثَلَاثٌ فِی الْمُؤْمِنِ
وَلَهٗ مِنْهُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُهٗ مِنْ سُوْءِ الظَّنِّ اَنْ لَّا یُحَقِّقَهٗ یعنی سوء ظن سے نکال کی صورت یہ ہے کہ ظن کو
ٹھہرنے اور جمنے نہ دے نہ دل مین نہ اعضاء ظاہری مین دلمین جمنے کی صورت تو یہ ہے کہ اوسکے باعث نفرت
اور کراہت کرنے لگے اور اعضاء ظاہری مین یہ صورت ہے کہ اونسے بھی اعمال دل کے ظن کے موافق صادر
ہون غرضکہ شیطان اونے سی بات مین لوگون کی برائی دلمین ڈالدیتا ہے اور ساتھ ہی اوسکی یہ بھی تصور
دلمین ڈالتا ہے کہ تمنے کیا خوب جلد دوسرے کو جان لیا کیسے عقیل اور ذکی ہین اور کیون نہو مومن کو تو خدا
کے نور سے سوجھا کرتا ہے حالانکہ حقیقت مین شیطان کے دہوکے سے دیکھتا ہے اوسکا اندھیرا اسمین چھایا ہوا ہے

یہان تو زجند اگمان البتہ اگر کوئی گواہ عادل کچھہ خبر سنا دے اور دل اوسکی تصدیق کیطرف مائل ہو تو
معذور ہے اس لیے کہ اگر اوس عادل کو جھوٹا سمجھیگا تو اوسکی نسبت سوء ظن ٹھہرتا ہے اور از انجا کہ ترجیح بلا مرجح
ہو نہین سکتی کہ ایک کیطرف سوء ظن ہو اور دوسرے کیطرف حسن ظن تو ایسی صورتمین آدمی کو چاہیے کہ اس بات کی
تلاش کرے کہ اون دونون مین عداوت یا حسد وغیرہ تو نہین کہ تہمت کو دخل ہو اور تہمت کی باعث
باپ اگرچہ عادل ہو اوسکی گواہی بیٹے کے نفع کے لیے شرعاً جائز نہین اور اوسیکی سبب دشمن کی شہادت
غیر مقبول ہے پس جب تک اچھی طرح معلوم نہو تب تک عادل کی خبر پر بھی توقف چاہیے نہ اوسکو سچا جانے
نہ جھوٹا بلکہ دلمین یہ سوچے کہ جس شخص کا حال اتنی کہا ہے اب تک بدستور سابق مجھکو اوسکا کچھہ علم نہین
ہوا جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہے اور بعض اوقات آدمی ظاہر مین عادل تو ہوتا ہے اور اوسمین اور دوسرے
شخص مین عداوت وغیرہ بھی نہین ہوتی مگر اوسکی عادت اسطرح کی ہے کہ لوگونکی برائی کیا کرتا ہے لوگ ظاہر
اوسکے اعمال کو دیکھکر جانتے ہین کہ یہ شخص عادل ہے مگر واقع مین عادل نہین ہے اسلیے کہ غیبت کرتا ہے اور
غیبت کنندہ فاسق ہوتا ہے جسکی عادت غیبت کی ہوتی ہے اوسکی گواہی نہین چاہیے مگر لوگون کو غیبت کے
باب مین ایسی سہل انگاری ہے کہ اسکی کچھہ پروا نہین کرتے ایک دوسری کی برائی کرتے رہتے ہین خلاصہ
کہ جب کسی مسلمان کیطرف سوء ظن دلمین ہو تو آدمی کو چاہیے کہ پہلے کی نسبت اوسکی مراعات زیادہ کرے
اور اوسکے لیے دعای خیر کرے اس سے سوء ظن جاتا رہیگا اور شیطان کو برا معلوم ہوگا پھر کبھی کسی کیطرف سے
سوء ظن دلمین نہ ڈالیگا اس ڈر کے مارے کہ مبادا یہ اوسکے لیے دعا خیر اور زیادتی رعایت مین مصروف ہو جاوے
اور جب کبھی کسی شخص مسلمان کی لغزش دلیل سے بایہ ثبوت کو پہونچ جاوے تو اوسوقت چاہیے کہ شیطان
کے فریب مین آکر اوسکی غیبت نہ کرنے لگے بلکہ اوسکو خفیہ نصیحت کرے اور نصیحت مین بھی یہ خیال رہے
کہ اس بات کی خوشی ظاہر نہو کہ ہمکو دوسرے کا دینی عیب معلوم ہو گیا اور ہمکو رتبہ وعظ و نصیحت حاصل ہوا ہمارا
مرتبہ اس سے بڑا ہے اسکو ہماری تعظیم چاہیے بلکہ جسطرح اپنے آپ مین کوئی نقصان دینی ہو تو جیسی رنج ہوتا ہے
ویسا ہی رنج کرکے یہ قصد کرے کہ یہ گناہ اوس سے چھوٹ جاوی اور بدل یہی اچھا معلوم ہو کہ بدون میری
نصیحت کے وہ اوس سے باز آجاوے جب اسطرح پر آدمی کام کرے گا تو تین ثواب کا مستحق ہوگا اول دوسرے کو
نصیحت کرنیکا دوم اوسکی خطا پر غم کرنیکا سوم دین پر اوسکی مدد کرنے کا اور جاسوسی کرنا بھی سوء ظن کا نتیجہ
ہے یعنی جب کسی کی طرف سے کچھہ ظن ہوتا ہے تو دل کو اوسپر قناعت نہین ہوتی درپے تحقیق ہو کر اوسکے
حال کی جاسوسی کرتا ہے یہ بھی ممنوع ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تجسسوا ایک ہی آیت مین غیبت
اور سوء ظن اور تجسس کو منع فرمادیا اور جاسوسی کے یہ معنی ہین کہ جو شخص مستور الحال ہے معلوم نہین کیا کرتا

اوسکے حال کے دریافت کے درپے ہونا اور اوسکی خفیہ واقعات کی تلاش مین پڑنا یہانتک
کہ اوسکے ایسے حال معلوم ہوجاوین کہ اگر وہ تہ معلوم ہوتے تو دل و دین کیلیے بہتر
اور حکم جاسوسی کا اور اوسکی حقیقت مفصل باب امر بالمعروف مین گذرچکی ہے وہان دیکھنا چاہیے

چھٹا بیان اون عذرون کا جنکے سبب غیبت درست ہے

جاننا چاہیے کہ اگر دوسرے شخص کی برائی بیان کرنے مین شرعاً کوئی مقصود صحیح ہو تو اوس غیبت کا گناہ
ہوتا اور وہ چھہ باتین ہین اول ظلم کی دادرسی کے لیے غیبت کرنی مثلاً مظلوم آدمی اگر حاکم اعلے سے کہے کہ
حاکم ادنٰی نے میرے اوپر ظلم کیا یا خیانت کی یا رشوت لی تو یہ داخل غیبت نہین کیونکہ بدون اسکی دادرسی نہ
ہوگی مگر سوا مظلوم کے اور کوئی شخص ایسا کہے تو غیبت ہوگی مظلوم کو ظالم کا برا کہنا درست ہے چنانچہ حدیث شریف
مین ہے کہ اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا اور مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ اور لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوبَتَهُ وَعِرْضَهُ دو
یہ کہ بری بات کو دور کرنے کے لیے یا گناہ گار کے راہ راست پر آنے کے لیے استعانت منظور ہو جیسے حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جب آپ حضرت عثمان یا حضرت طلحہ کے پاس کو گذرے تو السلام علیکم کہا اونہون
نے جواب نہ دیا آپنے اونکی شکایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف
لیجاکر صلح کرادی تو یہ شکایت صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک داخل غیبت نہ تھی کیونکہ اس سے مقصود اوسکی صلح
تھی اسیطرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہونچی کہ شام کے ملک مین ابوجندل نے شراب خواری شروع
کردی ہے تو اونکو یون لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم حٰمٓ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ
غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ اونہون نے اسکے پڑہتے ہی توبہ کی تو جس شخص نے کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ماجرا کہا تھا بطور غیبت نہین کہا تھا اور نہ آپ نے اوسکو غیبت تصور کیا بلکہ اوس کا
مقصود یہ تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنین گے تو اس حرکت کو برا جانکر اونکو نصیحت فرماوینگے اور اس
باب مین جیسی آپکی نصیحت کارگر ہوگی دوسرے کی نہوگی اور ایسا ہی ہو اغرضکہ مقصود صحیح شرط ہی درستی غیبت
کے حرام ہونے مین کیا کلام ہے تیسرے یہ کہ کسی مسئلہ مین حکم شرع پوچھنا منظور ہو مثلاً مفتی سے جاکر
سوال کرے کہ میرے باپ بھائی یا زوجہ وغیرہ نے مجھپر ظلم کیا شرعاً مجھکو کیا کرنا چاہیے جو اس ظلم سے رہائی
پاؤن اور اسمین بھی احتیاط یہی ہے کہ کنایۃً استفسار کرے مثلاً یون پوچھے کہ آپ اس باب مین کیا
ارشاد فرماتے ہین کہ ایک شخص پر اوسکے کسی رشتہ دار نے ظلم کیا تو اوسکو کیا کرنا چاہیے اور اگر اس عذر
کے باعث تصریح اور تعین بھی کریگا تو جائز ہے چنانچہ روایت ہے کہ ہندہ عتبہ کی بیٹی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین اپنے شوہر کی شکایت کی کہ ابوسفیان مرد بخیل ہے مجھکو اسقدر نہین دیتا کہ مجھکو اور اولاد کو کافی ہو

اگر اجازت ہو تو مین اوس سے چھپا کر لے لیا کرون آپ نے فرمایا کہ جسقدر تجھے ٹھیک ٹھیک تجکو اور تیری اولاد کو کافی ہو اوسقدر لے لیا کر تو باوجود دیکہ اوسنے اپنے شوہر کا بخل اور ظلم ذکر کیا مگر آپ نے اوسکو منع نہین فرمایا کیونکہ غرض اوسکی مسئلہ کا دریافت کرنا تھا چوتھی یہ کہ کسی مسلمان کو شر سے بچانا منظور ہو مثلاً جب کسی فقیہ دیندار کو دیکھا کہ ایک بدعتی یا فاسق کے پاس آتا جاتا ہے اور یہ خوف ہوا کہ کہیں اوسکی بدعت یا فسق مین یہ بھی مبتلا نہو جاوے تو جائز ہے کہ اوس بدعتی یا فاسق کی بدعت و فسق کا اظہار اوس فقیہ سے کردے اس غرض سے کہ اوسکا اثر اوسمین نہو جاوے اور کسیطرح جائز نہین اسلیے کہ اسمین دہوکا بھی ہو جاتا ہی کیونکہ کبھی حسد کے سبب سے دوسرے کی بدعت و فسق کہنے کی نوبت آتی ہے اور شیطان یہی سوجہاتا ہے کہ لوگون کا بچاو اس بدعتی و فاسق سے منظور ہے ایسا ہی اگر کوئی کسی شخص کو نوکر رکھنا چاہتا ہے اور اوس نوکر کا عیب آقا کے کسی دوست کو معلوم ہے تو اوسکو چاہیے کہ آقا سے اوسکا حال کہدے گو اسمین نوکر کا ضرر ہے مگر آقا کی فائدہ پر اور نقصان نہونے پر اول لحاظ چاہیے اسیطرح اگر کوئی حاکم گواہی کے باب مین کسی کا حال پوچھے کہ یہ شخص گواہ کیسا ہے عادل ہے یا نہین تو اوسوقت بھی اگر اوسکی برائی معلوم ہو تو بیان کردینی چاہیے اسلیے کہ گواہونکی گواہی پر دار و مدار مقدمہ کا ہوتا ہے اگر یہ سچ نہ کہیگا تو کیا عجب ہے کہ دوسرے کا نقصان ہو جاوے ایسا ہی اگر کوئی شخص نکاح کے باب مین خواہ ودیعت رکھنے کے باب مین دوسرے کا حال پوچھے تو جیسا جانتا ہو ویسا ہی کہے اسصورت مین اظہار عیب داخل غیبت نہین اسواسطے کہ مقصود خیر خواہی مشورہ چاہنے والے کی ہے نہ دوسرے کو برا کہنا اور اسی لحاظ سے اگر یہ جانے کہ میرے صرف منع کرنے سے یہ باز رہیگا تو فقط یہی کہدے کہ ایسا مناسب نہین معلوم ہوتا اور اگر یہ جانے کہ بدون دوسرے کی برائی زبان پر لائے یہ ہرگز باز نہ آویگا تو اوسوقت اوسکا حال صاف صاف کہدے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اترعون عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ مَا فِيهِ هتكوه حَتّٰى يَعْرِفَهُ النَّاسُ اُذْكُرُوهُ بِمَا فِيهِ حَتّٰى يَحْذَرَهُ النَّاسُ اور اکابر سلف کا قول ہے کہ تین آدمیونکی برائی کرنی غیبت نہین ہے اول امام ظالم دوم بدعتی سوم فاسق معلن پانچوین یہ کہ کوئی شخص ایسے لقب سے معروف ہو گیا ہو جسمین کوئی عیب ہو جیسے لنگڑا یا اندھا یا کنجا وغیرہ تو اسصورت مین بھی گناہ نہین احادیث کی روایت مین ایسا پایا جاتا ہے مثلاً روے ابوالزناد عن الاعرج و سلیمان عن الاعمش اور ضرورت کے واسطے علما نے ایسا کیا کہ مقصود تصریح راوی کی تھی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لقب اونکے ایسے ہو جاتے ہیں کہ اونسے وہ لوگ برا نہین مانتے تاہم ایسے القاب کو کنایۃً بولنا بہتر ہے اسیواسطے اندھے کو بصیر کہا کرتے ہین کہ نقصان کا ذکر نہ آوے چھٹے یہ کہ جسکی برائی کرین وہ فاسق معلن ہو یعنے فسق علانیہ کرتا ہو کسی پر اوسکی برائی مخفی نہو جیسے مخنث یا شراب خوار یا بھنگڑ یا لوگون کو ڈانڈ لینے والا

لہذا ظاہر طور پر یہ کام کرتے ہون اور اگر کوئی اونکی یہ خطا بیان کرے تو برا مانتے ہون تو ایسے لوگونکی غیبت
جائز ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ مَنْ اَلْقیٰ جِلْبَابَ الْحَیَاءِ عَنْ وَجْهِهٖ فَلَا غِیْبَةَ لَهٗ اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ فاجر کی کچھہ حرمت و عزت نہین یعنی جو شخص کہ کھلم کھلا بدکاری کرتا ہے آ
برا کہنے سے ہتک عزت اور داخل غیبت نہین الا جو چھپا کر کرتا ہے اوسکی حرمت کی رعایت چاہیے
صلت بن طریف کہتے ہین کہ مینے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر مین فاسق معلن
برائی کرون اور جو بات اوس مین ہے اوسکو بیان کرون تو غیبت ہوگی یا نہین اونہون نے فرمایا
غیبت تو نہین مگر کچھہ بزرگی بھی نہین اور یہ بھی اونہین کا قول ہے کہ تین شخصونکی برائی غیبت نہین
ہواے نفسانی اور فاسق معلن اور امام ظالم کیونکہ یہ لوگ اپنے افعال ظاہر کرکے کرتے ہین بلکہ اکثر اوقات اونپر
فخر کرتے ہین تو برا کیون ماننے لگے تھے ہان جو بات چھپا کر کرتے ہون اوسکے ذکر سے البتہ گناہ ہوگا اور عوف
رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مینے ایکبار حضرت ابن سیرین کی خدمت مین حاضر ہوکر حجاج بن یوسف کو برا کہا
تو انہون نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حاکم عادل ہے جیسا حجاج سے انتقام اوسکے ظلم کا لیگا ایسا ہی جو کوئی اوسکی
غیبت کرتا ہے اوس سے اوسکا عوض لیگا اور یاد رکھو کہ کل کو جب اوسکے سامنے جاؤگے تو تمہارا یہ چھوٹا گناہ حجاج کے
بڑے گناہونسے تم پر سخت معلوم ہوگا

ساتوان بیان غیبت کے کفارہ کے ذکر مین

غیبت کنندہ پر لازم ہے کہ غیبت سے توبہ کرے اور نادم ہوکر اپنے فعل پر تاسف کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حق سے
بری الذمہ ہو پھر جس شخص کی غیبت کی ہے اوس سے معاف کرا دے تاکہ اوسکے حق سے بھی بری ہو مگر
حزین اور نادم اور متاسف ہوکر بقصد معاف کرا دے اسلیے کہ ریاکار آدمی اسلیے بھی عفو کی خواہان ہوتے
ہین کہ کوئی اونکو پرہیزگار جانے حالانکہ دلمین ندامت کا نام نہین ہوتا تو اس سے ایک دوسرا گناہ
ہوتا ہے اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کی غیبت کی ہی اوسکے حق دعاء مغفرت کافی ہے
معاف کرانیکی ضرورت نہین اور اسکی وجہ اس حدیث کو کہتے ہین جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کَفَّارَةُ مَنِ اغْتَبْتَهٗ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهٗ اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ کفارہ کسی کے گوشت کھانیکا یہی ہے کہ اوسکی ثنا کرے اور اوسکے لیے دعاء خیر کرے اور
عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا کہ غیبت سے توبہ کس طرح ہوتی ہے اونہون فرمایا کہ اسطرح ہے کہ جسکی
غیبت کی ہے اوسکے پاس جاوے اور کہے کہ جو کچھہ مینے کہا تھا جھوٹ مارا تھا تیرے حق مین ظلم و زیادتی
ہوئی اب مین حاضر ہون چاہو مجھسے بدلا لو چاہو معاف کرو اور یہی قول عطاء کا اصح ہے اور یہ جو بعضے

لوگ کہتے ہین کہ آبرو کا کچھ عوض نہین اوس سے عفو چاہنا واجب نہین جیسا مال کی صورت مین معاف کرانے کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ ایک قول پوچ ہے اسلیے کہ آبرو ایسی چیز ہی کہ اوسکے واسطے گالی مین سزا دیجاتی ہے اور باز پرس ہوتی ہے بلکہ حدیث شریف مین اسکی تصریح ہے موجود ہے کہ آپنے فرمایا
مَنْ كَانَتْ لِأَخِيْهِ عِنْدَهٗ مَظْلَمَةٌ فِيْ عِرْضٍ وَّمَالٍ فَلْيَتَحَلَّلْهَا مِنْهُ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَيْسَ هُنَاكَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَزِيْدَتْ عَلٰى سَيِّئَاتِهٖ
اور حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو فرمایا جسنے کہ دوسری عورت کو کہا تھا کہ بڑے لنبے دامن والی ہے کہ تونے اوسکی غیبت کی اوس سے اپنا قصور معاف کرا اس سے معلوم ہوا کہ عفو کرانا بیشک چاہیے بشرطیکہ ممکن ہو اور اگر وہ شخص مفقود الخبر ہو یا مرگیا ہو تب البتہ اوسکے لیے زیادہ تر دعا خیر کرے اور اوسکو نیکیون کا ثواب بخشا کرے اب باقی رہا یہ کہ معاف کرنا دوسرے کے ذمہ واجب ہی یا نہین تو اوسکا حال یہ ہے کہ واجب تو نہین اسلیے کہ یہ ایک طور کا احسان کرنا ہے البتہ مستحب ہے اگر معاف کر دے گا تو ثواب پاویگا ورنہ مستحق عتاب نہین اور معاف کرانیکی سبیل یہ ہے کہ اول اوس شخص کی خوب سی تعریف کرے اور اوس سے دوستی پیدا کرے اسیطرح روز مرہ کرتا ہے یہانتک کہ اوسکا دل اسکی طرف سی صاف ہو جاوی اور قصور معاف کرے اور اگر بالفرض طبیعت صاف نہوگی تب بھی اسکا عذر کرنا اور دوست بنجانا خالی ثواب سی نہوگا عجب کیا ہے کہ غیبت کی مقابلہ مین یہی نیکی ہو جاوے اور بزرگان سلف مین سے بعضے لوگ معاف نہین کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو شخص مجھپر زیادتی کرتا ہے مین اوسکو معاف نہین کرتا اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ غیبت کو مین نے تو حرام کیا ہی نہین خدا تعالی نے حرام کیا ہے پس مین معاف کرکے اوسکو حلال کیون کرون اب اگر کوئی یون کہے کہ یہ جو حدیث شریف مین وارد ہے کہ کیا تم مین سے کسی سے نہین ہوسکتا کہ مثل ابی ضمضم کے ہو جاوی وہ جب گھر مین سے نکلتا تھا تو کہتا تھا کہ الٰہی مین نے لوگون پر اپنی آبرو خیرات کر دی تو آبرو کا صدقہ کر دینا کیسے ہوتا ہے اور اگر یہ صدقہ جائز ہو تو ایسے شخص کو لوگ برا بھلا کہہ سکتے ہین یا نہین اور اگر صدقہ ناجائز ہو تو حدیث مین اس کی ترغیب کیون ہے تو اوسکا جواب یہ ہی کہ معنے ابی ضمضم کے قول کے یہ ہین کہ مین قیامت کو اسکا طالب نہوگا کہ فلانے نے میری غیبت کی تھی اوس سے میرا حق ملے اور اس کہنے سے نہ تو غیبت ایسی شخص کی جائز ہے اور نہ گناہ سے بری ہوسکتا ہے اسواسطے کہ پہلے وجوب سی عفو کے کیا معنی بلکہ یہ ایک وعدہ سی صورت ہی کہ اگر کوئی مجھکو برا کہیگا تو مین قیامت مین خصومت نکرون گا پس اگر وہ اس وعدہ سے پھر جاوی اور اپنے حق کا طالب ہو تو مثل اور حقوق کے یہ بھی ہوسکتا ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح

تصریح کردی ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو گالی دنیا لوگون کے لیے مباح کردے تو اس سے اوسکا حق ساقط نہین ہوتا اور آخرت کی حقوق ایسے ہی ہین جیسے دنیا کے حاصل یہ کہ معاف کرنا افضل ہے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب قیامت کے روز تمام قومین اللہ عزوجل کے سامنے گھٹنون کے بل پڑی ہوئی ہونگی اوسوقت سرادقات کبریائی سے ندا ہوگی کہ جسکی مزدوری اللہ جل شانہ پر باقی ہو وہ اوٹھے اوسوقت صرف وہ لوگ اوٹھینگے جنھون نے دنیا مین لوگونکے قصور معاف کیے ہونگے اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھی اونھون نے فرمایا کہ یون حکم ہے کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اوسکو معاف کرو اور جو تم سے نہ ملے اوس سے خود ملو اور جو تمکو نہ دے اوسکو دو اور ایک شخص نے حضرت حسن رح سے کہا کہ فلان شخص نے آپکی غیبت کی ہے تو آپ نے غیبت کنندہ کے پاس کچھ خرما تر ایک طباق مین بھیجے اور کہلا بھیجا کہ مینے سنا ہے تمنے اپنی نیکیون مین سے کچھ مجکو ہدیہ کی ہین تو مین نے اوسکا بدلہ چاہا مگر چونکہ پورا عوض نہین دے سکا اس لیے جسقدر مکافات کی معذور رکھنا

سولھوین آفت

چغلی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ پھر فرمایا عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ عبداللہ بن المبارک فرماتے ہین کہ زنیم کے معنے ہین وہ ولد الزنا جو بات نہ چھپاوے اور اس آیت سے اونھون نے یہی استنباط کیا ہے کہ جو شخص بات نہ چھپاوے اور چغلی کہاوے وہ ولد الزنا ہی اور نیز فرمایا اللہ جل شانہ نے وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ اس آیت مین ہمزہ سے بعضون نے چغل خور مراد لیا ہے اور فرمایا حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کہتے ہین کہ ابو لہب کی بی بی چغل خور تھی تو معنے یہ ہوئے کہ حمالۃ للحدیث اور فرمایا فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا یہ آیت حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیبیون کی شان مین ہے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جب کبھی اونکے یہان کوئی مہمان آتا قوم مین جاکر خبر کردیتی وہ لوگ خبر پاکر اوس مہمان سے خواستگار لواطت ہوتے اور حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی لوگون سے کہتی کہ آپ مجنون ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ اور دوسری روایت مین نمام کی جگہ قتات ہے جسکے معنے بھی نمام ہی کے ہین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا أَحَبُّكُمْ إِلَى اللّٰهِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا الْمُوَطَّئُوْنَ أَكْنَافًا الَّذِيْنَ يَأْلَفُوْنَ وَيُؤْلَفُوْنَ وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَى اللّٰهِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْإِخْوَانِ الْمُلْتَمِسُوْنَ لِلْبُرَآءِ الْعَثَرَاتِ اور فرمایا کہ کیا مین تمکو سب سے زیادہ شریر نہ بتادون صحابہ علیہم السلام نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماویے وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو چغلی کہا کہا کر دوستون مین بگاڑ کرتے ہین اور صاف

آدمیوں کے عیب کی متلاشی رہتے ہیں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ
آپ نے فرمایا مَنْ اَشَاعَ عَلٰی مُسْلِمٍ بِکَلِمَۃٍ یُشِیْنُہٗ بِھَا بِغَیْرِ حَقٍّ شَانَہُ اللّٰہُ بِھَا فِی النَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور یہ حدیث
بھی انہیں سے مروی ہے مَنْ شَھِدَ عَلٰی مُسْلِمٍ بِشَہَادَۃٍ لَیْسَ لَھَا بِاَھْلٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ اور کہتے ہیں
کہ سوم حصہ عذاب قبر کا چغلی سے ہوتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے جب جنت کو پیدا کیا تو اوسکو ارشاد ہوا کہ کچھ بول اوس نے
عرض کیا کہ جو شخص میرے اندر آویگا وہ سعید ہے اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال
کی آٹھ قسم کے لوگ تجھ میں نہیں رہینگے ایک ہمیشہ شراب پینے والا دوم زنا پر اصرار کرنے والا سوم
چغل خور چہارم دیوث پنجم ظالم سپاہی چھٹا مخنث ساتواں قاطع رحم آٹھواں جو خدا کی قسم کسی کام کے
کرنے کے لیے کھاوے اور پھر قسم پوری نکرے اور کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایکسال خشکی ہوئی حضرت موسی علیہ السلام نے کئی بار مینہ کے لیے دعا کی مگر نہ برسا خدا تعالی نے وحی
بھیجی کہ دعا تمہاری اور تمہارے ساتھ والوں کی اسلیے مقبول نہیں ہوتی کہ تم میں ایک چغل خور ہے
کہ وہ چغلی پر اصرار کرتا ہے حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ الہی وہ کون ہے مجھکو بتلا دے
تاکہ ہم اوسکو اپنے گروہ سے نکالدیں ارشاد ہوا کہ اے موسی میں چغلی سے منع کرتا ہوں اور پھر میں
ہی چغلی کھاؤں پس سب ہمراہیوں نے ایک ساتھ توبہ کی اور باران رحمت نازل ہوا اور روایت ہے
کہ ایک شخص سات سو کوس تک چلکر ایک حکیم کے پاس آیا اور اوس سے کہا کہ چونکہ تمکو اللہ تعالی نے
علم دیا ہے میں بنظر استفادہ سات باتیں پوچھنے آیا ہوں اونکا جواب شافی عنایت فرماؤ اول
سوال یہ ہے کہ آسمانوں سے زیادہ بھاری کیا چیز ہے اوسنے جواب دیا کہ صاف آدمی پر بہتان
باندھنا اوسنے دوسرا سوال کیا کہ زمین سے زیادہ چوڑی کیا چیز ہے اوسنے کہا کہ حق اوسنے تیسرا
سوال پوچھا کہ پتھر سے زیادہ سخت کیا چیز ہے حکیم نے کہا کہ کافر کا دل اوسنے چوتھا سوال پوچھا کہ آگ
سے گرم کیا شے ہے جواب دیا کہ حسد اور حرص پانچواں سوال کیا کہ زمہریر سے زیادہ ٹھنڈی کیا چیز ہے
جواب دیا کہ کسی قریب رشتہ دار سے حاجت کا نہ پورا ہونا اوسنے چھٹا سوال کیا کہ سمندر سے زیادہ بے پروا کیا چیز ہے
حکیم نے کہا کہ جس دل میں فراغت ہو ساتواں سوال کیا کہ یتیم سے زیادہ کون ذلیل ہے اوسنے جواب دیا
کہ وہ چغل خور ہے جب اوسکا حال ظاہر ہو جاتا ہے تو یتیم سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے اب تعریف چغلی کی اور
جو چیز اسکے دور کرنیکے لیے ضروری ہے اوسکو لکھا جاتا ہے واضح ہو کہ چغلی کی تعریف لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ
ایک آدمی دوسرے سے جاکر یہ کہدے کہ فلاں شخص تمکو یہ کہتا تھا اور چغلی واقع میں اسی پر منحصر نہیں بلکہ تعریف

اوسکی یہ ہے کہ جس چیز کا ظاہر کرنا برا ہو اوسکو ظاہر کر دے خواہ جسکی طرف سے کہا ہے اوسکو برا لگے یا جس
سے کہا ہے اوسکو برا معلوم ہو خواہ کسی تیسرے آدمی کو ناگوار گذرے اور ظاہر کرنا بھی خواہ قول سے ہو
یا لکھنے سے یا رمز و کنایہ سے اور جو چیز ظاہر کی ہے وہ بھی خواہ عمل ہو یا کلام خواہ عیب و نقصان دوسرے کا
ہو یا نہو غرض کہ چغلی افشار راز اور مکروہ بات کی اظہار کا نام ہے پس جب آدمی کی نظر لوگونکے حال پر پڑے تو چاہیے
کہ سکوت کرے مگر ایسی بات جسمین فائدہ کسی مسلمان کا یا دور کرنا کسی گناہ کا پایا جاتا ہو اوسمین البتہ بولنا چاہیے
مثلاً جب کسی شخص کو دیکھے کہ کسی کا مال لیے لیتا ہے تو چاہیے کہ اوسکے واسطے گواہی دے اسمین رعایت مال
والے کی ہوگی لیکن اگر کوئی اپنا مال چھپا کر رکھتا ہو اوسکو اگر ظاہر کر دیگا تو چغلی ہوگی اور اگر کسیکا عیب یا
نقصان ذکر کرے گا تو دو گناہ ہونگے ایک غیبت کا دوسرے چغلی کا اور باعث چغلی کا یا تو یہ ہوتا ہے کہ جسکی
بات کہی اوسکو کچھہ برائی پہونچے یا یہ کہ جس سے بیان کرتا ہے اوسکی دوستی کا اظہار منظور ہو یا باتون مین
دل لگی کے طور پر مذکور ہو جاوے یا فضول و باطل بکنے کا شوق ہو بہر صورت جب کسی شخص کے سامنے اس
قسم کی کوئی چغلی پیش ہو مثلاً یون کہا جاوے کہ فلان شخص تمکو ایسا ایسا کہتا تھا یا تمہارے باب مین یہ
کہتا ہے یا تمہارے بگاڑ کی فکر مین ہے یا تمہارے دشمن سے ساز رکھتا ہے یا اور کوئی ایسی ہی بات ہے تو سننے والے کو
چھہ باتین چاہییں اول تو یہ کہ اوسکو سچا نجانے کیونکہ چغل خور فاسق ہے اوسکی شہادت نامقبول ہے چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہے یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَہَالَۃٍ دوسرے یہ کہ
کہنے والے کو منع کرے کہ پھر میرے سامنے ایسی بات کہنا اور اوسکو نصیحت کی راہ بتلا دے کہ یہ حرکت بیجا ہے
جیسا کہ قرآن مجید مین ہے وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ تیسرے یہ کہ اوس سے اللہ کے واسطے بغض رکھے
کیونکہ اوس سے خدا تعالی بغض رکھتا ہے اور جس سے خدا بغض رکھے اوس سے بغض رکھنا واجب ہے چوتھے یہ کہ
غائب شخص کی صرف اسکے کہنے سے بدگمانی نکرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ
الظَّنِّ اِثْمٌ پانچوین یہ کہ اوسکے کہنے سے درپے تحقیق و تلاش نہو اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا چھٹے یہ کہ جس بات
سے کہ چغل خور کو منع کیا ہے اوسمین آپ مبتلا نہو مثلاً لوگون مین ذکر نکرے کہ فلان شخص مجھسے ایسا ایسا
کہتا تھا ورنہ غیبت اور چغلی ہوگی اور اسی سے اوسکو منع کیا تھا روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر
بن عبد العزیز کی خدمت مین آیا اور ایک دوسرے شخص کا حال اونکے سامنے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ
اگر کہو تو اس بات کو امتحان کرین اگر جھوٹ نکلی تو تو اس آیت کا مصداق ٹھہرے گا اِنْ جَآءَکُمْ
فَاسِقٌ بِنَبَاٍ اور اگر سچ نکلے تو اس آیت کا ہَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ اور اگر کہو تو معاف کر دین اوسنے عرض کیا کہ یا
امیر المومنین مجھسے خطا ہوئی پھر کبھی ایسا نکرونگا معاف فرمائیے اور روایت ہے کہ ایک حکیم کا کوئی بھائی و

پاس آیا اور اوسکی کسی دوست کا کچھ حال کہا اوسنے سنکر جواب دیا کہ تم بہت دنوں میں آئی اور تین کرتوت ساتھہ لائے
اول تو یہ کہ میرے دوست سے بغض پیدا کر دیا دوسرے میرا دل فارغ اور چین سے تھا اوسمین ایک تردد ڈالدیا سوم
یہ کہ تمکو امین جانتا تھا اب اعتبار جاتا رہا اور روایت ہے کہ سلیمان بن عبد الملک بیٹھے ہوئی تھے اور انکے پاس حضرت
زہری بھی تھے اتنے مین ایک شخص آیا سلیمان نے اوس سے کہا کہ مینے سنا ہے کہ تونے میرے حق مین ایسا ایسا کہا ہے اوسنے
عرض کیا کہ یہ حرکت مجھسے نہین ہوئی اور نہ مینے کچھ کہا سلیمان نے کہا کہ جسنے مجھسے کہا ہے وہ سچا آدمی ہے حضرت
زہری نے کہا کہ نمام سچا نہین ہوتا سلیمان نے کہا کہ واقع مین آپ نے درست فرمایا اور اوس شخص سے کہا کہ سچ ہے بخیر چلاجا
اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ من نم الیک نم علیک اسکا ترجمہ ہے جو شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتی ہین

هر که عیب دگران پیش تو آورد و شمرد	بیگمان عیب تو پیش دگران خواهد برد

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمام سے بغض رکھنا چاہیے اور اوسکی قول کو معتبر اور سچا نجاننا چاہیے
کیونکہ وہ جھوٹ اور غیبت اور غدر وخیانت اور بغض وحسد اور نفاق اور لوگونمین بگاڑ ڈالنے سے
خالی نہین رہتا جس چیز کے پیوند کا خدا تعالے نے حکم فرمایا ہے اوسکو کاٹتا رہتا ہے وَيَقْطَعُونَ
مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى
الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور چغل خور بھی ایسے ہی لوگون مین سے ہے
اور حدیث شریف مین ہے إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنِ اتَّقَاهُ النَّاسُ لِشَرِّهِ اور چغل خور
بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور فرمایا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ اسمین بعضون نے تو قاطع سے مراد قاطع
رحم لی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو لوگونمین چغلی سے بگاڑ کرے اور
حضرت علی رض کے سامنے ایک شخص نے دوسرے کی چغلی کی آپ نے فرمایا کہ ہم اسکی تحقیقات کرینگے
اگر سچ بات ہوئی تو تجھسے ناراض ہونگے اور اگر جھوٹ ہوئی تو سزا دینگے اور اگر چاہے تو معاف
کردین اوسنے عرض کیا کہ حضرت آپ معاف فرمادین اور محمد بن کعب قرظی سے کسی نے پوچھا کہ کونسی
خصلت سے ایماندار کی قدر کم ہوتی ہے اونہونے فرمایا کہ بہت باتین کرنی اور راز کی فاش کرنی اور ہر ایک کی بات مان لینی
اور ایک شخص نے عبد اللہ بن عامر سے اونکی عہد امارت مین پوچھا کہ مینے سنا ہے کہ فلان شخص آپ سے کہہ گیا ہے کہ مینے انکو
برا کہا ہے اونہون نے کہا کہ کہا تو ہے اوسنے کہا کہ جو کچھ وہ کہہ گیا ہے آپ مجھسے ذکر کرین تاکہ مین اوسکا جھوٹ ظاہر
کرون اونہون نے کہا کہ مجھے یہ منظور نہین کہ اپنی زبان سے اپنے آپکو گالی دون اسمین یہی کافی ہے کہ مین اوسکی بات سچ
نجانونگا اور تم سے ملاقات نہین چھوڑونگا اور بعض سلف سے منقول ہے کہ اون کے سامنے چغلی کا ذکر ہوا
اونہون نے فرمایا کہ لوگون کو کیا ہوا ہے کہ ہر ایک قوم کو لوگون سے کچھ بات پسند کرتے ہین مگر چغل خور کو

جھوٹی بات کیون اچھی معلوم ہوتی ہے اور حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتی ہین ہما
یہ اعتقاد ہے کہ چغلی کی نسبت چغلی کا مان لینا زیادہ برا ہے اسلیے کہ چغلی مین تو صرف بتلانا ہی ہے
اور ماننے مین اجازت پائی جاتی ہی کہ اور کما کرا اور دونون مین بہت فرق اسلیے چغل خور سے کنارہ کرنا چاہیے
کیونکہ اگر بالفرض اوسکا قول صحیح ہی تب بھی کمینگی سے خالی نہین کہ اوسنے حرمت کی حفاظت
نہ کی اور عیب پوشی کو کاربند نہوا اور ایک حدیث مین ہے کہ الساعی بالناس بغیر رشدہ یعنی
چغل خور حلال زادہ نہین ہوتا اور ایک شخص سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اور زیاد الاعجم کی
چغلی کی سلیمان نے دونون کو صلح کے واسطے اکھٹا کیا تو زیاد اوس شخص کیطرف مخاطب ہوکر کہنے لگا

امانت مین خیانت کی جو چغلی سو سب ہی
یہی شرط مروت ہی دیانت اور سلوک کہتے ہین

اور ایک شخص نے عمرو بن عبید سے کہا کہ تمہارا رفیق اسواری ہمیشہ اپنی مکاتبات مین تجکو برا کہا کرتا ہی اونہون
نے جواب دیا کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ تونے نہ تو اوسکی رفاقت اور ہمنشینی کا حق سمجھا کہ بری بات مجھتک نہ پہنچائی
اور نہ میرا حق خیال کیا کہ مجکو اوسکا حال ایسا بتلایا جو مجکو برا معلوم ہو خیر اگر یون ہی ہے تو اوس سے
کہدینا کہ موت ہم دونونکو آوی گی اور قبر ہم دونونکو کہاوے گی اور قیامت مین اکٹھے ہونگے
اور احکم الحاکمین فیصلہ فرماوے گا اور منقول ہی کہ بعض چغل خورون نے صاحب بن عباد کو ایک پرچہ
لکھا کہ جو یتیم آپ کی تربیت مین ہے اوسکے پاس مال بہت ہی اگر داخل خزانہ ہو تو مناسب ہے اونہون نے
اوس پرچہ کی پشت پر لکھا کہ چغلی بہت بری چیز ہے گو درست ہی کیون نہو خدا تعالی مرد متوفی
پر رحمت کرے اور یتیم کو عوض عنایت فرماوے اور اوسکے مال کو بڑہاوے اور چغل خور پر لعنت کرے
اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ تجکو ایسی عادتین سکھلائے دیتا ہون کہ اگر اونپر کاربند
ہوگا تو ہمیشہ سردار بنا رہیگا وہ یہ ہین کہ قریب و بعید سے بخلق پیش آیا کر اور اپنا جہل کریم و لئیم پر
ظاہر مت کر اور لوگونکی حرمت کا لحاظ رکہ اور اپنے بیگانونسے ملا کر اور جو شخص تجہ مین اور لوگون مین
بگاڑ ڈالا چاہے اور فریب دیا چاہے اوسکی بات کبھی مت مان اور اپنا بھائی اور دوست اوسکو جان
کہ جب علیحدہ ہو جاوے تو نہ تو اوسکی برائی کرے نہ وہ تیری اور بعضون نے کہا ہی کہ چغلی جھوٹ
اور حسد اور نفاق سے بنی ہے اور یہی تینون چیزین ذلت کی بنا اور ارکان ہین اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ چغل خور اگر بالفرض سچ ہی کہتا ہے تو واقع مین گویا گالی وہی دیتا ہی اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیان
کرتا ہی وہ اگر سچ پوچھو تو قابل رحم ہے کہ اوسکو اتنی ہمت و جرات نہ ہوئی کہ سامنے کہتا بلکہ اسنے خود اپنی
زبان سے تجکو رنج دیا حاصل یہ کہ چغلی کی بدی قابل نہ کہنے کے ہے بڑی بلا ہی اس سے بڑی بکھیڑے موجاتے ہین

چنانچہ حماد بن سلمہ کہتے ہین کہ ایک شخص نے غلام بیچا اور مشتری سے کہا کہ اسمین کوئی عیب نہین
مگر چغل خور ہے خریدار نے کہا کہ مجکو منظور ہے غرض اوسکو خرید لیا چند روز کے بعد اوس غلام نے اپنی آقا کی
بیوی سے کہا کہ تمہارا شوہر تمکو نہین چاہتا اب وہ کوئی حرم اپنی گہر مین ڈالا چاہتا ہے مجہہ ایک منتر آتا ہی جب
تمہارا شوہر سووے تو استرہ سے گُدی کے بال تہوڑے سے لیکر مجکو دینا تو اون پر دنیر وہ منتر پڑہ دونگا تو تمہارا ہی
ہو رہیگا اوسنے منظور کر لیا اور منتظر سونے کی ہوئی اور اس چالاک نے آقا سے خفیہ یہ کہا کہ تمہاری بیوی کسی
دوسرے سے آشنائی رکہتی ہی فرصت کے وقت تمہارے مارنیکی فکر مین ہے امتحان کرنا چاہو تو سونیکے بہانہ
لیٹ کر دیکہہ لو وہ شخص اسی طرح لیٹ رہا کہ کوئی جانے سوتا ہی عورت تو منتظر ہی تہی استرہ لیکر اوسکے پاس گئی
جوہین وہ گردن کی طرف جہکی مرد نے جانا کہ بیشک گلا کاٹا چاہتی ہی فوراً اُٹہتے ہی اوسکو مار ڈالا اوسکی سسرال
والون نے خبر سنکر اوسکو صاف کر دیا پہر یہ فساد مرد و عورت کی کٹم مین پہیل گیا ایک ذرا سی چغلی سے اتنا بکہیڑا ہوا
سترہوین آفت دورخی بات کہنی مثلاً جو شخص دو دشمنون سے ملتا ہی تو جسکے سامنے جاتا ہی اوسکی موافق
گفتگو کرتا ہی اور یہ کم ہوتا ہی کہ دو عداوت والونسے ملے بہی اور ایسی بات کہنے سے بچا رہے اسیکا نام صین نفاق
ہی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا
كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور حضرت ابو ہریرہ سے یہ حدیث مروی ہی کہ آپ نے فرمایا تَجِدُونَ
مِنْ شَرِّ عِبَادِ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِحَدِيثٍ وَهٰؤُلَاءِ بِحَدِيثٍ
اور ایک روایت مین حدیث کی جگہہ بوجہ ہی اور یہہ بہی حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ دورخا آدمی خدا کے
نزدیک امین نہین ہوتا اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مینے توریت مین پڑہا ہی کہ آدمی اپنے یارونسے دورخی
بات کہتا ہی اور پہر امانت کا طالب ہی امانت در کنار قیامت کو خدا تعالی ایسے منہ کو ہلاک کرے گا جس سے
دورخی بات نکلی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ أَبْغَضُ خَلِيقَةِ اللهِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
الْكَذَّابُونَ وَالْمُسْتَكْبِرُونَ وَالَّذِينَ يُكْثِرُونَ الْبَغْضَاءَ لِإِخْوَانِهِمْ فِي صُدُورِهِمْ فَإِذَا لَقُوهُمْ
تَخَلَّقُوا لَهُمْ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ كَانُوا أَبْطَاءَ وَإِذَا دُعُوا إِلَى الشَّيْطَانِ وَأَمْرِهِ كَانُوا سِرَاعًا
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی رکابیا نہ بنت ہو کہ جدہر کی ہوا دیکہی
اودہر ہی پہر گئے غرض کہ اسپر سب کا اتفاق ہے کہ دو شخصون سے دورخی ملاقات کرنی نفاق ہے
اور نفاق کی بہت سی علامتین ہین اونمین سے ایک یہ بہی روایت ہے کہ ایک شخص صحابہ رضی اللہ
عنہم مین سے مر گیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رازدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی جنازہ کی
نماز نہ پڑہی حضرت عمر رض نے اونکو فرمایا کہ بڑی تعجب کی بات ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کوئی مرے

اور تم کا ذکر ہوا او نہون نے فرمایا کہ یا امیر المومنین انہ منہم یعنی یہ منافقون مین سے ہی آپنے فرمایا
کہ مین تم سے بقسم پوچہتا ہون کہ مین تو منہم مین نہین ہون اونہون نے فرمایا کہ نہین مگر بعد تمہارے
مجہے اونکا کہٹکا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ آدمی دو رخا کن باتونسے ہوتا ہے پس اگر دو دشمنون کے پاس
جا کر ہر ایک سے اچہی طرح ملا اور گفتگو بہی راست راست کی تو نہ دو رخا ہوگا اور نہ منافق اسلیے
کہ ممکن ہے کہ دو عداوت والونسے سچی بات کہی جاوے اور دوستی نہ ہو گو اس قسم کی دوستی ضعیف ہوتی ہے
درجہ بہائی چارے کو نہین پہونچتی کیونکہ یکی دوستی ہے تو دوست کی دشمن کے ساتہہ عداوت کرنی
پڑتی ہے جیسا کہ آداب صحبت اور بہائی چارہ کے بیان مین گذرا بلکہ دو رخا جب ہوتا ہی کہ دو عداوت
والون مین سے ہر ایک کی بات دوسرے سے جا کہی اور یہ امر چغلی سے زیادہ برا ہے اسواسطے کہ چغل خور
تو ایک ہی طرف کی بات نقل کرنے سے ہو جاتا ہی یہان تو دونون طرف کی بات ایک دوسرے سے کہتا ہی
اور اگر کلام ایک دوسرے کی نقل نکرے بلکہ ہر ایک سے یہی کہے کہ تم جو فلان شخص سے عداوت رکہتے ہو یہ بہت
اچہی بات ہے یا ہر ایک سے وعدہ کرے کہ مین تمہارا ہی ساتہہ ہون یا دشمنی کے سبب ہر ایک کی تعریف
کرے تو ان سب باتونسے دو رخا کہلاویگا ایسا ہی اوس صورت مین ہوگا کہ جب منہ پر اچہا کہے اور سامنے
سے علیحدہ ہو کر برا کہے بلکہ سزاوار یہ ہے کہ چپکا رہے یا حق والے کی تعریف کرے خواہ اوسکے سامنے ہو یا پیچہے
یہانتک کہ اوسکے دشمن کے سامنے بہی اوسکی تعریف کرے ورنہ اگر منہ پر کچہہ اور پیٹہہ پیچہے کچہہ کہے گا
تو منافق ہوگا حضرت ابن عمر رضہ سے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ جب اپنے امیرونکے سامنے جاتے ہین تو اور کچہہ
کہتے ہین اور جب وہان سے نکلتے ہین تو اور کچہہ کہتے ہین اسکا کیا حال ہے آپنے فرمایا کہ ہم اسی امر کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین نفاق جانا کرتے تہے پس جس صورت مین کہ امیرون
کے یہان جانیکی حاجت نہو اور نخواہ نخواہ چلا جاوے پہر خوف کی مارے اونکے سامنے خوشامد اور تعریف کرے
تو نفاق مین داخل ہے اسلیے کہ بے ضرورت کیون گیا تہا اگر اسکے پاس کہانے پینے کی اشیا وغیرہ
ضروریات بمقدار قناعت تہین تو پہر کیا حاجت تہی خود کردہ را علاجی نیست مال و جاہ کے لیے سفا
تعریف کرنی پڑی اسلیے منافق ہوا اور یہی غرض ہے اس حدیث شریف سے حُبُّ المَالِ وَالجَاہِ
یُنبِتَانِ النِّفَاقَ فِی القَلبِ کَمَا یُنبِتُ المَاءُ البَقلَ لیکن اگر اونکے پاس بضرورت گیا اور ڈر کے مارے
تعریف کی تو معذور ہے اسلیے کہ شر سے بچنا جائز ہے چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ
فرماتے ہین کہ بعض لوگون کے سامنے ہم اونکو دکہلانے کو ہنس دیتے ہین مگر ہماری دل اون کو
لعنت کرتے ہین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین ایکبار ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کیخدمت مین حاضر ہونیکی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اوسے آنے دو یہ اپنی قوم مین برا شخص
ہے جب وہ سامنے آیا تو آپ نے بہت ملائمت سے گفتگو فرمائی جب وہ چلا گیا تو مینے آپ کی خدمت
مین عرض کیا کہ آپ تو اوسکے حق مین یہ اور یہ کہتے تھے پھر گفتگو نرم کیون فرمائی آپ نے فرمایا کہ اِنَّ
شَرَّ النَّاسِ الَّذِي يُكْرَمُ اِتِّقَاءَ شَرِّهٖ لیکن یہ حال صرف متوجہ ہونے اور تبسم کرنے کا ہے مگر تعریف
کرنا صریح جھوٹ ہے وہ بلے ضرورت شدید ہرگز درست نہین جب تک ایسی صورت نہ پیش آوے کہ
جس سے جھوٹ بولنا مباح ہوجاتا ہے جیسا کہ آفت جھوٹ مین گذرا ہے تب تک تعریف درست نہین بلکہ
اوسکی تصدیق اور سر ہلانا بھی نہین چاہیے ایسا ہی حال ہر ایک کلام باطل کا ہے کسی کی تصدیق
مین سر کا ہلانا اور ہان ہان کرنا نہین چاہیے اگر ایسا کرے گا تو منافق ہوگا بلکہ یون چاہیے کہ اوسکو
روکدے اور اگر روکنے کی قدرت نہو تو زبان سے چپ رہے اور دل سے برا جانے

اٹھارہوین آفت تعریف و مدح ہے یہ بھی بعض موقعون پر ممنوع ہے اور ہجو تو عین غیبت ہے
جسکا بیان پہلے گذر چکا تعریف مین چھہ آفتین ہین چار تو اوس سے متعلق ہین جو مدح کرتا ہے اور
دو ممدوح سے تعریف کرنے والے سے جو چار متعلق ہین وہ یہ ہین اول یہ کہ تعریف مین افراط و زیادتی
یہانتک کرتا ہے کہ جھوٹ ہو جاوے خالد بن سعدان کہتے ہین کہ جو شخص کسی کی تعریف مجمع مین
ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو خدا تعالی اوسکو قیامت مین تو تلا اوٹھاویگا دوسرے یہ
کہ مدح مین کبھی ریا کو دخل ہوتا ہے مثلاً تعریف مین اظہار محبت ممدوح ہوتا ہے مگر دل مین اوسکی محبت
کچھ بھی نہین ہوتی تو اس سے ریاکار اور منافق ہوتا ہے تیسرے یہ کہ بعض باتین اور اوصاف ایسے
بیان کرتا ہے کہ اوسنے واقف بھی ہوتا کہ یہ ممدوح مین ہین یا نہین اور نہ اوسپر آگاہ ہونے کی
کوئی سبیل ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی تعریف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے کی آپ نے مادح کو فرمایا وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ لَوْ سَمِعَهَا مَا اَفْلَحَ
ثُمَّ قَالَ اِنْ كَانَ اَحَدُكُمْ لَا بُدَّ مَادِحًا اَخَاهُ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَلَا اُزَكِّي
عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا حَسِيبُهُ اللّٰهُ اِنْ كَانَ يَرٰى اَنَّهُ كَذٰلِكَ غرض کہ ایسے اوصاف سے
تعریف کرنا جو دلیلون سے معلوم ہوتے ہین وہ اس آفت مین داخل ہین مثلاً یون کہنا
کہ فلان شخص متقی اور پرہیزگار اور زاہد و خیرات کرنے والا و عادل و راضی برضا وغیرہ
ہے تو اس طرح کے اوصاف مخفی ہوتے ہین اور باطن سے متعلق ہین جب تک آدمی
باطن کا امتحان نکرلے تب تک یقیناً ان اوصاف کا حال نہین کہنا چاہیے ہان اگر

اگر یون کہے کہ مینے اوسکو تہجد پڑہتے دیکہا ہے یا حج مین دیکہا ہے یا صدقہ دیتے دیکہا ہے تو یہ باتین نہین کہہ سکتا ہی اسلیے کہ ظاہر سے متعلق ہین صرف دیکہنے سے اونکا یقین ہوجاتا ہے حضرت عمر رض نے ایک شخص کو دوسرے کی تعریف کرتے سنا آپ نے تعریف کرنیوالے سے پوچہا کہ تونے اوسکے ساتہہ سفر کیا ہے یا کبہی بیع وشرا ودادوستد کا معاملہ کیا ہے یا اوسکا ہمسایہ ہی کہ صبح شام اوسکے پاس رہتا ہو اوسنے عرض کیا کہ ان باتون مین سے تو کوئی نہین آپ نے فرمایا کہ تو پہر اسکی تعریف مت کر جو تہی یہ کہ ممدوح کو باوجود ظالم و فاسق ہونیکے اپنی تعریف سے خوش کرتا ہی اور یہ ناجائز ہی جیسا کہ حدیث شریف مین مروی ہی کہ جب فاسق کوئی تعریف کرتا ہی تو خدا تعالی غصہ ہوتا ہی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جو کوئی ظالم کے لیے درازی عمر کی دعا کرتا ہی وہ اس بات کو پسند کرتا ہی کہ اللہ تعالی کی زمین مین زیادہ نافرمانی ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظالم فاسق اسی بات کا مستحق ہے کہ اوسکی مذمت کی جاوے تاکہ اوسکو رنج ہو اوسکی تعریف سے اوسکا خوش کرنا نچاہیے اور دو باتین جو ممدوح کو ضرر کی ہین اونمین سے ایک تو یہ ہی کہ تعریف سے اوسکو کبر و عجب پیدا ہوتا ہے اور یہ دونون صفتین مہلک ہین حضرت حسن رح سے روایت ہی کہ حضرت عمر رض ایکبار درے لیے بیٹہے تہے اور لوگ آپکو حلقہ کیے تہے کہ اتنے مین جارود بن منذر آیا ایک شخص نے اوسکو کہا کہ یہ ربیعہ کی قوم کا سردار ہی جب آپ نے اور لوگون نے اسکو سنا اور وہ قریب آیا تو آپ نے آہستہ آہستہ اوسکو درے سے مارا اوسنے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہین تہا تجکو فلان شخص نے کیا کہا تہا اوسنے عرض کیا کہ سنا تو تہا آپ نے فرمایا کہ مجہے خوف ہوا کہ ایسا نہو تجہہ مین اوسکی شیخی آجاوے اسواسطے مینے تیرے نفس کو کم کرنیکو یہ بات کی دوم یہ کہ جب تعریف سے یہ معلوم ہو گا کہ مین اچہا ہو گیا تو اپنی بہتری مین سستی کریگا کیونکہ عمل مین کوشش وہی خوب کرتا ہی جسکو یہ معلوم ہو کہ میرے نفس مین قصور و کمی ہے اور جب لوگونکی زبان سے تعریف ہی سنیگا تو جانیگا کہ مین کامل ہو گیا اب عمل کی حاجت نہین اسیواسطے حدیث مذکورہ بالا مین ارشاد تہا کہ تونے اپنے یار کی گردن کاٹ ڈالی اگر وہ سنیگا تو فلاح نپاویگا اور ایک حدیث صحیح مین ہی اِذَا مَدَحْتَ اَخَاكَ فِی وَجْهِهٖ فَكَاَنَّمَا مَرَرْتَ عَلٰی حَلْقِهٖ مُوسٰی رَمِیضًا اور ایک شخص مادح کو فرمایا عَقَرْتَ الرَّجُلَ عَقَرَكَ اللّٰهُ اور مطرف فرماتے ہین کہ جب کبہی مینے کسی سے مدح و ثنا سنی ہے میرا نفس میرے نزدیک ذلیل ہو گیا ہے اور زیاد بن ابی مسلم کا قول ہے کہ جب کوئی شخص اپنی تعریف و مدح سنتا ہی تو شیطان اوسکو فخر و شیخی مین مبتلا کرتا ہی مگر ایماندار آدمی اس بات سے محفوظ رہتا ہی حاصل یہ کہ عوام کے حق مین تعریف زہر قاتل ہے اور خواص اوسکی آفت سے بچتے رہتے ہین اور ایک حدیث صحیح مین ہے کہ لَوْ مَشٰی رَجُلٌ اِلٰی رَجُلٍ بِسِكِّیْنٍ مُرْهَفٍ كَانَ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ یُّثْنِیَ عَلَیْهِ فِیْ وَجْهِهٖ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مدح کرنا بمنزلہ ذبح کے ہی اور یہ اسلیے فرمایا کہ ذبح کی

بعد کوئی کام نہیں ہو سکتا ایسا ہی تعریف سے بھی سستی ہو جاتی ہے اور عمل سے باز رکھتی ہے یا یہ
مدح کے باعث کبر و عجب جو صفات مہلکہ سے ہیں پیدا ہوتے ہیں اسلیے بھی گویا ذبح کرنا ہی ہے پس اگر
تعریف ان سب آفتوں سے خالی ہو تو اوسمیں کسیطرح کا مضائقہ نہیں بلکہ اسطرح کی تعریف مستحب ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کی تعریف فرمائی ہے حضرت ابوبکر صدیق رض کی شان میں فرمایا
لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ الْعَالَمِ لَرَجَحَ اور حضرت عمر رض کی شان میں فرمایا لو لم ابعث لبعثت
یا عمر اور اس سے زیادہ اور کونسی تعریف ہوگی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نور بصیرت سے
معلوم ہو گیا تو ایسا فرمایا علاوہ ازین آن حضرات کا رتبہ اتنا بڑا تھا کہ اس تعریف سے گرد کبر و عجب کی
اونکے دامن دل پر نہیں بیٹھ سکتی تھی اسی لحاظ سے اپنے منہ سے اپنی بڑائی کرنی بری ہے اسمین کبر اور
فخر پایا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف ہے کہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنی میں یہ قول براہ تفاخر نہیں
کہتا ہوں جیسا اور لوگ کہا کرتے ہیں کہ اپنے منہ آپ میاں مٹھو بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ افتخار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب الی اللہ کی جہت سے تھا نہ اس سبب سے کہ سرداری اولاد آدم کی ہوئی اور اون
لوگونکی نسبت مقدم ہوئی اسکو ایسا سمجھنا چاہیے کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کو زیادہ تر مقبول فرماوے
تو اوسکو بادشاہ کے معتمد اور مقرب بنے کا فخر ہوتا ہے اس وجہ سے خوش نہیں ہوتا کہ رعایا کے اوپر فضیلت
ہوئے جبکہ تفصیل آفات کی معلوم ہو گئی تو اب معلوم ہو گیا کہ مدح کی برائی کس سبب سے ہوتی ہے اور
اسپر جو احادیث میں ترغیب پائی جاتی ہے اوس سے کیا غرض ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک شخص مردہ کی شان میں فرمایا وجبت یعنی یہ ضرور جنتی ہوا اول لوگوں نے اوسکا ذکر خیر کیا تھا تب آپ نے
یہ لفظ فرمایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذکر خیر ہی دوسرے کا کرنا چاہیے اور مجاہد رح فرماتے ہیں کہ آدمی کا
جلیس فرشتے ہوتے ہیں جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کا ذکر خیر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ تجھے بھی خدا
ایسا ہی کرے اور جب کسیکو برائی سے ذکر کرے تو فرشتے کہتے ہیں کہ ای ابن آدم خدا نے تیرے عیب پوشیدہ رکھے
تو اسی پر بس کر اور اللہ کا شکر کر اب یہ بات رہی کہ ممدوح کو تعریف کے بعد کیا کرنا چاہیے پس اوسکو چاہیے
کہ یوں تامل کرے کہ خاتمہ کا وقت نازک اور پر خطر ہے اور اعمال پر بھروسا کچھ کرنا نہیں چاہیے حسد یا آفات
ریا وغیرہ کی لگی ہوئی ہیں اور اپنے عیوب کو بھی سوچے جنکو خود جانتا ہے اور تعریف کرنے والے کو اونکا
علم نہیں اگر اوسکو اپنے اسرار اور خواطر کا حال معلوم ہوگا تو تعریف کرنے والے کو مدح سے باز رکھیگا اور یہ بھی
خود اپنی تعریف پر اظہار کراہت کرے یا مادح کو ذلیل و پشیمان کرے چنانچہ حدیث شریف میں ہے اُحْثُوْا فِیْ وُجُوْہِ
الْمَدَّاحِیْنَ التُّرَابَ اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے نفس کو جانتا ہے اوسکو مدح سے ضرر نہیں ہوتا

ایک مرد صالح کی کسی نے تعریف کی تو انھون نے فرمایا کہ الٰہی یہ لوگ تجکو نہین جانتے اور تو میرے حال کو
جانتا ہے اور ایک دوسرے بزرگ نے تعریف کی بعد فرمایا کہ الٰہی تیرے اس بندہ نے میری نزدیکی ایسی بات سے
چاہی جسمین تو ناخوش ہو مین تجکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوس سے ناخوش ہون اور حضرت علی رضہ کی تعریف
کسی نے کی تو آپ نے فرمایا الٰہی جس بات کو یہ لوگ نہین جانتے اور میری نسبت کہتے ہین اوسکا مجھسے مواخذہ مت
فرما اور مغفرت کر اور مجکو انکے عندیہ سے بہتر کر دے اور ایک شخص کا حال آپکو معلوم تھا کہ پیچھے برا کہتا ہے جب سامنے
آکر تعریف کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو تو زبان سے کہہ رہا ہے اس سے تو مین کم ہون اور جو بات تیرے دل کے اندر ہے اوس سے
زیادہ ہون اور ایک شخص نے حضرت عمر رضہ کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تو مجکو اور اپنے آپکو دونونکو ہلاک کیا چاہتا ہے

اکیسوین آفت نحوی کلام مین باریک غلطیون سے غافل ہو جانا خصوصاً جو باتین کہ اللہ تعالےٰ اور اوسکی
صفات سے متعلق ہین یا امور دین سے لگاؤ رکھتے ہین تو عالم آدمی اوس کے الفاظ کو درست کرکے بولتے ہین اور عوام
جنکو علم کم ہوتا ہے اومین لغزش کر جاتے ہین مگر جہالت کے سبب اللہ تعالےٰ معاف فرماتا ہے اور وہ باتین ایسی ہین
جیسے حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ مَاشَآءَ اللّٰہُ وَشِئْتَ
وَلٰکِنْ لِیَقُلْ مَاشَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ شِئْتَ یعنی اللہ تعالےٰ کی مشیت اور خواہش کے ساتھہ دوسرے کو شریک کرکے
نہ بولنا چاہیے کہ خدا اور مین چاہونگا تو یون ہوگا کہ اسمین بے تعظیمی اور بے ادبی پائی جاتی ہے بلکہ یون
کہنا چاہیے کہ مقدم تو مشیت ایزدی ہے پھر میرا ارادہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے
ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گفتگو مین بول اوٹھا کہ جو خدا اور اوسکے رسول
نے چاہا آپ نے فرمایا کہ تو مجکو خدا کا شریک کرتا ہے یون کہہ ماشاء اللہ وحدہ اور ایک شخص نے آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑھا اوسمین کہا مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِہِمَا فَقَدْ غَوٰی
تو آپ نے فرمایا کہ اسطرح کہہ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ غَوٰی یعنی صیغہ تثنیہ جو مشارکت اور برابری پر دلالت
کرتا ہے اوسکو بھی آپ نے برا جانا اور ابراہیم رحہ اس بات کو برا جانتے تھے کہ کوئی کہے خدا کی پناہ اور تیری
پناہ بلکہ یون کہنا جائز ہے کہ خدا کی پناہ پھر تیری پناہ اور بعضے لوگ یون کہنا برا جانتے ہین کہ الٰہی دوزخ
سے ہمکو آزاد کرنا اور وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ آزاد کرنا بعد دوزخ مین داخل ہونے کے ہوگا اسواسطے کیا ضرور
ہے کہ ایسا لفظ کہین یون کیون نہ کہین کہ الٰہی ہمکو دوزخ سے بچا اور پناہ مین رکھہ اور ایک شخص نے دعا مانگی
کہ الٰہی تو مجکو اون لوگون سے کر جنکو شفاعت شافع روز جزا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوے پس حضرت
حذیفہ رضہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی مومنونکو آنحضرت صلعم کی شفاعت سے غنی فرما دیگا آپکی شفاعت گناہگاران امت
کیلیے ہوگی ~~ چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان ٭ چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان ٭ اور ابراہیم فرماتے ہین جب آدمی دوسرے کو

کہدیا یا سور کہتا ہے تو قیامت کو اوس سے پوچھا جاویگا کہ کیا تو نے مجھے اوسکو کہدیا تھا یا بنایا تھا یا سور تو نے اپنا جو چاہا الفاظ سے اوسکو ذکر کرتا تھا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے بعضے آدمی ایسا کرتے ہین کہ کتے تک کو شریک کر دیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر یہ کتا نہوتا تو آج رات لٹ ہی گئے تھے خدا وند تعالیٰ کا خیال نہین کرتے اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ جب سے مینے یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ مینے کبھی اسطرح قسم نہین کہائی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ كَرْمًا إِنَّمَا الْكَرْمُ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اور حضرت ابوہریرہؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ تم مین سے کوئی یون نہ کہے کہ یہ میرا بندہ ہے اور میری لونڈی ہے کیونکہ بندے سب اللہ کے ہین اور لونڈیان بھی سب اوسکی ہین بلکہ یون کہا کرو کہ یہ میرا غلام یا چھوکرا اور یہ میری ٹہیل یا چھوکری ہے اور غلام بھی اپنے آقا کو رب اور ربی نہ کہے بلکہ آقا اور سردار کہے اسلیے کہ پرورش کنندہ سبکا خدا تعالیٰ ہے اور فرمایا کہ لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدُنَا فَإِنَّهُ إِنْ يَكُنْ سَيِّدَكُمْ فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ اور فرمایا کہ جو شخص یون کہے کہ مین اسلام سے بری ہون تو اگر سچا ہے تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہا اور اگر جھوٹا ہے تو اسلام کیطرف کبھی سلامت نہ پہرےگا غرض کہ اسطرح کی باتین جو ہر روز آدمی کے منہ سے نکلتی ہین سب اس آفت مین داخل ہین اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی باتین روز مرہ صدہا نکلجاتی ہونگی اور جو شخص کہ آفات زبان کو بغور دیکھے اوسکو یقین ہو جاویگا کہ اگر زبان کو نہین روکونگا تو بیشک نہین بچونگا اور اسوقت اس حدیث شریف کی حکمت معلوم ہوگی کہ مَنْ صَمَتَ نَجَا اسلیے کہ یہ آفتین سب مہلک ہین اور بولنے والے کی راہ مین ہین اگر وہ چپ رہیگا تو ان سب سے بچا رہیگا اور اگر بولیگا تو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالیگا لیکن اگر زبان فصیح اور بہت سا علم اور تقوی اور مراقبہ دوام اور قلت کلام رکہتا ہو تو شاید بچا رہے اور باوجود ان باتون کے بہی خطرہ سے خالی نہوگا پس اگر آدمی سے یہ نہو سکے کہ گفتگو کرے تو فائدہ کیساتھ کرے تو سکوت اختیار کرنا اولی ہے جس سے اگر یہ نہوگا تو ان آفات سے تو بچا رہیگا یہی منیت ہے جو مشی معنی اور در اصل ...

	بیسوین آفت عام لوگون کا سوال کرنا	

اللہ تعالیٰ کے صفات اور کلام اور حروف سے کہ یہ قدیم ہین یا حادث ہین حالانکہ عوام کو یہی قدر چاہیے کہ جو کچہہ قرآن کے اندر احکام ہین اونکے بموجب عمل کرین مگر یہ بات نفس پر گران ہے کیونکہ فضول باتین زبان پر بہت ہلکی ہین اور عامی آدمی دخل در معقولات کرنے سے خوش ہوتے ہین اسواسطے کہ شیطان اونکے دل مین یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تم عالم و فاضل ہو اور یہانتک اونکے اندر کو اونکے لیے ولی بنا کر دکھاتا ہے کہ یہ شخص بہت کلمات کفر کے زبان سے نکالتا ہے اور اوس کو خبر نہین ہوتی اور عامی کے لیے تمام کبیرہ گناہون سے زیادہ واجب ہے خصوصاً جو باتین کہ اللہ تعالیٰ اور اوسکے صفات کے متعلق ہین اون مین تو اون کی کلام ...

کلام کرنا ہی نچاہیے اونکو تو یہ چاہیے کہ جو کچھہ قرآن مجید مین اترا ہے اوسپر ایمان لاوین اور عبادت مین مشغول ہون اور جو کچھہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کے ذریعے سے ہم تک بہیجا اوسکو مان لین کچھہ بحث و تکرار نہ کرین اور جو امور کہ عبادات سے متعلق نہین اونکا پوچھنا بے ادبی ہی اوس سے مستحق غصہ الٰہی کے ہوتے ہین اور کفر کے خطرہ مین پڑتے ہین اور اونکی مثال ایسی ہی جیسے گہوڑون کے سائیس بادشاہی رازون کو دریافت کرنا چاہین اور یہ نہین سوچتے کہ

زغن را بہر طاوسی نزاوند / مگس را فر عنقائی ندادند

پس جو کوئی کسی ایسے علم دقیق کا سوال کرے گا کہ اسکی عقل نہین پہونچتی اور فہم اوس درجہ تک قاصر ہے تو وہ شخص بھی اوس علم مین بمنزلہ عامی و جاہل کے ہے ایسے سوال کرنے سے مستحق عقوبت اور قابل مذمت ہوگا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى اَنْبِيَائِهِمْ مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُكُمْ بِهِ فَاْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ اور حضرت انس روایت کرتے ہین کہ ایکروز لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہانتک سوال کثرت سے کیے کہ آپ تنگ ہو کر غصہ ہوئے اور منبر پر چڑہکر فرمایا کہ خوب پوچھو جو پوچھوگے بتاؤنگا پس ایک شخص آپ کے سامنے کہڑا ہوکر پوچھنے لگا کہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے پہر اور دو بہائی کہڑے ہوئے اونہون نے سوال کیا کہ ہمارا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جسکے تم بچے کہلاتے ہو پہر ایک اور شخص اٹہا اور اوسنے پوچہا کہ مین جنت مین جاؤنگا یا دوزخ مین آپ نے فرمایا دوزخ مین جب لوگون نے آپکا غصہ اور جلال دیکہا تو خاموش ہوئے اور کسیکو کچھہ جرأت نہوی حضرت عمر رض سامنے کہڑے ہوکر عرض کرنے لگے رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا آپ نے فرمایا کہ اے عمر تو بیٹہہ جا مجکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجکو توفیق رفیق ہے اور ایک حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحث اور مال کے تلف کرنے اور کثرت استفسار سے منع فرمایا اور یہ بھی وارد ہی کہ آپنے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ لوگ کثرت سے سوال کرتے کرتے یون کہنے لگین گے کہ خلق کو تو خدا نے پیدا فرمایا خدا کو کسنے پیدا کیا پس جب یہ قول کہین تو چاہیے کہ سورۂ اخلاص پوری پڑہین اور بائین طرف تین بار تہتکار دین اور شیطان رجیم سے جناب باری مین پناہ مانگین اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ متلاعنین کی آیت یعنی جو سورۂ نور کے اول رکوع مین ہے صرف کثرت استفسار کی باعث نازل ہوئی اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی قصہ سے تو صاف ثابت ہی کہ بے موقع سوال کبھی نکرنا چاہیے اور جس بات کا اپنے آپ کو سمجھنے کا شعور نہو اوسکو ہرگز دریافت نکرنا چاہیے حضرت موسی علیہ السلام سے خضر علیہ السلام کا یہ وعدہ تہا

لیتا ہون کہ جب تک مین نہ کہون کسی بات کو مجھسے مت پوچھنا مگر جب اونہون نے اول کشتی کا پہاڑنا
پوچھا تو اونکو برا معلوم ہوا اور وعدہ یاد دلایا انہون نے عذر کیا کہ بہولے سے مینے پوچھا اسکو معاف
کرو لیکن جب تین بار ایسا ہی ہوا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ اور انکو
چھوڑ کر چلے گئے حاصل یہ کہ عوام لوگونکے حق مین باریک علمی باتون کا پوچھنا بڑی آفت ہی اور اس سے بہت سے
فتنے پیدا ہوتے ہین اسلیے اونکو روکنا ہی مصلحت ہے اور حروف قرآنی مین اونکا بحث کرنا ایسا ہی کہ کوئی بادشاہ
کسی شخص کے پاس اپنا شقہ بھیجے اور ضروری کام اوسمین لکھدے وہ اون باتون کیطرف تو متوجہ نہو بلکہ
اپنا وقت اسمین رائگان کرے کہ اس شقہ کا کاغذ پرانا ہے یا نیا اس امر سے بیشک وہ مستحق سزا ہوگا اسیطرح
جاہل آدمی بہی اگر کلام مجید کی عبادات ضروری کو چھوڑ کر حروف کی بحث مین اوقات تلف کرے تو اوسکا
بہی وہی حال ہوگا اور یہی حال اور صفات الٰہی کا جاننا چاہیے باب آفات زبان خدا کی عنایت سے
پورا ہوا وللہ الحمد

باب پنجم غضب اور حقد و حسد کی برائی کے بیان اس مین ۱۶ بیان ہین

رباعی ہے حقد و حسد سے ظلمت دل حاصل	آزاد جو ان سے ہو وہی ہے کامل
یہ دونون رہ سلوک مین ہین رہزن	سالک نہ رہے انسے کسی دم غافل

جاننا چاہیے کہ غضب جسکو غصہ کہتے ہین وہ اوس آگ مین کا ایک شعلہ ہے جسکی صفت یہ آیت ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ اور جیسے آگ راکھ مین چھپی رہتی ہے اسیطرح غصہ کی آگ دل کے تہون مین مخفی رہتی ہے اور جسطرح چقماق لگتے ہی آگ ظاہر ہو جاتی ہے اوسیطرح یہ آگ بہی کبر کی ادنی چوٹ سے جو دلمین رہتی ہی ظاہر ہو جاتی ہی اور ارباب مکاشفہ کو نور یقین سے یہ بات دریافت ہوئی ہے کہ آدمی مین ایک رگ شیطان کی مشابہت کی پائی جاتی ہے پس جو شخص غصہ کی آگ سے جل اٹھتا ہے اور حق سے مائل ہو جاتا ہے وہ اپنا نسب اور قرابت شیطان کی طرف پکا کرتا ہے اسلیے کہ اوسنے یہی کہا تہا کہ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ مٹی کی شان سے یہ ہے کہ ساکن اور وقار سے رہے اور آگ کی شان یہ ہے کہ سلگے اور شعلہ زن ہو کر متحرک و مضطرب ہو پس آدمی مین بہی اگر حرکت و اضطراب وقت غصہ پایا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ساخت مٹی سے نہین بلکہ خمیر آگ کا ہے جس سے شیطان بنا ہے اور غضب کا نتیجہ حقد و حسد یعنے کینہ اور دوسرے کا برا چاہنا ہے ان دونون سے اکثر لوگ تباہ و برباد ہوئے ان کا مسکن بہی وہی مضغہ گوشت یعنی دل ہے اور از انجا کہ ان تینون چیزونسے انسان تباہ ہوتا ہی تو نہایت ضرور ہوا کہ ہلاک کی جگہہ تبلادیجاوین تاکہ اوسنے پرحذر رہے اور اونکو پاس نہ پہٹکنے دے اور اگر دلمین یہ چیزین جم گئی ہون

تو اوسکو بہی صاف کرے اور جہانتک بنے علاج کے درپے ہو اسلیے کہ جب تک بری بات کو آدمی نہین جانتا
اوسمین مبتلا ہو جاتا ہے اور صرف جاننا ہی کافی نہین جب تک اوس سے بچنے کا علاج و تدبیر معلوم نہو
لہذا ہم اس باب مین سولہ بیان لکہینگے اول کے آٹھ بیانون مین تو غضب کی برائی اور اوسکی حقیقت
اور اسباب اور علاج اور حلم کا ثواب وغیرہ اور باقیون مین حقد و حسد کے معنے اور نتیجے اور مذمت و اسباب و تدبیر اور
جو اونسے متعلق ہے لکہے جاوینگے

بیان اول غصہ کی برائی مین

اللہ تعالی فرماتا ہے اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اس آیت مین اللہ جلشانہ نے کفار کی مذمت اسلیے فرمائی کہ انہون نے امر باطل پر غیرت
کی ماری اتفاق کر لیا تہا اور غیرت بہی غصہ ہی سے ہوا کرتی ہے اور مومنین کی تعریف سکینت اور وقار
اوترنے پر فرمائی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
عرض کیا کہ مجکو کوئی تہوڑا سا عمل بتلا دیجیے آپ نے فرمایا لَا تَغْضَبْ یعنی غصہ نہو اگر پہر دوبارہ اوسنے
پوچہا تو وہی جواب دیا اور حضرت ابن عمر رض سے بہی اسی مضمون کے قریب قریب مروی ہے وہ فرماتے ہین
کہ مینے حضرت سے عرض کیا کہ میرے واسطے ایک بات تہوڑی سی ارشاد فرما دیجیے کہ اوسپر تمسک کرون اور
عمل کرون آپ نے فرمایا کہ غصہ نکیا کر مینے دوبارہ بہی سوال کیا آپ نے یہی جواب دیا اور یہ بہی اونہین کا
قول ہے کہ مینے آنحضرت صلعم سے پوچہا کہ مجکو خدا کے غضب سے کیا چیز بچاویگی آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو غصہ مت
کیا کر اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلعم نے حاضرین سے پوچہا کہ تم لوگ پہلوان زبردست
کسکو سمجہتے ہو سبہون نے عرض کیا کہ ایسے شخص کو جانتے ہین جو کسی سے پچہاڑ نکہاوے آپ نے فرمایا کہ وہ پہلوان
نہین پہلوان زبردست وہ ہے جو غصہ کی وقت اپنے نفس کو دبا رکہے اور حضرت ابوہریرہ رض سے بہی اسی
مضمون کی حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ وَاِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ
نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ
عَوْرَتَهٗ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہت غصہ سے بچنا چاہیے کیونکہ
غصہ کی کثرت مرد حلیم کے دل کو خفیف کر دیتی ہے اور حضرت عکرمہ تفسیر آیت وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ مین فرماتے ہین کہ سید سے وہ شخص مراد ہے جسپر غصہ غالب نہو اور حضرت ابو درداء
فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجکو کوئی ایسا
عمل بتلایئے جس سے جنت مین جاون آپ نے فرمایا کہ غصہ نکر اور حضرت یحیی ع نے حضرت عیسی علیہ السلام

ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو اونہوں نے فرمایا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا میں آدمی ہوں آپ نے
فرمایا کہ مال مت جمع کرو اونہوں نے فرمایا کہ شاید ہو سکے گا اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ غضب سے ایمان ایسا بگڑتا ہے جیسے ایلوہ سے شہد خراب ہو جاتا ہے اور فرمایا کہ جو کوئی
غصہ کرتا ہے جہنم کے کنارہ جا لگتا ہے اور ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ سب میں زیادہ سخت
کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کا غضب اوسنے عرض کیا کہ مجھکو کون چیز اوس سے دور کرے گی آپ نے فرمایا
کہ غصہ نکیا کر آثار حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ اے ابن آدم تو غصہ میں اتنا اچھلتا ہے کہ یہ ڈر ہوتا ہے
کہ شاید اب کی اچھال میں دوزخ میں جا پڑے اور حضرت ذی القرنین سے روایت ہے کہ اونسے ایک فرشتہ
ملا انہوں نے پوچھا کہ مجھکو کوئی علم ایسا بتاؤ جس سے میرا ایمان و یقین زیادہ ہو فرشتہ نے کہا کہ غصہ
نکیا کرو کیونکہ شیطان آدمی پر جتنا غصہ میں اختیار رکھتا ہے اور کسی حالت میں نہیں رکھتا پس غصہ
پی جایا کرو اور تاخیر سے اوسکو ساکن کیا کرو اور جتنا ہو سکے جلدی سے بچو جلدی میں بہرہ وری
نہیں ملتا اور قریب و بعید سے سہولت و نرمی کے ساتھ رہو اور جابر اور سرکش مت رہو اور وہب
بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک راہب اپنی عبادت گاہ میں تھا شیطان نے اوسکو گمراہ کرنا چاہا مگر وہ
اپنی بات پر پکا رہا تو شیطان ایکبار اوسکی حجرہ کے پاس آیا اور اوسکو پکار کر کہا کہ دروازہ کھول اوسنے
جواب ندیا شیطان نے پھر کہا کہ دروازہ کھولدے ورنہ اگر میں چلا جاؤنگا تو پچھتاوے گا اوسنے پھر بھی
کچھ توجہ نکی پھر کہا کہ مسیح ہوں راہب نے کہا کہ مسیح ہے تو میں کیا کروں مسیح نے ہمکو عبادت و ریاضت کا حکم
فرمایا ہے اور قیامت میں ملنے کا وعدہ کیا ہے اگر خلاف وعدہ قیامت سے پہلے آج ہی چلے آؤ گے تو ہم کب
مانتے ہیں پھر شیطان نے اوس سے کہا کہ میں شیطان ہوں تجھے بہکانا چاہتا تھا سو نہو سکا اب اسواسطے آیا تھا
کہ جو تو پوچھے تو بتا دوں اوسنے کہا کہ مجھے کچھ پوچھنا منظور نہیں پس شیطان وہانسے پھرا اتنے میں راہب نے کہا
کہ سنتا ہے یا نہیں اوسنے کہا کہ سنتا ہوں کہا کہ مجھے یہ بتلادے کہ آدمی کی عادتوں میں سے کونسی تیری زیادہ مددگار ہے
اوسنے کہا کہ تیزی اور غصہ آدمی جب غصہ ہوتا ہے تو ہم اوسکو ایسا الٹ دیتے ہیں جیسے لڑکے گیند کو الٹتے ہیں اور
خیثمہ فرماتے ہیں کہ شیطان کا مقولہ ہے کہ ابن آدم مجھ پر کیسے غالب ہو سکتا ہے جب وہ راضی رہتا ہے تو میں اوسکے
دلمیں رہتا ہوں اور جب غصہ ہوتا ہے تو اڑکر اوسکے سر میں چلا جاتا ہوں اور حضرت امام جعفر صادق فرماتے
ہیں کہ غضب ہر ایک برائی کی کنجی ہے اور بعض انصار کا قول ہے کہ تیزی بیوقوفی کی جڑ ہے اور اوسکا نشان غصہ ہوتا ہے اور
جو جہالت سے خوش رہے اوسکو حلم کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ حلم زینت و نفع کی چیز ہے اور جہالت عیب و ضرر کی
اور خاموش رہنا احمق کی جواب میں بھی اوسکا جواب ہو جاتا ہے جواب جاہلان باشد خموشی اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں

کہ شیطان کا قول ہے کہ بنی آدم سے مین نہین تھکا اور تین باتو نمین تو کبھی بہی نہین تہکونگا ایک تو اون مین سے
جب کوئی نشہ پیوے گا تو اوسکی نکیل ہمارے ہاتہہ مین ہوگی جہان چاہین گے لیجاوینگے کام ہماری مرضی کے
موافق کرے گا ایک جب غصہ ہوگا تو قول ایسا کہے گا جسکو جانتا بہی نہو اور کام وہ کرے گا کہ جس سے ندامت
ہو ایک یہ کہ پاس کی چیزین ہمیشہ بخل کی ترغیب دیتے رہتے ہین اور ایسی باتون کا چاو دلاتے ہین جنپر اوسکو
قدرت نہو اور ایک حکیم سے کسی نے کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس پر خوب قابو رکہتا ہے اسنے جواب دیا کہ تو اب
اوسکو شہوت رسوا نہ کریگی اور ہوای نفسانی سے بچہاڑ نہ کہاوے گا اور غصہ اوسکو نہ دباوے گا اور بعضون کا
قول ہے کہ غصے سے بچنا چاہیے کیونکہ انجام کو معذرت کی ذلت اٹہانی پڑتی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ
غضب سے ڈرتے رہو اس سے ایمان بگڑ جاتا ہے جیسے ایلوہ سے شہد بگڑتا ہے اور حضرت ابن مسعود سے
روایت ہے کہ مرد کا حلم غصہ کیوقت دیکہنا چاہیے اور امانت کو طمع کیوقت جانچنا چاہیے اور جب غصہ نہو
اوسوقت کے حلم کا کیا اعتبار ہے اسیطرح بدون طمع کے امانت کا اعتبار نہین اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح
نے اپنے عامل کو لکہا کہ غصہ کیوقت کسیکو سزا مت دینا بلکہ جب کسی مجرم پر غصہ آوے تو اسکو قید کرنا اور جب غصہ
جاتا رہے تب روبکاری کرکے موافق جرم کے سزا دینا اور سزا بہی پندرہ کوڑے سے زیادہ کی نہو اور علی بن یزید
انہین کے حال مین لکہتے ہین کہ ایک بار ایک قریشی شخص نے ان سے سخت کلامی کی تو انہون نے بڑی دیر تک
سر نیچا کر لیا اور پہر فرمایا کہ تمہاری مرضی یہ تہی کہ حکومت کے جوش مین مین شیطان کے ہاتہون خفیف ہو کر
آج تمہارے ساتہہ وہ بات کرون جسکو کل تم میرے ساتہہ کرو اور بعض اکابر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ غصہ کیوقت
آدمی کی عقل ٹہکانے نہین رہتی جیسا کہ جلتے تنور مین زندہ کی روح نہین رہتی پس جو شخص غصہ کم کرے وہی
عقیل زیادہ ہے اور غصہ اگر دنیا کے واسطے ہے تو اسکا نام مکر و فریب ہی اور اگر آخرت کے لیے ہے تو اوسکو حلم
اور علم کہتے ہین کیونکہ لوگ ایسا کہتے ہین کہ غصہ عقل کا دشمن جانی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ مین
ارشاد فرماتے کہ تم مین سے فلاح کو پہونچا وہ شخص جو طمع اور ہوای نفسانی اور غضب سے بچا رہا اور بعض
اکابر کا قول ہے کہ جسنے شہوت و غصہ کی اطاعت کی یہ دونون اوسکو دوزخ کیطرف کہینچینگے اور حضرت حسن رح
فرماتے ہین کہ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ دین مین پکا ہو اور ایمان کا یقین رکہتا ہو اور علم مع حلم اور دانائی
ملایمت کے ساتہہ اور حقوق کی داد و دہش بجا لاوے اور توانگری مین میانہ روی اور فاقہ کے وقت
تحمل اور قدرت کے وقت احسان اور شدت مین صبر کرے غصہ اور شہوت اوسپر غالب نہو اور ننگ و
حمیت اوسپر سرکشی نکرین حرص و پیٹ کی باعث ذلیل نہو اور نیت مین کسیطرح کا قصور و فتور نہ واقع ہو مظلوم
کی نصرت و مدد کرے ضعیف پر رحم کرے نہ بخیل ہو نہ مسرف جب اوسپر کوئی ظلم کرے تو معاف کرے اور جاہلونسی درگذر کیا کرے

اوسکا نفس تو ہمیشہ اوسکے ہاتھ سے تنگ رہے مگر لوگ اوس سے سب راضی رہین اور کسی نے حضرت عبد اللہ
بن مبارک سے پوچھا کہ آپ حسن خلق کو مجملاً ایک لفظ مین ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ترک غضب کا نام حسن خلق
ہے اور ایک نبی نے انبیا علیہم السلام میں سے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ جو مجھسے اس بات کا
ذمہ کرے کہ کبھی غصہ نکرونگا اور میرے ساتھ جنت مین درجہ پاوے اور میرے بعد خلیفہ اور جانشین
ہو ایک جوان نے عرض کیا کہ مین کبھی غصہ نکرونگا پھر آپ نے دوبارہ کہا تو پھر اوسی شخص نے کہا کہ مین
ایسا ہون اور اونکی زندگی بھر اپنے عہد کو پورا کیا بعد اونکی وفات شریف کے اونکے خلیفہ ہوئے یہ شخص
ذو الکفل علیہ السلام تھے یعنے ضمانت والے کہ جس بات کا ذمہ کیا تھا اوسکو پورا کیا اور وہب منبہ فرماتے ہین
کہ کفر کے چار رکن ہین ایک غضب دوسرے شہوت سوم حمق چہارم طمع

بیان دوم غضب کی حقیقت مین

ازانجا کہ خداوند کریم نے حیوان کو ایسا بنایا ہے کہ اسباب داخلی اور خارجی سے فنا اور ہلاک ہو جاتا ہے تو اپنے
خزانہ انعام سے ایک ایسی شئی بھی عنایت فرمائی ہے کہ جسکے سبب وقت مقرری تک فنا سے محفوظ رہے داخلی
اسباب کیطرف جو غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی ترکیب حرارت اور رطوبت سے ہے جنمین باہم دیگر
عداوت اور ضد پائی جاتی ہے حرارت ہمیشہ رطوبت کو تحلیل اور خشک کرتی رہتی ہے کہ اوسکی اجزا بخار بنکر اڑ جاوین
پس اگر رطوبت کو غذا سے مدد نملے اور جسقدر تحلیل اور خشک ہو جاتی ہے اوسقدر جبر نقصان نہو تو حیوان
فنا ہو جاوے اسلیے خداوند کریم نے غذا موافق بدن حیوانی کے پیدا کی اور حیوان مین اوسکی اشتہا رکھدی
کہ جس سے غذا کھایا کرے اور نقصان کا تدارک ہو کر ہلاک نہونے پاوے اور اسباب خارجی جو موجب ہلاک
ہین وہ ہتھیار مثل تلوار وغیرہ اور دوسرے مہلکات ہین اونکے لیے اللہ تعالی نے ایک قوت غضب پیدا کی
ہے جو باطن سے جوش کرتی ہے اور مہلک چیزون کو اپنے آپ سے دفع کرتی ہے اوسکو خدا تعالی نے آگ سے بنا کر
آدمی کی سرشت مین خمیر فرمادیا ہے پس جب آدمی کسی مطلب سے روکا جاتا ہے یا اوسکے خلاف مرضی کوئی چیز
پیش آتی ہے تو وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور اوسکا شعلہ ایسا تیز ہوتا ہے کہ دلکے اندر کا خون جوش کھا کر رگون مین اوپر کیطرف
چڑھتا ہے جیسا کہ آگ کا شعلہ اونچا اٹھتا ہے یا ہنڈیا کا جوش اوپر کو ابلتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ غصہ کیوقت آدمی کا
چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہین چونکہ چہرہ کا پوست نرم و صاف ہوتا ہے اسلیے خون کی جھلک اسمین خوب نمایان
ہو جاتی ہے جیسا شیشہ کے اندر کی چیز معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ حال اوسوقت ہوتا ہے جسوقت کہ اپنے سے کم رتبہ
آدمی پر غصہ آوے اور یہ بھی جانتا ہو کہ اس پر میرا قابو ہے اور جسوقت کہ غصہ اپنے سے زیادہ پر آوے یا انتقام اسکا ممکن نہو
تو ایسی صورت مین خون ظاہر جلد سے بستہ ہو کر قلب کیطرف کو رجوع کرتا ہے اور باعث رنج و غم ہوتا ہے اسی سے

پھیرنہ، زرد رنگ ہو جاتا ہے اور اگر کسی برابر والے پر غصہ آتا ہو تو یہ دونون کیفیتین نمود ہوتی ہین لال پیلا رنگ ہوا
کرتا ہے اور اضطراب پیش آتا ہے بہرصورت غضب کی جگہہ قلب ہے اور اوسکے معنی یہ ہین کہ جوش کرنا خون دلکا
بدلہ لینے کے واسطے اور یہ قوت موذی چیزونکے دفع کے لیے تو اول ہی متوجہ ہوتی ہے یعنے قبل ایذا اونکا دفعیہ
چاہتی ہے اور بعد ایذا انتقام اور تشفی دل کے لیے پیدا ہوتی ہے اور اس قوت کی غذا اور اشتہا انتقام ہے اور
اسمین اوسکو لذت ملتی ہے اور بدون انتقام چین نہین لیتی اب اس قوت مین ابتداے پیدایش سے اوسکے
تین درجہ ہین اول درجہ تفریط یعنے کمی کا ہے اور یہ مذموم ہے ایسے ہی شخص کو بے غیرت کہا کرتے ہین حضرت
امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو باوجود غصہ دلانے کے غصہ نہ آوے تو وہ گدہا ہے اس سے معلوم ہوا
کہ غصہ اور حمیت کا بالکلیہ نہونا بہت نقصان کی بات ہے اللہ تعالے نے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف
مین ارشاد فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ
وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ اور شدت اور غلظت غضب کی بعد ہوا کرتی ہے دوسرا درجہ افراط یعنے زیادتی کا ہے وہ یہ ہے کہ
غصہ اس قدر غالب ہو کہ عقل اور دین کی طاعت و سیاست سے نکل جاوے اور غصہ کیوقت آدمی مین بصیرت
اور تامل اور فکر اور اختیار کچھہ نرہے مضطر کی طرح ہو جاوے اور غلبہ غضب کا سبب یا تو پیدایشی ہوتا ہے
کہ شروع پیدایش سے ڈرانی صورت اور زرد رنگ اور زود غضب ہوتا ہے پھر مزاج کی گرمی اوسکو اشتعال
دیتی ہے اور شعلہ مذکورہ بالا ہو جاتا ہے اور سردی مزاج سے البتہ اوسکی تیزی کم ہو جاتی ہے یا غلبہ غضب
کا سبب عادت ہوتی ہے کہ ایسے لوگون مین نشست و برخاست رہی جو مغلوب الغضب اور سریع الانتقام
ہین اور ان باتونکو شجاعت اور جوانمردی جانتے ہین اور فخر یہ کہتے ہین کہ ہمکو ذرا برداشت نہین اور ہم کو کوئی
ذراسی بات کہے تو نہین سہ سکتے حالانکہ حقیقت مین گویا یہ کہہ رہین کہ ہمکو ذرا عقل و حلم نہین مگر بیوقوفی سے
اسکو فخر جانتے ہین پس جو شخص ایسے لوگون سے اسطرح کی باتین سنتا رہتا ہے اوسکے دل مین غصہ کی
خوبی جم جاتی ہے اور چاہتا ہے کہ مین بھی ایسا ہی ہو جاؤن اسلیے غصہ بڑھ جاتا ہے اور جب غصہ کی
آگ بھڑک اٹھتی ہے تو غصہ والے کو پھونک دیتی ہے اور نصیحت سننے سے بہرا کر دیتی ہے بلکہ نصیحت سے اور زیادہ
غصہ ہوتا ہے اور اگر اپنی عقل و نفس سے کچھہ استفادہ کرے یہ بھی نہین ہو سکتا اسلیے کہ نور عقل گل ہو جاتا ہے
خواہ غصہ کی دہوین سے ایسا دہندلا ہو جاتا ہے کہ کام کا نہین رہتا اسلیے کہ آدمی دماغ سے فکر کیا کرتا ہے
مگر جب غصہ کے مارے دلمین خون جوش کہاتا ہے تو اوس سے ایک کالا دہوان دماغ کیطرف چڑھکر فکر کی
جگہہ مین پھیل جاتا ہے بلکہ بعض اوقات حواس کی جگہہ کو بھی گھیر لیتا ہے کہ آنکھہ سے کچھہ نہین دیکھتا اور کانو سے
کچھہ نہین سنتا دنیا تاریک معلوم ہوتی ہے اور اس حال مین دماغ کی ایسی صورت ہو جاتی ہے جیسے

کسی غار مین آگ جلائی جاوے اور تمام غار مین دہوان بہر جاوے اور زمین کبھی تیز ہو جاوے تو ایسی جگہ مین اگر کوئی چراغ جلتا ہوا ہوگا تو اوس سے کیا سوجہیگا وہ تو دہندلا ہو جاویگا یا گل ہو جاویگا اور جو شخص اس غار مین ہوگا وہ نہ تو اوس مین کچھ دیکھ سکتا ہے نہ کوئی کلام سن سکتا ہے نہ صورت دیکھ سکتا ہے اور نہ اس دہوئین کو اندر یا باہر سے دور کر سکتا ہو بلکہ جب تک جلنے کی چیز جل نجاویگی تب تک صبر کرنا پڑے گا یہی حال غصہ کا دل و دماغ کے ساتھہ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات غصہ کی آگ ایسی تیز ہوتی ہے کہ اوس سے وہ رطوبت جس سے کہ دل کی زندگی ہے فنا ہو جاتی ہے اور آدمی ہلاک ہو جاتا ہے جیسے کہ غار کی آگ بعض اوقات زیادہ ہو کر اوسکے ٹکڑے کر دیتی ہے اور اوپر سے نیچے کو بیٹھہ جاتا ہے یعنے غار کی دیوارون اور طرفون مین جو قوت قائم رہنے کی ہے شدت گرمی سے وہ جاتی رہتی ہے اور گر پڑتا ہے اسیطرح یہان بہی غصہ کی آگ سے رطوبت قلبی دور ہو کر باعث موت ہو جاتی ہے اور اگر واقع مین پوچہو تو سمندر کی موجون مین طوفان کیوقت کشتی کا ہونا بہت بہتر ہے اوس حال سے جو غصہ کیوقت آدمی کے دل کا ہوتا ہے اسلیے کہ کشتی کے بچنے کی توقع ہوتی ہے کیونکہ اوسمین جو لوگ سوار ہین وہ اوسکے ٹہہرانیکی بیسیون تدبیرین کرینگے اور یہان تو نفس کی کشتی کا ناخدا دل تہا وہی غصہ کی سبب اندہا اور بہرا ہو گیا پہر تدبیر کون کرے اب جاننا چاہیے کہ شدت غضب کے نشان ظاہر مین یہ ہین رنگ کا بدل جانا ہاتہہ پاؤن کا کانپنا افعال کا بے ترتیب بے انتظام صادر ہونا کلام مین گڑبڑانا یہانتک کہ باچہون مین جہاگ آجاوین اور آنکہین سرخ ہو جاوین نتہنا پہر جاوے شکل بدل جاوے اور اگر غصہ والا آدمی صورت کو غصہ کیوقت دیکھے تو شرم کے مارے غصہ جاتا رہے کہ کیسی بری صورت ہو گئی اور ازانجا کہ صورت ظاہری صورت باطنی کا عنوان ہوا کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ باطن اور بہی زیادہ برا ہو جاتا ہوگا کیونکہ اول صورت باطن ہی بگڑتی ہے اور وہی بگاڑ ہوتے ہوتے صورت ظاہری پر پہیل جاتا ہے تو گویا تبدل صورت ظاہری فرع ہے اور صورت باطنی کی برائی اصل تو فرع کی صورت سے اصل کو قیاس کرنا چاہیے غرض کہ تمام جسم مین تو یہ علامات ہوتی ہین اور زبان مین غصہ کا اثر یہ ہے کہ گالیان بکنے لگتا ہے اور ایسے کلام فحش اور برے بولتا ہے کہ جس سے خردمند ونکو شرم آوے بلکہ خود غصہ والا بدون غصہ کیوقت کے کبہی اونکو بولتے ہوئے شرم کرے اور اس فحش کے ساتھہ ہی یہ بہی ہوتا ہے کہ لفظون مین اضطراب اور بندش بالکل خراب ہوتی اور اعضا پر تاثیر غضب یہ ہوتی ہے کہ بے تامل مار پیٹ نوچ کہسوٹ قتل و زخم کرنے لگتے ہین اگر جس شخص پر غصہ آیا ہے وہ سامنے ہوا اور اوس پر بس چلا تو یہ باتین اوسکے ساتھہ ہونگی اور اگر وہ بہاگ گیا یا کسی اور سبب سے بے قابو ہو گیا تو غصہ خود اپنے اوپر لوٹتا ہے کہ کپڑے پہاڑتا ہے اور اپنا سینہ پیٹتا یا زمین پر ہاتہہ دے مارتا ہے یا نشہ والون اور مدہوشون حیرانون کی طرح دوڑتا ہے اور کبہی غصہ کی تا

ایسا گر پڑتا ہے کہ اٹھنے اور دوڑنے کی طاقت نہین رہتی اور غش سا آجاتا ہے کبھی جمادات وحیوانات کو
مارتا ہے مثلاً برتن توڑ ڈالا دسترخوان پھاڑ ڈالا گائے بیل گھوڑے کو گالیان دینے لگا اور اونسے ایسی
باتین کرنے لگا جیسے سمجھدارون سے کیا کرتے ہین اور اگر کوئی جانور لات مار دے تو غصہ مین آپ بھی اوسکو
لات مارتا ہے حالانکہ یہ حرکات مجنونون کی سی ہین اور دل پر تاثیر غصہ کی یہ ہے کہ جس پر غصہ ہوا ہے
اوسکی طرف سے کینہ رکھنا اور حسد کرنا اوسکی برائی چاہنا اور اوسکی برائی سے خوش ہونا اور بھلائی سے رنجیدہ ہونا اور اوسکے
بھید ظاہر کر دینا اور درپے ہتک ہونا اور مسخرہ بنانا وغیرہ پس شدت غضب کے ثمرات یہ ہین اسیطرح
ضعف غضب کا نتیجہ بھی اچھا نہین یعنی اوسکا ثمرہ بے غیرتی ہے کہ جو بات آدمی کے گھر والون کی مثلاً
ماں بہن بیوی وغیرہ کی قابل غیرت کی ہو اوس سے غیرت نہ کرے اور کمینون سے ذلت اٹھاوے اور خوار اور رسوا
رہے اور بے غیرتی مثل مخنث ہونیکی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ سَعْدًا لَغَیُوْرٌ وَاَنَا اَغْیَرُ
مِنْ سَعْدٍ وَاللّٰہُ اَغْیَرُ مِنِّیْ علاوہ ازین غیرت نسبونکی حفاظت کے لیے پیدا ہوئی ہے اگر غیرت مین
لوگ تساہل کرین تو انساب مین فتور اور خلط واقع ہو اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ جس قوم کے مردونکو
غیرت ہوتی ہے اونکی عورتونکی حفاظت رہتی ہے اور بری بات کو دیکھکر سکوت کر جانا بھی ضعف
غضب سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَیْرُ اُمَّتِیْ اَحِدَّاءُهَا یعنی جو دین مین سخت ہون اور
اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ بلکہ آدمی اگر اپنے نفس کی ریاضت نہ کر سکے
تو یہ بھی اسی بات کی علامت ہے کہ غصہ نہین رکھتا اسلیے کہ ریاضت جبھی ہو سکتی ہے جب غصہ کو شہوت پر
مسلط کر دے یہانتک کہ اگر نفس کمی شہوات پر جھکے تو اوسی وقت اوسپر غصہ کرے تیسرا درجہ غصہ کا جو اچھا
اور محمود ہے وہ یہ ہے کہ غصہ منتظر اشارہ عقل کا رہے اور دین کا مطیع ہو جس جگہ حمیت شرعاً واجب ہے وہان
غصہ آوے اور جس جگہ حلم اور غصہ کا پینا چاہیے وہان حد اعتدال سے نہ بڑھے ایسے ہی غصہ سے خداوند کریم
نے اپنے بندونکو مکلف کیا ہے اور یہ وہی درجہ ہے جسکی صفت اس حدیث شریف مین ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ
اَوْسَاطُهَا اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی مین غصہ ایسا سست ہو کہ غیرت بھی کم ہو اور نفس کو ذلت اور
ظلم بے موقع کی برداشت ناگوار نہو تو اوسکو چاہیے کہ اپنے نفس کا علاج کرے یہانتک کہ غصہ مین قوت آجاوے
اور جس شخص مین غصہ حد اعتدال سے زیادہ ہو کہ نوبت تہور اور بے عقلی سے بری کامون مین پھنسنے کی ہو جاوے
اوسکو بھی علاج نفس کا چاہیے تاکہ غصہ ایک عمدہ اور درمیانی حالت پر آجاوے جسکا نام صراط مستقیم ہے
ہر چند صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے لیکن جو اوس پر نہ چل سکے اوسکو
لازم ہے کہ جس قدر اسکے قریب آسکے اوسی کی کوشش کرے

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروہا کالمعلقۃ
اس لیے کہ یہ ضرور نہین کہ جس سے ہمہ تن خیر نہو سکے وہ ہمہ تن شر ہی کیا کرے بلکہ بعض بدی بعض کی
نسبت ہلکی ہوتی ہین اور بعض نیکیان بعض کی نسبت زیادہ رتبہ رکہتی ہین پس اگر بڑی نیکی نہو سکے چہوٹی
کے درپے ہو اور اگر شر سے محفوظ نرہ سکے تو جسمین ضرر کم ہو اوسی پر قناعت کرے۔

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اصل غضب کا دور ہونا ممکن ہے یا نہین

جاننا چاہیے کہ بعض لوگ تو یہ خیال کرتے ہین کہ ریاضت سے بالکلیہ محو کرنا غضب کا ہو سکتا ہی اور مقصود
بھی ریاضت سے یہی ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ غضب کا کچھ علاج ہی نہین اور یہ اون لوگون کا
قول ہے جو یہ تصور کرتے ہین کہ عادات بھی مثل پیدائش ظاہر کے ہین جیسا اعضا ظاہر کے نقصان کو
آدمی درست نہین کر سکتا ویسا ہی خلق بھی قابل علاج نہین اور یہ دونون قول ضعیف ہین بلکہ اصل
اس باب میں یہ ہے کہ آدمی اپنے جیتے جی ایک چیز سے محبت رکہتا ہی اور ایک چیز کو برا جانتا ہے تو غصہ
بھی ضرور ہی ہوگا اسلیے کہ کوئی چیز اسکے مزاج کے موافق ہوگی اور کوئی مخالف موافق سے اوسکی خاطر خواہ
ہوگی اور مخالف پر اسکو غصہ آویگا مثلاً فرض کرو کہ کسی نے اوسکی محبوب چیز لے لی تو غصہ ہوگا یا کبھی کے
اوسکو ضرر پہونچانا چاہا تو بیشک غصہ ہوگا مگر جس شے کی ساتھہ کہ آدمی کو محبت ہوتی ہے اوسکی تین قسمین ہین
ایک تو ایسی شے جو سب کے لیے ضروری ہے مثلاً غذا اور مکان اور لباس اور صحت بدن پس جو شخص
کہ آدمی کی ایسی چیزونکو دور کرنا چاہے مثلاً کہانیکی غذا چہین لے یا پانی پینے کا گرا دیوے یا کپڑا جو مقدار ستر
عورت ہی تہا اوسکو چہین لے یا رہنیکے مکان سے نکالدے تو چونکہ ایسی چیزیں ہر ایک شخص کی ضروریات مین داخل ہین
اسلیے انکا علیحدہ ہونا برا معلوم ہوتا ہے اور جو کوئی ان چیزون کا مزاحم ہوتا ہے اوسپر غصہ آتا ہے دوسری قسم
وہ ہے کہ کسیکے لیے بہی ضروری نہو جیسے بہت سا مال اور جاہ و جلال اور خدم و حشم و سواری وغیرہ کہ یہ
چیزین عادت کی سبب محبوب ہیں ضرورت مین داخل نہین لوگونکو علت غائی چیزون کی معلوم نہین
جہالت سے ایسے اشیا سے محبت کرتے ہین دیکہو چاندی سونا خود اتنے محبوب ہو گئی ہین کہ اونکو گاڑ رکہتے ہیں
اگر کوئی اونکو بیجا صرف کر ڈالے تو اوسپر غصہ آتا ہے حالانکہ یہ دونون کہانیکی چیزین نہین پس اس قسم کی چیز
کے لیے جو غصہ ہوتا ہے وہ اس قابل ہے کہ انسان سے بالکلیہ منقطع ہو سکے مثلاً اگر کسی کے پاس ایک
مکان زائد از حاجت ہو اور اوسکو کوئی ظالم گرا دیوے تو ہو سکتا ہے کہ اوسکے گرنے پر غصہ نہ آوے اسیطرح
اگر مکان والا کوئی شخص دانا بینا ہو جسکو زائد از حاجت کے ساتھہ محبت ہی نہو پس اگر اوسکو ظالم نے گرا دیا
تو بوجہ محبت نہونیکے غصہ نہ آویگا لیکن اگر محبت ہوگی تو بیشک غصہ آویگا اور بالفعل جو دیکہا جاتا ہے لوگ

لوگونکا غصہ ایسی ہی باتون پر ہوتا ہے جو ضروری نہین ہوتین مثلاً شہرت اور جاہ پر اور مجلس مین
مشخص ہو کر بیٹھنے پر اور علم سے فخر کرنے پر تو جس آدمی کو اس بات کا ذرا بھی چسکا اور محبت ہوتی ہے وہ ضرور
غصہ ہو جاتا ہے اگر محفل مین اوسکی نشست ذرا بدلی جبھی لال پیلا ہو جاتا ہے اور جسکو صدر بیٹھنے کا شوق
نہین وہ اگر جوتیون مین بیٹھ جاوے تب بھی غصہ نہین کرتا اور بے صدر ہر جا کہ نشیند صدر ست پر عمل
کرتا ہے غرض کہ اکثر لوگون کی محبت ایسی ہی عادات ردی اور خراب سے ہو گئی ہے اسی لیے غصہ بھی
بات بات پر کرتے ہین نہین سمجھتے کہ جتنے شہوات اور ارادے زیادہ ہوتے ہین اوتنا ہی آدمی مین نقصان زیادہ
ہے اسلیے کہ حاجت صفت نقصانی ہے جسقدر اسکی زیادتی آدمی مین ہوگی اوسی قدر نقصان بھی زیادہ ہوگا
نادان آدمی ہمیشہ اسی بات پر کوشش کرتا ہے کہ حاجات زیادہ پوری ہون اور آرزوئین بہت آمد ہون
حالانکہ یہی چیزین ذخیرہ غم اندوہ کا ہوتی ہین اور بعضے تو ایسے بحر جہالت مین ڈوبے ہوتے ہین کہ اگر اونکو
بری بات کا بھی عیب بتایا جاوے تو اوسپر بھی غصہ ہوتے ہین مثلاً کوئی یون کہے کہ تمکو مرغ لڑانا خوب نہین آتا
یا شطرنج اچھی نہین کھیلتے یا شراب بہت نہین پی سکتے یا کھانا زیادہ نہین کہا سکتے تو یہ باتین ایسی ہین
کہ اگر آدمی مین نہون تو خوبی کی بات ہے مگر ان پر بھی بعض جاہل بگڑ بیٹھتے ہین کہ ہمکو یون کیون کہا
خلاصہ یہ کہ اس قسم کی چیزون پر جنکی محبت ضروری نہین غصہ بھی ضروری نہین تیسری قسم وہ اشیا ہین
کہ بعض کے حق مین ضروری ہون اور بعض کے غیر ضروری مثلاً کتاب عالم کے واسطے محبوب چیز ہے اوس کو
اسکی ضرورت رہتی ہے اسی لیے اوس سے محبت رکھتا ہے اور اگر کوئی اوسکو جلا دے یا ڈبو دے یا ضائع
کر دے تو اوسپر غصہ ہوتا ہے یہی حال اوزار ونکا ہے بہ نسبت پیشہ والون کے کہ ہر پیشہ والے کو غذا کا ملنا
بدون اوزار کے اور اپنے کام کے مشکل ہے پس چونکہ اوزار ضروری چیز یعنے غذا وغیرہ کے حصول کے وسیلے
ہین اس جہت سے پیشہ والے کو اونسے محبت ہوتی ہے اور اونکو ضروری جانتا ہے حالانکہ محبت ضروری
وہ ہے جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف مین اشارہ فرمایا ہے من اصبح آمنا
فی سربہ معافی فی بدنہ عندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرہا پس جو شخص کہ حقائق امور سے
واقف ہو اور یہ تینون باتین مذکورہ حدیث اوسکو حاصل ہون تو ہو سکتا ہے کہ وہ ان چیزون کے سوا
مین غصہ نکرے یہ تینون قسمین تو بیان ہو چکین اب ریاضت کے باعث جو اثر ہر ایک قسم مین ہوتا ہے اوسکو
سننا چاہیے قسم اول مین تو ریاضت اس بات کو مفید نہین ہوتی کہ دل کا غصہ بالکل نیست و نابود ہو جاوے
بلکہ ریاضت اسلیے ہوتی ہے کہ دل مین ایسا ملکہ ہو جاوے جس سے مطیع غضب کا نرم ہے اور ظاہر اوسکا
استعمال اوسی درجہ تک کرے جسکو شرع اور عقل مستحسن جانے اور یہ امر مجاہدہ سے اور کوشش سے ممکن ہے

کہ بتکلف حلم کیا کرے اور مدت تک برداشت کرتا ہے یہانتک کہ حلم وبرداشت مثل امور طبعی کی عادت
راسخ ہوجاوین الا یہ وہن سے غصہ کو دلمین سے نکالنا غیر ممکن ہے اور خلاف مقتضاے طبع ہاں
تیزی کا توڑنا اور اوسکا کمزور کردینا ہوسکتا ہے کہ باطن مین اوسکا جوش ہونے پاوے اور یہانتک
ضعف آجاوے کہ اوسکا اثر منہ پر کچہہ بھی محسوس نہو گویہ امر نہایت سخت ہی تاہم امکان سے باہر نہین
اور یہی حال قسم سوم کا بھی ہے اسلیے کہ اوسمین بہی آخر بعض لوگون کے حق مین تو وہ اشیا ضروری ہین
ریاضت سے اونکو بھی یہ فائدہ ہوگا کہ غصہ کی شدت باطن مین نہوگی اور صبر کی سختی زیادہ محسوس نہوگی
اور دوسری قسم کی اشیا پر جو غصہ ہوتا ہے تو ریاضت سے اوسکا قطعاً استیصال ہوسکتا ہے یعنی جب
دلمین سے محبت غیر ضروری چیزونکی دور ہوجاویگی تو اوسکے ساتھہ ہی غصہ بھی علیحدہ ہوگا کہ محبت اور وہ
لازم وملزوم ہین اور اوسمین ریاضت کا طور یہ ہے کہ آدمی یون تصور کرے کہ میرا وطن قبر تاریک ہے اور ٹھہرنے
کی جگہہ آخرت ہے دنیا صرف ایک گذرگاہ ہے کہ اس سے گذرجانا قطعی ہوگا اور یہان جو مین آیا ہون
صرف اسلیے کہ توشہ آخرت حاصل کرون ؎

کار دنیا کسے تمام نہ کرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید

بقدر ضرورت اشیا کے سواسب کو یہ جانے کہ وطن اصلی اور مستقر حقیقی مین یہ چیزین باعث وبال
ہونگی ان خیالات سے دنیا مین زہد اختیار کرکے محبت دنیا دل سے توڑ ڈالے تو یقین ہے کہ اسطرح کی
ریاضت سے بالکل اصل غصہ کی جاتی رہے اور اگر یہ نہوگا تو اسقدر تو ضروری ہوگا کہ غصہ کو ظاہر نہ کریگا
اور اوسکے بموجب عمل نہ کریگا اس لیے کہ غصہ تابع محبت کا ہی اگر محبت جاتی رہی تو یہ بھی فنا ہوجاویگا
مثلاً ایک آدمی کے پاس کتا ہے جس سے کہ اوسکو محبت نہین اگر کوئی دوسرا شخص اس کتے کو مارے
تو اسکو غصہ نہ آوے گا کیونکہ محبت اوسکی نہین بہرحال جڑ سے جاتا رہنا غصہ کا تو بہت ہی مشکل ہے
لاکن ضعیف ہوجانا اور اوسکے بموجب عمل کا نہ ہونا بہی غنیمت ہے یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ قسم
اول یعنی ضروری اشیا کی جانے سے درد ورنج ہوتا ہے کہ حاجت کی چیز جاتی رہی یہ ضرور نہین کہ غصہ
بھی آوے مثلاً اگر کسی نے بکری کہانے کے لیے پالی ہو اور وہ مر جاوے تو اوسکو رنج اوسکے مرنے کا
البتہ ہوگا مگر غصہ کسی پر نہین کرنے کا اور یہ امر ضروری بہی نہین کہ ہر رنج کے ساتھہ غصہ بہی ہوا کرے دیکھو
خون نکلوانے مین تکلیف اور درد تو ہوتا ہے مگر فصد کہولنے والے یا پچھنے لگانے والے پر غصہ نہین آتا
اس جس شخص پر توحید کا غلبہ ہو یہانتک کہ سب اشیا کو قبضۂ قدرت الٰہی مین دیکھے اور سب کچہہ اوسی
کی طرف سے جانے تو وہ غصہ نہین کریگا اسواسطے کہ وہ مخلوق کو صرف ایک واسطہ جانیگا جیسے لکھنے والے

ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو اگر بادشاہ مثلاً کسی آدمی کی گردن مارنے کا فرمان لکھدے تو وہ قلم پر غصہ نہیں
کریگا اسیطرح جو شخص اوسکی بکری ذبح کر ڈالے اوسپر بھی غصہ نہوگا کیونکہ ذبح اور موت کو خدا ہی کیطرف
سے جانتا ہے تو غلبہ توحید میں غصہ نہ آنا چاہیے علاوہ ازین خدا کے ساتھ حسن ظن بھی اسی بات کا مقتضی
ہے یعنے جب یہ تصور کیا کہ خداوند کریم میرے حق مین جو بہتر ہے وہی کرتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
شاید میرے بھوکا یا بیمار یا زخمی رہنے ہی مین اوسکے نزدیک بہتری ہوگی پس غصہ کی کوئی وجہ نہیں جیسے
خون کا لینے والے پر غصہ نہیں آتا کیونکہ اپنی بہتری اوسمین متصور ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین غلبہ
توحید سے یہ بات ممکن تو ہے مگر اس درجہ کی توحید ہمیشہ نہیں رہا کرتی اور دیرپا نہیں ہوتی بلکہ آناً فاناً بجلی
چمک جاتی ہے اور انجام کو دل وسیلوں کیطرف رجوع کیا کرتا ہے اور یہ بات دلمین جبلی اور طبعی ہے اور
اگر توحید دیرپا ہوا کرتی تو اشرف المخلوقات و سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہی ہوتی حالانکہ
آپ کو غصہ آتا تھا یہانتک کہ رخسار مبارک سرخ ہوجاتے تھے اور خود ارشاد فرمایا کہ الٰہی مین آدمی ہون
آدمی کیطرح مجکو بھی غصہ آتا ہے پس جس کسی مسلمان کو مینے گالی دی ہو یا لعنت کی ہو یا مارا ہو تو تو میری
ان باتوں کا اوسکے لیے رحمت کر دے اور باعث تقرب بنا دے کہ جسکے سبب قیامت مین اوسکو تیرا تقرب حاصل
ہوا اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مینے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جو کچھ کلام آپ غصہ اور خوشی کی حالت مین فرمایا کرتے ہین اوسکو مین لکھون آپ نے فرمایا کہ لکھا
قسم ہے اوس ذات کی جسنے مجکو رسول برحق بنایا اس سے یعنے زبان سے سوا حق کے کچھ نہ نکلیگا اور نہ فرمایا
کہ مین غصہ نہیں ہوتا ہون بلکہ یہ فرمایا کہ غصہ مجکو حق سے تجاوز نہیں کرنے دیتا یعنی مین اوسکے مقتضا
کے کہنے بموجب عمل نہیں کرتا ہون اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایکبار غصہ ہوئین تو آپ نے فرمایا کہ تجھے
کیا ہوا تیرا شیطان تیرے پاس آیا ہے اونہون نے عرض کیا کہ کیا آپ کا شیطان نہیں آپ نے فرمایا کہ کیون
نہیں مگر مینے اللہ سے دعا مانگی تو وہ مسلمان ہوگیا مجکو خیر کے سوا کچھ نہیں کہتا یہ نہ فرمایا کہ میرا شیطان
نہیں ہے بلکہ فرمایا کہ وہ مجکو بدی کا امر نہیں کرتا اور یہان شیطان سے شیطان غضب مراد ہے
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کیواسطے کبھی غصہ نہ آتا تھا
اور اگر امر حق مین غصہ فرماتے تھے تو کسیکو خبر نہیں ہوتی تھی اور نہ کوئی اسکے تاب مقابلہ لا سکتی تھی
یہانتک کہ حق کا انتقام لے لیں اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ
اللہ ہی کیلیے اسلئے امر حق پر ہوتا تھا تاہم فی الجملہ التفات وسیلوں کیطرف پایا جاتا ہے اسیطرح جو شخص اپنی
دوستی اور حاجت ضروری کی [illegible] غصہ کا ختم ہونا ممکن نہین

ہان بعض اوقات جب کوئی شخص کسی زیادہ ضروری مہم میں مشغول رہتا ہے تو ضروری چیز کو بھی جاتے
بھی غصہ نہیں کرتا کیونکہ دل اور طرف مشغول ہوتا ہے اوسمین گنجایش غصہ کی نہیں ہوتی اپنے استغراق کے
باعث اور چیز کو خیال مین بھی نہین لاتا چنانچہ حضرت سلمانؓ کو جب کسی نے گالی دی تو آپ نے فرمایا
کہ اگر میزان اعمال مین میرے حسنات کم ہوے تو جو کچھ تو کہتا ہے میں اوس سے بھی بدتر ہون اور اگر پلہ بھاری ہے
تو اوس کہنے سے میرا کچھ ضرر نہیں پس چونکہ آپ کا قلب آخرت میں مصروف تھا گالی سے متاثر نہ ہوا اسی طرح
کسی نے ربیع بن خیثم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیرا قول سنتا ہے جنت سے اسطرف ایک گھاٹی ہے
اگر مین اوسکو طے کر لی تو تیری بات سے مجھے کچھ بھی ضرر نہوگا اور اگر وہ طے نہ ہوئی تو جو کچھ تو کہتا ہے اوس سے بھی
بدتر ہون اور ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو گالی دے آپ نے اپنے نفس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تیرے
جن عیبونکو خدا تعالے نے چھپا رکھا ہے وہ بہت ہیں تو گویا آپ اپنے نفس کی تقصیر نقصان کے دیکھنے مین
مشغول تھے یعنی یہ بات مدنظر تھی کہ خدا تعالے کو حق معرفت پر پہچانا اور جسقدر اوس سے ڈرنیکا حق تھا
اوتنا خوف نہ کیا پس اس حال مین اگر کسی دوسرے نے اونکے نفس کو ناقص کہا تو اسکی تاثیر نہوئی اسلیے
کہ وہ تو خود پہلے ہی سے باوجود شان صدیقی اپنے نفس کو نقصان کی آنکھ سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ایک
عورت نے مالک بن دینارؒ کو کہا کہ او ریاکار آپ نے فرمایا کہ تیرے سوا مجھے اور کسی نے نہیں پہچانا تو گویا وہ
اپنے نفس سے آفت ریا دور کرنے مین مشغول تھے اور اوسکو یہ سمجھاتے تھے کہ ریا تجھسے چھوٹا نہین جو کچھ ہے
شیطان کا فریب ہے جب اوس عورت نے ریاکار کہا تو چونکہ نفس کو پہلے ہی سے ریاکار جانتے تھے اسلیے
غصہ نہ ہوے اور حضرت شعبیؒ کو کسی نے برا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو خدا میرے حال پر رحم کرے
اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے حال پر رحم کرے ان حکایات سے صاف ثابت ہے کہ ان لوگون نے جو غصہ نہ کیا
تو یہی وجہ تھی کہ اونکے دل اور امور مہمات دینی مین مصروف تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان باتون نے اونکے
دل پر تاثیر کی ہو مگر وہ اوسکی طرف متوجہ نہ ہوے جو بات اونکے دل پر غالب تھی اوسی کی طرف التفات کیا
غرض کہ دل اگر کسی امر مہم میں مشغول ہو تو محبوب چیزونکے جاتے رہنے مین ہیجان غضب سے محفوظ رہتا ہے
پس غصہ کا نہ ہونا دو باتون سے ممکن ہوا ایک تو یہ کہ دل اور کسی مہم مین مصروف ہو دوسری یہ کہ غلبہ توحید اپنے ہو
اور ایک تیسرا سبب بھی غصہ کے نہونیکے لیے ہے وہ یہ ہے کہ یون جانے کہ خدا کو میرا غصہ ناپسند ہے پس محبت
الٰہی کے باعث آتش غضب فرو ہو جاویگی اور یہ امر بھی محال نہیں کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا ہے خلاصہ اس
سب تقریر کا یہ ہے کہ آتش غضب سے رہائی اسی مین ہے کہ محبت دنیا یک لخت دل سے مٹا دیوے اور محبت کا
دور کرنا دنیا کے فریبون اور مہلکات کو پہچاننے سے ہوتا ہے جنکا بیان دنیا کی برائی کے باب مین انشاء اللہ تعالیٰ

مذکور ہوگا اور جو شخص ریا کی محبت دل سے دور کرے وہ بہت سے اسباب غضب سے محفوظ رہتا ہے
اور غضب کے اسباب مین سے جو سبب ایسا ہے کہ وہ بالکلیہ مٹ نہین سکتا اوسکی تیزی کم ہوسکتی ہے اور سبب کے
ضعیف ہونے سے غضب کا ضعیف ہونا بھی آسان ہوجاتا ہے خدا تعالے ہمکو بھی اپنے لطف وکرم
سے توفیق غصہ کے دفع کی عنایت فرماوے ؛

چوتھا بیان غصہ کے سببون کے ذکر مین اور اونکے دور کرنے کی تدبیر مین

چونکہ دور ہونا ہر مرض کا اوسکے علت کے دور ہونے سے ہوتا ہے اسلیے غصہ کا دور ہونا بھی اوسکے
سب کے دور ہونے پر ہی منحصر ہے اسواسطے اوسکے اسباب کو اور انکی دور کرنیکی تدبیر کو معلوم کرنا چاہیے
حضرت یحیی علیہ السلام نے حضرت عیسی علیہ السلام سے پوچھا کہ سب مین سخت تر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
کہ غضب الہی نہایت شدید ہے پھر اونھونے پوچھا کہ اوسکے لگ بھگ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ آدمی کا غصہ
پھر پوچھا کہ غضب کس بات سے ظہور ونشو ونما پاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تکبر اور فخر اور عزت طلبی ورحمیت سے
غصہ آیا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شدید اور غصہ کی اسباب یہ چیزین ہین کبر اور عجب اور مزاح اور لغو ہنسی ٹھٹھا
اور دوسرے کو بنانا عیب لگانا اور بات کاٹنا اور ضد کرنی اور فریب کرنا اور حصول مال وجاہ مین کثرت سے
حرص کرنی اور یہ سب باتین عادات بد ہین اور شرعا مذموم انکے رہتے ہوے غضب کا جانا ممکن نہین
اسلیے ضرور ہوا کہ ان عیبونکو آدمی انکے مقابل کی چیزون سے کھووے یعنی تکبر کو تواضع سے دور کرے
اور عجب کو اپنے نفس کی پہچان سے زائل کرے چنانچہ اسکا بیان باب کبر وعجب مین آویگا اور فخر کو یون
دور کرے کہ مین بھی آدمی ہی ہون جیسے اور میرے باندی غلام ہین آخر سب کا باپ تو ایک ہی تھا پیچھے سے
تو مین جدا جدا ہوگئین آدم زاد ہونے مین سب یکسان ہین فخر عمدہ بات مین کرنا چاہیے کبر اور عجب اور شیخی تو
کمینگی کے عادات ہین انسے کیا فخر کرنا چاہیے بلکہ یہ باتین سب رذائل کی اصل ہین اگر انہین کو اپنے آپ سے
دور نہین کیا فخر کس بات کا ہے ناک آنکھ کان جسم نسب مین تو سب برابر ہی ہین اور مزاح اسطرح دور کرے
کہ ایسے مہمات دینی مین مصروف ہو کہ عمر بھر اونسے فرصت ہی نہ ملے جو نوبت مزاح کی پہونچے اور لغویات سے
اس طرح بچے کہ عمدہ فضائل اور اخلاق حسنہ کی طلب مین اور علوم دینیہ کی تحصیل مین کوشش کرے جس سے
کہ سعادت اخروی میسر ہوا اور دوسرے کو بنانے مین یہ خیال کرے کہ کہین ایسا نہو کہ یہی حال میرے ساتھہ ہو
چاہ کن را چاہ در پیش مشہور مثل ہے اور علاوہ ازین لوگونکی ایذا ایک امر معیوب ہے اسکو اختیار کرنا برا ہے
اور عیب جوئی مین یہ سمجھے کہ بری بات کا منہ سے نکالنا برا ہے اسکے سوا اگر کوئی جواب ترکی بہ ترکی دیگا
تو تلخ معلوم ہوگا اور علی ہذا القیاس بات کاٹنے اور ضد کرنے اور فریب دینے مین تصور کرے کہ انسے میرے

بھی نوع کا نقصان ہے انکا مرتکب نہونا چاہیے اور کثرت مال وجاہ کی حرص کو اسطرح شادی کر بقدر
ضرورت پر قناعت کرے تاکہ استغنا بھی حاصل ہوا ور حاجت کی ذلت سے محفوظ ہے اور یہ جتنی باتین
اوپر لکھی گئین انمین سے ہر ایک کے علاج مین بہت سی ریاضت وتحمل مشقت چاہیے مجملا یہ ہے کہ ان
اخلاق کی برائیون اور آفتونسے واقف ہونا چاہیے تاکہ دل کو انسے نفرت ہوا ور پھر جو باتین انکے
مقابل لکھی گئی ہین اونپر مدام عامل رہے کہ رفتہ رفتہ اونکا عادی ہو کر نفس پر شاق نہ معلوم ہون
بلکہ انس والفت ہوجاوے جب یہ بری عادتین چھوٹ جائین اور نفس انسے پاک صاف ہوجاو
تو غصہ بھی جو انہین چیزونسے پیدا ہوتا ہے جاتا رہیگا اور ایک بڑا سبب غصہ کا جاہلونمین یہ ہے کہ غصہ کا
نام شجاعت اور جوانمردی اور جرات وعلو ہمت رکہا ہے اور اسطرح کے اچھے اچھے لقب اوسکو دیے ہین
یہانتک کہ نفس براہ جہل اوسکیطرف میل کرتا ہے اور اچھا جانتا ہے اور کبھی اوسکی تقویت یون بھی
ہوتی ہے کہ اکابر کی تعریف کے مقام مین جو شدت غضب کو شجاعت سے بیان کرتے ہین تو چونکہ لوگون کو
اکابر کی مشابہت کا شوق ہوتا ہے اس لیے دلمین ہیجان غضب آتا ہے اور اس جوش غضب کو شجاعت
اور علو ہمت کہنا جہالت ہے یہ تو ایک مرض قلب اور نقصان عقل ہے جو نفس کے ضعف ونقصان سے
پیدا ہوتا ہے اور اس وجہ سے جن لوگونکا نفس یا عقل ضعیف ہے یا نقصان رکھتا ہے اونکو یہ مرض
بہت جلد ہوتا ہے دیکھو بیمار کو بہ نسبت تندرست کے جلد غصہ آتا ہے اور عورت کو بہ نسبت مرد کے
اور لڑکے کو بہ نسبت بالغ کے اور بوڑہے کو بہ نسبت جوان کے اور بری عادت والے کو بہ نسبت اہل فضل کے
جلد جوش آجاتا ہے کمینہ آدمی اگر ایک لقمہ نپاوے یا بخیل سے اگر ایک دانہ چھوٹ جاوے تو کیسا غصہ
آتا ہے یہانتک کہ اپنے بال بچون اور اہل وعیال سے بھی غصہ ہی کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نقصان
وضعف عقل باعث غصہ کا ہے زبردست وہی ہے جو غصہ کیوقت اپنے نفس کو قابو مین رکھے جیسا کہ حدیث شریف
مین ہے لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ اور تحجیں لیا ہو تو اوسکے
سامنے اہل حلم وعفو کی حکایتین بیان کرنی چاہیین تاکہ وہ اپنے نفس کا علاج کرین غرض کہ غصہ کا پینا انبیا
اور اولیا اور حکما اور علما اور بڑے بڑے بادشاہون اور فضلا سے منقول ہے اور اوسکا عکس ترکون اور جاہلون
اور غبیون اور بے عقلون سے منقول ہے

پانچوان بیان غصہ کے علاج کا بعد جوش کے

سب جو بیان ہوا وہ یہ تھا کہ غصہ کے اسباب کو دور کرنا چاہیے تاکہ جوش وشدت نہونے پاوے لیکن
یہ ذکر ہوتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے غضب بسر جوش آجاوے تو اسطرح استقلال کیا جاوے کہ صاحب

غضب مشتعل ہو اور اوسکے بموجب بری طرح پر کام نہ کرنے پاوے اور یہ استقلال جوش غضب مین بہت ہونے علم
و عمل سے حاصل ہوتا ہے علم کے متعلق تو چہہ باتین ہین اول یہ کہ جو اخبار کہ غصہ کے پینے اور عفو و حلم
کی فضیلت مین وارد ہین جنکا بیان عنقریب کیا جاویگا اونکو سوچے اور اونکے ثواب کی رغبت
کرے پس کیا عجب ہے کہ ثواب کے حرص سے جوش جاتا رہے اور انتقام سے درگذرے حضرت مالک بن
اوس فرماتے ہین کہ ایکبار حضرت عمر رض کسی شخص پر غصہ ہوئے اور اوسے پیٹنے کا حکم فرمایا اوسوقت مینے
یہ آیت پڑہی خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ پس حضرت عمر رض اس آیت کو بار بار
پڑہتے تہے اور سوچتے تہے اور آپکا دستور تہا کہ جب کوئی آیت آپ کے سامنے پڑہی جاتی تو بہت دیر تک
تامل اوسکے سمجہنے مین کیا کرتے تہے اوسی معمول کے موافق سوچکر اوس شخص کو رہا کیا اور حضرت عمر
بن عبد العزیز رح نے ایک شخص کے مارنے کا حکم کیا اور پہر یہ ارشاد الہی زبان پر لائے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ
وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ اوسیوقت خادم سے کہا کہ اوسکو جانے دو دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو عذاب الہی
سے ڈراوے اور یون کہے کہ جتنی میری قوت اس شخص پر ہے اوس سے زیادہ خدا کا زور مجہپر ہے اگر مینے
آج اسپر غصہ چلا لیا کل قیامت کو خدا کے غضب سے کون بچاویگا آخر مجہے بہی اوسوقت شدت سے احتیاج
عفو کی ہوگی تو دوسرونکو معاف کرنے سے شاید نجات ملجاوے چنانچہ بعض صحیفون مین مذکور ہے
کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے کہ ای آدم زاد جسوقت تو غصہ کرے مجہکو یاد کر لیا کر جسوقت مین غصہ ہونگا
تو تجہکو یاد کرونگا اور تباہ کارونکے ساتہہ ہلاک نہ کرونگا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک خادم کو کسی کام کے لیے بہیجا اوسنے دیر کی جب سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ لَوْلَا الْقِصَاصُ
لَأَوْجَعْتُكَ یعنی اگر قصاص قیامت نہوتا تو تجہکو خوب دکہہ دیتا اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین
جتنے بادشاہ ہوئے ہین سبکے ساتہہ ایک حکیم رہتا تہا جب بادشاہ غصہ ہوتا وہ حکیم ایک پرچہ بادشاہ
کے حوالہ کرتا اوسمین لکہا ہوتا تہا کہ مسکین پر رحم کر اور موت سے ڈر اور قیامت کو یاد کر اس پرچہ کے دیکہنے
سے اوسکا غصہ فرو ہوجاتا تہا تیسرے یہ اگر خوف عذاب اخروی نہو تو رنج و مصائب دنیاوی جو غصہ
کے باعث ہوتے ہین اونہین کو تامل کرے کہ جس شخص پر غصہ کرونگا وہ میرا مخالف ہوجاویگا
ور طرف مقابل بنکر درپے تخریب اور ایذا رسانی اور شماتت و ہتک وغیرہ کے ہوگا اور تامل اس
تامل کا یہ ہے کہ شہوت سے غضب کو روکنا ہوتا ہے یعنے دنیا کی ایک خرابی کو دوسری خرابی کی
سے ہٹانا چاہتا ہے اسی لیے اعمال آخرت مین شمار نہین ہونے کا اور نہ اسپر کچہہ ثواب ہوگا
ن اگر دنیا کی تشویش سے علم و عمل کے لیے دل کو فراغت حاصل نہو اور آخرت کے لیے مدد نکلے

تو البتہ ایسی تشویش دنیاوی کو دور کرنے مین ثواب ہوگا چوتھی یہ کہ غصہ کیوقت دوسرے لوگونکی جیسے صورت
بری بنجاتی ہے اپنی صورت کو بھی غصہ مین ویسا ہی خیال کرے اور تصور کرے کہ خود غصہ ایسی بلا ہے کہ جسکو
آتا ہے اوسکی شکل باولے کتے یا درندہ کیسی ہوجاتی ہے اور اوسکے برخلاف حلیم صاحب وقار و تارک غضب کی
صورت انبیا اور اولیا اور علما و حکما کیسی ہوتی ہے اب چاہیے جونسی صورت اختیار کرے خواہ کتون اور
درندون اور کمینون کی شکل بنے یا علما و حکما و انبیا سے مشابہ ہو اگر ذرا بھی عقل ہوگی تو اچھی ہی لوگونکی
عادت و اقتدا کو دستور العمل ٹھہراوے گا پانچوین یہ کہ جس سبب سے انتقام لیا چاہتا ہے اور غصہ کو پی نہین سکتا
اوسمین فکر کرے کہ وہ کیا وجہ ہے آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی مثلاً شیطان بہکاتا ہے کہ اگر تو نے انتقام
نہ لیا تو دوسرا شخص جانے گا کہ دبگیا اور لوگوں کے نزدیک بھی آپکی ذلت اور رسوائی ہوگی پس اگر یہی سبب
ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو سمجھاوے کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ بردباری تجکو ایسی بری معلوم ہوتی ہے رسوائی
قیامت کے روز کی بری نہیں معلوم ہوتی جب دوسرا شخص ہاتھ پکڑلے گا اور اپنا بدلہ لینا چاہے گا اور لوگونکی
نظرونمین حقارت کا اتنا خوف ہے خدا کی نظرونمین اور فرشتوں اور انبیا کی نظرونمین حقیر ہونے کا خوف نہین
آدمیونسے کیا مطلب اٹکا ہے کہ اونکا خیال زیادہ ہے خدا کے واسطے غصہ پیجانے مین تو مرتبہ زیادہ ہوگا علاوہ
اگر بالفرض کسی نے اسپر ظلم ہی کیا ہے تو جسقدر یہ انتقام لیا چاہتا ہے قیامت کو اوس سے زیادہ اسکی ذلت ہوگی
تو بھی کیون نکرے کہ غصہ پیجاوے اسمین تو ہر طرح اپنا ہی بالا جیتتا ہے کیا اسکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ جب
قیامت کو پکار ہوگا کہ جسکی اجرت خدا پر ہو وہ کھڑا ہوجاوے اور اوسوقت سوا معاف کرنیوالون کے
کوئی نہ اٹھیگا ایسے وقت مین مستحق کھڑا ہونے کا ہو لیکن اسطرحکی باتین ایمانسے متعلق ہین انکو چاہیے کہ دل مین
خوب ٹھان لے چھٹے یہ کہ یون جانے کہ میرا غصہ اس سبب سے ہے کہ کام میری مرضی کے موافق کیون نہ ہوا خدا کی
مرضی کے موافق کیون ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت بیوقوفی کی بات ہے کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر ترجیح
دے بلکہ ممکن ہے کہ اس سبب سے خدا تعالی کا غضب اسپر اوسکے غصہ سے بڑھکر ہو اور عمل غصہ کی دفعہ کا یہ ہے کہ
زبان سے کہے اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ غصہ کیوقت یہی کہنے کا حکم حدیث شریف مین بھی ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب حضرت عائشہ رض غصہ ہوتین تو آپ اونکی ناک پکڑتے اور فرماتے
ای عویش یون کہہ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَاَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِي وَاَجِرْنِي مِنْ مُضِلَّاتِ
الْفِتَنِ تو اس دعا کا کہنا بھی مستحب ٹھہرا اگر اس زبانی قول سے غصہ نجاوے تو یہ کرے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے
اور بیٹھا ہو تو لیٹ جاوے یعنے اپنے آپکو زمین کی خاک سے قریب کردے تاکہ یہ معلوم ہو کہ مین اس سے پیدا ہوا ہون
اور انجام کو بھی اسمین جانا ہے اس عمل سے اپنے نفس کی خاکساری سمجھ مین آجاویگی اور بیٹھنے و دراز ہونے سے

غصہ ساکن ہو جاوے گا اسلیے کہ غصہ حرارت سے ہوتا ہے اور حرارت سے تو جب بیٹھنے یا لیٹنے سے حرکت دور ہوئی تو توقع ہے کہ حرارت غضب بھی دور ہو جاوے اور یہ عمل بھی احادیث شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ تُوْقَدُ فِی الْقَلْبِ اَلَمْ تَرَوْا اِلٰی اِنْتِفَاخِ اَوْدَاجِہٖ وَحُمْرَةِ عَیْنَیْہِ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُکُمْ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَاِنْ کَانَ قَائِمًا فَلْیَجْلِسْ وَاِنْ کَانَ جَالِسًا فَلْیَنَمْ اور اگر اس سے بھی غصہ نجاوے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا نہاوے کیونکہ آگ بدون پانی کے نہیں بجھ سکتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ بِالْمَاءِ فَاِنَّمَا الْغَضَبُ مِنَ النَّارِ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَاِنَّ الشَّیْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَوَضَّأْ اور حضرت ابن عباس رض سے یہ حدیث مروی ہے اِذَا غَضِبْتَ فَاسْکُتْ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ حضرت کی عادت شریف تھی کہ غصہ کے وقت اگر کھڑے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور اگر بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے اس سے آپکا غصہ فرو ہو جاتا تھا اور حضرت ابوسعید خدری سے یہ حدیث منقول ہے اَلَا اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰی حُمْرَةِ عَیْنَیْہِ وَانْتِفَاخِ اَوْدَاجِہٖ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَلْیُلْصِقْ خَدَّہٗ بِالْاَرْضِ اس حدیث میں اشارہ سجدہ کی طرف ہے یعنے بدن کا جو اعلیٰ اور اشرف عضو ہے اوسکو سب سے ذلیل جگہ یعنی خاک پر رکھنا چاہیے تاکہ نفس اپنی ذلت و خاکساری کو سمجھکر عزت و تکبر سے جو باعث غضب ہیں باز آوے اور حضرت عمر رض ایک روز غصہ ہوئے تو پانی منگا کر ناک میں دینا شروع کیا اور فرمایا کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور اس عمل سے جاتا رہتا ہے اور عروہ بن محمد فرماتے کہ جب میں حاکم یمن ہوا تو میرے باپ نے مجھسے پوچھا کہ تو والی ہوا میں نے کہا کہ ہاں انہوں نے فرمایا کہ جب تجھے غصہ آوے تو آسمان اور زمین کو دیکھکر اونکے خالق کی عظمت بجالانا یعنی سجدہ کرنا اور حضرت ابوذر رض نے ایک شخص کو جس سے کچھہ خصومت تھی کہا کہ اے لال عورت کے جنے یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی آپ نے اونسے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے ایک مسلمان کو ماں کی گالی دی اونہوں نے عرض کیا کہ البتہ اور یہ کہکر وہاں سے چلے کہ اوس شخص کو راضی کریں کہ اتنے میں اوسی شخص نے سبقت کر کے اونسے سلام علیک کی اونہوں نے یہ ماجرا آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابا ذر اپنا سر اوٹھا کر دیکھہ پھر یہ جان لے کہ زمین کے رہنے والوں پر تجھکو فضیلت نہ کسی لال پر ہے نہ کسی کالے پر جب تک کہ عمل اچھے نہوں پھر ارشاد فرمایا کہ غصہ کے وقت اگر تو کھڑا ہو تو بیٹھ جایا کر اور بیٹھا ہو تو تکیہ لگا لیا کر اور تکیہ لگائے ہو تو لیٹ رہا کر اور معتمر بن سلیمان رح سے روایت ہے کہ ایک شخص پہلے لوگوں میں مغلوب الغضب تھا اوسنے تین پرچے لکھکر تین شخصوں کو دیدیے ایک سے کہا کہ جب مجھے غصہ آوے یہ پرچہ دیدینا دوسرے سے کہا کہ جب میرا غصہ کچھہ کم ہو تب اپنا پرچہ دینا تیسرے سے کہا کہ جب بالکل غصہ جاتا رہے جب پرچہ دینا ایک روز اوسکو کسی شدت سے غصہ آیا تو پہلا پرچہ اوسکو دیا گیا اوسمیں لکھا تھا کہ تو اس شخص کے کیوں پیچھے پڑا ہے تو اسکا خدا نہیں بلکہ بشر کوئی دن ایسا ہوگا کہ تیری بوٹی بوٹی خود تجھی کو کھا لینگے اوسکے پڑھنے سے اوسکا غصہ کچھہ کم ہو گیا تو دوسرا پرچہ دیدیا گیا اوسمیں یہ لکھا تھا

تو غشاست تیسے کن بر اہل زمین ٭	کہ رحمت کند رب عرش برین

پھر تیسرا پرچہ اونکو دیا تو اوسمین یہ تہا کہ لوگون کو حق کے ساتہہ مواخذہ کرنا چاہیے اونکی اصلاح کار
اسی میں ہے یعنی حدود شرعی سزای جرم کے لیے خود مقرر ہین اونہین کے بموجب مواخذہ اور سزا اونکی
ہے اور خلیفہ مہدی ایک شخص پر غصہ ہوا تو شبیب نے کہا کہ خدا کے واسطے اتنا غصہ کرنا چاہیے جتنا
اوس شخص نے اپنے نفس کیواسطے کیا ہے خلیفہ نے فرمایا کہ اوسکو جانے دو

چھٹا بیان فضائل غصہ پینے کے

اللہ تعالے مدح کے طور پر ارشاد فرماتا ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
مَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ کَفَّ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلٰی رَبِّہٖ قَبِلَ اللّٰہُ عُذْرَہٗ وَمَنْ خَزَنَ لِسَانَہٗ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ اور فرمایا
اَشَدُّکُمْ مَنْ غَلَبَ نَفْسَہٗ عِنْدَ الْغَضَبِ وَاَحْلَمُکُمْ مَنْ عَفَا عِنْدَ الْقُدْرَۃِ اور فرمایا مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَلَوْ شَاءَ
اَنْ یُّمْضِیَہٗ اَمْضَاہُ مَلَاَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رِضًا اور ایک روایت مین ہے کہ مَلَاَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ اَمْنًا وَّاِیْمَانًا اور حضرت
ابن عمر رض سے یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مَا مِنْ جُرْعَۃٍ عِنْدَ اللّٰہِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنْ جُرْعَۃِ غَیْظٍ کَظَمَہَا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی
اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اِنَّ لِجَہَنَّمَ بَابًا لَا یَدْخُلُہٗ اِلَّا مَنْ شَفٰی غَیْظَہٗ بِمَعْصِیَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی
اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک کسی گھونٹ کا پینا اتنا محبوب نہیں جتنا غصہ کا پینا ہے جو کوئی غصہ پیتا ہے اللہ تعالے
اوسکا دل ایمان سے بھر دیتا ہے اور فرمایا کہ جو کوئی باوجود قدرت انتقام غصہ پیتا ہے خدا تعالے اوسکو
سب خلقت کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ جو حور تیری پسند آوے لے لے حضرت عمر رض فرماتی ہین کہ جو شخص
خدا سے ڈرتا ہے وہ خدا کی معصیت مین اپنا غصہ جاری نہین کرتا بلکہ اپنا خاطر خواہ کام بہی نہین کرتا
اور اگر قیامت نہوتی تو جو کچھہ حال اب دیکھہ رہے ہو اسکے خلاف ہوتا اور لقمان حکیم رح نے اپنے
بیٹے سے کہا کہ اپنی آبرو سوال سے مت کھونا اور غصہ کا انتقام اپنی فضیحت کے سبب نہ لینا اور اپنی
قدر و قیمت کو جانے رکھنا کہ زندگی مین مفید ہوگا اور ایوب رح فرماتے ہین کہ ایک گھڑی کا حلم کرنا بہت سے
شر دور کرتا ہے اور ایکبار حضرت سفیان ثوری اور ابو خزیمہ یربوعی اور فضیل بن عیاض رح جمع ہوے
زہد کا ذکر آپس مین ہوا تو سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ افضل اعمال غصہ کیوقت حلم کرنا اور طمع کیوقت
صبر کرنا ہے اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کو کہا کہ آپ انصاف سے حکم نہین کرتے اور بہت نہین
دیتے آپ کو یہان تک غصہ آیا کہ چہرہ پر اوسکا اثر معلوم ہوا تب ایک شخص نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین
کیا خیال ہے یہ شخص جاہل ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰہِلِیْنَ آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اور گویا ایک آگ کو بجہا دیا اور محمد بن کعب کہتے ہین کہ تین باتیں

ایسی ہیں کہ اگر کسی میں جمع ہوں تو ایمان کامل ہو جاوے ایک یہ کہ جب خوش ہو تو حالت خوشی میں اسکو باطل میں نہ داخل ہو دوسرے یہ کہ جب غصہ ہو تو غضب اوسکو حق سے تجاوز نکرنے دے تیسرے یہ کہ جب قابو پاوے تو جو چیز اپنی نہو وہ نہ لیوے اور ایک شخص سلیمان رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ ای بندہ خدا مجھکو کچھ وصیت کر آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر اوسنے کہا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ اتنا ہی کیا کر کہ غصہ کے وقت اپنی زبان اور ہاتھ روک لیا کر

ساتوان بیان حلم کی فضیلت

جاننا چاہیے کہ حلم اسکو کہتے ہین کہ غصہ جوش پر نہ آوے اور اگر آوے بھی تو اوسکے فرو کرنے میں کچھ تعب اور مشقت نہو اور یہ غصہ کے پینے سے بہتر ہے اسواسطے کہ غصہ کا پینا بزور و تکلف حلیم بننا ہے کہ جسوقت غصہ کی شدت ہو بڑے مجاہدہ اور کوشش سے اوس کو بجھاوے تو غصہ کا پینا ایک تکلف اور بناوٹ ہے اور حلم طبعی عادت جبلی ہے جس سے کمال عقل ثابت ہوتا ہے اور قوت غضبی فرمان بردار اور مغلوب رہتی ہے مگر ابتدا مین بزور و تکلف غصہ پینے اور حلیم بننے سے یہ عادت حاصل ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَالْحِلْمُ بِالتَّحَلُّمِ وَمَنْ يَتَخَيَّرِ الْخَيْرَ يُعْطَهُ وَمَنْ يَتَوَقَّ الشَّرَّ يُوقَهُ اس سے معلوم ہوا کہ حصول حلم کا ذریعہ اول اول تحلم یعنی بتکلف حلیم بننا ہے جیسے تحصیل علم کا وسیلہ تعلم ہوتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَاطْلُبُوا مَعَ الْعِلْمِ السَّكِينَةَ وَالْحِلْمَ وَلِينُوا لِمَنْ تُعَلِّمُونَ وَلِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ وَلَا تَكُونُوا مِنْ جَبَابِرَةِ الْعُلَمَاءِ فَيَغْلِبَ جَهْلُكُمْ حِلْمَكُمْ اسمین اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ باعث ہیجان غضب تکبر اور تجبر میں اور یہی مانع نرمی اور حلم کے ہوتے ہین اور آپ دعا مین یون فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِي بِالْعِلْمِ وَزَيِّنِّي بِالْحِلْمِ وَاَكْرِمْنِي بِالتَّقْوٰى وَجَمِّلْنِي بِالْعَافِيَةِ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ خدا کی نزدیک علو مقام کے طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا باتین ہین آپ نے فرمایا کہ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ وَتَحْلُمُ عَمَّنْ جَهِلَ عَلَيْكَ اور فرمایا کہ پانچ باتین سنت مرسلین سے ہین حیا اور حلم اور پچھنے لگوانے اور مسواک کرنی اور عطر ملنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان آدمی کو حلم کے باعث وہ درجہ ملتا ہے جو شب بیدار اور روزہ دار کو ملتا ہے اور وہی جبار عنید بھی لکھا جاتا ہے باوجودیکہ اپنے گھر والونکے سوا اور کسی کا مالک نہین ہوتا یعنی اگر حلم نہ اختیار کرے اور حضرت ابوہریرہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میرے رشتہ دار ایسے ہین کہ مین تو اونسے ملتا ہون وہ مجھسے کنارہ کرتے ہین مین اونسے نیکی کرتا ہون وہ مجھسے بدی کرتے ہین مین حلم کرتا ہون وہ جہالت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر یہی حال ہے

تو تم اونکے پیٹو مین آگ بہرے ہو یعنی تمہاری داد رسی اونکے حق مین اچہی نہیں ہوگی اور جب تک تم
ایسا کرتے رہو گے خدا کیطرف سے تمکو مدد و پشتی رہیگی اور ایک شخص نے جناب باری مین عرض کیا کہ
الٰہی میرے پاس کچہہ دینے کو تو ہی نہین جو صدقہ اور خیرات کرون مین یہی کہتا ہون کہ جو مسلمان
میری ہتک کرے مینے اوسکو معاف کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ہمنے اوس بندہ
کو بخشدیا اور ابو ضمضم کی روایت جو حدیث مین ہے وہ پہلے مذکور ہوئی وہ یہی بیان جسپان ہے اور
قرآن مجید مین جو لفظ ربانیین واقع ہے اوسکی تفسیر مین بعض کہتے ہین کہ اس سے عالم اور حلیم مراد ہین
اور حضرت حسن رح اس آیت مین وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا فرماتے ہین کہ اس سے
حلیم مراد ہین کہ اگر اونسے کوئی بجہالت پیش آوے تو وہ جہالت نہین کرتے اور عطاء بن ابی رباح يَمْشُونَ
عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا سے یہی حلیم مراد لیتے ہین اور ابن حبیب كَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ کی تفسیر مین کہتے ہین
کہ کہل انتہا حلم سے مراد ہے اور مجاہد رح وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا کے معنی کہتے ہین کہ جب ایذا
دیے جاوین معاف کردیں اور ایک بار حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک لغو امر سے کنارہ ہوکر گذر گئے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کو تو ابن مسعود تہا اور شام کو کریم ہوگیا پہر راوی حدیث ابراہیم
بن میسرہ نے یہ آیت پڑہی وَاِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكُنِي
وَلَا اُدْرِكُهُ زَمَانٌ لَا يَتْبَعُونَ فِيهِ الْعَلِيمَ وَلَا يَسْتَحْيُونَ فِيهِ مِنَ الْحَلِيمِ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الْعَجَمِ
وَاَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ اور فرمایا لِيَلِيَنِّي مِنْكُمْ اُولُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ
ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ وَاِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْاَسْوَاقِ اور روایت ہے
کہ اشج رح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے پس اپنا اونٹ بٹہلا کر اوسکو باندہ دیا اور اپنے
کپڑے اوتار کر جامدانی مین سے ایک جوڑا اچہا نکالکر اپنے سامنے پہنا اور پہر آپ کیطرف کو چلے جب پاس آئے
تو آپ نے فرمایا کہ تم مین دو باتین ایسی ہین کہ اللہ اور اوسکے رسول کو اچہی معلوم ہوتی ہین اونہون نے
عرض کیا کہ وہ کونسی ہین آپ نے فرمایا کہ حلم اور درنگ انہون نے عرض کیا کہ یہ دونون خلق ہین کہ مین نے
اختیار کیے ہین یا پیدایشی ہین آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی ہی نے تجکو ایسا پیدا کیا ہے جبلی ہی باتین ہین اونہون
نے عرض کیا کہ شکر ہے اوس خالق کو جسنے مجکو ایسی دو باتین پیدایش ہی سے عنایت کین جنکو وہ اور اوسکا
رسول پسند کرتا ہے اور ایک حدیث مین ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْحَيِيَّ الْحَلِيمَ الْعَفِيفَ الْمُتَعَفِّفَ
وَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا تین باتین
ایسی ہین کہ اگر کسی مین ان تینون مین سے ایک بہی نہو تو اوسکے عمل کا کچہہ اعتبار نکرو تقوی کہ جو

لکن معاصی اللہ عزوجل وحلم یکف بہ السفیہ وخلق یعیش بہ فی الناس اور فرمایا کہ جب روز
قیامت میں خدا تعالی خلق کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اہل فضل کہاں ہیں تو تھوڑے سے لوگ
اٹھینگے اور جنت کیطرف کو دوڑینگے فرشتے جو انکو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ تم دوڑ کر چلتے ہو وہ کہینگے کہ ہان
ہم اہل فضل ہیں وہ پوچھیں گے کہ تم میں کیا فضل تھا جواب دینگے کہ ہمارا یہ حال تھا کہ ہم پر اگر ظلم ہوتا تو ہم
صبر کرتے اور اگر کوئی ہم سے سلوک بد کرتا تو بخشدیتے اور اگر جہالت کرتا تو حلم کرتے فرشتے کہیں گے کہ تو جنت
میں تشریف لیجائیے فنعم اجر العاملین آثار حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کو سیکھو اور اسکے
لیے وقار اور حلم کو سیکھو اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ خیر و برکت اسکا نام نہیں کہ آدمی کی دولت بڑھجاوے
اور اولاد کی کثرت ہو برکت اسکا نام ہے کہ علم اور حلم بہت سا ہو اور اگر فخر کرے خدا کی عبادت سے بندونپر
فخر کرے اور جب نیک کام کرے تو خدا کا شکر کرے اور جو بد کام کرے تو توبہ و استغفار کرے اور حضرت حسنؓ
فرماتے ہیں کہ علم کی تحصیل کرو اور اوسکو وقار اور حلم سے زینت دو اور اکثم بن صیفی فرماتے ہیں کہ عقل کا
رکن حلم ہے اور سب بات میں اصل صبر ہے اور حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ لوگوں کو میں نے ایسا دیکھا تھا
کہ ہمہ تن پتے تھے کانٹا نام کو نتھا اور اب ہمہ تن خار ہیں پتے کا پتہ نہیں اگر انکو کچھ کہیے مقابلہ کو تیار
ہوتے ہیں اور اگر اونسے درگذر کیجیے وہ ہرگز درگذر نہیں کرتے لوگوں نے پوچھا کہ پھر ایسے لوگوں کے
ساتھ ہم کسطرح معاملہ کریں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی تمکو برا کہے اوسکا جواب نہ دو یہ بات قیامت کے روز جب
تم مفلس ہوگے تمہارے کام آویگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حلیم کو حلم کے سبب اول عوض یہ
ہی ملتا ہے کہ سب آدمی اوسکی طرفدار ہو کر اوسکے بدخواہ کے درپے ہوتے ہیں اور حضرت معاویہ رحمہ اللہ
فرماتے ہیں کہ آدمی اجتہاد اور تجویز کے درجہ کو نہیں پہونچتا جب تک کہ حلم جہل پر غالب نہو اور صبر شہوت
پر اور یہ بات بزور علم حاصل ہوتی ہے اور نیز انہوں نے عمرو بن اہتم سے پوچھا کہ مردونمیں بہادر کون ہے
انہوں نے فرمایا کہ جو اپنے حلم کے سبب سے جہل کو ہٹا دے پھر پوچھا کہ زیادہ سخی کون ہے انہوں نے
فرمایا کہ جو دنیا کو دین کی بہتری کے لیے خرچ کر ڈالے اور حضرت انس بن مالک اس آیت کی تفسیر میں
فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم وما یلقاہا الا الذین صبروا وما یلقاہا الا ذو حظ عظیم
ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے وہ شخص مراد ہے کہ جب اوسکو اوسکا کوئی بھائی گالی دے تو وہ یوں کہے
اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجکو بخشے اور اگر سچا ہے تو مجکو بخشے اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو
لوگوں میں میں نے گالی دی اونہوں نے حلم کیا تو مجکو گویا مدت تک بندہ زر خرید کر لیا اور حضرت معاویہ نے
عرابہ بن اوس انصاری سے پوچھا کہ تم اپنی قوم میں سردار کیسے ہوئے اونہوں نے کہا کہ میں اون کے

جاہلوں سے حلم کرتا ہوں سائلونکو دیتا ہوں حاجات مین سعی کرتا ہون پس جو کوئی میرے برابر کام کرے گا وہ مجھہ جیسا ہوگا اور اگر مجھسے کچھہ زائد کریگا تو اوسکو مجھپر فضیلت ہوگی اور اگر کم کریگا تو مین اوس سے بہتر ہون اور حضرت ابن عباس رض کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم عکرمہ رض کو فرمایا کہ دیکھو تو اگر اسکی کچھہ حاجت ہو تو دیدو اوس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑ گئے سر نیچا کر لیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو کسی نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم فاسق ہو آپ نے فرمایا کہ تیری گواہی مقبول نہین اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اونکو کسی نے گالی دی آپ نے اپنی چادر اوسکی طرف پہینک دی اور سو درہم دلوائے بعضون نے فرمایا ہے کہ آپ نے اس تہوڑی سی دنیا کی چیز سے پانچ عمدہ باتین حاصل کیں اول حلم دوسرے دفع کرنا ایذا کا تیسرے اوس شخص کو ایسی بات سے رہائی دینی جو اللہ سے دور کرے چوتھی اوس شخص کا پشیمان ہونا اور اپنے کیے سے توبہ کرنی پانچوین اوسکا تعریف کرنا بعد برائی کے اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھہ مین اور کچھہ لوگون مین جھگڑا ہے مین چاہتا ہون کہ اوسکو دفع کرون مگر لوگ کہتے ہین کہ جھگڑا چھوڑنے مین ذلت ہے آپ نے فرمایا کہ ذلیل ظالم ہوا کرتا ہے تجکو کچھہ ذلت نہین اور خلیل بن احمد کا قول ہے کہ یون مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص بدی کرے اور اوسکی عوض مین اوس سے سلوک کیا جاوے تو اوسکی دل مین خود بخود ایک ایسا امر پیدا ہوگا کہ پہر وہ ویسی بدی نہ کرے گا اور احنف بن قیس کہا کرتے کہ مین حلیم تو نہین مگر بزور حلم کرتا ہون اور وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رحم کرتا ہے اوسپر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو جہالت کرتا ہے وہ غالب ہوتا ہے اور جو جلدی کرتا ہے وہ خطا کرتا ہے اور جو شر کی حرص کرتا ہے وہ اوس سے محفوظ نہین رہتا اور جو باتونمین دخل دیا کرتا ہے اوسکو گالیان ملتی ہین اور جو بری بات کو برا نہین جانتا وہ گنہگار ہوتا ہے اور اگر برا سمجھتا ہے تو اوس سے بچا رہتا ہے اور جو اللہ تعالی کے ارشاد کی بموجب چلتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے اور جو اوس سے خوف کرتا ہے مامون رہتا ہے اور جو اوسکو دوست رکھتا ہے وہ ہر دل عزیز ہوتا ہے اور جو اللہ سے نہین سوال کرتا وہ محتاج ہو جاتا ہے اور جو اوسکے عذاب سے نہین ڈرتا ذلت اوٹھاتا ہے اور جو اوس سے مدد چاہتا ہے فتح پاتا ہے اور ایک شخص نے مالک بن دینار رح سے کہا کہ مینے سنا ہے کہ آپ نے مجکو کچھہ برا کہا ہے آپ نے فرمایا کہ تب تو تم میرے نزدیک میری جان سے افضل ٹھہرے یعنی نیکیاں کہ مین میرے نفس سے اور اونکو تمہارے لیے مینے ہدیہ کر دیا اور بعض علما کا قول ہے کہ حلم بہ نسبت عقل کے زیادہ رتبہ رکھتا ہے اسواسطے کہ خدا کا نام حلیم تو لیتے ہین عقیل نہین کہتے اور ایک شخص نے کسی حکیم کو کہا کہ تمکو ایسی گالی دونگا کہ قبر مین بہی ساتھہ جاوے حکیم نے

جواب دیا کہ البتہ تیری قبر مین ساتھہ جاوے گی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود کی قوم پر گذرے تو اونھون نے آپ کو برا کہا آپ نے اونکو کلمہ خیر فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو آپ کو برا کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہم مین سے ہر ایک وہی دیتا ہے جو اوسکے پاس ہے ع مے تراود ز کوزہ ہمان کہ در اوست اور لقمان حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ تین شخص تین باتون مین پہچانے جاتے ہین حکیم تو غصہ کیوقت اور بہادر لڑائی کے وقت اور دوست حاجت کے وقت اور ایک حکیم کے یہان اوسکا ایک دوست آیا اوسنے ماحضر پیش کیا حکیم کی بی بی بدمزاج تھی دسترخوان اٹھا لیا اور شوہر کو گالیان دینی شروع کی وہ مہمان غصہ ہوکر اٹھہ گیا حکیم اوسکے پیچھے گیا اور کہا کہ تمکو یاد ہے کہ ایک بار ہم تمہارے گھر کھانا کھاتے تھے اتنے مین ایک مرغی آگری اور اوسنے دسترخوان کی چیز کو خراب کردیا ہم مین سے کوئی غصہ ہوا تھا اوسنے کہا کہ کوئی نہین حکیم نے کہا کہ تو اب بھی ایسا ہے تصور کرو وہ شخص ہنس پڑا اور خفگی جاتی رہی اور کہنے لگا کہ حکما کا قول درست ہے کہ حلم ہر درد وچوٹ کی دوا ہے اور ایک شخص نے ایک حکیم کے پاؤن مین ضرب ایسی ماری کہ اوسکو دکھہ معلوم ہوا مگر غصہ نہوا لوگون نے اسکا سبب پوچھا اوسنے کہا کہ مینے یہ سمجھہ لیا کہ میرا پاؤن کسی پتھر پر سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی اس وجہ سے غصہ نہین کیا اور محمود وراق نے ایک قطعہ عربی مین کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

کوئی برا کہے مجکو تو مین معاف کرون	جو گالیان ہی دے بالفرض وہ ہزار ہا یان
بدین سبب کہ ہین عالم مین تین قسم کے لوگ	یکم شریف دوم ارذل وسوم اقران
شریف وبرتر اگر کچھہ کہے تو ہے برجا	سکوت اسلیے ٹھہرا مناسب وشایان
جواب ارذل ومکتر کا ہے نہ زیبا خوب	اسی سے کہتے ہین وابستہ حفظ حرمت وجان
رہا جو ہمسر اگر کچھہ کہے وہ بھولے سے	تو میرے فضل کو بس ہے اگر کرون احسان

آٹھوان بیان اوس مقدار کلام کا جو انتقام وتشفی کے لیے جائز ہے

یہ تو ناجائز محض ہے کہ ظلم کے بدلہ مین ظلم کیا جاوے یا بدی کا مقابلہ بدی سے کیا جاوے س

بدی را بدی سہل باشد جزا	اگر مردے احسن الی من اسا

مثلاً غیبت کے عوض غیبت کرنا اور گالی کے عوض گالی دینا اور جاسوسی کے عوض جاسوسی کرنا اور علی ہذا القیاس سب معصیتون مین ویساہی تدارک کرنا جائز ہے ہان بقدر قصاص جسکی مقدار شرع مین وارد ہے اور

قصہ میں اوسکی تفصیل لکھی ہے اور بقدر جائز ہے اور گالی کے بدلے مین گالی تو کسی طرح نہین چاہیے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اِنْ امْرُءٌ عَیَّرَکَ بِمَا فِیْکَ فَلَا تُعَیِّرْهُ بِمَا فِیْهِ اور فرمایا کہ اَلْمُسْتَبَّانِ شَیْطَانَانِ یَتَهَاتَرَانِ اور ایک شخص نے حضرت ابو بکر رض کو آپ کے سامنے برا بہلا کہا آپ چپکے سا کیے جب حضرت ابو بکر رض نے انتقام کے لیے کچھہ بولنا شروع کیا جبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوٹھہ کھڑے ہوے اونھوں نے عرض کیا کہ جب وہ شخص مجکو برا کہتا تہا آپ چپ تھے اب جو مین نے بدلہ چاہا تو آپ اٹھہ کھڑے ہوے آپ نے فرمایا کہ جب تک تم چپ تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تہا جب تم بولے فرشتہ چلا گیا شیطان آیا تو مجھے ایسی مجلس میں بیٹھنا منظور نہین جہان شیطان ہو اور بعض لوگ فرماتے ہیں کہ مقابلہ میں ایسے لفظ کہے جس میں جہوٹ نہو درست ہین اور حدیث مین جو ممانعت ہے وہ احتیاطاً ہے یعنے ترک ایسے الفاظ کا بہی اولے اور افضل ہے لیکن اگر کہیگا تو گنا ہگار نہوگا اور وہ اس قسم کے کلمات ہین کہ تم کون ہو اور تم فلانے ہی کی اولاد ہیں ہو جیسا کہ سعد رض نے حضرت ابن مسعود رض کو کہا تہا کہ تم بنی ہذیل ہی مین سے ہیں ہو اونھوں نے جواب مین کہا کہ تم بنی امیہ مین سے نہین ہو یا یہ کہ کسی کو احمق کہین اسلیے کہ بموجب قول معارف کے سب لوگ خدا کے معاملات میں بے وقوف ہین مگر بعضے کم حماقت رکھتے ہیں اور بعضے زیادہ اور حدیث شریف مین حضرت ابن عمر رض سے ایسا ہی کچھہ مروی ہے حَتّٰی یَرَی النَّاسُ کَاَنَّهُمْ حَمْقٰی فِیْ ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰی اسیطرح کسی کو جاہل کہدینا ہے کیونکہ کسی قسم کی جہالت ہر ایک شخص مین ہوتی ہے غرض اس قسم کے کلمات ایسے ہین کہ دوسرے کو ایذا پہنچتی ہے مگر واقع مین جہوٹ نہین ہوتی ہے علی ہذا القیاس بد خلق اور بے حیا اور عیب جو وغیرہ کہدینا بشرطیکہ یہ باتین اوسمین ہون یا یہ کہنا کہ اگر تم مین شرم ہوتی تو ایسا نہ کہتے اور تم اپنی حرکت سے میری آنکھون مین نہایت حقیر ہوگئے اور خدا تم سے عوض لے یا تمکو سمجھے وغیرہ لیکن چغلی اور غیبت اور ماں باپ کی گالی بالاتفاق حرام ہیں چنانچہ حضرت خالد بن ولید رض اور حضرت سعد رض کے درمیان کچھہ بات ہوگئی تہی ایک شخص نے حضرت سعد رض کے سامنے حضرت خالد رض کو کچھہ کہنا چاہا آپ نے فرمایا کہ سنو صاحب ہمارے اونکے جو بات ہے اوسکی نوبت اسی دین تک نہین پہونچی یعنی ایک دوسرے سے وہ بات نہین ہوئی جس سے گناہ گار ٹھہرین غرضکہ اونھوں نے برائی کا سننا نہ مانا لینے کا تو کیا ذکر ہے اور اس بات کی دلیل کہ جو بات جہوٹ اور حرام نہو وہ انتقام مین کہنی مجاز ہے یہ روایت حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ سب ازواج مطہرات رض نے حضرت فاطمہ زہرا رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بہیجا آپ تشریف لائین اور عرض کیا کہ آپ کی ازواج نے مجکو آپکے پاس بہیجا ہے اس غرض سے کہ عائشہ رض کو بہی اونکے برابر سمجہیے زیادہ نہ سمجہیے آپ لیٹے ہوے تھے فرمایا

کہا اے فاطمہ جسکو میں چاہتا ہوں اوسکو تم بھی چاہتی ہو یا نہیں عرض کیا کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ تو
عائشہ سے محبت کر حضرت فاطمہ نے ازواج سے جاکر ماجرا بیان کیا وہ بولیں کہ تم نے تو کچھ بھی نہ کیا
ویسے ہی پھر آئیں پھر زینب بنت جحش کو بھیجا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انکو قیمت میں رتبہ میں میرے
برابری کا دعوی تھا اونہوں نے آکر کہنا شروع کیا ابوبکر کی بیٹی ایسی ہے ابوبکر کی بیٹی ایسی اور میں چپ بیٹھی رہیں اور میں
بیٹھی رہنا کی مگر اسبات کی منتظر تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجکو اجازت جواب دیں آپ نے جو اجازت دیدی
تو میں نے اتنا کچھ کہا کہ میری زبان سوکھ گئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو فرمایا کہ
ابوبکر کی بیٹی کو دیکھا ایسی ہی ہے یعنی تم تو اسکا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور یہ گفتگو جو حضرت عائشہ نے حضرت زینب رض
سے کی تھی اسمین فحش نہ تھا صرف جواب اور سچا کلام کرنا ٹھیک تھا اور ایک حدیث میں فرمایا المستبان
ما قالا فعلی البادی منہما حتی یعتدی المظلوم اس سے ثابت ہوا کہ مظلوم کو انتقام پہنچتا ہے بشرطیکہ حد سے تجاوز نہ کرے
پس اکابر سلف نے جو اجازت دی ہے وہ اسیقدر ہے کہ جسقدر اسکو اول ایذا ہوئی ہو اوسقدر بدلے کی
عوض لے لے مگر اس مقدار کا بھی ترک ہی افضل ہے اس لیے کہ اس سے نوبت زیادتی کی پہنچ جاتی ہے
اور مقدار واجب پر کفایت کرنا نہیں بن سکتا کہ انتہا شرع ایک امر خفی ہے اس لیے جواب دینے سے سکوت
افضل ہے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ شدت غضب میں اپنے نفس کو روک نہیں سکتے گو جلد حالت
اصلی آجاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے کہ ابتدا میں تو نفس کو روک لیتے ہیں مگر ہمیشہ کو کینہ و بغض دلمیں رکھتے ہیں
اس اعتبار سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں اول وہ لوگ کہ گھاس کیطرح جلد بھڑک جاویں اور جلد بجھ جاویں دوم
وہ کہ پتھر کے کوئلہ کیطرح دیر کو سلگیں اور دیر ہی میں بجھیں تیسرے وہ کہ تر لکڑی کیطرح دیر میں جلیں مگر جلد
بجھ جاتیں یہ حالت بہت اچھی ہے بشرطیکہ غیرت ہی نہ جاتی رہے چوتھے وہ کہ جلد بھڑک جاویں اور دیر میں
ٹھنڈے ہوں یہ سب میں خراب ہیں اور حدیث شریف میں ہے کہ ایماندار کو جلد ہی غصہ آتا ہے اور
جلدی ہی راضی ہوجاتا ہے تو اس عادت کا تدارک اس سے ہو جاتا ہے اور حضرت امام شافعی فرماتے ہیں
جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور اوسکو غصہ نہ آوے تو وہ گدھا ہے اور جسکو منایا جاوے اور وہ نہ منے
وہ شیطان ہے اور حضرت ابوسعید خدری رض فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی
مختلف اقسام کے ہیں بعض دیر میں غصہ ہوتے ہیں اور جلد رجوع کرتے ہیں اور بعض کو جلد غصہ آتا ہے جلد جاتا
ہو جاتا ہے ایک بات کا تدارک دوسرے سے ہو جاتا ہے اور بعض جلد غصہ کرتے ہیں اور دیر میں خوش
ہوتے ہیں اور سب میں بہتر وہ ہے کہ دیر کو خشم ہو اور جلد جاتا رہے اور سب سے بدتر وہ ہیں کہ جلد غصہ
ہو دیر میں راضی ہوں اور براہی کہ ہر ایک انسان پر جوش غضب کی تاثیر ضرور ہوتی ہے تو یاد

ضرور ہوا کہ غصہ کی حالت میں کسی کو سزا دیں ورنہ کیا بعید ہے کہ سزا مقدار واجبی سے زیادہ ہو اور مقتضائے غضب انتقام حد سے گذر جاوے اسلئے واجب ہے کہ سزا صرف تصور خداوندی پر دیا کرے اسی غرض کے لیے سزا دلیوے چنانچہ حضرت عمر رض نے ایک مست کو دیکھا اور چاہا کہ پکڑ کر اوسکو سزا دیں اوسنے آپ کو کچھ برا کہا آپ پھر آئے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے برا کہنے سے اوسکو کیوں چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ اوسکے برا کہنے سے مجکو غصہ آگیا تھا اگر میں اوسکو مارتا تو اپنے نفس کے حصہ کا بھی لگاؤ رہتا اور مجکو یہ منظور ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے نفس کے حمیت و غیرت سے نہ ماروں اسیطرح حضرت عمر بن عبد العزیز کو جب ایک شخص نے غصہ کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجکو غصہ نہ دلاتا تو میں سزا دیتا

نواں بیان حقد یعنی کینے کے معنے اور ثمرہ کا اور عفو اور نرمی کی فضیلت کا

واضح ہو کہ جب آدمی غصہ کے وقت مجبوری سے انتقام نہیں لے سکتا اور غصہ پیا پڑتا ہے تو یہ باطن میں گر کر حقد بنجاتا ہے اور حقد کے معنے یہ ہیں کہ کسی کو ثقیل و گران جاننا اور اوس سے بغض و نفرت کرنی ہمیشہ دل کے ساتھ ہو اور یہ امر ممنوع ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَیْسَ بِحَقُوْدٍ اور حقد غصہ کا نتیجہ ہے اور اوس سے آٹھ باتیں پیدا ہوتی ہیں اول حسد یعنی کینہ کے باعث اس بات کی تمنا ہو کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے اور اگر اوسکو کچھ نعمت ملے تو اپنے آپ غم کرے اور اگر اوسپر مصیبت آوے تو خوش ہو اور حسد فعل منافقین کا ہے اسکی برائی عنقریب لکھی جاویگی دوسرے زیادہ ہونا حسد کا باطن میں کہ ہر ایک بلا جو غیر پر آوے شماتت کرنے کو تیار رہے تیسرے دوسرے سے علیحدہ ہونا اور قطع کرنا گو وہ ملنے کا طالب اور پاس آنیکا مائل ہو مگر خود اوس سے الگ رہنا چوتھے اوسکو حقیر و ذلیل سمجھنا پانچویں اوسکے باب میں کلمات ناجائز زبان پر لانے مثل غیبت اور جھوٹ اور فاش کرنے راز اور پردہ دری وغیرہ کے چھٹے باتوں میں اوس سے ٹھٹھول اور تمسخر کرنا ساتویں اوسکو مار وغیرہ سے ایذا جسمانی پہونچانی آٹھویں اگر اوسکا حق اپنے ذمہ ہو اوسکے ادا سے باز رہنا مثلاً قرض کا نہ دینا یا صلہ رحم بجا نہ لانا یا کوئی چیز اوسکی دبالی ہو وہ واپس نہ کرنا وغیرہ یہ آٹھوں چیزیں حرام ہیں اور ادنی درجہ کینہ کا یہ ہے کہ آدمی آٹھوں باتوں سے احتراز کرے اور خدا کی نافرمانی تک کی نوبت نہ پہونچے لیکن صرف دل میں دوسرے کو برا جانے یہاں تک کہ جیسے پہلے باتیں کیا کرتا تھا وہ نہ کرے مثلاً دیکھکر خوش ہونا اور نرمی اور عنایت کرنی اور اوسکی حاجت کے وقت کام آنا اور اوسکے ساتھ بیٹھکر ذکر الٰہی کرنا اور اوسکی نفع میں مددگار رہنا ان امور میں سے کوئی بجا نہ لاوے یا صرف اوسکے لیے دعا نہ مانگے یا تعریف نہ کرے یا ترغیب نیکی کی اوسکو نہ کرے تو یہ باتیں ایسی ہیں کہ ان سے آدمی کا درجہ دین میں گھٹ جاتا ہے اور بڑے فضل اللہ تعالیٰ کو مانع ہوتی ہیں گو مستحق عذاب نہیں کرتیں

دیکھو حضرت ابوبکر رضی نے مسطح کے لیے قسم کھائی تھی کہ اوسکو کبھی کچھ نہ دونگا یہ شخص آپ کا قریب تھا مگر حضرت عائشہ کی تہمت مین کچھ اسنے بھی کہا تھا اسلیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی مگر جب یہ آیت اتری وَلَا یَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْا اُولِی الْقُرْبٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ تو آپ نے فرمایا کہ ہان ہم اللہ کی مغفرت کو دوست رکھتے ہین اور پھر جو کچھ دیا کرتے تھے وہ بدستور دینے لگے اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ جیسے معاملات پہلے کیا کرتا تھا ویسے ہی بدستور جاری رکھے اور اگر نفس پر کوشش کرکے شیطان کی مخالفت کی باعث سلوک کچھ زیادہ کرے تو یہ مقام و رتبہ صدیقین کا ہے اور مقربین کے اعمال مین سے بڑھکر یہی ہے کیونکہ قدرت کیوقت کینہ ور کے تین حال ہوتے ہین ایک تو یہ جتنا اپنا آتا ہو اوسیقدر بے کمی و زیادتی دوسرے سے لے لے اوسکو تو عدل کہتے ہین دوسرے یہ کہ اپنا حق معاف کرے اور زیادہ صلہ رحم کرے اسکا نام فضل ہے تیسرے یہ کہ جو حق اپنا نہین وہ اوس سے ظلماً لے لیوے اوسکو جور و ظلم کہتے ہین اور یہ پیشہ اراذل اور کمینونکا ہے اور امر اول صلحا کے درجہ کی انتہا سمجھنی چاہیے اور امر دوم حال صدیقین کا ہے

دسوان بیان فضیلت عفو اور احسان مین

عفو کے معنے یہ ہین کہ اپنا حق جو دوسرے کے ذمہ ہو اوسکو چھوڑ دیوے مثلاً قصاص یا قرض وغیرہ جو کسی کے ذمہ ہو اوسکو اوس سے بری کردے اور اسکی تعریف و ثنا بہت آئی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ اور فرمایا وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ مین بقسم کہہ سکتا ہون اول یہ کہ صدقہ سے مال کم نہین ہوتا صدقہ دینا چاہیے

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلہ رز را	چو باغبان ببرد بیشتر دہد انگور

دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا حق صرف خدا کیواسطے چھوڑ دے اللہ تعالی اوسکی باعث قیامت کو اوسکی عزت بڑہاوے تیسرے یہ کہ جو آدمی اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالی اوسپر محتاج ہونے کا دروازہ کشادہ کرتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اَلتَّوَاضُعُ لَا یَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلَّا رِفْعَةً فَتَوَاضَعُوْا یَرْفَعْکُمُ اللّٰهُ وَالْعَفْوُ لَا یَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزًّا فَاعْفُوْا یُعِزَّکُمُ اللّٰهُ وَالصَّدَقَةُ لَا تَزِیْدُ الْمَالَ اِلَّا کَثْرَةً فَتَصَدَّقُوْا یَرْحَمْکُمُ اللّٰهُ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی حقوق کا انتقام لیتے نہین دیکھا جب تک کہ خدا تعالی کے محارم مین سے کوئی نہ ٹوٹتا اور جب ایسا ہوتا تو سب سے زیادہ غصہ آپ کو آتا تھا اور جب کبھی دو باتون کا آپکو اختیار دیا جاتا تو جونسی دونون مین سے آسان ہوتی اوسکو اختیار کرتے بشرطیکہ اوسمین گناہ نہوتا اور حضرت عقبہ رضی فرماتے ہین کہ ایک روز مین آپکی خدمت مین حاضر ہوا تو معلوم نہین کہ مینے آپ کا ہاتھ اول پکڑ لیا یا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر ارشاد فرمایا کہ اے عقبہ دنیا و آخرت کے

لوگون کے اخلاق مین سے جو افضل ہین وہ مین تجکو بتاتا ہون تَصِلُ مَنْ قَطَعَکَ وَتُعْطِی مَنْ حَرَمَکَ
وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَکَ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بندون مین سے تیری نزدیک کونسا زیادہ تر عزیز ہے ارشاد ہوا کہ جو شخص
قدرت کر کے معاف کر دے اور حضرت ابو درداء رضہ سے جب لوگون نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عزت کسکی
ہے تو آپ نے بہی یہی فرمایا کہ جو قابو پاکر معاف کر دے وہ زیادہ عزت والا ہے تم بہی معاف کیا کرو خدا تمکو
عزت دیگا اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوا اور کسی حق کا نالشی ہوا آپ نے اوسکو
حکم بیٹھنے کا دیا اور منظور یہ تہا کہ اسکا حق دلوا دیا جاوے مگر سبیل نے کہا اوس سے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ
الْمَظْلُوْمِیْنَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اوس شخص نے یہ حدیث سنکر اپنا حق چہوڑ دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے یہ حدیث مروی ہے مَنْ دَعَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَهٗ فَقَدِ انْتَصَرَ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اِذَا بَعَثَ اللّٰهُ
الْخَلَائِقَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ نَادٰی مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ ثَلَاثَةَ اَصْوَاتٍ یَا مَعْشَرَ الْمُوَحِّدِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ
قَدْ عَفَا عَنْکُمْ فَلْیَعْفُ بَعْضُکُمْ عَنْ بَعْضٍ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ کے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دوگانہ ادا کر کے کعبہ مین تشریف لائے اور دروازہ پکڑ کر
لوگون سے پوچھا کہ اب تمہارا میری نسبت کیا قول و گمان ہے اونہون نے عرض کیا کہ ہم یہ کہتے ہین کہ آپ
ہمارے بہائی ہین اور چچازاد ہین حلیم ہین رحیم ہین تین بار یہی الفاظ کہے آپ نے فرمایا کہ مین وہ قول کہتا
ہون جو یوسف علیہ السلام کہا تہا لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ راوی
فرماتے ہین کہ اس قول کو سنکر لوگ ایسے نکل پڑے جیسے قبرون مین سے نکلتے ہین اور مسلمان ہو گئے اور
سہیل بن عمرو اسی قصہ کو اسطرح نقل فرماتے ہین کہ جب آپ مکہ معظمہ مین تشریف لائے تو لوگ آپ کے گرد تہے
آپ نے اپنے دونون ہاتھ کعبہ کی چوکہٹ پر رکہکر یہ دعا پڑہی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ
صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اور پہر لوگونکی طرف مخاطب ہوکر فرمایا اے گروہ قریش تمہارا
میری نسبت کیا قول و گمان ہے راوی کہتے ہین کہ مینے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اچہا کہتے ہین
اور گمان بہی اچہا ہی ہے یعنے آپ ہمارے بہائی کریم ہین اور بہتیجے رحیم ہین اور ہم سب آپ کے قابو مین ہین آپ نے
فرمایا کہ مین وہ بات کہتا ہون جو میرے بہائی یوسف علیہ السلام نے کہی تہی لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَکُمْ
اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب قیامت مین بندے کہڑے ہونگے ایک پکارنے والا پکارے گا
کہ جسکی مزدوری اللہ پر ہو وہ جیسے اور داخل جنت ہو تو پوچہا جاویگا کہ ایسا کون ہے جسکی مزدوری اللہ پر
ہو وہ کہے گا کہ وہ لوگ ہین جنہون نے لوگون کو معاف کر دیا پہر بہت سے آدمی اوٹہین گے اور بلا حساب جنت مین

داخل ہونگے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تنتھی الدنیا حتی
ان تؤتی ... اذا قامة والله يغني يحب العفو اور یہہ روایت ہے ... ولنعفوا ولنصفحوا آخر
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ تین باتین ایسی ہین کہ جو کوئی انکو بجا لاوے
تو جنت کے جس دروازہ سے چاہے اندر چلا جاوے اور جو حور عین سے جس سے چاہے نکاح کرے اور جہان
چاہے وہان رہے اول تو یہ کہ قرض پوشیدہ کو ادا کرے دوسرے سورۂ اخلاص ہر نماز کے بعد دس بار پڑھے
تیسرے اپنے قاتل کو خون معاف کر دے حضرت ابوبکر رض نے پوچھا کہ خواہ انمین سے ایک کوئی بجا لاوے
آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہی کرے آثار حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص مجھ پر ظلم
کرتا ہے تو مین اوس پر رحم کرتا ہون کہ قیامت کو بیچارہ اس ظلم کے باعث پکڑا جاویگا اور مواخذہ و بازپرس
ہوگی اسکو کچھ جواب نہ بن پڑیگا یہ درجہ عفو سے بڑھکر ہے اسکو احسان کہتے ہین اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ جب حق تعالی کسی بندے کو بخشدینا چاہتا ہے تو اوس پر ایسا شخص معین کر دیتا ہے جو ظلم کرے یعنی ظالم کی
ظالم کی حسنات مظلوم کے پاس آجاتی ہین تو مدعون عمل انکا آجاتا گویا ظالم نے ہدیہ بھیجا ہے اور ایک شخص نے
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کے پاس آکر شکایت کرنی شروع کی کہ مجھ پر فلان شخص نے ظلم کیا ہے اور اوسکو برا کہنا
شروع کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تو خدا کے سامنے یہ ظلم جون کا تون لیجاوے تو اوس سے بہتر ہے کہ اوسکا عوض یہان
لیکر جاوے اور یزید بن میسرہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے ظالم کو کوستا ہے تو خدا تعالی مظلوم کو
فرماتا ہے کہ جس پر تو نے ظلم کیا ہے وہ تجھے کوس رہا ہے اور تو اپنے ظالم کو کوستا ہے اگر تجھکو منظور ہو تو ہم
دونون کو سنکو بخشین اور اگر چاہے تو قیامت تک تاخیر کرکے دونونکو اپنے دامن عفو مین جگہہ دین
اور مسلم بن یسار رح نے ایک شخص سے کہا جسنے اپنے ظلم کرنے والے پر بد دعا دی تھی کہ ظالم کا ظلم اوسکے
حوالہ کر تیری بد دعا سے پہلے اوسکو لگے گا بشرطیکہ کسی کام عمدہ سے اوسکا تدارک نہ کرے اور لائق ومناسب
اوسکے حال کے تو یہی ہے کہ تدارک نہین کریگا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہین کہ اونہون نے فرمایا کہ ہمکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کو خدا تعالی ایک منادی کا
حکم فرماویگا کہ یون پکارے جسکا خدا کے پاس کچھہ رہا ہو وہ کھڑا ہو تو اہل عفو کھڑے ہونگے اور جو کچھ
انہون نے لوگونسے درگذر کی ہوگی اللہ تعالی اوسکے مکافات مین انسے درگذر فرماویگا اور ہشام بن
محمد کہتے ہین کہ خلیفہ نعمان بن منذر کے پاس دو شخص حاضر کیے گئے ایک نے تو بڑی خطا کی تھی اوسکو معاف
کردیا اور دوسرے نے چھوٹی تقصیر کی تھی اوسکو سزا دی اور دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے رباعی

سلطان بڑا قصور کرتے ہین معاف		اور چھوٹے سے جرم پر سزا دیتی ہین صاف

نادان وجہل سے نہیں یہ معمول ہے			سبب شہرت حلم وعب لوبیہ الضاف ہے

اور مبارک بن فضالہ کہتے ہیں کہ سوار بن عبداللہ نے مجکو بصرہ والون کے ساتھہ ابوجعفر خلیفہ کے پاس
بھیجا میں اونکے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی پکڑا آیا اونہون نے اوسکی قتل کو حکم کیا میں نے اپنے دل میں
کہا کہ میرے سامنے ایک مسلمان کا خون ہوگا پھر اونسے کہا کہ اے امیرالمومنین میں ایک حدیث نقل
کرتا ہون جسکو میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اونہون نے کہا کہ وہ کونسی حدیث ہے میں نے کہا
کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی لوگونکو ایک ایسی میدان میں جمع کریگا کہ دیکھنے والا اونکو دیکھ سکے اور
پکارنے والے کی آواز سن سکیں پھر ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جسکا خدا پر کچھ حق ہو وہ کھڑا ہو تو سوا معاف کرنے
والون کے اور کوئی نہیں اوٹھیگا اسکو سنکر ابوجعفر نے کہا کہ یہ حدیث تم نے حضرت حسن سے سنی ہے
میں نے کہا کہ بیشک میں نے اونسے سنی ہے پس اونہون نے کہا کہ اس مجرم کو جانے دو اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ جب تک تمکو انتقام کا قابو اور موقع نملے تب تک حلم اور برداشت کرو اور جب موقع ملجاوے
تو عفو اور احسان کرو اور روایت ہے کہ ایک راہب ہشام بن عبدالملک کے پاس آیا اونہون نے پوچھا کہ تو
بتا کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں اوسنے کہا کہ نبی تو نتھے مگر جو رتبہ اونکو ملا صرف چار خصلتون کے باعث
ملا ایک تو یہ کہ جب انتقام پر قدرت ہوتی معاف کر دیتے دوسرے یہ کہ وعدہ پورا کرتے تیسرے یہ کہ سچ
بولتے چوتھے یہ کہ آج کا کام کل پر نچھوڑتے اور بعضے اکابر کا قول ہے کہ حلیم اوسکا نام نہیں کہ ظلم کیوقت
تو چپ ہو رہے جب قدرت پاوے تو بدلہ لے بلکہ حلیم وہ ہے کہ ظلم کیوقت حلم کرے اور قدرت کیوقت معاف
کرے اور زیاد کہتے ہیں کہ قدرت اور قابو پانا کینہ اور غصہ کو کھو دیتا ہے اور ہشام بن عبدالملک کے پاس
ایک شخص گرفتار ہو کر آیا جسکی کوئی بات اونکے کان میں پہونچی تھی جب سامنے آیا تو اپنی حجت بیان
کرنے لگا خلیفہ نے فرمایا کہ تو بھی بولتا ہے اوسنے کہا کہ یا امیرالمومنین اللہ تعالی فرماتا ہے یوم تاتی
كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا کیا خدا کے سامنے تو جھگڑینگے آپ کے سامنے نہ بولینگے اونہون نے کہا کہ
خیر کہو جو کہتے ہو اور روایت ہے کہ ایک چور حضرت عمار بن یاسر کے خیمہ میں گھسا اور پکڑا گیا لوگون نے اونکی
خدمت میں عرض کیا کہ اسکا ہاتھہ کاٹ ڈالیے آپ نے فرمایا کہ نہیں میں اسکی پردہ پوشی کرونگا اللہ تعالی
میری پردہ پوشی فرماوے اور ایکبار حضرت ابن مسعود بازار میں بیٹھے ہوئے کچھہ سودا لیتے تھے دام دینے
کیواسطے عمامہ میں سے درم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کھول لیے آپ نے فرمایا کہ جب میں یہان
بیٹھا ہون تب تک موجود تھے لوگ لینے والے کو بددعا دینے لگے کہ الٰہی اوسکے ہاتھ کٹ پڑین اور اوسکا
برا ہو پس آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر اوسکو کچھہ حاجت تھی اور لے گیا ہے تو اوسکو برکت دے اور اوسکا کام نکالدے

اور اگر گناہ دیر جرات کے سبب سے کیا ہو تو اسی گناہ کو اوسکا پچھلا گناہ کردے کہ آگے کو پھر ایسا نکرے۔ اور فضیل
بن عیاض رح فرماتے ہین کہ خراسان کے ایک شخص کی نسبت مین سے کوئی زیادہ زاہد نہین پھا وہ میرے ساتھ
مسجد حرام مین بیٹھا تھا طواف کو اوٹھا اسمین اوسکے دینار چوری گئے تو رونا شروع کیا مین نے پوچھا کہ دینارون
کے واسطے روتے ہو اوسنے کہا نہین بلکہ اسوقت مجکو یہ تصویر بندھ گئی کہ مین اور چور خدا کے سامنے موجود ہین
اور اوسکو کچھہ حجت نہین کہ پیش کرے اسلیے مجکو رحم آیا اور رو پڑا۔ اور حضرت مالک بن دینار رح کہتے ہین کہ ہم
جسوقت حکم بن ایوب بصرہ کے حاکم تھے اونکے گھر رات کو گئے اور حضرت حسن رح بھی خوف زدہ سی آئی اور ہم اور وہ
ساتھ ہی اونکے پاس گئے مگر ہم حضرت حسن رح کے ساتھ چوزے سے معلوم ہوتے تھے پس حضرت حسن رح نے قصہ
حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان کیا کہ بھائیون نے اونکو بیچا اور کوئین مین ڈالا اور کیا کیا سلوک کیا عوض کہ بھائی کو تو
بیچا اور باپ کو رنج پاپچر عورتون کے مکر سے قید مین مبتلا ہوئے مگر دیکھو تو خدا نے اونسے کیا کیا سب سے زیادہ
ذی ثروت و عزت بنایا اور اونھین کا بول بالا رہا اور زمین کے خزانون کا مالک کردیا ان سب باتون کے بعد
جب حکومت پوری ہوگئی اور گھر بار سب وہان آگئے تو یہ ارشاد فرمایا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ
لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اس قصہ سے غرض حضرت حسن رح کی یہ تھی کہ حکم بن ایوب بھی انکے ساتھیونکو
معاف کردین پس یہ قصہ سنکر حکم نے کہا کہ مین بھی یہی کہتا ہون کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اور اگر میرے پاس
بغل کے کپڑون کے سوا اور کچھہ ہوتا تو مین انھین مین تمکو چھپا لیتا۔ اور ابن مقنع نے کسی اپنے دوست کو کسی
بھائی کی سفارش کا خط لکھا مضمون یہ تھا کہ فلان شخص اپنے قصور سے گریز کرکے تمھاری عفو کا خواہان ہے
اور تمھارے غصہ سے ڈر کر تمھاری ہی پناہ چاہتا ہے اور معلوم رہے کہ جتنا گناہ بڑا ہوتا ہے وتنا ہی عفو کا
فضل زیادہ ہے سہ گر عظیم ست از فرو دستان گناہ ٭ از بزرگان عفو کردن اعظم ست ٭ اور عبدالملک
بن مروان کے پاس جب ابن اشعث کے قیدی آئے تو رجا بن حیات سے خلیفہ نے اونکے باب مین صلاح
لی اوسنے عرض کیا کہ خداوند کریم نے جو چیز تمکو پسند تھی یعنی فتح عنایت فرمائی اوسکے عوض مین جو اوسکو
پسند ہے وہ تم کرو یعنے اللہ تعالے عفو کو پسند فرماتا ہے تم بھی معاف کردو پس سب قیدیون کا قصور معاف کردیا
اور روایت ہے کہ زیاد نے ایک خارجی کو پکڑا اتفاقا وہ بھاگ گیا زیاد نے اوسکے بھائی کو پکڑ لیا اور کہا
کہ یا تو اپنے بھائی کو حاضر کرو ورنہ مین تجکو مار ڈالونگا اوسنے کہا کہ اگر مین امیر المومنین کا شقہ لادون
تب تو چھوڑ دوگے کہا کہ البتہ اوسنے کہا کہ مین عزیز حکیم کا شقہ لاتا ہون اور اوسپر دو پیغمبرون کی
گواہی گذرانتا ہون پھر یہ آیت پڑھی اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ
وَفّٰٓى اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى زیاد نے کہا کہ اسکو جانے دو اسکو حجت خوب سوجھی

اور روایت ہے کہ انجیل میں مذکور ہے کہ جو اپنے ظالم کے لیے مغفرت کی دعا کرے شیطان اوس سے بھاگتا ہے

اس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عفو کا تتمہ نرمی کے فضائل پر کیا جاوے

فضیلت نرمی کی - نرمی کا مقابل تیزی اور ناک چڑھا ہونا ہے نرمی ایک صفت عمدہ ہے جو حسن خلق کا نتیجہ ہے اور اوسکے برعکس سختی کا نتیجہ غصہ اور درشتی کا ہے اور کبھی تو تیزی غصہ سے ہوتی ہے اور کبھی شدت حرص اور اوسکے غلبہ سے ہوتی ہے کہ اوس مین آدمی کو سوچ سمجھ نہیں رہتی اسیواسطے استقلال جاتا رہتا ہے مگر نرمی بہرصورت ثمرہ حسن خلق ہی کا ہے اور حسن خلق جبھی میسر ہوتا ہے کہ قوت غضب اور قوت شہوت کو حد اعتدال پر روکا جاوے اسی بنا پر رفق یعنے نرمی کی تعریف میں حدیث شریف میں بہت مبالغہ ہے چنانچہ فرمایا یَا عَائِشَۃُ اِنَّہٗ مَنْ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ اُعْطِیَ حَظَّہٗ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ یُّحْرَمْ حَظَّہٗ مِنَ الرِّفْقِ فَقَدْ حُرِمَ حَظَّہٗ مِنْ خَیْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور فرمایا اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ اَھْلَ بَیْتٍ اَدْخَلَ عَلَیْھِمُ الرِّفْقَ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِیْ عَلَی الْخُرْقِ وَاِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا اَعْطَاہُ الرِّفْقَ وَمَا مِنْ اَھْلِ بَیْتٍ یُّحْرَمُوْنَ الرِّفْقَ اِلَّا حُرِمُوْا مَحَبَّۃَ اللّٰہِ تَعَالٰی اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُّحِبُّ الرِّفْقَ یعنے اللہ تعالے رفیق ہے اور رفق ہی کو پسند فرماتا ہے اور ملایمت پر وہ خیر عطا فرماتا ہے جو درشتی کے ساتھ نہیں دیتا - اور حضرت عائشہ رض کو فرمایا کہ اے عائشہ ملایمت کیا کر اسلیے کہ جب اللہ تعالے کسی خاندان کی بزرگی چاہتا ہے تو اونکو ملایمت کی راہ سوجھا دیتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ مَنْ یُّحْرَمِ الرِّفْقَ یُحْرَمِ الْخَیْرَ کُلَّہٗ جسکو ملایمت نہ ملی وہ بالکل خیر سے محروم رہا اور فرمایا کہ جو حاکم اپنی عملداری میں ملایمت و نرمی برتے گا اسکے ساتھ قیامت کو سہولت برتی جاوے گی - اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ دوزخ کن لوگوں پر حرام ہے کُلِّ ھَیِّنٍ لَیِّنٍ سَھْلٍ قَرِیْبٍ اور فرمایا اَلرِّفْقُ یُمْنٌ وَالْخُرْقُ شُؤْمٌ اور فرمایا اَلتَّاَنِّیْ مِنَ اللّٰہِ وَالْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب مسلمان تو خداے تعالے کی عنایت سے آپ سے مستفید ہوتے ہیں کوئی عمدہ بات میرے لیے بھی خاص کر دیجیے آپ نے دو یا تین بار الحمد للہ فرما کر اوس شخص کی طرف متوجہ ہو کر دو یا تین بار پوچھا کہ تو ہی نصیحت چاہتا تھا اوسنے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اوسے سوچ لیا کر اگر اچھی ہو تو کیا کر ورنہ باز رہا کر اور ایک بار حضرت عائشہ رض سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور اونکی سواری میں ایک اونٹ شوخ تھا تو اوسکو کبھی داہنے کبھی بائیں پھیرانے لگیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ سہولت اور ملایمت کر جو ایسی شے ہی کہ جس چیز مین ہو اوسکی زینت ہو جاوے اور جس میں نہو اوسکو معیوب کر دے آثار حضرت عمر بن خطاب کو یہ خبر پہنچی کہ بعض عامل

ظلم کرتے ہین آپ نے اونکو طلب فرمایا جب وے حاضر ہوئے تو آپ نے بعد حمد و ثنا کے ارشاد فرمایا کہ اے رعیت ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے خیر خواہی کرو اور اچھی بات پر مددگار رہو اور اے عاملو رعیت کا تمپر حق ہے پس جان لو کہ جیسی نرمی امام کی اور اوسکا حلم اللہ کو پسند ہے ویسا کوئی حلم محبوب اور عام نہین اسی طرح کوئی چیز اللہ تعالے کے نزدیک امام کے ظلم و جہل سے بری نہین اور یہ بھی جان رکھو کہ جو شخص اپنے سامنے والون کو عافیت سے رکھتا ہے اوسکو غائب لوگون کی طرف سے بھی عافیت اور آسایش پہونچتی ہے اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ ملایمت حلم کا ہم پلہ ہے - اور ایک حدیث موقوف اور مرفوع مین وارد ہے کہ علم مومن کا دوست جانی ہے اور حلم اوسکا وزیر اور عقل راہنما اور عمل سربراہ کار اور رفق اوسکا والد اور نرمی بھائی اور صبر سپہ سالار ہے - اور بعض اکابر کا قول ہے کہ علم ایمان کو کیا خوب زینت دیدیتا ہے اور اوس علم کا تو کیا پوچھنا ہے جسکو عمل سے زیبایش ہوئی ہو اور کتنا خوب وہ عمل ہے جسکی آراستگی رفق سے ہوئی ہو غرض کہ جیسا جوڑ علم اور حلم کا ہے ایسا کوئی نہین - اور حضرت عمرو بن العاص رضہ نے اپنے بیٹے عبد اللہ سے سوال کیا کہ رفق کیا چیز ہے اونھون نے جواب دیا کہ جس صورت مین آدمی حاکم ہو تو عاملون سے نرمی برتے اونھون نے پوچھا کہ خرق یعنے جہالت و درشتی کیا شئی ہے آپ نے فرمایا کہ امام سے اور ایسے لوگون سے جنکو اختیار و قابو ضرر پہونچانے کا ہو دشمنی اور عداوت رکھنی - اور حضرت سفیان ثوری رح نے اپنی یارون سے پوچھا کہ رفق کو تم لوگ جانتے ہو انھون نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمائیے فرمایا کہ ہر ایک امر کو اوسکے موقع و مقام پر برتنا شدت کی جگہہ شدت اور نرمی کی جگہہ نرمی اس سے معلوم ہوا کہ نرمی کے ساتھ درشتی کا اختلاط بھی ضرور چاہیے جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ است ٭ چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است ٭ خلاصہ یہ کہ اور اخلاق کی طرح یہان بھی درجہ اوسط درشتی و نرمی کا مین محمود ہی مگر چونکہ انسان کی طبیعت درشتی کی طرف زیادہ مائل ہے بدین لحاظ ترغیب غایت درجہ رفق کی ضروری ہے اسی لیے شرع مین صفت رفق کی بہت سی ہے درشتی کی مدح نہین پائی جاتی گو اپنے اپنے موقع پر حسب مصلحت وقت دونون اچھی ہین مگر جس جگہہ درشتی ضروری ہوتی ہے وہان حق بات ہوائے نفسانی مین مل جاتی ہے اور کبھی شکر سے بھی زیادہ مزہ معلوم ہوتا ہے ایسا ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رح کا قول ہے - اور روایت ہے کہ عمرو بن العاص رضہ نے حضرت امیر معاویہ رضہ کو خط لکھا اور اوسمین اوسپر اس بات کا عتاب تھا کہ تم تاخیر و سستی بہت کرتے ہو اونھون نے اوسکے جواب مین لکھا کہ امر خیر مین تامل اور فکر سے بہتری اور ہدایت زیادہ ہوتی ہے اور رشید وہی شخص ہے کہ جو جلدی کو چھوڑ کر راہ راست پر آوے اور محروم وہ آدمی ہے جو وقار سے محروم رہے

اور مستقل آدمی ہمیشہ صواب کو پہونچتا ہے اور جلدباز مدام چوک جاتا ہے اور جسکو رفق سے بہرہ
نہیں ہوتا اوسکو حماقت سے نقصان ہوتا ہے اور جو تجربون سے مستفید نہیں ہوتا وہ چالاک
نہین ہوسکتا۔ اور ابوعون انصاری رح فرماتے ہین کہ جو کلمات سخت لوگ آپس مین بولتے ہین
اونکے ساتھ ہی ایسے بھی الفاظ ہوتے ہین کہ اوسی مطلب کے مفید ہوں اور اونکی نسبت نرم
ہون یعنی ؎ چو کاری برآید بلطف و خوشی + چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی + اور ابو حمزہ کوفی رح
فرماتے ہین کہ کاروباری آدمی کو زیادہ حاجت سے رکھنا نچاہیے اس لیے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ
ایک شیطان لگا ہوا ہے اور جان لینا چاہیے کہ سختی سے لوگ اپنا کام نہین کرتے عیاری سے
کرتے ہین۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مومن متین ہوتا ہے اور ٹھہر ٹھہر کر کام کرتا ہے
رات کی لکڑی جمع کرنے والے کی طرح نہین ہوتا کہ جو ہاتھ مین آیا جھٹ جمع کر لیا پس علماء نے
رفق کی اسقدر تعریف اسی لیے کی ہے کہ یہ ایک عمدہ چیز اور اکثر اوقات بکار آمد ہے اور
درشتی کی کبھی شاذ و نادر حاجت پڑتی ہے کامل آدمی وہی ہے جو موقع درشتی و نرمی کا پہچانے
اور ہر ایک کام مین جو مناسب ہو وہ بجا لاوے لیکن اگر اوسکی بصیرت مین قصور ہو یا معلوم نہو
کہ فلان مقدمہ مین کیا کرنا چاہیے تو چاہیے کہ رفق کی طرف میل کرے اسلیے کہ غالبا فلاح اسی مین ہوتی ہے
اب حسد کی برائی اور اوسکی حقیقت و اسباب علاج کا بیان کیا جاتا ہے اور یہ کہ اسکا دور کرنا نہایت ضروری ہے

گیارھوان بیان حسد کی برائی ۔ واضح ہو کہ حسد بھی کینہ کی شاخ ہے اور کینہ غصہ کی شاخ ہے
تو حسد غصہ کی شاخ در شاخ ہوئی اور غصہ اصل اصول ٹھہرا پھر حسد مین اتنی بڑی شاخین پھیلتی ہین
کہ جنکا حصر بھی گویا نہین ہوسکتا اور اوسکی مذمت مین بہت سی حدیثین آئی ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَسَدُ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اور ایک حدیث مین حسد
اور اوسکے نتائج و اسباب سے منع کرنے مین فرمایا لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا
وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک روز ہم
آپ کی خدمت مین بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اب اس راہ سے ایک آدمی جنتی تمھارے سامنے آوے گا
اتنے مین ایک شخص انصار بائین ہاتھ مین جوتیان لیے ہوئے ڈاڑھی مین سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا
نمودار ہوا اور السلام علیکم کہا جب دوسرا روز ہوا تو پھر آپ نے وہی کلمات فرمائے
اوس روز بھی وہی شخص آیا تیسرے روز بھی یہی ماجرا گذرا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے
تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اوس شخص کے پیچھے گئے اور اوس سے کہا کہ مجھ مین اور میرے باپ مین کچھ تکرار ہو گیا

اسپر مینے قسم کہالی ہے کہ تین دن اونکی پاس نجاونگا اگر آپ اجازت دین تو تین دن تک آپکی مکان مین سورہا
کرون اونہون نے کہا کہ کیا مضایقہ ہے حضرت عبداللہ رض تین رات اونکی گہر مین رہے تو دیکہا کہ رات کو نہین
اوٹھتے بجز اسکے کہ ہر کروٹ پر ذکر الہی کر لیتے ہین اور صبح کی نماز کیوقت تک بستر پر سے نہ اٹھتے البتہ اتنا معلوم ہوا کہ جو کچھ
کلمہ کہا تو بہتر ہی کہا جب تین دن گذر گئے تو حضرت عبداللہ فرماتے ہین کہ میرے جی مین اونکا عمل کچھ وقعت
نہ آئی اور تہیہ اسکا عمل معلوم کیا تہا تو مینے اونسے کہا کہ اے بندہ خدا مجہہ مین اور میرے باپ مین کچھہ خفگی کی
بات نہین ہوئی تہی لیکن مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تمہاری ثنا مین یہہ کلمات سنے
تہے اسواسطے یہہ منظور تہا کہ مین بہی دیکہون کہ تم کیا عمل کرتے جس سے جنتی ہوئے ہو تو عمل تو تمہارا کچھہ بہت نہین
پہر معلوم نہین کہ یہہ درجہ کسطرح ملا اونہون نے فرمایا کہ یہی ہے جو تمنے دیکہا مین اونکی پاس سے چلا جب تہوڑی دور گیا
تو اونہون نے مجکو بلایا اور کہا کہ بہائی عمل تو یہی ہے جو تمنے دیکہا مگر اتنی بات ہے کہ جو شئے اللہ تعالی کسی
مسلمان کو عطا فرماتا ہے اوسپر میرے دلمین کچھہ کدورت اور حسد نہین آتی مینے کہا کہ بس وہ بات یہی ہے جس سے
تمکو درجہ ملا یہہ بات ہمسے نہین ہوسکتی اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا تین باتین ایسی ہین کہ جنسے کوئی
خالی نہین ایک ظن دوسرے بدفالی تیسرے حسد مگر مین تمکو انسے نجات کی صورت بتائے دیتا ہون کہ جب کوئی
ظن دلمین گذرے تو اوسکو تحقیق نکرنا چاہیے اور جب شگون بد ہو تو اپنا کام کیے جاؤ اور جب حسد آوے
تو خواہش نکرو اور ایک روایت مین یون ہے کہ تین باتین ایسی ہین کہ کمتر اون سے کوئی خالی ہوگا اس روایت
مین امکان حسد سے خالی ہونیکا پایا جاتا ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرض
تم مین پہلی امتونکا چلا آتا ہے یعنی حسد اور بغض اور بغض مونڈنے والی چیز ہے اور اس سے یہہ غرض نہین کہ
بال مونڈتی ہے بلکہ دین کی صفائی بتلاتی ہے قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین محمد کا نفس
ہے کہ تم جنت مین ہرگز نہ داخل ہوگے جب تک مومن نہوگے اور مومن نہوگے جب تک آپسمین دوست نہوگے اور مین
تمکو ایسی بات بتاتا ہون جس سے بنا دوستی تم مین مستحکم ہو وہ یہہ ہے کہ آپسمین طریقہ اسلام کو خوب رائج کرو
اور فرمایا کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا وَّکَادَ الْحَسَدُ اَنْ یَّغْلِبَ الْقَدَرَ اور نیز فرمایا کہ عنقریب میری امت مین
اور امتونکا مرض پہیلیگا لوگون نے عرض کیا کہ اور امتونکا مرض کیا ہے آپ نے فرمایا کہ الْاَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّکَاثُرُ
وَالتَّنَافُسُ فِی الدُّنْیَا وَالتَّبَاعُدُ وَالتَّحَاسُدُ حَتّٰی یَکُوْنَ الْبَغْیُ ثُمَّ یَکُوْنُ الْهَرْجُ اور فرمایا لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ
لِاَخِیْكَ فَیُعَافِیَهُ اللّٰهُ وَیَبْتَلِیَكَ اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰ جب پروردگار عالم سے باتین کرنے گئے
تو ایک آدمی کو عرش کے سایہ مین دیکہا اونکے دلمین اوسکے رتبہ کی غبطہ ہوئی کہ اسکی سی جگہہ مجہے بہی ملتی یہہ کوئی بڑا عالی
رتبہ ہے جناب باری مین عرض کیا کہ اسکا نام مجکو بتلایا جاوے حکم ہوا کہ نام سے کیا غرض ہے اسکا کام

بتایا جاتا ہے کہ تین باتیں کیا کرتا تھا ایک تو یہ کہ لوگون پر انعام خداوندی دیکھکر حسد نکرتا تھا دوسرے
یہ کہ اپنے ماباپ کی نافرمانی نہین کرتا تھا تیسرے یہ کہ لوگون کی چغلی ایک دوسرے سے نہین کہتا تھا اور
حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہین کہ اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہے کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہے کہ میرے
حکم پر غصہ ہوتا ہے اور جو کچھ مینے لوگون کے حقمین مقدر کر دیا ہے اوسپر راضی نہین ہوتا اور ایک حدیث مین
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زیادہ تر خوف اپنی امت پر اس بات کا ہے کہ اونکے پاس
مال کی کثرت ہو اور آپسمین حسد کرکے کشت وخون کرین اور فرمایا کہ اِسْتَعِيْنُوْا عَلٰى قَضَاءِ الْحَوَائِجِ
بِالْكِتْمَانِ فَاِنَّ كُلَّ ذِيْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ اور فرمایا کہ اللہ کی نعمتون کے دشمن ہین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون
لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو لوگون پر نعمت دیکھکر حسد کرین اور فرمایا کہ چھہ آدمی حساب کے پہلے ہی چھہ چیزونکے
سبب دوزخ مین جاوینگے لوگون نے عرض کیا کہ وہ کونسے لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ امیر ظلم کی باعث
اور عرب عصبیت یعنی اصرار بیجا کے سبب اور دہقان تکبر کی جہت سے اور تاجر خیانت کے سبب اور گروہ
جہالت کی باعث اور علما حسد کے سبب آثار بعض متقدمین کا قول ہے کہ اول خطا جو واقع ہوئی وہ حسد تھی
یعنی ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ پر حسد کرکے سجدہ سے انکار کیا اور صرف حسد ہی کی باعث
خدا کی نافرمانی مین مبتلا ہوا اور روایت ہے کہ عون بن عبداللہ فضل بن مہلب کے پاس اوس زمانہ مین تشریف
لے گئے کہ وہ واسط کے حاکم تھے اور یہ کہا کہ مین تمکو ایک نصیحت کرتا ہون اونہون نے کہا فرمایئے آپ نے فرمایا
کہ ایک تو تکبر سے بچنا کیونکہ اول نافرمانی خدا تعالی کی اسی کی بدولت ہوئی چنانچہ تصدیق اسکی کلام مجید
مین موجود ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ
دوم یہ کہ حرص سے محترز رہنا یہ وہ بلا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب خداوند کریم نے جنت مین جگہہ دی
جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے اور سب چیزونکے کہانے کی اجازت دی صرف ایک درخت سے منع
کر دیا تو اونہون نے حرص کی بدولت اوسمین سے کہایا اور جنت سے نکالے گئے حکم ہوا کہ اِهْبِطُوْا مِنْهَا
جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تیسرے یہ کہ حسد سے بچنا یہ وہ چیز ہے کہ قابیل نے اسی کی باعث ہابیل کو مار ڈالا چنانچہ حق تعالی فرماتا وَاتْلُ
عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ
اور ایک بات یہ ہے کہ جب ذکر اصحاب رضی کا ہو تو سکوت کرنا اور تقدیر اور نجوم کے ذکر کیوقت بھی سکوت
کرنا اور بکر بن عبداللہ کہتے ہین کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے سامنے کہڑا ہو کر یہ جملہ کہا کرتا کہ محسن کو احسان
کے مکافات مین اوسکے ساتھہ سلوک کرنا چاہیے کیونکہ بدی کرنے والے کو تو خود اوسکی بدی ہی تیری
طرف سے کفایت کریگی اس شخص پر اور اوسکے رتبہ پر ایک آدمی کو حسد ہوا وہ کہا کہ بادشاہ سے

اوسکی چغلی کی کہ یہ آدمی حضور کے سامنے کھڑا ہو کر جملہ کہا کرتا ہے وہ یون کہتا ہے کہ بادشاہ گندہ دہن
ہے بادشاہ نے کہا کہ اسکی تصدیق کیسے ہو اوسنے کہا کہ جب وہ شخص آپکے سامنے کھڑا ہو اوسکو اپنے پاس
بلوا لیجے جب آپکے قریب آویگا تو اپنی ناک بند کر لے گا کہ منہ کی بدبو نہ آوے بادشاہ نے کہا اچھا ہم
کل امتحان کرینگے ادہر تو بادشاہ سے یہ کہہ گیا ادہر اوس شخص کی دعوت کر کے ایسا کھانا کہلایا
جسمین بہت سا لہسن تہا اتنے مین دربار کا وقت آگیا وہ شخص حسب دستور بادشاہ کے سامنے جا کھڑا
ہوا اور وہی جملہ کہا بادشاہ نے اوسکو پاس بلایا اسنے اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کو میرے منہ کی لہسن
کی بو نہ آوے اپنے منہ پر ہاتہہ رکہہ لیا اور پاس گیا بادشاہ کو گمان ہوا کہ کل جو فلان شخص اسکی
نسبت کہہ گیا تہا وہ درست ہے اوسیوقت اپنے ایک عامل کو شقہ دستخط خاص سے لکہا کہ جب حامل شقہ ہذا تیرے
پاس آوے اسکو قتل کر کے اسکے چمڑے مین بہس بہروا کر ہمارے پاس بہیجدینا اور شقہ کو حوالہ اوس شخص کے کیا
کہ فلان عامل کے پاس لیجا یہ شخص شقہ لیکر دربار سے نکلا اور اس بادشاہ کا دستور یہ تہا کہ شقہ دستخطی
خاص صرف واسطے انعام اور خلعت کے لکہا کرتا تہا اثناء راہ مین وہ حاسد ملا اسکے ہاتہہ مین شقہ دیکہکر
پوچہا کہ یہ شقہ کیسا ہے اوسنے کہا کہ فلان عامل کے نام کا دستخطی خاص شقہ ہے اوسکے پاس لیجاتا ہون
اوسنے سمجہا کہ ضرور اسمین کچہہ انعام و جاگیر کو لکہا ہوگا اس لگاسے اوس شخص سے کہا کہ یہ شقہ مجہکو
دیدال کہ مین لیجاؤن اوسنے کہا کہ مینے تجہکو ہبہ کیا لیجا جب شقہ لیکر عامل کے پاس گیا اوسنے پڑہکر حامل
سے کہا کہ اس شقہ مین یہ حکم ہے کہ حامل کو قتل کر کے اور کہال کہچوا کر اوسمین بہس بہر کے حضور مین بہیجدو
تب تو یہ بہت گہبرایا اور کہنے لگا کہ اسکا اصل حامل تو اور شخص ہے مین نہین ہون خدا کیواسطے مجہے یہ شقہ
دیدو کہ مین بادشاہ کے پاس واپس لیجاؤن عامل نے کہا کہ بادشاہ کا شقہ واپس نہین ہوسکتا غرض
اوسکو ذبح کر کے پوست اترواکر بادشاہ کیخدمت مین بہیجدیا اب اوس شخص کا حال سنئے کہ وہ بدستور
وقت مقرری پر پہر بادشاہ کے سامنے گیا اور جو جملہ کہا کرتا تہا وہی کہا بادشاہ نے حیران ہو کر پوچہا کہ شقہ کو
کیا کیا اوسنے عرض کیا کہ راہ مین فلان شخص مجہکو ملا اوسنے مجہسے مانگا مینے اوسکو ہبہ کر دیا بادشاہ نے کہا کہ
وہ یون کہتا تہا کہ تو مجہکو گندہ دہن کہتا پہرتا ہے اوسنے کہا کہ مینے ہرگز نہین کہا بادشاہ نے پوچہا کہ پہر جب
مینے تجہکو اپنے پاس بلایا تہا تو نے اپنا ہاتہہ منہ پر کیون رکہہ لیا تہا اوسنے کہا کہ اوسی شخص نے مجہکو
ایسا کہانا کہلا دیا تہا جسمین لہسن تہا مینے منہ اسواسطے بند کیا تہا کہ حضور کو لہسن کی بو نہ معلوم
ہو بادشاہ نے کہا کہ خیر اپنا کام کر بدی کرنے والے کو اوسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کر گئی
حضرت ابن سیرین رح فرماتے کہ مینے امر دنیا کے لئے کسی پر حسد نہین کی اسواسطے کہ اگر وہ شخص اہل جنت

مین سے ہی تو دنیا پر اوسکی کیا حسد کرون جنت مین بینائی کیا قدر ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو دنیا کے امر پر اوسکی حسد فضول ہے اسلیے کہ اوسکا انجام دوزخ ہوگا اور ایک شخص نے حضرت حسن رح سے پوچھا کہ مومن حسد بھی کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کا حال بھول گئے مومن حسد کرتا ہے لیکن چاہیے کہ صرف سینہ ہی مین اوسکو پوشیدہ رکھے اسلیے کہ جب زبان و ہاتھ سے کچھ زیادتی نہ کرے گا تو حسد سے کچھہ نقصان نہین ہوگا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ جو آدمی موت کو کثرت سے یاد کریگا اوسکی ہنسی اور حسد دونون کم ہو جاوینگے اور حضرت معاویہ رض فرماتے ہین کہ مین سب آدمیون کو راضی کرنے پر قدرت رکھتا ہون مگر حاسد نعمت کہ وہ بدون زوال نعمت راضی نہین ہوتا

توانم آنکہ نیازارم اندرون کسی	حسود را چہ کنم کو زخود برنج درست

اور بعض حکما کا قول ہے کہ حسد ایک زخم ہے کہ کبھی نہین بھرتا اور جو کچھہ حاسد پر گذرتا ہے اوسکو وہی کافی ہے اور ایک اعرابی کا قول ہے کہ مینے کسی ظالم کو مظلوم کے مشابہ سوا حاسد کے نہین دیکھا کہ جب دوسری کی نعمت دیکھتا ہے گویا اوسکی چھریان لگتی ہین اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی دوسرے پر کیون حسد کرتا ہے اگر اوسکو خدا تعالی نے لائق سمجھا نعمت دی ہے تو جسکو خدا تعالی بزرگی دی اوسپر حسد کیا ضرور ہی اور اگر اوسکا کچھہ معاملہ ہے تو ایسی چیز پر کیا حسد کرنی چاہیے جسکا ٹھکانا دوزخ ہوا اور بعض اکابر کا قول ہے کہ حاسد کو مجلسون مین تو ذلت اور ندامت ملتی ہے اور فرشتون سے بغض و لعنت اور خلق سے غم و غصہ اور نزع مین ہول و شدت اور قیامت مین عذاب و فضیحت

بارہوان بیان حسد کی حقیقت اور حکم اور اقسام اور مراتب کی ذکر مین

یہ تو ظاہر ہے کہ حسد نعمت ہی پر ہوا کرتی ہے پس جب اللہ تعالی کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرما دے تو دوسرے شخص کے دو حال ہوتے ہین اول تو یہ کہ وہ نعمت اوسکو بری معلوم ہو اور یون چاہے کہ اسکے پاس نرہے اس حالت کا نام تو حسد ہے اس بیان سے معلوم ہو کہ حسد کی تعریف و حقیقت یہی ہے کہ دوسری کی نعمت کو برا جاننا اور اوسکی پاس سے جاتے رہنے کا خواہان ہونا دوسرا حال یہ ہے کہ نہ تو وہ نعمت بری معلوم ہو اور نہ اوسکی زوال کا خواہان ہو بلکہ یون دل چاہے کہ ایسی ہی نعمت مجکو بھی ملے اسکا نام غبطہ اور منافست ہے اور کبھی منافست اور حسد ایک دوسری کی جگہہ بولی جاتی ہین اور اسکا کچھہ مضائقہ نہین معنی کے رو سے ایسا اکثر ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ يَغْبِطُ وَالْمُنَافِقُ يَحْسُدُ پس حسد تو ہر حال مین حرام ہے مگر ایسی نعمت پر جو کسی فاجر یا کافر کے ہاتھہ لگی ہو اور وہ اوس سے فتنہ و فساد اور ایذا رسانی کرتا ہو تو ایسی نعمت کو اوس شخص پر

برا جاننا اور اوسکے زوال کا خواہان ہونا کچھہ گناہ نہین اسلیے کہ خود نعمت پر تو یہ حسد نہین بلکہ اس وجہ سے
ہے کہ وہ سامان فتنہ و فساد کا ہے اور اگر اوس سے وہ فساد و فتنہ نہ کرے تو کچھہ بھی برا نہ معلوم ہو اور حسد
کی حرمت مین جو حدیثین وارد ہین اونکا ذکر پہلے ہو چکا ہے اونسے صاف ظاہر ہے کہ حسد کا حکم حرمت ہی ہے
علاوہ اسکے گویا دوسرے کی نعمت کو برا جاننا خدا تعالے کے حکم سے غصہ ہونا ہے کہ اپنے بعض بندون کو
بعض پر فضیلت کیون دی اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اسکے لیے نہ کوئی عذر ہے کہ اوس سے خدائی احکام
پر ناراضامندی ظاہر کی جاوے اور نہ اسکی اجازت ہے غور کی بات ہے کہ اس سے بڑھکر کونسا گناہ ہوگا کہ کسی
مسلمان کی راحت بری معلوم ہو حالانکہ اوسمین اپنا کچھہ ضرر نہو اللہ جل شانہ نے بھی حسد کی مذمت جا بجا
ارشاد فرمائی ایک جگہہ ارشاد فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوْا بِهَا
یہ خوشی شماتت کی باعث تھی اور شماتت و حسد لازم ملزوم ہین اور فرمایا وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اسمین یہ بتلایا کہ کفار جو زوال نعمت ایمان چاہتے ہین
حسد کی سبب سے اور فرمایا وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً اور حضرت یوسف ع کی بھائیون کی
حسد جہان ذکر فرمائی ہے تو اونکے دل کی بات کو یون ارشاد فرمایا ہے اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا
مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ یعنی جب باپ
کی محبت حضرت یوسف ع کے ساتھہ بھائیونکو اچھی نہ معلوم ہوئی تو اوسکے زوال کی فکر کی اور انکو اونکی
نظروں سے غائب کر دیا اور فرمایا وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا اسمین حسد نکرنے والونکی تعریف ہے
یعنی اونکے دل تنگ نہین ہوتے اور نہ رنج کرتے ہین اور مقام انکار مین ارشاد فرمایا اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور فرمایا كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً اس کلمہ تک اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ
بَغْيًا بَيْنَهُمْ اسکی تفسیر مین بغیا کے معنی حسد کے لیے ہین اور فرمایا وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ یعنی
علم اونکو اسلیے عطا ہوا تھا کہ بجا آوری طاعت الٰہی مین متفق ہوکر آپسمین مانوس و مالوف ہوتے اوسکے برخلاف حسد
اور اختلاف کرنے لگے کہ ہر ایک کو یہی منظور ہوا کہ ریاست ہمین ملے دوسرے کے پاس نجاوے اور سب لوگ ہمارا ہی کہنا مانین
اسی ردوبدل مین پڑے کہ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ قبل رسالت آنحضرت صلعم کے یہود جب کسی قوم سے لڑتے تو یون
دعا مانگتے کہ الٰہی بطفیل اوس پیغمبر کے کہ جسکے بھیجنے کا تو نے ہمسے وعدہ کیا ہے اور اوس کتاب کی طفیل سے جسکو تو اوسپر اتاریگا
ہمکو فتح دے اور اونکی فتح ہوا کرتی جب آنحضرت صلعم حضرت اسمعیل کی اولاد مین سے ہوئے تو یہود انکار کر گئے چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا
جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ پھر اوسکے آگے فرمایا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

یعنی حسد اور حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا
باپ اور چچا آپ کی پاس سے گھر گئے تو میرے باپ نے چچا سے پوچھا کہ تم حضرت کی شان میں کیا
کہتے ہو اونہوں نے جواب دیا کہ میری دانست میں یہ وہی نبی ہین کہ جسکی بشارت حضرت موسی علیہ السلام
دے چکے ہین پہر میرے چچا نے میرے باپ سے پوچھا کہ تمہارا کیا اعتقاد ہے اونسے کہا کہ میں تو زندگی بہر اونکا
دشمن ہی رہونگا اب منافست کا حکم سننا چاہیے کہ وہ حرام نہین جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے
وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ اور فرمایا سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ان مین بہی منافست کا امر ہے
اسلیے کہ سبقت وہان ہی ہوتی ہے جہان خیر کے جاتے رہنے کا خوف ہو مثلاً دو غلام اپنے آقا کی خدمت
کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کیا چاہین تو مقصود ہر ایک کا یہی ہے کہ ایسا نہو میرا ساتھی آقا کے
سامنے اول جاکر ایسی چیز لے لے کہ مجھکو نہ ملے اور حدیث شریف مین تو تصریح ہی اسکی موجود ہے
چنانچہ فرمایا لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ آتَاهُ
اللَّهُ عِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِهِ وَيُعَلِّمُهُ النَّاسَ پہر اسکی تفسیر حدیث ابی کبشہ انماری مین اسطرح فرمائی مَثَلُ هَٰذِهِ الْأُمَّةِ
مَثَلُ أَرْبَعَةٍ رَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهِ فِي مَالِهِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يُؤْتِهِ مَالًا فَيَقُولُ
رَبِّ لَوْ أَنَّ لِي مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَكُنْتُ أَعْمَلُ فِيهِ بِمِثْلِ عَمَلِهِ فَهُمَا فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ اور یہ اسلیے ہے کہ
وہ صرف اسی بات کو چاہتا ہے کہ فلانے جیسا مال مجہے بہی ملے یہ نہین چاہتا کہ اوسکے پاس سے جاتا رہے
پہر اسی حدیث کا تتمہ یہ ہے وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ فِي مَعَاصِي اللَّهِ وَرَجُلٌ لَمْ يُؤْتِهِ اللَّهُ مَالًا
فَيَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَكُنْتُ أَعْمَلُ فِيهِ بِمِثْلِ عَمَلِهِ فَهُمَا فِي الْوِزْرِ سَوَاءٌ پس مذمت کرنا
آنحضرت صلعم کا اس مفلس کو اس جہت سے ہے کہ اوسنے مال سے تمنائی معصیت کی نہ اس جہت سے کہ اوسنے دوسرے
جیسا مال کیون چاہا اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی دوسرے کی نعمت پر غبطہ کرے اور اپنے واسطے بہی ویسا ہی چاہے
اور دوسرے سے اوسکا دور ہونا پسند نکرے اور نہ اوسکے پاس اوس نعمت کا ہمیشہ رہنا برا معلوم ہو تو اسمین
کچہہ حرج نہین ہان یہان یہ بات رہی کہ حدیث مذکورہ بالا مین لفظ حسد ہے اور ذکر اباحت منافست کا تہا
تو اسکا حال ہم پہلے ہی کہہ چکے ہین کہ حسد اور منافست ایک دوسرے کی جگہہ بولے جاتے ہین بقرینہ مقام معنی لے لیے
جاتے ہین منافست کی جگہہ تو حسد کا استعمال اس حدیث مین ہے اور حسد کی جگہہ منافست کا لفظ اس روایت مین موجود ہے کہ جب قثم بن
عباس اور فضل نے یہ چاہا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک مین جاکر اس امر کی درخواست کرین کہ خدمت
صدقات کی ہمارے سپرد فرمائیے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اونسے فرمایا کہ وہان جانا فضول ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تمکو یہ عہدہ عطا نفرماوینگے انہون نے جواب دیا کہ یہ بات تم منافست یعنی حسد کی

کہتے ہو چالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو اپنی بیٹی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بیاہ دی تو تم کو
تمپر کچھ منافست یعنی حسد نہین کی تہی ابتہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جس نعمت پر آدمی غبطہ کرتا ہے اگر وہ
نعمت دینی اور واجب ہی مثلاً ایمان اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ پس اسپر غبطہ کرنا واجب ہے یعنی یہ چاہنا
کہ مجکو بھی یہ دولت نصیب ہو واجب ہی اسلیے کہ اگر واجب چیزونکو اپنے لیے نچاہیگا تو خدا کی نافرمانی
سے گویا خوش ہے اور یہ امر حرام ہے اور اگر نعمت مذکورہ فضائل مین سے ہو جیسے عمدہ باتوںمین
خواہ صدقات نفل مین روپیہ صرف کرنا وغیرہ تو ایسی نعمت مین غبطہ مستحب ہی اور اگر نعمت صرف ایسی
ہی کہ اوس سی بقدر مباح بہرہ ور اور لذت یاب ہو سکی تو اوسمین منافست بھی مباح ہے اور ان سبکا مآل یہ ہی کہ
آدمی یون چاہتا ہے کہ مین دوسری کے برابر ہو جاؤن اور اس نعمت مین اوسکا شریک ہون اور نعمت کو
برا جاننا اسمین داخل نہین تو گویا اس نعمت مین دو باتین ہین اول تو جسکو یہ عطا ہوی ہے اوسکا آرام اور
دوسری اوس شخص کی سوا جتنی اوس نعمت سی محروم ہین اونکا نقصان ظاہر ہونا تو غبطہ کرنیوالا امر اول
کو برا نہین جانتا بلکہ اپنا ناقص ہونا اور سب سی پیچھے رہنا برا جانتا ہے اور نعمت والی کی برابری چاہتا ہی اور اسمین
کچھ مضائقہ نہین کہ آدمی مباحات مین اپنے نقصان اور پیچھے رہنے کو برا سمجھے ہان ایسی باتون سے
فضل اوسکا ناقص ہے گا ہرچند اسطرحکی باتین زہد اور توکل اور رضا کے برخلاف ہین اور مقامات
بلند کے لیے ایک حجاب تاہم موجب نافرمانی نہین ہین اور یہان ایک اور باریک دقیقہ ہے وہ یہ ہے
کہ جب آدمی اس بات سے ناامید ہوتا ہے کہ مجکو فلان جیسی دولت ملی اور اپنا کمتر رہنا برا معلوم
ہوتا ہے تو بالضرور اپنے نقصان کو پورا کرنا چاہیگا اور اوسکے نقصان جاتے رہنے کی دو ہی
صورتین ہین یا یہ کہ دوسرے شخص کے پاس بھی وہ نعمت نرہے اور دونون برابر ہو جاوین یا اسکے
پاس ویسی نعمت آجاوے اور مساوی ہو جاوین اور جب ایک صورت نہین بن پڑتی تو بالضرور
بمقتضاے بشریت آدمی کا دل دوسری صورت کیطرف میل کرے گا حتی کہ اگر بالفرض دوسرے کے
پاس سے وہ نعمت جاتی رہے تو یہ بات زیادہ اسکے جی کو لگی گی بہ نسبت اسکے کہ دوسرے کے پاس وہ نعمت
ہمیشہ رہے کیونکہ اوسکے دور ہونے سی یہ اور وہ برابر ہو جاوینگے اور یہ ایک ایسی بات ہی کہ بہت کم دل
اس سے خالی ہوتے ہین اس صورت مین یہ تدبیر اولیٰ ہے کہ غبطہ کا حال یون دریافت کرے کہ اگر مثلاً
دوسری کی نعمت کا اختیار مجکو حاصل ہو تو مین کیا کرون اگر یہ بات دلمین گذرے کہ میرا بس ہو تو مین
اس نعمت کو اوس سے دور کر دون تو معلوم کرنا چاہیے کہ یہ خواہش حسد ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ باوجود
قابو و اختیار کے بھی تقوی اس امر کا مانع ہوگا کہ دوسرے کی نعمت کو دوسری علیحدہ کیجیے تو یہ غبطہ

جائز ہے اسلیے کہ اپنے عقل و دین کے نزدیک یہ نہین چاہتا کہ دوسرے سے یہ نعمت جاتی رہے
اسکو یہ منظور ہے کہ مجھکو بھی ویسی ہی نعمت ملجاویگی اور یہ نکتہ باریک جو ہم نے لکھا شاید اس حضرت نے
یہی غرض ہے ثَلَاثٌ لَا يَنْفَكُّ مِنْهُنَّ الْمُؤْمِنُ الْحَسَدُ وَالظَّنُّ وَالطِّيَرَةُ اور پھر فرمایا آگے وَلَهُ مِنْهُنَّ مَخْرَجٌ
اِذَا حَسَدْتَ فَلَا تَبْغِ معنی اسکے یہ ہین کہ اگر تیرے دلمین کچھہ گذری بھی تو اوسکے بموجب عمل نہ کر
اور نفس الامر مین انسان سے بعید ہے کہ جب اپنے آپ کو دوسرے کا ہمسر لیا چاہتا ہے اور نعمت سے عاجز
ہوجاوے تو اس بات کا خیال نہ کرے کہ یہ نعمت اوسکے پاس بھی نرہے بلکہ اسکا واہمہ گذرتا ہی ہے
ورنہ دوسرے پر نعمت کی ہمیشہ رہنے سے تو ہمیشہ یہ کمتر ہی رہیگا پس اسطرح کی منافست جائزہ جسکی ہیج
ہے تو ضرور رہا کہ اسمین احتیاط کیجاوے کیونکہ یہ خطر کا مقام ہے آدمی اکثر اپنے اقارب و یگانون ہی میں
بعضونکو عالی رتبہ پر دیکھتا ہے تو اونکی برابری چاہتا ہے اسی سے کبھی اوس حسد مین مبتلا ہوجاتا ہے
جو شرعاً ممنوع ہے اسلیے کہ آخر اس حسد کا باعث تو خوف تفاوت اور ظہور نقصان ہی ہوتا ہے جو کبھی
حسد مذموم مین بھی پھنسا دیتا ہے بشرطیکہ قوت ایمانی اور زور تقوی نہو یعنی رفتہ رفتہ جب اپنے آپ ویسی نعمت
نہین پاتا اور مساوی ہونے کو دل چاہتا ہے تو انجام کو یہی سوجھتا ہے کہ اسکے پاس بھی نرہے تو برابر
ہوجاوین اسطرح کی منافست کی ہرگز اجازت نہین بلکہ یہ قسم حرام ہے خواہ امور دینی مین ہو
یا دنیا مین لیکن اگر دل ہی دلمین یہ بات گذر جاوے اور اسپر عامل نہو تو امید ہے کہ معاف ہوجاوے
اور اس بات کو بزور عقل و دین برا جاننا ہی کفارہ دل کے وسوسہ کا ہوجاوے اب مراتب حسد
معلوم کرلی چاہیین کہ وہ چار ہین اول تو یہ کہ دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے گو وہ نعمت اسکے
پاس نآوے یہ درجہ سب مین زیادہ برا ہے دوسرے یہ کہ اوس نعمت کا اپنے پاس آنا چاہتا ہے
اس سے غرض نہین کہ دوسرا اس سے کیون مستفید ہے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ کسیکے پاس سے جاتی رہے
مثلاً کوئی عمدہ مکان یا حکومت وغیرہ ہے اوسکو اسکا دل چاہتا ہے کہ یہ میرے پاس آجاوے یہ نہین
چاہتا کہ دوسرا اسپر کیون مسلط ہے تیسرے یہ کہ خاص اوس نعمت کو اپنے لیے نہین چاہتا بلکہ اوسکا مثل
اپنے لیے چاہتا ہے اور اگر مثل نملے تو اوسکا زوال چاہتا ہے تاکہ مساوات و برابری ہوجاوے چوتھے
یہ کہ نعمت کا مثل اپنے لیے چاہتا ہے اور اگر نملے تو اوسکا زوال دوسرے سے نہین چاہتا پس صورت
اخیر جائز و معاف ہے اگر نعمت دنیاوی مین ہو اور اگر نعمت دینی مین واقع ہو تو مستحب ہے اور تیسری
دوم متین ہے اسمین کچھہ بھلائی ہے اور کچھہ برائی یعنی زوال کسی کی نعمت کا نچاہنا تو اچھی بات
ہے مگر جس شے پر دوسرا قابض ہے اوسکا اپنے واسطے چاہنا اچھا نہین جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے

ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض اور تیسرا مرتبہ دوسرے کی نسبت برا ہے اور پہلا تو نرا برا ہی ہے
اور مرتبہ ثانی کو اور رابع کو حسد مجازاً کہدیتے ہیں

تیرہواں بیان منافست اور حسد کے اسباب میں

منافست کا سبب تو صرف محبت اوس خیر کی ہوتی ہی اگر وہ شے امر دینی ہے تو اوسکا سبب اللہ تعالے
کی محبت اور اوسکی اطاعت کی محبت ہی اور اگر امر دنیوی ہے تو اوسکا سبب دنیا کی مباحات کی محبت اور اونسے لذت پانیکا
چسکا ہی اور ہمکو غرض حسد مذموم کی اسباب بیان کرنے سے ہی اوسکے اسباب تو بہت ہین مگر اکثر سات سبب
ہوتے ہین اول عداوت دوم برابر والے کی عزت کا ناگوار ہونا سوم دوسرے کی حقارت چہارم
تعجب پنجم مقصد مطلوب فوت ہو جانے کا خوف ششم محبت ریاست ہفتم خبث و بخل نفس کیونکہ آدمی
جو نعمت کو دوسرے پر برا جانتا ہے یا تو اسلیے ہی کہ وہ اوسکا دشمن ہے تو دشمن کی خیر کیون مناوے اور یہ سبب
یعنے عداوت حسد کی اور اسباب کی نسبت بہت سخت ہی اسلیے کہ دستور ہے کہ جب کسی کو کوئی شخص
کسی وجہ سے ستاتا ہے خواہ اوسکے مطلب مین کچہہ خلل انداز ہوتا ہے تو وہ اوس سے دلمین کینہ اور بغض
رکہتا ہے اور اوسپر غصہ کرتا ہے اور کینہ و غضب کے باعث انتقام کا خواہان رہتا ہے اگر اپنے آپ انتقام
سے عاجز ہے تو پہر یہ چاہتا ہے کہ زمانہ ہی اس سے انتقام لے یہانتک کہ اگر بالفرض اوسکو کوئی بلا پہنچ
آوے تو یہی جانتا ہے کہ یہ امر صرف میرے اوپر ظلم کرنے سے ہوا اور کہنے لگتا ہے کہ خدا نے میری
سن لی غرض کہ بغض کے باعث جہالت کے مارے اپنی کرامت سمجہنے لگتا ہے اور اگر کچہہ نعمت دشمن کو
مل جاوے تو برا معلوم ہوتا ہے اور اس سے یہ وسوسہ کرتا ہے کہ خدا کے یہان میری کچہہ پوچہہ نہوئی
کہ میرے دشمن سے باوجود میری ایذا کے انتقام نہ لیا بلکہ اور انعام دیا حاصل یہ کہ بغض و عداوت کو
لازم ہے اور یہ کچہہ برابر والے پر موقوف نہین ادنے کمینہ آدمی بادشاہ سے حسد کرنے لگتا ہی یعنی بغض کی
جہت سے یہ چاہتا ہے کہ اوسکی دولت جاتی رہے اور پرہیزگار محتاط کو یہ چاہیے کہ اسطرح کے حسد کو اپنے
دل سے برا جانے اور یہ وہ چیز ہے کہ کافرون کی صفت مین اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْا
اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
اور فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا اور فرمایا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۤءُ
مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ اور یہ حسد عداوت کی باعث جو ہوتی ہی اس سے کبہی نوبت کشت و خون یا نزاع کی
پہنچ جاتی ہی اور تمام عمر نعمت کو دور کرنیکی تدبیرین سوچنے مین گذر جاتی ہی یا ہمیشہ چغلی اور پردہ دری یا اور ایسی ہی
باتین کرتے رہتے ہین یا حسد اس سبب سے ہوتی ہے کہ حاسد کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اگر اپنے کسی برابر والے کی

پاس نعمت ہوگی تو وہ اوسکی جہت سے بڑائی کرنے لگے گا اور اوسکو برداشت اوسکی کبر و فخر کی نہیں کرتا
نفس کی عزت سمجھتا ہے تو یہ دوسرا سبب حسد کا ہے اوسکو تعزز کہتے ہیں مثلاً اگر کوئی برابر والا کسی
حکومت یا مال یا علم پر حاوی ہو جاوے تو حاسد کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ اس بات سے فخر و تکبر نکرنے
لگے تو اوسکو خود تو تکبر منظور نہیں ہوتا مگر دوسرے کی شیخی کی چونکہ برداشت نہیں اسلیے حسد کرنے لگتا ہے
کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ کیوں ہو یا حسد اس لیے ہوتی ہے کہ دوسرے کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے اور
متوقع اوس سے خدمت اور فرمان برداری کا ہے جب اوسکو اتفاقاً نعمت ملتی ہے تو حاسد کو یہ خوف
ہوتا ہے کہ شاید وہ شخص اب میری بات نہ سنے یا برابری کا دم بھرے تو ہماری شیخی کرکری ہو جاوے گی
یہ تیسرا سبب حسد کا ہے اوسکو تکبر کہتے ہیں اور انہیں دو سببوں یعنے تکبر اور تعزز کے سبب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے اکثر کفار حسد کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید اسکا شاہد ہے فرمایا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآنُ
عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ یعنی اگر آپ بڑے آدمی ہوتے تو ہمکو اتباع اور فرمان برداری شاق
ہوتی ایک یتیم لڑکے کے سامنے گردن جھکانا کسطرح ہو سکے ان نامعقولوں نے قدر اوس در شاہوار کی
اور یہ خیال نہ کیا ؎

در اگر یتیم ست بیش بود بہای او	زانکہ خرد فشرن نہد در یتیم را بہا

اسطرح قریش کا قول اللہ جل شانہ نقل فرماتا ہے أَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ
بِالشّٰكِرِيْنَ اس قول کو براہ حقارت اور اپنی عزت کے کہتے تھے یا حسد کا سبب تعجب ہے یعنی حاسد
جب کسی شخص پر کوئی بڑی نعمت یا بڑا عہدہ دیکھتا ہے تو اوس جیسے آدمی پر اسقدر کا رتبہ دیکھتے ہوئے تعجب کرتا ہے
کہ باوجودیکہ میں بھی اوسی جیسا ہوں مگر اوسکو یہ رتبہ مل گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی قوم کی حالات
میں ارشاد فرمایا قَالُوْا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور فَقَالُوْا أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا اور وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ
إِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ان آیات میں اونکے تعجب کا مذکور ہے کہ جو شخص ہم ہی جیسا ہے وہ رتبہ رسالت اور
وحی اور قرب الی اللہ پر کیسے پہونچ گیا اسی بنا پر رسولوں سے حسد کی اور چاہا کہ نعمت نبوت ان سے
جاتی رہے اسلیے کہ یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ جو آدمی ہماری ہی طرح ہے وہ ہمسے بہتر اور افضل ہو جاوے
اسمیں اسباب حسد میں سے اور کوئی سبب نتھا کہ پہلے سے عداوت ہو یا تعزز اور تکبر اور طلب ریاست
وغیرہ مقصود ہو بلکہ صرف تعجب کی راہ سے یہ حسد تھی جیسا اونکے مقولے مذکور ہیں أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا
اور لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰئِكَةُ اور اللہ تعالیٰ نے خود اونکے تعجب کو دور فرمایا أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ
ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ یا حسد کا باعث مقصود کی فوت ہونیکا خوف ہوتا ہے یعنی دوسرے کی نعمت کو

باعث اپنا مطلب جاتا رہیگا وہ نعمت کہ باعث حاسد کی غرض پوری نہونے دیگا اور یہ قسم حسد کی
ایسی متنفر دو مطلب پر ہوتی ہے جسکی مدعی دو ہون پس جب کسی کو ان دونون مین سے کوئی ایسی
چیز ملجاوے جس سے کہ مطلوب کا ملنا سہل ہوجاوے تو دوسرے کو خواہ نخواہ اوسپر حسد ہوتی ہے
کہ یہ ذریعہ مجکو کیون نملا اور یہی قسم حسد کی دو سوتون مین ہوتی ہے کہ مطالب زوجیت کی ہر ایک مدعی
ہوتی ہے اور دو بہائیون مین بھی واقع ہوتی ہے جبکہ ہر ایک کو ماباپ کی دلمین جگہہ کرنی منظور ہو تاکہ
اونکے نزدیک لائق متصور ہو کر مال وغیرہ کا مالک ہوجاوے ایسا ہی دو شاگرد ایک استاد کے
اس حسد مین مبتلا ہوجاتے ہین بشرطیکہ استاد کی آنکھون مین مرتبہ حاصل کرنا منظور ہو بادشاہی خواص
اور مصاحبون مین بادشاہ سے مال وجاہ کے حاصل کرنے کے لیے بھی حسد ہوتی ہے جو واعظ کہ وعظ
سے مال جمع کرتے ہین اور خلق کے دلون مین عزیز بنا چاہتے ہین اونکو بھی یہی نوبت پیش آتی ہے پانچواں حسد
کا موجب ریاست وجاہ کی محبت ہے یعنے اس بات کو چاہنا کہ جیسا ہمکو کوئی فن آتا ہے ایسا دوسرا
نہ نکلے اور کوئی غرض خاص نہو مثلاً کوئی شخص یہ چاہے کہ کسی فن مین طاق بے نظیر ہوجاوے
اور لوگ میری تعریف کیا کرین موجب اس امر کا اوسکو غلبہ ہوگا اور لوگون کے قول اپنی نسبت سننے کا
کہ تم اپنے فن مین یکتا دہر اور کامل زمانہ ہو آج کوئی تمہارا مقابل نہین تو ایسا شخص جب کبھی روے
زمین پر اپنا نظیر سنیگا تو اوسکو برا معلوم ہوگا اور یہ چاہیگا کہ یا وہ مرجاوے یا اوسکے پاس یہ فن نرہے کہ
جسکے سبب میرا سہیم وشریک ہے وہ فن کوئی سا ہو خواہ شجاعت ہو یا علم یا عبادت یا پیشہ یا جمال
یا ثروت وغیرہ غرض اپنے آپ کو فرد جاننے کے سبب جو خوشی ہوتی ہے اسکی محبت سے یہ حسد واقع ہوتی ہے
ورنہ اور اسباب حسد یہان مقصود نہین نہ پہلے کی عداوت ہے نہ تکبر اور تعزز منظور ہے نہ مطلوب کے
فوت ہونے کا خوف ہے بلکہ وہی دعوی یکتا فنی اور اختصاص ہے کہ ہمچومن دیگرے نیست اور یہ محبت
جاہ کی اوس سے علاوہ ہے جو بعض علما کیا کرتے ہین کہ سوا ریاست کی لینے اور کام نکالنے کیواسطے
لوگون کے دلونمین گھر کرتے ہین علماء یہود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچاننے اور اتباع کا انکار کرتے تھے
اونکو بھی خوف تہا کہ جب ہمارا علم منسوخ ٹھہرے گا تو ہماری ریاست اور بڑائی تباہ ہوجاویگی کوئی ہمارا
پیرو نہوگا یا حسد کا سبب ان چھیون اسباب گذشتہ مین سے کچھ بھی نہو صرف خبث نفس اور بخل طبع ہو
کہ اللہ تعالی کی نعمت اوسکی بندون پر بری معلوم ہوتی ہے اکثر آدمی ایسے پائے جاتے ہین کہ اونکو شوق
ریاست بھی نہین نہ تکبر اور مال کے خواہان الا جب اونکے سامنے کسی آدمی کا ذکر کیا جاوے کہ فلان
شخص کو خدا تعالی نے یہ شی عطا کی اور اوسپر یہ فضل ہوا تو یہ امر اون پر شاق گذرتا ہے لیکن اگر لوگونکی

پریشانی اور بدبختی اور مقصود کا نہ ملنا اور عیش کا تلخ ہونا ذکر کیا جاوے تو خوش ہوتے ہین ایسے لوگ ہمیشہ دوسرے کی بدبختی کو چاہتے رہتے ہیں اور خدا تعالی کی نعمت بندون پر دیکھہ نہین سکتے گویا جو انکو ملتا ہے وہ سب ان کے خزانہ سے دیا جاتا ہے ایسے لوگ شحیح ہوتے ہین یعنے بخیل سے بھی بدتر اسلئے کہ بخیل تو اوسی کو کہتے ہین جو اپنا مال کسی کو نہ دے اور شحیح اوسکو کہتے ہین کہ دوسرے کے مال مین بخل کرے یہی حال ان لوگون کا ہے کہ یہ خواہ نخواہ خدا کے دیے پر ناخوش ہوتے ہین حالانکہ ان مین اور انمین کوئی رابطہ یا عداوت نہین ہوتی اور اسکا کوئی اور سبب ظاہری تو معلوم نہین ہوتا صرف یہی ہے کہ اپنی رذالت اور خبث نفس سے اس بلا مین مبتلا ہین سچ ہے

نیش عقرب نہ از پے کین ست | مقتضای طبیعتش اینست

اور اس قسم حسد کا علاج نہایت سخت ہے اسلیے اور اسباب حسد کے عارضی ہین اونمین یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر سبب جاتا رہیگا تو حسد بھی جاتی رہیگی اور یہ تو پیدایش کی خباثت ہے اسکا نکلنا بہت دشوار ہے بلکہ قریب محال پس یہ ساتون سبب حسد کے مفصلاً بیان ہوئے بعض اوقات انمین سے بعض خواہ اکثر یا سبکے سب ایک ہی شخص مین جمع ہوجاتے ہیں تو ایسی صورت مین وہ بڑی حسد کرتا ہے اور حسد کو ایسا تقویت اور زور ہوجاتا ہے جسکو حاسد چھپا نہین سکتا نہ کسی سے بمروت پیش آتا ہے بلکہ ملت و محبت کو بالای طاق رکھکر علانیہ عداوت کرتا ہے اور فی زماننا جو حسد پائی جاتی ہے اکثر مین ان اسباب مین کچھہ سبب اکٹھے ہی ہوتے ہین ایک سبب تنہا نہین ہوتا

چودہوان بیان اس بات کی وجہ کہ ہمسرون اور برابرون اور بھائیون اور یگانون مین

زیادہ حسد کیون ہوتی ہے اور غیرون مین کم اور ضعیف ہونے کا کیا سبب ہے واضح ہو کہ حسد انہین لوگون مین زیادہ ہوتی ہے جنمین جو اسباب ہمنے ذکر کیے ہین اونکی زیادتی ہو اور قوت حسد کی اون لوگون مین ہوتی ہے جنمین اون اسباب مین کئی کئی اکٹھے ہوگئے ہون کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی شخص تعزز کے باعث حسد کرے اور وہی تکبر اور عداوت کی جہت سے حسد کرے اور یہ سبب اون لوگون مین زیادہ ہوتے ہین جنمین بہت سے روابط اور علاقہ ہون کہ اونکے باعث مجلسون مین بیٹھکر آپس مین گفتگو کرتے ہین اور اپنی اپنی غرضین بیان کرتے ہیں اوسوقت اگر کوئی شخص اونمین سے کسی کے مطلب کو خلاف کہتا ہے تو مطلب والا اوس سے متنفر ہوکر بغض و کینہ دلمین رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کسیطرح اسکا بدلہ لون اور جیسے اسنے میری غرض مین بانوڑا ادیا مین بھی اسکی غرض نہونے دون پھر جان ایک سبب حسد کا ہوا سب اسباب ایک دوسرے کے پیچھے اکٹھے ہوتے جاتے ہین بہرحال حسد یا ہمی

بیٹھنے اور غرض کی باتین کرنے سے پیدا ہوتی ہے اسی لحاظ سے اگر ایک شخص کسی شہر مین رہتا ہو اور
دوسرا کسی مین اونمین حسد نہین ہوتی بلکہ اگر یہ دور دور محلہ مین رہتے ہون تب بھی حسد نہین ہوتی اگر
سب ایک مجلس مین یا مدرسہ یا مسجد یا بازار مین بیٹھتے ہون اور ایک ساتھ ہی مطلب پر متوجہ ہون تب حسد
ہوتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اسیواسطے عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہے عابد کی نہین کرتا سوداگر دوسرے
سوداگر سے حسد کرتا ہے موچی موچی ہی سے کرتا ہے بزاز سے نہین رکھتا وجہ یہی ہے کہ دونون ایک پیشہ مین
لگے ہین اور اسی وجہ سے آدمی اپنے بھائی اور چچازاد سے بہ نسبت غیرونکے زیادہ حسد کیا کرتا ہے دونون
سوتین آپسمین بہ نسبت ساس نندون کے زیادہ حاسد ہوتی ہین غرض جہان کہین دو شخصونکا مطلب واحد ہوگا
اور اونمین اجتماع و نشست و برخاست باہم کر واقع ہوگی وہان حسد زیادہ ہوگی مثلاً فرض کرو کہ ایک
بزاز کپڑے کی دوکان کرتا ہے تو خریدارونکی کثرت چاہے گا جسمین کچھ فائدہ ہو تو جو شخص اس مطلب مین
اوسکا حریف ہوگا اوسکی ساتھہ حسد کریگا دوسرے سے کیا مطلب ہے اب اگر اوسکا حریف دوسرا بزاز اوسکے
پاس دوکان رکھتا ہو تو دور کے بزازونکی نسبت اوس سے زیادہ حسد ہوگی اسیطرح بہادر آدمی دوسرے
بہادر کی حسد کرتا ہے عالم کی نہین کرتا کیونکہ پہلوان و بہادر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جرأت و شجاعت مین
یکتا زمان مشہور ہو اور یہ صفت دوسرے مین نپائی جاوے پس اس صفت مین جو اوسکا سہیم و مزاحم
ہوگا اوسکی حسد کریگا عالم شخص اس مطلب مین اوسکا مخل نہین کہ اوسکی حسد کی نوبت پہونچے ہان عالم
شخص عالم کی حسد کرتا ہے اور انمین بھی واعظ آدمی واعظ کی حسد زیادہ کرتا ہے فقیہ و طبیب کی اتنی
نہین کرتا بہر حال بنا حسد دشمنی ہوتی ہے اور دشمنی کی اصل ایک مقصود مین شریک ہوتا ہے اور
شرکت مقصود دور کے شخصونمین معلوم نہین ہوتی پاس والون مین پھوٹ ڈالتی ہے اسیواسطے
پاس والون مین حسد زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکو تمام جہان مین شہرت اور
آوازہ منظور ہو وہ البتہ دنیا مین جہان کہین اپنا ہم مقصود سنیگا اوسکی حسد کریگا غرض کہ جتنے
اسباب حسد ہین سب کا منشا اگر بنظر غور کیا جاوے تو محبت دنیا ہے معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ دنیا ہی کی
چیزین ایسی ہین کہ سہیمون اور شریکون کو وافی نہین ہوتین اگر ایک کے پاس گئین دوسرا خالی ہاتھ
رہجاتا ہے مگر آخرت کی چیزون مین تنگی نہین اونمین بہت گنجایش ہے اور اونکی مثال علم کی سی ہے
کہ شرکت کے باعث کم نہین ہوتا ایک ہی چیز کو لاکھون آدمی جانتے ہین پس جو کوئی اللہ کی معرفت
سے محبت رکھتا ہے اور اوسکی صفات اور فرشتون اور انبیا اور آسمان و زمین کے ملکوت سے واقفیت
رکھتا ہے پس واقفیت و معرفت مین دوسرے کا حاسد نہین ہوتا کیونکہ معرفت مین تنگی نہین کہ ایک عارف کے

جو حال معلوم ہو جاوے تو دوسرے کو نہو بلکہ ایک حال کو لاکھون آدمی جانکر خوش ہوتے ہین اور اوسکا
مزہ لیتے ہین ایک کی لذت وخوشی کا دوسرا حارج نہین ہوتا بلکہ اجتماع وکثرت سے زیادہ انس ولذت
ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ علماء دین مین حسد نہین ہوتی اسلیے کہ اونکا مطلب اللہ کی معرفت اور نظر
الی اللہ ہے اور وہ دونون بڑے سمندر ہین جسکی کچھ انتہا نہین کیونکہ سب لذتون اور نعمتون سے بڑھکر
دولت دیدار خداوندی ہے جسمین کسی کو ممانعت اور روک ٹوک نہین نہ ایک کا دیکھنا دوسرے کا حارج
بلکہ کثرت ناظرین سے کیفیت ولذت دوبالا ہوگی ہان اگر عالمون کی غرض علم سے مال وجاہ کا حاصل کرنا
تو بیشک حسد پیدا ہوگی کیونکہ مال تو اجسام مین سے ہے جب ایک کے ہاتھہ مین رہتا ہے دوسرے کے
ہاتھہ مین نہین جاسکتا اور جاہ کے معنے دلون مین جگہہ ہونے کے ہین جب کسی آدمی کے دلمین ایک عالم
کی تعظیم بھر جاویگی دوسرے کی تعظیم سے پھر جاوے گا خواہ کم کرے گا یہی وجہ عداوت وحسد کی ہوگی
بخلاف معرفت کے کہ وہ اگر کسیکے دلمین بھر ہوگی تو اس بات کی مانع نہین کہ دوسرے کے دل مین نہ بھرے
اور اوسکو لذت حاصل نہو خلاصہ یہ کہ علم اور مال مین یہ فرق ہے کہ مال تو ایسی چیز ہے کہ جب تک ایک
ہاتھہ سے نہ نکلے گا دوسرے کو نہ ملے گا اور علم عالم کے دلمین رہتا ہے اور تعلیم کی جہت سے دوسرے کے
پاس بھی جاسکتا ہے علاوہ اسکے مال ایک شئی منتہی ہے پس اگر بالفرض کوئی شخص تمام روئے زمین کا
مالک ہوجاوے تو دوسرے کے واسطے کچھہ بھی نہ بچے گا اور علم وہ چیز ہے کہ جسکی کچھہ حد وانتہا نہین وہ سکا
سب ایک شخص مین آجانا ہو ہی نہین سکتا پس جو شخص اس بات کا عادی ہو کہ خداوند کریم کے جلال وعظمت
اور ملکوت آسمان وزمین مین فکر کیا کرے تو یہ امر اوسکو ساری نعمتون سے لذیذ تر معلوم ہوگا اور اسمین
کسیطرح کی روک ٹوک یا مزاحمت نہوگی اور اسی وجہ سے ایسے شخص کے دلمین کسی شخص کی حسد نہوگی کیونکہ
اگر کوئی اس شخص کی سی معرفت رکہتا ہوگا تو اوسکی لذت مین سے کیا کم ہوگا اوسکو تو اور زیادہ حظ
اور موانست ہوگی ان لوگون کو جو مطالعہ عجائب ملکوت ہمیشہ رہتا ہے اوسکی لذت اون لوگون سے
بڑھکر ہوتی ہے جو چشم ظاہری سے جنت کی درختون اور باغون کی سیر کرینگے اور مزے لوٹین گے اسلیے کہ
عارف کی جنت صرف اوسکی صفت ذاتی ہے جسکو معرفت کہتے ہین یہ جنت کبہی فنا نہین ہوتی اور عارف ہمیشہ
اسکے ثمرات سے بہرہ ور رہتا ہے اوسکی روح وقلب کی غذا علم کے ثمرات سے ہوتی ہے اور یہ وہ میوے ہین
جسکی شان مین لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ اور قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ خدا تعالی فرماتا ہے اگر عارف آنکہین بند
کرلیتا ہے تو روح سے جنت عالیہ کی سیر وتماشا کرتا ہے اب اگر عارفین کی شمار کثرت ہو تو آپسمین حاسد
نہونگے بلکہ اونکا حال یہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ

اور یہ حال تو اونکا جبھی تک ہے جب تک دنیا مین رہین اس سے خیال کرنا چاہیے کہ جب قیامت مین پردہ اوٹھا لیا جاویگا اور مشاہدہ محبوب کا کرینگے تو وہان کیا حال ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ جنت مین ایک دوسرے کی حسد نہوگی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ اہل جنت دنیا مین ہین اونمین بھی آپسمین حسد نہین ہوتی کیونکہ جنت بھی ایک غیر منتہی چیز ہے اوسمین کچھہ تنگی اور مزاحمت نہین اور وہ جبھی ملتی ہے جب دنیا مین معرفت ایزدی حاصل ہو اور جو نکہ معرفت مین کسیطرح کی مزاحمت نہین اسی جہت سے جنت والون مین بھی حسد نہ دنیا مین ہوگی نہ آخرت مین بلکہ حسد تو وہ بلا ہے کہ اوسکی باعث اعلی علیین سے آدمی اسفل السافلین مین پہونچ جاتا ہے دیکھو شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کی کہ انکو ایسا رتبہ کیون ملا اور اسی وجہ سے سرکش و نافرمان ہوکر سجدہ نکیا تو کہان سے کہان پہونچا اور حاسد کہلایا اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ حسد جبھی ہوتی ہے جب ایسی مقصود پر توارد ہو کہ جو سب کو وافی نہوتا ہو اور جو چیز ایسی نہوگی وہمین حسد بھی نہوگی مثلا ستارون کی زینت دیکھنے مین کوئی کسیکا حاسد نہین ہوتا کہ وہ ایک وسیع چیز ہے البتہ باغون کی سیر مین حسد ہوتی ہے کہ یہ زمین کی ایک جزو کی حصہ مین ہوتی ہے اور اگر تمام روی زمین کو آسمان کے مقابلہ مین دیکھو تو کچھہ بھی نہین اس سعت مین جو شخص دانا ہو اور اپنے نفس کی خیر چاہے اوسکو چاہیے کہ ایسی ہی نعمت کا طالب ہو کہ جسمین مزاحمت نہو اور ایسی لذت کا جویان ہے جو کبھی فنا نہو اور یہ بات دنیا مین سوا معرفت الہی اور اوسکے صفات و افعال کے اور کسی چیز مین نہین پائی جاتی اور آخرت مین بھی یہی بکار آئیگی پس اگر آدمی کو شوق معرفت نہو اور نہ اوسمین مزہ ملے اور عقل بھی قاصر ہو اور رغبت کم تو ایسا شخص معذور ہے مثلا نامرد آدمی کو شوق جماع نہین ہو سکتا لڑکا سلطنت کی لذت نہین جان سکتا اسلیے کہ یہ لذات مردون سے مخصوص ہین نامرد ولڑکے اوسکو کیا جانے ؎

جو صاحب ہنر ہو وہی ہنر کو پرکھے		جوہر نہو وے جسمین جوہر شناس کب ہے

اسیطرح کی لذت معرفت کے لیے بھی وہ لوگ مخصوص ہین جنکے حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ اونکے سوا اور لوگ اس لذت سے محروم ہین اسلیے کہ اشتیاق معرفت کا بسبب ذوق کے ہوا کرتا ہے جسکو ذوق اور مزہ نہوگا وہ معرفت کو کیا جانیگا اور جو معرفت نجانیگا وہ مشتاق بھی نہوگا اور بدون اشتیاق طالب ہونا معلوم اور بدون طلب مقصود تک پہونچنا دشوار ہے اور بغیر مقصود تک پہونچے سراسر محرومی اور اسفل السافلین مین رہنا ہوگا وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ

پندرہوان بیان اوس دوا کا جس سے حسد کا مرض دل سے جاتا رہے

جاننا چاہیے کہ حسد دل کے بڑے مرضون مین سے ہے اور امراض دلی کا علاج علم اور عمل سے ہوا کرتا ہے حسد کی دوا کو جو علم مفید ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اس بات کو یقیناً جان لے کہ حسد دنیا و آخرت مین سراسر اوسکو مضر ہے اور جس سے حسد کرتا ہے اوسکا دین و دنیا مین کچھہ بہی ضرر نہین بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے جب یہ بات اچھی طرح جان لیگا اور اپنے نفس کا دشمن اور دشمن کا خیرخواہ نہوگا تو بالضرور حسد چھوڑ دیگا حسد کی باعث جو حاسد کو دین مین ضرر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حسد کے سبب حکم خدا سے راضی نہین ہوتا اور جس نعمت کو اوسنے اپنے بندون پر تقسیم فرمایا ہے اور اپنے عدل و حکمت سے کارخانے جاری رکھے ہین اونکو برا جانتا ہے پس اس سے بڑھکر دین مین اور کونسا گناہ ہوگا کہ خدا کی تقدیر پر راضی نہوا دوسرے یہ ہے کہ ایک مرد مسلمان کے کینہ کی باعث یہ خیرخواہی مین نہ آیا اولیا و انبیا کہ اللہ کے بندون کی خیرخواہی مین اونکے زمرہ سے علحدہ ہوا اور ابلیس اور کافر جو مومنین کا برا چاہتے ہین اونکے گروہ مین داخل ہوا یہ سب باتین دل کی ایسی خباثتون مین سے ہین کہ اوسکی نیکیون کو ایسا کہا جاتی ہین جیسے آگ لکڑی کو اور ایسا نشان مٹا دیتی ہین جیسے رات دن کا نشان کہو دیتی ہے اور دنیا مین حاسد کا ضرر یہ ہے کہ ہمیشہ رنج و عذاب و غم و الم مین رہتا ہے اسلیے کہ اللہ تعالی اسکے دشمنون پر نعمتین دیتا رہتا ہے اور وہ جلتا رہتا ہے جتنی اونسے سبقتین ملتی ہین ویسا ہی اوسکو پریشانی خاطر اور تنگی سینہ ہوتی ہے اور مغموم اور محروم بنا پڑا رہتا ہے جو بات کہ اپنے دشمنون کے لیے چاہتا تہا یا اسکے دشمن اسکے لیے چاہتے تہے اوسین خود مبتلا رہتا ہے اسکی تو تمنا ہی تہی کہ دشمنون کو رنج پہونچے مگر خود دم نقد رنج و غم مین پہنسگیا اور جس سے حسد کی اوسکی نعمت بہی جسد سے نگئی اگر بالفرض آدمی کو قیامت اور حساب کتاب پر بہی ایمان نہوتا ہم مقتضای ہوشیاری عاقل کے لیے یہی ہے کہ حسد سے بچے جسمین خود اپنی جان کو رنج ہی رنج ہوا اور کچھہ فائدہ نہوا اور اگر عذاب آخرت کو بہی جانتا ہو تب تو بطریق اولے بچنا چاہیے عاقل شخص سے بہت عجیب ہے کہ بے فائدہ غضب الہی کا اپنے آپ کو ہدف کرے اور اپنے دین و دنیا تباہ کرے اور انواع رنج و محن کا متحمل ہو اور حاصل حصول کچھہ بہی نہوا اور جس شخص کی حسد کرتا ہے اوسکو دین و دنیا مین حسد کے باعث ضرر کا نہ پہونچنا صاف ظاہر ہے اسلیے کہ حسد کے باعث اوسکی نعمت دور نہین ہوتی بلکہ جو کچھہ اللہ تعالی نے کسی کے لیے اقبال و نعمت مقدر کیا ہے وہ وقت مقررہ تک بیشک رہیگا اوسکے دفع کا کوئی حیلہ نہین کل شیء عندہ بمقدار اور لکل اجل کتاب خود فرماتا ہے اسی بنا پر ایک پیغمبر نے انبیا سے جناب باری مین ایک عورت کی شکایت کی جو خلق پر حاکم ہوکر ظلم کیا کرتی تہی

تو ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہمنے ازل مین مقدر کر دیا ہے اوسکی تبدیل کی کوئی صورت نہین اقبال و تعہد اسکا
لکھا گیا وہ ضرور ہوگا تمکو اگر یہ معلوم ہو اوسکے سامنے سے ٹل جاو غرض جب نعمت کا زوال حسد
سے نہین ہوتا تو محسود کو دنیا مین کیا ضرر ہے اور آخرت مین کونسا گناہ اور اگر یہ گمان ہو کہ شاید حسد کی
باعث نعمت اوسکے پاس سے جاتی ہی رہی تو اسمین اپنے نفس کا دشمن ہوتا ہے کیونکہ آخر کوئی حاسد
کا بھی دشمن ہوگا جو اوسپر حسد کرتا ہو تو اگر حسد ہی سے نعمت جاتی رہا کرے تو دنیا مین کوئی
بھی ایسا نرہے جسکے پاس خداتعالی کی نعمت ہو بلکہ نعمت ایمان سے بھی کوئی بہرہ ور نہو کیونکہ کافر تو
مسلمانونکی حسد ایمان ہی پر کیا کرتے ہین جیسا کہ قرآن مجید مین ہے قال وَدَّ کَثِیرٌ مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ
مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ کُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ الآیہ پس جسکو یہ تمنا ہو کہ میرے حسد کے باعث دوسری کی نعمت
جاتی رہی وہ گویا یہ چاہتا ہی کہ مجھسے کفار کی حسد کی باعث نعمت ایمان سلب ہوجاوے اسیطرح اور نعمتونکو قیاس کرنا چاہیے
اور اگر حاسد جانتا ہو کہ میرے حسد سے تو اورونکی نعمت جاتی رہے گی مگر اورونکی حسد سے میری نعمت
بچا رہیگی تو یہ نہایت جہالت و بیوقوفی ہے ہر ایک حاسد احمق یہی چاہا کرتا ہے کہ نعمت خاص میری ہی
لیے رہے لیکن کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی نہین ہوتی کہ دوسرے کے پاس سے کیون اسکی پاس
آجاوے پس یہ انعام خداوندی کہ حسد کے باعث نعمت کو زوال نہین قابل شکر گذاری کے ہے جسکو جاہل
برا جانتے ہین اور محسود کا فائدہ دین و دنیا مین بھی ظاہر ہے دین مین تو اسلیے کہ اوسپر حاسد نے ظلم
و زیادتی کی خصوص ایسے حال مین کہ حسد کا اثر حاسد کے اقوال و افعال مین ہوا ہو اور محسود کی
غیبت و طعن و ہتک اور بدگوئی پر آمادہ کیا ہو ان باتونسے حاسد کے حسنات محسود کو ملینگے اور [illegible]
کو نعمت آخرت سے گنہگار ہوجاوے گا جیسا دنیا کی نعمت سے مفلس و محروم رہا تو محسود کو یہ فائدہ ہوا کہ
نعمت دنیاوی پر نعمت اخروی بڑی چیز ملی کہ نیکیان ہوئین کسی سے اور اوسکو مفت ملین اور حاسد
کی جان کو شقاوت پر شقاوت ہوئی کہ دنیا مین حسد کا مارا جاتا ہے اور آخرت مین کیا کرایا دوسرے کو دیا گیا
اور محسود کا نفع دنیا مین یہ ہے کہ ہر کوئی یہ چاہا کرتا ہے کہ میرے دشمنونکو شقاوت اور برائی پہونچی اور ہمیشہ
رنج و تکلیف مین رہین سو یہ بات محسود کی دشمنی یعنے حاسد کو موجود ہے کوئی رنج و دکھ حسد کے رنج سے
بڑھکر نہین غایت تمنا دشمنونکی یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ چین کرین اور اونکے حاسد حسرت و غم مین مبتلا رہین
پس حاسد اونکی غرض و تمنا کے بموجب ہی رہتا ہے کہ وہ مزے لوٹتے ہین اور یہ چھاتی کوٹتا ہی اور یہی
وجہ ہے کہ دشمن اپنے حاسد کی موت نہین چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ حاسد کی عمر زیادہ ہو تاکہ حسد
کی آگ مین مدام جلتا رہے وہ اپنی نعمت کی اتنی خوشی نہین کرتا جتنی حاسد کے رنج سے خوشی ہوتی ہے

اگر اوسکو معلوم ہوجاوے کہ حاسد کو رنج حسد سے نجات ہو گئی تو اوسپر گویا مصیبت ٹوٹ پڑی اب اگر ان باتونکو حاسد تامل کرے تو جان لے کہ مین قطعی اپنے نفس کا دشمن ہون اور دشمن کا خیرخواہ اسلیے کہ ایسی بات کی جسمین اپنا سراسر ضرر دنیا و آخرت مین ہوا اور دشمن کا نفع دونون جہان مین ہوا اور خالق و مخلوق کے سامنے برا ٹھہرا اور حال و مآل مین بدبخت ہوا اور محسود کی نعمت جون کی تون بنی رہی پھر اسی پر بس نہین کی کہ دشمن کا کام بنگیا بلکہ ایک اور زیادہ خرابی یہ ہوئی کہ جو سب سے زیادہ دشمن ہے یعنی ابلیس اوسکو بھی نہایت شادمانی ہوئی اسلیے کہ شیطان جب کسی شخص کو علم اور ورع اور جاہ اور مال کی نعمت سے مشرف پاتا ہے اور دوسرے کو محروم تو ڈرتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ یہ دوسرا شخص اوس سے محبت کرنے لگے اور اوسکو بھی ویسا ہی ثواب ملے اسلیے اوسکے دل مین نقش ڈالدیتا ہے کہ محبت کے ثواب سے بھی محروم ہے جیسا کہ عمل کے ثواب سے بھی محروم رہا ہے اخبار سے ثابت ہے کہ جو شخص مسلمانون کی بہتری چاہے اوسمین وہ بھی شریک رہتا ہے چنانچہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان شخص قوم سے محبت رکھتا ہے حالانکہ اونکے پلہ کا نہین آپ نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور ایک روز اثناء خطبہ مین ایک اعرابی آپ کے سامنے کھڑا ہوکر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہوگی آپ نے پوچھا کہ تو نے اوسکا کیا سامان کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ مینے اوسکے لیے کچھ بہت سی نمازین یا روزے تو نہین جمع کیے الا اللہ تعالیٰ اور اوسکے رسول کریم سے محبت رکھتا ہون آپ نے ارشاد فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ حضرت انس رض راوی حدیث فرماتے ہین کہ جیسی خوشی مسلمانونکو اوس روز ہوئی ویسی کبھی نہوئی تھی یعنی اس جہت سے کہ اکثر اونکا اعتماد اللہ و رسول کی محبت پر تھا

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان	چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان

حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہم رسول کریم اور ابوبکر رض و عمر رض سے محبت رکھتے ہین گو اون کے سے عمل نہین کرتے اسی محبت کی باعث خدا کی ذات سے توقع ہے کہ ہم اونکے ساتھ ہی ہونگے اور حضرت ابوموسی رض فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص خود تو نماز و روزہ ادا نہین کرتا مگر نمازیون اور روزہ دارون سے محبت رکھتا ہے آپ نے فرمایا ہُوَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رح سے کہا کہ یہ بات پہلے سے مشہور ہے کہ اگر آدمی سے ہوسکے تو عالم ہو عالم نہو سکے تو متعلم ہو متعلم بھی نہو سکے تو اونسے محبت ہی رکھے اور اگر محبت بھی نرکھہ سکے تو بغض بھی نکرے آپ نے فرمایا سبحان اللہ خداوند کریم نے بڑی راہ نکالدی ہے آپ تامل کرنا چاہیے کہ ابلیس نے باعث

حسد کسطرح جنت کے ثواب سے محروم رکہا اور اسی پر اکتفا نکی بلکہ دوسرے کا بغض بہی دلمین ڈال کر اوسکو نظرون مین برا کر دیا یہانتک کہ گناہ گار ٹھہرایا اور حاسد کے گناہ مین کیا شک ہے مثلاً اگر کسی عالم سے حسد کرے اور یہ چاہے کہ کسیطرح اس سے دین مین بہول ہو جاوے اور اوسکی چوک ظاہر ہو کر رسوا ہووے یا بولنے مین بند ہو جاوے یا بیمار پڑکر درس وتدریس سے باز رہے تو اس سے بڑہکر اور کونسا گناہ ہوگا ہان اگر آدمی عالم کے درجہ کو نہ پہونچے اور اس وجہ سے غمگین ہو تو گناہ اور عذاب اخروی سے محفوظ رہے گا حدیث شریف مین ہے کہ جنت کے لوگ تین قسم ہین المحسن والمحب لہ والکاف عنہ یعنی تیسری قسم وہ لوگ ہین کہ جو محسن سے ایذا دور کرین ایذا سے غرض ایذا جسمانی اور حسد اور بغض اور کراہت وغیرہ ہین لیکن مثال مذکورہ بالا مین شیطان نے حاسد کو تینون قسمون مین سے ایک کو بہی نچہوڑا تو حاسد کے حسد نے تو دشمن پر کچہ بہی اثر نکیا مگر شیطان کی حساد اوسکے نفس پر کام کر گئی یہانتک کہ خواب یا بیداری مین حاسد کا حال اوسپر منکشف ہو جاوے تو یون معلوم ہوگا کہ اپنے دشمن کیطرف تیر پہینکتا ہے کہ اوسکو قتل کرے لیکن اول تیر جو مارا تو اوسکے نہ لگا بلکہ اسکی دہنی آنکہہ مین لوٹ کر آلگا پہر غصہ ہو کر دوسرا جو مارا وہ بہی اچٹ کر اسکی بائین آنکہہ مین لگا پہر اور جہنجہلا کر تیسرا تیر مارا وہ بہی ہٹ کر اسکے سر مین آلگا اسیطرح بار بار یہ اوسکو تاک تاک مارتا ہے مگر ہر دفعہ اسیکے پہرکر لگتا ہے وہ بہرحال سالم و محفوظ رہتا ہے اور اسکے حرکات پر ہنستا ہے اور تالیان بجاتا ہے تو محسود اور شیطان حاسد کا اسیطرح تمسخر کرتے ہین بلکہ اگر غور کیا جاوے تو حاسد کا حال تیرانداز کی نسبت زیادہ برا ہے کیونکہ تیر تو صرف نقصان آنکہونکا یا اور اعضاء ظاہری کا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اوسوقت نہ جاتی تو مرنے کے بعد فنا ہو جاتے اور حاسد کے اوپر گناہون کی بوچہار ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بہی اسکا رنج ساتہہ رہے گا اور کیا عجب ہے کہ غضب خداوندی دوزخ مین پہونچا دے پس دنیا مین اندہا ہو کر رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ آنکہہ رکہے ہوتے دوزخ مین جاوے اور اونکو آتش دوزخ کہاوے اس بات کو خیال کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے حاسد سے کیا بدلہ لیا یہ یون چاہتا تہا کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے خدا نے اوسکے پاس سے تو نکہوئی اسیکے پاس سے کہودی یعنے گناہ سے بچا رہنا اور رنج والم سے سلامت رہنا بڑی نعمت تہی حاسد کو اس سے محروم کر دیا چنانچہ خود فرماتا ہے وَلَا یَحِیقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَہْلِہٖ اور کبہی کبہی ایسا بہی ہوتا ہے کہ جس بات کی تمنا دشمن کے لیے کرتا ہے خود اوسمین مبتلا ہوتا ہے بلکہ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جو دوسرے کی برائی چاہے خود اوسمین مبتلا نہو چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ جو چیز مینے کبہی حضرت عثمان رضی کیواسطے تمنا کی وہ مجہپر پڑی یہانتک کہ اگر مین اونکی قتل کی تمنا کرتی

تو خود مشغول ہوئی یہ تو حال صرف حسد کے گناہ کا ہے اس سے اون چیزوں کو خیال کرنا چاہیے جو حسد کے
باعث پیدا ہوتے ہیں یعنے اسلاف اور انکار حق اور دست و زبان کا فواحش میں چلنا اور دل کے پہلو سے
پھوڑنے وغیرہ وغیرہ صکہ یہ وہ مرض ہے جس سے پہلی قومیں ہلاک ہوئی ہین یہانتک علاج علمی تہا پس جب
آدمی ذہن صاف اور حضور قلب سے اوسکو سوچے گا حسد کی آگ تہ دل میں فرو ہو جاویگی اور جانے گا
کہ یہ بلا میرے نفس کی مہلک ہے اور میرے دشمنوں کی خوش کرنے والی اور پروردگار عالم کی ناخوش
کرنے والی اور عیش کی مکدر کرنے والی اب علاج عملی کو سننا چاہیے کہ جس کام کو حسد مقتضی ہو اوسکے
خلاف عمل کرے خواہ قول ہو یا فعل مثلاً اگر حسد اس بات کو چاہے کہ محسود کی برائی بیان کیجیے تو یہی
زبان سے بزور اوسکی مدح و ثنا کرے اور اگر حسد کے بارے تکبر کو جی چاہے تو بتکلف اوس سے تواضع اور عذر
پیش آوے اور اگر حسد مقتضی اوسکو نہ دینے کے ہو تو جتنا پہلے دیتا تہا اوس سے زیادہ دینے کی عادت کرے
جب یہ باتین کوشش اور اجتہاد سے کرے گا اور محسود کو معلوم ہو جاوے گا تو وہ راضی ہو جاویگا
اور محبت کرنے لگے گا اور جب اوسکی طرف سے محبت ہوگی تو حاسد کو بہی خواہ نخواہ محبت پیدا ہوگی اور اسکے
اتفاق سے بالکل مادہ حسد کا منقطع ہو جاوے گا اسلیے تواضع اور مدح و ثنا اور نعمت پر اظہار سرور سے
نعمت والے کا دل کہنچ آتا ہے اور غلام ہو جاتا ہے اور مہربانی پیش آتا ہے اور اونکے عوض مین سلوک
کرنا چاہتا ہے جب اوسکی طرف سے سلوک ہوتا ہے تو دوسری طرف سے بہی انسان بندہ احسان کا مضمون
پیش ہو کر جو باتین بتکلف سرزد ہوتی تہین اب طبعاً ہونے لگتی ہین اور اس باب مین شیطان حاسد کو
یہ دہوکہا دیتا ہے کہ اگر تو تواضع اور ثنا کریگا تو محسود کی نظروں مین عاجز یا ذلیل یا خوفناک یا منافق
ٹھہرے گا تو آدمی کو چاہیے کہ اس فریب مین نہ آوے بلکہ یون جانے کہ خوش معاملگی خواہ تکلفاً ہو یا طبعاً
عداوت طرفین کو فرو کر دیتی ہے اور حسد کے دانت کہٹے ہو جاتے ہین دل الفت و محبت کی طرف
رجوع کرتا ہے اور رنج و عذاب حسد سے اور بغض کے دکہہ سے راحت پاتا ہے یہ علاج حسد کا ہے اور
نہایت مفید ہے اسلیے کہ شدت سے تلخ ہے اور جو کہ دوا ہی تلخ سے دفع مرض خود مشہور ہے پس جو شخص
تلخی دوا پر صبر نہ کرے گا وہ شیرینی شفا بہی نہ چکہیگا اس دوا کی تلخی جبہی آسان معلوم ہوتی ہے جب آدمی
اون باتون کو سوچے جو اوپر مذکور ہوئین اور اللہ تعالی کے حکمون پر بزور راضی ہے اور ثواب رضا کا
طالب اور اپنے آپ کو وہی منظور ہو جو خدا کو منظور ہو اپنے نفس سے یہ بات نکالدی کہ کوئی چیز میری مرضی
کے خلاف نہو کیونکہ اگر یہ بات دل مین جمی رہیگی تو گویا ان ہوت بات کا خواہان ہوگا اسلیے کہ اس امر
کی طمع کرنی کہ سب کام میرے حسب مراد ہون سراسر فضول ہے اور چونکہ مراد کا نملنا بہی ایک طرح کی ذلت

اور رخصت ہے اور اس ذلت سے بچاؤ کی صورت دو ہی طرح پر ہے یا تو سب کام مرضی کے موافق ہوں
یا جو کچھ ہو جاوے اوسپر راضی ہو امر اول اپنے اختیار میں نہیں نہ تکلف اور مجاہدہ اوسمین کار آمد
اسلیے دوسری بات مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے ہر ایک عاقل کو اوسکا حاصل کرنا واجب
ہے یہ علاج بطور اجمال بیان ہوا اور مفصل علاج جس سے اسباب حسد کی بیخ کنی ہو یعنی کبر اور عزت نفس
اور امور بیہودہ پر اصرار بیجا وغیرہ انکی تفصیل اور ہر ایک سبب کا علاج انشاء اللہ اپنے اپنے موقع پر
آوے گا کیونکہ اس مرض کا مادہ یہی اسباب ہیں اور روگ بدون قطع مواد کے نہیں جاتا پس شخص
ان علاجوں کو دستور العمل بناوے گا تو اور کچھ نہیں تو اسقدر تو ضرور ہوگا کہ دل میں تسکین [illegible]
ہو جاوے اور مواد کے رہتے ہوئے تسکین حاصل ہونی باوجود سخت محنت کی بھی دشوار ہے مثلاً فرض
کرو کہ کوئی شخص محبت جاہ رکھتا ہے جو اسباب حسد میں سے ہے تو ضرور اپنے حریف پر حسد کرے گا اور اوسکی
نسبت لوگوں کے دلوں میں زیادہ جگہ کرنی چاہے گا اور اگر وہ زیادہ تر مقبول ہوگا تو اوسکو البتہ
رنج ہوگا غایت یہ کہ اپنے ہاتھ و زبان سے اس غم کا اظہار نہ کرے اور پی جاوے مگر یہ نہیں ہو سکتا
کہ محبت جاہ بھی باقی ہو اور حسد نہ رہے

سولھواں بیان اوس مقدار حسد کا جسکا دور کرنا دل میں سے واجب ہے

جاننا چاہیے کہ ایذا دہندہ کے اوپر آدمی کو طبعاً غصہ آتا ہے مثلاً اگر تمکو کوئی ایذا دے تو تم سے نہ ہو سکیگا
کہ اوس سے بغض نرکھو یا اوسپر کوئی نعمت آجاوے تو برا نجانو اور نیکی و بدی میں اوسکا حال اپنے نزدیک
برابر سمجھو بلکہ دونوں حالوں میں ہمیشہ فرق معلوم ہوگا اور شیطان بھی علی الدوام حسد کی طرف
کھینچتا رہے گا لیکن اگر اوسکا جذبہ غالب پڑ جاوے گا حتی کہ ظہور حسد تمہارے قول و فعل اختیاری میں
ہونے لگے تو تم حاسد اور گنہگار ٹھہروگے اور اگر اپنے ظاہر کو بالکل ایسے امور سے روکے رکھو گے مگر باطن
میں خواہاں اسبات کے ہوگے کہ نعمت اوسکی جاتی رہے اور اسبات کو برا نجانتے ہوگے تب بھی حاسد
اور عاصی ہوگے اسلیے کہ حسد قلب کی صفت ہے صفت فعل نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے
وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا اور فرمایا وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ
سَوَاءً اور فرمایا إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ اور فعل جو حسد سے سرزد ہوتے ہیں مثل غیبت اور جھوٹ
وغیرہ کہ وہ عین حسد نہیں ہیں بلکہ محل حسد کا قلب ہی ہے اعضاء ظاہری اوسکے محل نہیں ہاں اتنا
فرق ہے کہ اس قسم حسد میں جو اقوال و افعال ظاہری میں نہ آوے اور دل ہی میں رہے کوئی حق عبد
نہیں ہے کہ اوسکا معاف کرانا واجب ہو بلکہ خدا کے نزدیک گنہگار ٹھہرتا ہے اور معاف کرنا وہاں

واجب ہوتا ہے جہان اسباب کا ظہور اعضاء ظاہری پر ہو اب اگر باوجود اعضاء ظاہری کے روک لینے کے اپنے نفس کے اوس حالت کو بھی برا سمجھو کہ دوسرے کی نعمت کا زائل ہونا کیون پسند کرتا ہی یہانتک کہ گویا نفس پر اسوجہ سے غصہ کرو تو یہ اچھا عقل کی جانب ہوگا یعنے طبیعت کیطرف سی جو خواہش زوال نعمت پائی جاویگی اوسکو برا جاننا عقل کی طرف سی ہوگا اس صورت مین جو امر تیرے واجب تھا وہ کر گذرے اگر اس سے زیادہ اور کچھہ اختیار مین نہین ہوتا اور اسطرح پر طبیعت کا بدل دینا کہ اوسکے نزدیک موذی اور محسن ایک سے ہوجاوین اور خواہ اون پر خوشی آوے یا مصیبت ٹوٹ پڑے اوسکا یکسان حال رہے یہ امر طاقت طبعی سے باہر ہے بشرطیکہ آدمی دنیا کے لذات مین پھنسا ہے ہان اگر اللہ تعالی کی محبت مین ڈوبا رہیگا اور شراب عشق حقیقی سے متوالا بنے گا تو ایسا حال ہوجاوے گا کہ بندون کی جو جدے احوال کیطرف توجہ نرہے کی سبکو ایک ہی آنکھہ سے دیکھے گا یعنے سب پر نظر رحمت ہی کرے گا اور سب کو مخلوق خدا اور اونکے افعال کو افعال خدا سمجھیگا اور کل مخلوق کو مسخر حکم الٰہی جانے گا اور یہ حال اگر کسکو میسر بھی ہوتا ہے تو دائمی نہین بجلی کی چمک کیطرح آناً فاناً گذر جاتا ہے پہر قلب اپنی حالت طبعی کیطرف آجاتا ہے اور دشمن جانی شیطان لعین پہر وہی وسوسہ ڈالنا شروع کرتا ہے پس اگر اوس موذی کے مقابلہ مین بزور عقل اوسکی بات کو برا جانیگا تو جو امر اسکے ذمہ واجب ہی اوسکو ادا کر چکا اور بعضونکا قول ہے کہ جب تک حسد کا ظہور اعضاء ظاہری مین نہو تب تک گناہ نہین ہوتا اسلیے کہ حضرت حسن سے کسی نے حسد کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اوسکو پوشیدہ رکھنا چاہیے اس سے کچھہ ضرر نہین ہونے کا جب تک کہ ظاہر نہ کروگے اور بعضون نے اس روایت کو اونسے موقوف اور مرفوع بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلَاثَةٌ لَا يَخْلُو مِنْهُنَّ مُؤْمِنٌ وَلَهُ مِنْهُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُهُ مِنَ الْحَسَدِ أَنْ لَا يَبْغِي مگر بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد وہی لیا وے جو ہم اوپر لکھہ چکے ہین یعنے دین اور عقل کی جانب سے بمقابلہ محبت طبعی حسد باطنی کی برائی بھی دل مین ہو اور اسی برائی کی جہت سی بغی اور ایذا سے باز رہے کیونکہ جتنی حدیثین کہ حسد کی مذمت مین وارد ہوئی ہین بظاہر اسی بات پر دلالت کرتی ہین کہ ہر قسم کے حاسد گناہگار ہین علاوہ اسکے حسد صفت قلب کا نام ہے نہ افعال کا اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو کسی مسلمان کی برائی چاہے وہ بالضرور حاسد ہے خلاصہ یہ کہ اگر آدمی صرف دل سے حسد کرے اور ظاہر مین اوسکا اثر نہو تو اسطرح کی حسد کے گناہ ہونے مین اختلاف ہے الا ظاہر آیات و احادیث سے وہی معلوم ہوتا ہے جو ہم لکھہ چکے ہین اور معنون کی جہت سے بھی کچھہ ایسا ہی سمجھا جاتا ہے اسلیے کہ بہت بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے مسلمان کی برائی کا دل سے خواہان ہو اور اس خواہش کو

برا بھی نجانے اور پھر معاف کر دیا جاوے اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ آدمی کو دشمن کے ساتھہ تین حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ بحسب مقتضاے طبع اوسکی برائی چاہے مگر اس برائی چاہنے کو عقل سے برا سمجھے اور اپنے نفس پر غصہ کرے اور اس بات کا کوئی بہانہ ڈھونڈھے جس سے یہ خواہش دل سے جاتی رہے تو یہ قسم حسد کی قطعاً معاف ہے اسلیے کہ آدمی کے اختیار مین اس سے زیادہ کچھہ نہین دوسرے یہ کہ دلمین اوسکی نعمت کے زائل ہونیکی محبت ہو اور اوسکی برائی سے خوشی ظاہر کرے خواہ زبان سے یا اور اعضا سے تو یہ حسد یقیناً ممنوع ہے تیسرے یہ کہ حسد صرف دل سے کرے اور اوسکو برا نسمجھے اور نہ اپنے نفس پر اسوجہ سے غصہ کرے الا اعضاے ظاہری پر حسد کا ظہور کچھہ نہو اور مقتضاے حسد سے کوئی فعل اختیاری نکرے تو اس قسم مین اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اسی قسم مین بقدر قوت و ضعف محبت زوال نعمت کے گناہ ہوگا واللہ اعلم والحمد للہ رب العالمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

چھٹا باب دنیا کی مذمت کے بیان مین اس مین پانچ بیان ہین

رباعی

ہے حمد و ثنا کا بحر واسع مشہور — اس ورطہ سے ہو پار کوئی کیا مقدور
احسن ہے کہ مین اوسکے نہو کر درپے — دنیا کی برائیان کرون کچھہ مذکور

واضح ہو کہ دنیا اللہ کی اور اوسکے دوستون اور دشمنون کے سب کی دشمن ہے اللہ کی دشمن تو اسوجہ سے کہ اللہ کے بندونکو اوسکا رستہ نہین چلنے دیتی ہے رہزنی کرتی ہے اسی جہت سے جب سے اللہ تعالی نے اوسکو پیدا کیا ہے اوسکی طرف نگاہ بھر کر نہین دیکھا اور دوستان خدا کی اسوجہ سے دشمن ہے کہ اونکے سامنے بڑے تزک اور آرایش سے بن بن کر آتی ہے اور اپنے جھلاوے دکھلاتی ہے کہ کسی طرح شیفتہ ہوجاوین اونکو اسکی علیحدہ کرنے مین بہت سا صبر کرنا پڑتا ہے اور دشمنان خدا کی اسلیے دشمن ہے کہ اسنے اپنے مکر و فریب سے اونکو بتدریج پھنسا لیا یہانتک کہ وے اسپر اعتماد کر بیٹھے لیکن پھر وہ ایسا اونکو محتاج کریگی کہ بجز حسرت و ندامت کچھہ ساتھہ نہ لیجاوینگے اور ابد الآباد کی سعادت سے محروم رہینگے دنیا کی جدائی سے جدا داغ بدل ہونگے اور اخروی مصائب مین جدا پا در گل اگر فریاد کرینگے تو یہ جواب سنینگے اِخْسَئُوا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ اور اس آیت کی مصداق ہونگی اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ جب دنیا کی آفات و شرور کا یہ حال ہے تو اول اوسکی حقیقت اور ماہیت کا پہچاننا بہت ضروری ہے اور یہ کہ باوجود عداوت کے اسکے پیدا ہونے مین کیا حکمت ہے اور اسکے فریب اور شرور کے رستونکو بھی معلوم کرنا لابدی ہے اسلیے کہ جو بدی کو جانتا ہی نہین اوس سے کس طرح بچیگا بلکہ تعجب نہین کہ اوسمین مبتلا ہوجاوے اسی لیے ہم دنیا کی مذمت اور

مثالیں اور حقیقت اور اوسکے معنونکی تفصیل اور اوسکی کاموں کی اقسام ذکر کرتے ہین اور نیز جس وجہ سے
کہ حاجت اوسکی طرف ہوتی ہے اور جس باعث سے کہ لوگ اوسمین مشغول ہو کر خدا سے پہر جاتے ہین اوسکو
بہی لکہینگے

بیان اول دنیا کی مذمت مین

کلام مجید مین آیات مذمت دنیا کی بہت ہین اور اکثر جا لوگونکو اوسکی طرف سے اعراض کرنے اور آخرت
کیطرف رجوع کرنے کا حکم ہے بلکہ انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو بہیجنے سے بہی صرف یہی مقصود ہے اسی
لحاظ سے کلام اللہ سے اسکی سند لانے کی ضرورت نہین صرف چند احادیث جو اس باب مین وارد ہین
اونکو لکہے دیتے ہین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری پر گذرے اور اصحاب رض
سے فرمایا کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے یا نہین انہون نے عرض کیا کہ اگر ذلیل نہوتی
تو یہان کیون ڈالدیتے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ دنیا
اللہ کے نزدیک اس بکری سے بہی زیادہ ذلیل ہے اور اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر
اوسمین سے ایک گہونٹ بہی نہ ملتا اور دوسری حدیث مین فرمایا الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر اور
فرمایا الدنیا ملعونۃ ملعون ما فیہا الا ما کان للہ منہا اور حضرت ابو موسی اشعری سے یہ حدیث
مروی ہے من احب دنیاہ اضر بآخرتہ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاہ فآثروا ما یبقی علی ما یفنی اور فرمایا
حب الدنیا رأس کل خطیئۃ اور زید بن ارقم رض فرماتے ہین کہ ہم حضرت ابو بکر رض کے ساتہ تہے کہ اونہون نے
پانی مانگا لوگ پانی شہد مین ملا ہوا لائے جب آپ نے منہ سے لگایا خوب روئے یہانتک کہ ساتہی
بہی رونے لگے اور رو کر چپ ہو گئے مگر حضرت صدیق رض چپ نہوئے اور برابر روئے گئے حتی کہ لوگون نے
جانا کہ ہم سبب گریہ بہی نہ پوچہ سکین گے پہر آپ نے اپنی آنکہین پونچہ ڈالین لوگون نے عرض کیا
کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس سبب سے روتے تہے آپ نے فرمایا کہ مین ایکدفعہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہ تہا مینے دیکہا کہ آپ کسی سے فرماتے ہین کہ میرے پاس سے دور ہو
حالانکہ وہان کوئی نہ تہا مینے عرض کیا کہ آپ کسکو دفع کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسوقت دنیا مجسم ہوکر میرے
سامنے آئی مینے اوسکو کہا کہ مجہسے علحدہ رہ وہ پہر آئی اور مجہسے کہنے لگی کہ اگر آپ
مجہسے بچے رہین گے تو آپ کے بعد کے لوگ تو نہین بچین گے اور ایک حدیث مین ہے یا عجبا کل العجب
للمصدق بدار الخلود وہو یسعی لدار الغرور اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کوڑے
پر کہڑے ہوئے اور لوگون کو ارشاد فرمایا کہ آؤ دنیا دیکہو اور اوس کوڑے پر سے ایک سڑا ہوا کپڑا اور گلی ہوئی

ٹھیکریاں لیکر فرمایا کہ ھٰذِہِ الدُّنْیَا یعنی یہ ارشاد ہے کہ زینت دنیا بھی ان ٹھیکریوں کی طرح جلد کہنہ ہوجا[ئیگی]
اور جو جسم دنیا میں پرورش پاتے ہیں وہ ان ہڈیوں کی طرح سڑ گل جاوینگے اور ایک حدیث میں
فرمایا کہ اِنَّ الدُّنْیَا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْہَا فَنَاظِرٌ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَمَّا
بُسِطَتْ لَہُمُ الدُّنْیَا وَمُہِّدَتْ تَاہُوْا فِی الْحِلْیَۃِ وَالنِّسَاءِ وَالطِّیْبِ وَالثِّیَابِ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
ارشاد ہے کہ دنیا کو اپنا مالک مت بناؤ وہ تمکو غلام بنالے گی اور اپنا خزانہ ایسے کے پاس جمع کرو
جو تلف نکرے کیونکہ دنیا میں خزانہ والے پر آفت کا خوف رہتا ہے جسکا خزانہ خدا کے پاس ہوگا اوسکو
کچھ آفت کا خوف نہیں اور یہ بھی اونہیں کا ارشاد ہے کہ اے گروہ حواریین میں نے تمہارے لیے دنیا کو
اوندھے منہ کر دیا ہے ایسا نہو کہ میرے بعد تم اوسکو اٹھا کھڑا کردو دنیا کی خباثت میں سے ہے کہ آدمی
اسکے لیے خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور جب تک یہ نہیں چھوٹتی آخرت نہیں ملتی دنیا کو گذرگاہ سمجھو اور
مسافروں کی طرح سے اوس پر گذر جاؤ عمارت وغیرہ نہ بناؤ اور جان رکھو کہ سب برائیوں کی جڑ دنیا کی
محبت ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک گھڑی کی خواہش نفس بہت دنوں کے رنج کا موجب ہوتی ہے اور یہ بھی
اونہیں کے ارشادات میں سے ہے کہ تمہارے لیے دنیا اوندھے منہ پڑی ہے اور تم اوسکی پشت پر بیٹھے ہو
تو چاہیے کہ دنیا کے باب میں بادشاہ اور عورتیں تمہارا مقابلہ نکریں یعنی بادشاہوں سے دنیا کے لیے مت جھگڑو
کیونکہ جب تم اونسے اور اونکی دنیا سے غرض نرکھوگے وہ تمہارے درپے نہونگے اور عورتوں سے
بچاؤ کی صورت نماز و روزہ سے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا بعضوں کی خود طالب ہے اور بعضے اوسکی طالب
ہیں پس جو لوگ طالب آخرت ہیں اونکی تو دنیا زندگی بھر طالب ہے اور جو طالب دنیا ہیں اونکو آخرت
بلاتی رہتی ہے یہانتک کہ موت آکر گردن پر سوار ہوجاتی ہے اور حضرت موسیٰ بن یسار سے یہ حدیث
مروی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ جَلَّ ثَنَاؤُہٗ لَمْ یَخْلُقْ خَلْقًا اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ مُنْذُ خَلَقَہَا لَمْ یَنْظُرْ اِلَیْہَا
اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ایک بنی اسرائیل کے عابد کے پاس تشریف لے گئے
لشکر آپ کی ہمرکاب تھا دہنے بائیں جن اور آدمی پرے باندھے تھے اور جانور اوپر سے سایہ کیے تھے
عابد نے عرض کیا کہ اے ابن داؤد خداوند کریم نے تمکو بڑی سلطنت عنایت فرمائی آپ نے سنکر فرمایا کہ مومن
کے نامہ اعمال میں ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا اس تمام کروفر سے بہتر ہے کیونکہ یہ جو مجھکو ملا ہے سب فانی
ہے اور اللہ کا ذکر ساتھ رہنے والا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند جل وعلا
ارشاد فرماتا ہے اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُرُ اس سے یہ غرض ہے کہ آدمی کہا کرتا ہے کہ یہ میرا ہے یہ میرا ہے حالانکہ
اوسکا اوسیقدر ہے جو کھانے میں کھو دیا یا پہنکر اوڑا دیا یا خیرات دیکر جمع کر دیا اور فرمایا اَلدُّنْیَا دَارُ

من لا دار له ومال من لا مال له ولها يجمع من لا عقل له وعليها يعادي من لا علم له وعليها يحسد من لا فقه له ولها يسعى من لا يقين له اور فرمایا من اصبح والدنيا اكبر همه فليس من الله في شيء والزم الله قلبه اربع خصال هما لا ينقطع عنه ابدا وشغلا لا يتفرغ منه ابدا وفقرا لا يبلغ غناه ابدا واملا لا يبلغ منتهاه ابدا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو ارشاد فرمایا کہ مین تجھکو دنیا اور مافیہا دکھا دون مینے عرض کیا کہ بہت بہتر آپنے میرا ہاتھ پکڑا اور مدینہ منورہ کے ایک جنگل مین تشریف لائے وہان ایک جگہہ کھوپریان اور پاخانہ اور ہڈیان و چیتھڑے پڑے تھے آپنے فرمایا کہ اے ابوہریرہ یہ کھوپریان ایسے ہی حرص کیا کرتی تہین جیسے تم کرتے ہو اور ایسے ہی امل کیا کرتی تہین جیسے تم کرتے ہو آج ایسی ہو گئین کہ اونپر چمڑا بھی باقی نہین اب چندروز مین راکھہ ہو جاوینگی اور پاخانہ جو دیکھتے ہو یہ اونکی غذا تھی معلوم کہان کہان سے کماکر لایا تہا آج ایسا ہو گیا کہ تمکو اس سے نفرت ہے اور یہ چیتھڑے اونکی پوشاک کے ہین کہ ہوا سے مارے مارے پھرتے ہین اور یہ ہڈیان اونکے چوپایون کی ہین جنپر چڑہ چڑہ کر شہر بشہر پھرا کرتے تھے پس جسکا انجام اس دنیا ناپائدار کا ہے تو مقام عبرت و گریہ ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم جبتک خوب نہ رولیے تب تک وہان سے نہ ہٹے

گذر ناگاہ جب میرا ہوا شہر خموشان مین
عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہان عالم کا
کہین آئینہ پڑا تو سکندر کا شکستہ تہا
کہین ٹوٹا پڑا تہا کاسہ سر خاک مین جم کا

اور روایت ہے کہ جب اللہ عز وجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو اونکو ارشاد فرمایا کہ لد للخراب ولد للفنا اور حضرت داؤد بن ہلال رح فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفون مین مرقوم ہے کہ اے دنیا تو صلحا کے نزدیک بڑی ذلیل ہے جنکے لیے تو بن سنور کر سامنے ہوتی ہے مینے اونکے دلون مین تیرا البغض في الدنيا ہے اور تیری طرف سے اعراض کوئی خلقت مینے تجھسے زیادہ ذلیل نہین بنائی تیرا ہر ایک حال ذلیل ہے اور آخر کو فنا ہوگی اور جس روز مینے تجھکو پیدا کیا اوسی روز حکم کرچکا ہون کہ تو کبھی کسیکے پاس نہ رہیگی نہ کوئی تیرے پاس رہیگا گو کیسا ہی بخل و امساک کرے خوشا حال اون نیک لوگون کا جنکے دلمین میری رضا اور ضمیر مین راستی و استقامت ہو اونکا عوض اور ثواب میرے پاس یہ ہوگا کہ جب قبرون سے اوٹھکر میری طرف چلینگے تو آگے آگے نور ہوگا اور فرشتے گرد ہونگے جسقدر رحمت کی وہ مجھسے توقع کرتے ہونگے اوسیقدر اونکو عطا کرونگا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کو جب سے اللہ تعالی نے پیدا کیا ہے جب سے اودہر مین

اوسکی طرف نگاہ نہین فرماتا قیامت کے روز عرض کریگی کہ الٰہی آج اپنے کسی ادنیٰ ولی کے لیے مجھہ مین سے
عطا فرما ارشاد ہوگا کہ او ناچیز چپ رہ دنیا مین تو مینے تجھکو اونکے لیے پسند ہی نہین فرمایا کیا آج پسند
کرتا اونکے پاس ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ مین مذکور ہے کہ جب اونہون نے اوس درخت
کہایا تو اونکے پیٹ مین کچھہ گڑبڑ ہوا اور یہ بات جنت کی دوسری غذاون مین نہ تہی کہ کہانے سے حاجت
پاخانہ ہو صرف اوسی درخت مین یہ تاثیر رکھی گئی تہی اور اسی وجہ سے ممانعت بہی ہوئی تہی غرضکہ قضائے
حاجت کے لیے گہومنا شروع کیا ایک فرشتہ کو حکم خداوندی ہوا کہ انسے پوچھو کیا چاہتے ہو حضرت آدم
علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ منظور ہے کہ میرے پیٹ مین جو بلا ہے اوسکو کہین ڈالدون فرشتہ کو
ایمائے ربانی کہا کہ یہان کونسی جگہہ اس قابل ہے فرش اور تخت اور نہرین اور درختون کا سایہ
انمین سے کوئی جگہہ اس قابل نہین اسکے لیے دنیا مین جاؤ اور ایک حدیث مین ہے کہ قیامت کے
روز کچھہ لوگ ایسے آوینگے کہ اونکے عمل وادی تہامہ کے پہاڑون جیسے ہونگے اونکے لیے حکم ہوگا کہ دوزخ
مین لیجاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلعم وہ لوگ نمازی ہونگے آپ نے فرمایا کہ ہان وہ نماز بہی
پڑہتے ہونگے روزہ بہی رکہتے ہونگے اور کچھہ رات سی جاگتے ہونگے الا اونکی یہ بات ہوگی کہ جب دنیا کی ادنے چیز اونکے
سامنے ہوتی تہی اوسپر کود پڑتے تھے اور بعض خطبون مین آپ نے ارشاد فرمایا المؤمن بین مخافتین
بین اجل قد مضی لا یدری ما اللہ صانع فیہ وبین اجل قد بقی لا یدری ما اللہ قاض بہ فلیتزود
العبد من نفسہ لنفسہ ومن دنیاہ لآخرتہ ومن حیاتہ لموتہ ومن شبابہ لہرمہ فان الدنیا
خلقت لکم وانتم خلقتم للآخرۃ والذی نفسی بیدہ ما بعد الموت من مستعتب ولا بعد الدنیا من
دار الا الجنۃ او النار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ مومن کے دل مین دنیا و آخرت
دونون کی محبت جمع نہین ہوتی جیسا ایک برتن مین آگ اور پانی نہین رہ سکتے اور روایت ہے کہ
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت مین عرض کیا کہ آپکی عمر سب انبیا
سے زیادہ ہوئی آپ نے دنیا کو کیسا پایا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے
ہین ایک مین سے مین اندر گیا اور دوسرے مین سے باہر نکل آیا شیخ سعدی

دنیا خرابست زندگانی دروے	
خوابیست کہ در خواب ببینی آنرا	

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے عرض کیا کہ آپ کوئی مکان بنوالیجیے آپ نے فرمایا
کہ ہمکو پہلے ہی لوگون کے کہنڈر کافی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین احذروا الدنیا
فانہا اسحر من ہاروت وماروت اور حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے اصحاب میں تشریف لا کر فرمانے لگے کہ کسی کو تم میں یہ منظور ہے کہ اللہ تعالی اوسکو بینا کر دے
اور اندھاپن جاتا رہے جان رکھو کہ جس شخص کی رغبت دنیا کیطرف ہوگی اور اوسمین طول امل
کرے گا تو اوسی قدر اللہ تعالی اوسکو اندھا کرے گا اور جو کوئی اپنے امل ہی مختصر رکھے گا اور دنیا مین
زہد کرے گا تو خداوند کریم اوسکو بے سیکھے علم دیگا اور بے کسی کے تبلائے ہدایت کرے گا اور یہ بھی دیکھو
کہ تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ اونکے پاس سلطنت بدون ظلم وکشت وخون نہ ہوگی
نہ توانگری بدون فخر اور بخل کے نہ محبت بدون غرض کے پس جو شخص تم مین سے وہ وقت پاوے اور باوجود
قدرت تونگری کے فقر پر صبر کرے اور دشمنی اور ذلت کو باوجود قدرت محبت وعزت کے برداشت کرے
اور اس صبر وتحمل سے بجز رضا مولی اور کچھہ مطلب نہو تو ایسے شخص کو خدا تعالی پچاس صدیقون کا ثواب
عنایت فرماوے گا اور روایت ہی کہ ایک دفعہ حضرت عیسی علیہ السلام پر شدت سے مینہ پڑا اور بادل
بھی گرجتا تھا آپ نے چاہا کہ کسی جگہہ پناہ لیا چاہیے دور سے ایک خیمہ نظر آیا آپ اوسکے پاس آئے
معلوم ہوا کہ اوسمین کوئی عورت ہی اوسکو دیکھکر وہانسے دوسری طرف پھرے اور ایک پہاڑ کے
درہ مین قصد جانے کا کیا دیکھا تو اوسمین شیر ہے آپ نے اوسپر ہاتھہ رکھکر فرمایا کہ الہی سب کا تو نے ٹھکانا
بنایا ہے میرے لیے کوئی ٹھکانا نہین بنایا حکم ہوا کہ تیرا ٹھکانا میری رحمت مین ہے قیامت کو تیرا بیاہ سو
حورون سے کرون گا جنکو مینے اپنے ہاتھہ سے بنایا ہے اور چار ہزار برس تک تیری ولیمہ کی دعوت
کہلاؤنگا جنمین سے ایک دن دنیا کی عمر کی برابر ہوگا اور ایک منادی کو حکم کرونگا کہ پکارے جتنے دنیا
زاہد ہین چلو عیسی بن مریم تارک دنیا کے ولیمہ مین شامل ہو اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین
کہ دنیا والے کے حال پر بڑا افسوس ہے کیسے اوسکے فریب مین آکر مرجاتا ہے اور اوسکو چھوڑ جاتا ہے
دنیا تو اوسکو رسوا کرتی ہے اور وہ اوسپر اعتبار کرتا ہے اور بے خوف رہتا ہے اور بڑی حسرت اونپر ہے
جو دھوکہا کہا کر جس چیز کو برا جانتے ہین وہی اونکے سامنے آتی ہے اور اپنی محبوب چیز سے جدا ہو جاتے ہین
اور جو کچھہ اونسے وعدہ ہوا کرتا تھا وہ اوسوقت آپہونچتا ہے اور افسوس ہے اوسپر جو دنیا کو مدنظر رکھے اور خطاؤن کو
دستور العمل بناوے کل کو گناہون کی فضیحت ورسوائی کا سامنا ہوگا اور روایت ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت
موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسی تیرا اس ظالمونکے گھر مین کیا کام ہی یہ تیرا گھر نہین اپنی ہمت کو
اس سے علیحدہ کر اور اپنی عقل سے اس سے جدا ہو یہ برا گھر ہے ہان جو شخص اسمین اچھے کام کرے اوسکے
لیے یہ اچھا گھر ہے اے موسی مین ظالم کی تاک مین لگا ہون یہانتک کہ اوس سے مظلوم کا عوض لون
اور روایت ہی کہ حضرت ابو عبیدہ جراح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین مین بھیجا تھا وہانسے

جب آپ بحرین سے تھوڑا مال لائے انصار نے جو انکی تشریف آوری کا حال سنا تو سب نے صبح کی
نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہوئے جب آپ نماز پڑھ چکے اور ارادہ تشریف لیجانے کا کیا
تو سب روکنے کو کھڑے ہو گئے آپ نے انکو دیکھکر تبسم فرمایا اور کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے
یہ سنا ہو گا کہ ابو عبیدہ کچھ لائے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ خوش ہو تمکو جس
سے تکلیف دفع کی بخدا کہ میں افلاس سے نہیں خوف کرتا ہوں کہ تم محتاج ہو جاؤ گے البتہ اس کا
ڈر ہے کہ کہیں تم پر دنیا کی زیادتی ایسی ہو جاوے جیسی تم سے پہلے لوگوں پر ہوئی تھی اور تم انہیں
کی سی رغبت تم میں بھی ہو جاوے اور پھر دنیا تمکو بھی انہیں کیطرح تباہ کر دے اور حضرت ابو سعید
خدری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَکْثَرَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مَا یُخْرِجُ اللّٰہُ
لَکُمْ مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ لوگوں نے عرض کیا کہ برکات الارض سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا
زَہْرَۃُ الدُّنْیَا اور ایک حدیث میں فرمایا لَا تَشْغَلُوْا قُلُوْبَکُمْ بِذِکْرِ الدُّنْیَا یہاں مقام تامل ہے
کہ آپ نے ذکر سے بھی منع فرمایا اوسکا حاصل کرنا تو درکنار اور عمار بن سعید رض سے روایت ہے کہ حضرت
عیسےٰ علیہ السلام کا گذر ایک گاؤں پر ہوا جسکے رہنے والے صحن اور راستوں میں مرے پڑے تھے آپ نے
حواریین سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ غضب الٰہی سے ہلاک ہوئے ہیں ورنہ ایک دوسرے کو دفن کرتے
انہوں نے عرض کیا کہ کسیطرح انکا حال ہمکو معلوم ہو جاتا تو خوب ہوتا آپ نے جناب باری میں
عرض کیا ارشاد ہوا کہ رات کے وقت انکو پکارنا تو جواب دینگے جب رات ہو گئی آپ نے ایک ٹیلے پر
کھڑے ہو کر پکارا اے گاؤں والو وہاں سے کسی نے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہے اے روح اللہ آپ نے
فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ شام کو اچھی طرح سوئے تھے صبح کو دوزخ میں جا پڑے
آپ نے پوچھا کہ اسکا سبب کیا تھا اوسنے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو محبت دنیا تھی اور گناہگاروں کی
فرمانبرداری کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ دنیا کو کتنا چاہتے تھے اوسنے عرض کیا کہ جیسا لڑکا اپنی
ماں کو چاہتا ہے کہ جب سامنے آئی خوش ہوا اور جب چلی گئی تو رنجیدہ ہو کر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ
تیرے اور ساتھی جواب کیوں نہیں دیتے عرض کیا کہ اسلیے کہ اونکے منہ میں آگ کی لگام ہیں اور انکی
باگیں فرشتے کڑے تیز مزاج لیے ہوئے ہیں آپ نے پوچھا کہ اونمیں سے تو کسطرح بولتا ہے اوسنے عرض کیا
کہ میں ونمیں تو نہ تھا لیکن چونکہ اونکے ساتھ رہتا تھا عذاب نے مجھکو بھی نہ چھوڑا اب میں دوزخ کے
کنارہ پر لٹکا ہوا ہوں یہ نہیں جانتا کہ اوس سے بچونگا یا اوسمیں ڈھکیلا جاؤنگا آپ نے حواریین
کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کی روٹی نمک سے کھانی اور ٹاٹ پہننا اور گھوروں پر سونا بہت اچھا ہے اگر دنیا

وآخرت مین تندرستی ملے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضبا
تیز تھی کہ کوئی سانڈنی اوس سے آگے نہ بڑھتی ایک اعرابی اپنی ایک اونٹنی لایا وہ اوس سے آگے
نکل گئی مسلمانونکو یہ امر نہایت ناگوار گذرا آپ نے فرمایا انہ حق علی اللہ ان لا یرفع شیئا من
الدنیا الا وضعہ اور حضرت عیسی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص سمندر کی موج پر عمارت
نہین بنا سکتا موج سمندر ہی غرض دنیا ہے اسلیے اوسکو اپنا قرارگاہ نہ سمجھو اور بعض حواریین نے
آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہمکو ایک ہی بات بتلا دیجیے جس سے خدا ہمسے محبت کرنے
لگے آپ نے فرمایا کہ دنیا سے بغض کرو خدا تمسے محبت کریگا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا ولہانت علیکم
الدنیا ولآثرتم الآخرۃ اور یہ خود اونکا قول ہے کہ جو مین جانتا ہون اگر تمکو معلوم ہو تو تم خاک کے
تودون پر نکل نکل کر اپنے لیے روؤ اور اپنا مال ایسی طرح چھوڑ دو کہ کوئی اوسکا محافظ نہو اور نکوئی
اوسکا پرسان ہو صرف اوسقدر کہ داخل ضرورت ہی البتہ پوچھا جاوے مگر تمہارے دلون سے
آخرت کی یاد جاتی رہی اور امل سے پر ہوگئے لیسلیے دنیا تمہارے اعمال پر چھا گئی اور تم جاہلون کی طرح
ہوگئے بعض تم مین سے بہائم سے بھی بڑے ہوگئے کہ عاقبت کی خوف سے اپنی تمنا نہین چھوڑتے تمکو کیا ہوا
کہ آپسمین محبت و نصیحت نہین کرتے دین کے بھائی کہلاتے ہو تمہارے خبث باطن کی جہت سے
آرزوئین جدا جدا ہین اگر اچھی بات پر اتفاق کر لیتے تو یقینا ایک دوسرے سے محبت بھی کرتے
یہ کیا بات ہی کہ دنیا کے امور مین تو ایک دوسرے کی خیرخواہی کرتے ہو آخرت کی بات تو تمین نہین کرتے
کسی سے خیرخواہی اپنے دوست کی نہین ہوسکتی نہ امر آخرت مین اوسکی اعانت بن آوے یہ باتین
ضعف ایمان کی باعث ہین اگر آخرت کی خیر و شر کو یقینی جانتے جیسے دنیا کی بھلائی برائی سمجھتے
ہو تو آخرت ہی کی طلب کو اختیار کر لیتے کہ اوس سے سب کام بنتے ہین اگر یون کہو کہ آخرت غائب ہے
اور دنیا موجود اسلیے نقد سردست کی محبت غالب ہی تو یہ وجہ بھی ہیچ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ دنیا کی
باتین کہ تمہارے سامنے نہین ہین اونکے لیے صد ہا طرح کی مصیبتین اٹھاتے ہو اور رنج اور دکھ سہتے
ہو اور بیسیون طرح کے حرفے اسکے حصول کے لیے کرتے ہو اور جس وہ امر کی کرتے ہو وہ امر موہوم ہی ہوتا ہے
اید اس محنت سے بھی میسر ہو یا تع مین دیکھو تو تم اچھے نہین ہو جس چیز سے کہ تمہارے ایمان کا کمال
معلوم پڑتا او سپر تمہارا اعتقاد ٹھیک نہین پس اگر تمکو جو باتین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین
اونمین شک ہو تو ہمارے پاس آؤ ہم بیان کرین اور نور ایمانی سے وہ بات دکھلا دین جس سے

تمہارا اطمینان ہوجاوے بخدا تم عقل مین کم نہین ہو کہ ہم تمکو معذور جانین دنیا کے امور مین
تمہاری رائے بہت پکی ہوتی ہے اور اپنے سب کام ہوشیاری سے کرتے ہو یہ کیا ہے کہ ذراسی
ملے تو اوس پر ہشاش بشاش ہوا اور اگر تہوڑی سی چہین جاتی ہے تو اوسکا رنج کرو یہانتک کہ چہرہ
پر اوسکے آثار معلوم ہوتے ہین اور زبان پر آجاتے ہین اور اوسکو مصیبت نام رکہہ چہوڑا ہے
اسکا بڑا سوگ کرتے ہو لیکن اکثرون نے تم مین سے بہت سا دین چہوڑ دیا اس سے نہ تمہارا چہرہ
بگڑتا ہے نہ حال بدلتا ہے مجہے ایسا سوجہتا ہے کہ خدا تعالی تمسے ناراض ہوگیا جب آپسمین ملتے ہو
تو اظہار فرحت کرتے ہو اور ہر ایک کو یہ اچہا نہین معلوم ہوتا کہ دوسرے کے سامنے اوسکو بری لگتی
بات کہے اس خوف سے کہ کہین وہ بہی اپنے ساتہہ اوسی طرح پیش نہ آوے غرض کہ کینہ کو ساتہہ لیے
رہتے ہو تمہاری باتین گہورے کی سی سبزی ہے اور بڑی بات کو چہوڑے ہوئے ہو مین خدا ہی سے چا
کہ مجکو تم سے نجات دے اور اوس شخص سے ملاوے کہ جسکے دیدار کا مین مشتاق ہون اور اگر وہ زندہ ہوتے
تو تمہاری برداشت ہرگز نہ کرتے اب اگر تم مین سے کچہہ بہلائی ہے تو مجہسے سن چکے اور اگر خدا کے
پاس کی چیز کے طالب ہو تو اوسکو آسان پاؤگے اوسکا حاصل ہونا کچہہ مشکل نہین اللہ تمکو اور مجکو
دونون کو مدد دے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حوارین دین کو پورا ثابت
لے لو اور تہوڑی سی دنیا پر قناعت کرو جیسے کہ دنیا کے لوگ دنیا پوری لیتے ہین اور تہوڑے سے
دین پر راضی ہوجاتے ہین

	مال دنیا دام مرغان ضعیف سوی دریا عزم کن زین آبگیر		ملک عقبی دام مرغان شریف بجز جوے و ترک این گرداب گیر	ال

اور یہ بہی حضرت موسی علیہ السلام کا قول ہے کہ اے وہ شخص جو دنیا کو اسواسطے طلب کرتا ہے
کہ اوس سے نیکی کرے تیرے حق مین اوسکا ترک کرنا ہی نیک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین لَتَاتِیَنَّکُم بَعدِی دُنیَا تَاکُلُ اِیمَانَکُم کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الحَطَبَ اور حضرت موسی علیہ السلام
پر خداوند کریم نے وحی بہیجی کہ اے موسی محبت دنیا کی طرف میل نکرنا ورنہ کوئی گناہ کبیرہ میرے نزدیک
س سے سخت نہوگا اور ایک بار آپ ایک شخص کے پاس کو گذرے کہ وہ رو رہا تہا جب پہر کر آئے
ب بہی روتے پایا حضرت موسی علیہ السلام نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الہی تیرا بندہ تیرے
ف سے روتا ہے حکم ہوا کہ اے ابن عمران اگر یہ شخص روتے روتے اپنا دماغ بہی آنسوون کے
اتہہ بہادیگا اور ہاتہہ اوٹہاتے اوٹہاتے گر پڑین گے مین اسکی مغفرت نکرون گا اسلیے کہ محبت

دنیا مین ملتا ہے اتنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جس شخص مین چھ باتین جمع ہون اوسنے
جنت کے لیے کوئی مطلب نہین او ٹہار کہا نہ دوزخ سے بچاؤ کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت کیا اول
کہ خدا کو پہچان کر اوسکی اطاعت کی دوسرے شیطان کو پہچانکر اوسکی نافرمانی کی تیسرے حق کو پہچان کر
اوسکا اتباع کیا چوتھے باطل کو جانکر اوس سے بچا پانچوین دنیا کو معلوم کرکے اوسکو ترک کیا
چھٹے آخرت کو جانکر اوسکی طلب کی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ خدا تعالے رحم کرے اون لوگون پر
جنکے پاس دنیا امانت ہو اور اوسکے مستحقونکو سونپ کر خود ہلکے پھلکے چل دین اور نیز فرمایا کہ جو شخص
تم سے دین کے باب مین منافست یعنی حسد صاف حرص کرے تو اوسکی حرص کرنی چاہیے اور
جو دنیا کے باب مین حرص کرے تو حرص دنیا وی اوسکے سینہ مین چھوڑ دو اور حضرت لقمان رح نے
اپنے بیٹے کو فرمایا کہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے اوسمین بہت سے لوگ ڈوب گئے تم اپنی کشتی دنیا مین تقوی کو
اور ایمان کو اوسمین رکھو اور توکل کا بادبان چڑہاؤ تاکہ اس موجب سے نجات پاؤ گو مجھے معلوم
نہین ہو تاکہ نجات ملے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مین اس آیت مین بہت تامل کرتا ہون
إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا
اور بعض حکما کا قول ہے کہ آدمی کو جو شے دنیا مین سے کسی روز ملتی ہے وہ ایسی ہوتی ہو کہ اوسکا
پہلے بھی کوئی قابض تھا اور اوسکے بعد اوسکا کوئی مالک ہوگا اوسکو صرف اوسیقدر ملتا ہے
جو صبح اور شام کہا پی لیا پس لقمہ کیواسطے تباہ ہونا نچاہیے بلکہ دنیا سے روزہ رکھے اور آخرت پر
افطار کرے اور دنیا کا راس المال خواہش نفس ہے اور اوسکا نفع آتش دوزخ ہو اور بعض راہبون سے
کسی نے پوچھا کہ دنیا کا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ بدنون کو پرانا کرتی ہے اور امیدون کو نیا
اور موت کو نزدیک کرتی ہے اور آرزوؤن کو دور پھر پوچھا کہ دنیا کے لوگونکا کیا حال ہے جواب دیا
کہ جسکو ملتی ہے وہ مشقت مین پڑتا ہے اور جسکو نہین ملتی وہ رنج اوٹہاتا ہے ؎

کہ رنج خاطر است ار ہست گر نیست	بلائی زین جہان آشوب تر نیست

اور بعض حکما کا قول ہے کہ دنیا تھی اور مین نتھا اور رہیگی اور مین نہونگا مین اوسکی طرف رغبت
نہین کرتا اسلیے کہ اوسکی زندگی تلخ ہے اور اوسمین کدورت کا نام صفائی ہے اوسکے لوگون کو
اوسکی طرف سے ایک نہ ایک خوف لگا رہتا ہے خواہ نعمت کے دور ہونیکا یا مصیبت کے آنیکا یا موت
کے کام کرجانے کا اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا کے عیوب مین سے ہے کہ کسیکو استحقاق کے موجب نہین
دیتی کمی بیشی خواہ نخواہ ہوتی ہے اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ دنیا کی نعمتون کو سخاط کر گویا

اونپر خفگی ہوئی اور نااہلون کے حوالہ کی گئی ہین اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ جو دنیا کو محبت سے طلب کرتا ہے جتنی اوسکو ملتی ہے اوس سے زیادہ ہی کا طالب ہوتا ہے ؎

گفت چشم تنگ دنیا دار را — یا قناعت پُر کند یا خاک گور

اور جو آخرت کو محبت سے طلب کرتا ہے اوسکا بھی یہی حال ہے کہ جتنی ملے اوس سے زیادہ چاہتا ہے نہ اسکی کچھ انتہا ہے نہ اوسکی آور ایک شخص نے ابو حازم رح سے شکایت دنیا کی محبت کی کی کہ باوجودیکہ مجھے اسمین رہنا نہین پھر بھی محبت اسکی ہے آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تمکو خدا دے یہ دیکھ لیا کرو کہ وجہ حلال سے ملے اور پھر اوسکو جہان مناسب ہے وہان خرچ کیا کرو تو محبت دنیا ضرر نہ کریگی اور یہ اسلیے فرمایا کہ اگر صرف محبت ہی پر نفس کو مواخذہ کیا جاوے تو مشقت عظیم ہوا اور تنگ ہو کر موت کی آرزو کرنے لگے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دنیا شیطان کی دوکان ہے اوسمین سے کچھ مت چراؤ نہین تو وہ تمہارے پیچھے لگے گا اور پکڑلے گا آور حضرت فضیل رض فرماتے ہین کہ اگر دنیا سونے کی ہوتی اور فنا ہو جاتی اور آخرت ٹھیکری ہوتی اور باقی رہتی تب بھی عقلا کو یہی چاہیے تہا کہ باقی ہی چیز کو پسند کرتے اور فانی کو چھوڑتے مگر اب تو یہ فانی چیز ٹھیکری ہے اور باقی سونے کی نہین معلوم کہ ہمنے ایسی واہیات چیز کو اوس عمدہ چیز سے کیون پسند کر رکہا ہے آور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ اپنے آپ کو دنیا سے بچاؤ اسلیے کہ مجکو یون روایت پہونچی ہے کہ قیامت کے روز دنیا کی تعظیم کرنے والا کھڑا کیا جاویگا اور کہا جاوے گا کہ یہ وہ شخص ہے جسنے ایسی چیز کی تعظیم کی جس کو خدا تعالی نے حقیر بنایا تہا آور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہر ایک انسان مہمان ہے اور اوسکا مال امانت ہی پس مہمان ایک روز چل بسے گا اور امانت مالک کی پاس واپس جاویگی ؎

مال اور اہل کو سمجھو کہ ودیعت ہین سب — ہے ضروری کہ کبھی تمسے یہ واپس لیوین

اور حضرت رابعہ رح کے پاس اونکے مرید ملازمت کے لیے حاضر ہوئے اور دنیا کا ذکر کرکے اوسکی مذمت کرنے لگے اونہون نے فرمایا کہ چپ رہو اسکا ذکر مت کرو اگر اسکی جگہہ تمہارے دلون مین نہوتی تو کثرت سے ذکر کیون کرتے یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کی محبت رکھتا ہے اوسکا ذکر بہت کیا کرتا ہے آور حضرت ابراہیم ادہم رح سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اونہون نے ایک قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

[illegible]ا دین کو اپنے کہین دنیا ہی ملتی ہے کہ — نہ کچھ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے فرے پالے
[illegible] دولت ملے اوسکو جو ہو اللہ کا عاشق — امید اجر عقبی پر یہ دنیا اوس سے چھٹ جاوے

اور ایک دوسرے کسی شاعر کے قطعہ کا ترجمہ یہ ہے نظم

طلب مین دنیا کے ہو گو کسی کی عمر دراز　　رہا کرے سے عیش و سرور سے دمساز
ولیک اوسکے مثل اسطرح ہے آخر کار　　بنا کے کوئی عمارت کو جون کرے مسمار

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

مملکت گرے نماند جاودان شہا　　ای دولت خفتہ تو آن را خواب دان
ہیچ دیگر بر چنین کیجیے مینہ　　نام دولت بر چنین ہیچے منہ
تخت بند ست آنکہ تختش خواندہ　　صدر پنداری و بر در ماندہ
مرد باش و سخرہ مردان مشو　　رو سر خود گیر و سرگردان مشو

اور حضرت لقمان ع نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر دنیا کو آخرت کی عوض مین دیڈالوگے تو دونون مین نفع رہے گا اور آخرت کو دنیا کے بدلہ مین دوگے تو دونون مین نقصان رہے گا اور سطرب بن شخیر فرماتے ہین کہ بادشاہون کے چین چان اور گدڑی فروش کو نہ دیکھنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے جھٹ پٹ چلے جاتے ہین اور انجام کیسا برا ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے دنیا کے تین حصہ کیے ہین ایک حصہ مومن کے واسطے اور ایک منافق کے اور ایک کافر کے لیے مومن اوسکو توشہ آخرت بناتا ہے اور منافق ظاہر کی زینت کرتا ہے اور کافر اوس سے کامیاب ہوتا ہے اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا مردار ہے جو کوئی اوس مین سے کچھ لینا چاہے تو کتون کے ساتھہ رہنے پر صبر و تحمل کرے اور دنیا کی برائی مین حافظ شیراز فرماتے ہین شعر

مجو درستی عہد از زمان سست نہاد　　کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد ست
فریب عشوہ چنین از جہان پیر مخور　　کہ ہر کہ کرد با و اختلاط ناشاد ست

اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ یہ بھی خدا کے نزدیک دنیا کی ذلت مین سے ہے کہ خدا کی نافرمانی دنیا ہی کے باب مین ہوتی ہے اور اوسکے پاس کی مدارج بے دنیا چھوڑی نہین ملتے شعر

جو خوب غور سے دنیا کو دیکھے کوئی لبیب　　لباس دوست مین دشمن نظر پڑے اوسکو

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین نظم

دنیا اک زال بیوا ہے　　بے مہر و حیا و بے وفا ہے
دستور ہے اوسکا سب نرالا　　اللہ نہ ڈالے اوس سے پالا
رہتی نہین ایک جا یہ جم کر　　پھرتی ہے برنگ نرد گھر گھر

جو اوس مین پھنسا ہوا وہ برباد		خوشحال وہی ہے جو ہے آزاد

اور حضرت ابو امامہ باہلی رض فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے شیطان
کا لشکر اوسکے پاس آیا کہ ایک نبی مبعوث ہوئے اور اونکی امت ظاہر ہوئی اوسنے پوچھا کہ اونکی
امت کو محبت دنیا بھی ہے لشکر نے کہا کہ ہان محبت دنیا ہے اوسنے جواب دیا کہ اگر محبت دنیا اونمین
ہے تو بت پرستی نکرنے سے کیا ہوتا ہے ابھی تین وجہ سے میری آمد ورفت اونکے پاس صبح وشام
رہیگی اول مال کا ناحق لینا دوم اوسکو بے موقع صرف کرنا سوم صرف کرنیکی جگہہ سے روک لینا اور
ایسی بات ہے کہ ساری برائی اسی کے پیچھے ہے اور ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا
آپ کچھہ وصف دنیا کا ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ایسے مکان کی کیا تعریف کرون کہ جو اوسمین
تندرست ہو بیماری سے نڈر نہین اور جو بیمار ہو وہ نادم ہوا اور جو مفلس ہو جاوے تو غم کرے اور
تونگر ہو تو بلا مین پھنسے مال حلال ہو تو حساب دینا پڑے اور حرام ہو تو عذاب مین مبتلا ہوا اور پھر
دوبارہ کسی نے آپ سے دنیا کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کہو تو مختصر کہون اور کہو طویل بیان کرون
سائل نے کہا کہ مختصر فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اوسکے حلال کا حساب دینا ہوگا اور حرام کا عذاب سہنا
ہوگا اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ اس جادوگرنی یعنے دنیا سے بچے رہو یہ علما
کے دلون پر جادو کردیتی ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے کہ جب آدمی کے دلمین
آخرت ہوتی ہے تو دنیا اوسکا مقابلہ کرتی ہے لیکن اگر دنیا دلمین ہوتی ہے تو آخرت مقابل
نہین ہوتی اسلیے کہ آخرت شریف ہے اور دنیا کمینی کا مقابلہ شریف سے نہین ہوسکتا
اس قول مین بڑی شدت ہے ہمکو توقع ہے کہ اس باب مین قول سیار بن حکم کا صحیح ہو وہ فرماتے
ہین کہ دنیا و آخرت دونون دلمین اکٹھی ہوتی ہین جو غالب ہوجاتی ہے دوسری اوسکی تابع
رہتی ہے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ جتنا دنیا کے لیے تردد کرو اوتنا ہی آخرت
کا فکر دلسے جاتا رہتا ہے اور جتنا آخرت کا تردد کرو اوتنا ہی دنیا کا فکر دل سے نکلتا ہے اور یہ
ل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے نکالا ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ دنیا اور آخرت دو سو
ن جتنا ایک راضی ہوگی اوسیقدر دوسری ناخوش ہوگی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مجھکو
ایسے لوگ ملے ہین جنکے نزدیک دنیا خاک پا سے بھی زیادہ ذلیل تھی اونکو اوسکی کچھہ پروا نتھی
دنیا کدھر سے آئی اور کدھر کو چلی گئی اور کسکے پاس رہی اور کسکے پاس سے جاتی رہی اور ایک
ص نے اونسے پوچھا کہ آپ اوس شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین جسکو خدا نے مال دیا ہو

اور وہ اوسکو خیرات اور صلۂ رحم اور اہل وعیال کی خبرگیری مین اچھی طرح صرف کرتا ہو
اوسکو جائز ہو کہ خود بھی متنعم کرے یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہیں اگر ساری دنیا اوسیکی ہوجاوے تب بھی
بقدر کفاف ہی اوسمین سے لے اور باقی کو اپنی احتیاج کے دن کے لیے یعنے قیامت کے لیے رکھہ
چھوڑے اور حضرت فضیل رحمہ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض تمام دنیا میرے قبضہ مین وجہ حلال سے
چلی آوے اور اوسکا حساب بھی آخرت مین مجھسے نہ لیا جاوے تب بھی مین اوسکو ناپاک سمجھون
جیسے تم لوگ مردار کو سمجھتے ہو کہ کہین کپڑے کو نہ لگجاوے اور روایت ہے حضرت عمر رضہ جب شام مین
پہونچے تو حضرت ابو عبیدہ رضہ بن جراح اونکے استقبال کو ایک اونٹنی پر تشریف لائے جسکی مہار رسی کی
تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونکے مکان پر تشریف لے گیے تو بجز ڈہال و تلوار اور اونٹنی کے زین کے
اور کچھہ نہ دیکھا فرمایا کہ گھر کا سامان بنالو تو کیسا اونہون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین سامان سے بجز
خراب کے اور کیا حاصل ہوگا **ف** مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ اوس وقت کا ہے کہ حضرت عبیدہ رضہ
شام کے لشکر کے سپہ سالار تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسب استدعا رکفار صلح کے واسطے تشریف
لے گئے تھے بعض روایتون مین ہے کہ حضرت رضہ کی دعوت سب رؤسا ے لشکر نے کی تھی مگر حضرت
ابو عبیدہ رضہ نے نہین کی تھی آپ نے اونکو فرمایا کہ مین تمہارا مکان دیکھا چاہتا ہون اونہون نے
عرض کیا کہ آپ میرے یہان تشریف لیجا کر رو دینگے آپ نے فرمایا کہ کچھہ مضائقہ نہین چنانچہ جب
تشریف لے گئے تو وہی سیف و سپر دیکھا اور بیٹھنے کے لیے ایک چٹائی تھی اور ایک کوزہ پانی کا
رکھا تھا آپکو یہ زہد اونکا دیکھتے ہی رونا آگیا اونہون نے عرض کیا کہ مین تو پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ
آپ میرے یہان گریہ فرماوینگے آپ نے فرمایا کہ مین تمہاری اس اوقات سے بہت خوش ہون
تمنے طریقہ ہمارے دو یارون اور محبوبون کا نباہا عرضکہ دنیا کو کچھہ انہین لوگون نے پہچانا تھا
اور احکام الٰہی کو دلسے سچا جانا اتباع رسول مقبول پر شیفتہ تھے اور محبت آخرت پر فریفتہ
اور حضرت سفیان ثوری رحمہ فرماتے ہین کہ دنیا کو بدن کی آسایش ضروری کے لیے لینا چاہیے اور
آخرت کو دلکی راحت دایمی کیواسطے لینا چاہیے اور حضرت حسن رحمہ فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل
نے جو بعد خداپرستی بت پرستی اختیار کی صرف محبت دنیا کے باعث کی اور وہب رحمہ فرماتے ہین کہ
مینے بعض کتابون مین پڑہا ہے کہ دنیا ہوشیارون کے لیے غنیمت ہے اور جاہلون کے لیے غفلت یعنی دانا
آدمی اوسمین اعمال نیک کرنے کو لوٹ اور مفت سمجھتے ہین اور نادان اوسکو پہچانتے نہین جب اوس سے
انتقال کرتے ہین تو پھر نیکی تمنا کرتے ہین پھر لوٹنا کہان میسر ہوتا ہے اور حضرت لقمان رحمہ نے اپنے بیٹے کو فرمایا

کہ جب سے تو دنیا مین پیدا ہوا وہ ہٹتی چلی جاتی ہے اور آخرت منہ کے سامنے آتی جاتی ہے پس اپنے
آپ کو ایسی ہی جگہ پہنچایا چاہیے جو نزدیک اور سامنے ہے دور کی جگہ سے کیا فائدہ اور سعید بن
مسعود رح کا قول ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ کسی شخص کی دنیا بڑھتی جاتی ہے اور دین کم ہوتا جاتا ہے
اور وہ اس سے خوش ہے تو جان لو کہ وہ شخص بڑے ٹوٹے مین ہے کہ اوسکو دنیا نے مسخرہ بنا لیا ہے حالانکہ
اوسکو خبر بھی نہین اور حضرت عمرو بن العاص رض نے منبر پر یہ ارشاد فرمایا کہ جس چیز مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم زہد کیا کرتے تھے اوسمین مین تمکو زیادہ راغب پاتا ہون بخدا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر تین دن ایسے کبھی نہین گذرے کہ آپ کی آمدنی قرض سے زیادہ ہوا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ
نے ایکبار یہ آیت پڑھی فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور پھر فرمایا کہ جانتے ہو یہ کسکا قول ہے یہ اوسکا
قول ہے جسنے دنیا کو پیدا کیا اور اوسکا حال بھی وہی خوب جانتا ہے تمکو چاہیے کہ دنیا کے شغلون
سے کنارہ کرو اوسمین بہت سے کاروبار رہتے ہین ایک کام جب آدمی کو درپیش ہوتا ہے تو دس
اور درپیش ہو جاتے ہین اور یہ بھی اونہین کا قول ہے کہ آدم زادہ بڑا مسکین ہے ایسے مقام پر خوش ہوتا ہے
کہ جسکے مال حلال مین حساب ہوا اور حرام مین عذاب اپنے مال کو کتنا ہی ہو کم جانتا ہے مگر اعمال کو
تھوڑا نہین سمجھتا دین مین اگر کوئی مصیبت پڑی ہو تو خوش ہوتا ہے اور دنیا کی مصیبت پر واویلا مچاتا ہے
اور ایکبار انہون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا کہ بعد سلام معلوم ہو کہ اپنے آپ کو ایسا
سمجھو کہ موت نے مردون مین لکھ دیا ہے اوسکا جواب اونہون نے لکھا کہ بعد سلام کے معلوم ہو کہ یون
سمجھو کہ دنیا مین کبھی تھے ہی نہین ہمیشہ آخرت ہی مین رہے اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ
کا قول ہے کہ دنیا مین آنا تو آسان ہے مگر نکلنا سخت مشکل ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جسکو یہ معلوم
ہو کہ موت حق ہے بڑا التعجب ہے کہ وہ کسطرح خوش ہوتا ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ جسکو یقین ہو کہ دوزخ
حق ہے وہ کسطرح ہنستا ہے اور جو دنیا کے حالات بدلتی دیکھتا ہے وہ کیسے اوسپر اعتماد کرتا ہے اور جو
تقدیر کو برحق جانتا ہے وہ کسطرح رنج کرتا ہے اور حضرت معاویہ رض کے پاس ایک شخص نجران سے
یا جسکی عمر دو سو برس کی تھی آپ نے اوس سے دنیا کی کیفیت پوچھی اوسنے عرض کیا کہ کچھ برس مصیبت
ن کٹے اور کچھ آرام مین دن رات یون ہی گذری جاتی ہین پیدا ہونے والے پیدا ہوتے جاتے ہین
نے والے مرتے جاتے ہین اگر بچے پیدا نہون تو مخلوق تباہ ہو جاوے اور اگر موت نہ آوے تو دنیا
ن گنجایش آبادی کی نرہے آپ نے فرمایا کہ جو تیرا دل چاہے مانگ اوسنے عرض کیا کہ میری عمر گذشتہ
دے سکتے ہین یا موت جو آنے والی ہے اوسکو روک سکتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ تو دونون باتین

نہین ہوسکتین اوسنے عرض کیا کہ تو پہر مجکو آپ سے کچہہ حاجت بہی نہین اور داؤد طائی رح فرماتے ہین
کہ اے انسان تو اپنی آرزو کے پورا ہونے سے خوش ہوتا ہے یہ نہین جانتا کہ عمر ضائع کرکے یہ آرزو ملی
عمل کے کرنے مین آج کل کرتا ہے شاید اوسکا نفع کسی اور کو ہوگا اور حضرت بشر رح فرماتے ہین کہ جو شخص
اللہ تعالی سے دنیا کی طلب کرتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ خدا کے سامنے زیادہ ٹھہرا رہون یعنی قیامت کو
اوتنا ہی حساب مین دیر لگیگی اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ دنیا مین خوشی کی کوئی ایسی چیز نہین
جسکے ساتہہ رنج نہو اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی کا دم دنیا سے تین حسرتون کے ساتہہ نکلتا ہے
اول یہ کہ جو جمع کیا تہا اوس سے سیر نہوا دوسرے جو تمنا تہی وہ پوری نہوئی تیسرے توشہ آخرت
اچھی طرح نہ کرلیا اور بعض عابد ونسے کسی نے کہا کہ تم تونگر ہوگئے اونسے جواب دیا کہ تونگر وہ ہے
جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہوجاوے اور حضرت ابو سلیمان رح کا قول ہے کہ دنیا کی خواہش سے وہیا
صبر کرتا ہے جسکے دلمین شغل آخرت ہو اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ ہم سب مین دنیا کی محبت
آگئی کہ نہ ایک دوسرے کو امر معروف کرتے ہین نہ نہی منکر اور اس امر سے ہمکو خدا تعالی درگذر نہین
کریگا معلوم نہین کہ کونسا عذاب ہم پر نازل ہوگا اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ تہوڑی سی دنیا
بہت سی آخرت سے باز رکہتی ہے اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ دنیا کو ذلیل سمجہو جو کوئی اوسکو ذلیل
جانتا ہے اوسی پر یہ سب سے زیادہ گوارا ہوتی ہے اور جب اللہ کسی بندہ پر احسان کیا چاہتا ہے تو اوسکو
کچہہ دنیا عنایت کردیتا ہے جب وہ ہوچکتی ہے پہر دیدیتا ہے اور جب اوسکے نزدیک کوئی بندہ
ذلیل ہوتا ہے تو اوسپر دنیا کا بہت سا پہیلاوا کردیتا ہے اور بعض اکابر یون دعا مانگتے اے وہ
شخص کہ آسمانون کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے مجہسے دنیا کو روکدے اور محمد بن منکدر رحمہ اللہ
کا قول ہے کہ بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ تمام عمر روزہ رکہا ہوگا اور تہجد پڑہا ہوگا شب بیداری مین
فتور نہ کیا ہوگا مال خیرات کیا ہوگا اللہ کی راہ مین جہاد کیا ہوگا منہیات سے بچے ہونگے مگر قیامت
کو جب سامنے ہونگے تو یہ کہا جاویگا کہ انہون نے اپنے نزدیک اوس چیز کو بڑا سمجہا جسکو خدا نے
چہوٹا کیا تہا اور جسکو خدا نے بڑا کیا تہا اوسکو حقیر جانا دیکہا چاہیے ایسون کا کیا حال ہوگا ہم مین سے
کون ایسا ہے جسکا یہ حال نہوا اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ گناہونکا بار سر پر ہے اور ابو حازم رح کا
قول ہے کہ دنیا و آخرت دونون کی مشقت زیادہ ہے آخرت کی تو اس لیے ہے کہ کوئی یار و
مددگار نہین کہ وہان کام آوے اور دنیا کی اسوجہہ سے کہ جس چیز مین ہاتہہ ڈالو اوسکو تم سے پہلے
کسی نہ کسی بدکار نے کرلیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ دنیا ادہر مین ٹہری ہوئی ہے

جیسے پرانی مشک لٹکتی ہو جبسے اوسکو خدا نے پیدا کیا اور جب تک فنا کرے گا یہی پکار رہی ہے
کہ الٰہی تو مجکو کیون برا جانتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ اونا چیز چپ رہ اور حضرت عبد اللہ بن مبارک
فرماتے ہین کہ محبت دنیا اور گناہونکی دل کو پراگندہ کر دیتی ہے اوسمین خیر کسطرح پہونچے اور
وہب بن منبہ رح کا قول ہے کہ جس شخص کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہوتا ہے وہ حکمت سے محروم ہو
جاتا ہے اور جو شخص اپنی شہوت اپنے پاؤن تلے کر لیتا ہے شیطان اوسکے سایہ سے بہاگتا ہے
اور جس کسی کا علم ہواے نفسانی پر غالب ہوتا ہے وہ بڑا زبردست ہے اور حضرت بشر سے کسی نے
کہا کہ فلان شخص مرگیا اونہون نے فرمایا کہ دنیا کو جمع کیا اور آخرت مین پہونچکر اپنی جان کہو دی
لوگون نے کہا کہ وہ تو بہت سی نیکیان کیا کرتا تہا آپ نے فرمایا کہ دنیا کے جمع کرنیکے ساتہہ ان
چیزون سے کیا فائدہ ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ باوجودیکہ دنیا کو ہم دشمن سمجہتے ہین پہر بہی
اوسکی محبت کرتے ہین اگر کہین دوست سمجہتے تو کیا جانے کیا حال ہوتا اور ایک حکیم سے کسی نے
پوچہا کہ دنیا کسکو ملتی ہے اوسنے جواب دیا کہ جو اوسکو چہوڑ دے پہر پوچہا کہ آخرت کسکی ہے اوسنے
جواب دیا کہ جو اوسکو طلب کرے اور ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا اجڑا ہوا مکان ہے اور اوس سے
زیادہ تر وہ دل اجاڑ ہے جو دنیا کا پہیلاو چاہتا ہے اور بہشت ایک آباد مکان ہے اور اوس سے زیادہ
آباد وہ دل ہے جسمین جنت کی طلب ہو اور حضرت جنید بغدادی رح روایت کرتے ہین کہ امام شافعی رح
سچے مرید تہے دین کے باب مین حق کہتے ایک اپنی برادر دینی کو نصیحت کی طور پر خدا سے ڈراکر یون
فرمایا اے برادر دنیا جاے لغزش قدم ہے اور محل مذلت وندم اسکی آبادی کا مآل خراب ہوتا ہے
اور رہنے والونکا انجام قبرونمین بیتاب ہونا جتنی جمعیت ہے اوسکو علٰحدگی لازم ہے اور ہر تونگری
کے ساتہہ فقیری قائم اسکی کثرت موجب تنگدستی ہے اور تنگدستی باعث فراخ دستی پس ہمہ تن
متوجہ الی اللہ ہو اور اوسکی روزی پر قانع اس دار فنا کو دار البقا پر ترجیح مت دے زندگی ڈہلتا
ہوا سایہ ہے یا جہکی دیوار اعمال کی کثرت کر اور امل کو کمتر اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے
ایک شخص سے پوچہا کہ تمہین خواب مین چاندی کا سکہ ملے وہ اچہا ہے یا جاگتے مین سونے کا سکہ
اوسنے جواب دیا کہ جاگتے مین سونے کا سکہ بہتر ہے آپ نے فرمایا یہ بات تمنے جہوٹ کہی اس لیے
کہ جس چیز کو تم دنیا مین بہتر سمجہتے ہو وہ گویا خواب کی چیز کو بہتر جانتے ہو اور آخرت کی چیز کو جو اچہا
نہین جانتے وہ گویا جاگنے کی وقت کی چیز کو اچہا نہین سمجہتے اور اسمعیل بن عباش رح کا قول ہے
ہمارے ساتہی سب دنیا کو سوری کہا کرتے تہے کہ اے سوری ہم سے الگ رہ اور اگر کوئی نام

اس سے بھی بڑا اونکو ملتا تو اوسی نام سے پکارتے آور حضرت کعب رض کا قول ہے کہ دنیا تمکو یہانتک
محبوب ہوگی کہ تم اوسکی اور اوسکے لوگونکی پرستش کرنے لگوگے آور حضرت یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین
کہ عاقل تین شخص ہین آول وہ کہ دنیا کو ترک کرے پہلے اس سے کہ دنیا اوسے ترک کرے دوسرے وہ
کہ قبر اپنی پہلے قبر مین جانے سے بنالے تیسرے وہ کہ خالق کو پہلے حاضر ہونے سے راضی کرلے آور نیز
فرمایا کہ دنیا مین اسقدر نحوست ہے کہ اگر اوسکی تمنا ہی کرو تو خدا تعالی کی طاعت سے باز رکہے اور بالکل
اوسمین مصروف ہونا تو اس سے بڑہکر ہے آور بکر بن عبد اللہ رح کا قول ہے کہ جو کوئی دنیا کو اس
غرض سے چاہے کہ مجھے دنیا کی حاجت نرہے تو اوسکی مثال ایسی ہے کہ آگ کو گہاس سے بجہانا چاہے
آور بندار رح کہتے ہین کہ جب دنیا دار زہد کے باب مین گفتگو کرین تو جان لو کہ شیطان نے اونکو مسخرہ
بنا رکہا ہے آور یہ بہی انہین کا قول ہے کہ جو شخص دنیا پر حرص کریگا حرص کی آگ اوسکو جلا کر راکہہ
کردے گی اور جو کوئی آخرت کا متوجہ ہوگا تو آخرت کی حرارت سے پگہل کر ڈہلے ہوئے سونے کی طرح
کام کا ہوجاوے گا اور جو شخص اللہ تعالی کیطرف متوجہ ہوگا تو انوار توحید سے ڈہلے بہا بنجاوے گا
آور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہین کہ دنیا مین چہہ چیزین ہوتی ہین کہانا پینا پہننا سواری
نکاح خوشبو سب کہانون مین عمدہ شہد ہے وہ مکہی کا لعاب ہی اور پینے کی چیزونمین اچہا پانی ہی جسمین
نیک و بد سب مساوی ہین اور پوشاک کی چیزونمین اشرف حریر ہے جو کیڑونکے ریشم سے بنتا ہے اور
سواریون مین اشرف گہوڑا ہے جسپر لڑائی مین مارے جاتے ہین اور منکوحات مین سب سے اشرف عورت
کی صحبت ہی جو پیشاب گاہ کا پیشاب گاہ مین جانا ہے عورت اپنی بدن سے اچہے اعضا کو بناتی سنوارتی
ہے مگر اوسمین سے سب سی بُری چیز کی طلب ہوتی ہے اور سونگہنے کی چیزون مین عمدہ مشک ہے
جو حیوان کے خون سے بنتا ہے غرضکہ سب چیزین ایسی ہی اہانت آمیز

دوسرا بیان اون نصیحتونکا اور وعظونکا جنمین دنیا کی مذمت اور صفت مذکور ہے

بعض اکابر کا قول ہے کہ لوگو آہستہ عمل کرو اور اللہ سے ڈرو زندگی پر مت پہولو اور موت کی بات بہولو
دنیا کے طالب نہو اور نہ اوسکے راغب کیونکہ وہ بڑی مکار ہے اور دغاشعار اول اپنے معاشقونکو
چکناتی ہے پہر آرزون مین پہساتی ہے طالبین کیواسطے اوسکی زینت ایسی ہے جیسے جلوہ کیوقت
دلہن کی صورت سب کی نگاہ اوسی پر پڑتی ہے تمام دل اوسکے شیفتہ ہین اور جانین اوسکی
فریفتہ بہت سی عاشقونکو اوسنے خاک مین ملایا اور جسنے اوسپر اطمینان کیا اوسکو ذائقہ رسوائی
چکہایا پہا ئیو اوسکو چشم حقیقت سے دیکہو کہ اوسمین کتنی آفتین ہین اس سی زیادہ اور کیا خرابی ہے کہ خود

خالق نے اوس کی مذمت کی ہے اوسمین جو نیا ہے وہ پرانا ہوگا اور جو موجود ہے وہ فنا غریزو یہ ہوگا اور کثیر قلیل ہر زندہ کو موت آویگی اور ہر سب فوت ہوجاویگی بہائیو خواب غفلت سے جاگو اور بیہوشی سے دور ہوا گو پیشتر اس سے کہ لوگ تمکو کہین کہ فلان شخص بیمار ہے اور مرض سخت مین گرفتار کوئی کچہہ دوا بتا دو یا حکیم کو بلا دو پہر طبیب تمہارے لیے آوین مگر تم مین توقع شفا کی نیاوین پہر یہ مشہور ہو کہ فلان شخص نے وصیت کی اور اپنے مال کو یون تقسیم کیا اور جسکے پاس سے اپنا لینا تہا اوس سے لیا پہر یہ کہین کہ لو صاحب اونکی زبان بند ہوگئی نہ بہائیو سے بولین نہ ہمسایون کو پہچانین اور نہ لب کہولین اور اوسوقت تمہاری پیشانی عرق سے تر ہوا ور سینہ پیا لی آہ سے مضطر اور گمان موت کا کرہی صدق پر جلوہ گر معلوم ہوا ور اپنا سفر تمکو بنظر الیقین مفہوم پلکین بند ہونے سے اور زبان لفظ صحیح بولنے سے عاری ہون اور بہائی برادر سب مبتلا گریہ وزاری کوئی کہے کہ یہ تیرا فلان برادر ہے یہ تیرا بیٹا لخت جگر ہے مگر تم کچہہ جواب ندو زبان پر مہر خاموشی ہو پہر تم پر قضا نازل ہوا ور اعضا مین سے روح نکلکر عالم بالا مین داخل او سوقت تمام برادری جمع ہوا ور کفن سیا جاوے اور غسل دیکر تمکو پہنایا جاوے عیادت کنندہ گہر بیٹہہ رہین اور حاسد خوب شاد کہین تمہارے گہر والونکی مد نظر تمہارا مال ہوا اور تم پر جواب دہی اعمال ف اس مضمون کو شیخ سعدی شیرازی نے ایک طویل قطعہ مین بیان کیا ہو جسمین سے مترجم چند شعر بدیہ ارباب نظر کرتا ہے

قطعہ

فریاد ازان زمان کہ تن نازنین ما
بر بستر ہوان فتد و ناتوان شود

اصحاب راجع واقعہ ما خبر کنند
ہر دم کسی برسم عیادت روان شود

وانکس کہ مشفق ست و دلش مہربان ما
در جستن دوا ببر این وآن شود

وانگہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب
در حال ما چو فکر کند بد گمان شود

یاران و دوستان ہمہ در فکر عاقبت
کاحوال ما چگونہ و حال از چہ سان شود

تا آنزمان کہ چہرہ بگردد در حال خویش ما
وان رنگ ارغوانی ما زعفران شود

گویند این برادر تو دین عزیز تست
ما را بجان خود نہ سر حال شان شود

در ورطہ ہلاک فتد کشتی وجود ما
تیر از عمل بماند و بی بادبان شود

مدہوش ما کہ در وقت قبض روح
چون بنگریم دیدہ ما خون فشان شود

فی الجملہ روح و جسم زہم متفرق شوند
مرغ از قفس برآید و در آشیان شود

آوازه در سرای بینند که خواجه مرد — در بزم و در جنازه پراه و فغان شود
تابوت و تخته و کفن آرند و مرده شو — او را وو ز گران آن ز گران تا گران شود
از بهر نعش تا به لب گور و برکه هست — بعد از نماز باز سر خانمان شود
هر کس رود بمصلحت خویش و جسم ما — محبوس و مستمند دران خاکدان شود
میراث گیر کم خرد آید بجستجو — پس گفتگو بر سر باغ و دکان شود
نامے زما نماند و اجزا ما تمام — در زیر خاک با غم و حسرت نهان شود
یارب مدد ببخش که ما را دران زمان — قول زبان موافق صادق جنان شود
ایمان ما ز غارت شیطان نگاهدار — تا از عذاب و خشم تو جان در امان شود
خرم دلے که در حرم آباد امن و عیش — حق را بجویان لطف و کرم میهمان شود

اور بعض اکابر نے کسی بادشاہ سے فرمایا کہ دنیا کی مذمت اور دشمنی لوگون مین سب سے زیادہ اوسیکو زیبا ہے جسکو وہ کثرت سے ملی ہو اور اوسکی کوئی حاجت پوری ہونے سے نہ رہگئی ہو کیونکہ ایسے شخص کو یہ توقع ہوتی ہے کہ کسی آفت سے میرا مال رائگان ہو جاوے گا یا میری جمعیت پریشان خواہ سلطنت کو زوال ہوگا یا جسم حوادث و امراض کا پامال یا ایسی چیز کے جانے کا رنج اٹھانا پڑے گا جسکو دوستون سے بھی چھپا چھپا رکھتا تھا غرضکہ دنیا کے ہونے سے اوسکو اتنی آفات درپیش ہوتے ہین اسلیے اوسکو زیبا ہے کہ دنیا کو برا جانے یہ وہ بلا ہے کہ جو کچھ اوسکو دے لیتی ہے مگر پھر ہٹا کر نہین دیتی اسکے حالات بدلتے رہتے ہین ابھی تو ایک آدمی کو ہنساتی ہے اسی اثنا مین دوسرونکو اوسپر ہنسی آتی اگر کوئی کسی پر روتا ہے تو تھوڑی ہی دیر مین کوئی اور رونے والے پر نالان ہوتا ہے اگر کسی کو دینے پر آتی ہے تو بعد چندے واپس لینے کیواسطے ہاتھ پھیلاتی ہے آج اگر کسیکے سر پر تاج و افسر ہے تو کل کو سر تلے خاک اور پتھر کوئی جاوے اور کوئی رہے اوسکے نزدیک برابر ہے اگر جانے والے کا کوئی عوض رہے تو واہ وا اور اگر نہ رہے تو واہ واہ

قطعہ

دنیا زنے ست عشوه ده و دلستان ولیک — با کس بسر نمی برد او عهد شوهری
البستی که این همه فرزند زاد و کشت — دیگر که چشم دارد ازین مهر مادری

اور حضرت حسن بصری رحمہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا جاے سفر ہے نہ اقامت کا گھر حضرت آدم علیہ السلام جو جنت سے اوسمین اوتارے گئے تو صرف

عقوبت و سزا کے لیے اتارے گئے اے امیر المومنین اس سے ڈرتے رہو اوسکو ترک کر دنیا ہی زاد آخرت
ہے اور اسمین محتاج رہنا غنا و ثروت ہر وقت ایک بلا ایک کو فنا کرتی رہتی ہے جو اوسکو عزیز جانتا ہے
اوسکو ذلیل کرتی ہے اور جو اوسکو جمع کرتا ہے اوسکو فقیر کرتی ہے اسکا حال زہر کا سا ہے کہ جو نہیں
جانتا وہ کہاتا ہے اور ہلاک ہوجاتا ہے اسمین ایسی طرح رہنا چاہیے جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج
کرے کہ تہوڑے دنون پرہیز کیا کرتا ہے اس خوف سے کہ کہین مدت تک تکلیف نہ اٹہانی پڑے
اور چندروز دوا کی تلخی پر صبر کرتا ہے کہ کہین درد مدت تک نہ رہے پس اس فریبی مکار ناپائدار
جفا شعار سے بچتے رہو اسکی ظاہر کی زینت صرف دہوکا ہے اور لوگون کے پہسانے کو بڑا مغالطہ
جو اوسکی آرزو مین مبتلا ہوا اوسکو بے تباہ کیے نہین چہوڑتی اور سب کو توقع دلاتی رہتی ہے اسکی
صورت دلہن کی سی ہے کہ آنکہون کی تاک اور دلون کا اشتیاق اور نفسون کا عشق اسی پر ہے

الا اسنے سب اپنے شوہرونکو مار ڈالا

عروس دہر نکو روی و ختر لیست و لے — وفا نمی کند این سست مہر با داماد

مگر افسوس کہ پس ماندون کو گذشتونسے عبرت نہین ہوتی اور جو لوگ خدای عزوجل کو پہچانتے ہین
باوجودیکہ اوسنے اسکا حال فرما دیا ہے اونکو کچہہ نصیحت موثر نہین کرتی بہت سی اسکے عاشق ایسے
ہین کہ جہان اونکی حاجت پوری ہوئی اور دنیا حسب دلخواہ ملی جبہی مغرور و سرکش ہو کر معاد کو
بہول جاتے ہین اور اپنی عقل کو اتنا اسمین لگاتے ہین کہ اونکے قدم جادۂ مستقیم سے لغزش کہا جاتے ہین
پہر جانکنی کیوقت بڑی ندامت اور نہایت حسرت سکرات موت کے ساتہہ اٹہاتے ہین اور جو شخص
اسکی رغبت کرتا ہے اپنا مطلوب نہین پاتا نہ اوسکا نفس مشقت سے آرام پاتا ہے اسی حال مین بے توشہ
چلدیتا ہے اے امیر المومنین تم اس سے ڈرتے رہو اور جسوقت کہ تمکو اسمین زیادہ خوشی ہو اوسی کا
زیادہ خوف کیجیو اسواسطے کہ دنیا دار اگر کسی خوشی مین اوسپر اطمینان کرتا ہے تو وہ اوسکو رنج مین
ڈالتی ہے جو دنیا مین خوش ہوتا ہے وہ اوسکے باشندونکو مغالطہ دیتا ہے اور جو آج اوسمین نفع
پاتا ہے کل کو ضرر اٹہاتا ہے اوسمین وسعت عیش بلا ہے اور بقا کا مآل فنا ہے ہر خوشی غم آگین
ہے اور ہر ایک راحت زحمت سے قرین جو اوسمین سے گذر جاتا ہے پہر واپس نہین آتا اور آیندہ
چیز کا حال معلوم نہین کہ اوسکا انتظار ہو اوسکی سب آرزوئین دروغ ہین اور تمام امیدین بے فروغ
صفائی ہمہ تن کدورت ہے اور زندگی بہمہ وجوہ حسرت آدمی اگر غور و تامل کرے تو معلوم ہو کہ اوسکی
نعمتونکے جدا ہونے کا خوف جدا ہے اور مصیبت کا خوف جدا اگر بالفرض خدا تعالی نے دنیا کی خبر

نہ ارشاد فرمائی ہوتی اور نہ اوسکی مثل بیان کی ہوتی تب ہی دنیا سوتے کو جگا دیتی اور غافل کو
ہوشیار کر دیتی پہر جب کہ خدا تعالی نے اوس سے منع فرمایا ہو تب تو بطریق اولے اوس سے ہوشیاری
ضرور ہے اس فانی کی قدر قادر مطلق کے نزدیک کچہہ نہین اور جب سے اوسکو پیدا کیا اسکی طرف نگاہ نہین
کی اس بات کو سوچو کہ یہ وہی پلید چیز ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مع خزائن وکلید پیش کی
گئی تہی اگر آپ اسکو قبول فرما لیتے تو خدا تعالے کے نزدیک آپ کے رتبہ مین سے مچہر کے پر کے برابر
بہی کم نہوتا مگر آپ نے قبول نفرمایا اسلیے کہ خدا تعالے کے امر کی مخالفت بری معلوم ہوئی اور جس
چیز سے اوسکو بغض ہے اوسکے ساتہہ محبت اچہی نجانی اور جو اوسکے نزدیک بے قدر تہے اوسکو قدر دنیا
داب ادب نسمجہا بس خدا تعالی نے جو دنیا کو نیک بختون سے خالی کر رکہا ہے صرف امتحان کے لیے ہے
اور اپنے دشمنون کے لیے جو اوسکا پہیلاوا کیا ہے اونکے مغالطہ و دہوکے کے لیے یہی وجہ ہے کہ
جسکو دنیا پر قدرت ہوتی ہے اوسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ خدا نے میری بڑی عزت کی اس شخص کو وہ
معاملہ یاد نہین جو اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ کیا تہا کہ بہوک کے مارے اپنے
شکم مبارک پر پتہر باندہا تہا

فقر فخری نہ از گزاف ست ومجاز　　بل ہزاران عز پنہان ست وناز

اور ایک روایت حدیث قدسی کی آپ سے ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا
کہ جب تم تونگری کو آتا دیکہو تو کہیو کہ کسی گناہ کی عقوبت جلد ہوئی ہے اور اگر مفلسی کو آتا دیکہو
تو کہیو کہ خوب ہوا کہ یہ نیک بختون کا شعار آیا اور اگر چاہو تو روح اللہ وکلمۃ اللہ حضرت عیسی علیہ السلام
کی اقتدا کرو وہ یہ فرمایا کرتے تہے کہ میرا سالن بہوک ہے اور شعار خوف اور پوشاک اون جاڑے
اور حرارت آفتاب کی دہوپ اور چراغ چاند اور سواری دونون پاؤن اور کہانا اور میوہ نباتات
رات کو سوتا ہون جب کچہہ نہین ہوتا صبح کو اٹہتا ہون تب کچہہ نہین ہوتا اور روی زمین پر
مجہسے زیادہ تونگر اور کوئی نہین حضرت وہب ابن منبہ رح فرماتے ہین کہ جب خداوند کریم نے
حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام کو فرعون لعین کے پاس بہیجا تو انکو ارشاد فرمایا کہ تم
اوسکے لباس دنیا وی سے مت ڈرنا اوسکی کل میرے ہاتہہ مین ہے بدون میرے حکم کے نہ بولتا
نہ آنکہین بند کرتا ہے نہ سانس لیتا ہے اور تم اوسکے زرق برق سے کچہہ تعجب مت کرنا یہ صرف
دنیا ہی کی زیب ہی اور دولت مندون کی زینت اگر مین چاہون تو دنیا کی آرایش سے تمکو
بہی ایسا آراستہ کر دون کہ فرعون بہی دیکہے تو جان لے کہ مجہسے اتنی زیبایش ممکن نہین مگر مین

تمہارے لیے اس بات کو پسند نہین کرتا اور تم سے یہ سب آرایش علیحدہ رکھونگا مین اپنے دوستونکو
ایسا ہی کرتا ہون دنیا کی نعمتون سے اونکو ایسا علیحدہ رکھتا ہون جیسا کوئی شفیق چرواہا اپنے گلہ
کو مہلک چراگاہ سے بچاتا ہے یا کوئی شفیق ساربان اپنے اونٹون کو خارش والے اونٹونکے
پاس بیٹھلانے سے روکتا ہے اور یہ بات اسوجہ سے نہین ہے کہ وہ لوگ میرے نزدیک ذلیل ہون
بلکہ اس نظر سے ہے کہ میری کرامت و انعام کو صحیح وسالم توفیر کے ساتھہ پورا حاصل کرین میرے
دوست جو میرے لیے زینت کرتے ہین انکسار اور خوف اور خشوع اور تقوے سے کرتے ہین یہ
باتین اونکے دلونمین جمی رہتی ہین اور جسمون پر ظاہر ہوتی ہین یہی امور اونکے شعار و دثار ہین
اور یہی اونکے دلونکی متاع پائدار جس نجات پر کہ اونکی فلاح ہے اور جس رجا کی کہ اونکو توقع ہے یہی
باتین ہین اور جس بزرگی پر اونکا ناز ہے اور جس علامت سے کہ اونکی شناخت ہے وہ بھی یہی ہین
جب ایسے لوگ تمکو ملین تو اونکی تعظیم کرنا اور بانکسار دل و زبان پیش آنا اور جان لو کہ جو شخص میرے
کسی دوست کو ڈراتا ہے وہ مجھسے برسر پرخاش آتا ہے قیامت کو مین اوس سے اوسکا عوض لونگا
انتہی اور ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثنائے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ ای لوگو جان لو
کہ تمکو مرنا ہے اور بعد موت کے اٹھنا اور اپنے اعمال پر وقوف پاکر اونکی جزا کو پہنچنا پس زندگی
دنیا پر مت بھولو اور ان باتونکو مت بھولو دنیا مصیبت کا گھر ہے فنا ہونا اسکا معروف ہے اور
دھوکا دینے مین موصوف اسکی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے اور اسکا کسیکے پاس ہمیشہ رہنا محال
نہ اسکے حالات تبدیل سے مامون ہین نہ اسکے باشندے آفات سے مصون جب آدمی کو اوسمین
راحت وسرور ہوتا ہے تحقیق ہے یکایک مصیبت آجاتی ہے اسکے احوال مختلف باہمدگر ہین اور مراتب
متغیر نہ اسکے عیش کو قیام ہے نہ راحت کو دوام باشندے دنیا کے ہدف ہین کہ جنکو اپنے تیرونسے
نشانہ بناتی ہے اور موت سے سب کی خاک اڑاتی ہے موت ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اوسکا چکھنا
سب کو لازم ہے اے اللہ کے بندو آج دنیا مین تمہارا ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگون کا تھا جو تمسے
عمر مین زیادہ اور قوت مین قوی اور آبادی مین اکثر اور مکانات مین اعلی تھے مگر دنیا کے طول انقلاب
سے اب اونکی آوازین نحیف ہو گئی اونکے جسم سڑ گئے اور شہر الٹ گئے اور مکانات گر گئے یا وہ مکان عالیشان
اور تکیے اور مسند و فرش تھے یا اب پتھر اور اینٹین اور خاک گور اور گوشہ لحد ہے جسمین اونکی قبرونکی
پاس دور سے قریب ہے اور اونکے رہنے والے اجنبی اور غریب ہین موحش عمارت والے اون
ور متاثل اہل محلہ مین جا پڑے ہین کہ نہ اونکو آبادی سے موانست ہے نہ بھائی بندون [illegible]

کیطرح اسمین ملاوٹ ورغبت ہر چند یہ مکان قریب ہین مگر میل کی صورت نہین اسلیئے کہ اونکو کسی
نے بیچ مین ڈالا اور پتھر و مٹی نے اونکا کچومر نکالا زندگی کی بعد اسیر پنجہ موت ہوئے اور اجسام نازنین
راحت و آسودگی کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے خاک مین اپنے یار و دشمن جا ملے اور ایسے سڑ گئے کہ پھر
کبھی نہ پھرے پھرنے کا کیا ذکر ہے جس صورت مین کہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ
قَائِلُهَا وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ اب تم بھی قطعاً جان لو کہ جیسے اونکا حال ہوا وہی تمہارا
ہوگا وہی تنہائی ہوگی اور وہی خاک مین گلنا اور وہی خواب گاہ مین سونا اور وہی ٹھکانے رہنا علاوہ
ازین تمکو جب کیسی بنے گی جب یہ باتین تمہارے پیش نظر ہونگی اور قبرون مین سے نکالے جاوگے جی کی
باتین تحقیق کیجاوینگی بادشاہ جل الاطلاق کے سامنے روبکاری ہوگی گذشتہ گناہونکے خوف سے
کلیجے پھٹے جاتے ہونگے اور دل تھراتے پردے تمہارے فاش ہونگے اور عیوب اور چھپی باتون کو
سامنے کیا جاویگا اور ہر عمل اچھے و برے کردہ جزای دار کا مضمون درپیش ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى اور دوسری جگہہ فرماتا ہے
وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً
وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا خداوند کریم سے التجا ہے کہ ہمکو اور تمکو تابع اپنی کتاب
کا اور پیرو اپنے احباب کا رکھے یہانتک کہ ہم سب کو اپنے فضل سے رہنے کی جگہہ یعنی آخرت مین
پہونچاوے وہی حمید اور صاحب بزرگی ہے انتہی اور بعض حکما کا قول ہے کہ زمانہ تیرانداز ہے اور
آدمی نشانہ کہ ہر روز عمر کے دن رات کو اپنے تیرونسے اڑاتا رہتا ہے یہانتک کہ تمام عمر پوری
ہوجاتی ہے پس باوجود دنون کے گذرنے اور راتون کے جلدی جلدی بسر ہونیکے آدمی کب تک سلامت
رہ سکتا ہے اگر آدمی کو اپنے اوپر زمانہ کی تاثیر معلوم ہو کہ ہر گھڑی نقصان عمر کرتا جاتا ہے تو دنون
کے گذرنے سے نفرت ہو اور ساعات کے چلے جانے سے وحشت مگر خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اسکا
خیال نہین آتا ؎

غافل تجھے گھڑیال یہی دیتی ہے منادی
خالق نے تیری عمر سے ایک اور گھٹا دی

اور یہی نظر کہ دنیا کی آفات سے آدمی مطمئن ہین اوسکی لذات کا مزہ اچھا معلوم ہوتا ہے حالانکہ
وہ اندرائن کے پھل سے بھی کڑوا ہے بشرطیکہ کوئی دانا چکھے اور اوسکے ظاہر افعال دیکھکر کوئی
بیان کرنے والا بھی اوسکے عیب نہین بیان کرسکتا اور جو عجائب کہ دنیا بروی کار لاتی ہے
حیطہ تقریر واعظین سے زائد ہین خدا ہمکو راہ راست پر چلنا نصیب فرماوے اور بعض حکما سے جو دنیا کا وصف

اور اوسکی بقا کی مقدار پوچھی گئی تو جواب مین فرمایا کہ دنیا اوسوقت کا نام ہے جسمین آدمی آنکھ
جھپکتا ہے اسواسطے کہ جو زمانہ اوسوقت سے پیشتر گذر چکا ہے وہ تو اوسکو مل نہین سکتا اور جو وقت
ابھی آیا نہین اوسکا حال معلوم نہین کہ ملیگا یا نہین اور وقت کا حال یہ ہے کہ دن جب اچھی طرح
گذر جاتا ہے تو رات اوسکے ماتم مین سیہ پوش ہوتی ہے اور گھڑی گھڑی ہوتے ہوتے طے ہوجاتا ہے
اوسکے حوادث انسان پر برابر آتے ہین اور تغیر و نقصان پہونچاتے ہین اور زمانہ کا کام یہی ہے
کہ جماعتون کو متفرق کرے اور جتھون مین ابتری ڈالے اور دولت کو ایک ہاتھ سے دوسرے کے
پاس پہونچا دے اوسکی امل بہت طویل ہے اور زندگانی بہت قلیل اور پھر سب کا رجوع رب جلیل
کیطرف ہوگا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جس بات کیواسطے
تم پیدا ہوئے ہو اگر اوسکی تصدیق کرو تو تم بیوقوف ٹھرتے ہو اور اگر تکذیب کرو تو ہلاک ہوتے ہو
یعنے تمکو ہمیشہ رہنے کیواسطے پیدا کیا ہے مگر ایک عالم سے دوسرے عالم مین بھیجے جاوگے ای بندگان
خدا تم اب اوس جگہہ مین ہو کہ اگر اوسمین کہانا کہاؤ تو گلے مین اٹکے اور پانی پیو تو اچھو لگے کسی
نعمت سے تمہاری خوشی پوری نہین ہوتی کہ دوسری نعمت کی جدائی سر پڑتی ہے جس سے تمکو
رنج ہوتا ہے اب اپنی مآل کو سمجھو کہ کیا ہوتا ہے اور کہان ہمیشہ رہنا پھر حضرت عمر بن عبد العزیز کو
اس قول کے بعد اتنا گریہ غالب ہوا کہ منبر پر سے اتر آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ مین
ارشاد فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ خدا تعالے سے ڈرو اور دنیا کو ترک کرو گو تمکو اوسکا
چھوڑنا اچھا معلوم نہو مگر وہ تمکو چھوڑ دیگی تم اوسکو نیا کرنا چاہتے ہو اور وہ تمہارے جسمون کو
پرانا کیے جاتی ہے تمہاری اور اوسکی مثل ایسی ہے جیسے مسافر کسی راہ مین چلین اور گویا
اوسکو طے کرلین یا پہاڑ پر پہونچین اور اوسپر مثلاً چڑھ چکین راہ تو چلتے چلتے کسی حد پر ختم ہی ہوجاتا ہے
اور اکثر ایسا ہی ہے کہ جسکی بات دنیا مین بنی ہوئی ہے موت کا جلد باز پیادہ اوسکے پیچھے ہے
یہانتک کہ دنیا سے جدا ہوجاوے پس اوسکی تکلیف و نقصان مین مضطر نہونا چاہیے کہ آخر کو
منقطع ہوجاوے گی اور نہ اوسکے متاع و دولت پر خوش ہونا چاہیے کہ وہ بھی انجام کو جاتی
رہیگی مجھے طالب دنیا سے بڑا تعجب ہے کہ وہ تو دنیا کا طالب ہے اور موت اوسکی طالب اور غافل
سے تعجب ہے کہ اوسکو غفلت ہے مگر اوسکے حال سے غفلت نہین کیجاویگی اور حضرت محمد بن حسین رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ جب عاقلون اور عالمون اور عارفون اور ادیبون کو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے دنیا کی
حقارت کی اور اوسکو اپنے دوستون کے لیے اچھا نہین جانا اور وہ اوسکے نزدیک بہت حقیر و ادنی چیز ہے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہی اوسمین زہد فرمایا اور اپنے یارون کو اوسکے فتنہ سے ڈرایا تو اونہون نے اوسمین سے میانہ روی کے طور پر کہایا اور زیادتی کو اپنا توشۂ آخرت بنایا اوسمین سے بقدر کفایت لیا اور جس مقدار سے کہ لہو مین پڑین اوسکو ترک کیا پوشاک مقدار ستر عورت اختیار کی اور غذامین سے اوسیقدر کہ دفع گرسنگی کہائی دنیا کو اس نظر سے دیکہا کہ فانی ہے اور آخرت کو جانا کہ باقی ہے اسی وجہ سے دنیا مین سے اوسیقدر توشہ لیا جیسے مسافر لیتا ہے پس دنیا کو اجاڑا اور آخرت کو آباد کیا آخرت کی طرف چشم دل سے دیکہا اور جانا کہ عنقریب چشم ظاہر سے بہی دیکہین گے اسیلیے اوسکی طرف دل سے کوچ کیا اس خیال سے کہ آخر جسم سے بہی اوسی کی طرف جانا پڑے گا تہوڑی سی مشقت دنیا مین اٹہاکر بہت دنون کی عیش حاصل کی یہ سب باتین اونکو خدا تعالے کی توفیق سے ہوئین کہ جو کچہہ اوسنے اونکے لیے محبوب جانا اوسیکو انہون نے محبوب سمجہا اور جس چیز کو اوسنے برا سمجہا اوسکو انہون نے بہی برا تصور کیا

تیسرا بیان دنیا کی کیفیت کا مثالون مین

جاننا چاہیے کہ دنیا بہت جلد گذران ہے ہر کسی کو وعدہ بقا کرتی ہے الا اسکے خلاف وعدہ کا ہر کوئی نالان ہے ظاہر مین دیکہو تو ٹہہری معلوم ہوتی ہے حالانکہ بڑی تیز رفتاری سے جلد جلد بہاگتی ہے اوسکی حرکت دیکہنے سے معلوم نہین ہوتی الا انقضاء سال وماہ سے محسوس ہوتی ہے اس باب مین اسکی مثال سایہ کی سی ہے کہ وہ بہی ظاہر مین حرکت کرتا معلوم نہین ہوتا مگر حقیقت مین متحرک رہتا ہے اوسکی حرکت آنکہہ سے نہین سوجہتی بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہے اور دنیا کو سایہ کے ساتہہ مشابہت اکابر نے بہی دی ہے چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سامنے جو ذکر دنیا کا ہوا تو آپ نے یون فرمایا ؎

ڈہلتا ہوا سایہ ہو یا خواب پریشان ،	کہاتے ہین فریب اسکا وہی جو کہ ہین نادان

اور حضرت امام حسن علیہ السلام اکثر تشبیہ دنیا مین یہ شعر پڑہتے ؎

یَا اَہْلَ اللَّذَّاتِ دُنْیَا لَا بَقَاءَ لَہَا	اِنَّ اغْتِرَارًا بِظِلٍّ زَائِلٍ حُمْقٌ

اور مشہور یون ہے کہ یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اونکے والد بزرگوار کا ہے اور روایت ہے کہ ایک اعرابی کسی قوم مین مہمان ہوا اونہون نے اوسکو کہانا کہلایا پہر ایک خیمہ کے سایہ مین سو گیا اون لوگون نے خیمہ کو اکہاڑ لیا اوسکو دہوپ لگی اوٹہہ کہڑا ہوا اور یہ شعر پڑہا ؎

دنیا ہے مثال سایہ قائم	ڈہلنا اوسے ایکدن ہے لازم

اور چونکہ دنیا سے خیالات ہی آدمی کو دہوکا دیتی ہے اور اوسمین سے نکلنے کے بعد کچہہ بہی ساتہہ نہین رہتا

اِس اعتبار سے اوسکی مثال خیالات خواب کی سی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اَلدُّنیا حُلُمٌ وَاَهلُهَا عَلَيهَا مُجَازُونَ وَمُعَاقَبُونَ اور یونس بن عبید رح کہتے ہین کہ مینے اپنے دلمین تشبیہ دنیا کی یون دی ہے کہ جیسے سوتا آدمی خواب مین کسی بُری یا بہلی بات سے رنجیدہ یا خوش ہوا کرتا ہی ایسی ہی لوگ بہی گویا خواب مین رنج و راحت دنیاوی دیکہہ رہے ہین مرنیکے بعد جو آنکہہ کہلیگی تو کچہہ نہ پاوینگے

جب آنکہہ نہتی تو دیکہتے تہے سب کچہہ
جب آنکہہ کہلی تو کچہہ نہ دیکہا ہمنے

اور تشبیہ دنیا مین بعضون کا یہ قول ہے

دنیا خوابے ست و زندگانی در وے
خوابے ست کہ در خواب ببینی آنرا

اور اِس اعتبار سے کہ دنیا اپنے اہل و اولاد کی دشمن جانی ہے اور اونکو تباہ و برباد کرتی ہے اوسکی مثال اوس عورت کی سی ہے جو مردون کے واسطے اپنے آپکو بنایا سنوارا کرے اور جب کسی سے بیاہی جاوے اوسکو ذبح کر ڈالے یہی حال دنیا کا ہے کہ اول اول بہت اچہی اور نرم و نازک معلوم ہوتی ہے مگر آخر کو تباہ کر دیتی ہے روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے سامنے دنیا ایک بوڑہی بڑہیا کی صورت مین آئی ہر ایک طرح کی زینت سی آراستہ و پیراستہ تہی آپ نے پوچہا کہ تونے کتنے شوہر کیے اوسنے جواب دیا کہ مجکو شمار نہین معلوم آپ نے فرمایا کہ وہ سب تجکو چہوڑ کر مر گئے یا تجکو طلاق دیدی اوسنے عرض کیا کہ مینے اونکو ذبح کر ڈالا آپ نے فرمایا کہ پہر تیری باقی شوہرون کی خرابی ہے کہ پہلون کا حال دیکہکر عبرت نہین کرتی تو ایک ایک کو مارتی جاتی ہے اور وہ تجہسے نہین ڈرتے

مجو درستی عہد از زمانِ سست نہاد
کہ این عجوز عروس ہزار داماد ست

اور اس اعتبار سے کہ دنیا کا ظاہر کچہہ اور باطن کچہہ ہے اوسکی مثال ایسی تصور کرنی چاہیے کہ ایک بڑہیا بدصورت اپنے اوپر خوب عمدہ پوشاک و زیور پہن لے اور منہہ پر برقع ڈالکر لوگون کو فریب دے جب اونکو اوسکے باطن کا حال معلوم ہوا اور منہہ پر سے گہونگٹ اوٹہا کر دیکہین تو اوسکے اتباع سے نادم و خجل ہون اور اپنی کم عقلی اور دہوکا کہانے سے شرمندہ علا ابن زیاد فرماتے ہین کہ مینے خواب مین ایک بڑہیا دیکہی جسکی کہال سکڑی تہی اور زیور و لباس مین لدی تہی آدمی اوسکے گرد تعجب سی دیکہہ رہے تہے مینے پاس آکر اوسکو دیکہا تو لوگونکی اوسکی طرف دیکہنے سی نہایت متعجب ہوا کہ اسکی طرف کیون مائل ہین آخر اوس سے پوچہا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ تم مجہے نہین پہچانتے مینے کہا کہ مین تو نہین جانتا تو کون ہے اوسنے جواب دیا کہ مین دنیا ہون مینے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اوسنے کہا کہ اگر میرے شر سے بچا چاہتے ہو تو زر و روپیہ کو برا جاننا اور ابوبکر بن عیاش رح کہتے ہین کہ مینے قبل اسکی کہ بغداد مین پہونچون دنیا کو خواب مین ایک بڑہیا بوڑہی

بدصورت دیکھی کہ تالیان بجا رہی ہے اور اوسکے پیچھے خلقت اوسکی خواستگار ہے وہ بھی تالیان
بجاتے اور ناچتے ہین جب وہ میرے سامنے آئی تو میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ اگر مجھکو موقع ملا
تو تیرا حال بھی ایسا ہی کرونگی جو انکا ہے اس خواب کو کہکر ابوبکر رو پڑے اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ
حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ قیامت کو دنیا ایک بڑھیا بدصورت کیری آنکھون والی کی
شکل مین لائی جاویگی دانت آگے کو نکلے ہونگے لوگون کے سامنے کرکے پوچھا جاویگا کہ تم اسکو بھی
پہچانتے ہو وہ عرض کرینگے کہ خدا پناہ دے کہ ہم اسکو جانین حکم ہوگا کہ یہ وہی دنیا ہے جسکے لیے تم فخر اور حسد
اور بغض اور قطع رحم اور مکر و فریب کیا کرتے تھے اور اوسکے پھندے مین آگئے تھے پھر اوسکو دوزخ مین
ڈالدیا جاویگا وہ عرض کریگی کہ الٰہی میرے اتباع اور گروہ کہان ہین حکم ہوگا کہ اونکو بھی اسکے ساتھ
کردو اور حضرت فضیل رح سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی روح سے اوپر کو چڑہا راستہ مین اوسنے
ایک عورت ہر ایک طرح سے آراستہ و پیراستہ دیکھی جو اوسکے پاس کو نکلتا ہے اوسکو زخمی کردیتی ہے پیٹھ
پیچھے دیکھو تو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور آگے سے بہت بُری بڑھیا ہو نیلی چندہی آنکھون
کی ہے اوسنے کہا کہ مجھکو خدا تجھسے بچاوے اوسنے جواب دیا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجھکو مجھسے نہین بچائیگا
جب تک روپیہ پیسے کو برا نجانے اوسنے پوچھا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ دنیا ہون اور اس اعتبار سے
کہ آدمی کا گذر دنیا پر ہوتا ہے اوسکی کچھ حقیقت ہی نہین اسلیے کہ آدمی کے تین حال ہین اول تو وہ زمانہ کہ جسمین
پیدا نہیں ہوا تھا یعنے ازل سے پیدایش کیوقت تک دوسرا مرنیکے بعد سے ابد تک جسمین دنیا کو نہ دیکھیگا
تیسرا ایام حیات کا زمانہ جسکا نام دنیا ہے پس اگر اس زندگی دنیا کو ازل اور ابد کی نسبت کرکے دیکھو
تو ایسی بھی نہوگی جیسے ایک سفر طول طویل مین تھوڑا سا مقام ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین
ہے کہ مَالِي وَلِلدُّنْيَا وَإِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رَاكِبٍ سَارَ فِي يَوْمٍ صَائِفٍ فَرُفِعَتْ لَهُ
شَجَرَةٌ فَقَالَ تَحْتَ ظِلِّهَا سَاعَةً ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا اور جو کوئی دنیا کو اس نظر سے دیکھے کبھی اوسکی رغبت
نکرے اور نہ یہ پروا کرے کہ دن کسطرح گذرتے ہین تنگی مین یا فراخی مین رنج مین یا راحت مین اور
اینٹ پر اینٹ بھی نہ رکھے اور ازانجا کہ دنیا کی کیفیت آنحضرت صلعم کو خوب معلوم تھی اسلیے زندگی بھر نہ کبھی
اینٹ کا بنایا نہ لکڑی کا بلکہ بعضے صحابہ کو لکڑی کا مکان بناتے دیکھکر فرمایا الْأَمْرُ أَعْجَلُ مِنْ هٰذَا
اور اونکا مکان بنوانا برا معلوم ہوا اور اسی کیطرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اشارہ فرماتے ہین
کہ دنیا ایک پل ہے اوسپر سے گذر جاؤ اور عمارت نہ بناؤ اور یہ مثال خوب صاف ہے کیونکہ زندگی
دنیا آخرت مین پہونچنے کے لیے ایک پل ہے جسکا ایک ستون مہد ہے اور ایک ستون لحد اور دونوں کے

درمیان مسافت محدود ہے بعض لوگون نے اس پل کا نصف قطع کر لیا ہے بعض نے تہائی
اور بعض نے دو تہائی اور بعض کو ایک قدم ہی طے کرنا باقی ہے مگر اوسکو معلوم نہین بہرحال اوس سے
گذرنا تو ضروری ہے اور پل پر عمارت بنانی اور اوسکو اقسام زینت سے آراستہ کرنا اور پہر چہوڑ کر چلے جانا
نہایت جہل اور ذلت ہی اور چونکہ دنیا مین خوض کرنا بہت آسان اور نرم ہے اسلیے دنیادار کو
معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سلامت نکلنا بہی ایسا ہی آسان اور مزہ دار ہوگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ
اسکے اندر گہس جانا بہت سہل ہے اور سلامت نکلنا نہایت مشکل اسکی مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یون لکہی تہی کہ دنیا بمنزلہ سانپ کے ہے ظاہر مین اوسکو ہاتہ لگاؤ
تو نرم اور چکنا معلوم ہوتا ہے مگر اوسکا زہر آدمی کو مار ڈالتا ہے پس تمکو جو چیز اوسمین سے اچہی
معلوم ہو اوسکی طرف سے منہ پہیرو کہ وہ تمہارے ساتہہ بہت کم رہیگی اور از انجا کہ تمکو اوسکے فراق کا
یقین ہے اسلیے اوسکے تردّدات کو بہی برطرف کرو اور اوسکی سب سے زیادہ خوشی کی حالت سب سے زیادہ خوف
کا مقام ہے کیونکہ دنیا مین جب کبہی کسیکو خوشی پہونچتی ہے اوسکے بعد ویسا ہی رنج بہی پہونچا کرتا ہے
والسلام اور دنیا مین پہنسکر اوسکے آفات سے سلامت رہنے کی مثال اس حدیث مین ہے اِنَّمَا
مَثَلُ صَاحِبِ الدُّنْيَا كَالْمَاشِي فِي الْمَاءِ هَلْ يَسْتَطِيعُ الَّذِي يَمْشِي فِي الْمَاءِ أَنْ لَا تَبْتَلَّ قَدَمَاهُ
اس حدیث سے جہالت اون لوگون کی معلوم ہوئی جو یہ کہتے ہین کہ ہمارے جسم صرف لذات دنیا
سے بہرہ ور ہین اور دل اوس سے پاک و صاف ہین دلون مین کسیطرح کا علاقہ نہین اور یہ ایک
شیطان کا دہوکا ہے کہ اونکو فریب دے۔ کہا ہے کہ اگر اونکو اس عیش و لذت سے علیحدہ کر دیا جاوے
تو کیسا برا رنج کرتے ہین اگر دل کو علاقہ نہ تہا تو درد و رنج کسکو ہوتا ہے غرضکہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم درست ہی کہ جسطرح پانی مین چلنے سے قدم ضرور تر ہوتے ہین اسیطرح دنیا کی اختلاط سے
بہی دلمین ایک علاقہ اور ظلمت پیدا ہوتی ہے بلکہ اس تعلق دنیاوی سے دل مین عبادت کا مزہ
نہین ہوتا چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین سچ کہتا ہون کہ جیسے بیمار آدمی شدت
درد مین کہانے کا مزہ نہین پاتا اسیطرح جسکو دنیا کام روکتی ہے وہ عبادت کی حلاوت نہین اوٹہاتا
اور یہ بہی سچ کہتا ہون کہ جسطرح گہوڑا سوار نہوسکے اور پہر اپنجانے سے بگڑ جاتا ہے اور کام نہین دیتا
اسیطرح اگر دل بہی ذکر موت اور مشقت عبادت سے نرم اور سدہرا نہ کیا جاوے تو سخت اور بیکار
ہو جاتا ہے اور یہ بہی درست بات ہے کہ مشک جب تک پہٹی نہ ہو اور سوکہتی نہ ہو اوسمین شہد بہر کر رکہ سکتے ہین
اسیطرح جب تک دل شہوات سے نہ پہٹا اور طمع سے ناپاک اور لذت سے سخت نہین ہوتے تب تک حکمت

اوسمین آسکتی ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اِنَّمَا بَقِيَ مِنَ الدُّنْيَا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ وَاِنَّمَا مَثَلُ عَمَلِ اَحَدِكُمْ
كَمَثَلِ الْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَعْلَاهُ طَابَ اَسْفَلُهُ وَاِذَا خَبُثَ اَعْلَاهُ خَبُثَ اَسْفَلُهُ اور ایک حدیث مین
حضرت انس سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَثَلُ هٰذِهِ الدُّنْيَا مَثَلُ ثَوْبٍ
شُقَّ مِنْ اَوَّلِهِ اِلٰى اٰخِرِهِ فَبَقِيَ مُتَعَلِّقًا بِخَيْطٍ فِي اٰخِرِهِ فَيُوْشِكُ ذٰلِكَ الْخَيْطُ اَنْ يَنْقَطِعَ اس حدیث
مین اس بات کی مثال ہے کہ دنیا جسقدر باقی ہے بنسبت گذشتہ کے بہت کم ہے اور اس وجہ سے
کہ دنیا کا ایک علاقہ دوسرے کا باعث ہوتا ہے اور مرنے تک یہی سلسلہ رہتا ہے اسکی مثال
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یون ارشاد فرمائی ہے کہ طالب دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص
پیاس کے لیے کھاری پانی پیوے کہ جتنا زیادہ پیئے گا وتنا ہی پیاس زیادہ ہوگی یہانتک کہ آخر کو
مرجاوے گا اور اس باعث سے کہ دنیا کا آغاز اچھا معلوم ہوتا ہے اور انجام پلید ہوتا ہے اوس کی
مثال غذا کی سی ہے یعنے شہوات دنیاوی دلمین ایسی اچھی معلوم ہوتی ہین جیسے شہوت غذا معدہ مین
اور مرنیکے وقت دلکی شہوات دنیاوی سے آدمی کو کراہت اور بدبو ایسی ہی معلوم ہوگی جیسے غذا
سے جب معدہ مین پہونچکر اپنے کمال کو پہونچتی ہے مثلاً جسقدر غذا لذیذ و مزہ دار اور چکنی خواہ شیرین
ہوگی اوسیقدر اوسمین بدبو اور کثافت زیادہ ہوگی اسیطرح دل کے شہوات مین سے جونسی شہوت
قوی اور لذیذ ہوگی اوسکی کراہت اور بدبو مرنیکے وقت زیادہ ہوگی بلکہ یہ بات زندگی مین ہی دیکھ لو
کہ اگر کسی کا گھربار چھن جاوے اور مال و اولاد و زن و فرزند لٹ جاوین تو اوسکو مصیبت و درد
اوسی چیز کا زیادہ ہوگا جس سے محبت زیادہ تھی اور بہت لذیذ جانتا تھا اور کثرت سے حرص کرتا تھا
خلاصہ یہ کہ جسکا ہونا جسقدر اچھا معلوم ہوتا ہے اوسیقدر اوسکے نہونے سے رنج بھی ہوتا ہے اور
موت سے بھی غرض یہی ہے کہ دنیا کی نعمت جاتی رہی اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ضحاک بن سفیان کلابی سے فرمایا کہ تم اپنی غذا نمک مرچ کے ساتھ کھا کر پھر پانی اور دودھ پیتے ہو
اونہون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پھر اوس غذا کا کیا بنتا ہے انہون نے عرض کیا کہ وہ تو
آپ جانتے ہی ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ دنیا کو اوسی چیز کی مشابہ فرماتا ہے جو انجام کو حدث
بنجاتی ہے اور حضرت ابی بن کعب فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اِنَّ الدُّنْيَا ضُرِبَتْ مَثَلًا
لِابْنِ اٰدَمَ فَانْظُرْ مَا يَخْرُجُ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ وَاِنْ قَزَّحَهُ وَمَلَّحَهُ اِلٰى مَا يَصِيْرُ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ الدُّنْيَا
لِمَطْعَمِ ابْنِ اٰدَمَ مَثَلًا وَضَرَبَ مَطْعَمَ ابْنِ اٰدَمَ لِلدُّنْيَا مَثَلًا وَاِنْ قَزَّحَهُ وَمَلَّحَهُ اور حضرت حسن رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ مین دیکھتا ہون کہ اول غذا مین خوب مصالحہ اور خوشبو دار ڈالتے ہین اور پھر اوسکو

کہان ڈال آئے ہین اور اللہ تعالی فرماتا ہے فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ اسکی تفسیر مین حضرت
ابن عباس فرماتے ہین کہ طعام سے مراد وہ صورت ہے جو غذا کے انجام کو ہوجاتی ہے اور ایک شخص نے
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مین آپ سے کچھ پوچھا چاہتا ہون مگر شرم آتی ہے آپنے
فرمایا کہ شرمانا نچاہیے پوچھ لو اوسنے عرض کیا کہ جب آدمی پائخانہ سے فارغ ہوگیا اوسکو دیکھو آپنے
فرمایا کہ ہان فرشتہ اوسکو یون کہتا ہے کہ جس چیز کا تجمل کیا کرتا تھا اوسکو دیکھ کہ اوسکا انجام کیا ہوا
اور حضرت بشر بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے کہ لوگو چلو تمکو دنیا دکھاؤن اونکو کسی گھورے پر لیجا کر فرماتے
کہ یہ اونکے میوے اور مرغ اور شہد اور گھی ہے اور آخرت کی نسبت کر دنیا کی مثال اس حدیث
شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی مقدار آخرت مین ایسی ہے جیسے
کوئی سمندر مین انگلی ڈالکر دیکھے کہ انگلی پر کسقدر پانی آیا یعنے آخرت کے سامنے دنیا ہیچ ہے اور
اس وجہ سے کہ دنیا دار دنیا کی لذتون مین مبتلا ہوکر آخرت سے غافل رہتے ہین اور پھر بڑی بڑی حسرتین
اٹھاتے ہین اوسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کچھ لوگ کشتی مین سوار ہون اور ایک جزیرہ مین پہونچین
وہان پہونچکر ملاح نے اونکو اجازت دی کہ جسکو قضاء حاجت منظور ہو وہ یہان اوتر جاوے مگر یہ
مقام خوفناک ہے یہان سے جلد اپنا کام کرکے واپس آنا ورنہ کشتی کھل جاوے گی یہ لوگ کشتی سے اوترکر
اور اوس جزیرہ مین پھیل گئے پھر بعضون نے تو ناخدا کے قول پر عمل کیا اور قضاء حاجت کرکے
کشتی کی طرف جلد آگئے اور کشتی کو خالی دیکھکر خوب فراغت کی جگہہ اور خاطر خواہ آسایش کا مکان لے لیا
اور بعضون نے جزیرہ مین توقف کرکے اوسکے شگوفون اور غنچون اور ریاحینون اور نغمات دل آویز
اور جانورون کے چہچہے فرحت انگیز اور جواہر بوقلمون اور معادن گوناگون اور نقوش غریبہ اور
اشکال عجیبہ کی سیر کی مگر بخوف کشتی کے نہ ملنے کے سیر کرتے ہی جلد پھر آئے انکو پہلو تنگ سا مکان
وسیع تو نملا تاہم اچھی طرح بیٹھ گئے اور بعضون نے جو ان اشیاء مذکورہ بالا کو دیکھا لٹو ہوگئے
اور صدف و جواہر اور میوہ و گل کی خوبی اسقدر دلمین کھبی کہ اونکے چھوڑنیکو دل نچاہا اونمین سے
کچھ ساتھ لے لیے کشتی مین آکر مکان کی گنجایش اتنی بھی نہ دیکھی کہ خود اچھی طرح بیٹھ سکین بوجھہ کے
رکھنے کا تو کیا ذکر ہے مجبور ہی اونکو اپنے سر پر لاد کر کشتی مین جا بیٹھے مگر اپنی اس حرکت سے نادم
تھے کہ ناحق انکو لیا اور مفت مین درد سر اور وبال مول لیا اور کچھ لوگ جنگل مین گھسکر کشتی کو بالکل
بھول گئے اور اتنی سیر کی کہ ناخدا کی آواز بھی نہ سنی مگر باوجود اسکے درندون کا خوف دلمین تھا
اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ اس فراز و نشیب مین لغزش بھی ہوگی اور مصیبت اٹھانی پڑیگی پاؤن اور

مین کانٹے چبہین سے کہ نہ اوسنے بدن چرپے گا آواز ہولناک سے کلیجہ کانپنے گا جہاڑ و نسے کپڑے
کہنچکر نکلینگے رہجاوینگے اور پہر اگر لوٹنا چاہینگے تو بن نہ آویگا اسی اثنا مین آواز کشتی والون کی
سنکر بوجہ کے گٹہڑے سر پر لیے جو کنارہ پر پہونچے تو اوسمین جگہہ نپائی کنارہ ہی پر بہوکے پیاسے مر گئے
اور بعضون کو کشتی والونکی بہی آواز نہ سنائی دے اور کشتی بہی چلدی تو انکا حال یہ ہوا کہ بعضے
تو خوراک درندون کی ہوئے اور کچہہ حیران پریشان بہٹک بہٹک مر گیے بعضے دلدل مین جا گرے بعضو
سانپ بچہو کہا گئے غرض سب کی سب اسیطرح خوار و نزار مردار ہو گئے اب جو لوگ کہ کشتی مین بوجہہ سمیت
سوار ہوئے تہے اونکو اون چیزونکی حفاظت کا فکر ہوا مکان تنگ پہلی ہی سے تہا کچہہ عرصہ کے بعد
پہول مرجہا گئے اور پتہر وغیرہ کے رنگ متغیر ہو گئے اور میوہ وغیرہ بگڑکر سڑ گئے بدبو آنے لگی اور
یک نشد دو شد کا مضمون ہوا کہ پہلے صرف تنگی ہی کی دقت تہی اب بدبو سے ایذا ہونے لگی پہر کوئی
علاج نسوجہا بجز اسکے کہ اوسکو دریا مین ڈالدیا مگر اوسکی بدبو اور خوراک سے اتنی تاثیر ہوئی کہ گہر پہونچنے
تک بیمار پڑ گئے اور بہت دنون بہٹک بہکا کیے اور جو انسے پہلے کشتی مین آئے تہے اونکو البتہ بیٹہنے
مین خاطر خواہ آسایش تو نملی الا وطن مین پہونچکر صحیح و سالم رہے کچہہ دکہہ درد نہوا اور جو لوگ
اول ہی اول چلے آئے تہے وہ کشتی مین بہی چین سے رہے اور وطن مین بہی راحت و آرام سے رہے
پس اگر تامل دیکہو تو یہی حال دنیا کے لوگونکا ہے کہ وطن اصلی کو بہول کر اس جزیرہ کے گلزار اور پتہرون
اور چاندی سونے پر ایسے غافل ہین کہ انجام کا فکر ذرا نہین کرتے یہ معلوم نہین کہ مرنیکے وقت یہ سب
زینت کی چیزین گردن پر وبال ہونگی گو اب انکے آنے کی خوشی اور جانیکا غم ہوتا ہے اور اس مصیبت
مین سبہی مبتلا ہین الا جسکو خدا بچاوے اور اس نظر سے کہ خلقت دنیا کے فریب مین آجاتی ہے
اور باوجود خدا تعالے کے خوف دلانیکے اللہ تعالی کے قول پر ایمان ضعیف رکہتی ہے اوسکی مثال
اس حدیث مین ہے جو حضرت حسن رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضہ
سے فرمایا کہ میری اور تمہاری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم کے لوگ کسی جنگل بے غبار مین
چلین اور چلتے چلتے یہ نوبت پہونچ جاوے کہ یہ بہی خبر نہو کہ جتنا راہ طے کر چکے ہین وہ زیادہ ہے
یا جو باقی رہا ہے وہ زیادہ ہے پس اونکا کہانا پینا تمام ہو جاوے اور اسی جنگل مین کمر کہول کر زاد
و راحلہ پڑے رہین اور جینے سے ہاتہہ دہو بیٹہین جب اونکی یہ نوبت پہونچی تو دور سے ایک آدمی کی
صورت دیکہین کہ لباس پہنے چلا آتا ہے اور اوسکے کپڑون سے پانی ٹپکتا ہے گمان کرین کہ یہ
کسی زرخیز زمین سے آتا ہے وہ جگہہ یہانسے قریب معلوم ہوتی ہے جب وہ پاس آکر ایسے پوچہے کہ

تمھارا کیا حال ہے اوس سے کہین کہ جو حال ہے وہ عیان ہے عیان را چہ بیان وہ جواب دینگے
کہ بھلا اگر مین تمکو پانی اور باغ بتا دون تو کیا کرو وے جواب دین کہ ہم تیری اطاعت کسی چیز مین
مخر گذشت نکرینگے اوسنے کہا کہ اگر سچ کہتے ہو تو اس عہد کو پکا کرو اونھون نے خدا کی قسم کھا کر عہد مستحکم
کیا کہ ہم ہرگز نافرمانی کسی بات مین نکرینگے غرضکہ اس عہد کے بعد اوسنے عمدہ پانی اور باغ سبز حسب عہد
بتلا دیا اور چند روز خود اونمین رہا پھر اوسنے کہا کہ بھائیو سنتے ہو اونھون نے کہا کہو کہا کہ یہان سے
چلدو پوچھا کہ کہان جائین کہا کہ ایسے چشمہ اور باغ مین جو اس سے کہین اعلی ہے اسکو سنکر بعضون
نے تو یہ کہا کہ خدا خدا کرکے تو ہمکو یہ جگہہ نعمت غیر مترقبہ ملی ہے اس سے بہتر کو لیکے ہم کیا کرینگے
اور کم لوگون نے یہ کہا کہ صاحبو اسکے ساتھہ عہد کر چکے ہو کہ کسی بات مین نافرمانی نکرینگے پہلی جو کچھہ
اس شخص نے کہا تھا ویسا ہی ہوا اب بھی اسکا قول بیشک درست ہے اور اسی خیال سے اوسکے ساتھہ
ہو لیے اور باقی لوگ وہان ہی پڑے رہے صبح کو دشمن نے تاخت کرکے بعضون کو قتل اور بعضون کو
اسیر کر لیا **ف** مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین اوس شخص سے مراد ذات پاک رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہے کہ امت کو آخرت کیطرف بلاتے ہین پس جسنے وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَكَ مِنَ الْأُولَى کے
کو سچ جانا اور دنیا سے دل برداشتہ ہو کر اونکا اتباع کیا وہ تو سلامت رہا ورنہ دشمن جانی شیطان کے
زمرہ مین داخل ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ ہوا اور اس لحاظ سے کہ لوگ دنیا مین اول اول مزے اڑاتے ہین
اور آخر کو اوسکی جدائی سے دردمند ہوتے ہین اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مکان بناوے اور اوسکو
خوب آراستہ کرے اور پھر ایک ایک قوم کو جدا جدا اپنے یہان بلا کر دعوت کرے جب ایک قوم گھر مین
آوے تو ایک سونیکے عطر دان مین اوسکے سامنے عطر وغیرہ رکھدے کہ اوسکو سونگھکر اورون کیواسطے
چھوڑ جاوے اوسنے رسم کی ناواقفیت سے یہ خیال کر لیا کہ یہ برتن سمیت ہمکو ملا ہے اسی جہت سے دلکو
خوب اوسپر متعلق کر لیا جب مالک خانہ نے وہ برتن واپس لے لیا تو تعلق دل کے باعث کمال رنج ہوا
اور جسکو دستور معلوم تھا اوسنے خوشبو بھی سونگھی اور مالک کا شکر گذار بھی ہوا اور خوشی سے وہ برتن
مالک کے حوالہ کیا اسیطرح جو شخص دنیا مین خدا تعالی کی عادت سے واقف ہے جانتا ہے کہ یہ ضیافت خانہ ہے
گذرنے والون پر وقف ہے اسلیے کہ اسمین توشہ آخرت لین اور جسطرح مسافر عاریت کی چیزون سے منتفع
ہوتے ہین اوسیطرح اشیاے دنیاوی سے فائدہ اوٹھاوین اور بہمہ تن اوسمین مصروف نہون کہ
جدا ہونیکے وقت مصیبت سہین یہ ہین دنیا کی مثالین اور اوسکے آفات و غوائل کی تشبیہین خداوند
کریم ہمکو بھی توفیق اس سے بچنے کی عنایت کرے

چوتھا بیان دنیا کی حقیقت اور ماہیت کا بندہ کے حق مین

جاننا چاہیے کہ صرف مذمت دنیا کا جان لینا کافی نہین جب تک یہ معلوم نہو کہ قابل مذمت کونسی دنیا ہے اور کس دنیا سے اجتناب کرنا لازم ہے اسیواسطے ان دونون باتون کا بیان کرنا ضروری ہے کہ دشمن خدا اور راہزن معرفت یہی ہین پس کہتے ہین کہ دنیا و آخرت دل کے دو احوال کا نام ہے جو حال کہ وسلے قریب ہے یعنے موت سے پہلے اوسکو دنیا کہتے ہین کہ دنو بمعنے قرب سے مشتق ہے اور جو حال متاخر ہے یعنے بعد موت کر اوسکو آخرت بولتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزین ایسی ہین کہ اونسے غرض اور خواہش اور لذت موت سے پہلے رہتی ہے وہ آدمی کے حق مین دنیا مین داخل ہین مگر اس سے یہ نسمجھنا چاہیے کہ جس چیز کیطرف رغبت ہو وہ خواہ نخواہ بری ہے بلکہ اوسکی تین قسمین ہین اول تو وہ اشیا جو آخرت مین ساتھ رہین اور اونکا ثمرہ بعد موت کے معلوم ہو وہ دو چیزین ہین علم اور عمل علم سے مراد وہ علم ہے جس سے معرفت ذات و صفات و افعال الٰہی اور ملائکہ اور کتابون اور رسولون اور زمین و آسمان کے ملکوت کی معرفت اور شریعت نبوی حاصل ہو اور عمل سے غرض عبادت خالص خاص خدا کی ہے پس عالم شخص اگرچہ بعض اوقات علم سے ایسا مانوس ہوتا ہے کہ سب چیزون کی زیادہ لذت علم مین پاتا ہے یہانتک کہ خواب و خور اور ملاقات زن و فرزند اسکے لیے چھوڑ دیتا ہے اور سب سے زیادہ اسی مین مزہ پاتا ہے اور یہ لذت اوسکو مرنے سے پہلے ہی ہوتی ہے تاہم اسکو ہم دنیا مذموم مین شمار نہین کرتے بلکہ اسکو صرف دنیا مین بھی شمار کرنا نچاہیے آخرت ہی مین تصور کرنا چاہیے اسیطرح عابد بھی اپنی عبادت مین ایسی حلاوت و لذت پاتا ہے کہ اگر اوسکو بالفرض روکدیا جاوے تو سخت عذاب مین مبتلا ہو یہانتک کہ بعض عابدون کا قول ہے کہ موت سے اور تو کچھ ڈر نہین اتنا خوف ہی کہ تہجد جاتا رہیگا اور ایک اور عابد دعا مانگتے تھے کہ الٰہی مجکو قبر مین قوت نماز و رکوع و سجدہ کی عنایت کرنا تو گویہ لذت سردست اوسکو حاصل ہے اور باعتبار اشتقاق کے دنیا اسے کہہ سکتے ہین لیکن جس دنیا کی مذمت وارد ہے وہ چیز یہ نہین اسیطرح حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثَۃٌ اَلنِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اسمین نماز کو بھی لذائذ دنیاوی کے ارشاد فرمایا اس باعث سے کہ اول تو وہ محسوسات مین سے ہے اور جتنے محسوسات ہین وہ دنیا کے عالم مین داخل ہین علاوہ ازین رکوع و سجود مین جو اعضا کی حرکت سے اونکو لذت ہوتی ہی یہ بھی دنیاوی لذت ہے مگر ہم اسکے ہمیسی لذتونسے تعرض نہین ہوتے اور اسکو دنیا تصور نہین کرتے بلکہ جس دنیا کی مذمت ہی اوسیکو بیان کرینگے دوسری قسم حظوظ اور لذات کی وہ ہے جس سے صرف

زندگی مین فائدہ ہو اور آخرت مین کچہہ ثمرہ نکلے جیسے گناہون سے لذت یاب ہونا یا مباحات سے
زائد از ضرورت مستفید ہونا جسکو رفاہیت اور رعونت کہتے ہین مثلاً بہت سی ڈہیر چاندی سونے
سے اور گہوڑون اور چارپایون اور زراعت اور لونڈی غلام اور مکانات بلند اور لباس فاخرہ اور
عمدہ غذاؤن سے متمتع ہونا ان سب کا حظ دنیا سے پہلے ہی آنکا اسلیے دنیا مذموم مین داخل ہین
اور اسمین کلام طویل ہے انمین سے کسکو فضول تصور کرین اور کسکو داخل حاجت سمجہین کیونکہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہون نے حضرت ابو درداء رضہ کو حمص پر عامل کرکے بہیجا تہا
اونہون نے وہان دو درم صرف کرکے ایک پاخانہ بنایا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونکو یون
لکہا کہ عمر بن خطاب امیر المومنین کیطرف سے عویمر کو معلوم ہو کہ فارس اور روم کی عمارتون مین جو چیزین
موجود تہی جو تمکو کافی ہوتی دنیا کی آبادی کیون کی جسکے خراب کرنے کا حکم خدا تعالی نے دیا ہے
اب بعجرد پہونچنے میرے خط کے تم مع اہل وعیال دمشق مین چلے جاؤ فقط حضرت ابو درداء زندگی بہر
دمشق ہی مین رہے پس دیکہنا چاہیے کہ حضرت عمر رضہ نے اسقدر کو بہی دنیا سے فضول سمجہا تیسری قسم
لذات کی وہ ہے کہ ان دونون قسمون مین متوسط ہو مثلاً بقدر قوت غذا اور جوڑا موٹے کپڑے کا اور ایسی
ہی لابدی اشیا جنسے کہ آدمی علم اور عمل کو پہونچ جاوے تو اسطرح کی لذات دنیا مین نہ گنی جاوینگے
بلکہ اس وجہ سے کہ یہ آخرت پر معین ہین یا وسیلہ حصول اخروی نعمتونکا ہین داخل قسم اول
ہین جو شخص اونکو بقصد استعانت حاصل کرے گا تو دنیادار نہ کہلاوے گا اور علم وعمل پر استعانت
کی نیت سے حاصل نہ کرے گا بلکہ غرض صرف لذت دنیاوی ہوگی تو داخل قسم ثانی ہونگی اور دنیا کی
چیزون مین شمار ہونگے اور موت کے بعد آدمی کے ساتھہ تین چیزین رہتی ہین اول دل کا طاہر ہونا
دنیا کے میل سے دوم الفت اللہ تعالی کے ذکر سے سوم محبت خدا تعالی کی انمین طہارت قلب بدون
ترک شہوات دنیا کی نہین ہوتی اور الفت بدون کثرت ومداومت ذکر کے میسر نہین اور محبت بے معرفت
حاصل نہین ہوتی اور معرفت الہی بدون مداومت فکر کی نہین ہوسکتی اور یہی تینون باتین یعنی
طہارت والفت ومحبت بعد مرنیکے موجب سعادت ونجات ہوتی ہین طہارت قلب شہوات دنیا سے
اسوجہ سے نجات دہندہ ہے کہ عذاب مین اور آدمی مین حائل ہوجاتی ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے
کہ آدمی کے اعمال اوسکی طرف سے لڑینگے مثلاً جب عذاب پاؤنکی طرف سے آویگا تو تہجد اوسکو روکے گا اور
جب ہاتہونکی طرف سے آوے گا تو خیرات اوسکو روکیگی اور انس ومحبت اس باعث موجب سعادت
ہین کہ انکے باعث شرف دیدار خداوندی نصیب ہوتا ہے اور بعد مرنیکے اس سعادت سے بہرہ ور ہوجاتا ہے

اور وقت دیدار تک جو جنت میں ہوگا یہی حال رہتا ہے تو مرتی ہی قبر رشک باغ ارم بنجاتی ہے
اور کیون نہو عاشق کا محبوب تو ایک ہی تہا جس سے عوائق دنیاوی مانع تہے جب ت سے وہ عوائق
دور ہوئے اور دنیا کی حوالات سے چھوٹ گیا تو اب ذکر محبوب اور دیدار مطلوب کا کون مانع رہا اب تو
خوشی خوشی آفتون سے چھوٹ کر اور رنج فراق سے مامون ہو کر اوسکے انوار سے مدام مقتبس رہے گا اور
دنیا دار کو قبر مین عذاب ہوتا ہے اس جہت سے کہ اوسکا محبوب صرف دنیا تہی جو بسبب موت کے باعث اس سے چہین
گئی اور کوئی حیلہ اوسمین پہر آنے کا نرہا جب محبوب ہی پاس نرہا تو رنج و عذاب نہوگا تو اور کیا ہوگا
کسی نے سچ کہا ہے ؎

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو		یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہو	

اور موت سے آدمی نیست نہین ہو جاتا بلکہ دنیا کی محبوب چیزین چھوٹ جاتی ہین اور خدا کی سامنے
حاضری ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سالک طریق آخرت وہی ہے جو ان تینون صفات
یعنی ذکر اور فکر اور اوس عمل پر جس سے کہ شہوات دنیا چھوٹ جائین مداومت کرے اور تمام لذات
دنیاوی اوسکے نزدیک مکروہ معلوم ہون اور یہ باتین بدون صحت و تندرستی کے ممکن نہین اور
بدن کی صحت بدون غذا اور لباس اور مسکن کے ممکن نہین اور ہر ایک کیواسطے جدا سامان چاہیے
پس جو آدمی کہ غذا اور لباس اور مسکن بقدر ضرورت آخرت کے لیے حاصل کرے وہ دنیا دار نکہلاوےگا
اور یہ دنیا اوسکے حق مین مزرعۂ آخرت ہوگی اور اگر ان چیزونکو صرف حظ نفس کیواسطے اور تنعم کیلیے
پیدا کرےگا تو دنیا والون مین شمار ہوگا اور دنیا کا راغب کہلاوےگا لیکن رغبت حظ دنیاوی
بہی دو قسم ہے ایک تو وہ کہ جس سے رغبت کرنے والا عذاب آخرت کا مستحق ہوا اوسکو حرام کہتے ہین
دوسرے وہ کہ اوسکو اعلی درجہ تک نہ پہونچنے دے اور طول حساب مین پہنساوے اوس کا نام
حلال ہے اور عاقل کے نزدیک صاف ظاہر ہے کہ میدان قیامت مین حساب کے لیے ٹہہرا رہنا بہی ایک
عذاب ہے جسے حساب مین الجہایا جاوےگا اوسکو کیسی تکلیف ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین ہے
کہ حلالها حساب وحرامها عذاب اور نیز فرمایا کہ حلالها عتاب الا انه اخف من عذاب الحرام
بلکہ اگر بالفرض حساب نہو صرف ان حظوظ نفسانی اور لذات فانی کی جہت سے رتبۂ اعلی سے محروم
رہنا اور ذل پر حسرت کا گذرنا بہی خالی از عذاب نہین اس امر کو دنیا ہی مین دیکہو کہ جب کوئی اپنا ہمسر
سعادات دنیاوی مین بڑہجاتا ہے تو اپنے آپ کو کیسی حسرت ہوتی ہے حالانکہ اس دنیاوی رتبہ کو
کچہہ قیام نہین یہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے اور انجام کو بالضرور منقطع ہو جاتا ہے پس جب لذات دنیاوی

پر حسرت ہو تو سعادات اخروی پر تو بطریق اولی ہوگی وہ نعمتین تو بے انداز اور خارج از وصف و بے انتہا ہین نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی ایسی نعمتون کے تخلنے سے دل پر کیا کیا نہ گذرے گا بس جو شخص دنیا مین لذت یاب ہوا اگرچہ کسی جانور ہی کی خوش آوازی سے کیون نہو اوسکا حصہ آخرت مین بہت کم ہوجاویگا اسیطرح اگر کسی گلزار یا چمن کو دیکھکر یا سرد پانی پیکر لذت پائی قیامت کو اسکے عوض دو چند سہ چند کم ہوجاویگی اور یہی مراد ہے اس ارشاد مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ھٰذَا مِنَ النَّعِیْمِ الَّذِیْ یُسْئَلُ عَنْہُ یہ اشارہ ٹھنڈے پانی کیطرف فرمایا تھا غرضکہ سوال کے جواب دینے مین ذلت اور خوف اور مشقت انتظار ہے اور ان سب سے نقصان حظ آخرت متصور ہے اسیواسطے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیاس لگی اور لوگ ٹھنڈا پانی شہد کا ملا ہوا لائے تو آپ اوسکو ہاتھ مین پھراتے رہے پھر اوسکو نہ پیا اور فرمایا اِعْزِلُوْا عَنِّیْ حِسَابَھَا یعنی مجھسے اسکا حساب علیحدہ رکھو خلاصہ یہ کہ دنیا کا قلیل و کثیر اور حرام و حلال سب ملعون ہے مگر وہ مقدار کہ خدا سے خوف کرنیکی معین ہو کیونکہ وہ مقدار داخل دنیا ہی نہین اور جس شخص کی معرفت قوی تر ہوگی وہ لذت دنیاوی سے بھی زیادہ تر احتراز کریگا یہانتک کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنا سر لیٹنے کے وقت ایک پتھر پر رکھ لیا تھا مگر جب ابلیس نے متمثل ہو کر اونسے عرض کیا کہ تم نے بھی دنیا کی رغبت کی فوراً اوسکو سر تلے سے نکالکر پھینک دیا اسیطرح حضرت سلیمان علیہ السلام لوگونکو نفیس غذائین کھلاتے اور اپنے آپ جو کی روکھی روٹی کھاتے ساری سلطنت کو اپنے نفس پر اس طور ذلیل و سخت کر لیا تھا اسلیے کہ لذیذ کھانے سے باوجود قدرت کے صبر کرنا بہت سخت ہے اور یہی وجہ تھی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوند کریم نے دنیا کی نعمتین علیحدہ رکھی تھین کئی کئی روز برابر کھانا نہ کھاتے اور بھوک کے سبب شکم مبارک پر پتھر باندھتے تھے اور یہی حال اور انبیا اور اولیا کے ساتھ ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ آخرت مین انکو حصہ کامل عنایت فرماوے جسطرح کہ پدر مشفق اپنے بیٹے کو میوہ وغیرہ سے باز رکھتا ہے اور فصد و حجامت سے اوسکو دکھ دیتا ہے تو یہ کام اوسکا بخل سے نہین ہوتا بلکہ براہ شفقت و محبت ہوتا ہے اور اس بیان سے ثابت ہو گئی یہ بات کہ جو چیز مخصوص اللہ تعالی کے واسطے نہین ہے وہ دنیا ہے اور جو چیز مخصوص اللہ تعالی کے ساتھ ہے وہ دنیا نہین ہے اگر تو سوال کرے کہ وہ کون چیز ہے جو مخصوص اللہ تعالی ہی کیواسطے ہے جواب مین اوسکے کہا جائے گا کہ اشیا سب تین قسم ہین ایک قسم اونمین سے وہ ہے جسکا اللہ تعالی کیواسطے ہونا تصور ہی مین نہین آسکتا اوس قسم مین وہ چیزین ہین جنکے بغیر گناہون اور منہیات سے ہوتے ہین اور اقسام اقسام نعمتین جو مباح ہین اور فقط بعض راحت و آسایش بدن استعمال

سب کیے جاتے ہین اسکا نام دنیا مخصوص ہے اور غایت مرتبہ مذموم ہے اور یہی دنیا ظاہر اور باطن مین دونون
طرح ہے دوسری قسم وہ کہ بظاہر تو خدا کیواسطے ہون اور غیر خدا کیواسطے بھی ہوسکتی ہون اور وہ تین چیزین ہین
فکر اور ذکر اور شہوات سے باز رہنا پس یہ تینون باتین اگر خفیہ کرے اور کوئی وجہ سوا حکم خدا اور خوف
آخرت کی نہو تو یہ خدا کے واسطے ہونگی اور دنیا مین شمار نہونگی لیکن اگر انسے غرض دنیاوی ہوگی
مثلاً فکر سے طلب علم اسلیے کرتا ہے کہ لوگونمین مقبول اور ممتاز ہو یا ذکر اسلیے کرتا ہے کہ لوگون مین
عارف مشہور ہو اور ترک شہوت سے یہ مطلب ہو کہ مال محفوظ رہے یا صحت بدن قائم رہے یا زاہد مشہور ہو
تو ایسی نیت سے یہ باتین دنیا مین گنی جاوینگی ظاہر مین تو خدا کیواسطے معلوم ہوتی ہین مگر معنی کے اعتبار سے
خدا کیواسطے نہین دنیا کیواسطے ہین تیسرے وہ اشیا کہ بظاہر حظ نفس کے لیے ہون مگر اونکو خدا کے لیے
بھی معنی کے اعتبار سے کر سکتے ہین جیسے غذا اور نکاح یا اور چیزین جنسے اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی
مربوط ہے ان چیزونمین اگر نیت صرف حظ نفس ہے تو دنیا ہین اور اگر قصد استعانت تقوی پر ہے
تو خدا کیواسطے ہین گو بظاہر دنیا کی سی صورت معلوم ہوتی ہے مگر معنی کے اعتبار سے دنیا نہین حدیث
شریف مین ہے کہ مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا مُکَاثِرًا مُفَاخِرًا لَقِیَ اللّٰہَ وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ وَمَنْ طَلَبَھَا
اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَۃِ وَصِیَانَۃً لِنَفْسِہٖ جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ
دیکھو کہ صرف قصد کے اختلاف سے حکم کیسا مختلف ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا اوسی حظ کا نام
ہے جو زندگی مین ہو جاوے اور آخرت مین کام نہ آوے اسیکو ہوا نفس بھی کہتے ہین اور اسیکی طرف
اشارہ ہے اس آیت مین وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی اور ہوی پانچ چیزونکے
مجموعہ کا نام ہے جو اس آیت مین مذکور ہین اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَکُمْ وَ
تَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور چیزین کہ اونسے یہ پانچون حاصل ہوتی ہین وہ سات ہین جو اس آیت
مین جمع ہین زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّھَبِ
وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا جب یہ معلوم ہو چکا کہ جو چیز
خدا کیواسطے ہے وہ دنیا مین سے نہین اور یہ کہ بمقدار ضرورت خوراک و پوشاک و مکان کی اگر بقصد
رضاء خدا تعالی کی ہو وہ خدا کیواسطے ہے اور ان اشیا مین سے زائد از حاجت لینا تنعم مین داخل
ہے جو خدا کے واسطے نہین اور ان دونون کے بیچ مین ایک درجہ ہے جسکو حاجت کہتے ہین اوسکی
بھی دو طرف ہین طرف اول حاجت کی وہ ہے جو حد ضرورت کے قریب قریب ہو اس سے کچھ ضرر نہین ہوتا
کیونکہ کفایت حد ضرورت پر غیر ممکن ہے اسلیے جتنا اوسکے قریب پہونچ سکے وتنا ہی مفید ہے اور

دوسری طرف حاجت کی وہ ہے کہ تنعم کے قریب ہو اس سے احتراز کرنا چاہیے اور ان دونون طرفونکے
درمیان ایک درجہ ہے اوسکا نام حاجت ہے اور اوس حاجت کیواسطے دو کنارہ ہین اور ایک وسط ہے
ایک کنارہ اوسکا قریب قریب ہے حد ضرورت سے اور وہ کسیطرح مضر نہین ہے اسواسطے کہ انسانونکو
فقط حد ضرورت پر اقتصار کرنا اور اوسکی حد سے آگے نہ بڑہنا باوجود رکہنے حوائج بشری کے غیر ممکن ہین
اور ایک طرف حاجت کا برابر ہے مرتبہ تنعم کے اور اوس سے قریب ہے بہتر یہ بات ہے کہ اسطرف سے
کنارہ کیا چاہیے اور آدمی اپنے کو ہمیشہ اس سے بچاتا رہے اور جو شخص پہرا ہے گرد سختی کے اور مبتلا
ہوا ہے کسیقدر تکالیف مین عجب نہین کہ وہ اسمین مبتلا ہو جاے اور مضبوط رہنا پرہیز مین اور
استواری کرنا تقوی مین اور فکر تقرب باری جل جلالہ کا ہمیشہ دلمین رکہنا یہ سب چیزین داخل
حد ضرورت مین نہین جسقدر ممکن ہو اسواسطے کہ ان سب باتون مین اقتدا اور پیروی ہے انبیا
علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیای کرام کی کیونکہ یہ سب اپنی نفوس کو ہمیشہ مائل طرف حد ضرورت
کے رکہا کرتی تہے چنانچہ حضرت اویس قرنی رض کی حکایت ہے کہ وہ اپنی کو اسقدر حد ضرورت کیطرف
مائل رکہتے تہے اور یہانتک اپنی نفس پر تنگی کرتے تہے کہ تمام گہر والے اونکے اونکو مجنون جانتے تہے
اونکے رہنے کو ایک کوٹھری گہر کے دروازہ پر بنا دی تہی اوسمین وہ رہا کرتے اور کبہی سال بہر
اور کبہی دو برس کبہی تین برس کے بعد گہر مین آتے وہ بہی اسطرح سے کہ کوئی اونکا منہ دیکہنے پاتا
بعد آخر وقت عشا گہر مین آتے اور قبل اذان فجر نکل جاتے کہانا اپنا یہ ٹہرایا تہا کہ تمام دن خرما کی
گٹھلیان چنتے اور جب کوئی سوکہا برا خرما اوسمین ملتا افطار کیواسطے اوٹہا لیتے اگر اسقدر پا جاتے کہ
بقدر سد رمق قوت کو کافی ہو تو گٹھلیان جنی ہوئی فقیر وغیرہ تصدق کر دیتے اور اگر اسقدر برے
خرمے اسمین نپاتے تو وہ گٹھلیان بیچتے اور اوس سے کوئی چیز خرید کر کہا لیتے کپڑے کا اونکے
یہ حال تہا کہ گہورے پر کے پڑے ہوے چیتہڑے چنتے اور اونہین فراغت مین دہو لیتے اور دہو کر جوڑ لیتے
اور پہنتے یہ لباس تہا اکثر لڑکے اونکو کنکریان مارتے اور یہ سمجہتے کہ یہ مجنون ہین اوسوقت آپ
اونسے ارشاد فرماتے کہ بہائیو اگر تم مجہے ڈہیلے مارتے ہو تو چہوٹی چہوٹی مارو مین ڈرتا ہون کہ تم مجہے
مارو شاید خون نکلے اسمین وقت نماز کا آجاے اور مین پانی نپاؤن یہ خصلتین تہین حضرت اویس قرنی
رضی اللہ عنہ کی اسیواسطے جناب رسالت مآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی
رضی اللہ عنہ کی بہت تعظیم فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ
الْیَمَنِ حضرت موصوف قدس سرہ العزیز کیطرف اشارہ فرمایا جب زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کو آیا اور آپ امیر المومنین ہوئے تو آپنے تمام لوگوں کو جمع فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم سب میں جو عراق کا
رہنے والا ہو کھڑا ہو جاوے اوسکو سنکر جتنے آدمی عراق کے تھے کھڑے ہو گئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم
سب بیٹھ جاو مگر جو تم میں کوفہ کے رہنے والے ہوں وہ کھڑے رہیں وہ سب بیٹھ گئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم
سب بیٹھے رہو سوا اون اشخاص کے جو قبیلہ مراد سے ہوں پھر فرمایا تم سب بیٹھے رہو مگر وہ شخص
جو قرن سے ہو سب سنکر بیٹھے رہے مگر ایک شخص کھڑا ہو گیا اوس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو
قرن کا رہنے والا ہے اوسنے کہا ہاں آپنے فرمایا تو اویس بن عامر قرنی کو جانتا ہے اور اونکی کیفیت اوس سے
بیان فرمائی اوسنے کہا ہاں جانتا ہوں یا امیر المومنین آپ اوسکو کیوں پوچھتے ہیں قسم ہے خدا کی ہمارے
قبیلہ میں کوئی شخص اویس سے بڑھکر احمق اور مجنون نہیں ہے اور نہ کوئی اوس سے زیادہ وحشی اور کم قدر ہے
اوسکو سنکر روئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فرمایا کہ میں جو یہ کہتا ہے خود نہیں کہتا ہے بلکہ وہ کہتا ہوں جو سنا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے ارشاد فرمایا ہے يَدْخُلُ فِي شَفَاعَتِهِ مِثْلُ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ ہرم
بن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس وقت میں یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آیا میں کوفہ کو اور کوئی
مطلب نتھا سوا اسکے کہ تلاش کروں میں اویس قرنی کو اور کچھ سوال کروں میں اونسے یہانتک
کہ پہونچا میں اونکے پاس وہ کنارہ فرات کے دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے وضو کرتے تھے اور کپڑے دہو رہے تھے ہرم بن
حیان کہتے ہیں کہ پہچانا میں نے اون نشانیوں سے جو میں نے سنی تہیں دیکھا میں نے کہ وہ ایک شخص قوی الجثہ گندم گون
رنگ ہے سر کے بال منڈے ہوئے داڑھی بہت گھنی بھری ہوئی پریشان کریہ المنظر ہیں میں نے اونکو سلام کیا
اونہوں نے جواب سلام کا دیا اور میری طرف دیکھنے لگے میں نے اونکی طرف مخاطب ہو کر ہاتھ مصافحہ کو بڑھایا
اونہوں نے مجھسے مصافحہ کرنے میں انکار کیا میں نے کہا رحمت اللہ تعالیٰ اور مغفرت تمپر ہو اے اویس کیا حال ہے تمہارا
یہ سنکر میری محبت سے اونکے آنسو برابر گرنے لگے اوس وقت میں نے اونکی عجیب کیفیت دیکھی کہ جسمیں حال کہ جب سے
پیدا ہوا ہوں رہا یہانتک کہ میں بہی خوب رویا اور وہ بہی روئے پھر فرمایا کہ خدا زندہ رکھے تجھے اے ہرم بن حیان کیسے چلے
آئے ہو اور کیا حال ہے میرے بہائی اور میرا پتہ تجھے کسنے بتایا میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے تک پہنچایا آپ نے
کہا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ابن حیان کہتے ہیں کہ میں
سخت متعجب ہوا اس سے کہ اول مجھے پہچان لیا حالانکہ قسم ہے باری تعالیٰ جل جلالہ کی کہ نہ کبہی
اونہوں نے مجھے دیکھا تہا اور نہ میں نے اونکو میں نے اونسے کہا کہ تمنے مجھے کہاں سے اور کیونکر پہچانا اور میرے
باپ کا نام کیونکر جانا اب تک کبہی تمنے مجھے دیکھا نہ تہا فرمایا پہچانا میں نے لیسے خدا علیم وخبیر نے کیا تم نہیں
جانتے کہ روحوں کو باہم روحوں سے ایک رابطہ ہے میری روح نے تمہاری روح کو پہچانا جبکہ میرے نفس نے تمہارے

نفس سے مکالمت کی ارواح کیواسطے بھی نفوس ہین جیسے اجسام کیواسطے نفوس ہین اور مومنین ایک
دوسرے کو باہم پہچانتے ہین اور وہ سب باہم دوستی کرتے ہین روح اللہ تعالی کے ساتھ اگرچہ ملاقات
نہوئی ہوا ایک دوسرے کو باہم پہچانتی ہین اور اونکے آپسمین مکالمت ہوتی ہے اگرچہ مکان ایک کا
دوسرے سے دور ہوا اور بعد منازل درمیان مین واقع ہوا ہو ابن حیان کہتے ہین مینے کہا کہ کوئی
حدیث مجھسے بیان فرمائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مین اسے سننا چاہتا ہون
فرمایا مینے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ مجھے اونکی حضور اقدس مین اتفاق حاضر
ہونیکا ہوا البتہ مینے اون لوگونکو دیکھا ہے جنہون نے صرف صحبت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وسلم کا حاصل کیا ہے اون لوگون کی زبانی مینے حدیثین سنی ہین جیسے تمنے سنی ہین مین نہین
چاہتا کہ اپنے پر اسکا دروازہ کہولون اور محدث اور مفتی اور قاضی ہون ہرم ابن حیان میری نفس کو
بے پروائی ہی آدمیون سنی پہر مینے کہا کہ کوئی آیت ہی پڑھیے کلام اللہ کی وہی مین سنون ایسے اور میرے حق مین
دعا فرمائیے اور مجھے وصیتین کیجیے جسی مین یاد رکھون مجھے آپکی ساتھ فقط برائے خدا سخت محبت ہے
ابن حیان کہتے ہین کہ اوٹھے اور میرا ہاتھ پکڑکر کنارہ فرات کے ٹہلنے لگے اور فرمایا اَعُوذُ بِاللّٰہِ
السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ اور روئے پہر فرمایا کہ اَلْحَقُّ قَوْلُ رَبِّیْ وَاَصْدَقُ
الْحَدِیْثِ حَدِیْثُہٗ وَاَصْدَقُ الْکَلَامِ کَلَامُہٗ بعد اوسکے یہ آیت پڑہی وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا
لَاعِبِیْنَ مَا خَلَقْنَاہُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور اس آیت کو اخر ہُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ تک پڑہکر
ایسا نعرہ مارا کہ مجکو یہ گمان ہوا کہ اونکو غش آگیا پہر فرمایا کہ ای ابن حیان تیرا باپ حیان مر گیا اور عنقریب
تو بھی مرے گا اور جنت یا دوزخ مین جاویگا شروع سے دیکھو کہ آدم اور حوا کی وفات ہوئی پہر حضرت
نوح علیہ السلام کا وصال ہوا پہر حضرت ابراہیم خلیل الرحمن کا انتقال ہوا پہر حضرت موسی علیہ السلام
نجی الرحمن کا وداع ہوا پہر حضرت داود خلیفۃ الرحمن علیہ السلام رہگرای عالم لقا ہوئے پہر مسند آرای وسادۂ
لولاک باعث ایجاد سمک تا سماک محبوب رب العالمین شفیع المذنبین محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم شاہنشاہ
اعلی علیین ہوئے پہر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رخت اقامت فردوس برین مین ڈالا پہر حضرت عمر
رضی اللہ عنہ ہی میری بہائی اور دوست او نہین سکے ہمدم ہوئے یہ کہکر یا عمر ہاے عمر کہنے لگے مینے کہا
کہ خدا آپ پر رحم کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ابھی زندہ ہین مرے نہین اونہون نے فرمایا کہ خدا تعالے
نے اونکی وفات کی خبر مجکو پہونچادی اور میرا نفس بھی یہی کہتا ہے پہر فرمایا کہ مین اور تم بھی گویا مردون
ہی مین ہین پہر حضرت کی روح پر فتوح پر درود پڑہکر بہت دعائین آہستہ آہستہ مانگین اور فرمایا کہ

کہ اے ای حبان میری وصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور طریقہ صلحا کو اپنا دستور العمل کہنا مجھے تمہارے اور اپنے مرنے کی خبر پہنچ چکی ہے موت کو ہردم یاد کرنا ایک لحظہ غافل نہونا اور جب اپنے قوم میں پہنچ کر جاؤ اونکو خوف دلانا اور نصیحت کرنا سب امت کی خیرخواہی کرنا اور اگر جماعت سے ایک بالشت علٰحدہ ہوگے دین سے علٰحدہ ہوجاؤگے اور تمکو خبر بھی نہوگی اور آخر کو دوزخ مین پڑوگے اپنے واسطے اور میرے لیے دعا کرنا پھر فرمایا کہ الٰہی یہ شخص اپنی دانست مین مجکو تیرے لیے چاہتا ہے اور تیرے ہی واسطے میری ملاقات کو آیا جنت مین بھی اوسکی صورت مجھے دکھلانا اور دار السلام مین اوسکو میرے پاس بھیجنا اور جب تک جیتا ہے اسکی جان و مال کی حفاظت کرنا اور دنیا سے تھوڑی سی چیز پر اوسکو راضی رکھنا اور جسقدر اوسکو دنیا عطا ہو اوسکا سامان اوسکے لیے آسان کرنا اور اپنی نعمتون پر اوسکو شکر کی توفیق دینا اور میری طرف سے جزاء خیر دینا پھر فرمایا کہ ای ہرم بن حبان اب تمکو خدا کے سپرد کرتا ہون السلام علیک و رحمۃ اللہ برکاتہ آج کے سوا پھر کبھی تمسے ملاقات نہوگی مجکو شہرت بری معلوم ہوتی ہے تنہائی اچھی لگتی ہے جب تک مین زندہ ان لوگونکے ساتھ ہون مجکو بہت سا رنج و غم رہیگا مین دلسے تمہارے پاس ہون گو نظر سے دور ہون لیس ڈہونڈہنے اور پوچھنے کی ضرورت نہین مجکو یاد کرکے میرے لیے دعا کرنا مین بھی انشاء اللہ تعالی ایسا ہی کرونگا لو اب مین ادہر کو جاتا ہون تم اودہر کو جاؤ مین نے چاہا کہ تھوڑی دیر ان کے ساتھ چلون مگر اونہون نے نمانا اور خود بھی رودے مجھے بھی رلایا مین اونکو تاکتا رہا یہانتک کہ کوچہ مین چلے گئے پھر اون کا حال مین نے ہرچند پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا خدا اونکی مغفرت کرے پس آخرت کے لوگون کا یہ حال تھا اسطرح دنیا سے کنارہ کرتے تھے اور دنیا کے بیان گذشتہ اور سیرت انبیا و اولیا مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ دنیا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے سوا اون اشیا کے جو خدا کے واسطے ہون اور دنیا ضد آخرت ہے اور اوسکی تعریف یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالی کی مرضی مراد ہو پس جو مقدار دنیا کی بقدر ضرورت یعنی قوت طاعت خداوندی حاصل کیجاوے وہ دنیا مین شمار نہوگی اور اس امر کو ایک مثال فقہی سے سمجھائے دیتے ہین مثلاً کسی حاجی نے راہ حج مین قسم کہائی کہ سوائے حج کے اور کسی چیز مین مشغول نہونگا حج ہی مین مصروف رہونگا پھر اپنے توشہ کی حفاظت اور سواری کے گہاس دانہ مین یا توشہ دان کے سینے مین یا کسی اور ایسے ہی کام مین جو حاجیون کو ضرورت ہی مصروف ہوگا تو قسم نہ ٹوٹیگی حج ہی مین مشغول رہیگا اسی طرح بدن بھی نفس کی سواری ہے جس سے

زندگی کی مسافت طے کرتا ہے پس اسکا کفیل ہونا او سقدر کہ علم اور عمل کی طاقت بہے دنیا مین شمار نہو گا بلکہ آخرت سے معدود ہوگا ہان اگر بدن کا لذت دنیا ان اسباب سی محظوظ ہوگا تو آخرت سی منحرف ہوگا اور خوف اس امر کا ہے کہ دل سخت ہو جاوے طنافسی رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مین مسجد کعبہ کے باب بنی شیبہ پر سات روز تک بہوکہا رہا آٹہوین شب کو مین اونگہتا سا تہا کہ ایک منادی نے آواز دی کہ جو کوئی دنیا مین سے ضرورت وحاجت کے سوا لے گا اللہ تعالے اوسکے دل کی آنکہہ کو اندہا کر دیگا یہی بیان دنیا کا آدمی کے حق مین اوسکو خوب غور کرلو انشاء اللہ ہدایت پاؤگے

پانچوان باب دنیا کی حقیقت اور اوسکی شغلونکا ذکر جنمین خلق ایسی ڈوبی ہوئی ہے کہ اپنے نفس اور خالق کو اور دنیا مین اپنے آنے جانے کو بہولی ہوئی ہے

واضح ہو کہ دنیا اون اشیا خارجی کا نام ہے جنسے انسان کو حظ ہوتا ہے اور اونکی درستی مین مصروف رہتا ہے پس یہ تین باتین ہین کبہی یہ گمان ہوتا ہے کہ دنیا انمین سے ایک کو کہتے ہین مگر ایسا نہین بلکہ دنیا ان چیزونکو مع دونون علاقونکے کہتے ہین جو چیزین کہ موجود ہین اور جنکو دنیا سے تعبیر کرتے ہین وہ زمین اور اوسکے اوپر کی چیزین ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قسم اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا زمین تو آدمیون کا بچہونا اور مسکن اور قرارگاہ ہے اور اوسکے اوپر کی چیزین کہانے پینے پوشاک وصحبت مین مستعمل ہین اور تمام روی زمین کی چیزین تین قسم ہین معدنی اور نباتات اور حیوان نباتات کو آدمی اس غرض سے چاہتا ہے کہ اوس سی غذا اور دوا کرے اور معدنی چیزون کا اسوجہ سی طالب ہے کہ اونسے آلات اور برتن بنا دے جیسا تانبے اور لوہے وغیرہ سے بنائے جاتے ہین یا نقد رکہنے کیلیے اونکا طالب ہی جیسے سونے چاندی کو اسی غرض کے لیے کر رکہا ہے یا اور غرضونکے واسطے اونکی طلب ہوتی ہے اور حیوان کی دو قسم ہین انسان اور بہائم بہائم کو گوشت کیلیے اور لادنے اور زینت کیواسطے رکہتے ہین اور انسان سے کبہی یہ غرض ہوتی ہے کہ اونسے خدمت لیوے جیسا غلامونسے لیتے ہین یا تمتع مراد ہو جیسے عورتون اور لونڈیون سے کرتے ہین یا دلونکو اپنی طرف کرنا منظور ہوتا ہے کہ وہ تعظیم واکرام کرین اسکو جاہ کہتے ہین یعنی مالک ہونا لوگون کے دلونکا جاہ کہلاتا ہے پس یہ چیزین ہین کہ جنکو دنیا بولتے ہین انہین کو خداوند کریم نے اس آیت مین اکٹہا کیا ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوَاتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِیْنَ یہ چیزین انسانونکی ہین وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ یہ معدنیات سے جواہر ہین ...

اور اسمین سونا و یاقوت وغیرہ بھی ہیں وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ یہ بہائم مین سے ہین والحرث یہ نباتات
و زراعت مین سے ہے تو چیزین روی زمین کی تو یہی ہین مگر ان چیزونکو بندہ کے دلکے ساتھ دو علاقے
ہین ایک علاقہ تو دل کے ساتھ ہے یعنی ان چیزونکی محبت اور حفاظت اور بہمہ تن ہمت کو انکی طرف
مصروف کرنا کہ گویا بندہ دنیا ہے اور اسی علاقہ مین تمام صفتین دلکی جو دنیا سے متعلق ہین داخل
ہین جیسے کبر اور کینہ اور حسد اور ریا اور شہرت اور بدگمانی اور دین کی سستی اور تعریف کی محبت اور
شیخی وغیرہ اور اس علاقہ کو دنیا باطنی کہتے ہین اور دنیا ظاہری اونہین چیزونکا نام ہے جنکا ذکر
ہوا دوسرا علاقہ بدن کے ساتھ ہے یعنے بدن کو اون چیزونکی درستی مین مصروف کرنا تاکہ آدمی قابل
اپنے اور غیر کے حظ اٹھانے کے ہون اس علاقہ مین تمام پیشے اور حرفے گئے جنمین لوگ مشغول و مستغرق ہین
اور انہین دونون علاقون یعنے علاقہ قلبی اور علاقہ بدنی کی جہت سے خلقت کو نہ اپنے نفس کی خبر نہ دنیا
مین اپنے آغاز و انجام کی خبر اور اگر آدمی اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو پہچانے اور دنیا کی
حکمت و اسرار کو جانے تو معلوم کرلے کہ یہ سب چیزین جنکو ہمنے دنیا ہی ظاہری لکہا ہے اس لیے
پیدا ہوئی ہین کہ جس سواری پر خدا کیطرف جانا منظور ہے اوسکا گہاس دانہ انسے ہو جاوے اور سواری
سے ہماری غرض بدن انسانی ہے کہ وہ بدون کہانے پینے اور لباس و مسکن کے باقی نہین رہتا جیسے
حج کے رستہ مین اونٹ کو دانہ پانی اور جہول نملی تو وہ بھی زندہ نہین رہیگا اور جو آدمی کہ دنیا مین اپنے
نفس اور مقصود کو بہول جاتا ہے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حاجی منزلون مین ٹہرے اور
ہمیشہ اپنی سواری کی گہاس دانہ اور نہلانا و سنگار اور انواع خدمت مین مصروف رہے کہین کہین سے
گہاس لاوے کہین کا ٹہنڈا پانی پلاوے یہانتک کہ اسی فکر مین قافلہ سے علیحدہ رہجاوے اور اوسکو
معلوم بھی نہو کہ اگر ایسا کرونگا تو حج سے بھی رہجاؤنگا اور مع سواری لقمہ دام و دد ہونگا اور جو حاجی
کہ ہوشیار ہوگا اوسکا دل تو کعبہ اور حج مین لگا رہیگا اور سواری کی خدمت بقدر ضرورت کریگا کہ
جس سے اوسمین طاقت رفتار کی رہے اسیطرح جو شخص سفر آخرت مین دانا بینا ہوتا ہے وہ بدن کی خدمت
ضروری کرتا ہے جیسے کوئی پاخانہ مین حاجت کیوقت جا بیٹھتا ہے اور پیٹ مین کہانا ڈالنے اور پہر
پاخانہ کی راہ دور کرنے مین کچھ فرق نہین دونون باتین ضرورت ہی کیواسطے ہوتی ہین پس ایک
کو دوسرے پر ترجیح دینا نہ چاہیے جیسے تقاضائے حاجت مین بقدر ضرورت مصروف ہوتے ہین شکم کے سیر
کرنے مین بھی بقدر ضرورت مصروف ہین اور اکثر جو آدمیونکو خدا کیطرف سے مشغول کرتا ہے وہ پیٹ ہے
اسلیے کہ غذا سب مین زیادہ ضروری ہے مسکن و لباس تو آسان ہین اگر لوگونکو ان چیزون کی طرف حاجت کا

کا سبب معلوم ہوا اور بقدر حاجت ہی پر اکتفا کرین تو اشغال دنیاوی مین مستغرق نہون اور ان مین جو
مستغرق ہین تو یہی وجہ ہے کہ دنیا اور اوسکی حکمتون کو نہین جانتے اور اپنے حظوظ دنیا مین کسقدر
ہین اونکو نہین پہچانتے اسی جہالت و غفلت سے شغل پر شغل ہوتا جاتا ہے اور بے انتہا کام نکلتے
آتے ہین انہین شغلون مین حیران پریشان ہو کر اپنے مقصود کو بہول جاتے ہین ہم دنیا کے
کامون کی تفصیل اور یہ کہ کسطرح لوگونکو اونکی طرف حاجت ہوتی ہے اور لوگ اپنے مقصود مین
کسطرح دہوکہا کہاتے ہین مشرح بیان کرتے ہین تا کہ یہ بات معلوم ہو کہ دنیا کے کامون سے لوگ
اللہ تعالی کی طرف سے کیسے غافل ہو جاتے ہین اور اپنے انجام کار کو بہول جاتے ہین پس جاننا چاہیے
کہ دنیا کے اشغال حرفہ اور صناعات اور دوسرے کام ہین جنمین خلق ہمہ تن مشغول ہے اور سبب
شغلون کی کثرت یہ ہے کہ انسان کو تین چیزونکی حاجت ہوتی ہے غذا اور لباس اور مکان غذا
تو زندگی قائم رہنے کے لیے اور لباس گرمی سردی کے دور کرنے کو اور رہنے کی جگہہ گرمی سردی کے
دفع کو بہی اور اس لیے بہی کہ اہل و عیال و جان و مال حفاظت سے رہین اور خداوند کریم نے غذا اور
لباس و مسکن انسانی ایسے نہین بنائی کہ جسمین انسان کی صنعت کو کچہہ دخل نہو البتہ یہ بات بہائم
کے لیے رکہی ہے مثلاً گہاس غذا ہی بہائم ہی اوسکی پکانے کی کچہہ ضرورت نہین اسیطرح اونکی بدن کے بال بمنزلہ
پوشاک ہین حاجت لباس نہین اور اونکی پوست ایسی ہین جنمین حرارت اور برودت تاثیر نہین کرتی صحرا مین
رہ سکتی ہین اسلیے ضرورت مکان کی بہی نہین اور انسان کی خلقت اسطرح نہین اسی لحاظ سے پانچ
صنعتونکی ضرورت ہوئی جو اوائل صناعات اور اصول اشغال دنیوی ہین یعنے زراعت اور چرانا اور
اقتناص اور بنبنا اور عمارت بنانا فن عمارت تو مکان کیواسطے اور بنبنا اور اوسکے متعلقات مثل کاتنے
اور سینے کے لباس کے لیے اور چرانا بہائم کا واسطے سواری اور کہانے کے اور زراعت واسطے حاصل کرنے غذا کے
اور اقتناص یعنی حاصل کرنا خدا کی پیدا کی ہوئی چیزونکو مثل شکار اور معدنیات اور گہاس لکڑی وغیرہ
کے پس کشتکار غلہ پیدا کرتا ہے اور چرواہا حیوانات کی نگاہبانی کر کے اون سے بچے لیتا ہے اور مقتنص
ایسی چیزین لیتا ہے جنکی پیدایش مین آدمی کی صنعت کو دخل نہو اور ہماری غرض بہی اقتناص سے
یہی ہے کہ جن چیزونکی پیدایش مین آدمی کی صنعت کو دخل نہو خود بخود پیدا ہوئی ہون اونکو حاصل کرنا
اوسکی اندر بہت سے فن داخل ہین پہر انمین سے ہر ایک فن کیواسطے آلات و اوزار کی حاجت ہے مثلاً
زراعت کی آلات اور بننے کے آلات اور عمارت کے اوزار اور شکار کے ادوات اور آلات یا تو نباتات یعنے
لکڑی کے ہوتے ہین یا معدنیات یعنے لوہے وغیرہ کے یا حیوانات کی چمڑے کے اب تین فنونکی اور ضرورت ہوئی

درودگری آہنگری اور حرم دوزی یہ لوگ الات کے تبلانے والے ہین درودگر سے ہماری غرض یہ ہے
کہ جو لکڑی کا کام کرے اسیطرح آہنگر سے وہ پیشہ ور مراد ہے جو معدنیات کا کام کرے خواہ لوہا ہو یا سنار
وغیرہ اور چرم دوز سے بھی یہی غرض ہے کہ چمڑے کا اور اجزا حیوانات کا کام کرے خواہ کسیطرح کا ہو
اسلیے کہ یہان غرض اجناس کا بیان کرنا ہے مفردات پیشون سے مقصود نہین ہے فن اول فنون کی
اصل ہین یہ انسان کی پیدایش اسطرح کی ہے کہ تنہا نہین رہتا بلکہ اجتماع کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا
شخص اسی کی جنس کا اسکے پاس ہو اور حاجت اجتماع دو وجہ سے ہے اول تو جنس انسانی کی بقا
بے اسکے کہ یہ دونون ساتھ رہنے مرد و عورت کی نہین ہوسکتی اور دوسری وجہ اجتماع کی یہ ہو کہ ایکدوسرے
تیاری سامان غذا و لباس و تربیت و پرورش اولاد مین مدد ہوسکے اسلیے کہ اجتماع سے اولاد تو ضرور
ہوگی تو ایک ہی آدمی سے نہین ہوسکتا کہ اولاد کی حفاظت بھی کرے اور سامان غذا بھی کرے اور یہ بھی
کافی نہین کہ ایک ہی شخص اپنے زن و فرزند ایک مکان مین لیکر بیٹھ رہے اسطرح تو زندگی دشوار ہے
بلکہ اجتماع ایک جماعت کا چاہیے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک صنعت اختیار کرے مثلاً ایک شخص سے نہین
ہوسکتا کہ تنہا زراعت کرنے اسلیے کہ زراعت کے لیے آلات چاہیین آلات کیواسطے بڑہی لوہار ضرور ہین
اور غذا کے واسطے پیسنے والا پکانے والا چاہیے اسیطرح تنہا لباس بھی نہین حاصل کرسکتا کیونکہ اوسمین
بھی اول زراعت روئی کی پھر کاتنے بننے کے آلات پھر سینے کا بکھیڑا درکار ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا تنہا رہنا
دشوار ہے اجتماع جماعت کی ضرورت ہوا اب اجتماع اگر مثلاً جنگل مین ہو تو حرارت اور سردی اور مینہ اور ہوا کی
ایذا اٹھائین اسلیے ضرور ہوا کہ مکانات مستحکم بناکر ایک ایک گھر والے مع اپنے آلات و سامان کے جدا
جدا رہین کہ اوپر کی مصیبتون سے محفوظ رہین اور بعض اوقات چونکہ یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید باہر سے چور
آکر سب گھرونکو لوٹ لین اس خیال سے ضرورت فصیل اور شہر پناہ کے ہوتی ہے اور اسی ضرورت سے
شہرونکی بنا ہوئی جب لوگ شہرون مین اکٹھے ہوجاتے ہین اور آپسمین معاملات کرتے ہین تو جھگڑے بھی
باہم پیدا ہوتے ہین کیونکہ مثلاً زوج کو ولایت اور ریاست اپنی منکوحہ پر ہوتی ہے اور باپ کو اپنی
اولاد پر اور عاقل پر ریاست و ولایت ہونے سے خصومت ضرور ہوتی ہے دیکھو بہائم پر ولایت ہوتی
ہے پھر خصومت نہین ہوتی کیونکہ اونکو تاب مخاصمت و مقابلہ نہین اگرچہ اونپر کیسا ہی ظلم ہو لیکن عورت
اپنے خاوند سے اور بیٹا باپ سے جھگڑ کر بیٹھتا ہے بلکہ جب ایک شہر کے لوگ دوسرے سے معاملات کرتے ہین
تو بعض اوقات نزاع ہوجاتا ہے اگر اونکو حالت نزاع مین ہی چھوڑ دیا جاوے تو لڑ لڑ کر تباہ و برباد
ہوجاوین اسیطرح چرواہے اور زمیندار ایک ہی چراگاہ اور زمین کے مدعی ہوتے ہین جو دونونکی

غرض کو وفا نہین کرتی تو اس سے بھی اہمین نزاع ہوتی ہے اور بعض اوقات کوئی شخص زراعت
اور صنعت سے بوجہ کسی مرض کے عاجز ہو جاتا ہے یا بڑہاپے کے سبب کچھہ نہین کر سکتا ہے اگر ایسا شخص
یون ہی چہوڑ دیا جاوے تو ہلاک ہو جاوے اور اگر سب کے ذمہ اوسکی خبرگیری کیجاوے تو تب بہی شرکت کی
ہنڈیا چوراہے مین پہوٹے اور اگر کسی خاص کے ذمہ اوسکی خبرگیری ہو تو وہ کیون اطاعت بلا وجہ کریگا
ان وجوہات کی لحاظ سے اور بہت سی صنعتین پیدا ہوتی ہین اول پیمایش کا فن اس سے زمین کی مقدار
معلوم ہوتی ہے تاکہ نزاع کے وقت درستی سے مساوی تقسیم ہو سکے دوم فن سپہ گری جو نیزہ و تلوار حفاظت
شہر کی چورون وغیرہ سے کرین سوم پنچایت و حکومت جس سے جہگڑے فیصل ہون چہارم فقہ یعنی
وہ قانون شرعی جس سے خلق کا انتظام ہوا اور اوسکی حدود پر قائم رہین معاملات اور انکے شروط مین
تجاوز نکرنے پاوین پس یہ باتین سیاست کے لیے ضروری ہین اور انہین سے ہر ایک یا ہر کے لیے ایک آدمی مخصوص
صفت کا چاہیے جو علم و تمیز و ہدایت مین ایک درجہ خاص رکھتا ہو اور جب ان کامون مین مصروف ہونگے
تو اور کام اونسے نہونگے اور معاش کے محتاج یہ لوگ بہی ہین اور شہر والونکو انکی ضرورت ہے مثلاً اگر شہر والے
ہی دشمن سے لڑین تو اور صناعت کون کرے اور اگر لڑنے والے ہی زراعت وغیرہ کرین تو حفاظت
کو کون کہڑا ہو پس ہر کارے وہر فرد کی ضرورت ہوئی اور ایسا ایک کام ایک ایک کی حوالہ ہوا انکو کہا
ایسے ہوئے جنکے وہ مال سپرد ہو جسکا کوئی مالک نہو خواہ دشمنونسے جو لوٹ آوے وہ اونکے پاس رہے
پس اگر یہ چلن سے چلے اور تہوڑے ہی مال پر قانع ہوے تو فیہا ورنہ ضرور ہوا کہ اور ونسے بطور خراج
کچہہ اونکو ملے تاکہ حفاظت وغیرہ بخوبی کرسکین اب اس صیغہ کے پیدا ہونے سے اور حاجتین درپیش ہوتی ہین
مثلاً ایک محصل چاہیے جو سب سے نرمی اور عدل کے ساتھہ لیوے اور ایک خراج کی مقدار مقرر کرنیوالا
چاہیے جو عدل سے کشتکارون و مالدارون پر کچہہ مقرر کرے اور ایک خزانچی چاہیے جسکی پاس خراج
جمع رہے ایک قاسم یعنی بخشی چاہیے جو وقت مقرری پر اوسکو اہل حاجت مین تقسیم کیا کرے اور یہ سب
کام ایسے ہین کہ اگر کسی ذریعہ سے تقسیم نہو تو انتظام ٹوٹ جاوے اسلیے حاجت ایک بادشاہ یا امیر
کی ہوئی جس سے یہ سب کام اچھی طرح ہو جاوین اور جس شخص کو جس لائق دیکہے اوسپر مقرر کردے
اور انصاف و عدل خراج کے لینے اور دینے اور لشکر کے بہیجنے اور ہتہیار ونکی تقسیم اور لڑائی کیطرف مقرر
کرنے اور سپہ سالار اور ہر جماعت کی رئیس معین کرنے مین مد نظر رکہے اور لشکر کے ساتہہ اور بکہیڑے سلطنت
کے ہین مثلاً حفاظت ملک اور تعیین محرران و عاملان و متصدیان و حسابدانان و خزانچیان وغیرہ
اور یہ سب لوگ محتاج معاش ہین اور کوئی حرفہ نہین کر سکتے اب انکے واسطے بہی مال کی ضرورت ہے

جو خراج کے ساتھہ وصول ہوتا ہے اوسکو فرع خراج لیتے ہین (جیسے چونگی اور چوکیداری وغیرہ
بالفعل رائج ہین) اس سے معلوم ہوا کہ آدمی صنعت کے اعتبار سے تین قسم ہین اول تو کاشتکار
و چرواہے و اہل حرفہ دوم اہل سیف سوم وہ لوگ جو کاشتکارون وغیرہ سے لیکر اہل سیف کو دیتے
ہین اونکو اہل قلم کہنا چاہیے اب دیکھنا چاہیے کہ شروع مین حاجت صرف غذا اور لباس و مکان کی
تہی انجام کو کتنا بکھیڑا ہوگیا دنیا کے سب باتونکا یہی حال ہے کہ ایک کام شروع کرو دس پیدا ہون
اور اسیطرح ہوتے ہوتے بے انتہا ہوجاوین گویا دنیا ایک دوزخ ہے جسکے عمق کی کچھہ حد نہین
جب آدمی اوسکی ایک گڑہے مین گرتا ہے اوس سے دوسرے مین ہلاک جاتا ہے اسیطرح گرتا چلا جاتا ہے
پہر یہ حرفے اور صنعتین بدون مال اور اوزار کے نہین ہوسکتی اور مال اون چیزونکا نام ہے جو روی زمین
پر ہین اور لوگ اونسے منتفع ہوتے ہین اونمین سب سے اعلی غذائین ہین پہر رہنے کے مکانات پہر کسب معیشت کی
جگہہ مثل دوکان و کہیت وغیرہ کی پہر لباس پہر اثاث البیت اور اوسکے آلات پہر آلات کی آلات اور آلات
بہی بعض اوقات حیوان کی قسم سے ہوتے ہین جیسے کتا کہ آلہ شکار ہے یا بیل کہ آلہ کاشتکاری وغیرہ کا آلہ
یا گہوڑا لڑائی کا آلہ اب بعض مواضع ایسے ہوتے ہین کہ اونمین کاشتکار کیلئے آلات نہین ہوتے اور بڑہئی
اور لوہار بعض اوقات ایسے گاؤن مین رہتے ہین کہ جہان کہیتی نہین ہوتی تو بالضرور جنکے پاس آلات نہین اونکو
بڑہئی لوہار کی حاجت پڑتی ہے اور اون دونون غلہ والونکی ضرورت پڑتی ہے اس لئے خرید فروخت مروج ہوئی
...نے غلہ والا چاہتا ہے کہ اپنے پاس کی چیز دیکر آلات مول لیوے اور آلات والا اپنے آلات کے عوض مین
غلہ خریدنا چاہتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ دونون خواہش ایک ہی وقت ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ جسوقت
...بہی کوئی آلہ تیار کرکے کسان سے اوسکے عوض غلہ مانگے اوسوقت کسان کو ضرورت اوس آلہ کی نہ ہو
اسیطرح یہ بہی ممکن ہے کہ جب کسانکو ضرورت آلہ کی ہو تو بڑہئی کو حاجت غلہ کی نہو تو ایسی صورتون
مین ہر ایک کے مقصود نہ ملنے کا خوف تہا اس لحاظ سے ایسی دوکانین مقرر کی گئین کہ جنمین ہر طرح کے
...ت فروخت ہوا کرین اور غلون کے واسطے منڈیان مقرر ہوئین کہ جب کسانون اور اہل حرفہ کو ضرورت
...ت خواہ غلہ کی ہو تو اوسی وقت مل سکے منڈی والے کسانونسے غلہ خرید لیتے ہین اور اہل
...اجات کو اونکی خواہش کے وقت دیدیتے ہین اسیطرح دوکاندار بڑہئی وغیرہ سے آلات خرید لیتے ہین
...طلب کیوقت کسانون کو دیتے ہین دوکاندار اونسے ارزان لیتے ہین اور اہل حاجت کو نفع کے
...گران دیتے ہین اسی نفع کی توقع سے بازار اور گنج مقرر ہوئے کہ سب جنسونکا حال ایسا ہی تصور کرنا چاہیے
...شہرون اور گاؤن مین آمد و رفت ہونے لگتی ہے تو گاؤن والے شہر مین سے آلات لیجاتے ہین اور شہر

والے گاؤن سے غلہ لاتے ہین اسیطرح خلقت کا دستور ہے کیونکہ ہر ایک شہر مین سب آلات تیار نہین
نہ ہر گاؤن مین سب غذائین تو بالضرور جو چیز ایک مین ہوگی اور دوسرے مین نہوگی اور دوسرے کو احتیاج
اون کا رہے گا پس یہہ لوگون نے یہی اختیار کر لیا کہ اپنے نفع کے لیے ایک جگہ کی چیز دوسری جگہہ پہونچانے
مین مدات کو سوداگرون کو آرام برابر سفر کرتے رہتے ہین اور یہ سب باتین دوسرونکی غرض کیواسطے کرتے ہین
اونکا خود کا مطلب صرف مال کا جمع کرنا ہوتا ہے جسکو ایک وارث یا راہزن چہین لیتے ہین یا کوئی حاکم
زبردستی لیتا ہے لیکن خدا تعالے نے اونکو یہہ راز نہین بتایا وہ برابر غفلت وجہالت مین رہتے ہین
تاکہ اونکی غفلت ونادانی سے انتظام شہرونکا اور مصلحت وبہتری بندگان خدا کے بنی رہے بلکہ اگر سب
کامونکو دنیا کے دیکھو تو سب کا انتظام غفلت اور خست ہمت سے ہے اگر لوگ ہوشیار ہوتے اور جو حوصلے
بھی عالی رکھتے تو دنیا کو ترک کر دیتے اور پھر وجہ معیشت بالکل جاتی رہتی اور سب لوگ معذور ہو کر تباہ
ہو جاتے پہر ان اموال کو جو ایک جگہ سے دوسری جا لیجاتے ہین تو کبہی آدمی سے نہین اٹھہ سکتے جانورون
پر لاد کر پہونچاتے ہین اور بعض اوقات مالک مال کے پاس جانور بار برداری کے نہین ہوتے تو وہ ان
لوگون سے معاملہ کرتا ہے جنکے پاس بار برداری ہو خواہ غلہ پہونچانے کا ٹہیکہ مقرر کر دیتا ہے یا کرایہ
معین ہو جاتا ہے پس کرایہ اور ٹہیکہ بہی ایک سبب معیشت ہو جاتی ہے پہر معاملات اور معاوضات کے
تعین مقدار کی بہی ضرورت ہوتی ہے مثلا اگر کوئی شخص کپڑے کے عوض مین غذا خریدنی چاہتا ہے تو
اوسکو یہہ کیسے معلوم ہوگا کہ اسقدر غذا کے عوض کسقدر کپڑا چاہیے اور معاملات ہر طرح کی اجناس مختلفہ
مین ہوسکتے رہتے ہین جیسے کپڑا کہانے کے عوض مین فروخت ہوتا ہے اور کپڑے کے عوض مین جانور خریدا
ہوتا ہے وغیرہ اور ان چیزونمین کچہہ مناسبت نہین جس سے مقدار معلوم ہو جایا کرے تو ضرور ہوا
کہ بائع ومشتری مین ایک مقدار عدل ہو جو ایک کی چیز کو دوسری کی چیز سے برابر کر دے اور یہ عدل
کسی ایسی چیز مین سے ہو کہ جو مالیت رکہتی ہون اور ہمیشہ کو رہ سکین اس لیے کہ انکی ضرورت تو ہمیشہ ہی
ہوا کرتی ہے اب مال مین جو دیکہا تو سب سے زیادہ معتدل چیزونکو پایدار پایا اسلیے سونے اور چاندی اور
اسے کو برابری کی غرض کے لیے نقد مقرر کیا پہر اونکے کمال کے لیے سکہ اور ٹہپہ کی ضرورت ہوئی تو ٹکسال
اور صراف مقرر ہوگئے اسیطرح اشغال و اعمال سے اور اشغال و اعمال نکلتے گئے یہانتک کہ جو نوبت اب ہے
وہ نظرون ہی مین ہے اور چونکہ اکثر پیشے اسطرح کے ہین کہ بدون سیکہے اور محنت کے نہین آسکتے اور بعض لوگ
بچپن مین کوئی کام نہین سیکہتے خواہ کہیل کود وغفلت سے یا کسی اور وجہ سے تو بڑے ہو کر جب اپنے
کو ہنر سے عاری دیکہتے ہین تو یہ چاہتے ہین کہ دوسرونکی کمائی کہاوین اس مطلب کے لیے دو پیشے

ضرور پیدا ہوتے ہین ایک چوری اور ایک گداگری ان دونون کا مال یہی ہے کہ دوسرون کی کمائی
کہاوین اور از انجا کہ لوگ اپنا مال حتی الوسع چورون اور گداگرون سے بچاتے ہین تو ان دونون فرقون
نے مال لینے کے حیلے اور تدبیرین نکالی چور تو بعض اوقات ایک دوسرے کی معاون و مددگار رہوکر
راہزنی اور ڈاکہ زنی کرتے اور جو اون مین کمزور ہین وہ نقب اور کمند لگا کر غفلت کیوقت گہر وغیرہ مین گہس جاتے ہین
یا اور حیلے کرکے اوٹہائی گیری اچکے جیب کترے بنجاتے ہین اسیطرح گداگر اگر کسی کے پاس جا کر مانگتا ہے
تو جواب پاتا ہے کہ تو ہٹا کٹا ہے جیسے اور لوگ محنت کرتے ہین تو کیون نہین کرتا تجہے کچہہ نہین ملیگا
اسواسطے اوس فرقہ کے آدمیون نے بہی تدبیرین پیسہ لینے کی نکالین بعضونکا حیلہ تو یہ ہوتا ہے کہ خود اپنی
آنکہین اور اپنے بچون کی آنکہین پہوڑ لیتے ہین تا کہ لوگ معذور جانکر کچہہ دیدین اور بعضے صرف بہانا کرتے ہین
کہ ہمین کچہہ نہین سوجہتا یا بتکلف فالج زدہ اور مجنون اور بیمار بنجاتے ہین اور لوگونکے سامنے ایسے ہی کرتے ہین
کہتے ہین کہ یہ رنج ہمپر اتفاقی آپڑا تا کہ لوگ رحم کہا کر کچہہ دین اور بعض لوگ کچہہ فعل اور قول ایسے وضع کرتے ہین
کہ جنسے آدمی تعجب کرین اور جب اونکو مشاہدہ کرین تو ہنسین اور خوشی کیوقت شاید کچہہ دینے کو آمادہ ہو جاوین
گو دینے کے پیچہے اپنی حرکت پر نادم ہون لیکن اوسوقت کی ندامت سے کیا فائدہ اور یہ قول و فعل کبہی
تو مسخرے کے طور پر ہوتے ہین مثلاً حکایات عجیب بیان کرنی اور شعبدہ دکہلانا اور افعال و حرکات ایسی
کرنی جنسے ہنسی آوے اور کبہی شعر خوانی کے طور پر کہ اشعار عجیب خواہ کلام نثر کو خوش آوازی سے گاوین
اور شعر موزون کی تاثیر دلمین زیادہ ہوتی ہے خصوص اوسوقت کہ اونمین کوئی تعصب متعلق مذہب کے
ہو مثلاً اشعار مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم یا اہل بیت رض کی یا اونمین کوئی بات عشق مجازی اور محبت باطل
کی ہو جیسے ڈہول کی والے بازار وغیرہ مین گاتے پہرا کرتے ہین اور اسی فرقہ مین وہ لوگ بہی ہین جو
جاہلون اور لڑکون کو فریب دیکر تعویذ و گنڈہ اور بوٹی اونکے ہاتہہ بیچ ڈالتے ہین وہ بیچارے اونکو دوا سمجہکر
مول لے لیتے ہین حالانکہ کسی کام کے نہین ہوتی یا قرعہ اور فال دیکہنے پر اجرت لیتے ہین اور اسی جنس مین
وہ لوگ بہی ہین کہ منبر وغیرہ پر بیٹہکر وعظ کہا کرتے ہین اور اونکی غرض صرف اپنی طرف لوگونکے دلونکا متوجہ
کرنا اور اونسے مال لینا ہوتا ہے اور کوئی فائدہ علمی نہین منظور ہوتا اسیطرح گداگری کی ہزارون صورتین
ہین اور سب بہت فکر دقیق سے نکلی ہین معیشت والونکو دن رات یہی فکر رہتا ہے ایسی ہی تدبیرین سوچا کرین
پس یہ اشتغال و اعمال خلقت کی ہین جنمین وہ گرفتار ہوئی ہین اور منشا ان سب کا صرف حاجت خوراک و پوشاک
کی ہے لیکن انہین مین وہ اپنی جانونکو بہول گئے اور مقصود و مآل بہی یاد سے جاتا رہا اسی سبب سے حیران و
سرگردان و گمراہ ہو گئے اور اونکی ضعیف عقلون پر دنیا کے شغلونکی کدورت سے خیالات فاسد جم گئے اسی جگہ

ہر ایک کا مذہب اور رائے چند طور پر ہوگئی کچھ لوگ تو ایسے ہوئے کہ جہل اور غفلت کی باعث اونکی
آنکھیں نہ کہلیں اور انجام کار نسوجہا اور یہی جانا کہ مقصود یہی ہے کہ چند روز دنیا مین زندہ رہکر غذا کی حاصل
کرنے مین کوشش کرین اور کہا پیکر کمائی کے قابل ہو جاوین پہر کما کر کہاوین غرضکہ اونکی غذا کمائی کیواسطے
ہے اور کمائی غذا کے لیے اور یہ رائے تو کسانون اور حرفہ والون کی ہے جو دنیا مین بہی آسایش سے نہین اور
نہ دین مین پاون دہرتے ہین دن بہر رات کی غذا کے لیے مشقت کرتے ہین اور رات کو دن کی مشقت
کیواسطے غذا کہاتے ہین یہ لوگ مرنے کیوقت تک تیلی کے بیل کیطرح اسی گردش مین رہتے ہین اور کچھ
لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ ہم مطلب سمجھ گئے شریعت کا مقصود یہ نہین کہ انسان عمل ہی پر کفایت
کرے اور دنیا کی لذات سے محروم رہے بلکہ سعادت یہی ہے کہ شہوت شکم اور فرج سے پیٹ بہر کر حاجت
پوری کرے پس یہ لوگ اپنے نفسونکو بہول گئے اور تمامی ہمت عورتون کی صحبت اور لذیذ کہانون مین
صرف کی چارپایون کیطرح بجز خورد و خواب کی اور کچھ نجانا اور اسی کو غایت مقصود سمجہا خدا تعالی
اور قیامت کے دن سے غافل ہے اور ایک جماعت کا یہ گمان ہے کہ سعادت مال کی اور خزانون کی
کثرت سے ہے تو یہ لوگ رات دن جمع کرنے کی فکر مین رہتے ہین اور اس غرض کے لیے بڑی بڑی
محنتین اور طویل سفر اختیار کرتے ہین قدر ضرورت کے سوا بخل کے مارے کچھ نہین صرف کرتے کہ کہین مال کم نہو جاوے
اور اسی ننانوے کے پھیر مین پڑے رہتے ہین یہانتک کہ مرنیکے بعد اونکی کمائی یا تو زمین ہی مین
رہتی ہے یا کسی کہاؤ اڑاؤ کے ہاتھ لگتی ہے یہ تو چین کرتا ہے اور جوڑ جوڑ کر رکہنے والا اوسکی مصیبت و
وبال مین گرفتار ہوتا ہے لیکن جمع کرنے والے یہ حال اپنی آنکھون دیکھتے ہین اور عبرت نہین پکڑتے
اور ایک لوگونکو یہ خیال ہے کہ سعادت منحصر نیکنامی مین ہے کہ لوگ ہماری تجمل اور مروت کی ثنا اور
صفت بیان کرین یہ لوگ رات دن جو کچھ معاش پیدا کرتے ہین اپنے کہانے پینے مین بہت تنگی
کرتے ہین لیکن سب مال اچھی پوشاک اور نفیس سواری مین صرف کرتے ہین گہر کے دروازے پر جن پر
پر خلق کی نگاہ پڑے اونکو بہت منقش اور آراستہ رکہتے ہین تاکہ لوگ اونکو غنی اور مالدار کہین اور اسی
مین اپنی سعادت سمجھتے ہین اور بعضے یون تصور کرتے ہین کہ آدمی کی سعادت اسمین ہے کہ لوگونکے نزدیک
مقبول اور قابل تعظیم ہو جاوے اس خیال سے بعضے تو اس بات مین کوشش کرتے ہین کہ لوگ ہماری
اطاعت کرین اور بعضے بلحاظ حکومت پر مرتے ہین اور سرکاری کام لینے سے بڑی خوش ہوتے ہین
جو اقتدار لیتی ہے انکا ہے حکومت ہو جاوے اور اسی کو غایت مقصود سمجھتے ہین اور یہ بات اکثر
تو ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے کہ مشہور ہون ۔۔ اکثر حق کی محبت سے خدا کی فرمان برداری اور عبادت ورزی

سعادت آخرت کی فکر کو بہلا دیا ہے علاوہ ان جماعتون کے اور بہت سے فرقے ہین جنکا شمار سے
کچھہ زیادہ ہے اور سبکے سب خود گمراہ ہین اور اورونکو صراط مستقیم سے بہکاتے ہین اور یہ صرف
اس وجہ سے کہ کہانے اور لباس اور مسکن کی حاجت مین یہہ بہول گئے کہ ان چیزونکی حاجت کیسلیے ہی
اور انمین سے کسقدر کافی ہین اور انکی اسباب ابتدای مین پڑکر انجام تک نوبت پہونچ گئی اور گویا
ایسے گڑھون مین جا پڑے کہ اونمین سے نکلنا دشوار ہو گیا پس جو شخص کہ ان چیزونکی طرف حاجت
کی وجہ جانتا ہو اور جو کچھہ دنیاوی کامون سے مقصود ہے اوس سے بہی واقف ہو ایسا شخص جو کام
اور حرفہ کرے گا اوسکی غرض اور مقصود کو جانتا ہوگا اور یہہ بہی واقف ہو گا کہ میرا حصہ اس کام
و حرفہ سے صرف بدن کی خبرگیری ہے کہ غذا و لباس سے اسقدر اوسکو پہونچے کہ ہلاک نہو پس اگر ایسا
اس حصہ مین بہی کمی کرے گا تو سب شغل اس سے دفع ہو جاوینگے اور فارغ البال ہو کر ہمہ تن
متوجہ آخرت ہوگا اور اوسی کے لیے تیاریان کرے گا اور اگر حصہ مذکور یعنی مقدار ضرورت سے بڑھکر
لے گا تو اشغال کا ہجوم ہو گا مسلسل بے انتہا کام نکل آوینگے اور طرح طرح کے ترددات مین مبتلا ہو گا
اور جس شخص کو دنیاوی ترددات اسطرح رہتی ہین اوسکو معلوم نہین کہ خدا تعالی کونسے تردد مین
ہلاک کر دے اور اس مثل کا مصداق بناوے ع جو میرد مبتلا میرد جو خیزد مبتلا خیزد دنیا کا حال
اون لوگونکا ہوا جو دنیا کے کامون مین مستغرق رہتے ہین اب یہ سننا چاہیے کہ بعض لوگ دنیا کے
حال سے واقف ہو کر اوس سے اعراض کرتے ہین اور پہر شیطان حسد کرکے اسی اعراض مین ایسی
باتین اونکے دلمین جماتا ہے کہ بے گمراہ کیے نہین چہوڑتا مثلا بعض لوگون کو یہ تصور ہوتا ہے کہ دنیا
محنت و مصیبت کی جگہہ ہے اور آخرت سعادت کا مکان ہے جو آخرت مین پہونچا سعادت مین
داخل ہوا خواہ عبادت کرے یا نہین اور اسی بنا پر یہ اعتقاد کر لیا کہ محنت دنیاوی سے بچنے کے لیے
اپنی جانون کو ہلاک کرنا بہتر ہے یہ عقیدہ ہندو عابدونمین سے ایک فرقہ کا ہے کہ اپنے آپ کو
جلتی آگ مین گرا کر خاک کر ڈالتے ہین اور جانتے ہین کہ اس سے محنت دنیاوی اونپر سے ٹلجاویگی
اور آخرت مین کہری سعادت مین پہونچینگے اور کچھہ لوگونکا یہ تصور ہے کہ خودکشی سے نجات نہین
ہوتی بلکہ اول یہ ضرور ہے کہ صفات بشری کو معدوم کرنا اور نفس سے بالکل نیست و نابود کرنا چاہیے
اور سعادت آخرت شہوت و غضب کی بالکل قطع کرنے مین ہے اسی خیال سے مجاہدہ کیطرف متوجہ ہوے
اور اپنے نفس پر اتنی سختی برتی کہ کچھہ تو کثرت ریاضت ہی مین مر گئے اور [illegible] سے حیران و
[illegible] ہو گئے اور بعضے مریض ہو کر عبادت سے رہگئے اور [illegible] کدورت سے خیالات فاسد جم گئے [illegible]

کہ شریعت کی حکم اور تکلیف کی تعمیل محال ہے اور اوسکی کچھ اصل نہین وہ دہوکہا ہی وہو کہا ہی ان خیالات سے
ملحد بن گئے اور بعضونکو یہ سوجہا کہ سب محنت خدا کے واسطے کیجاتی ہے مگر خدا تعالی کی ذات ہر چیز
سے بے پروا ہے نہ کسی عابد کی عبادت سے اوسمین کچھہ زیادہ ہوا اور نہ کسی عاصی کی نافرمانی سے
اوسمین کم ہو یہ سوچکر احکام شرعی کو بالای طاق رکھدیا اور خواہش نفسانی کیطرف رجوع کی اور
جو چاہا سو کیا اور یہ سمجھے کہ ہمارا عقیدہ بہت صاف ہے کہ خدا کو ہم عابدون کی عبادت سے بے پروا
جانتے ہین اور کچھہ لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ عبادت سے غرض مجاہدہ ہے اسقدر کہ آدمی کو معرفت
حاصل ہوجاوے اور معرفت ہونے پر واصل الی اللہ ہوجاتا ہے اس رتبہ کی بعد پھر حاجت وسیلہ
اور وسیلہ یعنے عبادت کی نہین رہتی اور چونکہ اس قسم کے لوگ اپنے آپ کو معرفت مین کامل جانتے ہین
تو اسوجہ سے عبادت چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ تکالیف شرعی ہم لوگون کیواسطے نہین عوام کیواسطے
ہین انکے سوا اور مذاہب باطلہ اور گمراہیان سخت ہین کہ اونکے تعداد ستر سے کچھہ زیادہ پہونچتی ہے
مگر اونمین سے صرف ایک فرقہ نجات پاوے گا اور وہ وے لوگ ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
اونکے اصحاب رض کے طریق پر چلنے والے ہین یعنی جنکا عقیدہ یہ ہے کہ نہ بالکل دنیا کو ترک کرنا چاہیے
اور نہ بالکل بیخ کنی شہوات کی کرنی چاہیے بلکہ دنیا مین سے بقدر زاد لینا چاہیے اور شہوات مین
سے اوسقدر کا استیصال کرنا چاہیے جو حد شرع اور عقل سے خارج ہو خلاصہ یہ کہ نہ ہر ایک شہوات
کا درپے ہوا اور نہ ہر ایک کا تارک بلکہ طریق متوسط اختیار کرنا چاہیے اسیطرح نہ دنیا کی ہر چیز کا طالب
ہو نہ ہر ایک چیز کا تارک بلکہ جو جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہے اوسکا مقصود جانکر اوسکی مقصود ہی تک
رہنے دے مثلاً غذا سے اوسیقدر لے کہ بدن عبادت پر قادر رہے اور مسکن سے اوسیقدر اختیار کرے
جو حرارت اور برودت اور چورون کی حفاظت کو بس ہو اور علی ہذا القیاس لباس کو جاننا چاہیے پس
جب اسطرح بدن کے شغل سے فارغ ہوگا تمامی ہمت سے متوجہ الی اللہ ہوکر زندگی بھر ذکر و فکر مین
مشغول رہیگا اور ہمیشہ شہوات کی حفاظت اور سیاست کرتا رہیگا کہ ورع اور تقوی کی حد سے
تجاوز نکرنے پاوین اور اوسکی تفصیل جبھی معلوم ہوتی ہے جب اقتدا فرقہ ناجیہ یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم
کا نصیب ہو چنانچہ حدیث شریف مین جب آپ نے امت کا تہتر فرقون مین متفرق ہونا فرمایا اور ایک فرقہ کو
ناجی ارشاد فرمایا تو لوگون نے اوس ناجی فرقہ کو پوچھا آپنے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعۃ پھر لوگون نے
جو واقف نہ تھے عرض کی کہ اہل سنت و جماعت سے کون لوگ مراد ہین آپ نے فرمایا کہ جنکا طریقہ وہ ہو جو میرا اور میرے
تو ہم آپ کی پاس حاضر ہوئے کہ پھرون سعد [illegible] ہے

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید		خلاف پیمبر کسی رہ گزید

اصحاب رسول کا طریق متوسط تھا جیسا کہ ہم پہلے مفصل لکھ چکے ہین یہ لوگ دنیا کو دنیا کی غرض سے نہ لیتے
تھے بلکہ دین کی غرض سے اور راہب اور تارک دنیا بالکلیہ نہوتے تھے سب امور مین افراط و تفریط
انکے مزاج مین نہ تھی بلکہ اونکا امر راستی اور درستی کے ساتھ تھا جو طریقہ وسطا اور محبوب الٰہی تھا وہی ان
لوگونکا پسند تھا اور درجہ اوسط کی بہتری چند جا پہلے بھی لکھی گئی ہے دنیا کی برائیون کا بیان تمام ہوا

والحمد للہ اولاً وآخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

ساتوان باب بخل کی مذمت اور مال کی دوستی کے بیان مین ۲ بیان ہین

اور مال کی دوستی کو سمجھین ہین ایمان		رباعی کرتے ہین بخیل زندگی بھر سامان
اس مال و منال سے نلیجاوین گے خاک		پر حیف کہ موت پر دہ اپنے ہمراہ

واضح ہو کہ دنیا کے فتنے شاخ در شاخ اور نہایت وسیع و فراخ ہین مگر سب مین بڑا فتنہ دنیا کا اموال
ہین اور انہین مین رنج و محنت بھی زیادہ ہے اور زیادہ تر خرابی کی وجہ یہ ہے کہ انسے نہ کسی کو بے
پروائی اور نہ اونکے ہونے سے صورت سلامتی اگر مال نہو تب تو فقر کہ قریب کفر پہونچاتا ہے حاصل
ہوتا ہے اور اگر مال ہو تو باعث سرکشی ہوتا ہے جسکا انجام بجز نقصان کچھ نہین غرضکہ مال خالی
فائدہ اور نقصان سے نہین مال کے فائدے منجیات داخل ہین اور اوسکے نقصان مہلکات مین
اور مال مین سے یہ پہچان لینا کہ فلان مال بہتر ہے اور فلان برا ایسا مشکل ہے کہ سوا علما اور راسخین
اور ارباب دین کے اور لوگونکو نہین معلوم ہو سکتا اسلیے اسکا بیان جداگانہ بہت ضروری پہلے باب مین
جو مذمت دنیا کی بیان ہوئی تو عام دنیا کی مذمت تھی کچھ مال کے اعتبار سے نہ تھی کیونکہ دنیا تو آدمی
کے حظوظ زندگانی کا نام ہے اور اوسکی بہت شاخین ہین ایک اونمین سے مال بھی ہے اور ایک جاہ ہے اور ایک
اتباع شہوت شکم و فرج اور ایک غصہ و حسد کی موجب دل کے پھپولے توڑنے اور ایک شیخی و تعلی غرضکہ اسیطرح
بہت سی اجزا ہین جنسے آدمی کو حظ زندگانی کا ہوتا ہے اور اس باب مین ہم صرف مال کا بیان کرتے ہین
اسلیے کہ اوسمین آفات اور ضرر بہت ہین اسکے نہونے سے تو آدمی مین فقر کا وصف آجاتا ہے
اور اوسکے موجود ہونے سے تونگری کا وصف ہوتا ہے اور یہ دونون ایسے اوصاف ہین کہ ان سے
آدمی کا امتحان ہوا کرتا ہے پھر مفلس کی دو حالتین ہین قناعت اور حرص ایک انمین سے اچھی ہے
اور دوسری بُری اور حریص کے بھی دو حال ہین یا تو لوگونکے مال مین طمع [illegible] سے حیران ہو
[illegible] سے دست بردار ہو کر حرفہ اور پیشہ کے کرنے مین مستعد [illegible] کدورت سی خیالات فاسد جمع کیو اسی کا نام

کہ بدن سے خارج ہیں جیسے مال و اسباب وغیرہ اور تینوں میں نفس کی فضیلت سب میں اعلیٰ ہے
اوسکے بعد جسمی فضائل ہیں اوسکے بعد یعنی سب میں ادنی فضائل خارجی ہیں غرضکہ مال بھی خارجی
چیز و نفیس ہے اور ان میں سے ادنی چیز اشرفی روپیہ ہے کیونکہ یہ خادم ہیں انکا خادم کوئی نہیں اور
دوسری چیزوں کے لیے انکی خواہش ہوتی ہے خود انکی ذات مراد و مقصود نہیں اسلیے کہ نفس ایک
جوہر نفیس ہے جسکی سعادت مطلوب ہے وہ علم و معرفت اور مکارم اخلاق کی خدمت کرتا ہے تاکہ یہ چیزیں نفس کی
صفات ذاتیہ میں داخل ہوں پھر نفس کی خدمت بدن بذریعہ حواس اور اعضا کے کرتا ہی اور غذا
و خوراک وغیرہ بدن کی خدمت کرتے ہیں اور چونکہ یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ غذا سے غرض بدن کا قائم
رکھنا ہے اور نکاح سے غرض نسل کا باقی رکھنا اور تندرستی سے مقصود نفس کی تکمیل اور تزکیہ
اور علم و اخلاق سے مزین کرنا ہے تو جس کسی کو یہ ترتیب معلوم ہوگی وہ قدر مال کی اور وجہ
اوسکی بہتری کی جان لے گا کہ مال اسوجہ سے ضروری ہے کہ اوس سے غذا و لباس جو بدن کی بقا کے لیے
ضروری ہیں حاصل ہوتے ہیں اور بدن کی بقا کمال نفس کے لیے ضرور ہے اور کمال نفس میں خیر و سعادت
ہے پس جو شخص کسی چیز کا فائدہ اور غایت اور مقصود جانکر اوس چیز کا استعمال اسطرح کرے کہ وہی غایت
مد نظر ہے اوسکو بھولے نہیں تو یہ استعمال اوسکے حق میں بہتر اور مفید ہے اور از انجا کہ مال بھی بموجب مذکورہ
بالا ذریعہ کمال نفس ہو سکتا ہے اسلیے اوسکا کام میں لانا صرف اوسی غرض کے لیے اچھا ہے اور نیز مال
ذریعہ فاسد مقصدوں کا بھی ہے یعنی اس سے ایسی باتیں بھی ہو سکتی ہیں جو سعادت اخروی سے باز رکھیں
اور علم و عمل کی راہ بند کردیں ایسی صورت میں مال کا استعمال برا ہے خلاصہ یہ کہ مال وسیلہ اور ذریعہ دوسرے
مقاصد کا ہوتا ہی جیسا مقصد ہوگا ویسا ہی مال کا بھی حال ہے اگر مقصد اچھا ہے تو مال بھی اچھا
ہوگا اور اگر برا ہے تو برا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ بالا کے موافق جو شخص دنیا کو قدر کفایت سے
زیادہ لے گا تو نادانستہ گویا اپنی موت لیگا اور چونکہ طبیعتیں اتباع شہوات کی مائل ہیں اور شہوات راہ خدا
کے روکنے والی اور مال سے وہ باآسانی حاصل ہو سکتی ہیں تو قدر کفایت سے زیادہ مال لینے میں بڑی
خوف کی جگہ ہے اسی لحاظ سے انبیا علیہم السلام نے اوسکے شر سے پناہ مانگی ہے یہانتک کہ حدیث
شریف میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُوتَ آلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا دیکھو دنیا سے اوسی مقدار طلب فرمایا جو ضروری حد
ہو اور فرمایا اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
بقدر اقتدار لینی رضی سے اسطرح وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ اصنام سے غرض سونا چاندی ہے اس وجہ سے
تو ہم آپکے پاس حاضر ہوئے کہ پتھروں کو خدا ہی کا اعتقاد کرے اور آیت میں جو لفظ نعبد مذکور ہے

عبادت سے غرض نقدین کی محبت اور رغبت اور اونکی باعث ہو کہا کہا جاتا ہے جیسیکہ حدیث شریف مین ہے تعس عبد الدینار تعس عبد الدرہم تعس ولا انتعش واذا شیک فلا انتقش اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ دینار و درم کا محبت رکھنے والا اونکی عبادت کرنے والا ہے اور عابد کسی پتہر کا عابد بت کا ہے بلکہ جو غیر اللہ کی پرستش کرے وہ بت پرست ہے اور مشرک مگر اتنی بات ہے کہ شرک کی دو قسمین ہین خفی اور جلی شرک خفی موجب ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا نہین اور اسکے ایماندار بہی کم خالی ہوتے ہین کیونکہ وہ چیونٹی کی چال سے بہی زیادہ مخفی ہے اور شرک جلی سے ہمیشہ دوزخ مین رہنا ہوگا خدا تعالی ہمکو دونون قسمون سے بچاوے

تیسرا بیان آفات مال اور اوسکے فوائد کی تفصیل مین

واضح ہو کہ مال بہی سانپ کیطرح زہر بہی ہے اور زہر مہرہ بہی زہر اوسکے آفات ہین اور زہر مہرہ فوائد جس شخص کو فوائد و آفات دونون معلوم ہون اوس سے ہوسکتا ہے کہ مال کے شر سے بچے اور خیر کا طالب ہو پہر مال کے فوائد کی دو قسمین ہین دنیاوی اور دینی قسم اول یعنے فوائد دنیاوی کا ذکر کرنا فضول ہے اسلیئے کہ تمام اقسام خلق مین مال کے فوائد مشہور و معروف ہین اگر وہ اوسمین فائدہ نجانتے تو اوسکی طلب مین کیون جان کہوتے لیکن فوائد دینی تین قسمون مین منحصر ہین قسم اول یہ کہ مال کو اپنے نفس پر خرچ کرے یا تو عبادت مین یا عبادت پر استعانت مین عبادت مین تو اسطرح کہ مثلاً حج یا جہاد مین خرچ کرے کیونکہ یہ دونون بدون مال کے نہین ہوسکتی حالانکہ اصول عبادت سے ہین محتاج و مفلس انکی ثواب کو نہین پاسکتا اور عبادت پر استعانت مین اسطرح کہ غذا و لباس و مسکن مین صرف کرے کہ اوس سے تقویت عبادت کی ہو کیونکہ یہ ایسی حاجات ہین کہ اگر میسر نہون تو دل انکی تدبیر مین لگا رہتا ہے دین کے لیے فراغت نہین ہوتی تو بقدر کفایت مال کا حاصل کرنا جس سے کہ استعانت و تقویت عبادت پر ہو فوائد دینی مین داخل ہے ہان تنعم اور زائد از حاجت صرف کرنا البتہ حظوظ دنیاوی ہی سے ہے قسم دوسری لوگون پر صرف کرے اور اس خرچ کی چار قسمین ہین صدقہ مروت کے طور پر حفظ آبرو کے لیے نوکر یا خدمتی کی اجرت صدقہ کا ثواب تو ظاہر ہے اس سے خدا تعالی کا غصہ فرو ہوجاتا ہے جیسا کہ اوسکے فضائل پہلے گذر چکے اور مروت کے طور پر خرچ کرنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ غنی اور شریف لوگونکی دعوت اور ہدیہ اور اعانت وغیرہ مین صرف کرنا اسکو صدقہ نہ کہین گے کیونکہ صدقہ وہی ہوتا ہے جو محتاج کو دیا جاوے مگر یہ بہی اسطرحکا خرچ فوائد دینی سے ہے اسلیئے کہ آدمی [illegible] بنا لیتا ہے اور ایسی ہی اخراجات سے سخاوت کی صفت حاصل ہوتی [illegible] خیالات فاسد [illegible]

ہوتا ہے کیونکہ صفت سخاوت جب تک نہین حاصل ہوتی جب تک احسان اور مروت سے لوگون کے
ساتھہ پیش نہ آوے اور اس طرح کے خرچ مین بھی بڑا ثواب ہے چنانچہ بہت سی احادیث ہدیہ اور ضیافت اور
کھانا کھلانے کے ثواب مین وارد ہین یہ شرط نہین کہ جنکو دیا جاوے اون پر فقر و فاقہ بھی ہو اور حفظ آبرو کے
لیے جو خرچ ہوتا ہے اوس سے یہ غرض ہے کہ جس سے شاعر اور بے وقوف ہجو نہ کرین اور اپنی زبانین بکین
یہ خرچ بھی گو اسکا فائدہ دنیا مین بھی ہے مگر دینی فوائد مین سے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مَا وَقَی بِہِ الْمَرْءُ عِرْضَہٗ کُتِبَ لَہٗ بِہٖ صَدَقَۃٌ کیونکہ نہوا سی خرچ کی جہت سے غیبت والا غیبت سے باز رہتا ہے
اور عداوت اور حسد سے جو باتین منہ سے نکلجاتی ہین وہ بھی ایسے خرچون سے موقوف رہتی ہین اور غیبت وغیرہ کے
جواب مین جو کچھہ بطریق انتقام اپنی زبان سے نکلتا اوس سے بھی محفوظ رہتا ہے اور خدمتی کی اجرت کا
حال یہ ہے کہ آدمی اپنے سامان کی تیاری مین جن اعمال کا محتاج ہوتا ہے وہ بہت ہین اگر اون سب کو
خود ہی کیا کرے تو تضیع اوقات ہو اور چلنا راہ آخرت کا اور فکر اور ذکر بھی دشوار ہو گا جو اعلی مقامات سالکین
مین سے ہے اور جسکے پاس مال نہین وہ سب کام اپنے خود کرے گا مثلا کھانا خریدنا اور پکانا اور گھر صاف
کرنا اور جس کتاب کی ضرورت ہو اوسکو لکھنا وغیرہ سب آپ ہی کرنے پڑینگے لیکن جو کام دوسرے کے
کرنے سے اپنی غرض نکل جاوے ایسے کام مین خود مصروف ہونا خسارہ مین پڑنا ہے مثلا مالدار آدمی
اگر ایسے جزئیات کامونکی طرف خود درپے ہو تو اوس سے عمل اور علم اور ذکر و فکر جیسا نہو سکیگا اور یہ
ہو نہین سکتا کہ علم پڑھا کرے کوئی اور شخص اور فائدہ ہو دوسرے کو مگر یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی روٹی
پکاوے تو دوسرا اوسکو کھالے غرض جو کام کہ غیر سے نکل سکتا ہو اوسمین اپنے آپ مصروف ہو کر علم وغیرہ
سے تضیع اوقات اور نقصان مین پڑنا ہے قسم تیسری وہ خرچ کہ کسی انسان معین پر نہو بلکہ اوس سے
فائدہ عام ہو جیسے مسجد اور پل اور سرا اور شفاخانہ و مدرسہ اور کنوان بنوانا یا خیرات کے لیے زمین جائداد
وقف مساکین کر دینا یہ ایسے خرچ ہین جنسے ہمیشہ کو مرنیکے بعد خیرات ہوتی ہے اور صلحا خرچ
کرنے والے کے حق مین مدتون دعا کیا کرتے ہین اس سے بڑھکر اور خیر کیا ہوگی پس مال مین
دین کے یہ فائدے ہین علاوہ انکے دنیاوی حظوظ بھی اس سے حاصل ہوتے ہین کہ سوال اور فقر کی ذلت سے
نجات پانا اور خلقت مین عزت و افتخار حاصل ہونا اور یار و مددگار بہت سے ہونے اور لوگونکے دلون مین
وقار و بزرگی ہونی سب فوائد دنیاوی ہین اور آفات مال بھی دو قسم ہین دینی اور دنیاوی آفات دینی
جو واقع ہوتی ہین بعضے اسطرح کے مال کے ہونے سے نوبت معصیت کی پہونچتی ہے کیونکہ شہوات کا تقاضا آدمی پر
تو ہم آپکے پاس حاضر ہین اس سے کچھہ کر نہین سکتا اور مفلسی تک ہی بچ سکتا ہے کیونکہ جب تک کسی گناہ کا

سامان نہین ہوتا تب تک اوسکا شوق نہین ابہرتا اور جب اپنے آپ مین اوسکی قدرت پاتا ہی تو رغبت و تمنا
ابہرتا ہے اور چونکہ مال سے ایکطرحکی قدرت آجاتی ہے اسیواسطے تقاضاء معصیت کا سلسلہ جنبانی
کرتا ہے اوسوقت اگر اپنی خواہش کے بموجب ارتکاب مجبور کرنے لگیگا تو ہلاک ہوگا اور اگر صبر کریگا
تو رنج اوٹہاویگا اسلیے کہ باوجود قدرت صبر کرنا بہت سخت ہے اور تونگری کے وقت کا فتنہ وامتحان مفلسی
کے فتنہ اور امتحان سے بڑا ہوتا ہی دوم یہ کہ مباحات سے تنعم کی نوبت پہونچتی ہے یعنی یہ تو مال والا آدمی
ہو نہین سکتا کہ جو کی روٹی کہاوے اور موٹا کپڑا پہنے اور لذیذ کہانون سے بالکل پہلوتہی کرے جیسے کہ
حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اپنی سلطنت مین کیا تہا تو بالضرور یہی ہوگا کہ خوش خوراک
اور خوش پوشاک رہیگا اور اسی کا عادی ہوجاویگا اور یہی امر اوسکی نزدیک محبوب اور مالوف ہوگا
کہ بدون اوسکے صبر نکر سکیگا اسیطرح رفتہ رفتہ ایک تکلف سے دوسرا سوجہیگا اور جب تنعم سے الفت بس
زیادہ ہوگا تو کبہی ایسا بہی ہوگا کہ حلال کمائی سے اوسکا مطلب حاصل نہو سکے اسلیے مشکوک مال مین
راغب ہوتا ہے اور مداہنت اور جہوٹ اور نفاق اور دوسرے ردی اخلاق مین خوض کرتا ہی تاکہ اسکی
دنیا بن جاوے اور تمنا برآوے علاوہ اسکے جسکے پاس مال بہت ہوتا ہے اوسکو لوگون کی طرف بہت سی
حاجت ہوتی ہے اور جسکو لوگونکی طرف حاجت پڑتی ہے اونسے ملاوٹ کی باتین ضرور کرتا ہی اور اونکی
رضاجوئی مین خدا کی نافرمانی کرتا ہے اگر پہلی آفت سے آدمی بچ بہی جاوے تو اس آفت سے بچنا مشکل ہے
اور خلق کیطرف ضرورت پڑنے سے دوستی اور دشمنی پیدا ہوتی ہے دشمنی پر حسد اور حقد اور ریا و کبر اور کذب
اور چغلی اور غیبت اور دوسرے گناہ مبنی ہین جو کہ دل و زبان سے مخصوص ہین اور اعضا مین بہی اونکا
اثر ہو ہی جاتا ہے اور یہ سب آفتین مال ہی کی نحوست سے ہوتی ہین جسکی حفاظت و اصلاح کے لیے خلق کیطرف
حاجت پڑتی ہے تیسری آفت جس سے کوئی خالی نہین وہ یہ ہی کہ آدمی مال کی اصلاح و درستی مین خدا کی
یاد سے غافل ہوجاتا ہے اور جو چیز کہ خدا کی یاد کی مانع ہو وہ نقصان کی شی ہے اسی بنا پر حضرت عیسیٰ
نے فرمایا کہ مال مین تین آفتین ہین ایک تو یہ کہ وجہ حلال سے نہ لے لوگون نے عرض کیا کہ اگر حلال کمائی
ہو آپ نے فرمایا کہ دوسری آفت مین مبتلا ہوگا کہ اوسکو حق طور پر خرچ نہین کریگا لوگون نے عرض
کیا کہ اگر حق طور پر خرچ بہی کرے آپ نے فرمایا کہ تیسری آفت پیش آویگی کہ اوسکی سنبہالنے مین خدا سے
غافل ہوگا اور یہ مرض لاعلاج ہے اسلیے کہ سب عبادتون کی اصل اور منشا خدا کا ذکر اور اوسکی جلال کا
فکر ہے اور ان دونون باتون یعنی ذکر و فکر کے لیے دل فارغ چاہیے مگر مال والا [illegible] حیران و
دنیاوی فکر مین لگے رہتے ہین صبح و شام کہین کسانون اور شرکا کا جہگڑا کہین جتنی خیالات فاسد جمع کرو اسی کا ہے

حدود کی تکرار سرکاری لوگوں سے خراج و ضبطی کا کھٹکا کہیں معمار و مزدور سے الجھنا کہ کام
کیا کہیں کسانوں پر چوری اور خیانت دھرنا کہیں اپنے شریک سوداگری سے اندیشہ اس بات کا
کہ نفع زیادہ لیتا ہے اور کام کم کرتا ہے یا مال تلف کرتا ہے اور علی ہذا القیاس جسکے پاس مویشی
ہوں وہ بھی ایسے ہی کچھ ترددات میں رہتا ہے اور سب اموال کا یہی حال ہے مگر جیسا کہ شغل ظاہری
زمین کے گڑے ہوئے نقد سے دور رہتا ہے ایسا اور کسی مال میں نہیں رہتا گو دل کا تردد اسمیں
بھی ہمیشہ ہے کہ اسکو کہاں صرف کروں اور کیسے بچاؤں اور لوگوں کو اسپر اطلاع نہو کوئی اسکی طمع
کرے اسی طرح کے ترددات کی کچھ انتہا نہیں لیکن جسکے پاس ایک روز کا کھانا موجود ہے وہ ان سب
ترددات سے بری ہے علاوہ ان آفات دنیاوی کے اور بہت سی باتیں ہیں جو دنیا میں مال والوں کو
ہوتی ہیں حاسدوں کے دور کرنے میں مشقت اٹھانی مال کی حفاظت اور پیدا کرنے میں سخت پرخطر
مقامات میں جانا رنج و غم اور خوف و الم برداشت کرنی وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ مال تریاق اس
صورت میں ہے کہ بسر اوقات کیلیے لیکر باقی کو خیرات کر دیا جاوے اور اگر ایسا نہو گا تو وہ مال زہر
اور آفات میں مستور ہوگا

چوتھا بیان حرص و طمع کی مذمت اور قناعت اور لوگوں سے توقع نہ رکھنے کی ثنا

جاننا چاہیے کہ فقیری عمدہ چیز ہے جیسا باب الفقر میں مذکور ہے مگر فقیر کو چاہیے کہ قانع ہو لوگوں کے
مال کا تاکو نہو اور ان سے کسی بات کی طمع نہ کرے اور کسی طرح کی مال کے پیدا کرنے کا حریص نہو اور یہ بات
جبھی حاصل ہوگی جب غذا و لباس مسکن سے بقدر ضرورت قانع ہووے

اگر جمعیت دل ہے تجھے منظور قانع ہو ۔۔۔ کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہیں

بلکہ یہی چاہیے کہ ان چیزوں کی مقدار قلیل پر جو سب سے ادنی قسم کی ہو اکتفا کرے اور اپنے امل کو ایک روز
خواہ ایک مہینے سے نہ بڑہاوے اور دل کو ایک مہینے سے بعد کا ہرگز مشغول نہ لگاوے پس اگر کثرت مال
و طول امل کا شائق ہوگا تو قناعت کی عزت سے محروم رہیگا اور طمع کی ناپاکی میں آلودہ ہوگا اور طمع
و حرص سے اور برے اخلاق اور خلاف مروت افعال کا مرتکب ہوگا اور آدمی کی پیدائش اور سرشت
میں حرص و طمع داخل ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ لَوْ کَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغَی
اِلَیْهِمَا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ اور اسی مضمون کو
ابو واقد لیثی رضی نے اسطرح بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب وحی آتی
تو ہم آپکے پاس حاضر ہوتے آپ ہمکو وحی کے احکام ارشاد فرما دیتے ایک روز میں خدمت میں حاضر

تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہمنے مال اسلیے بھیجا ہے کہ لوگ نماز قائم رکھیں اور زکوۃ دین
اور اگر آدمی کے پاس سونے کا ایک جنگل ہو تو یہ چاہیگا کہ دوسرا اور ہو جب دوسرا ہو جاوے تو یون
چاہیگا کہ تیسرا اور ہو اور آدمی کا پیٹ سوا خاک کے اور کسی چیز سے نہیں سیر ہوتا اور جو شخص توبہ کرے
اللہ تعالی اوسکی توبہ قبول فرماتا ہے اور حضرت ابو موسی اشعری رضہ فرماتے ہین کہ ایک سورت مثل
سورہ براءۃ کے اتری تھی پھر اٹھہ گئی مگر اوسمین سے یہ آیت لوگونکو یاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا
الدِّيْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَهُمْ وَلَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنّٰى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاُ جَوْفَ
ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمُ الْعِلْمِ وَمَنْهُوْمُ الْمَالِ اور فرمایا يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ مَعَهُ اثْنَانِ
الْاَمَلُ وَحُبُّ الْمَالِ یا اسکے الفاظ کچھہ اور اسی معنی مین ہین اور چونکہ محبت مال آدمی کی سرشت مین داخل
اور موجب گمراہی و ہلاک ہے اسی لیے اللہ تعالی نے اور اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت
کی ثنا بیان فرمائی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ طُوْبٰى لِمَنْ هُدِيَ اِلَى الْاِسْلَامِ وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا
وَقَنَعَ بِهٖ اور فرمایا مَا مِنْ اَحَدٍ فَقِيْرٍ وَلَا غَنِيٍّ اِلَّا وَدَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَنَّهُ كَانَ اُوْتِيَ قُوْتًا فِي الدُّنْيَا اور فرمایا
لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ اِنَّمَا الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ اور شدۃ حرص سے اور طلب مین مبالغہ کرنے
سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا اَلَا اَيُّهَا النَّاسُ اَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ فَاِنَّهُ لَيْسَ لِعَبْدٍ اِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ
وَلَنْ يَذْهَبَ عَبْدٌ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَاْتِيَهُ مَا كُتِبَ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ اور روایت ہے کہ حضرت
موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے سوال کیا کہ الہی تیرے بندون مین سے زیادہ غنی کون ہے
ارشاد ہوا کہ جو میرے دینے پر زیادہ تر قانع ہو پھر پوچھا کہ عادل زیادہ کون ہے فرمایا کہ جو اپنے نفس سے
انصاف کرے یعنی برائی پر اوس سے بھی انتقام لے اور حضرت ابن مسعود رضہ سے یہ حدیث مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل ع نے میرے دلمین یہ پھونک دیا ہے کہ کوئی نفس
نہین مریگا جب تک اپنا رزق پورا نہ کرلے پس اللہ تعالی سے ڈرو اور طلب مین میانہ روی کرو
اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رض جب
تجکو سخت بھوک لگے تو ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی پر کفایت کر اور دنیا پر لات مار اور یہی آپ
سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ورع اختیار کر سب مین زیادہ عابد ہو جاویگا اور قناعت کر سب سے
زیادہ شاکر ہوگا اور لوگون کے لیے وہی بات چاہ جو اپنے لیے چاہتا ہے اس سے کامل ایماندار ہو جائے گا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طمع سے منع فرمایا چنانچہ ابو ایوب انصاری رضہ سے مروی ہے

کہ ایک اعرابی آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو کچھ نصیحت
مختصر ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ نماز ایسی پڑہو جیسے کوئی رخصت ہونیوالا پڑہتا ہے (یعنے یہ سمجہ کر
پڑہنے کا نہوگا یہی نماز آخری ہے) اور ایسی بات کرجسکا کل کو عذر نکرنا پڑے اور جو کچہہ لوگون کے پاس
موجود ہے اوس سے ناامید ہو یعنی کسی کے مال کی طمع مت رکہہ اور حضرت عوف بن مالک اشجعی رض
فرماتے ہین کہ ہم سات یا آٹہہ یا نو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے آپ نے فرمایا کہ تم
رسول اللہ سے بیعت نہین کرتے ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم بیعت نہین کر چکے پہر آپ نے فرمایا
کہ تم خدا کے رسول سے بیعت نہین کرتے ہمنے ہاتہہ بیعت کیواسطے پہیلایا اسمین ہم مین سے کوئی کہہ
اٹہا کہ ہم تو پہلے بیعت کر چکے ہین اب یہ بیعت کونسی بات کیواسطے ہے آپ نے فرمایا کہ اس بات پر ہے
کہ خدا کی عبادت کرو اور اوسکا کوئی شریک نکرو اور پانچون وقت کی نماز پڑہو اور برضا و رغبت
اطاعت کرو اسکے بعد ایک کلمہ آہستہ سے فرمایا اور آدمیونسے کچہہ مت مانگو راوی کہتے ہین کہ ان
لوگون مین سے بعض شخصون نے اس بیعت کو ایسا نباہا کہ اگر اونکا کوڑا گر پڑتا تو لوگون سے نہ کہتے کہ اسے
اٹہا دو یعنے اسقدر سوال سے بہی احتراز کرتے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ طمع فقیری ہے اور لوگونسے
ناامید ہونا توانگری ہے جو اونسے توقع منقطع کریگا وہ نکے پروا رہیگا اور بعض حکما سے کسی نے پوچہا کہ غنا
کیا چیز ہے کہا کہ کم کرنا تمنا کا اور مقدار کفایت پر راضی و قانع ہونے کا نام غنا ہی جیسا کہ سعدی فرماتے ہین

ای قناعت توانگرم گردان	کہ ورای تو ہیچ نعمت نیست

اور محمد بن واسع خشک روٹی پانی مین تر کرکے کہاتے اور فرماتے کہ جو اسپر قناعت کرے اوسکو
کسی کی پروا نہین اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ تمہارے لیے دنیا جبہی تک اچہی ہے جب تک
اوسمین مبتلا نہو اور تمہارے مبتلا ہونے کی چیز بہتر اسیقدر ہے جو تمہارے ہاتہونسے نکلجاوے یعنے
مال دنیاوی مین سے بہتر وہ ہے جو خیرات مین صرف ہو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہر روز
ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ ای آدم زاد تجکو تہوڑا بقدر کفایت ملنا اس سے بہتر ہے کہ بہت ملے اور سرکشی
مین ڈالے اور شمیط بن عجلان رح فرماتے ہین کہ ای ابن آدم تیرا شکم بالشت بہر ہے پہر تجکو دوزخ مین
کیون ڈالتا ہے اور ایک حکیم سے کسی نے پوچہا کہ تمہارا مال کیا ہے اوسنے کہا کہ ظاہر مین تکلف زینت
اور باطن سے میانہ روی اور لوگونکے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہے کہ اللہ تعالی جلشانہ فرماتا ہے
کہ اے ابن آدم اگر ساری دنیا تیری ہی ہو جاوے تب بہی تجکو غذا کے سوا اور کچہہ نملے گا بس اگر مین
تجکو صرف غذا ہی دون اور دنیا کا حساب اوروں کی گردن پر رکہون تو یہ میرا تجہپر کمال احسان ہے

اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی سے کچھ حاجت چاہے تو چاہیے کہ بسہولت اوسکو مانگ لے یہ نکرے کہ دوسرے کے پاس جا کر کہنا شروع کرے کہ تم ایسے ہو تم ایسے ہو اسلیے کہ روزی تو جتنی مقدر ہے وہی ملے گی ناحق اتنی مشقت سے کیا حاصل اور بعض خلفاء بنی امیہ نے حضرت ابو حازم کو ایک خط لکھا اور اوس میں قسم دلائی کہ جو کچھ آپ حاجت رکھتے ہوں میرے پاس لکھ بھیجے اونہوں نے جواب میں ارقام فرمایا کہ میں نے اپنی سب حاجتیں اپنے مولا کے سامنے پیش کیں اونسے جو منظور کی اوسکو میں نے قبول کیا اور جو نامنظور کی اوسپر قناعت کی اور بعض حکماء سے کسی نے پوچھا کہ عاقل کے لیے زیادہ تر خوشی کی بات کیا ہے اور ایسی کونسی چیز ہے جس سے اوسکا غم غلط ہو اونہوں نے جواب دیا کہ اوسکے حق میں زیادہ خوشی کی بات عمل صالح کا توشہ بنانا ہے اور غم کے غلط ہونیکی چیز راضی ہونا خدا کے احکام پر اور بعض حکما کا قول ہے کہ میں نے سب سے زیادہ غمگین حاسد کو پایا اور سب سے زیادہ خوش عیش قانع کو اور زیادہ تر صابر ایذا پر حریص طامع کو اور زیادہ تر سہل گذران تارک دنیا کو اور بزرگ تر ندامت میں عالم ناپرہیزگار کو دیکھا ہے ؎

چون عمل در تو نیست نادانی		علم چندانکہ بیشتر خوانی

واقع میں غنا و توانگری قناعت ہی کا نام ہے جیسا کہ سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

خبر کن حریص جہان گرد را		قناعت توانگر کند مرد را

اور حضرت عمر رض نے ایکبار لوگوں سے فرمایا کہ جسقدر خدا کے مال میں سے میں اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں تمکو بتا دیتا ہوں اول تو دو جوڑے کپڑے گرما و سرما کے لیے دوم سواری حج و عمرہ کے لیے سوم غذا جیسے اور قریش کے لوگوں کی ہے نہ تو سب سے عمدہ کھاتا ہوں نہ سب سے ادنی متوسط درجہ کی غذا ہے الا یہ کہ مجکو یہ معلوم نہیں کہ میرے لیے اسقدر حلال ہے یا نہیں یعنی حضرت عمر رض کو اس بات کا شبہہ تھا کہ کہیں قدر کفایت سے یہ مقدار ہے زیادہ نہو اور ایک اعرابی نے اپنے بھائی پر حرص کے باب میں عتاب کیا اور یہ کہا کہ بھائی تجکو کوئی چیز ڈھونڈھتی ہے اور تو کسی چیز کو ڈھونڈھتا ہے جو تجکو ڈھونڈھتی ہے اوس سے تو نہیں بچیگا یعنی موت آدمی کی طالب ہے جس سے کسی طرح مفر نہیں اور جسکو تو ڈھونڈھتا ہے یعنے رزق وہ تجکو بے فکر و تردد پہونچیگا اور ایسا جان کہ موت جو نظر سے غائب ہے وہ گویا کہ موجود ہے اور جس حال میں تو اب ہے اوس سے تبدیل کیا جاوے گا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم یہ جانتے ہو کہ حریص کبھی محروم نہیں ہوتا اور زاہد کو رزق نہیں ملتا یہ محض وہم و خیال ہے بلکہ اصل یہ ہے ؎

بس حرکت ہم سکون ہست مساوی		آنچہ نوشتہ قلم نشود بیش و کم

اور شعبی سے روایت ہے کہ ایک صیاد نے ایک ہزار داستان پکڑی اوسنے پوچھا کہ تیرا مطلب مجھ سے کیا ہے اوسنے کہا کہ تجھے ذبح کرکے کھاونگا اوسنے کہا کہ مجھہ مشت پر سے تیرا شکم تو سیر ہونا معلوم الا مین تین باتین ایسی بتاتی ہون جو تجکو میرے کھانے سے بہتر ہون مگر ایک تو ابھی بتاونگی اور دوسری اس پیڑ پر جاکر کہونگی اور تیسری پہاڑ پر بیٹھکر بتاونگی اوسنے کہا کہ اول بات تو کہہ اوسنے کہا کہ گذری بات پر افسوس مت کرنا پھر صیاد نے اوسکو چھوڑ دیا وہ اوڑکر پیڑ پر بیٹھی صیاد نے دوسری بات پوچھی اوسنے کہا کہ جو بات نہو سکتی ہو اوسکو یقین مت کرنا پھر اوڑکر پہاڑ پر جا بیٹھی اور صیاد سے کہا کہ تو بڑا بدنصیب ہے اگر مجھے ذبح کرتا تو میری پوٹی میں سے دو موتی ڈیڑہ ڈیڑہ چھٹانک کے نکلتے وہ ہاتھہ ململ ہونٹھہ چابنے لگا اور کہا کہ تیسری بات بتا اوسنے کہا کہ تو پہلی دونون باتون کو بھول گیا تیسری کیسی بتاون دیکھہ مینے کہا تھا کہ گذری بات پر افسوس نکرنا مگر تونے میرے چھوٹنے پر حسرت کی مینے کہا تھا کہ غیر ممکن بات کا یقین نکرنا لیکن تونے یقین کرلیا یہ نجانا کہ میرا گوشت پوست پر وغیرہ ملاکر ڈیڑہ چھٹانک نہونگے پس میری پوٹی میں دو موتی اتنے اتنے وزن کے کیسے ہوسکتے ہین یہ کہکر اوڑگئی یہ مثال آدمی کی طمع کی زیادتی کی ہے کہ طمع کے مارے حق بات نہین سوجھتی یہانتک کہ غیر ممکن بات کو بھی مان لیتا ہے بیت

درآرد طمع مرغ و ماہی بہ بند		بدوزد طمع دیدہ ہوشمند

اور ابن سماک کا قول ہے کہ توقع ایک رسی دل مین ہے جس سے آدمی کے پاون مین پھندا پڑا رہتا ہے اگر توقع دل سے نکالڈالے تو پاون بھی پھندے سے نکل جاوے اور حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علماء کے دلون مین سے بعد حفظ اور تعقل کے علوم کو کون چیز کھو دیتی ہے فرمایا کہ طمع اور حرص نفس اور حاجتون کا طلب کرنا ایک شخص نے حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ سے تفسیر حضرت کعب احبار کی ارشاد کی پوچھی اونہون نے فرمایا کہ آدمی کسی چیز کی طمع مین اپنا دین کھو بیٹھتا ہے اور حرص نفس کا حال یہ ہے کہ سب چیزونکی طرف نیت ڈورتی ہے یہ چاہتا ہے کہ ساری چیزین میرے پاس آجاوین اسی غرض سے کبھی کسیکے پاس حاجت لیجاتا ہے کبھی کسیکی جب وہ شخص حاجت پوری کردیتا ہے تو گویا اب اسکی نکیل اوسکے ہاتھہ مین ہے جہان چاہتا ہے لیے پھرتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کام لیتا ہے مصرع مرا نان دہ و کفش بر سر بزن + کا قصہ ہوتا ہے یہ شخص جہان اوسکو دیکھتا ہے خوشامد دنیاوی کے مارے سلام کرتا ہے اور بیمار پڑتا ہے تو اوسکی عیادت کرتا ہے مگر خدا کیواسطے نہ سلام ہے نہ عیادت پس اگر حاجت نہوتی تو اوسکے لیے اچھا ہوتا

پھر حضرت فضیل نے فرمایا یہ قول حضرت کعب رح کا سو حدیثوں مسلسل سے بہتر ہے اور بعض حکما
کا قول ہے کہ انسان میں بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر بالفرض اوسکو سنا دیا جاوے کہ تو ہمیشہ دنیا میں
رہے گا تو اسقدر عمر کی درازی میں جتنی حرص اسکو ہوگی اوس سے زیادہ اب کرتا ہے حالانکہ اب تھوڑے
ہی دنونکی زندگی ہے اور آخر کو فنا کی توقع ہے اور عبد الواحد بن زید سے روایت ہے کہ میں ایک
راہب پر ہو (گذرا) میں نے پوچھا کہ آپ کو کھانا کہاں سے ملتا ہے اوس نے جواب دیا کہ جس شخص نے چکی یعنی
میرے دانت بنائی ہیں وہی اپنی عنایت کی کھلیان سے انمیں ڈال دیتا ہے مجھکو پیسا پسایا ملتا ہے

پانچواں بیان حرص و طمع کا علاج اور اوس دوا کا ذکر جس سے کہ قناعت کی صفت حاصل ہو

واضح ہو کہ یہ دوا تین مفردات سے مرکب ہے صبر اور علم اور عمل اور پانچ باتوں میں یہ سب جاتی ہیں اول
عمل یعنی میانہ روی معیشت میں اور کفایت کرنی خرچ میں پس جو شخص بزرگی قناعت پر پہونچا چاہے
اوسکو چاہیے کہ حتی الوسع خرچ کے دروازے اپنے نفس پر بند کرے اور ضروریات صرف پر اکتفا
کرے اسلیے کہ جسکا خرچ اور دہش زیادہ ہوگی وہ قناعت نہیں کرسکتا تو ضرور ہوا کہ مثلاً اکیلا
ہو تو ایک موٹے کپڑے پر قناعت کرے اور کسی غذا پر اکتفا کرے اور جب تک ہوسکے سالن کو کم کرے
اور اسی کا عادی ہو اور اگر عیالدار ہے تو گھر کے لوگوں میں سے ہر ایک کو ایسا ہی کرلے کیونکہ اتنی سی
مقدار معیشت ایک ادنی محنت سے مل سکتی ہے اور اسمیں طلب بھی تھوڑی ہوگی اور زندگی میانہ روی
سے گذریگی جو قناعت کے باب میں اصل ہے اور اسی کا نام رفق فی الانفاق یعنی خرچ میں نرمی کرنی ہے جسکا
مذکور اس حدیث میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ اور فرمایا مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ اور فرمایا
ثَلٰثٌ مُنْجِیَاتٌ خَشْیَۃُ اللّٰہِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَالْقَصْدُ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَالْعَدْلُ فِی
الرِّضٰی وَالْغَضَبِ اور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو درداء رض کو زمین پر سے دانہ چنتے
دیکھا کہ آپ اوٹھاتے جاتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ آدمی کی سمجھ کی دلیل ہے اگر اپنی زندگی کو سہولت
سے بسر کرے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاِقْتِصَادُ
وَحُسْنُ السَّمْتِ وَالْھَدْیُ الصَّالِحُ جُزْءٌ مِّنْ بِضْعٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ اور یہ بھی وارد ہے
اَلتَّدْبِیْرُ نِصْفُ الْمَعِیْشَۃِ اور فرمایا مَنِ اقْتَصَدَ اَغْنَاہُ اللّٰہُ وَمَنْ بَذَّرَ اَفْقَرَہُ اللّٰہُ وَمَنْ ذَکَرَ اللّٰہَ
عَزَّ وَجَلَّ اَحَبَّہُ اللّٰہُ اور فرمایا اِذَا اَرَدْتَ اَمْرًا فَعَلَیْکَ بِالتُّؤَدَۃِ حَتّٰی یَجْعَلَ اللّٰہُ لَکَ فَرَجًا وَّمَخْرَجًا
اس سے معلوم ہوا کہ خرچ میں کفایت کرنی بڑی ضرورت کی چیز ہے دوسرے یہ کہ اگر سردست
بقدر کفایت آدمی کے پاس موجود ہو تو آیندہ کے لیے زیادہ اضطراب کرنا نہیں چاہیے اور یہ بات آدمی میں

اور یہی جم جاوے اگر اپنے امل کو مختصر کرے اور یہہ تصور کرے کہ جو رزق مقدر مین ہے وہ ضرور پہونچیگا

آنچہ نصیب است بہم می رسد
ورنہ ستانی بستم می رسد

اسمین حرص کرنی نکرنی مساوی ہے کچہہ حرص کرنے سے روزی نہین ملتی بلکہ خداتعالی نے رزق پہونچانیکا وعدہ فرمایا ہے وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اور حرص آدمی مین شیطان کیطرف سے آتی ہے وہ ملعون دلمین ڈالتا ہے کہ زیادہ خرچ سے محتاج ہوجاوگے اگر کمہ چہوڑے گا تو بیماری اور عاجزی کیوقت در بدر بہیک مانگنی پڑیگی اور ذلیل ورسوا ہوگا اسطرح ہمیشہ طلب مال کی مشقت مین مبتلا کرتا ہے اس خوف سے کہ کہین آیندہ کو مشقت نہو اور پہر خود اوسکے حرکات پر ہنستا ہے کہ وہمی مشقت کے خوف سے کیسا غلطان پیچان ہو رہا ہے اور خدا سے غافل ہے یہہ کیسے معلوم ہوا کہ آگے کو مشقت ضرور ہوگی شاید کچہہ بہی نہو اور روایت ہے کہ دو لڑکے حضرت خالد رض کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مبارک مین حاضر ہوئے آپ نے اونکو ارشاد فرمایا کہ جب تک تمہارے سر ہلتے ہین یعنی زندگی بہر رزق سے ناامید مت ہو دیکہو انسان ماں کے پیٹ سے ننگا منگا پیدا ہوتا ہے پہر اللہ تعالی اوسکو روزی دیتا ہے اور ایکبار آپ کا گذر حضرت ابن مسعود رض پر ہوا وہ غمگین بیٹہے تہے آپ نے فرمایا کہ رنج کرنا نہ فائدہ ہے شدنی ہین آویسگی اور جتنا رزق نصیب مین ہے وہ بیشک ملیگا اور ایک حدیث مین ہے أَلَا يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ فَإِنَّهُ لَيْسَ لِعَبْدٍ إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ وَلَنْ يَذْهَبَ عَبْدٌ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْتِيَهُ مَا كُتِبَ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ اور انسان حرص سے علیحدہ نہین ہوتا مگر اوسصورت مین کہ خداتعالی کی تدبیر پر خوب بہروسا ہو یعنی یقین واثق رزق کے مقدر ہونے کا رکہتا ہو اور یہہ کہ اگر مین طلب مین اجمال کرونگا تو ضرور ہی ملے گا بلکہ یون تصور کرنا چاہیئے کہ اکثر یہی ہے کہ خداتعالی بندہ کو ایسی جگہہ سے رزق پہونچاتا ہے جہان سے اوسکو گمان بہی نہین ہوتا چنانچہ خود فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ پس ایسی صورت مین اگر کسی وجہ سے اوسکو روزی ملتی تہی اور وہ بند ہوگئی تو دلمین پیچ و تاب نہین کہانا چاہیئے یون جاننا چاہیئے کہ

گر خدا بحکمت ببندد دری
کشاید بفضل و کرم دیگری

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ أَبَى اللَّهُ أَنْ يَرْزُقَ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ إِلَّا مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور حضرت سفیان رحم فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرنا چاہیئے مینے کسی شخص کو جو خدا سے ڈرتا ہو محتاج نہین دیکہا یعنی خداوند کریم تقوی اور خوف والے کی ضرورتین ویسی ہی نہین

چھوڑ دیتا بلکہ تسلسل تونگو دلینی ہے الد دیتا ہے وے اوسکی روزی دیجاتے ہین اور مفضل ضبی فرماتے ہین کہ مینے ایک اعرابی سے پوچھا کہ تمہاری وجہ معاش کیا ہے اوسنے کہا کہ حاجیون کے آنے سے بسر کرتا ہون مینے پوچھا کہ جب حاجی چلے جاتے ہین تب کیا کرتے ہو وہ رو پڑا اور کہنے لگا کہ اگر وجہ معاش معلوم ہی ہوا کرتی کہ فلان جگہہ سے ہوتی ہے تو زندگی ہی نہوتی اور حضرت ابو حازم کا قول ہے کہ میرے نزدیک دنیا مین دو چیزین ہین ایک تو وہ جو میرے لیے ہے پس اوسکو تو مین قبل وقت لی نہین سکتا گو آسمانون اور زمین کا زور لگاؤن اور ایک وہ جو اورون کی ہے پس وہ نہ پہلے مجکو ملی اور نہ آیندہ کو توقع کہ مجھے ملے اسلیے کہ جو شخص میرے حصہ کی چیز اورون سے بچاتا ہے وہی اورونکی چیز مجھسے بچاتا ہے پہر ان دونون چیزون مین اپنی جان کیون کہوؤن یہ علاج امر کے دور کرنے کے لیے ہی جو شیطان کیطرف سے افلاس کا خوف دل پر آتا ہے اسطرح جاننے اور خیال کرنے سے یہ دفع ہوجاتا ہے تیسرے یہ کہ قناعت کی فائدہ سے آگاہ ہو کہ اسکے باعث استغنا اور بے پروائی کی عزت حاصل ہوتی ہے اور حرص وطمع کی جہت سے رسوائی و ذلت جب یہ بات دلمین ٹہن جاویگی تو قناعت ہی کیطرف رغبت ہوگا کیونکہ حرص مین مشقت اور طمع مین ذلت ہی نہین بچیا اور قناعت مین صرف شہوات اور فضول سے صبر کرنیکی مشقت ہے اور یہ مشقت وتکلیف ایسی ہی کہ اسپر سوا خدا تعالی کے اور کسی کو اطلاع نہین ہوتی اور اسی پر ثواب آخرت ہوتا ہی اور حرص طمع ایسی چیزونمین سے ہی جسکو لوگ دیکھہ سکتے ہین اور گناہ کا وبال اوسکے علاوہ ہی پہر کثرت طمع و حرص مین نفس کی بزرگی اور حق بات کی متابعت کی قدرت مفقود ہے کیونکہ کثرت حرص وطمع مقتضی اسبات کی ہے کہ لوگون سے بہت سے کام نکلین پہر ایسی صورت مین اونکو حق بات کا مائل کرنا کہان بن سکتا ہے بلکہ اونکی برائیان دیکھکر مداہنت اور اغماض کرنا پڑے گا جس سے کہ دین کی خرابی ہے اور جو شخص کہ پیٹ کی خواہشون پر نفس کی بزرگی کو ترجیح نہ دیوے وہ نرا بیوقوف اور ناقص الایمان ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عِزُّ الْمُؤْمِنِ اِسْتِغْنَاءُهٗ عَنِ النَّاسِ اس سے معلوم ہوا کہ آزادی اور عزت قناعت ہی مین ہے

قناعت بہر حال اولے بود	کہ در ضمن آن چند معنی بود

اور اسی بنا پر کسیکا قول ہے کہ جس سے چاہو بے پروا ہوجاؤ اوسکی نظیر اور اوسکی مانند ہوجاؤگے اور جسکی طرف دل چاہے حاجت لیجاؤ اوسکے پابند ہوجاؤگے اور جس پر چاہو احسان کرو اوسکے امیر بنجاؤگے چوتھی یہ کہ یہود اور نصاری اور اراذل اور احمقون اور اجلاف اور بے دینون کی نعمت اور اونکی معیشت مین تامل کرے پہر احوال انبیا اور اولیا اور خلفاء راشدین اور صحابہ اور تابعین کا دیکھے

اور انکے حالات سنے اور خود مطالعہ کرے اب چاہیے تو اجلاف کی مشابہت پیدا کرے خواہ اون لوگون کی اقتدا کرے جو خدا کی مخلوق مین سب سے زیادہ عزت رکھتے ہین اگر اقتدا احمد و لوگون کی کرے گا تو تھوڑی سی چیز پر قناعت کرے گا اور قلیل پر صبر آسان ہوگا اور اس بات مین کوئی اسکا شریک بجز انبیا اور اولیا کے نہوگا لیکن اگر امر اول اختیار کرے گا تو کچہ حاصل نہوگا مثلاً اگر شکم سیری کے تنعم مین رہیگا تو اسبات مین گدہا اوس سے افضل ہوگا اور اگر جماع کی لذت پانے مین مصروف ہو تو سور اس صنعت مین بڑھکر ہے اور اگر زینت تن اور سواری مین تنعم منظور ہی تو اکثر کفار اسمین اوسکی بہ نسبت زیادہ ہونگے پانچوین یہ کہ مال کے جمع کرنے کا خطرہ سوچے کہ کیسے چوری اور تلف اور لوٹ کھسوٹ کا خوف لگا رہتا ہے اور جب ہاتھ خالی ہوتا ہے تو ان سب باتون سے امن و چین مین رہتی ہین اور نیز آفات مال جو ہمنے ذکر کی ہین اونکو سوچے اور تصور کرے کہ اسکی بدولت جنت کے دروازہ سے پانسو برس تک دور رہونگا یعنے جب تھوڑی سی چیز بقدر کفایت پر قانع نہوگا تو اغنیا کے گروہ مین شامل ہوگا اور فقیرون کے دفتر سے خارج اور فقیر بہ نسبت مالدارونکے پانسو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے چنانچہ احادیث اس مضمون پر ناطق ہین اور یہ تامل پورا اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ دنیا مین اپنے آپ سے کم کو دیکھے زیادہ کو نہ دیکھے کیونکہ شیطان ہمیشہ آدمی کو دنیا مین بہکا کر زیادہ مالدارونکی طرف رغبت دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو کیون سستی کرتا ہے اور مالدار تو مزے اوڑاتے ہین اور خوراک و پوشاک اچھی رکھتے ہین اور دین مین آدمی کی نظر کمتر پر ڈالتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تو اپنے نفس پر اتنی تنگی کیون کرتا ہے اور اسقدر خوف خدا کیون لیے ہے فلان شخص تو تجھسے زیادہ جانتا ہے تو وہ اتنا ڈرتا ہی نہیں اور تمام لوگ تنعم مین مشغول ہین تو کیون اونسے جدا ہوتا ہے غرض کہ دنیا مین اپنے سے کم کو دیکھنا چاہیے چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مجکو میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ دنیا مین اپنے آپ سے کم کو دیکھون زیادہ پر نظر نکرون اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ اِذَا نَظَرَ اَحَدُکُمْ اِلٰی مَنْ فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی مَنْ هُوَ اَسْفَلُ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَیْهِ ان پانچون باتون سے آدمی مین قناعت کی صفت آسکتی ہے اور سوا ایک بات یہ ہے کہ صبر کرے اور امل کو کوتاہ کرے اور یہ سمجھے کہ ابد الآباد کی تمتع اور فرحت کے لیے دنیا مین صبر کرنا چند ہی روز کا ہے جیسے بیمار آدمی دوا کی تلخی پر اسلیے صبر کرتا ہے کہ اوسکو ہمیشہ اچھا رہو

چھٹا بیان سخاوت کی فضیلت مین

جاننا چاہیے کہ اگر آدمی کے پاس مال نہو تو قانع اور کم حرص رہنا چاہیے اور اگر مال ہو تو ایثار اور

سخاوت اور سلوک کرنے مین کوتاہی نکرے اور بخل و امساک سے کوسون دور رہے کیونکہ سخاوت انبیا
علیہم السلام کی اخلاق مین سے ہے اور نجات کی اصل اصول یہی ہے اور حدیث شریف مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یون ارشاد فرمایا ہے کہ سخاوت جنت کی درختون مین سے ایک درخت ہے
کہ اوسکی ٹہنیان زمین پر جھکی ہوئین ہین جو کوئی اونمین سے ایک ٹہنی پکڑ لیتا ہے وہ اوسکو جنت
مین کھینچ لے جاتی ہے اور حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو
معرفت جبریل علیہ السلام کے یہ قول اللہ تعالی کا پہونچا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جسکو مینے اپنے لیے پسند کیا ہے
اور اوسکی صلاحیت سخاوت اور حسن خلق پر منحصر ہے پس تمکو چاہیے کہ ان دونون چیزون سے جسقدر
ہوسکے اسلام کی تعظیم کرو اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب تک اسلام کے ساتھہ رہو جب تک
ان دونون باتون سے اوسکا اکرام کرو اور حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالی نے اپنے سب اولیا کو سخاوت اور
حسن خلق ہی پر پیدا کیا ہے اور حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے
افضل کونسا عمل ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر اور سخاوت اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عادتین خدا تعالی کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور دو بری
جو عادتین کہ اوسکو محبوب ہین وہ حسن خلق اور سخاوت ہین اور جو اوسکو ناپسند ہین وہ خلق بد
اور بخل ہین اور جب خدا تعالی کسی بندہ کی بہتری چاہتا ہے تو اوس سے لوگونکی حاجتین پوری
کراتا ہے اور مقدام بن شریح اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجکو کوئی ایسا عمل بتلائیے جس سے جنت مین جاون
آپ نے فرمایا اِنَّ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلَ الطَّعَامِ وَاِفْشَاءَ السَّلَامِ وَحُسْنَ الْكَلَامِ
اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سخاوت جنت مین ایک درخت ہے جو سخی
ہوتا ہے وہ اوسکی ایک شاخ پکڑ لیتا ہے اور اوسکے ذریعہ سے جنت مین داخل ہوتا ہے اور بخل بھی ایک
درخت دوزخ مین ہے بخیل اوسکی ٹہنی پکڑتا ہے یہانتک کہ وہ شاخ اوسکو دوزخ مین گرا دیتی ہے اور حضرت
ابو سعید خدری رض سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے رحیم بندون سے
عطا کی درخواست کرو اور اونکی پناہ مین زندگانی بسر کرو کیونکہ مینے اونمین اپنی رحمت بھر دی ہے اور سخت
دل والون سے کچھہ مت مانگو اونپر مینے اپنا غضب نازل کیا ہے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخی کے گناہ سے درگذر کیا کرو اسلیے کہ جب وہ لغزش کرتا ہے

خدا اوسکا ہاتھہ تہامتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا کہ کہانا کہلانا ولے کے پاس اتنا جلد رزق پہونچتا ہے کہ اتنی جلد اونٹ کی گردن پر چہری بہی کارگر نہین ہوتی اور خداوند کریم کہانا کہلانیوالونسے فرشتوںپر فخر فرماتا ہے یعنی انسان مین ایسے صفات ہین جو تم مین نہین اور ایک حدیث مین ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ جَوَادٌ یُحِبُّ الْجُوْدَ وَیُحِبُّ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَیَکْرَہُ سَفْسَافَہَا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے اسلام پر کچہہ مانگا وہی اوسکو دیا یہانتک کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا آپ نے صدقہ کی بکریون مین سے بہت سی بکریان کہ دو پہاڑون کے درمیان مین تہین عنایت فرمائین وہ شخص اپنی قوم مین آکر کہنے لگا کہ لوگو مسلمان ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح دیتے ہین جیسے کسی کو فاقہ کا خوف نہین ہوتا ہے

اے کہ جز تو در زمانہ نیست کس — الله الله خلق را فریاد رس
شہرۂ ما در ضعف و شکستہ پری — شہرۂ تو در جود و مسکین پروری
داد دہ ما را ازین غم کن جدا — دستگیری دست تو دست خدا

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے نعمت اپنے بندونکو چہانٹ چہانٹ کر دیتا ہے کہ اونکے ہاتہہ سے اورونکا نفع نکلے جو کوئی اورونکو نفع پہونچانے مین بخل کرتا ہے اللہ تعالی اپنی نعمت اوس سے لیکر دوسرے کے حوالہ کرتا ہے اور ہلالی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی عنبر مین کے قیدی پکڑ کر آئے آپ نے سب کے قتل کا حکم فرمایا مگر ایک شخص کو مستثنے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ خدا تعالی ایک ہی اوسکا دین بہی ایک ہی اور گناہ جو ان لوگون نے کیا ہی وہ بہی ایک ہی ہے پہر یہ شخص اپنی قوم سے کسطرح علیحدہ ہوا اور قتل سے بچ گیا آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ ان سب کو قتل کرو اور اس شخص کو چہوڑ دو اللہ تعالی اسکی سخاوت کا مشکور ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک ثمرہ ہے اور احسان کا ثمرہ نجات کا جلد ہونا ہے اور نافع رح حضرت ابن عمر رض سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَعَامُ الْجَوَادِ دَوَاءٌ وَطَعَامُ الْبَخِیْلِ دَاءٌ اور ایک حدیث مین ہے کہ جسکو خدا تعالی زیادہ نعمت دیتا ہے اوسکو لوگونکی زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہے پس جو شخص کہ اس مشقت کا متحمل نہین ہو سکتا اوسکی نعمت کو خدا تعالی دور کر دیتا ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایسی چیز کو بہت کیا کرو جسکو آگ نہ کہاوے لوگون نے پوچہا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ احسان اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت سخی لوگوں کا گھر ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ سخی اللہ سے اور جنت سے اور لوگوں سے قریب رہتا ہے اور دوزخ
سے دور اور بخیل اللہ اور جنت اور لوگوں سے دور رہتا ہے اور دوزخ سے قریب اور جاہل سخی خدا کے
نزدیک عالم بخیل کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور سب دردوں مین زیادہ سخت بخل کا روگ ہے اور فرمایا
اِصْنَعِ الْمَعْرُوْفَ اِلٰی مَنْ هُوَ اَهْلُهٗ وَاِلٰی مَنْ لَیْسَ بِاَهْلِهٖ فَاِنْ اَصَبْتَ اَهْلَهٗ فَقَدْ اَصَبْتَ
اَهْلَهٗ وَاِنْ لَمْ تُصِبْ اَهْلَهٗ فَاَنْتَ مِنْ اَهْلِهٖ اور فرمایا کہ میری امت کے ابدال جنت مین کچھ روزہ
نماز کے سبب داخل نہونگے بلکہ نفس کی سخاوت اور سینہ کی سلامتی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے باعث جنت
مین جاوینگے اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ خداوند کریم نے اپنے بندوں کے لیے احسان کیواسطے کئی صورتین بنا دی ہین ایک یہ کہ خود سلوک کرنا
اونکو محبوب ہے دوم احسان وسلوک کرنے والوں کی محبت خلق کی دلمین ڈالدی سوم احسان کی طالبوں کا
منہ محسنوں کی طرف پھیر دیا چہارم داد ودہش اونپر ایسی آسان کر دی جیسے خود اپنے خزانہ رحمت سے
کسی قحط زدہ خشک زمین پر مینہ عنایت فرماتا ہے اور زمین اور انسانوں کو اوسکے سبب سے زندہ کرتا ہے
اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک سلوک داخل صدقہ ہے اور جو کچھ آدمی اپنے نفس اور اپنے اہل پر خرچ کرے وہ
بھی اوسکے حق مین صدقہ ہی لکھا جاتا ہے اور جسقدر خرچ سے آدمی اپنی عزت بچاوے وہ بھی صدقہ ہے اور انسان
جسطرح کا خرچ کرے پھر اوسکا عوض ملنا ضرور ہے اور فرمایا کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَالدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ كَفَاعِلِهٖ وَاللّٰهُ
یُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ اور فرمایا کُلُّ مَعْرُوْفٍ فَعَلْتَهٗ اِلٰی غَنِیٍّ اَوْ فَقِیْرٍ صَدَقَةٌ اور روایت ہے کہ خداتعالے نے
حضرت موسیٰ کو وحی بھیجی کہ سامری کو قتل کرنا مت اسلیے کہ وہ سخی ہے اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم
نے ایک لشکر بھیجا اور اوسپر قیس بن سعد بن عبادہ کو حاکم مقرر کیا جب جہاد ہوا تو حضرت قیس نے لشکر کو نو اونٹ
ذبح کرکے کھلائے لوگوں نے یہ حال آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ سخاوت تو اس خاندان کی
خصلت ہے آثار حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ اگر آدمی کے پاس دنیا آتی ہو جب بھی اوسمین سے
خرچ کرے کیونکہ وہ خرچ کرنے سے جاتی نہیں رہے گی اور اگر دنیا جاتی ہو تب بھی خرچ کرنا چاہیے کیونکہ
وہ خرچ کرنے سے پھر نہین جاویگی اور پھر یہ شعر پڑھے

قطعہ

لَا تَبْخَلَنَّ بِدُنْيَا وَهِيَ مُقْبِلَةٌ	فَلَیْسَ یَنْقُصُهَا التَّبْذِیْرُ وَالسَّرَفُ
وَاِنْ تَوَلَّتْ فَاَحْرٰی اَنْ تَجُوْدَ بِهَا	فَالْحَمْدُ مِنْهَا اِذَا مَا اَدْبَرَتْ خَلَفُ

اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ مروت و رفعت اور کرم کس کو کہتے ہین

آپ نے فرمایا کہ مروت اسکا نام ہے کہ آدمی اپنے دین کی اور نفس کی حفاظت کرے اور اپنے کام کو اچھی
طرح کرے اور منازعت اور مکروہات مین داخل ہونے کو بہی بخوبی انجام دے اور رفعت یہ ہے کہ
ہمسایہ کی مصیبت کو ٹالے اور جسمین جھگڑا ہو ان مین صبر کرے اور کرم یہ ہے کہ بدون مانگے دوسرے کے
ساتھ سلوک کرے اور وقت پر کھانا کھلا دے اور باوجود مال دینے کے سائل پر عنایت و رافت کرے
اور ایک شخص نے آپ کی خدمت مین کسی مطلب کیلیے عرضی لکھکر حوالہ کی آپ نے بدون پڑہے فرمادیا
کہ تیری حاجت پوری کیجاوے گی کسی نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آپنے
اوسکی عرضی کو ملاحظہ کرکے ہی جواب دیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ جتنی دیر مین اوسکی عرضی پڑہتا وہ میرے
سامنے ذلیل کہڑا رہتا اور اسباب کی پوچھ مجھسے خدا تعالی فرماتا کہ تونے سائل کو اتنی دیر
کیون ذلیل کہڑا رکہا اور ابن سماک رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مجکو بڑا تعجب ہے کہ آدمی اپنے مال کر
لونڈی غلام مول لیتے ہین اور آزاد انسان کو بندہ احسان نہین کرتے اور ایک عرب سے کسی نے پوچھا کہ
تمہارا سردار کون ہے اوسنے کہا کہ جو ہماری گالی کی برداشت کرے اور ہمارے سائل کو دیوے اور جاہل
سے اعراض کرے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہین کہ جس آدمی مین یہ وصف
ہو کہ مانگنے والونکو اپنا مال دیا کرتا ہو وہ سخی نہین ہے بلکہ سخی وہ ہے کہ جو حقوق خدا تعالی نے اپنے
اہل طاعت کیلیے لکھدیے ہین اونکو پہلے ہی بدون طلب پہونچا دے اور نفس مین محبت اوسکی شکریہ لینے کی
نہو بلکہ اللہ تعالی کیطرف سے ثواب کامل عنایت ہونیکا یقین ہو یعنی ثواب کامل ملنے کے یقین کی جہت
سے دینے کے عوض مین شکر کا طالب نہو اور حضرت حسن بصری رح سے کسی نے پوچھا کہ سخاوت کیا ہے
آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ مین مال کا دیڈالنا پھر پوچھا کہ حزم و احتیاط کسکو کہتے ہین فرمایا کہ خدا کی راہ مین
مال کا ندینا پھر پوچھا کہ اسراف کیا ہے فرمایا کہ ریاست کی محبت کیلیے مال خرچ کرنا اور حضرت امام جعفر
صادق رض فرماتے ہین کہ عقل سے زیادہ اعانت کرنے والا کوئی مال نہین اور کوئی مصیبت جہالت
سے بڑہکر نہین اور مشورہ سے بڑہکر کوئی پشتی و تقویت نہین اور جان رکہو کہ خدا تعالی یون فرماتا ہے کہ مین
جواد اور کریم ہون کوئی بخیل مجھسے بچ نجاویگا بخل کفر مین سے ہے اور اہل کفر دوزخ مین ہونگے
اور جود و کرم ایمان مین سے ہے اور ایماندار جنت مین جاوینگے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ بہت
سے آدمی ایسے ہین کہ ظاہر مین بدکار اور معیشت سے تنگ ہین مگر سخاوت کی باعث داخل جنت ہونگے
روایت ہے کہ احنف بن قیس نے ایک آدمی کے ہاتھ مین روپیہ دیکھکر پوچھا کہ یہ کسکا ہے اوسنے کہا کہ میرا ہے
آپ نے فرمایا کہ تیرا تو یہ جب ہوگا جب تیرے ہاتھ سے چلا جاویگا

مال جب تک ہاتھہ سے جاتا نہین	آدمی کے کام مین آتا نہین

اور واصل بن عطا کا نام غزال اس جہت سے پڑا کہ یہ غزالوں یعنی کاتنے والون مین بیٹھتے اور جب کوئی عورت ضعیف دیکھتے تو اوسکو کچھہ دیدیا کرتے اور اصمعی سے روایت ہو کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو عتاب لکھا کہ شاعرونکو تم کیون دیتے ہو اونہوں نے جواب مین لکھا کہ مال بہتر وہی ہے جس سے آدمی اپنی عزت بچاوے اور سفیان بن عیینہ سے جو کسی نے سخاوت کو پوچھا تو اونہون نے کہا کہ سخاوت یہ ہے کہ بھائیون کے ساتھہ سلوک کرے اور مال کو دیدے پھر یہ کہا کہ میرے باپ کو پچاس ہزار درم ترکہ سے پہنچے تھے اونکو تھیلیون مین بھربھر بھائیون مین تقسیم کردیے اور کہا کہ مین خدا تعالے سے اپنے بھائیون کے لیے جنت مانگا کرتا تھا کیا مال سے اونکی ساتھہ بخل کرون یہ کبھی نہو گا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ موجود چیز کو بہمہ تن ہمت دیڈالنا نہایت درجہ کی سخاوت ہے اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ لوگون مین سے تمہارے نزدیک کونسا محبوب ہو اونسے کہا جسنے مجہ زیادہ دیا ہو اوس شخص نے پوچھا کہ اگر ایسا شخص کوئی نہو جسنے تمسے زیادہ سلوک کیا ہو اونسے کہا کہ پھر مجکو وہ محبوب ہی جس سے مینے زیادہ سلوک کیا ہو اور عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو آدمی مجکو اپنے ساتھہ سلوک کرنے دے تو جسقدر میرا احسان اوسپر ہوگا اوسیقدر مین اوسکا احسان اپنے اوپر جانتا ہون اور خلیفہ مہدی رح نے شبیب بن شیبہ سے پوچھا کہ میرے گھر مین تمنے لوگونکا کیا حال دیکھا اونہون نے کہا کہ اے امیر المومنین مینے یہ دیکھا کہ کوئی کسیطرح تمنا لیکر جب تمہارے یہان آیا راضی ہی ہوکر پھرا اور ایک شخص نے عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ کے سامنے دو شعر پڑہے جنکا مضمون یہ تھا کہ احسان جبھی احسان ہوتا ہے جب اپنے موقع پر ہو اسلیے ضرور ہے کہ آدمی اگر احسان کرے تو اوسکی راہ مین کرے یا اہل قرابت کو ورنہ احسان کرنا نچاہیے عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ اس مضمون سے تو آدمی بخیل ہوجاتا ہے مین تو بوچھار کیطرح لوگونکو دونگا اگر وہ اچھے لوگونکو پہنچیگا تو وہ اوسکے مستحق ہی تھے اور اگر برونکو پہنچیگا تو میری شان کے لائق ہوگا اب کچھہ حکایتین سخاوت والون کی لکھدی جاتی ہین محمد بن منکدر ام درہ سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھین روایت کرتے ہین کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھہ اسی ہزار درم دو گونوںمین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجے آپ نے ایک طباق منگا کر اونکو لوگونمین تقسیم کردیا جب شام ہوئی مجھسے کہا کہ ہماری افطاری لاؤ مینے روٹی اور زیتون کا تیل سامنے رکھدیا اور کہا کہ آج جو آپ نے اتنا کچھہ بانٹا یہ نہوسکا کہ ہماری افطار کے لیے ایک درم کا گوشت ہی منگا دیتین آپ نے فرمایا کہ اگر تم پہلے سے کہتین تو ایسا ہی کرتی

اور ابان بن عثمان رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے یہ چاہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ
کو کچھہ ضرر پہنچانا چاہیے اسکے لیے تمام سرداران قریش کے پاس جاکر کہدیا کہ عبد اللہ رضی اللہ
عنہ نے آپکو کہا ہے کہ صبح کا کہانا میرے یہان کہانا لوگون نے اسکے کہنے پر عمل کیا صبح کو سردار
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے گھر پر جمع ہوئے کہ حتی کہ گھر مین جگہ بھی نرہی آپ نے انکے
آنیکا حال پوچھا اونہون نے ماجرا بیان کیا کہ ہمارے پاس فلانے کی معرفت اسوقت کی دعوت کا
پہونچا تھا آپ نے سنتے ہی میوہ خرید کر اونکے سامنے رکہدیا اور کچھہ لوگون کو کہانا پکانیکے لیے کہا
ہنوز میوہ نکھا چکے تھے کہ دسترخوان بچھایا گیا اور سب کہانا کہا کر چلے گئے آپ نے اپنے کارپردازون سے
پوچھا کہ جسقدر آج خرچ ہوا ہے اتنا ہر روز ہوسکتا ہے یا نہین اونہون نے کہا کہ البتہ ہوسکتا ہے
آپ نے فرمایا کہ تو ہر روز یہ لوگ صبح کو یہان ہی کہانا کہایا کرین اور مصعب بن زبیر سے مروی ہے کہ
ایک سال امیر معاویہ حج کو تشریف لیگئے اور وہان سے پھر کر مدینہ منورہ کا قصد کیا جب داخل ہوئے
تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بہائی حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ تم انکی ملاقات
نکرنا نہ سلام علیک کرنا جب وہ مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کا ہمپر دین ہے ہم ضرور اونسے ملینگے چنانچہ سوار ہوکر تشریف لیگئے اور اثنا راہ مین
سلام علیک کرکے قرض اپنے ذمہ کا یاد دلایا اسی اثنا مین اسی ہزار دینار ایک اونٹنی پر لادے ہوئے
حضرت امیر کے پاس آئے اور اس پر اتنا بوجھہ دینار کا تھا کہ چل نسکتی تھی زبردستی لوگ ہانک کر
لائے تھے اونہون نے پوچھا کہ اسمین کیا ہے لوگون نے بتلایا کہ اسی ہزار دینار ہین آپ نے فرمایا
کہ انکو معہ اس اونٹنی کے حضرت امام حسن علیہ السلام کے یہان پہونچا دو اور واقدی اپنے بابت واقعہ
کا حال بیان کرتے ہین کہ اونہون نے ایک رقعہ خلیفہ مامون رح کو لکھا کہ مجھپر قرض بہت ہے اور اب
مجھسے اسپر صبر نہین کیا جاتا خلیفہ نے اوسکی پشت پر لکھا کہ تم ایسے آدمی ہو جسمین دو خصلتین ہین یعنی سخاوت
اور حیا جمع ہین سخاوت کے باعث تو تمہارے پاس کچھہ نرہا اور حیا کے باعث تمنے کبھی اپنا حال ہمسے نکہا
اب مینے ایک لاکھہ درم تمکو دلوائے ہین اگر تمہارے خاطر خواہ اور کارروائی کے لائق ہون تو خوب
ہاتھہ پھیلاؤ اور لوگونکو دو ورنہ قصور تمہارا ہی ہے خودکردہ را چہ علاج اور جسوقت تم خلیفہ رشید کیطرف سے
قاضی تھے ایک حدیث تمنے مجھسے بیان کی تھی کہ محمد بن اسحاق زہری سے راوی ہین اور زہری حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے حضرت زبیر بن عوام سے فرمایا
کہ اے زبیر جان رکھہ کہ بندون کے رزق کی کنجیان عرش کے مقابل ہین جسقدر کوئی بندہ خرچ کرتا ہے

اوسی قدر اللہ تعالے اوسکو بھیجدیتا ہے جو زیادہ کرتا ہے اوسکے لیے زیادہ اور جو کم کرتا ہے اوسکے لیے
کم الٰہی اور تم تو مجھسے زیادہ جانتے ہو واقدی کہتے ہیں کہ بخدا مجھکو خلیفہ مامون کے ایک لاکھ درم اسقدر
محبوب نہوئے جتنا اس حدیث کا مضمون دلانا اچھا معلوم ہوا اور ایک شخص نے حضرت امام حسنؓ سے کسی حاجت کا
سوال کیا آپ نے فرمایا کہ ای شخص تو نے جو مجھسے سوال کیا اسکا حق مجھپر بہت ہے اور مجھکو یہ جاننا بھی دشوار ہے
کہ تجھکو کیا دینا چاہیے اور جسقدر کا تو لائق ہے وہ تو میرے پاس نہین علاوہ اسکے خدا کی راہ میں بہت بھی
تھوڑا ہی ہے میرے قبضہ مین تیری حاجت کے موافق تو نہین مگر جو تھوڑے سے پر قناعت کرے اور
مجھکو زیادہ دینے کے لیے کسی تکلف اور حیلہ کی حاجت نہ پڑنے دے تو البتہ قدر موجود حاضر کرون اوسنے
عرض کیا کہ ای ابن رسول اللہ جو آپ دین گے مجھے قبول ہے اگر آپ دین گے تو مشکور ہون گا اور ندین گے
تو معذور جانون گا آپ نے اپنے کاربردار کو بلایا اور اوس سے اپنے خرچ کا حساب کیا اور حساب کر کے
فرمایا کہ تین لاکھ درم میں سے جتنا باقی ہو وہ لے آؤ اوسنے پچاس ہزار درم لا دیے آپ نے فرمایا کہ پانسو
دینار بھی تو تھے وہ کیا ہوئے اوسنے کہا کہ میرے پاس موجود ہین آپ نے اونکو بھی منگا لیا اور سب
دینار و درم اوس سائل کے حوالہ کیے اور کہا کہ اسکے لیجانے کو مزدور بلا لاؤ جب مزدور آگئے آپ نے اپنی
چادر مزدوری میں اون مزدورون کے حوالہ کی آپ کے خادمون نے عرض کیا کہ اب ہمارے پاس دینار ہے
نہ درم آپ نے فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ خدا تعالے اسکا ثواب بہت بڑا عنایت فرمائے گا۔ اور حکایت ہے
کہ حضرت ابن عباسؓ بصرہ پر عامل تھے آپ کے پاس وہان کے قاری اکٹھے ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک
ہمسایہ ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتا ہے رات کو جاگتا ہے ہم مین سے ہر کوئی چاہتا ہے کہ ویسا ہی ہو جاوے
اوسنے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کیا ہے لیکن وہ ایسا محتاج ہے کہ اوسکے پاس اتنا بھی نہین جو جہیز
دے سکے حضرت عبداللہ بن عباس کھڑے ہوئے اور لوگون کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر مین تشریف لے گئے
اور ایک صندوق کھولکر اوسمین سے چھہ تھیلیاں نکالیں اور فرمایا کہ انکو اوٹھا لو اونھون نے اوٹھا لیا پھر
فرمایا کہ یہ تو اچھی بات نہین کہ ہم ایک مسلمان آدمی کو ایسی چیز دین جو اوسکی شب بیداری اور روزہ مین
خلل انداز ہو چلو ہم سب کے سب اوسکے ممد معاون ہو کر لڑکی کو رخصت کرا دین ہر چند دنیا کی اتنی حقیقت نہین
کہ مومن کو خدا کی عبادت سے روک لے لیکن ہم مین بھی اتنا تکبر نہین کہ اولیاء اللہ کی خدمت نکرین یہ کہکر
آپ معہ سب ہمراہیون کے تشریف لے گئے اور اوسکا کام حسب دلخواہ انجام ہوا اور روایت ہے
جب مصر مین خشک سالی ہوئی عبدالحمید بن سعد علیہ الرحمہ کا عہد تھا اونھون نے کہا کہ بخدا مین شیطان کو
بتا دون گا کہ مین اوسکا دشمن ہون پس ارزانی کے وقت تک سب لوگون کے حاجات پوری کرتے رہے

رہا تھا کہ جب معزول ہو گئے تو سوداگرون کا قرض اونکے ذمہ دس لاکھ درم تھے اپنی بیبیون کا زیور
اتروا کر دیا جو پچاس کرور درم کا تھا اور جب یہ زیور چھوٹ نہ سکا تو سوداگرون کو لکھ بھیجا کہ زیور کو بیچکر
اپنا دام مجرا کر لو اور باقی ایسے لوگون کو دیدو جنکو میرے ہاتھ سے کچھ نہین پہونچا اور ابو طالب بن کثیر
شیعہ تھا کسی سائل نے سوال کیا کہ بحق مرتضی علی رضہ تم اپنا فلان باغ مجکو دیڈالو اوسنے کہا کہ مین نے
تجکو وہ بھی دیا اور اوسکے متصل کا باغ بھی دیا جو اوس سے دوچند سہ چند تھا اور ابو مرثد ایک سخی تھا کسی
شاعر نے اوسکی تعریف کی اوسنے کہا کہ بخدا مین تنگدست ہون تجھے کچھ دے نہین سکتا الا یہ تدبیر ہے
کہ قاضی کے یہان تو مجپر دس ہزار درم کی نالش کر مین اقبال دعوی داخل کرون گا پھر تو مجکو قید کرا دینا
میرے گھر کے لوگ مجکو اتنا روپیہ دیکر چھوڑا لین گے شاعر نے ویسا ہی کیا شام نہوئی تھی کہ دس ہزار
درم ابو مرثد کے خاندانیون نے دیکر اوسکو قید سے چھوڑا لیا اور معن بن زائدہ جسوقت دونون عراق کا
عامل ہو کر بصرہ مین تھے اونکے دروازے پر ایک شاعر آیا اور مدت تک ٹھہر کر چاہتا رہا کہ کسی طرح
اونکی ملازمت ہو مگر میسر نہوئی ایک روز ایک خادم سے کہا کہ جب امیر باغ مین تشریف لیجاوین مجکو اطلاع
کر دینا خادم نے ویسا ہی کیا شاعر نے ایک شعر ایک لکڑی پر لکھکر اوس نہر مین ڈالدیا جسکے کنارے پر امیر باغ کی
سیر کر رہا تھا لکڑی پر جو نگاہ پڑی اوسکو اوٹھا کر جو دیکھا تو یہ شعر لکھا تھا ؎ ای سخای معن تجھی سے اوس سے
کہہ میرا سوال کوئی اوس تک ہی نہین تیرے سوا میرا شفیع + اسکو پڑھکر کہا کہ شاعر کو بلاؤ جب وہ سامنے آیا
اوس سے کہا کہ تو نے شعر کس طرح کہا ہے اوسنے وہی شعر پڑھ دیا امیر نے دس ہزار درم اوسکو دیے اور لکڑی
اپنے بچھانے کے تلے رکھ لی دوسرے روز پھر اوسکو نکالکر پڑھا اور شاعر کو بلا کر ایک لاکھ درم دیے
وہ لیکر سوچا کہ ایسا نہو کہ کہین پھیر لے لیوے اسی خیال سے چلدیا تیسرے روز امیر نے پھر اوس شعر کو
پڑھکر شاعر کو بلایا جب وہ نملا تو کہا کہ میرے اوپر یہ واجب تھا کہ اوسکو یہان تک دیتا کہ میرے گھر مین
نہ دینار رہتا نہ درم - اور ابو الحسن مدائنی کہتے ہین کہ ایکبار حضرت امام حسن اور امام حسین اور عبد اللہ
بن جعفر علیہم السلام حج کے لیے روانہ ہوئے راہ مین بار برداری سے بچھڑ گئے تو بھوکھ اور پیاس لگی
اثنائے راہ مین ایک بڑھیا اپنی جھونپڑی مین بیٹھی تھی تینون صاحبزادون کا جو گذر ہوا اوس سے پوچھا
کہ تیرے پاس کچھ پانی ہے کہا کہ ہے یہ سنکر سواریون سے اوتر پڑے اوسکے پاس ایک چھوٹی سی بکری
الاس کو بندھی تھی کہا کہ اوسکا دودھ نکالکر پی لو جب دودھ نکالکر پی لیا تو پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی
تیرے پاس ہے اوسنے عرض کیا کہ میرے پاس سوائے اس بکری کے اور کچھ نہین اگر تم مین سے کوئی اسکو
ذبح کر کے صاف کر دے تو مین پکا دون صاحبزادون مین سے ایک نے اسکی تعمیل کی بڑھیا نے

کھانا تیار کر دیا دے کھا پی کر سیر ہوئے اور سہ پہر کے وقت تک ٹھہرے رہے جب چلنے لگے تو بڑھیا سے
کہا کہ ہم لوگ قریشی ہیں اب حج کو جاتے ہیں وہاں سے اگر سلامت پھرینگے تو تو ہمارے پاس آئیو ہم تجھ سے
سلوک کرینگے یہ کہکر تشریف لے گئے جب اوس عورت کا خاوند آیا تو اوسنے تشریف لانا حضرات کا اور ذبح
ہونا بکری کا بیان کیا وہ سنکر غصہ ہوا کہ میری بکری کیا جانے کسکو کھلا دی پھر کہتی ہے کہ وہ قریش کے
لوگ تھے پھر مدت کے بعد ان دونوں مرد و عورت کو مدینہ منورہ میں آنے کی ضرورت ہوئی وہاں
پہونچکر اونٹ کی مینگنیاں جمع کرتے اور انکو بیچکر اوقات گذران کرتے اتفاقاً ایک روز بڑھیا اوس طرف
جا نکلی جہاں حضرت امام حسن علیہ السلام اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے آپ نے بڑھیا کو پہچانا اور
اوسنے نہ پہچانا آپ نے اپنے خادم کو بھیجکر اوسکو بلوایا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتی ہے اوسنے عرض کیا کہ
میں نہیں پہچانتی آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جو فلان روز تیرے یہاں مہمان ہوا تھا اوسنے عرض کیا
کہ میرے ما اور باپ آپ پر قربان ہوں آپ وہ ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر آپ نے ایک ہزار بکریاں
اور ہزار دینار بڑھیا کو دے کر اپنے خادم کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجدیا
اونھوں نے بڑھیا سے پوچھا کہ تجھکو میرے بھائی نے کیا دیا ہے اوسنے عرض کیا کہ ہزار دینار اور ہزار بکریاں آپنے بھی
اوسی قدر اوسکو دلوایا اور اپنے خادم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روانہ کر دیا اونھوں نے
پوچھا کہ حسنین علیہما السلام نے تجھکو کیا دیا کہا کہ دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں ہیں اونھوں نے دو ہزار
دینار اور دو ہزار بکریاں اپنے پاس سے دیں اور فرمایا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو میں اتنا دیتا کہ
حسنین علیہما السلام کو دینا مشکل پڑتا غرضکہ بڑھیا چار ہزار دینار اور اتنی ہی بکریاں لیکر اپنے خاوند کے
پاس آئی اور کہا کہ یہ عوض اوس ایک بکری کا ہے کہ جسکو سرداران قریش نے کھائی تھی اور ایک بار
عبداللہ بن عامر بن کریز مسجد سے تنہا اپنے گھر کو جاتے تھے ثقیف کی قوم سے ایک لڑکا اونکے پیچھے ہو لیا
اونھوں نے پوچھا کہ تجھے مجھسے کچھ کام ہے اوسنے کہا کہ کوئی کام نہیں آپ تنہا جاتے تھے میں اس لیے
ساتھ ہو لیا کہ خدا نخواستہ راستہ میں اگر آپ پر کوئی بری بات پیش آوے تو میں اپنے اوپر اوسکو لون اور
آپکو بچاؤں عبداللہ نے اوسکا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر پر آکر ہزار دینار عنایت کیے اور کہا کہ تجھکو تیرے مربیوں نے
خوب تعلیم کی ہے جا ان دیناروں کو اپنے صرف میں لا اور روایت ہے کہ ایک قافلہ عرب کا اپنی قوم کے
کسی سخی کی قبر پر زیارت کو گیا اور دور سے چلکر وہاں پہونچا سب لوگ اوسکی قبر کے پاس
فروکش ہوئے اس سخی کے یہاں ایک گھوڑا تھا بہت عمدہ تمام قوم میں مشہور تھا جب یہ لوگ رات کو سوئے
تو اون میں سے ایک شخص نے اوسی مردے کو خواب میں دیکھا کہ یوں کہتا ہے کہ تو اپنا اونٹ میرے گھوڑے سے

بدلے تو مین گھوڑا تجھے دیکھون اور اونٹ لیکر تم لوگون کی ضیافت کرون اسنے جواب دیا کہ بہت اچھا پھر
دیکھا کہ وہ مردہ اوس اونٹ کی طرف گیا اور اوسکو ذبح کر ڈالا اور یہ اونٹ خوب فربہ تھا استنے مین اس شخص کی
آنکھ کھل گئی دیکھا تو واقع مین اونٹ کی گردن سے خون جاری ہی اسنے اوٹھکر اوسکو ذبح کیا اور صاف
کرکے گوشت قافلہ مین تقسیم کیا سبھون نے کھایا کر وہان سے مراجعت کی دوسرے دن راستہ مین
اونکو چند سوار ملے ایک نے اون مین سے قافلہ والون سے پوچھا کہ تم مین فلان نام کا شخص کونسا
ہے اور وہی نام لیا جو خواب دیکھنے والے کا تھا اوسنے جواب دیا کہ وہ شخص مین ہون اوس سوار نے
کہا کہ تم نے فلان مردہ کے ہاتھ کچھ بیچا ہے اوسنے کہا کہ خواب مین مین نے اپنا اونٹ اوسکے ہاتھ
گھوڑے کے عوض بیچا ہے اوسنے کہا کہ تو لیجیے یہ اوسکا گھوڑا موجود ہے پھر کہا کہ وہ مردہ میرا باپ تھا
رات کو اوسنے خواب مین مجھسے کہا کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو یہ گھوڑا فلان شخص کو دیدے سو مین نے تعمیل حکم
کی اور ایک شخص قریشی کا گذر ایک عرب پر ہوا کہ راستہ مین اپاہج ہوکر بشدت مفلسی و مرض سے
پڑا تھا قریشی کو دیکھکر وہ کہنے لگا کہ میان صاحب ہماری کچھ مدد کرو اوسنے اپنے غلام سے کہا کہ جو
کچھ خرچ سے بچا ہو وہ اسکو دیدے غلام نے چار ہزار درہم اوسکی گود مین اولٹ دیے اوسنے چاہا
کہ انکو لیکر اوٹھے مگر ضعف کے مارے اوٹھ نسکا اور رو دیا قریشی نے پوچھا کہ تو شاید اسوجہ سے
روتا ہے کہ جو ہمنے دیا وہ کم ہے اوسنے کہا کہ یہ وجہ نہین بلکہ یہ سبب ہے کہ مجھکو یہ یاد آگیا کہ زمین
تیرے کرم کو بھی کھا جاوے گی اسی لیے رو پڑا اور عبد اللہ بن عامر نے خالد بن عقبہ سے اونکا گھر
جو بازار مین تھا نوے ہزار درہم کو مول لیا جب رات ہوئی تو خالد کے گھر والون کے رونے کی
آواز عبد اللہ کے کان مین پہنچی پوچھا کہ یہ کیون روتی ہین لوگون نے کہا کہ اپنے گھر کے لیے
روتی ہین اپنے خادم کو آپنے فرمایا کہ تو اونکے پاس جاکر کہدے کہ مال اور مکان سب تمھارا ہے
اور روایت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت امام مالک بن انس رح کی خدمت مین پانسو دینار
بھیجے یہ خبر لیث بن سعد رح کو پہونچی اونھون نے اونکی خدمت مین ہزار دینار روانہ کیے ہارون رشید
نے لیث رح کو بلاکر عتاب کیا کہ تم ہماری رعیت ہو کیا وجہ کہ ہمنے پانسو بھیجے تو تم نے ہزار دیے
اونھون نے کہا کہ یا امیر المومنین میرے یہان ہر روز ہزار دینار کا غلہ آتا ہے مجھے شرم آئی کہ ایسے
شخص کو ایکدن کی آمدنی سے کیا کم دون لیث بن سعد رح کی سخاوت مشہور ہے یہی وجہ تھی کہ باوجود
ہزار دینار آمدنی ہر روز کے اونپر زکوۃ واجب نہوئی اور ایکبار کسی عورت نے اونسے تھوڑا شہد مانگا
تو اونھون نے ایک مشک شہد اوسکو دیا کسی نے کہا کہ اوسکا کام تو تھوڑے سے مین نکل جاتا

آپ نے فرمایا کہ اوسنے اپنی حاجت کے موافق مانگا تھا ہمنے اوس قدر دیا جسقدر کہ خدائے تعالےٰ نے
ہمپر نعمت کی تھی اور یہ انکا دستور تھا کہ ہر روز جبتک تین سو ساٹھ مسکینوں کو کھانا اور صدقہ نہ دیتے
تب تک کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالتے اور اعمش روایت کرتے ہیں کہ میری ایک بکری بیمار ہوئی
خیثمہ بن عبدالرحمن اوسکو صبح وشام آکر پوچھتے کہ گھاس اچھی طرح کھایا یا نہیں اور لڑکے بدون دودھ کے
کیسے بسر کرتے ہیں اور یہ کہکر میرے بچھونے کے نیچے کچھ رکھدیتے اور چلتے وقت کہہ جاتے کہ
بچھونے تلے سے جو کچھ ہو نکال لینا بکری کی بیماری کے دنوں میں میرے پاس تین سو دینار سے
زیادہ پہونچ گئے یہانتک کہ میرے دلمیں یہ تمنا ہوئی کہ کسی طرح یہ بکری بیمار ہی رہے تو بہتر ہے
اسکی بیماری سے یہ کچھ ملا اور عبدالملک بن مروان نے اسما بنت خارجہ سے کہا کہ مجکو تمہاری
چند خصلتوں کی خبر پہونچی ہے اونکو مجسے بیان کرو اونھوں نے کہا کہ وہ باتیں اگر غیر سے سنتے تو
مجسے سننے کی نسبت بہتر ہوتا خلیفہ نے قسم دلائی کہ نہیں تمہیں کہو اونھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین
مین نے کبھی اپنے ہمنشین کے سامنے پانو نہیں پھیلایا اور جب کبھی مین نے کھانا پکا کر لوگونکی
دعوت کی ہے تو جسقدر میرا احسان اونپر ہوا اوس سے زیادہ مین نے اونکا احسان اپنے اوپر
سمجھا اور جب کبھی کوئی شخص مجسے کچھ مانگنے آیا تو جو کچھ مین نے اوسکو دیا کثیر نہیں جانا اور سعید بن
خالد جو سخی شخص تھا سلیمان بن عبدالملک کے پاس آیا اوسکا دستور یہ تھا کہ اگر دینے کو کچھ نپاتا
تو سائل کو تمسک لکھدیتا کہ جب مجکو کہین سے کچھ ملے گا مین یہ روپیہ ادا کردونگا خلیفہ نے
اوسکی صورت دیکھکر پوچھا کہ کیا حاجت ہے کہا کہ میرے ذمہ قرض ہے پوچھا کسقدر ہے کہا کہ
تیس ہزار دینار کہا کہ تیس ہزار قرض کے ادا کرتے ہیں اور تمکو دیے جاوینگے اور روایت ہے
کہ قیس بن سعد بن عبادہ بیمار پڑے اونکے اقارب اونکی عیادت کو نہ آئے اونھون نے جو سبب پوچھا
تو لوگون نے کہا کہ چونکہ تمہارا قرض اونکے ذمے ہے اسلیے وہ آتے ہوئے شرماتے ہین آپ نے
فرمایا کہ خدا مال کو ذلیل کرے یہ بھائیون سے بھی نہیں ملنے دیتا پھر ایک پکارنے والے کو کہا کہ یون
پکار دے کہ قیس بن سعد کا جسکے ذمے کچھ آتا ہو وہ معاف ہے اسکو سنتے ہی لوگ اس کثرت سے آئے
کہ آپ کے گھر کی سیڑھی بھی ٹوٹ گئی اور ابو اسحاق کہتے ہین کہ مین نے ایک قرضخواہ کی تلاش مین
فجر کی نماز مسجد کوفہ مین پڑھی جب نماز سے فارغ ہوا تو میرے سامنے ایک جوڑہ کپڑون کا اور
ایک جوڑہ جوتی کا کسی نے رکھا مین نے کہا کہ مین تو اس مسجد کے نمازیون مین نہیں ہون
لوگون نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں اشعث بن قیس کندی کل رات مکہ سے داخل کوفہ ہوئے ہین

اونھون نے حکم کیا ہے کہ ہر نمازی کو ایک ایک جوڑا کپڑا اور جوتا عنایت کیا جائے اور شیخ ابوسعید حرکوشی
نیشاپوری رح کہتے ہین کہ مین نے محمد بن حافظ مصری سے سنا ہے کہ وہ بانی شافعی مجاور مکہ سے بیان کرتے تھے
کہ مصر مین کوئی شخص ایسا تھا کہ فقرا کے لیے کچھ چندہ کر دیا کرتا تھا اتفاقا ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا وہ
اوس شخص کے پاس آکر کہنے لگا کہ میرے گھر لڑکا ہوا ہے اور اسوقت میرے پاس کچھ بھی نہین یہ سنکر
وہ شخص اوسکے ساتھ ہوا اور بہت سے لوگون کے پاس لے گیا مگر کہین سے کچھ نہ ملا پھر ایک آدمی کی
قبر پر آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ خدا تجھے بخشے تو زندگی مین بہت کچھ دیا کرتا تھا آج مین بہتون کے پاس گیا
اور اِس شخص کے واسطے بہت سی کوشش کی کہ کچھ ملے مگر حسب اتفاق سعی بیفائدہ ہوئی یہ کہکر ایک دینار
نکالا اور اوسکو خوردہ کر کے آدھا سائل کو دیا اور کہا کہ یہ مین تمکو قرض دیتا ہون جب تمھارے پاس ہو تم
ادا کر دینا وہ شخص آدھا دینار لیکر گھر چلا آیا اور لڑکے ہونے مین جو ضرورت تھی اوسکو انجام دیا رات کو
اوس مصری چندہ کرنے والے نے اوس قبر والے کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہے کہ تو نے آج جو کچھ
مجھسے کہا تھا وہ سب مین نے سنا مگر چونکہ مجکو اجازت جواب کی نہ تھی اسواسطے مین جواب نہ دے سکا اب کہتا ہون
کہ تم میرے مکان پر جا کر میری اولاد سے کہو کہ چولھے کے نیچے کھودین وہان سے ایک برتن مین پانسو
دینار گڑے ہوئے نکلینگے وہ اون سے لیکر اوس لڑکے والے کو دیدو جب صبح ہوئی تو وہ شخص اوسکی اولاد کے
پاس گئے اور خواب کا قصہ بیان کیا اونھون نے اوسکو ٹھہرا کر جگہہ کھودی اور دینار لاکر رکھدیے کہ لیجاؤ
اوسنے جواب دیا کہ یہ تمھارا مال ہے میرے خواب کا کیا اعتبار ہے اونھون نے کہا کہ مال والا تو مرنے پر سخاوت
کرتا ہے ہم جیتے جی کیسے نکرین غرض بعد رد و کد اس شخص نے دینار لے لیے اور لڑکے والے کے پاس
لا کر رکھے اور تمام ماجرا بیان کر کے کہا کہ اب یہ تمھارا مال ہے جو چاہو سو کرو اوسنے ایک دینار اوٹھا کر خوردہ
کیا اوس مین سے نصف تو اوس شخص کو بوجہ قرض دیا اور نصف خود رہنے دیا کہ مجھے اسیقدر کفایت ہے
باقی تم فقیرون کو دیدو ابوسعید راوی اس حکایت کے کہتے ہین کہ مجھے نہین معلوم ان سب مین زیادہ
سخی کسکو کہنا چاہیے اور روایت ہے کہ حضرت شافعی رح جب مرض موت مین مبتلا ہوئے تو وصیت
کی کہ فلان شخص مجکو غسل دے بعد وفات کے اوس شخص کو حال وصیت کا سنایا گیا وہ شخص آیا اور انکے
خرچ کی بہی منگا کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ اونکے ذمہ ستر ہزار درم قرض ہین اوسی وقت اونکے نام سے
اپنے نام کر لیے اور کہا کہ انکی مراد میرے غسل دینے سے یہی تھی کہ آلودگی قرض سے انکو مین صاف و پاک
کرون ابوسعید کہتے ہین کہ مین جب مصر مین گیا تو اس شخص کا گھر تلاش کیا لوگون کے بتلانے سے جو
مکان پر گیا تو اوسکی اولاد اور پوتون مین سے مین نے کچھ لوگون کو دیکھا کہ بفحواے آیت کریمہ وکان ابوھما

جھلکتے تھے کہ سبکے چہرے سے آثار خیر وفضل کے نمایان تھے اور انکے باپ کی خیر وبرکت اولاد مین تاثیر کر گئی تھی اور شافعی رح کہتے ہیں کہ مجھے جیسے حماد بن سلیمان کی ایک خبر پونہچی ہے تب سے مین اون سے ہمیشہ محبت کرتا ہون وہ یہ ہے کہ ایک روز وہ سوار جاتے تھے حرکت سے تکمہ ٹوٹ گیا راستے مین ایک درزی سیتا تھا چاہا کہ اوترکر اوسکو درست کرالین درزی نے قسم دلائی کہ آپ نہ اوترین اور خود اوسکی تکمے کو کھڑا ہوگیا اور درست کردیا اونھون نے اوسکو دس دینار دیئے اور معذرت کرنے لگے کہ یہ مقدار قلیل ہے اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ ایک شخص نے شافعی رح کی رکاب پکڑی آپ نے ربیع سے کہا کہ اسکو چار دینار دو اور میری طرف سے معذرت کرو اور ربیع زبانی حمیدی کے انھین کا قصہ یون کہتے ہین کہ جب صنعا سے مکہ کو تشریف لاتے تھے مکہ معظمہ سے باہر آپ نے ڈیرہ ڈالا اور دس ہزار دینار جو پاس تھے اونکو ایک چادر پر پھیلایا پھر جو کوئی آپ کے پاس آتا گیا اوسکو مٹھی بھر بھر دیتے گئے یہانتک کہ ظہر کی نماز اونکو تمام کرکے پڑھی اور ابی ثور انکا حال یون کہتے ہین کہ جب شافعی رح نے مکہ معظمہ کو جانا چاہا تو انکے پاس مال تھا مگر بہت کم رہتے دیا کرتے تھے سخاوت کے سبب کبھی جمع نکرتے تھے مین نے کہا کہ اگر آپ اس مال کے عوض کوئی جایداد مول لے لین تو آپکو اور آپ کی اولاد کے کام آوے آپ مکہ کو تشریف لے گئے اور وہان سے جو پھرے تو مین نے اوس مال کا حال پوچھا فرمایا کہ مکہ معظمہ مین تو کوئی جایداد مجکو نہ ملی اسلیے کہ اکثر وہان کی جایداد وقف ہے اوسکا خریدنا جائز نہین مگر منی مین مین ایک فرودگاہ بنا آیا ہون کہ ہمارے ساتھی حج کے دنون مین اوسی مین اوترا کرین بعد اوسکے دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے اشعار

ولیک کافی نہیں مال میرا کیا کیجے
متاع اتنی نہیں جس سے اب سخاوت کیجے

بہت سے کام ہین جنکو کہ چاہتا ہے دل
ہی نفس کو یہ تمنا کبھی نہ بخل کرے

اور محمد بن عباد مہلبی راوی ہین کہ میرے باپ رہ خلیفہ مامون کے پاس گئے خلیفہ نے ایک لاکھ درم اونکو دیے جب خلیفہ کے پاس سے اوٹھے سب خیرات کرڈالے یہ خبر خلیفہ کو پونہچی بلاکر عتاب کیا میرے باپ نے عرض کیا کہ ای امیر المومنین موجود چیز کے ندینے سے معبود کی طرف بدگمانی ہوتی ہے خلیفہ خوش ہوئے اور دو لاکھ اور دیے اور ایک شخص نے سعید بن العاص سے کچھ مانگا اونھون نے ایک لاکھ درم دلوا دیے وہ شخص رونے لگا آپنے سبب گریہ پوچھا کہا کہ اس سبب سے روتا ہون کہ زمین تجھ جیسے کو بھی نہ چھوڑے گی یہ سنکر ایک لاکھ اور دیے اور ابو تمام شاعر ابراہیم بن شکلہ کے پاس قصیدۂ مدح کہکے لے گیا ابراہیم بیمار تھے قصیدہ رکھ لیا اور اپنے دربان سے کہا کہ جو اسکی شان کے لائق ہو وہ اسکو دیدو اور کہدو کہ اگر مین نے مرض سے صحت پائی تو اسکی مکافات کرون گا

ثنا کو دو کھینے تک اسی توقع میں ٹھہرا رہا آخر گھبرا کر امیر کو یہ لکھا قطعہ ہے قبول مدح اور اعطای زر میرا حرام +
پر تعجب ہی نہیں قائل ہو تم اسباب کے + گرکرو تاخیر دینے میں کبھی اتنا دماغ + ہم ہیں بندہ اوسکے جو اس طرح ہے
اوس طرح تھمہ وہی + جب یہ اشعار امیر نے پڑھے حاجب سے پوچھا کہ کتنی مدت سے ٹھہرا ہوا ہے اوسنے کہا کہ دو مہینے
سے کہا کہ اسکو تیس ہزار درم دیدو اور قلمدان منگا کر اشعار کا جواب یون لکھا قطعہ تمنے جلدی کی تو تم سے
بھی یا جو بن سکا + اسقدر تم تھوڑا نہوتا لیتے گر تاخیر سے + تم یہ سمجھو ہمنے کچھ تعریف میں لکھا تھا +
ہم یہ جانیں گے درم ہمنے نہیں ہرگز دیے + اور روایت ہے کہ حضرت عثمان رض کے پچاس ہزار درم
حضرت طلحہ رض کے ذمہ تھے ایک روز حضرت عثمان رض مسجد کو تشریف لیے جاتے تھے کہ حضرت طلحہ رض
نے فرمایا کہ آپ کا مال موجود ہے اوسکو لے لیجیے آپ نے فرمایا کہ وہ مین نے آپ ہی کو دیا تاکہ آپکی
مروت یعنی سخاوت پر ممد و معاون ہو اور سعدی بنت عوف کہتی ہیں کہ میں ایک روز حضرت طلحہ رض
کی خدمت میں گئی آپ کو کچھ مکدر دیکھکر پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال جمع ہو گیا
ہے اوسکا تردد ہے میں نے کہا کہ تردد کی کیا بات ہے اپنی قوم کو بلوا کر بانٹ دیجیے آپ نے غلام کو بھیجکر
سبکو بلوایا اور مال تقسیم کر دیا میں نے خادم سے پوچھا کہ کسقدر تھا کہا کہ چار لاکھ درم تھے اور ایک
اعرابی نے انھیں حضرت رض کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ سوال کیا اور اپنی قرابت بھی کچھ بیان کی آپ نے
فرمایا کہ مجھسے قرابت کی وجہ سے آج تک کسی نے نہیں مانگا تھا میرے پاس ایک قطعہ زمین ہے جسکے
حضرت عثمان رض تین لاکھ درم دیتے ہیں اگر تو چاہے تو وہ زمین لے لے ورنہ اوسکا دام تجھکو دیدون اوسنے
دام ہی طلب کیا آپ نے وہ زمین حضرت عثمان رض کو دیکر قیمت مذکورہ حوالہ کی اور روایت ہے
کہ ایک روز جناب علی مرتضی رض روئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ سات روز
سے میرے یہان کوئی مہمان نہیں آیا مجھے یہ ڈر ہے کہ خدا تعالے نے کہیں مجھے ذلیل تو نہیں کیا
اور ایک شخص اپنے دوست کے دروازے پر گیا اور دستک دی اوسنے پوچھا کہ آپ کیسے آئے کہا کہ میرے
ذمہ چار سو درم ہیں اوسنے چار سو درم تولکر حوالہ کیے اور گھر میں روتا ہوا آیا بیوی نے کہا کہ اگر تمکو
ان درمون کا دینا شاق تھا تو نہ دیے ہوتے اوسنے کہا کہ میں اس لیے روتا ہون کہ مجکو اوسکا حال
بدون اوسکے کہے نہ معلوم ہوا مین اگر خود جویا رہتا تو اوسکے مانگنے کی کیون حاجت پڑتی

ساتوان بیان بخل کی مذمت مین اللہ تعالے جل شانہ ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ يُوقَ شُحَّ
نَفْسِهِ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور فرمایا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ
فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور فرمایا

الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِیَّاکُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّہٗ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَھُمْ عَلٰٓی اَنْ یَّسْفِکُوْا دِمَآءَھُمْ وَیَسْتَحِلُّوْا مَحَارِمَھُمْ اور ایک حدیث مین فرمایا بخل سے بچو اسلیے کہ اوسی کے باعث تم سے پہلے لوگ خونریزی اور حرام چیزون کے حلال جاننے اور قطع ارحام مین مبتلا ہوے اور فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بَخِیْلٌ وَّلَا خَبٌّ وَّلَا خَائِنٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ اور بعض روایتون مین وَلَا جَبَّارٌ اور وَلَا مَنَّانٌ بھی آیا ہے اور فرمایا ثَلٰثٌ مُّھْلِکَاتٌ شُحٌّ مُّطَاعٌ وَّھَوًی مُّتَّبَعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ ثَلٰثَۃً اَلشَّیْخَ الزَّانِیَ وَالْبَخِیْلَ الْمَنَّانَ وَالْمُعِیْلَ الْمُخْتَالَ اور فرمایا کہ خرچ کرنے والے اور بخیل کی مثال ایسی ہے جیسے دو شخصون کے بدن پر دو کرتے لوہے کے ہون چھاتی سے لیکر چنبر گردن تک خرچ کرنے والا جسقدر خرچ کرتا جاتا ہے وہ کرتا پھیلتا جاتا ہے اور کڑیان ڈھیلی ہوتی جاتی ہین یہانتک کہ اونگلیون تک پہونچ جاوے اور بخیل جتنا خرچ مین بخل کرتا ہے اوتنا ہی اوس کرتے کی کڑیاں سکڑتی ہین اور جا بجا کی تہان گڑ جاتی ہین ہوتے ہوتے حب گلا دبنے لگتا ہے تو پھیلانا چاہتا ہے مگر پھیل نہین سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ اور ایک حدیث مین ہے کہ ظلم سے بچو اسلیے کہ ظلم قیامت مین اندھیرا بنجاویگا اور فحش سے بھی بچو کیونکہ خدای تعالی کو فاحش اور متفحش دونون ناپسند ہین اور بخل سے بھی بچنا چاہیے کہ اوسنے تم سے پہلے لوگون کو ہلاک کردیا اونکو بخل نے جھوٹ بولنے کو کہا تو جھوٹ بولے ظلم کرنے کو کہا تو ظالم ہوئے قطع رحم کے لیے اوبھارا تو ویسے ہی ہو گئے اور ایک حدیث مین ہے کہ شَرُّ مَا فِی الرَّجُلِ شُحٌّ ھَالِعٌ وَّجُبْنٌ خَالِعٌ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین شہید ہوا تو ایک عورت نے اوسکو روتے ہوے کہا ہاے میرے شہید آپ نے فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ شہید ہے شاید اسنے کوئی کلام بے فائدہ کیا ہو یا ایسی چیز پر بخل کیا ہو جو دیکر کم نہوتی اور حضرت جبیر بن مطعم رض فرماتے ہین کہ غزوۂ حنین سے پھرنے کے وقت ہم ہمراہ رکاب سعادت مآب چلے آتے تھے کہ اثناے راہ مین چند عرب آپکے گرد ہوے اور کچھ مانگنے لگے اور یہانتک مضطر کیا کہ آپ ایک ببول کے درخت کیطرف چلے گئی تو چادر ساوسمین الجھ رہی آپ نے ٹھہر کر ارشاد فرمایا کہ میری چادر مجھے دے دو قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اگر ان کانٹون کے عدد کے موافق میرے پاس چوپائے ہون تو مین تمھین سب دے ڈالون پھر نہ تم مجکو بخیل پاؤ نہ جھوٹا اور نہ نامرد اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مال تقسیم کیا مین نے عرض کیا کہ ان لوگون کی نسبت

اور لوگ اس مال کے زیادہ مستحق تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگون کی طرف سے مجھے ان دو باتون مین اختیار ہے
یا تو برا بھلا کہکر مجھسے مانگ لین یا مجکو بخیل کہین مگر مین بخل نہین کرتا یعنے بخیل نہ کہلانے کی وجہ سے انکی
سخت گوئی پر صبر کرتا ہون اور حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہین کہ دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین حاضر ہوئے اور اونٹ کا مول مانگا آپ نے اونکو دو دینار دیے جب وہ آپ کے پاس سے نکلے تو حضرت عمرؓ
اونکو ملے اونھون نے حضرت کی تعریف کی اور شکریہ بیان کیا حضرت عمرؓ نے خدمت جنابرسالتمآب مین
حاضر ہو کر جو کچھ اونکا قول سنا تھا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اونھون نے باوجود قلت بخشش کے ایسا کہا لیکن
فلان شخص کو مین نے دس سے زیادہ اور سو سے کم دیے ہونگے مگر اوس نے کچھ بھی نہ کہا تم مین سے بعض شخص مانگنے
آتے ہین مگر جب مانگی مراد بغل مین داب کر جاتے ہین گویا دوزخ کی آگ بغل مین ہوتی ہی حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ
پھر جو چیز دوزخ کی آگ ہے وہ آپ کیون دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ بدون مانگے نہین مانتے اور بخل کو
میرے اوپر خداے تعالے نہین مانتا اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جود اللہ تعالے کی جود سے ہے تم جود کرو کہ خداے تعالے تمپر جود کرے جان رکھو کہ خداے تعالے نے
بخشش کو ایک درخت کی صورت پر پیدا کیا اور اوسکی جڑ درخت طوبی کی جڑ مین مستحکم کی اور اوسکی ٹہنیونکو
سدرۃ المنتہے کی شاخون مین بستہ کیا اور بعض ٹہنیون کو دنیا مین لٹکا دیا پس جو شخص اوسکی کسی شاخ سے
لپٹ گیا جنت مین داخل ہوا جان رکھو کہ سخاوت ایمان مین سے ہے اور ایمان جنت مین جاویگا اور خداے
تعالے نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا کیا اور اوسکی جڑ دوزخ کے درخت زقوم یعنی سیہنڈ کی جڑ مین ہے اور اوسکی
کچھ ٹہنیون کو دنیا مین جھکا دیا ہے جو کوئی اوسکی کوئی شاخ پکڑ لیتا ہی دوزخ مین جاتا ہے یاد رکھو کہ
بخل کفر کا ٹکڑا ہے اور کفر دوزخ مین جائے گا اور ایک حدیث مین ہے کہ سخاوت وہ درخت ہے
جو جنت مین اوگتا ہے پس جنت مین وہی داخل ہوگا جو سخی ہوگا اور بخل وہ درخت ہے جو دوزخ
مین جمتا ہے تو دوزخ مین وہی داخل ہوگا جو بخیل ہوگا اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کے قاصدون سے پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہے اونھون نے عرض کیا
کہ ہمارا سردار جد بن قیس ہے مگر وہ ایسا شخص ہے کہ تھوڑا سا بخل رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ بخل سے
زیادہ روگ کونسا ہوگا تمھارا سردار وہ نہین بلکہ عمرو بن جموح ہے اور ایک روایت مین یون ہی کہ جب انھون نے
اپنا سردار جد بن قیس کو بتلایا تو آپ نے پوچھا کہ تم اوسکو کس وجہ سے سردار جانتے ہو اونھون نے
عرض کیا کہ اوسکے پاس ہم سب سے زیادہ مال ہے مگر یا این ہمہ ہم اوسکو متہم بخل کے ساتھ بھی کرتے ہین آپ نے
فرمایا کہ بخل سے زیادہ کونسا مرض ہے وہ تمھارا سردار نہین ہے تب انھون نے عرض کیا کہ پھر ہمارا

شرار لوگون سے آپ ہی ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تمھارا اشرار البخیل البراء ہے اور حضرت علی کرم
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ان اللّٰہ یبغض البخیل فی حیاتہ السخی عند موتہ اور حضرت ابو ہریرہ
سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سخی گنہگار خدا کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے اور یہ حدیث بھی انہیں سے مروی
ہے کہ بخل اور ایمان کسی بندے کے دل مین جمع نہین ہوتے اور یہ بھی فرمایا کہ دو عادتین ایماندار مین جمع نہین ہوتین بخل اور
بدخلقی اور فرمایا لا ینبغی لمؤمن ان یکون بخیلا ولا جبانا اور فرمایا کہ تم مین سے کہنے والے یون کہتے ہین
کہ بخیل بہ نسبت ظالم کے معذور ہے حالانکہ خدا کے نزدیک بخل سے بڑھکر کوئی ظلم نہین
خداوند کریم اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ بخیل جنت مین جاویگا اور شحیح یعنی وہ شخص کہ
اپنا مال اورون سے روکے اور وہ شخص کہ غیرونکو دیتے دیکھا ہے جلے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایکبار طواف خانہ کعبہ کرتے تھے دیکھا کہ ایک شخص پردہ کعبہ سے لگا ہوا کہتا ہے کہ الٰہی بحرمت
اس خانہ کے میرا گناہ معاف فرما آپ نے اوس سے پوچھا کہ تیرا کیا گناہ ہے مجھسے بیان کر اوسنے عرض کیا
کہ میری خطائین بہت زیادہ ہین آپ نے پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا زمین ہمہ طبقات اوسنے کہا کہ میری
خطا زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا پہاڑ عرض کیا کہ میری خطا زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا
قصور زیادہ ہے یا سمندر عرض کیا کہ میرا قصور زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا گناہ بڑھکر ہے یا سب آسمان
عرض کیا کہ میرا گناہ بڑھکر ہے پھر پوچھا کہ تیری تقصیر زیادہ ہے یا عرش اوسنے کہا کہ میری تقصیر
پھر پوچھا کہ تیرا گناہ زیادہ ہے یا خداوند کریم اوسنے عرض کیا کہ خدائے تعالے بہت بڑا ہے آپ نے
فرمایا کہ تیرا کیا گناہ ہوا اوسکو مجھسے بیان کر اوسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین مالدار آدمی ہون مگر جب سائل
مانگنے آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا شعلہ آگ کا میرے سامنے ہے آپ نے فرمایا کہ تو مجھسے علحدہ ہو
اپنی آگ سے مجھے مت جلا قسم ہے اوس ذات کی جس نے مجکو ہدایت اور کرامت کے ساتھ بھیجا ہے اگر تو
رکن اور مقام کے درمیان کھڑا ہو کر دس لاکھ برس نماز پڑھے اور پھر اوتنا روے کہ تیرے آنسوون سے
نہرین بہ نکلین اور درخت سیراب ہو جاوین اور پھر بخل کی حالت مین تیری موت ہو تو خدائے تعالے
تجکو دوزخ مین اوندھے منہ ڈالے گا تیرا برا ہو کیا تجھے معلوم نہین کہ بخل کفر کا ایک حصہ ہے اور کفر دوزخ مین
رہے گا کیا تو نہین جانتا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ اثار حضرت ابن عباس رض
فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے نے جنت عدن پیدا کی تو اوسکو ارشاد فرمایا کہ تو مزین ہو وہ آراستہ ہوئی
پھر فرمایا کہ اپنی نہرین ظاہر کر اوسنے چشمہ سلسبیل اور عین کافور اور آب تسنیم نکالے جنسے باغہاے
جنت مین شراب اور شہد اور دودھ کی نہرین بہنے لگین پھر ارشاد ہوا کہ اپنی کرسی تخت پردہ زیور

لباس وجود حسین ظاہر کر لو سنے تعمیل ارشاد کی پھر خدا تعالے نے اوسکو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ
کچھ بول وہ بولی کہ جو شخص مجھ میں رہیگا وہ کیا اچھا ہوگا ارشاد ہوا کہ قسم ہے اپنی عزت کی بخیل کو تجھ میں
جگہ نہ دونگا اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کا قول ہے کہ تف ہے بخیل پر اگر بالفرض
بخل کرتا ہوتا تو میں کبھی نہ پہنتی اور اگر راستہ ہوتا تو کبھی نہ چلتی اور طلحہ بن عبید اللہ رح فرماتے ہیں کہ ہمکو
اپنے مال پر وہی صورت پیش ہوتی ہے جو بخیلوں کو پیش آتی ہے مگر یہ فرق ہے کہ ہم صبر کرتے ہیں
اور محمد بن منکدر فرماتے ہیں کہ پہلے یوں مشہور تھا کہ جب اللہ تعالے کسی قوم کی برائی چاہتا ہے تو اون
اون میں سے بدروں کو حاکم کر دیتا ہے اور اونکا رزق اونکے بخیلوں کے ہاتھ میں دیتا ہے اور حضرت
علی رض نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایک وقت ایسا آویگا کہ ایماندار اپنے
مالکو دانتوں سے پکڑیگا حالانکہ اسکا حکم اوسکو نہیں چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے وَلَا تَنسَوُا
الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ شح بہ نسبت بخل کے زیادہ سخت ہے اسلیے
کہ شحیح دوسرے کے مال پر بخل کرتا ہے اور اپنا مال بھی نہیں دیتا اور بخیل وہی ہے جو اپنے مال پر بخل
کرتا ہے اور شعبی رح فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ جھوٹ اور بخل میں سے کونسا دوزخ میں زیادہ
نیچے جاویگا۔ اور روایت ہے کہ نوشیروان عادل کے پاس دو حکیم ہند اور روم کے آئے اوسنے
ہندی حکیم سے کہا کہ کچھ کہو اوسنے کہا کہ آدمیوں میں سے بہتر وہ ہے جو ملاقات میں سخی ہو اور غصہ
میں ہوشیار اور کہنے میں متامل اور رفعت میں تواضع کرنے والا اور قرابت والوں پر شفقت کرنیوالا
پھر حکیم رومی نے کہا کہ بخیل کا مال اوسکے دشمن کو پہونچتا ہے اور جو شخص شکر گزار کم ہو اوسکا مطلب
نہیں ملتا اور دروغگو مذموم ہوتے ہیں اور چغلخور فقیر ہو کر مرتے ہیں اور جو شخص کسی دوسرے پر
رحم نہیں کرتا خدا تعالے اوسپر ایسے کو مسلط کرتا ہے جو اوسپر رحم نکرے اور ضحاک رح نے اس آیت یعنی
اِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اغلال سے غرض بخل ہے یعنے اللہ تعالے نے
اونکے ہاتھوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے روک دیا ہے تو اونکو راہ ہدایت نہیں سوجھتی اور حضرت کعب رض
فرماتے ہیں کہ ہر صبح کو دو فرشتے یوں پکارتے ہیں کہ الہی بخیل کا مال جلدی تباہ کر اور خرچ کرنے والے
کے لیے جلد اوسکا عوض پہنچا اور اصمعی رح کہتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی کو سنا ہے کہ وہ ایک شخص کی صفت
کرتا تھا یعنے یوں کہا کہ فلاں شخص میری نظروں میں حقیر ہو گیا باینوجہ کہ دنیا اوسکی نظروں میں بڑی
ہے اور سائل کا سامنے آنا اوسکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ملک الموت آیا اور حضرت امام ابو حنیفہ رح
فرماتے ہیں کہ میں کسی بخیل کو عادل نہیں جانتا اس سبب سے کہ بخل کے مارے آدمی اپنے حق سے زیادہ لیا کرتا ہے

اس صفت سے کہ کہین خسارہ مین ہون پس جسکا یہ حال ہوا وہ امانت کے قابل نہین ہے اور حضرت علی رضہ کا قول ہے کہ کریم آدمی کبھی اپنا حق کامل نہین لیتا چنانچہ خدای تعالے فرماتا ہے عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ اور جاحظ رح کہتے ہین کہ لذات مین سے صرف تین چیزین باقی ہین بخیلون کو برا کہنا اور پکا گوشت کھانا اور خارش کا کھجلانا اور بشر بن الحارث رح فرماتے ہین کہ بخیل کی غیبت کرنی غیبت مین شمار نہین ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا اِنَّكَ اِذًا لَبَخِيلٌ یعنے تو اس صورت مین بخیل ہے پس بخیل کو بخیل کہنا اس حدیث سے جائز ہوا اور ایک عورت کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی کہ روزہ دار اور شب بیدار ہے الا اوسمین بخل بھی ہے آپنے فرمایا کہ تو پھر اوسمین کچھ خیر نہین اور بشر رح کا قول ہے کہ بخیل کیطرف دیکھنے سے دل سخت ہوتا ہے اور بخیلون کی ملاقات سے ایمانداروں کے دل کرب ہوتا ہے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دل سخیون کی دوستی ہی چاہتا ہے گو وہ بدکار ہی ہون اور بخیلون سی دل نفرت ہی آتی ہے گو وہ نیک ہی ہون اور ابن معتز رح کا قول ہے کہ جو شخص سب لوگون مین مال کا زیادہ بخل کرتا ہے وہ آبرو اپنی سب سے زیادہ دیتا ہے اور حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام شیطان لعین سے ملے اور اوس سے فرمایا کہ مجکو بتا کہ لوگون مین سے تیرے نزدیک زیادہ محبوب کون ہے اور زیادہ ناپسند کون اوسنے عرض کیا کہ زیادہ تر محبوب مومن بخیل ہے اور زیادہ ناپسند بدکار سخی آپ نے اسکا سبب پوچھا تو اوسنے عرض کیا کہ اسلیے کہ بخیل کو تو اوسکا بخل ہی کافی ہے میری کچھ ضرورت نہین اور جو سخی بدکاری کرتا ہے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ کہین سخاوت کی جہت سے خدای تعالے اوسکی خبر نہ لیوے اور پھر وہ میرے بس کا نرہے مقبول خدا ہو جاوے پھر ابلیس یہ کہتا چلا گیا کہ اگر تم یحیی نہوتے تو ہرگز نہ بتلاتا ۔ **بخیلون کی حکایات** روایت ہے کہ بصرہ مین ایک بخیل مالدار تھا کسی ہمسایہ نے اوسکی دعوت کی اور قیمہ انڈون کے ساتھ پکا ہوا اسکے آگے رکھا وہ بہت سا کھا گیا اور پھر پانی بار بار پینے لگا یہانتک کہ پیٹ پھول گیا اور کرب کے مارے مرنے اور پچھاڑ کھانے لگا جب بہت برا حال ہوا تو اوسکی کیفیت طبیب سے بیان کی گئی طبیب نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین قے کر ڈالے اوسنے جواب دیا کہ مجھے مرنا قبول ہے مگر جو عمدہ غذا مین نے کھائی ہے وہ قے نکرونگا اور روایت ہے کہ ایک اعرابی کسی شخص کی تلاش مین نکلا وہ انجیر کھا رہا تھا جسکو عربی مین تین کہتے ہین جب اعرابی کو دیکھا اوسکو چادر تلے چھپا دیا پھر اعرابی سے کہا کہ تم کچھ قرآن شریف مین سے پڑھو اوسنے کہا بہتر اور پڑھا وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ اوسنے کہا کہ اسکے شروع سے وَالتِّينِ کہان گیا اعرابی نے جواب دیا کہ وہ آپکی چادر تلے ہے ۔ اور ایک شخص نے اپنے کسی برادر کو بلایا اور کچھ کھلایا

یا عصر کے وقت تک جانے بھی نہ دیا یہانتک کہ بہت بھوک لگی اور رہا وا سا ہو گیا پھر صاحب خانہ ستار لیکر بیٹھا اور بجانے
کہا کہ تجھے میری قسم کونسی آواز تجھے پسند ہے اوسنے کہا کہ مجھے آواز گوشت کے بھننے کی پسند ہے اور حکایت ہے
کہ محمد بن یحییٰ برمکی بخیل اور بدصورت تھا کسی شخص نے اوسکے رشتہ دار سے جس سے اوسکو کمال الفت تھی اوسکے دسترخوان کا
حال پوچھا اوسنے کہا کہ دسترخوان چار انگشت مکسر ہوگا اور پیالے ایسے چھوٹے ہیں کہ گویا خشخاش کھود کر بنائے ہیں
اوسنے پوچھا کہ ایسے دسترخوان پر کون لوگ کھاتے ہیں اوسنے کہا کہ کراماً کاتبین کھاتے ہیں پھر پوچھا کہ محمد
بن یحییٰ کے ساتھ آخر کوئی کھاتا ہے یا نہیں اوسنے کہا کہ مکھیاں البتہ کھاتی ہیں کہا کہ تم تو اونکے مخصوصوں میں ہو
یہ کیا بات ہے کہ تمہارے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں اوسنے جواب دیا کہ مجھے سوئی میسر نہیں کہ اوس سے درست کروں
اور زیادہ تو کیا کہوں اگر بالفرض محمد بن یحییٰ کی ملک میں ایک کوٹھہ بغداد سے لیکر نوبت تک لنبا سوئیوں سے
بھرا ہوا ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کے ساتھ آکر اوس کوٹھہ میں
سے ایک سوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کے ٹانکنے کے لیے جو پیچھے سے پھٹ گیا تھا مانگیں تو محمد
بن یحییٰ کبھی نہ دے گا اور روایت ہے کہ مروان بن ابی حفصہ بخل کے مارے گوشت نہ کھاتا جب جی چاہتا
تو غلام سے کہتا کہ ایک سری مول لے اوسی کو کھا لیتا لوگوں نے اوس سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تم جاڑے
اور گرمی میں ہمیشہ سری ہی کھاتے ہو اوسنے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ سری کا نرخ مجھے معلوم ہے تو اوس میں
غلام خیانت نہیں کرسکتا اور مجھے خسارہ نہیں ہوسکتا اسکے سوا گوشت اگر ہو تو وہ پکانے کے وقت اوسمیں سے
نکال کر کھا سکتا ہے سری میں یہ بات بھی مفقود ہے اوسمیں سے اگر آنکھ یا کان یا رخسار کو ہاتھ بھی لگاوے گا
تو مجھے معلوم ہو جاوے گا اور باینہمہ مجھے کئی طرح کا مزہ اوسمیں ملتا ہے آنکھ کا مزہ اور ہے اور کانوں کا
اور اور زبان کا ذائقہ جدا ہے اور گدی اور مغز کا جدا پھر پکانے کی دقت سے بچا رہتا ہوں
فائدہ ہیں اور ایک دن یہی شخص خلیفہ مہدی کے پاس جاتا تھا اسکے گھر کی کسی عورت نے کہا کہ اگر تمکو
انعام ملے گا تو مجھے کیا دو گے اوسنے کہا کہ اگر لاکھ درم ملیں گے تو ایک تجھے دونگا وہاں سے ساٹھ ہزار
ملے تو اوس عورت کو اوسی حساب سے درم کے تین خمس دیے اور ایک دفعہ ایک درم کا گوشت خریدا اوسکے بعد
کسی نے اوسکی دعوت کردی تو گوشت کو قصائی کے حوالہ کیا اور درم کی چوتھائی مجرا دی اور کہا کہ مجھے اسراف
برا معلوم ہوتا ہے اور حضرت اعمش رح کا ایک ہمسایہ بخیل تھا ہمیشہ آپ سے کہا کرتا کہ میرے گھر چل کر آپ ٹکڑا
روٹی کا نمک کے ساتھ نوش فرماویں آپ انکار کر دیا کرتے ایک روز جو حسب دستور عرض کیا اوسوقت اونکو بھوک بھی
تھی فرمایا کہ اچھا چلو گھر میں لاکر واقع میں ایک ٹکڑا روٹی کا اور نمک سامنے رکھدیا تھے میں ایک سائل آیا
صاحب خانہ نے کہا کہ برکت ہے اوسنے دوبارہ سوال کیا پھر وہی جواب دیا اوسنے تیسری بار سوال کیا

تو کہا جلدی دو ورنہ لاٹھی لیکر نکلتا ہوں حضرت شقیق نے اوسکو پکار کر کہا کہ شاہ جی چلے جاؤ بخدا کہ صاحب خانہ
وعدے کا سخت سچا ہے میں نے کوئی اس سے سچا نہیں دیکھا مدت سے مجھسے کہتا تھا کہ ٹکڑا روٹی کا مع
نمک کھالو آج بخدا کہ کچھ زیادہ ان دونوں چیزوں سے میرے سامنے نہیں رکھا

آٹھواں بیان ایثار اور اوسکی فضیلت کے بیان میں

واضح ہو کہ سخاوت اور بخل کے بہت سے
درجات ہیں سخاوت کے درجات میں سب سے زیادہ ایثار ہے یعنے باوجود اپنی حاجت کے مال دیڈالے
اور سخاوت اسکا نام ہے کہ جس چیز کی اپنے آپ کو حاجت نہو اوسکو کسی محتاج یا غیر محتاج کو دیدے
اور حاجت کے ہوتے دوسرے کو دیدینا نہایت مشکل ہے اور جسطرح کہ سخاوت کبھی اس درجہ کو پہونچتی ہے
کہ آدمی اپنی چیز باوجود حاجت کے دوسرے کو دیدے اسی طرح بخل بھی کبھی ایسے رتبہ کو پہونچتا ہے
کہ انسان اپنا مال باوجود حاجت کے بھی اپنے نفس پر خرچ نکرے مثلاً بعض بخیل مال کو اسطرح روکتے ہین کہ
اگر خود بیمار ہوجاوین تو دوا نکریں یا اور کسی طرح کی خواہش دل مین ہو کھانے یا پینے کی تو مول لیکر
نہ کھاوین مفت کی ملجاوے تو کھالیں پس ایسا شخص باوجود حاجت کے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرتا ہے
اور ایثار والا اپنے نفس پر باوجود حاجت کے دوسرے کی حاجت کو مقدم سمجھتا ہے تو دیکھا چاہیے
کہ ان دونوں شخصوں مین کتنا فرق ہے اخلاق خدا کی نعمت ہے جہان چاہے وہاں رکھدیتا ہے
سخاوت میں ایثار کے اوپر کوئی درجہ نہیں قرآن مجید مین خداے تعالے نے صحابہ رض کی تعریف اسی
ایثار پر فرمائی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور حدیث شریف مین ہے
اَیُّمَا امْرِئٍ اشْتَهٰی شَهْوَةً فَرَدَّ شَهْوَتَهٗ وَاٰثَرَ عَلٰی نَفْسِهٖ غُفِرَ لَهٗ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن برابر پیٹ بھر کے کھانا نہ کھایا یہان تک کہ دنیا سے
علیحدہ ہوئے اور اگر ہم چاہتے تو پیٹ بھر کر کھالیا کرتے الا سائلون کا پیٹ بھرنا اپنے نفسوں سے
مقدم سمجھتے تھے اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا آپ کے گھر میں اوس وقت
کچھ نتھا اتنے میں ایک شخص انصار رض سے وہان آئے اور اوس مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے گھر میں جاکر
کھانا اوسکے سامنے رکھدیا اور گھر والی سے کہا کہ چراغ گل کر دے اور اندھیرے میں اپنا ہاتھ بھی
کھانے کیطرف بڑھاتے تھے گویا ساتھ کھاتے ہین مگر واقع مین کھاتے نہین تھے یہانتک کہ مہمان نے
سب کھانا کھالیا جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسے فرمایا کہ تمنے رات جو معاملہ
مہمان کے ساتھ کیا اوس سے خداوند کریم کو بھی تعجب ہوا اور یہ آیت اوتری وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی
اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ غرضکہ سخاوت اللہ تعالے کے اخلاق مین سے ایک کا نام ہے

اور سخاوت کے اعلیٰ درجہ کا نام ایثار ہے جو کہ روزمرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یہاں تک کہ خدائے
تعالیٰ نے آپ کے اس خلق کو یوں فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور سہل تستری رح فرماتے ہیں کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی مجکو بعض درجات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی امت کے دکھلادے
حکم ہوا کہ اے موسیٰ تجکو تاب نہوگی الا ایک مرتبہ عظیم اونکا تجھے دکھا دیتا ہوں جسکے باعث اونکو تجھپر
اور تمام خلق پر میں نے فضیلت دی ہے پھر ایک دفعہ الٰہی عالم ملکوت کا پردہ اوٹھا لیا حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے جو آپ کا درجہ دیکھا تو انوار تجلی اور قرب الی اللہ سے کہ گویا اونکی جان سی نکلی جاتی تھی
سبحان اللہ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات + تو عین ذات می نگری در تبسمی + روحی فداک یا رسول اللہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الٰہی کس وجہ سے اور کونسی خصوصیت سے اونکو
یہ بزرگی عنایت ہوئی ارشاد ہوا کہ ایک عادت کے سبب جسکو میں نے اونہیں کو بخشی ہے اور ونکو عنایت
نہیں کی یعنی ایثار کی وجہ سے یہ رتبہ ملا ہے ای موسیٰ اگر کسی شخص نے کبھی اپنی عمر میں ایثار پر عمل کیا ہوگا
جب وہ میرے پاس آویگا تو مجکو اوسکے حساب لینے سے شرم آوے گی بے حساب اوسکو جنت میں جہاں وہ
چاہے گا جگہہ دونگا اور روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جعفر رض اپنی کسی زمین کے دیکھنے کو نکلے
راہ میں کسی باغ میں ٹھہرے کہ وہاں ایک غلام حبشی کام کر رہا تھا جب اوس غلام کا کھانا آیا اور اوسی وقت
ایک کتا بھی اوس حاطہ میں گھسکر غلام کے پاس چلا آیا اوسنے ایک روٹی اوسکو دے دی جب کھا چکا
دوسری دیدی پھر تیسری دی اسیطرح اپنی غذا کل اوسکو کھلادی حضرت عبد اللہ بیٹھے دیکھا کیے پھر اوس
غلام سے پوچھا کہ تیری غذا ہر روز کسقدر ہے اوسنے عرض کیا کہ اسی قدر ہے جو آپ نے دیکھی فرمایا
کہ پھر تو نے سبکی سب کتے کو کیوں کھلادی آپ کیوں نہ کھائی اوسنے عرض کیا کہ یہاں کوئی کتا
نہیں رہتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتا مسافر دور سے یہاں آیا تھا اور بھوکا تھا مجکو اسکا بھوکا رہنا اور اپنا شکم سیر ہونا
برا معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ پھر دن بھر کیا کھاوے گا اوسنے عرض کیا کہ فاقہ کرونگا پھر آپ نے
سوچا کہ میں اسکو سخاوت پر ملامت کر رہا ہوں یہ تو مجھسے بھی زیادہ سخی ہے بس آپ نے اوس باغ اور
غلام اور وہاں کے اسباب سامان کو خرید کر اوس غلام کو آزاد کر دیا اور وہ باغ اوسکو ہبہ کر دیا اور حضرت
عمر رض فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رض کے پاس کسی نے ایک بکری کی سری ہدیہ بھیجی اونھوں نے یہ خیال
کرکے کہ میری نسبت میرا فلاں بھائی محتاج زیادہ ہے وہ سری دوسرے کے پاس بھیجدی اونھوں نے
بھی اسی تصور سے تیسرے کے پاس بھیجی اسی طرح وہ سات گھر پھری یہانتک کہ اصل مالک کے پاس
جسنے اول بھیجی تھی پہونچ گئی سبحان اللہ کیا ایثار تھا روایت ہے کہ جس رات یعنی شب ہجرت حضرت علی مرتضیٰ رض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے تو خدائے تعالیٰ نے حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو ارشاد
فرمایا کہ میں نے تم دونوں میں بھائی چارہ کر دیا اور تم دونوں میں سے ایک کی عمر زیادہ کی تو بتاؤ کہ کونسا
تم میں کم زندگی چاہتا ہے اور زیادہ حیات دوسرے کے واسطے پسند کرتا ہے دونوں نے یہی چاہا کہ میری
عمر زیادہ ہو یعنے ایثار کا مضمون کسی نے پسند نکیا ارشاد ہوا کہ کیا تم دونوں حضرت علیؓ کے موافق
نہی ہوسکے کہ میں نے اوس میں اور اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں بھائی چارہ کیا تو آج رات
اوسکے بچھونے پر اوسکی جان کے بدلے اپنی جان فدا کرتا ہے اور اوسکا جینا اپنے جینے پر مقدم سمجھتا ہے
اب تم زمین پر جاؤ اور علیؓ کی حفاظت اوسکے دشمنوں سے کرو پس موجب ارشاد کے حضرت جبرئیلؑ آپکے
سرہانے اور حضرت میکائیلؑ اونکے پیتانے کھڑے ہوئے حضرت جبرئیلؑ فرماتے کہ واہ واہ ای فرزند
ابوطالب تجھسا آج کوئی نہیں کہ خدائے تعالیٰ تجھسے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے پھر یہ آیت اوتری وَمِنَ
النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ اور حضرت ابوالحسن انطاکی
کے پاس ایک بار کسی گانوں میں متصل رے کے تیس سے کچھ زیادہ آدمی جمع ہوئے اونکے پاس چند روٹیاں
گنتی کی تھیں کہ سبکے شکم سیری کو کافی نہ تھیں پس روٹیوں کے ٹکڑے کرکے چراغ گل کر دیا اور کھانے کو
بیٹھے جب کھانا بڑھایا تو معلوم ہوا کہ سبکا سب موجود ہے کسی نے کچھ نہیں کھایا ہر ایک نے یہی خیال
کیا کہ دوسرا کھالے تو بہتر ہے اور روایت ہے کہ شعبہ کے پاس ایک سائل آیا آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا
اپنے مکان کی ایک کڑی اوتار کر اوسکو دی اور معذرت کی اور حذیفہ عدوی کہتے ہیں کہ میں شام کے
نواح میں یوم یرموک کو گیا مجھے اپنے چچازاد کی تلاش تھی کہ اگر اوس میں کوئی سانس باقی ہوگا تو پانی
پلادونگا اور منہ دھلادونگا اسی لیے تھوڑا پانی لیتا گیا جب کہ کی جگہ میں ڈھونڈھا تو اوسکو زندہ
پایا پوچھا کہ پانی پلادوں اوسنے اشارہ سے کہا کہ اچھا جب میں نے پلانا چاہا تو آہ کی آواز پاس سے
آئی میرے چچازاد نے اشارہ کیا کہ پہلے اوسکو پلاؤ جب میں وہاں لے گیا تو دیکھا ہشام بن عاص ہیں
میں نے پوچھا کہ پانی پلاؤں یہ سنکر ایک اور آہ کی آواز آئی حضرت ہشام نے اشارہ کیا کہ اول وہاں لیجا
جب میں اوس شخص کے پاس گیا تو وہ مرچکا تھا وہاں سے پھر ہشام رضؓ کے پاس آیا تو یہ بھی انتقال کر گئے پھر
اپنے چچازاد کے پاس آیا تو اوکو بھی زندہ نپایا خدائے تعالیٰ ان سب پر اپنا رحم فرمادے اور عباس بن دہقان
کہتے ہیں کہ سوائے بشر بن الحارث کے اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس طرح دنیا میں آیا ہو اوسی طرح اوٹھ گیا ہو
بشر بن الحارث البتہ جیسے آئے تھے ویسے ہی گئے اونکے مرض موت میں ایک شخص آیا اور حاجت کا
سوال کیا آپ نے اپنا کرتا اوتار کر اوسکے حوالہ کیا اور ایک اور شخص سے ایک کپڑا مانگ لیا اوس میں انتقال ہوا

اور بعض صوفیہ سے روایت ہی کہ ہم چند لوگ متفق ہو کر طرطوس کے باب جہاد سے باہر نکلے اور ایک کتا ہمارے ساتھ ہو لیا ہم باہر نکل کر ایک اونچی جگہہ پر بیٹھ گئے وہان سے متصل ایک مردار پڑا تھا کتے نے مردار کو دیکھکر شہر کو مراجعت کی اور تھوڑی دیر کے بعد وہان سے پھرا تو بیس کتے اوسکے ساتھ تھے وہ سب کے سب آتے ہی مردار پر جھک پڑے اور یہ کتا الگ بیٹھا ہوا دیکھتا رہا یہانتک کہ گوشت مردار کا سب ہو چکا اور ہڈیان رہ گئین جب شہر کے کتے کھا پیکر شہر کو چلے گئے تب اس کتے نے اون بس ماندہ ہڈیونکو چچوڑنا شروع کیا اور انھین سے اپنا شکم سیر کر کے چلا گیا اور جو احادیث کہ ایثار کے باب مین وارد ہین مع حالات اولیا کے ہم نے باب فقر و زہد مین لکھی ہین یہان لکھنی کی ضرورت نہین

نوان بیان سخاوت اور بخل کی تعریف اور اونکی حقیقت مین

یہ بات شرعی دلیلون سے پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ بخل مہلکات مین سے ہے لیکن انسانکو کونسی چیز سے بخل متصور ہوتا ہے اور بخل کس شی کا نام ہے یہ امر دقیق ہے اسلیے کہ ہر ایک انسان اپنے عندیہ مین اپنے آپ کو سخی جانتا ہی حالانکہ غیرون کی نظرون مین بخیل ہوتا ہے یا ایک آدمی سے کوئی کام سرزد ہوا تو اوسمین لوگونکا قول مختلف ہوتا ہے بعض کہتے ہین کہ یہ بخل ہے اور بعض کہتے ہین کہ بخل نہین علاوہ اسکے آدمی کا نفس مال کی محبت سے خالی نہین اس محبت کی باعث مال کی حفاظت و امساک کرتا ہے تو اگر صرف امساک ہی سے بخیل ہوا کرے تو اوس سے تو کوئی بھی خالی نہین اور اگر امساک سے بخل نہو تو پھر بخل کے معنے کیا ہین بخل تو امساک ہی کا نام ہے اوس مین سے موجب ہلاک کونسا ہی اور سخاوت کی تعریف کیا ہی جس سے کہ آدمی سخی کہلاتا ہے اور سخاوت کا ثواب پاتا ہے پس اس باب مین اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ بخل اسکو کہتے ہین کہ حق واجب کو ندے تو اس لحاظ سے جو شخص حقوق واجبہ اپنے ذمے کے دیتا رہے وہ بخیل نہوگا مگر یہ تعریف کافی نہین اسلیے کہ مثلاً جو شخص قصائی سے گوشت یا نانبائی سے روٹی مول لادے اور پھر اوسکو کچھ کم دام دیکر واپس کردے تو بالاتفاق بخیل کہلاتا ہے اسی طرح جو شخص اپنے اہل و عیال کو روزینہ مقرر دیوے اور وے اگر ایک لقمہ بھی اوس مقدار سے زیادہ چاہین یا اور کوئی ادنی چیز اوسکے مال سے کھالین تو یہ روادار نہو وہ بھی بالاتفاق بخیل ہی گنا جاتا ہے علی ہذا القیاس اگر کوئی روٹی کھاتا ہو اور کوئی دوسرا شخص ایسا آجاوے کہ کھانے والے کو خیال ہو کہ میرے ساتھ بیٹھ جاوے گا اور اس نظر سے روٹی چھپاوے وہ بھی بخیل ہی ہے حالانکہ تینون مثالون مین یہ نہین ہے کہ کسی نے حق واجب ادا نہ کیا ہو اور بعضون کا قول یہ ہے کہ بخیل وہ ہے جو دینے کو سخت جانے اور یہ تعریف بھی ناقص ہے کیونکہ اگر اس سے یہ غرض ہے کہ ہر قسم کا دینا اوسپر سخت ہے تو بہت سے بخیل ایسے ہوتے ہین کہ اونکو تھوڑا سا دینا گران

نہیں گذرتا دانہ دو دانے دیدیتے ہیں اور زیادہ دینا البتہ گران گذرتا ہے اور اگر یہ غرض ہے
کہ بعض بہت سخت معلوم ہو تو یہ بات سخی میں بھی موجود ہے مثلاً اگر کسی کو سب مال یا اوسکا اکثر دیوے
تو البتہ گران گذرے گا مگر اس سے وہ شخص بخیل نہیں کہلاویگا اسی طرح سخاوت اور جود کے باب میں
اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ سخاوت اسکا نام ہے کہ بلا تامل حاجت پوری کرے اور بدون
احسان جتلانے کے کسیکو کچھ دے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ جود اوس دینے کو کہتے ہیں کہ بدون
مانگے کسی کو دے اور یہ تصور کرے کہ تھوڑا دیا اور بعض یون کہتے ہیں کہ سائل کو دیکھکر خوش ہونا
اور اپنے دینے سے فرحت ہونے کا نام جود ہے جب کبھی میسر ہو اور کچھ لوگ یہ فرماتے ہیں کہ
مال کو اس خیال سے دینا کہ مال بھی خدا کا ہے اور بندہ بھی اوسی کا تو بندہ خدا کا مال ضائع کرے اور دیکر
فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا اسکا نام جود ہے اور کچھ یون کہتے ہین کہ جو شخص کچھ مال تو دیدے اور
کچھ باقی رکھے وہ اہل سخاوت ہے اور جو زیادہ تو دیڈالے اور تھوڑا سا اپنے لیے رہنے دے وہ
اہل جود ہے اور جو خود تکلیف اوٹھاوے اور دوسری کی تمنا پوری کرے وہ صاحب ایثار ہے
اور جو کچھ بھی خرچ نکرے وہ بخیل والا ہے یہ تمام اقوال اس باب میں ہین مگر حقیقت بخل و جود کی کسی سے
صاف نہین معلوم ہوتی اسواسطے ہم اسکو مفصل لکھتے ہین اصل یہ ہے کہ مال ایک حکمت اور مقصود
کے لیے پیدا ہوا ہے یعنے حاجات خلق کی درستی کے لیے بنا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ جس چیز مین
اسکا صرف کرنا چاہیے اوس مین اسکا امساک کیا جاوے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن اشیا مین اسکا
خرچ کرنا اچھا نہین اونمین مین اوٹھا دیا جاوے اور ان دونون باتون کے بیچ مین یہ بات بھی
ممکن ہے کہ اسکا خرچ عدل کے ساتھ ہو یعنی جہان روکنا ضروری ہو وہان روکا جاوے اور جہان
خرچ ضروری ہو وہان خرچ کیا جاوے پس خرچ کی ضرورت کی جگہہ پر روک رکھنا بخل ہے اور روکنے
کی ضرورت کی جگہہ خرچ کرنا اسراف ہے اور ان دونون کے درمیان مین خرچ و امساک کرنا اچھا ہے
اور سخاوت و جود چاہیے یون کہ اسی رتبہ وسط کا نام ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف سخاوت
کرنے کا حکم تھا اور پھر یہ ارشاد ہوا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ
اور یہ بھی ارشاد ہوا وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا
ان سے معلوم ہوا کہ جود درجہ اوسط کا نام ہے درمیان اسراف و کمی کے اور قبض و بسط کے یعنے
اندازہ خرچ و امساک کو مقدار واجب ضروری پر منحصر کرنا جود ہے مگر اسمین یہ قید ہے کہ یہ فعل فقط اعضا سے
کافی نہین جبتک کہ دل بھی اسپر راضی نہو اور تکرار نکرے پس اگر جہان خرچ مناسب تھا وہان خرچ کیا

مگر نفس اس سے نزاع کرتا ہے اور یہ اوس پر صبر کرتا ہے تو ایسے شخص کو سخی نہ کہین گے بلکہ بتکلف سخی بننے والا
کہلائے گا اسلیے ضرور ہوا کہ اسکے دل کو مال کے ساتھ صرف اتنا علاقہ رہنا چاہیے کہ اخراجات ضروریہ مین
اوسکو صرف کرے اور کوئی علاقہ نہونا چاہیے رہی یہ بات کہ یہ امر مقدار واجب کے پہچاننے پر موقوف ہے کہ کونسا
خرچ واجب ہے تو اوسکو سننا چاہیے کہ واجب دو طرح کے ہین ایک تو وہ جو بحکم شرع واجب ہے دوسرے
وہ کہ بلحاظ ضرورت و عادت ضروری ہے تو سخی وہی ہوگا جو اپنے مال کو نہ واجبات شرعی سے روکے
نہ ضروریات مروت سے اگر ایک کو ان دونون سے فروگذاشت کرے گا بخیل ہوگا البتہ جو واجبات
شرعی کو نہ ادا کرے گا وہ زیادہ تر بخیل ہوگا مثلاً کوئی شخص مال کی زکوۃ نہ دے یا اپنے اہل و عیال کا
نفقہ واجب نہ پونہچاوے یا زکوۃ تو دے مگر اوس پر سخت ناگوار گذرے تو اوسکو طبیعت کا بخیل جاننا چاہیے
کو بتکلف دیتا ہے یا جو شخص کہ دینے کے وقت برا مال لیتا ہے اچھا دینے سے اوسکا دل خوش نہین ہوتا
نہ اوسط درجہ کا مال دیکر راضی ہوتا ہے تو یہ بھی بخل ہی ہے اور مروت کے سبب جو خرچ ضروری ہے
وہ یہ ہے کہ ادنی ادنی چیزون کی داد و ستد مین تنگی نکرے یہ ایک بری بات ہے اور یہ برائی حالات
و اشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے مثلاً بعضی باتین ایسی ہوتی ہین کہ اون مین تونگر کی
تنگ گیری بری معلوم ہوتی ہے فقیر کی بری نہین معلوم ہوتی یا آدمی اپنے اہل و عیال و اقارب سے
تنگ گیری کرے تو بری معلوم ہوتی ہے اجنبیون سے بری نہین معلوم ہوتی ہے اور ہمسایون سے
تنگ گیری بہ نسبت دور والون کے بری لگتی ہے اور ضیافت مین تنگی کرنی بہ نسبت خرید و فروخت
اور معاملون کے بری معلوم ہوتی ہے غرض کہ تنگی برتنے مین چار چیزون کے اختلاف سے اوسکے
احکام مختلف ہوتے ہین اول تو جس کام مین تنگی کیجاوے جیسے ضیافت اور داد و ستد وغیرہ دوم
جس چیز کی تنگی کیجاوے جیسے کپڑا اور کھانا وغیرہ اسلیے کہ جیسی کھانے مین تنگی بری معلوم
ہوتی ہے ایسی اور چیزون مین نہین ہوتی اسی طرح کفن کے خریدنے مین یا قربانی یا صدقہ
کی خرید مین تنگی کرنی جیسی بری معلوم ہوتی ہے ایسی اور چیزون مین نہین معلوم ہوتی تیسری
جسکے ساتھ تنگی کیجاوے مثلاً دوست یا بھائی یا قریب یا زن و فرزند یا اجنبی کے ساتھ چہارم
جو شخص تنگی کرے وہ لڑکا ہے یا عورت یا بڈھا یا جوان یا عالم یا جاہل یا مالدار یا مفلس پس بخیل
اوسکو کہتے ہین کہ مال کو ایسی جگہہ خرچ کرنے سے روکے جہان بحکم شریعت یا اقتضای مروت
روکنا نچاہیے اور اسکی کچھہ مقدار معین نہین ہوسکتی اور بخل کی تعریف یون بھی ممکن ہے کہ
جونسا مطلب مال کی حفاظت کی نسبت زیادہ اہم ہو اوس مطلب سے مال کو روک لینا بخل ہے

مثلاً دین کا بچانا مال کی نسبت اہم ہے تو اب اگر کوئی زکوٰۃ یا نفقہ واجب میں مال صرف نکرے تو بخیل ہے
اسی طرح مروت کی حفاظت مال کی نسبت اہم تو جو کوئی تھوڑی سی چیزون مین تنگی کرے حسب ایسے لوگو
سات ہین کہ اونکے سات تنگی نامناسب ہے وہ شخص مال کی محبت کے باعث مروت توڑتا ہے اور بخیل ہے
یہان ایک درجہ اور رہ گیا کہ ایک شخص ایسا ہے کہ واجب شرعی بھی دیتا ہے اور حفظ مروت بھی کرتا ہے
الا اوسکے پاس بہت سی دولت ہے اوسکو صدقات اور محتاجون مین صرف نہین کرتا تو اسمین حفظ
مال کی بھی غرض موجود ہے یعنے زمانہ کے مصائب مین کام آوے اور یہ غرض تو اسبھی موجود ہے کہ
کل آخرت مین باعث بلندی درجات ہو سکتا ہے پس اس مطلب کے لیے مال کو رکھنا داناؤن کے نزدیک
بخل ہے اور عوام کے نزدیک بخل نہیں اسلیے کہ عوام کی نظر صرف حظوظ دنیاوی پر ہوتی ہی اونکے
نزدیک مصائب زمانہ کے لیے مال کا صرف نکرنا بہت اہم ہے حالانکہ کبھی عوام کے عندیہ مین بھی علامت بخل کی
ایسے لوگون پر ظاہر ہو جاتی ہے مثلاً اگر ایسے مالدار کے پڑوس مین کوئی محتاج ہو اور یہ اوسکو ندے
اور کہے کہ جو زکوٰۃ مجھپر واجب تھی وہ ادا کر چکا اور کچھہ میرے ذمہ نہین تو یہ برا معلوم ہوگا اور اسکی برائی
اوسکے مال کی مقدار کے موافق ہوگی اسی طرح اگر محتاج شدید الحاجۃ اور صالح و دیندار و مستحق ہوگا تو یہ
برائی بھی زیادہ معلوم ہوگی خلاصہ یہ کہ جو شخص واجب شرعی اور واجب مروت کو ادا کر دے تو وہ بخل سے بری ہو گیا
ہان جود و سخا کی صفت سے جبھی موصوف ہوگا جب اس مقدار سے زیادہ خرچ کرے گا کہ فضیلت اور درجات
اسی سے ملتے ہین پس جس جگہ کہ شریعت کی رو سے اسپر کچھہ واجب نہین مگر ہان یہ مال خرچ کرنے کو
باقتضاے مروت اسکا دل چاہتا ہے اور عادت کی رو سے بھی اسپر کوئی ملامت نہین آتی تو جسقدر کہ اسکے
نفس مین گنجایش خرچ کی ہوگی اوسی قدر سخی ہوگا اور ظاہر ہی کہ اسکے درجات بے شمار ہو سکتے ہین
اور بدین لحاظ بعض آدمی بعض سے زیادہ سخی ہوتے ہین بہرحال جود اسکا نام ہے کہ جسقدر سلوک عادت
و مروت کی جہت سے ضروری ہو اوس سے زیادہ کیا جاوے مگر اسمین یہ شرط ہے کہ دل کی خوشی سے سلوک ہو
کسی طمع یا توقع خدمت یا ثنا و مکافات یا شکر و ثنا کے لیے نہو کیونکہ جو شخص شکر و ثنا کی طمع رکھتا ہے
وہ سخی نہین بلکہ اپنے مال سے ثنا کو مول لیتا ہے اوسکو سوداگر کہنا چاہیے کہ خرچ مال سے اوسکا مقصود
ملح ہے جو کہ مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور جود اوسی خرچ کو کہتے ہین جو بدون غرض کے ہو اور واقع مین
اس طرح کی بجز ذات پاک خداوندی کے اور شخص مین نہین ہو سکتی آدمی پر جو جود کا اطلاق کیا جاتا ہے
تو مجازاً ہے اسلیے کہ اوسکا کوئی سا خرچ خالی غرض سے نہین لیکن اگر اوسکی غرض صرف ثواب آخرت اور
فضیلت جود کا حاصل کرنا اور نفس کو آلودگی بخل سے پاک کرنا ہو تو جواد کہلاوے گا اور اگر خرچ کا سبب ہجو کا

خوف یا لوگون کی ملامت کا ڈر یا جسکو دیتا ہے اوس سے نفع کی توقع ہو تو یہ خرچ جود مین داخل نہین کیونکہ یہ چیزین گویا مروت او سکو بعوض خرید ہو جاتی ہین اور وہ انھین کی جہت سے خرچ بھی کرتا ہے بس عوض لینے والا ہوا جواد نہوا چنانچہ روایت ہے کہ ایک عابد عورت حبان بن ہلال کے پاس کھڑی ہوئی وہ اپنے یارون مین بیٹھے تھے اوسنے پوچھا کہ تم مین کوئی ایسا ہے جس سے مین مسئلہ پوچھون لوگون نے اونکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ جو تیرا دل چاہے انسے پوچھ لے اوسنے پوچھا کہ تمھارے نزدیک سخاوت کسکو کہتے ہین اونھون نے کہا کہ دینا خرچ کرنا ایثار کرنا اوسنے کہا کہ یہ تو دنیا کی سخاوت ہوئی دین کی سخاوت کیا ہے کہا کہ دین کی سخاوت یہ ہے کہ خدا کی عبادت سچی دل سے کرین اور کچھ گران نگذرے اوسنے پوچھا کہ اس سے ثواب کی بھی نیت ہی یا نہین کہا کہ ہان توقع ثواب ہے اوسنے کہا کہ کیون اونھون نے جواب دیا کہ خدا تعالے نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ایک نیکی کے بدلے دس دیجاوینگی اوسنے کہا کہ سبحان اللہ جب ایک دیکر دس لیے تو سخاوت دل کیا ٹھہری اونھون نے پوچھا کہ پھر تمھارے نزدیک سخاوت کیا ہے تمھین بتاؤ اوسنے کہا کہ میری دانست مین سخاوت یہ ہے کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ طاعت مین لذت اور مزہ ملے اور گران بھی نہ گذرے اور باینہمہ اسپر نیت اجر کی بھی نہو یہان تک کہ ہرچہ مرضی مولے از ہمہ اولے کا حال ہو جاوے کیا اس بات کی تمھین شرم نہین آتی کہ خدا تعالی کو تمھارے دلون کا حال معلوم ہو جاوے کہ یہ ایک چیز کے عوض مین دوسری چیز چاہتے ہین ایسی بات تو دنیا مین بھی بری ہوتی ہے یعنے جب ایک شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلان شخص مجسے سلوک اسواسطے کرتا ہے کہ مین اوسکو ایک کے بدلے زیادہ دون تو بیشک وہ اس دینے سے خوش نہوگا اسیطرح ایک اور عورت عابدہ کا قول ہے کہ تم لوگون کو یہ خیال ہے کہ سخاوت دراہم اور دینارون ہی سے ہوتی ہے لوگون نے پوچھا کہ پھر اور کونسی چیز سے ہے اوسنے کہا کہ سخاوت میرے نزدیک جان سے کرنی چاہیے اور اسکی تفسیر محاسبی رح کے قول مین ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ سخاوت دین مین یہ ہے کہ محض خدا کے واسطے اپنے نفس پر کھیل جاوے اور جان کا دیدینا اور اپنے خون کا بہا دینا خدا کی راہ مین برا معلوم نہو سخاوت دلی سے اسکا مرتکب ہو نیت ثواب کی نہ حال مین ہو نہ مآل مین اور گو ثواب کی حاجت بھی ہو مگر کمال سخاوت کی خوبی دل پر ایسی جم جاوے کہ ثواب کو خدا ہی کے اختیار پر چھوڑ دے یہان تک کہ خداوند کریم اوس سے

پھر وہ معاملہ کرے کہ اوسکے وہم و خیال مین بھی نہو ✽

دسوان بیان بخل کا علاج

یہ تو معلوم ہی ہو چکا کہ بخل کا سبب مال کی محبت ہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ مال کی محبت کے دو سبب ہین ایک تو شہوات کی محبت کہ بدون مال کے وہ حاصل نہین ہوسکتین

اور اسی میں طول امل یعنی توقع اپنی عمر کی زیادتی کی بھی داخل ہے اس لیے کہ انسان اگر جان لے
کہ میں کل مرجاؤں گا تو غالب ہے کہ مال کا بخل نکرے کیونکہ جو مقدار کہ آدمی کے ایک دن یا ایک مہینے
یا ایک سال کے لیے کافی ہو وہ قدر قلیل ہے اوس سے زیادہ رکھنا فضول ہے اور بعض اوقات طول امل اس طرح
ہوتا ہے کہ خود تو آدمی کو اپنی زندگی کی زیادہ توقع نہیں ہوتی مگر چونکہ صاحب اولاد ہوتا ہے اسلیے
فکر اولاد قائم مقام طول امل کے ہو جاتا ہے اونکا جینا بھی اپنی ہی زندگی سمجھتا ہے اور اونکیلیے
مال روکتا ہے اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْوَلَدُ مَبْخَلَةٌ مَجْبَنَةٌ مَجْهَلَةٌ
اور جب اسپر خوف فقر لگا ہوتا ہے اور رزق کے آنے پر اعتماد قوی نہیں رہتا تو خواہ مخواہ بخل بھی
قوی ہو جاتا ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ خود مال ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مثلاً بعض لوگوں کے پاس
اس قدر مال ہوتا ہے کہ اگر اپنے دستور کے موافق اوسکو خرچ کرتے رہیں تو زندگی بھر کو کافی ہو اور
ہزاروں بچ رہیں اور خود بوڑھے لاولد ہوتے ہیں مگر باینہمہ زکوٰۃ نکالنے کو دل نہیں چاہتا
بلکہ خود بیمار ہو جاویں تو علاج میں بھی خرچ کرنا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ روپیہ پیسے کے ایسے عاشق
ہیں کہ اوسکا قبضہ میں رہنا اور اوسپر اپنا قابو ہونا بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہے اسی لیے اوسکو زمین میں
گاڑ کر رکھتے ہیں حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ ہمارے مرنے پر یہ مال ضائع ہو جاوے گا یا دشمنوں کے ہاتھ
پڑے گا پھر بھی اوسکے کھانے کو یا اوسمیں سے ایک حبہ خیرات کرنے کو دل نہیں چاہتا اور یہ مرض
دل کا ایسا ہے کہ اسکا علاج بہت مشکل ہے خصوصاً بڑھاپے میں تو یہ ایسے مرضوں کی طرح لاعلاج
ہی ہے اس مرض والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو اور اوسکی جہت سے اوسکے ایلچی کو
بھی چاہنے لگے پھر پیامبر سے اتنی محبت کرے کہ محبوب کو بھول جاوے اسی طرح روپیہ پیسا بھی
حاجتوں کا ایلچی ہے کہ زر کے سبب حاجتیں حاصل ہوتی ہیں اسی جہت سے زر محبوب ہوتا ہے
مگر بعض اوقات حاجتوں کا خیال بھی نہیں رہتا صرف زر ہی محبوب ہو جاتا ہے اور یہ سخت گمراہی اور بھول کی
بات ہے جو آدمی کہ زر اور پتھر میں فرق سمجھے وہ جاہل ہے یعنی زر سے البتہ قضائے حاجات ہوتی ہے
اور زائد از قدر حاجت اور پتھر میں کچھ فرق نہیں جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں ؏ زر از بہر خوردن
بود اے پسر ٭ ز بہر نہادن چہ سنگ و چہ زر ٭ یہ مال کی محبت کے سبب ہیں اور ہر بیماری کا علاج اوس
سبب کے ضد کرنے سے ہوتا ہے تو شہوات کی محبت کا علاج تو یہ ہے کہ تھوڑی سی چیز پر قناعت اختیار
کرے ؏ کار دنیا کسے تمام نکرد ٭ ہر چہ گیرید مختصر گیرید ٭ اور طول امل کا علاج یہ ہے کہ ہر دم موت
یاد کرے اور اپنے ہمسروں کے مرنے کو لحاظ کرے کہ مال کے جمع کرنے میں کیسے کیسے دکھ اوٹھائے

مصیبتیں سہیں آخر خالی ہاتھ چلے گئے اور وہ سب تباہ ہو گیا اور اولاد کا خیال اگر دل میں ہو تو اوسکا
علاج یہ ہے کہ یون سوچے کہ جس خالق نے لڑکا دیا ہے اوسی نے اوسکا رزق اوسکے ساتھ اوتارا ہے
بہت سے لڑکے ایسے ہوتے ہین کہ باپ کی میراث اونکے پاس کچھ نہین ہوتی مگر اونکا حال باپ سے
اچھا ہوتا ہے اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ آدمی جو اپنی اولاد کے واسطے جمع کیا کرتا ہے اسکی نیت
یہی ہوتی ہے کہ اونکا حال اچھا ہے مگر کبھی اوسکا برعکس ظہور میں آتا ہے اور لڑکا اگر صالح ہے تو خدا
تعالے اوسکے لیے کافی ہے اور اگر فاسق ہے تو جو مال میراث سے پاوے گا اوسکو گناہ مین اوڑاوے گا
اور اوسکا وبال مورث کی گردن پر رہے گا اور دل کا ایک یہ بھی علاج ہے کہ جو حدیثین بخل کی مذمت اور سخاوت کی
تعریف مین واقع ہین اور جو وعید عذاب شدید کا خدا ے تعالے نے بخیل کے لیے فرمایا ہے اون سبکو خوب
تامل کرے اور مفید علاجون مین سے ایک تدبیر یہ ہے کہ بخیلون کے حالات مین زیادہ غور کیا کرے اور اون سے
نفرت کرے اور اونکو برا جانے کیونکہ کوئی ایسا بخیل نہین جو دوسرے کے بخل کو برا نہ سمجھے بس یہی حال
اپنا تصور کرے کہ اگر مین بخل کرونگا تو سبکی نظرون مین حقیر اور گران معلوم ہونگا جیسے میرے دل مین اور
بخیل برے معلوم ہوتے ہین اور ایک تدبیر یہ ہے کہ مال کے مقصود کو سوچے کہ یہ کیون پیدا ہوا ہے اور
جب یہ معلوم ہو جاوے کہ صرف حاجت روائی کے لیے ہے تو بقدر حاجت رکھ لے اور باقی کو آخرت کے لیے
جمع کرے یعنے اوسکو خرچ کر کے ثواب کا ذخیرہ کرے بس یہ تدبیرین باعتبار معرفت اور علم کے ہین جب آدمی کو
عقل کے زور سے یہ معلوم ہوگا کہ خرچ کرنا بہ نسبت امساک کے دنیا و آخرت مین دونون مین بہتر ہے تو اگر عاقل
ہوگا اوسکی رغبت خرچ کرنے کیطرف متحرک ہوگی مگر لازم ہے کہ جب یہ خیال دل مین آوے فورًا اوسکی تعمیل کر لیوے تعلل
نکرے اسلیے کہ شیطان ہر وقت مفلسی کا خوف دلاتا رہتا ہے اور خرچ سے روکتا ہے روایت ہے کہ
ابو الحسن بوشنگی ایک روز پاخانہ مین تھے اپنے ایک شاگرد کو بلا کر فرمایا کہ میرا کرتہ بدن مین سے نکال کر
فلان شخص کو دیدے اوسنے عرض کیا کہ آپ نے پاخانہ مین سے نکلنے تک کا صبر نفرمایا اونھون نے کہا کہ اسوقت
میرے دل مین آیا کہ کرتہ دیڈالون اور اپنے نفس سے یہ خوف تھا کہ کہین بدل نجاوے اسواسطے اسیوقت تعمیل
کی اور صفت بخل کی جبھی جاتی ہے جب بتکلف خرچ کیا جاوے جیسے کہ عشق جبتک نہین جاتا جب تک معشوق
پیش نظر رہتا ہے ہان اگر اوسکے مقام سے مفارقت اختیار کرے اور اس جگہ سے بتکلف ایک مدت صبر کرے تو
رفتہ رفتہ دلکو تسکین ہو جاوے گی جیسے مرنے سے ہو جاتی ہے اسی طرح جو شخص بخل کا علاج کیا چاہے تو
اوسکو یہی چاہیے کہ مال سے بتکلف علٰحدہ ہو جاوے یعنے اوسکو بالکل پھینک دے بلکہ محبت کے ساتھ رکھ چھوڑنے سے
یہ بہتر ہے کہ سبکا سب پانی مین ڈالدے اور ایک حیلہ بخل سے بچنے کا بڑا لطیف یہ ہے کہ نفس کو دھوکا دے

کہ دینے لینے سے تیرا نام نیک ہوگا اور سخی مشہور ہو جاوے گا پس اس بہانے سے بقصد ریا خرچ کرے
یہانتک کہ نفس پر بطیب خاطر صفت جود خرچ کرنا ناگوار نہ گذرے اس صورت میں یہ بات تو ہو گی کہ بخل کو دور کرکے
ریا میں مبتلا ہوگا مگر بعد کو پھر ریا کی طرف متوجہ ہو کر اوسکے علاج سے اوسکو دور کرنا چاہیے غرض کہ حصول
نام و شہرت نفس کے لیے مال کے جانے کے بعد تسکین کی چیز ہے جیسے لڑکے کو جب دودھ چھڑاتے ہیں تو چڑیوں
وغیرہ سے کھیل میں لگا دیتے ہیں کہ دودھ کو یاد نہ کرے یہ غرض نہیں ہوتی کہ اون کو ہمیشہ کو کھیلا کرے
بلکہ جب دودھ بھول جاتا ہے تو اوس کھیل کو بھی اوس سے علیحدہ کر دیتے ہیں اسی طرح ان صفات خبیثہ میں سے
کبھی بعض کو بعض پر مسلط کرکے تیزی ایک دوسرے کی کم کیجاتی ہے مثلا کبھی غضب پر شہوت کو مسلط کرکے
اوسکی تیزی توڑی جاتی ہے اور کبھی غصہ کو شہوت پر مسلط کرکے اوسکی حدت کم کیجاتی ہے الا یہ علاج ایسے ہی
شخص کے حق میں مفید ہے جسپر جاہ اور ریا کی محبت کی نسبت صفت بخل بہت غالب ہو کیونکہ اس صورت میں
جو صفت اسمیں قوی ہے اوسکو گویا ضعیف سے بدل دیا اگر دونوں برابر ہی ہوں گے تو کچھ فائدہ
نہیں اسلیے کہ ایک سے نکلے گا اور دوسرے میں پھنس جاوے گا اور پہچان اسکی یہ ہے کہ اگر خرچ
کرنا ریا کے لیے اسپر گران نہ معلوم ہوتا ہو تو جان لینا چاہیے کہ صفت ریا کا غلبہ ہے اور اگر ریا کے لیے بھی
خرچ دشوار معلوم ہوتا ہو تو بخل کا غلبہ ہے اس حال میں ضرور ہے خرچ کرنا چاہیے اور یہ جو مذکور ہوا
کہ یہ صفات ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں اوسکی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ مردے کے تمام
اجزا کیڑے ہو جاتے ہیں اور یوں مشہور ہے کہ یہ کیڑے ایک دوسرے کو کھا لیتے ہیں اور مرتے
ہوتے جاتے ہیں اور تعداد کم ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ اونمیں سے دو سب میں زبردست رہ جاتے ہیں پھر وہ بھی
آپس میں لڑتے ہی رہتے ہیں حتی کہ ایک غالب آکر دوسرے کو کھا کر موٹا ہوتا ہے مگر پھر خود بھی
بھوکا رہکر مر جاتا ہے اسی طرح ان صفات خبیثہ میں ممکن ہے کہ جو سی صفت ضعیف ہو اوسکو
دوسری کی غذا کرتے جاویں یہانتک کہ آخر کو ایک رہ جاوے پھر اس ایک کے دور کرنے کا
علاج یہ ہے کہ اوسکی غذا روک دی جاوے اور غذا کا روکنا ان صفات سے یہ ہے کہ اونکے
مقتضا کے موافق عمل نہ کیا جاوے یعنے جو باتیں کہ کوئی صفت خبیث چاہتی ہو وہ ہرگز نہ کرے جب
اس طرح اوسکا خلاف کیا جاوے گا تو خواہ مخواہ وہ صفت مضمحل ہو کر مر جاوے گی مثلا بخل کی صفت
مقتضا یہ ہے کہ مال کو روکیے اور خرچ نہ کیجیے پس جب آدمی اوسکے خلاف کرے اور نفس پر مجاہدہ کرکے
بار بار خرچ کرتا رہے تو بخل کی صفت مر جاوے گی اور صفت بذل طبعی ہو جاوے گی کہ پھر اوسمین
دشواری نرہے گی اس سے معلوم ہوا کہ بخل کا علاج دو چیزوں سے ہے ایک علم اور ایک عمل

علم سے غرض یہ ہے کہ آفت بخل کی اور جود و سخا کے فائدہ سے واقف ہو اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جود
اور داد و دہش بتکلف کرے یہانتک کہ مقصود کو پونچے لیکن صفت بخل بعض اوقات ایسی قوی ہوتی ہے
کہ آدمی کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ اوسکو اسکی آفت کچھ نہین سوجھتی نہ کچھ جود کا فائدہ معلوم ہو اور جب
معرفت ان دونون باتون کی نہوئی تو شوق کہان سے اوبھرے گا اسی لیے عمل اور دہش بھی میسر نہوگا
ایسی صورت مین یہ روگ ہمیشہ کو رہتا ہے جیسے وہ بیماری کہ جس مین دوا کی پہچان جاتی رہے اور نیز دوا کا
استعمال ممکن نہو تو بجز اسکے کہ موت تک صبر کیا جاوے اور کیا ہو سکتا ہے اور بعض شیوخ صوفیہ کا دستور
بخل کے علاج مین یہ تھا کہ اپنے مریدون کو کسی خاص زاویہ مین رہنے کا حکم نہین کرتے تھے بلکہ جب کسی مرید کو
دیکھا کہ یہ اپنے کونے اور زاویہ سے نہایت خوش ہے تو اوسکو دوسرے کونے مین بھیجدیا اور اوسکا گوشہ
مع اوسکی اشیا کے دوسرے مرید کے حوالہ کیا غرض جو کچھ کسی مرید کی ملک مین ہوتا اور اوسکو اوسپر
خوش پاتے فوراً اوسکو اوسکی ملک سے نکال لیتے مثلاً اگر کسی مرید کو دیکھا کہ وہ نیا کپڑا پہنکر یا مصلے عمدہ
بچھا کر اوسکی طرف التفات کرتا ہے تو وہ کپڑا یا مصلے دوسرے کو دلوا دیتے اور کوئی ایسا پرانا اوسکو
دیتے کہ اوسکا دل اوسکی طرف راغب نہو اس طرح سے البتہ دل دنیا کی سامان سے علیحدہ رہتا ہے پس جو
شخص یہ راہ نچلے وہ دنیا سے مانوس ہوگا اور اوسکو محبوب جاننے لگا اگر بالفرض اوسکے پاس ہزار چیزین
ہونگی تو گویا ہزار چیزین اوسکی محبوب ہین اس بنا پر جب ایک بھی اون مین سے چوری جاوے گی تو جسقدر
اس شخص کو اوس شی سے محبت تھی اوسی قدر مصیبت اوسپر پڑے گی اور مرنے پر تو ایکبار گی ہزار کی ہزار مصیبتین
ٹوٹ پڑین گی کیونکہ سبکے ساتھ محبت تھی اور وہ سب چھن گئین بلکہ زندگی مین بھی سبکے تلف اور ضائع
ہونے کا خوف بمنزلہ مصیبت کے رہتا ہے روایت ہے کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک فیروزہ کا
پیالہ جواہر سے مرصع پیش ہوا جسکا نظیر روے زمین پر کسی نے نہ دیکھا تھا بادشاہ نہایت خوش ہوا
اور ایک حکیم سے جو اوسکے پاس موجود تھا پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ کیسا ہے اوسنے کہا کہ میرے
نزدیک تو یہ مصیبت ہے یا محتاجی بادشاہ نے کہا کہ کس طرح حکیم نے کہا اگر یہ ٹوٹ جاوے تو ایسی
مصیبت ہے جسکا کچھ تدارک نہین اور اگر چوری جاوے اور پھر آپ کو اسکی حاجت ہو تو کبھی ایسا نملے
اور پہلے اس سے کہ یہ آپ کی خدمت مین نہین آیا تھا آپ کو کچھ خوف مصیبت و احتیاج کا نہ تھا
بعد چندے اتفاقاً وہ پیالہ ٹوٹ گیا یا چوری گیا بادشاہ کو نہایت رنج ہوا اور کہنے لگا کہ حکیم کا قول
درست تھا یہی اچھا تھا کہ وہ میرے پاس ہی نہ آتا ناحق مصیبت و رنج اوٹھانا پڑا یہی حال دنیا کے
تمام اسباب کا ہے اسلیے کہ وہ اعداء اللہ کی بھی دشمن ہے کہ اونکو آگ کیطرف لیجاتی ہے اور اولیاء اللہ کی

دشمن ہے کہ اوسکو اوسپر صبر کرنے کا غم رہتا ہے اور خدا کی بھی دشمن ہے کہ اوسکے بندوں کو اوسکا راستہ نہین چلنے دیتی اور رہزنی کرتی ہے بلکہ جو دانی بھی دشمن ہے کہ اپنے نفس کو کھاتی ہے مثلاً مال کی حفاظت خزانہ اور بیابانون سے ہوتی ہے اور خزانہ و پاسبان مال کے خرچ کرنے سے ہوتے ہین تو گویا دنیا کی حفاظت مین دنیا ہی جاتی ہے حتی کہ فنا ہو جاوے اور کچھ بھی نہ رہے اور جو شخص کہ مال کی آفت کو جانتا ہے اوس سے مانوس اور خوش نہین ہوتا اور نیز زائد از حاجت اوسمین سے نہین لیتا اور جو شخص مقدار حاجت پر قانع رہتا ہے وہ بخل نہین کرتا اسلیے کہ جسقدر اوسے اپنی حاجت کو رکھا ہے وہ تو داخل بخل نہین اور زائد از حاجت کی حفاظت کو خالی از منفعت سمجھکر دے ڈالتا ہے بلکہ اوسکا حال ایسا ہے جیسا کوئی شخص ندی کے کنارے کھڑا ہو کہ اوسکو پانی کے دینے مین کچھ دریغ نہیں ہوتا ایسا ہی یہ بھی مقدار حاجت سے زائد کے دینے مین تامل نہیں کرتا

گیارھوان بیان اون باتون کا جو آدمی کو مال کے باب مین ضروری ہین

یہ تو معلوم ہو چکا کہ مال ایک وجہ سے خیر ہے اور دوسری طرح سے شر اوسکی مثال سانپ کی سی ہے کہ منتر والا تو اوسکو اسواسطے پکڑتا ہے کہ اسمین سے زہر مہرہ نکالے اور غافل اگر پکڑ لیتا ہے تو اوسکے زہر سے ایسی طرح ہلاک ہو جاتا ہے کہ اوسکو خبر بھی نہیں ہوتی اور مال کے زہر سے کوئی شخص بچ نہین سکتا الا اوس صورت مین کہ ان پانچ باتون کو مد نظر رکھے **اول** یہ کہ مال کے مقصود کو پہچانے کہ یہ کسواسطے پیدا ہوا اور اسکی حاجت کیون ہوتی ہے اس بات کے جاننے سے بقدر حاجت ہی کسب معیشت کریگا اور اوسی قدر کی حفاظت اور ایسے لوگون کو جو استحقاق کی نسبت زیادہ لیا چاہتے ہیں ونکو اپنا مال نہ دیگا **دوم** یہ کہ آمدنی کی وجہ کو خیال مین رکھے کہ جو محض حرام ہو اوس سے اجتناب کرے اور جسمین غالبا حرام ہو اور کوئی وجہ مکروہ ہو اوس سے بھی پرہیز کرے مثلا کسی شخص مرتشی کا ہدیہ باعث مروت لی لینا یا سوال سے حاصل کرنا جو اسکے قائم مقام ہو **سوم** یہ کہ مقدار معیشت ملحوظ رہے کہ قدر واجب سے نہ زیادہ ہو نہ کم اور قدر واجب مقدار حاجت کا نام ہے اور حاجت تین چیزونکی ہوتی ہے خوراک پوشاک مکان اور ہر ایک کے تین درجے ہیں ادنی اور اعلی اور اوسط لیس جبتک کمی کی جانب مائل رہیگا اور حد ضرورت کے قریب رہے گا تو ہلکا اور سبک رہ کر بحوائے ع سبکساران مردم سبکتر روند کے نجات پاوے گا اور اگر مقدار مذکور سے تجاوز کرے گا تو ایسے گڑھے مین گرے گا کہ جسکے عمق کی کچھ انتہا نہین اور ہمنے ان درجات کی تفصیل باب زہد مین لکھی ہے **چہارم** مقامات خرچ کو لحاظ رکھے اور خرچ مین میانہ روی کرے کہ نہ اسراف ہو نہ حد سے زیادہ تنگی جیسا اول مذکور ہوا بلکہ جو

کمائی وجہ حلال کی ہے اور اسکو اوسی کے موقع پر خرچ کرے بے موقع نہ اوٹھا دے کیونکہ جیسا گناہ ناحق لینے مین ہے ویسا ہی ناحق اوٹھا دینے مین بھی ہے پنجم یہ کہ مال کے لینے اور چھوڑنے اور خرچ میں اسکے مین نیت درست رکھے یعنے جو مال حاصل کرے اوس مین نیت عبادت پر استعانت کی ہو اور جو مال ترک کرے اوس مین نیت زہد اور مال کی حقارت کی ہو اگر ایسا کرے گا تو مال کا ہونا اسکو ضرر نکرے گا اور اسی لیے حضرت علی رضنے فرمایا ہے کہ اگر آدمی تمام زمین کی چیزون کو لے لے اور نیت خدا ہی کے واسطے کی ہو تو زاہد ہی رہے گا اور اگر تمام چیزین زمین کی چھوڑ دے مگر نیت خدا واسطے کی نہو تو زاہد نہین ہوگا پس آدمی کو چاہیے کہ اپنی تمام حرکات و سکنات کو خدا کے واسطے منحصر کر دے یعنے حرکات و سکنات وہی کرے جو عبادت ہون یا عبادت پر معین و مددگار دیکھو عبادت سے سب مین زیادہ مبائن کھانا اور پاخانہ ہے مگر اون سے بھی عبادت پر اعانت ہوتی ہے پس اگر آدمی کھانا اور پاخانہ بہ نیت مدد عبادت کرے گا تو اوسکے حق مین عبادت لکھا جاوے گا اسی طرح جس چیز کی حفاظت کرنی پڑتی ہے مثلا کرتہ پاجامہ بچھونا برتن سب مین یہی نیت رکھنی چاہیے کیونکہ دین مین کبھی ان چیزونکی حاجت ہوتی ہے اور جو چیز حاجت سے زائد ہے اوسمین یہ نیت ہو کہ اوس سے کسی خدا کے بندے کا کام چلے اور اسی بنا پر اگر کوئی وقت حاجت کے ایسی چیز چاہے تو انکار نکرے جو آدمی ان باتونکو دستور العمل رکھے گا وہ وہ ہے کہ مار زہر سے اوسکا جوہر اور تریاق نکال لیا اور زہر پھینک دیا ایسے آدمی کو مال کی کثرت سے نقصان نہین لیکن یہ بات اوسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو دین مین پکا ہو اور علم دین سے بخوبی آگاہ اور جو آدمی ان پڑھ مال کے جمع کرنے مین یہ خیال کرے کہ جیسے بعض صحابہ رضغنی تھے اور اونکے پاس بہت سی دولت تھی ویسے ہی مین بھی مال جمع کرتا ہون تو ایسے شخص کا حال ایسا ہے جیسے کوئی لڑکا کسی بڑے منتر دان اپنے فن کے کامل کو دیکھے کہ اوسنے سانپ کو پکڑ لیا اور اوسکا جوہر نکال لیا اور دل مین جانا کہ اسنے سانپ کو اسی جہت سے پکڑ لیا کہ صورت و شکل اچھی تھی اور جلد نرم تھی آؤ مین بھی ایسا ہی کرون اوسکی دیکھا دیکھی یہ بھی سانپ پکڑے اور اوسی وقت لقمۂ اجل ہووے۔ ان دونون مین فرق یہی ہے کہ سانپ کا کاٹا ہوا معلوم ہو جاتا ہے کہ مر گیا مگر مال کا کاٹا مرا معلوم نہین ہوتا اور دنیا کی تشبیہ سانپ سے دیتے ہین جیسے اس شعر مین مترجم کے شعر ظاہر مین ہے نرم گو کہ دنیا ؎ پر اگلے ہے زہر جیسے کالا ؎ اور جس طرح پر کہ پہاڑون پر پھرنے اور دریاؤن کے کنارے پہ چلنے اور خاردار راہون مین گذرنے مین اندھا آدمی دیکھنے والے کی برابری نہین کر سکتا اسی طرح مال کے لینے مین عامی آدمی عالم کی برابری نہین کر سکتا

بارھوان بیان توانگری کی مذمت اور فقیری کی ثنا مین — معلوم کرنا چاہیے کہ لوگون کو اسبات مین
اختلاف ہے کہ شاکر توانگر کا رتبہ اعلی اور افضل ہے یا صابر فقیر کا اور اسکو ہم باب فقر اور زہد مین
لکھینگے اور تحقیق حق اوسمین کے اسباب جسمین استقصا لکھدیے ہین کہ غنا کی نسبت فی الجملہ فقر ہی افضل ہے اور زیادہ
تفصیل احوال کی طرف ملتفت نہیں ہوتے اور اس موقع پر فقر کی فضیلت مین وہ بات نقل کرتے ہین
جسکو حارث محاسبی رحمہ نے اپنے کسی رسالہ مین بجواب کسی عالم توانگر کے جسنے اپنے مال جمع کرنے کی
حجت صحابہ رض کی توانگری اور حضرت عبد الرحمن بن عوف کے مال کی کثرت بیان کی تھی اور اپنے آپ کو
صحابہ سے مشابہت دی تھی لکھا ہے اور حارث رحمہ علم معاملہ مین بہترین امت ہین عیوب نفس اور آفات
اعمال اور کنہ عبادات جتنی یہ لکھتے ہین اتنی اور کوئی نہین لکھتا اسی لیے لکھا اونکے کلام کا اس مقام پر
مصلحت ہے اول انھون نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہمکو یون پہونچا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے
برے علما کے حق مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے برے عالمو تم نماز پڑھتے ہو روزہ رکھتے ہو صدقہ
دیتے ہو مگر جس بات کا تمکو حکم ہے وہ نہین کرتے اور جو خود نہیں کرتے اوسکو لوگون کو سکھلاتے ہو
یہ نہایت برا ہے جو تم کر رہے ہو ظاہر مین تو منہ سے توبہ کرتے ہو اور باطن مین ہوائے نفس کے مطابق
عمل کرتے ہو یہ بات تمھارے کام نہ آوے گی کہ ظاہر کو پاک و صاف رکھو اور دل ناپاک رہین مین سچ کہتا ہون
کہ تم چھلنی کی طرح مت ہو جس مین سے اچھا آٹا نکل جاتا ہے اور بھوسی اوس مین رہ جاتی ہے اسی طرح تم ہو
کہ حکمت کی باتین تمھارے منہ سے نکلتی ہین مگر دلون مین کدورت بھری ہے اے دنیا کے بندو جو شخص
دنیا سے اپنی شہوت و رغبت منقطع نکرے گا وہ آخرت کس طرح پاوے گا بخدا کہ تمھارے دل تمھارے
اعمال سے روتے ہیں دنیا کو تو تم نے اپنی زبانون کے تلے کر رکھا ہے اور اعمال کو پاؤن تلے دنیا کی
بہتری آخرت کی بہتری سے تمکو زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے تم نے اپنی آخرت برباد کی پھر اگر جانو تو تم سے
زیادہ کونسا نقصان والا ہوگا تمھارا برا ہو کبتک اندھیرے مین چلنے والون کو راستہ بتاؤ گے اور خود
متحیرون کی طرح کھڑے رہو گے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم دنیا دارون سے دنیا اسی لیے چھوڑتے ہو
کہ سب دنیا تمھاری ہی جاگیر ہو نہین تو خود را فضیحت و دیگرے را نصیحت کیون کرتے ہو بس کرو اس سے
کچھ فائدہ نہین کہ گھر کی چھت پر چراغ رکھا جاوے اور اوسکے اندر ویسا ہی اندھیرا پڑا رہے اسیطرح
اگر نور علم تمھارے منہ سے نکلے اور دل ویسا ہی اندھیرے مین بیکار پڑا رہے تو کیا فائدہ اے دنیا کے بندو
تم پرہیزگار جیسے نہین ہو نہ آزاد بزرگون کے مانند ہو کیا عجب ہے کہ دنیا تمکو جڑ سے اوکھاڑ کر اوندھے
منہ ڈالدے اور اسی طرح گھسیٹنا شروع کر دے اور تمھارے گناہ تمھارے پیچھے بال پکڑے ہوئے ہون

اور علم پیچھے سے دھکے دیتا ہوا اور اس شان سے تمکو خدا کے سپرد کردین نہ کوئی ساتھی ہو نہ غمخوار نہ بدن پر کپڑی کا
کوئی تار پھر اوس بادشاہ بے پرواہ کے یہان سے تمھارے کردار کی سزا واقعی ملے انتہی بعد اسکے حارث رح
فرماتے ہین کہ بھائیو یہ حال بُرے عالمون کا ہے آدمیون مین شیطان اور باعث فتنہ یہی لوگ ہین
دنیا کی طمع مین اور اوسکی جاہ و رفعت کی حرص مین آخرت کو چھوڑ دیا اور دین کو ذلیل کیا یہ لوگ دنیا
مین بھی عار و ننگ کے باعث ہین اور آخرت مین تو خسارہ والون مین قطعی ہین مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے
فضل سے معاف کردے اور بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ جو شخص دنیا مین دوبارہ رہتا ہے اور اسی کو دین پر
اختیار کرتا ہے مین نے جو دیکھا تو اوسکی خوشی کدورت آمیز ہے طرح طرح کے رنج اور اقسام کے گناہ اوس سے
سرزد ہوتے ہین اور انجام کو بجز بربادی اور تباہی کے اور کچھہ نہین ہوتا دنیا دار کسی توقع مین خوش ہوتا ہے
مگر نہ دنیا ہی ملتی ہے نہ دین سلامت رہتا ہے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ
آہ اس سے بڑی مصیبت اور درد انگیز آفت کونسی ہوگی بھائیو اللہ کو دھیان کرو اور شیطان کے
فریب مین مت آؤ اور نہ شیطان کے دوستون کا دہوکا کھاؤ جو حجت باطل پر اڑے ہوئے اور دنیا کے
حاصل کرنے مین مستغرق ہین اور پھر اسکے لیے یہ عذر و حجت نکالتے ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس بھی بہت سا مال تھا ذکر صحابہ رض کا اسلیے کرتے ہین کہ لوگ اونکو مال کے جمع کرنے مین معذور جانین
حالانکہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جسکی اونکو خبر نہین ای کم بخت عبد الرحمن بن عوف رض کے مال کی حجت
پکڑنی تیرے لیے اچھی نہین شیطان تیرے ہلاک کرنے کے واسطے تیرے منہ سے یہ حجت نکلواتا ہے کیونکہ جب
تو یہ کہتا ہے کہ عمدہ صحابہ رض نے مال واسطے زینت اور اسراف اور کثرت کے جمع کیا تھا تو تو اون سرداران
کی غیبت کرتا ہے اور اونکے ذمہ بڑی بات لگاتا ہے اور جب تو نے یہ کہا کہ حلال مال کا جمع کرنا اوسکی
چھوڑنے کی نسبت افضل ہے تو گویا تو نے نسبت خطا اور جہل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیا
کی کہ اونھون نے ناحق زہد اختیار کیا یہ فضیلت و رتبہ جو تو نے مال کے جمع سے بیان کیا یہ اونکو نسوجھا
تیری طرح وہ بھی مال جمع کرتے اور اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تیرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے امت کی خیرخواہی نکی یعنی آپ نے مال کے جمع کرنے سے منع فرمایا حالانکہ تیرے عندیہ مین مال کا جمع ہونا امت کے
حق مین زیادہ اچھا ہے پس گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دھوکا دیا کہ بہتر بات نسکھائی بخدا یہ
تیرا قول سراسر لغو ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے خیرخواہ اور مشفق اور رؤف تھے علاوہ اسکے
جب یہ کہو کہ مال کا جمع کرنا افضل ہے تو اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تیرے نزدیک خدای تعالے نے اپنے
بندون پر کچھہ توجہ نہین فرمائی کہ اونکو مال کے جمع کرنے سے منع کردیا یا خدای تعالے کو یہ معلوم نہوا کہ فضیلت

مال کے جمع کرنے میں بڑی ہی واسطے ادا سنگی میں تنگی کردی اور تجھکو تو مال کی خیر نفسل کا وقوف بخوبی ہو گیا ہے
اسی لیے دولت کو بڑھاتا چلا جاتا ہے گویا خدا کی نسبت تجھکو زیادہ تصور مواقع خیر و فضیلت کے بیجا ہے کا
ہے سبحان اللہ میں الگ جدا ایسے جہل سے پناہ دیکر دیتا ہوں تو سوچ کہ صحابہ رضہ کے مال سے حجت پکڑنا شیطان کا
فریب ہے اور عبدالرحمن بن عوف رضہ کے مال سے حجت پیش کرنی تیرے کیا معیب ہے قیامت میں ہی
خود چاہیں گے کہ دنیا میں سے اگر مجکو بقدر بسر اوقات ہی ملتا تو خوب ہوتا اور مجکو یہ روایت پہونچی ہے
کہ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ کی وفات ہوئی تو بعض صحابہ رضہ نے مذکور کیا کہ ہمکو حضرت عبدالرحمن رضہ
کے اوپر نہایت خوف ہے کہ اونھوں نے یہ کچھ چھوڑا حضرت کعب نے فرمایا کہ سبحان اللہ عبدالرحمن کے مال سے
کیا خوف ہے مال طیب کمایا اور طیب طور پر خرچ کیا اور پاک کمائی چھوڑ مرے یہ قول کعب کا حضرت ابوذر
غفاری رضہ سے کسی نے جا کہا وہ بیتاب کھا کر اونکی تلاش میں نکلے اور ایک بالون کی ہڈی ہاتھ میں لیکر اونکو ڈھونڈھنے
لگے جب اونکو خبر ہوئی وہ بھاگ کر حضرت عثمان رضہ کے پاس گئے اور اون سے سب ماجرا بیان کرکے پناہ
چاہی حضرت ابوذر رضہ بھی اونکے قدم کا سراغ لیتے ہوئے حضرت عثمان رضہ کے گھر آگئے اونکو دیکھتے ہی
کعب حضرت عثمان رضہ کے پیچھے جا بیٹھے حضرت ابوذر رضہ نے اونکی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ای یہودی بچے
تیرا قول تھا کہ عبدالرحمن بن عوف نے جو مال چھوڑا کچھ مضائقہ نہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز
جبل احد کیطرف نکلے میں ہمرکاب تھا مجکو پکارا کہ اباذر میں نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے
ارشاد فرمایا اَلْاَكْثَرُوْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ
وَقُدَّامِهٖ وَخَلْفِهٖ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ پھر آپ نے میرا نام پکارا اور میں نے لبیک عرض کیا آپ نے
ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر خزانہ ہو کہ اوسکو اللہ کے رستے میں خرچ کروں لیکن
مرنے کے دن اسقدر میں سے دو جو کے برابر بھی میرے بعد رہے گا تو مجکو اچھا نہیں معلوم ہوتا میں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ یا دو ڈھیر بچ رہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ دو حبے بچ رہیں پھر فرمایا کہ میں تو
کم کہتا ہوں اور تو بہت کہتا ہے انتہی اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرماتے ہیں اور تو یہودی بچے
عبدالرحمن بن عوف رضہ کے مال چھوڑنے میں مضائقہ نہیں بتلاتا تو جھوٹا ہے اور جو ایسے کہے وہ بھی جھوٹا
ہے پس اس بات کا حضرت ابوذر رضہ کو کسی نے کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ اوٹھکر نکل آئے اور نیز ہمکو یہ خبر بھی
پہونچی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ کے اونٹ یمن سے آئے مدینہ منورہ میں ایکبارگی دھوم دھام ہو
گیا حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ یہ کیا غل ہے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت عبدالرحمن رضہ کے اونٹ
آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ و رسول نے سچ کہا ہے یہ خبر حضرت عبدالرحمن رضہ کو پہونچی اونھوں نے

حضرت عائشہ رضہ سے اس حدیث کو پوچھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
فرماتے تھے کہ میں نے جنت میں دیکھا کہ مہاجرین اور مسلمانوں میں سے فقیر لوگ خوب دوڑتے چلے جاتے ہیں
اور توانگروں میں سے میں نے انکے ساتھ کسی کو جنت میں جاتے نہیں دیکھا مگر البتہ عبدالرحمن بن عوف
انکے ساتھ جنت میں جاتا تھا مگر گھٹنیوں چلتا تھا حضرت عبدالرحمن رضہ نے یہ حدیث سنکر فرمایا کہ یہ اونٹ
مع انکے بوجھ کے سب خیرات ہیں اور جو غلام انپر نوکر ہیں وہ بھی میں نے آزاد کیے شاید فقراء کے ساتھ
میں بھی دوڑکر جنت میں جاؤں اور ایک روایت ہمکو یہ پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن
بن عوف رضہ کو فرمایا کہ میری امت کے توانگروں میں سے تم اول جنت میں جاؤگے مگر غالباً گھٹنیوں کے بل
داخل ہوگے پھر اے کم بخت اب تو اپنے مال کی حجت بتا حضرت عبدالرحمن بن عوف باوجود فضل اور
تقوے اور احسان اور بذل اموال براہ خدا اور صحبت رسول مقبول اور بشارت جنت کے قیامت کے میدانوں میں
اور اوسکے اہوال میں اون سے مال کی بدولت رکے رہینگے جسکو بوجہ حلال کمایا کہ حاجت سوال کی نہ پڑے
اور اس سے سلوک لوگوں کے ساتھ کرتے رہے اپنے تن بدن پر میانہ روی کے ساتھ خرچ کیا اور اللہ کی راہ
میں بہت سا دیدیا تاہم جنت میں فقراء مہاجرین کے ساتھ دوڑکر نجا سکینگے بلکہ انکے پیچھے گھٹنیوں چلینگے
جب انکا یہ حال ہو تو ہم سے لوگ جو دنیا کے شغل میں ڈوبے ہوئے ہیں کیا حال ہوگا اور زیادہ تر تعجب یہ ہے
کہ تو ہمیشہ مال مشتبہ اور حرام پر گرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ اس ہاتھ کے میل کے واسطے سینہ زوری کرتا رہتا ہے
اور شہوات اور زینت اور مباہات اور طرح طرح کے مکروہات میں پھنسا رہتا ہے اور یہی الٹ پھیر کرتا رہتا ہے
پھر عبدالرحمن رضہ کے مال کی حجت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صحابہ رضہ نے جو مال جمع کیا تھا اس لیے میں نے بھی
کیا گویا اپنے آپکو پانچوں سواروں میں سلف کے ساتھ جانتا ہے یہ نہیں معلوم کہ یہ قیاس شیطانی ہے
وہ اپنے دوستوں کو ایسے ہی احکام سوجھاتا ہے اب میں تجھے تیرا حال اور صحابہ و سلف کا احوال کہتا ہوں
تاکہ تجکو اپنی فضیحت اور صحابہ و سلف کی فضیلت معلوم ہو جاوے پس جاننا چاہیے کہ بعض صحابہ رضہ کے پاس جو
مال تھا تو سوال نکرنے اور خدا کی راہ میں دینے کی غرض سے تھا اون لوگوں نے وجہ حلال سے کمایا اور
مال طیب ہی کھایا اور نفقہ متوسط درجے کا کرتے رہے آگے کے واسطے اپنا سامان کرگئے اور دنیا میں
کسی کا حق نہیں مارا نہ مال سے بخل کیا بلکہ زیادہ حصہ اپنے مال کا خدا کے واسطے دیڈالا اور بعض صحابہ نے
بالکل ہی دیڈالا اکثر سختی کے وقت میں واسطے خدا کے کام کو اپنے نفس پر ترجیح دی اب میں تجھ سے
پوچھتا ہوں کہ تو بھی کیا ایسا ہی ہے نہیں ویسا کیوں ہونے لگا تھا ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک
علاوہ اسکے بہترین صحابہ رضہ کا یہ دستور تھا کہ مسکنت دوست تھے اور خوف فقر سے مامون رزق کے

اسباب میں اللہ پر متوکل اور تقدیر الٰہی سے خوش اور بلا پر راضی اور نعمت میں شاکر اور صبر میں صابر اور راحت
میں تماحوان خدا کے واسطے تواضع کرتے اور تعلی اور فخر سے علیحدہ رہتے دنیا میں سے بقدر مباح کے
اور کچھ لیا مدام قدر حاجت پر راضی رہے دنیا پر لات ماری اسکے مصائب پر صبر کیا اور اسکی تلخی کو پیا اور
اسکے نعمت کو چھوڑ دیا اب کہو تم بھی ایسے ہی ہو اسکے سوا اونکا یہ دستور تھا کہ جب بیماری آتی تو رنج
وغم کر کے کہتے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی گناہ کا عذاب خدا تعالے نے دنیا ہی مین بھیجا یعنی دنیا
کے آنے کو وبال سمجھتے تھے اور جب فقر کو آتا دیکھتے تو کہتے کہ خوب ہوا یہ شعار نیک بندون کا ہمکو ملا
چنانچہ روایت ہے کہ بعض اکابر سلف جب صبح کو اپنے گھر مین کچھ دیکھتے تو رنجیدہ اور ملول ہوتے
اور جب کچھ نہوتا تو ہشاش بشاش ہوتے کسی نے اونسے پوچھا کہ خلق کا تو یہ دستور ہے کہ نہونے کی
صورت مین غم اور ہونے کی حالت مین خوشی کرتے ہین اور تمھارا حال اسکے عکس ہے اسکی کیا وجہ ہے
اونھون نے فرمایا کہ باعث یہ ہے کہ جب مین صبح کو اوٹھکر اپنے اہل عیال کے پاس کچھ نہین دیکھتا تو خوش
ہوتا ہون کہ آج پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوئی اور جب میرے عیال کے پاس
کچھ ہوتا ہے تو مجھے رنج ہوتا ہے کہ اقتداے آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوا اور سنتے ہیں کہ اون لوگون کا
یہ دستور تھا کہ جب اونکو کوئی صورت رفاہ اور آسایش کی معلوم ہوتی تو غم اور خوف کرتے اور کہتے کہ ہمکو
دنیا سے کیا سروکار ہے یہ جو ہمارے پاس آئی معلوم خدا تعالے کو کیا منظور ہے اور جب اون پر
کوئی مصیبت آتی تو خوش ہوتے کہ ہان اب خدا نے ہماری خبر لی غرض کہ سلف کا حال اسطرح تھا
جیسے تو کچھ کم ہی لکھا ہے اونکے فضائل بحد و شمار ہین آپ تو فرماوین کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے وہ لوگ
گذرے ہین معاذ اللہ تم ویسے کیون ہونے لگے اپنے حال کو اگر دیکھو تو بالکل اونکے حال کے برعکس ہے
تمھارا حال یہ ہے کہ توانگری مین طغیانی کرتے ہو اور ارزانی مین تبختر کرتے ہو خوشحالی کے وقت اکڑتے ہو اور منعم
حقیقی کے شکر سے غافل ہو جاتے ہو مصیبت کے وقت غصہ آتا ہے اور مفلسی مین ناامید ہو جاتے ہو
اللہ کے احکام پر راضی نہین ہوتے بلکہ فقیری کو برا جانتے ہو اور مسکنت سے ننگ کرتے ہو مسکنت کہ
سبب تمام پیغمبر و مرسلین فخر کیا کرتے تھے تمکو اونکے فخر کی چیز بری معلوم ہوتی ہے ناداری کے خوف سے
مال جمع کرتے ہو اس مین بھی خدا تعالے پر بدگمانی ہوتی ہے اور اوسنے جو روزی پہونچانے کی ضمانت
کی ہے اوس پر قلت یقین لازم آتی ہے اتنا گناہ کیا تھوڑا ہے بلکہ ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مال اسی لیے جمع
کرتے ہو کہ دنیا کے لذات اور شہوات اور طمطراق حاصل ہون حالانکہ یہ حدیث ہمکو پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین غذوا بالنعیم ونبتت علیہ اجسامهم اور یہ بھی روایت پہنچی ہے

کہ بعض علمانے یون ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کو کچھ لوگ اپنی نیکیان طلب کرینگے تو اون سے کہا جائیگا اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا تمکو یہ خبر نہین کہ دنیا کی نعمت کے سبب آخرت کی نعمت سے محروم رہ گئے اس سے زیادہ اور کونسی حسرت اور مصیبت ہوگی اور عجب نہین کہ تم فخر و تکبر اور اظہار کثرت اور زینت دنیاوی کے لیے دولت جمع کرتے ہو حالانکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو کوئی مال تفاخر اور تکاثر کے لیے جمع کرتا ہے خدا کے پاس ایسے حال مین جاتا ہے کہ اللہ تعالے اوسپر غضبناک ہو مگر تمکو خداے تعالے کے غصہ کی کچھ پروا نہین کہ اتنی اکڑ پھون اس مال سے کرتے ہو شاید خداے تعالے کے پاس جانے سے تمکو دنیا مین رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے اسی لیے دیدار الہی برا جانتے ہو حالانکہ خداے تعالے خود تمھاری صورت سے ناراض ہے اور تمکو خبر نہین دنیا کی اگر کوئی چیز تم سے فوت ہوجاتی ہے تو اوسپر رنج کرتے ہو اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَنْ اَسِفَ عَلٰى دُنْيَا فَاتَتْهُ اِقْتَرَبَ مِنَ النَّارِ مَسِيْرَةَ سَنَةٍ لیکن تمکو اسکی پروا نہین کہ اس چیز پر افسوس کرنے سے قرب عذاب ہوگا بلکہ کیا عجب ہی کہ دنیا کی توقیر کے باعث کبھی تم دین سے بھی خارج ہوجاتے ہو دنیا کے آنے سے ہشاش بشاش ہوتے ہو یہ خبر نہین کہ حدیث شریف مین وارد ہے مَنْ اَحَبَّ الدُّنْيَا وَسُرَّ بِهَا ذَهَبَ خَوْفُ الْاٰخِرَةِ مِنْ قَلْبِهٖ اور بعض علما کا قول ہے کہ دنیاوی چیزون کے جانے پر افسوس کرنے سے اور اونکے آنے پر اظہار خوشی سے آدمی سے حساب لیا جاوے گا تمھارے دل سے خوف الہی جاتا رہا دنیا پر کیسے خوش ہو اوسکے لیے دین کی نسبت بہت زیادہ مشقت اوٹھاتے ہو اور کچھ بعید نہین کہ گناہون کی مصیبت تمکو بہ نسبت دنیا کے گھٹ جانے کے ہلکی معلوم ہوتی ہو تمکو مال کے جانے کا خوف زیادہ ہے اور گناہون کا کم جو کچھ اس ہاتھ کے میل مین سے لوگونکو دیتے ہو وہ بھی بہ قصد رفعت اور برتری دیتے ہو یہ چاہتے ہو کہ مخلوق راضی رہے اور میری تعظیم و تکریم کرے گو خداے تعالے ناراض ہو یعنی قیامت مین خداے تعالے کا تمکو حقیر جاننا بہ نسبت لوگون کے حقیر جاننے کے آسان معلوم ہوتا ہے اپنی خطائین لوگون سے چھپاتے ہو اسکی پروا نہین کہ خداے تعالے کو انکا علم ہے گویا خدا کے سامنے فضیحت ہونا لوگونکے سامنے کی فضیحت سے آسان ہے تو لوگون کی قدر تمھارے نزدیک خدا سے بڑھکر معلوم ہوتی ہے معاذاللہ منہا۔ جب اتنے عیب تم مین ہین اور ایسے نجاسات مین آلودہ ہو تو پھر کیسے عاقلون کے سامنے بولتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمارا مال بھی صلحا کا سا مال ہے اللہ اللہ کہ مکس را بہر طاؤسی نزاد خود زغن را افر عنقائی نداد خدا تم کہان اور وہی لوگ کہان وہ لوگ حلال مین اتنا زہد کرتے تھے کہ تم سے حرام مین بھی

نہیں ہوتا جس چیز کو تم لا باس بہ تصور کرتے ہو وہ اونکے نزدیک مہلکات میں گنتے اور سچ اگر کبھی صغیرہ بھی
ہوجاتا تو اوسکو اتنا بڑا جانتے تھے کہ تم کبیرہ کو بھی نہیں جانتے اگر تمھارا مال حلال اور طیب ہے اونکے
مال مشتبہ جیسا ہوتا تو کیا کہنا تھا اور کاش تم اپنی برائیوں ہی سے اوتنا ڈرتے جتنا وہ اپنی بھلائیوں کے
نہ قبول ہونے سے ڈرتے تھے یا تمھارا روزہ اونکے افطار کے مثل ہوتا یا تمھاری مشقت عبادت میں
اونکی سستی اور خواب کے برابر ہوتی یا تمھاری تمام نیکیاں اونکی ایک ہی نیکی کے برابر ہوتیں ایک روایت
میں ہے کہ بعض صحابہ رضہ نے فرمایا کہ جسقدر دنیا صاحب یقین سے فوت ہوجاتی ہے اور علیحدہ رہتی ہے
اوسی قدر اونکے حق میں غنیمت شمار ہوتی ہے پس جو شخص ایسا نہو وہ اونکا ساتھی نہ دنیا میں ہے
نہ آخرت میں ــ اب دیکھنا چاہیے کہ دونون فریقون میں کتنا فرق ہے ایک فریق تو صحابہ رضہ ہیں
کہ خداے تعالے کے نزدیک علو مرتبہ رکھتے ہیں اور ایک فریق تم جیسے ہیں کہ اسفل مرتبہ رکھتے ہیں مگر یہ
کہ خداے تعالے اپنے کرم سے معاف فرماوے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اے مغرور یہ جو تیرا قول ہے کہ مال
کے جمع سے ہماری غرض اقتداء صحابہ رضہ ہے کہ حاجت سوال کی ہو اور خدا کی راہ میں دیوین تو اس
بات کو تو سوچنا چاہیے کہ جیسا اون لوگون کے وقت میں حلال میسر تھا اس زمانہ میں ہے یا نہیں علیٰ ہذا جسقدر
احتیاط طلب حلال میں وہ لوگ کرتے تھے ویسی تجھسے ہو سکتی ہے یا نہیں تجکو بعض صحابہ رضہ کا قول یون
پہنچا ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ ہم وجہ حلال کے ستر راستے اس لیے چھوڑدیتے تھے کہ کہین ایسا نہو کہ
حرام میں پڑجاوین بس کیا تو بھی اپنے نفس سے ایسی ہی احتیاط کی طمع رکھتا ہے بخدا تجکو تجھسے ہرگز یہ
توقع نہیں کہ اتنی احتیاط کرے ــ یہ یقینا جان لے کہ مال کا جمع کرنا سلوک و افعال نیک کے لیے شیطان کا
ایک فریب ہے تاکہ سلوک و احسان کے بہانے سے تجکو شبہات کے کمانے میں ڈالدے جس میں حرام مخلوط
رہتا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص شبہات پر جرات کرتا ہے قریب ہے کہ حرام میں واقع ہوجاوے
اے مغرور کیا تجکو یہ نہیں معلوم کہ شبہات کی چیزون کو خدا کے رستے میں دینے کی بنسبت یہ امر بہتر ہے
کہ شبہات میں مبتلا ہونے سے ہمیشہ ڈرتا رہے تاکہ خداوند کریم کے سامنے قدر و مرتبہ افضل و بلند ہو چنانچہ
بعض علماء کا قول ہے کہ اگر آدمی ایک درم چھوڑدے اس خصوصیت سے کہ شاید حلال نہو یا مرا سکے حق میں
بنسبت ہزار اشرفیون کی خیرات کے بہتر ہے جو شبہ سے کمائی ہون اور معلوم نہو کہ حلال ہیں یا نہیں اب
اگر تیرے گمان میں یہ ہو کہ میں بڑا متقی ہون مجکو شیطان دھوکا نہیں دے سکتا میں شبہات میں مبتلا نہیں
ہوسکتا اور مال وجہ حلال ہی سے جمع کرتا ہون تاکہ خدا کے راستے میں دون تو ہم کہتے ہیں کہ اگر بالفرض تو
ایسا ہی متقی ہے تب بھی قیامت کا حساب اپنے اوپر رکھنا چاہیے کہ بہترین صحابہ رضہ سوال روز قیامت سے

خوف کیا کرتے تھے چنانچہ بعض صحابہ رض سے منقول ہے کہ انھون نے فرمایا کہ اگر مین ہزار اشرفیان وجہ حلال سے
ہر روزہ کماؤن اور اونکو خدا کی راہ مین لٹاؤن اور اس خیرات سے میری جماعت کی نماز مین کبھی فتور نہ پڑے
تب بھی مجھکو ایسی خیرات اچھی نہین معلوم ہوتی لوگون نے اسکا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ حالت ناداری مین
قیامت کے سوال سے غنی ہون اغنیا سے سوال ہوگا کہ اے بندے کہان سے تو نے پیدا کیا اور کہان خرچ
کیا بس دیکھیہ کہ متقی یہ لوگ تھے اسلام کے سبب ایسی تو انگری انکو حاصل تھی کہ باوجودی کہ حلال اونکے پاس
موجود تھا تاہم حساب کے خوف سے مال کو ترک کیا کہ کہین اسکی نیکی سے بدی نہو سے اور تو تو ردی و نکمے
لوگون مین سے ہے وجہ حلال اس زمانہ مین مفقود ہے کہ اس ہاتھ کے میل پر پسینہ زوری کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ
مین مال وجہ حلال سے جمع کرتا ہون حلال کہان ہے جسکو تو جمع کرتا ہے اور اگر بر تقدیر حلال تیرے
پاس موجود ہے تو تجھکو کیا یہ خوف نہین کہ تو انگری کی حالت مین تیرا دل اور کا اور ہو جاوے بعض صحابہ رض
جب بوجہ ارث اونکو مال پہونچتا تو اوسکو نہ لیتے اس خوف سے کہ کہین دل مین تغیر و فساد نہ آجاوے تو کیا
اپنے دل کو صحابہ رض کے دل سے بھی متقی تر سمجھتا ہے کہ کسی حال مین امر حق سے تجاوز نکرے گا اگر یہ گمان ہے
تو اپنے نفس امارہ پر خوب حسن ظن ہے ہم صرف براہ نصیحت کہتے ہین کہ تجھکو مقدار حاجت پر قناعت
کرنی چاہیے اور اعمال خیر کے لیے مال جمع کر کے حساب کے واسطے متعرض ہونا چاہیے کہ حدیث شریف مین
وارد ہے مَن نُوقِشَ فِي الحِسَابِ عُذِّبَ اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کو ایک شخص پیش کیا جاوے گا
جسنے مال حرام سے جمع کیا ہوگا اور حرام ہی مین اوٹھایا ہوگا اوسکو حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ اور
ایک شخص ایسا سامنے کیا جاوے گا کہ وجہ حلال سے مال کمایا اور حرام مین اوٹھایا اوسکو بھی دوزخ
مین ڈالنے کا حکم ہوگا اور ایک شخص ایسا لایا جاوے گا جسنے وجہ حرام سے کمایا اور امور حلال مین
اوٹھایا وہ بھی دوزخ مین جانے کا حکم پاوے گا اور ایک شخص حاضر کیا جاوے گا جسنے حلال ہی سے کمایا
اور حلال ہی مین اوٹھایا اوسکو حکم ہوگا کہ توقف کر شاید تو نے مال کی طلب مین کسی دوسرے
فرائض مین قصور کیا ہو مثلاً نماز کو ٹھیک وقت پر ادا نکیا ہو یا اوسکے رکوع و سجود و وضو مین کوتاہی
کی ہو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے کمایا اور وجہ حلال ہی مین خرچ کیا اور تیرے
فرائض مین سے بھی کوئی شی تلف نہین کی حکم ہوگا کہ شاید تو نے مال کی جہت سے تکبر کیا ہو یا سواری
و کپڑے مین فخر جتلایا ہو عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے نہ تکبر کیا اور نہ فخر ظاہر کیا حکم ہوگا کہ شاید
جن لوگون کا حق مین نے تیرے ذمہ کیا تھا اونکا حق تجھکو تو نے دبا لیا ہو اور ذوی القربی اور یتیمون
اور مساکین اور مسافرین کو نہ دیا ہو عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے حاصل کیا اور اوسی مین

خرچ کیا اور کوئی تیرا فرض ضائع نہین کیا اور تکبر و فخر بھی نہیں کیا اور کسی کا حق دبا یا پھر وہ سب لوگ یعنے رشتہ دار اور یتیم اور مساکین و مسافرین اون سے اگر خصومت کرین گے کہ الٰہی تو نے اوسکو مال دیا اور غنی بنایا اور ہمارے دینے کا حکم فرمایا اور ہمارا مددگار کیا تو اگر اسنے اونکو دیا تھا اور باوجود اسکے فرائض مین بھی قصور نہین کیا اور نہ تکبر کیا پھر بھی حکم ہوگا کہ تو توقف کر اور جو جو نعمت مین نے تجکو دی تھی کھانے کی یا پینے کی یا نعمہ یا لذت کی سبکا شکر پیش کر اسی طرح سے پرسش ہوتی رہے گی۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ جب شخص مذکور جسنے وجہ حلال ہی سے کمایا اور اوسی مین اوٹھایا اور تمام حقوق و فرائض کو بخوبی ادا کیا اوس سے اسقدر حساب لیا جاوے گا تو ہم جیسے لوگون کا کیا حال ہوگا کہ ہمہ تن دنیا کے فتنون اور اوسکے شبہات اور ریت و شہوات مین ڈوبے ہوئے ہین سائی کم بخت انھین سوالون کی جہت سے متقی دنیا مین آلودہ نہیں ہوتے اور مقدار ضرورت پر راضی ہوکر انواع و اقسام کے اعمال نیک بہت سے کسب مال سے کرتے ہین تیرے لیے اونکی اقتدا موجود ہے اونکی پیروی کرنی چاہیے اگر یہ امر منظور نہو اور یہی خیال ہو کہ مین سب سے زیادہ متقی ہون اپنی دانست مین مال بھی حلال سے حاصل کیا ہی تا بعرض کے کسی کا محتاج نہون اور خدا کی راہ مین خرچ کرون اور خرچ مین کسی طرح کا حق ذمہ نہین رہتا اور مال کے سبب سے کبھی تغیر نہین آتا خدا کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور خداوند کریم میرے ظاہر و باطن سے ناراض نہین اگرچہ یہ تصور ہے گو اسطرح کا ہونا ممکن نہین تب بھی یہی چاہیے کہ مقدار ضرورت پر کفایت کرے اور مالدارون سے سوال قیامت مین علیحدہ رہے اور اول ہی قافلہ کے ساتھ زمرۂ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہو مال کی جہت سے نہ جلس ٹھیرے تو نہ سوال کی نوبت پوچھے نہ حساب دینا پڑے اور حساب مین یا تو نجات ہے یا آفات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقیر مہاجرین جنت مین اغنیا کی نسبت پانسو برس پہلے داخل ہونگے اور ایک حدیث مین یون ہے کہ فقرای مومنین جنت مین اغنیا کی نسبت اول داخل ہوکر کھاوینگے اور مزے کرینگے اور اغنیا کا یہ حال ہوگا کہ گھٹنون کے بل جھکے ہونگے اللہ تعالیٰ اونکو ارشاد فرماوے گا کہ میرا مطالبہ تمھین سے ہے تم لوگون کے حاکم اور بادشاہ تھے بتلاؤ کہ جو کچھ مین نے تمکو دیا اوسمین تم نے کیا کیا۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ میرے پاس اگر عمدہ چوپائے ہون مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اونکی جماعت کے ساتھ اول قافلہ مین نہون تو ایسا مال مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا بھائیو ایسی بات مین کوشش کرو جس سے ہلکے پھلکے زمرۂ انبیا علیہم السلام مین داخل ہو اور اس بات سے ڈرو کہ کہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہوکر پیچھے رہ جاؤ جیسے متقی ڈرتے رہتے ہین اور مجکو یہ روایت بھی پہونچی ہے کہ بعض صحابہؓ کو پیاس لگی آپ نے پانی مانگا لوگ

انکے لیے شہد کا شربت لائے جب آپ نے اوسکو چکھا تو آنسوون سے ہچکی بندھگئی خود بھی روئے اور اورونکو بھی رولایا پھر منہ سے آنسو پونچھکر چاہا کہ کچھہ کلام کرین پھر رونا شروع کیا جب کثرت سے روئے تو لوگون نے پوچھا کہ کیا اسی شربت کے باعث سے آپ روتے ہین فرمایا کہ ہان ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر تھا اور حجرۂ شریف مین سوا میرے آپ کے ساتھ کوئی نتھا اتنے مین آپ نے فرمانا شروع کیا کہ مجھسے الگ رہ مین نے عرض کیا کہ میرے مادر وپدر آپ پر قربان ہون مین تو آپ کے سامنے کسی کو نہین دیکھتا آپ کس سے مخاطب ہین آپ نے فرمایا کہ دنیا نے اسوقت میرے پاس اپنی گردن اور سر بڑھاکر کہا کہ مجکو لے لو مین نے اوس سے کہا کہ مجھسے الگ ہو اوسنے جواب دیا کہ ای محمد اگر تم مجھسے بچ رہو گے تو تمھارے بعد کے لوگ مجھسے نہ بچین گے تو مجکو یہ خوف ہی کہین اس شربت کے پینے سے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہو جاؤن۔ بھائیو خیال یہ لوگ تھے کہ اس خوف سے کہ شربت حلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نکردے روتے تھے اے کم بخت تو تو انواع واقسام کی نعمت اور شہوات مین مبتلا ہے اور کمائی بھی خالی حرمت اور شبہ سے نہین تجکو خوف علیحدگی کا اوس حبیب پاک سے نہین تف ہے تجھپر کتنا بڑا جاہل ہے کہ اگر قیامت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تو وہ اہوال دہشت مین دیکھیگا جنسے فرشتے اور انبیا فریاد کرینگے اور اگر اب کوشش مین قصور کرے گا تو پھر اون کے ساتھ ملنا دشوار ہے اور اگر تجکو مال کی کثرت منظور ہے تو سخت حساب کے لیے صبر کرنا پڑے گا اور اگر مقدار قلیل پر قانع نہوگا تو مدت تک میدان قیامت مین ٹھہرنا اور آہ و نالہ کرنا پڑیگا اگر پیچھے رہنے والون کے احوال سے راضی ہوگا تو اصحاب یمین اور رسول رب العالمین سے علیحدہ رہیگا اور دار نعیم وخلد برین مین دیر کر کے پہنچے گا متقیون کے حال کے خلاف اگر کریگا تو اہوال روز حشر مین مرے گا اسکو خوب سوچ سمجھ لینا چاہیے پھر اگر یہ خیال ہو کہ مین بھی مثل سلف صالحین کے ہون کہ قدر قلیل پر قانع ہون اور حلال کا طالب مال کا دینے والا اپنے نفس پر ایثار کرنے والا فقر سے ڈرتا نہین نہ کل کے واسطے کچھہ جوڑتا ہون تکاثر اور غنی کو برا جانتا ہون اور فقر اور بلا پر راضی قلت اور مسکنت سے خوش ہون اور فروتنی و ذلت کو اچھا سمجھتا ہون اور علو ورفعت کو برا اپنے کام مین پکا ہون راہ راست سے میرا دل پھرتا نہین اپنے نفس کو صرف اللہ کے واسطے روکے رہتا ہون اور سب کامون مین مرضی الہی مقدم جانتا ہون اور مجھہ جیسا متقی سوال وحساب کے جھگڑے مین توقف نکرے گا میر جمع کرنا مال کو صرف خرچ

فی سبیل اللہ کے لیے ہے تو کم بخت ذرا تو غور کر کیا تجھے یہ نہیں معلوم کہ مال کا شغل نہ رکھنے اور
ذکر اور فکر اور عبرت کے لیے دل کے فارغ رہنے سے دین زیادہ بچا رہتا ہے اور حساب مین
آسانی ہوتی ہے سوال خفیف ہوتے ہین قیامت کے اہوال سے امن ہوتا ہے ثواب بہت سا
ملتا ہے خدا کے نزدیک مرتبہ نہایت زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض صحابہ رض سے مروی ہے کہ انھون
نے یہ حدیث نقل فرمائی کہ اگر ایک آدمی گودبن اشرفیان لیکر تقسیم کرے اور دوسرا اللہ تعالے کا
ذکر کرے تو ذاکر بہ نسبت اول شخص کے افضل ہوگا۔ اور بعض علما سے کسی نے سوال کیا کہ ایک
شخص مال اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہے اونھون نے فرمایا کہ نہ جمع کرنے مین اوسکے لیے زیادہ خیر ہے
اور نیز بعض عمدہ تابعین سے کسی نے پوچھا کہ دو شخصون مین سے ایک نے دنیا بوجہ حلال پیدا
کی اور اوس سے صلہ رحم کیا اور اعمال خیر سے زاد آخرت بنایا اور دوسرا اوس سے بالکل کنارہ کش رہا
نہ اوسنے دنیا طلب کی نہ اوسکو ملی ان دونون مین افضل کون سا ہے آپ نے فرمایا کہ ان دونون مین بڑا
فرق ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہے وہ افضل ہے اور اس مین اور دوسرے مین پورب
پچھم کا سا فرق ہے پس کم بخت اگر تو دنیا چھوڑ دے تو تجکو بھی یہ درجہ دنیا دارون پر مل جاوے اور
مال کا شغل نہ رکھنے سے دنیا مین بھی بہت سے فائدے ہین بدن کو راحت ملتی ہے زیادہ مشقت
نہین کرنی پڑتی زندگی چین سے فارغ البالی مین گذرتی ہے تردد کم کرنا پڑتا ہے جب تک
حال سے تجکو طالب مال پر یہ فضیلت ہے تو اب کونسا عذر مال کے جمع کرنے کا تجھے باقی ہے بلکہ ذکر الٰہی
مین مشغول ہونا خدا کی راہ مین خیرات کرنے سے افضل ہے تو سوچنے کی بات ہے کہ مال کے جمع کرنے سے
سر دست راحت ہے اور آخرت مین فضیلت علاوہ ازین اگر مال کے جمع کرنے مین بالفرض کوئی
فضیلت بڑی ہو تب بھی مکارم اخلاق مین تجکو چاہیے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت
کرے جنکے باعث تجکو خدا نے ہدایت کی ہے اور جو دنیا سے کنارہ کشی اونھون نے اپنے نفس کے لیے اختیار
کی وہی تو بھی اپنے واسطے اختیار کر اسکو خوب غور کر اور یقینا جان لے کہ سعادت و فلاح دنیا سے
الگ رہنے مین ہے پس لوائے مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول جنت ماوی مین جانے کا فکر کر
تجکو یہ حدیث پونچی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سردار ایماندارون کی وہ لوگ ہین
جنکو صبح کا کھانا ملے تو شام کو نملے اور اگر قرض لیا چاہین تو کوئی قرض نہ دے اور ستر عورت سے
زیادہ کپڑا نہ رکھتے ہون اور مقدار کفایت کی کمانے پر قدرت نہ رکھتے ہون اور باوجود اسکے صبح
شام اپنے پروردگار سے راضی رہین فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ

وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا بھائی اگر تو اس بیان کے بعد مال
جمع کرے گا اور دعوے کرے گا کہ مین اعمال خیر کے لیے جوڑتا ہون تو تیرا دعوے سراسر لغو ہے بلکہ فقر کے
خوف سے اور تنعم اور اظہار کثرت اور زینت اور فخر اور شیخی اور ریا اور شہرت اور تعظیم اور بڑائی کے لیے
جوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہون۔ خدا کو دھیان کر اور اپنے دعوے سے شرم کر
اگر محبت مال دنیا کی تجہپر غالب ہے تو اس بات کا اقرار کر کہ واقع مین خیر وفضل بقدر ضروری پر راضی
رہنے سے اور فضول چیزون سے علیحدہ ہونے سے ہے اور مال کو جمع کرتے وقت اپنے نفس کو حقیر جان
اور اپنی خطا کا قائل ہو حساب وز حشر سے خائف ہو یہ امر تیرے لیے زیادہ موجب نجات اور قریب الی الفضل ہے
اس سے کہ تو مال کے جمع کرنے کی حجتین لا طائل ڈھونڈھتا ہے۔ بھائیو صحابہ رضہ کے زمانے مین حلال موجود
تھا اور وہ لوگ سب مین زیادہ متقی اور زاہد اشیاء مباح کے تھے اور ہم اوس زمانے مین ہین کہ وجہ حلال مفقود
ہے حتیٰ کہ قوت لایموت و رستر عورت بھی حلال سے میسر نہین ہو سکتی پس ایسے زمانے مین مال کے جمع کرنے
سے خدا ہم کو اور تمکو دونون کو بچاوے علاوہ ازین ہم لوگون مین صحابہ رضہ کا سا تقوے اور ورع اور زہد
اور احتیاط کہان اور انکے سے دل اور انکی سی نیتین کہان بخدا ہم لوگون پر مرض نفس کی مصیبت
چھائی اوسکی خواہشون مین پھنس گئے اور عنقریب قیامت مین گذر ہوگا بڑی سعید وہ ہین جو اوس
روز ہلکے پھلکے رہین گے اور جو لوگ دولت و زیادہ مالدار ہین کہ حرام حلال سب ملا کر کھا گئے انکو
بڑا رنج ہوگا مین نے بطور نصیحت تمکو سنا دیا قبول کرنا تمہارا کام ہے اور اسکے قبول کرنے والے تھوڑے ہین
خدا اپنی رحمت خاص سے ہمکو اور تمکو توفیق خیر عنایت فرماوے آمین یہ آخر کلام حارث رح کا ہے
اس بیان سے فضیلت فقر کی غنا پر بخوبی ثابت ہے اور اسی قدر کافی و وافی بھی ہے زیادہ اس سے
کیا ہوگا اور جو اخبار کہ ہم نے باب ذم دنیا اور باب فقر و زہد مین بیان کیے ہین وہ بھی اسی بات کے
شاہد ہین اور ایک روایت اور اسی کی شاہد وہ ہے جو ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ ایک بار
ثعلبہ بن حاطب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالے سے دعا فرمائیے کہ مجھکو
مال دیوے آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ تھوڑا سا مال جسکا تو شکر کیے چلا جاوے بہ نسبت بہت مال کے
جسکا شکر نہ کر سکے بہتر ہے اوسنے عرض کیا کہ آپ دعا فرما دین کہ خداے تعالے مجکو مال دے
آپ نے ارشاد فرمایا کہ ثعلبہ تو کیا میری پیروی نہین کرتا اس بات کو پسند نہین کرتا کہ تو بھی مثل
پیغمبر خدا ہو بخدا اگر مین چاہون کہ پہاڑ سونے چاندی کے ہو کر میرے ہمراہ چلین تو ہو سکتا ہے
اوسنے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق بنایا اگر آپ کی دعا سے مجھے خدا تعالے

مال دیگا تو میں سب حقوق والوں کا حق بھی دونگا اور یہ کرونگا اور وہ کرونگا آپ نے دعا کی کہ الٰہی ثعلبہ کو مال عنایت فرما پس اوسے کچھہ بکریان لین وہ دیمک کیطرح بڑھنی شروع ہوئین یہانتک کہ مدینہ منورہ مین نرہ سکا اور ایک جنگل مین جو مدینہ کے جا رہا ظہر اور عصر کی جماعت مین حاضر ہوتا باقی جماعتوں کو ترک کرتا پھر بکریوں کی اور زیادہ کثرت ہوئی کہ اوس جنگل مین بھی گذر نہو سکا اور تھوڑی دور جا رہا اور صرف جمعہ کی جماعت کے لیے مدینہ منورہ مین آتا اور باقی ترک کرتا اور بکریان دیمک کی طرح پھیلتی رہین یہانتک کہ جمعہ بھی چھوٹ گیا جمعہ کے روز راہ کے مسافروں سے ملتا اور خبر پوچھہ لیا کرتا ادہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ ثعلبہ کا کیا حال ہے انھوں نے بکریوں کا کثرت اور اوسکا مدینہ کو چھوڑنا اور بتدریج ترک جماعت کرنا سب کہہ سنایا آپ نے تین بار ارشاد فرمایا وَیْحَ ثَعْلَبَةَ انھیں دنوں مین یہ آیت اوتری تھی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ اور اللہ تعالیٰ نے زکوۃ بھی فرض فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قوم جہینہ سے اور ایک کو بنی سلیم سے صدقات لینے کے لیے مقرر فرمایا اور انکو ایک وثیقہ صدقہ لینے کا لکھدیا کہ اوسکے ذریعہ سے وصول کرین اور حکم دیا کہ باہر جاکر مسلمانوں سے صدقہ وصول کرو اور ثعلبہ بن حاطب اور فلان شخص بنی سلیم والے کے پاس جاکر اون سے صدقہ لینا یہ دونوں صاحب مدینہ منورہ سے حسب الارشاد باہر نکلے اور ثعلبہ کے پاس آئے اور زکوۃ اوسکے مال کی مانگی اور نوشتہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اوسکو دکھلایا اوسنے کہا کہ یہ تو ڈانڈ ہے یہ ڈانڈ کا بھائی ہے تم جاؤ اور جگہہ سے فارغ ہو کر آئیو وہ دونوں اوس شخص سلیمی کے پاس گئے اور اوس سے سوال صدقہ کیا وہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور اپنے اونٹوں مین سے عمدہ عمدہ چھانٹ کر زکوۃ کے لیے علحدہ کیے پھر ان دونوں کے سامنے اونکو لے آیا اور کہا یہ مال زکوۃ ہے جب انکی نگاہ اوسپر پڑی کہا کہ تیرے اوپر یہ واجب نہین کہ سب سے عمدہ مال دے ہم انکو نہ لینگے اوسنے عرض کیا کہ آپ انھین کو لیوین مین بخوشی خاطر دیتا ہون اور اسی واسطے لایا ہون غرض سب جگہہ سے صدقات تحصیل کرکے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اور اوس سے دوبارہ سوال صدقہ کا کیا اوسنے کہا کہ تم مجھکو نوشتہ دکھلاؤ اونھوں نے دکھلا دیا دیکھکر کہا کہ یہ تو ڈانڈ کا بھائی ہے اب تم جاؤ مین سوچ لون تو کچھہ کہون جب یہ دونوں خدمت مبارک رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم مین حاضر ہوئے تو آپ نے پہلے انکے بولنے سے دیکھتے ہی فرمایا کہ ہلاکی ہو ثعلبہ کو اور اوس شخص سلیمی کے لیے دعای خیر کی پھر ان دونوں نے جو کچھہ ماجرا گذرا تھا سب بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا کہا اور سلیمی نے ایسا کیا اوسوقت

ثعلبہ کے باب میں یہ آیت اوتری وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ اوس وقت حضرت کی خدمت مین ایک شخص ثعلبہ کے رشتہ دارون مین سے بیٹھا ہوا تھا اوسنے اس آیت کو سنا اور ثعلبہ کے پاس جاکر کہا کہ تیری ما مرے خدا ے تعالے نے تیرے باب مین ایسا ایسا حکم نازل فرمایا ہے پس ثعلبہ اوسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور ملتجی ہوا کہ مین زکوۃ دیتا ہون پذیرا ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے مجکو منع کر دیا ہے مین قبول نہین کر سکتا اوسنے اپنے سر پر مٹی ڈالنی شروع کی آپ نے فرمایا کہ جیسا تو نے کیا ویسا پایا جو کچھ مین نے تجھسے کہا تھا تو نے میری اطاعت نکی جب اوسنے دیکھا کہ آپ قبول نفرماوینگے اپنے گھر واپس آیا اور آپکی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضہ کی خدمت مین زکوۃ مال حاضر کی اونھون نے بھی نہ لی اونکی وفات کے بعد حضرت عمر رضہ کے پاس لایا اونھون نے بھی انکار فرمایا پھر بعد اونکی خلافت کے وہ مر گیا پس مال کی طغیانی اور بدبختی اس روایت سے معلوم کرنی چاہیے اور اسی جگہ فقیری مین برکت ہوتی ہے اور مالداری مین نحوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اور اپنے اہل بیت کے لیے فقیری ہی کو پسند فرمایا یہان تک کہ عمران بن حصین رضہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ مجکو آپ ذی منزلت جانتے تھے ایکبار مجھسے ارشاد فرمایا کہ ای عمران تو ہمارے نزدیک ذی رتبہ اور ذی جاہ ہے مرضی ہو تو فاطمہ رضہ کی عیادت کو چل مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر پس آپ کھڑے ہوئے اور مین ہمرکاب ہوا یہان تک کہ فاطمہ رضہ کے دروازے پر جاکر دستک دی اور ارشاد فرمایا السلام علیکم مین اندر آؤن حضرت فاطمہ رضہ نے جواب دیا کہ تشریف لائیے آپ نے فرمایا کہ مین اور میرا ساتھی دو نون آوین اونھون نے پوچھا کہ آپکے ساتھ کون ہے آپ نے فرمایا کہ عمران بن حصین ہے اونھون نے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپکو نبی برحق بھیجا ہے میرے پاس ایک عبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہین آپ نے دست مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اوسکو اسطرح لپیٹ لو اونھون نے عرض کیا کہ بدن تو مین نے چھپا لیا مگر سر کیسے چھپاؤن آپ نے اپنی پرانی چادر اونکے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے اپنا سر باندھ لو بعد اسکے حضرت فاطمہ رضہ نے اجازت گھر مین آنے کی دی آپ نے اندر جاکر فرمایا کہ اے لخت جگر السلام علیکم آج تم کیسی ہو اونھون نے عرض کیا کہ میرے درد ہے اور اس درد پر ایک اور درد یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کو نہین بھوک نے مجکو نڈھال کر دیا ہے

آپ رو پڑے اور فرمایا کہ ای لخت جگر تو صبر کر بخدا مین نے تین دن سے کھانا نہین چکھا اور تیری نسبت خدا کے پاس میرا زیادہ رتبہ ہے اگر مین خدا سے مانگتا تو مجھکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور پسند کیا پھر آپ نے اپنا ہاتھ اونکے مونڈھے پر مار کر کہا کہ تجھکو بشارت ہو کہ تو جنت کی عورتون کی سردار ہے اونھون نے عرض کیا کہ پھر آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی اور خدیجہ خویلد کی بیٹی کہان گئین آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے وقت کی عورتون کی سردار تھین تم اپنے عہد کی عورتون کی سردار ہو تم سب ایسے مکانون مین ہو گی جو زبرجد کے بنے یا قوت سے جڑے ہونگے اون مین کسی طرح کی ایذا اور شور و غل نہوگا بعد اوسکے ارشاد فرمایا کہ اپنے چچازاد کے ساتھ قناعت کر مین نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو دنیا مین بھی سردار ہے اور آخرت مین بھی سردار انتہی اب اوس احوال حضرت فاطمہ کا دیکھنا چاہیے یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر پارہ ہین کیسے فقیری کو اختیار کیا اور مال کو چھوڑ دیا اور جو کوئی احوال انبیا اور اولیا کو اور اونکے اقوال کو ملاحظہ کرے اور اونکے اخبار اور آثار کو دیکھے وہ یقینا معلوم کرے گا کہ مال کا ہونا اوسکے وجود کی نسبت افضل ہے گو خیرات ہی مین کیون خرچ ہو اسواسطے کہ ادنی بات مال مین باوجود ادای حقوق اور اجتناب شبہات اور صرف خیرات کے یہ ہے کہ نیت اوسی کی اصلاح مین مصروف رہتی ہے اور ذکر الٰہی کا ہونا کیونکہ ذکر اللہ دل کے فارغ ہونے سے بن پڑتا ہے اور مال کے شغل کے ساتھ فراغ خاطر ممکن نہیں۔ اور جریر رحمہ لیث رحمہ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ ہو کہ مین آپ کی خدمت مین رہون گا حضرت نے اوسکو ساتھ لیا اور ایک ندی کے کنارے پر پہونچکر ناشتا کھایا آپ کے ساتھ تین روٹیان تھین دو تون کھالین اور تیسری باقی رہی حضرت عیسی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور نہر مین سے پانی پیکر پھر آئے اور وہ روٹی نپائی پھر اوس شخص سے پوچھا کہ روٹی کسنے لی اوسنے عرض کیا کہ مجھکو معلوم نہیں آپ پھر اوسکو ساتھ لیا اور چلے پھر راہ مین ایک ہرنی ملی جسکے ساتھ دو بچے تھے آپنے ایک کو بلایا وہ چلا آیا اوسکو ذبح کرکے بھونا اور آپنے مع اوس شخص کے تناول فرمایا پھر اوس بچے کو ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ یعنی خدا کے حکم سے کھڑا ہو جا وہ اٹھکر چلا گیا پھر آپنے اوس شخص سے کہا کہ تجھکو قسم ہے اوس ذات کی کہ جسنے تجھکو یہ معجزہ دکھلایا بتلا دے کہ روٹی کسنے لی اوسنے جواب دیا کہ مین نہین جانتا پھر آپ اوسکو ساتھ لیچلے اور ایک جھیل پر پہونچے آپنے اوسکا ہاتھ پکڑ لیا اور پانی پر چلکر دونون اوس پار گئے پھر پوچھا کہ تجھکو قسم ہے اوس معجزہ دکھانیوالے کی بتلا کہ روٹی کسنے لی اوسنے بدستور سابق عرض کیا کہ مجھکو معلوم نہین ہے پھر جب جنگل مین پہونچے تب حضرت عیسی علیہ السلام نے مٹی یا بالو جمع کرنا شروع کیا اور ڈھیر بنا کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے سونا ہو جا وہ سونا ہو گیا آپنے اوسکے تین حصے کیے اور فرمایا کہ ایک ایک حصہ میرا

میرا ہے اور ایک تیرا اور ایک اوس شخص کا جسنے روٹی لی یہ سنتے ہی وہ بول اوٹھا کہ روٹی تو مینے ہی لی تھی آپ نے فرمایا کہ یہ سب تو ہی رکھ اور اوس سے علیحدہ ہو گئے یہ شخص تنہا مال لیے جنگل مین تھا کہ اتنے مین دو شخص اسکے پاس آئے اور چاہا کہ اسکو مار کر مال چھین لین اوسنے کہا کہ اسکو ہم آپس مین برابر تقسیم کر لین گے لڑنے کی ضرورت کیا ہے اول ایک شخص گانو مین جاکر کھانا لے آوے کہ اوسکو کھاوین غرض ایک اون مین سے کھانا لینے گیا اور دل مین کہا کہ اگر اس کھانے مین مین زہر ملا دون تو دونون شخص مرجاوینگے مال سارا مجکو ہی ملیگا اسی خیال سے کھانے مین زہر ملا دیا اور ادہر ان دونون نے آپس مین مشورہ کیا کہ اگر تیسرا شخص مارا جاوے گا تو مال آدھا آدھا ہمارے حصہ مین آوے گا جب وہ کھانا لیکر آوے اوسکو مار ڈالنا چاہیے چنانچہ جب وہ کھانا لیکر گیا ان دونون نے اوسکو مار ڈالا اور کھانا کھا لیا زہر کے باعث خود بھی وہان ہی کھپ رہے اور سونا جون کا تون جنگل مین پڑا رہا اور یہ تینون اوسکے گرد ڈھیر تھے اس حال مین گذر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اوپر ہوا اپنے یارون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھ لو دنیا کا یہ حال ہے اور اس سے بچتے رہیو۔ اور روایت ہے کہ حضرت ذوالقرنین رح ایک قوم پر گذرے کہ اونکے پاس دنیا کی چیزون مین سے کچھ نہ تھا جیسے لوگون کی غذا اور پوشاک وغیرہ ہوتی ہے اونکی معاش کا طور یہ تھا کہ قبرین کھود رکھی تھین صبح کو اون مین جھاڑو دیتے اور صاف کرتے اور اونکے پاس نماز پڑھتے اور جانورون کی طرح ساگ چرتے اور قدرت خدا سے ہر طرح کا ساگ اونکے لیے وہان موجود تھا حضرت ذوالقرنین نے اپنا ایلچی بھیجا کہ اونکے سردار سے جاکر کہو کہ بادشاہ ذوالقرنین تمکو بلاتا ہے جب اوسنے اونکے حاکم سے پیغام کیا اوسنے جواب دیا کہ مجھے کچھ اوس سے غرض نہیں اگر اوسکو کچھ مطلب ہو تو میرے پاس چلا آوے حضرت ذوالقرنین نے فرمایا کہ واقع مین سچ کہا اور خود اوسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مین نے تمھارے بلانے کو آدمی بھیجا تھا تم نے انکار کیا اب مین خود آیا اوسنے عرض کیا کہ اگر کچھ مجکو مطلب ہوتا تو مین خود آتا آپ نے فرمایا کہ مین جو تمھارا حال دیکھتا ہون ایسا کسی کا حال نہین یہ کیا بات ہے کہ تمھارے پاس دنیا کی شی کچھ نہین تم نے کچھ چاندی سونا کیون نہ پیدا کیا کہ اور لوگون کی طرح آسایش مین رہتے اوسنے جواب دیا کہ ہمنے سونا چاندی اسواسطے برا جانا کہ جسکو یہ ملتا ہے اوسکا نفس یہی چاہتا ہے کہ اس سے افضل کوئی اور چیز ملے آپ نے فرمایا کہ پھر قبرین تم نے کس غرض سے کھودی ہین اور صبح ہی اونکو صاف کرکے اونکے پاس نماز پڑھتے ہو اوسنے کہا کہ ان سے ہماری یہ مراد ہے کہ اگر بالفرض دنیا کی طمع ہمکو ہو بھی تو قبرون کے دیکھنے سے اوس سے رک جاوین اور طول امل دل سے جاتی رہے آپ نے فرمایا کہ پھر ساگ کسواسطے کھاتے ہو چارپایون کو پال کر اونکا دودھ اور گوشت کیون

دیں کھاتے اور سوار کیوں نہیں ہوتے اوسنے کہا کہ ہم اپنے پیٹ کو جانوروں کی قبر نہیں بنانے
زمین کے ساگ پات میں بھی ضرورت دفع ہو جاتی ہے آدمی کی زندگی کو اونی چیز کافی ہے اور گلے سے
اوترکر سب چیزیں ایکسی ہو جاتی ہیں پھر اوسنے ہاتھ بڑھا کر ذوالقرنین رح کے پیچھے سے ایک
کھوپری اوٹھائی اور پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ کون ہے آپ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا اوسنے
کہا کہ یہ ایک زمین کا بادشاہ تھا خدائے تعالے نے اسکو زمین کا حاکم کیا تھا اسنے سرکشی اور
ظلم وستم کیا جب خدائے تعالے نے اسکا ظلم وستم دیکھا اسپر موت کو مسلط کیا اب ڈھیلے کیطرح پڑا ہے تا
اور اسکے سارے عمل خدائے تعالے کو معلوم ہیں قیامت کو اونکا بدلہ پاوے گا پھر اور ایک پرانی
کھوپری اوٹھا کر پوچھا کہ اسکو جانتے ہو اونھوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں اوسنے کہا کہ یہ بھی ایک
بادشاہ کا سر ہے جو اوسکے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم وستم اوسکو معلوم تھا اسنے لوگوں کے ساتھ تواضع اور
فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا اب اس حال میں ہو گیا خداوند کریم نے اسکے
عمل بھی لکھ رکھے ہیں اونکا ثواب قیامت کو پاوے گا پھر ذوالقرنین کی کھوپری کی طرف جھک کر
کہا کہ اے ذوالقرنین یہ کھوپری بھی انھیں دونوں کی طرح ہو جاوے گی تو جو کچھ کیا کرے تامل سے کیا کر
آپ نے فرمایا کہ اگر تو میرے ساتھ چلے تو میں تجھکو اپنا نائب اور وزیر مشیر اور شریک سلطنت کردوں
اوسنے عرض کیا کہ میں اور آپ ایک جگہہ نہیں رہ سکتے نہ اکٹھا ہو سکیں آپ نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب
ہے اوسنے کہا کہ اس وجہ سے کہ آدمی تمھارے سب دشمن ہیں اور میرے سب دوست آپ نے فرمایا
یہ کیونکر اوسنے کہا اسلیے کہ آپ کے پاس ملک دنیا ہے اوسی کے سبب سب آپ کے دشمن ہیں اور چونکہ
میں نے دنیا پر لات ماری ہے مجھسے عداوت کی وجہ کوئی نہیں ہے چونکہ خود محتاج و مفلس ہوں میرا دشمن
کوئی نہیں یہ سنکر ذوالقرنین رح اوسکے پاس سے چلے آئے اور اوسکی باتوں سے کمال حیرت کرتے تھے اور
عبرت و نصیحت سمجھتے تھے ان حکایتوں سے بھی آفات تونگری معلوم ہوتی ہیں اور پہلے بھی اس
باب میں بہت کچھ لکھا گیا ہے باب ذم بخل و مال خدا کے فضل سے تمام ہوا

آٹھواں باب جاہ وریا کی مذمت کے بیان میں

[illegible]اعی ہے گرچہ ظلوم اور جہول انسان آہ	رہتا ہے سدا جرم و گنہ کے ہمراہ
[illegible] جاہ وریا کے مثل کوئی نہیں عیب	یہ عالم و عابد ہی کو کرتے ہیں تباہ

[illegible]یث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی

الرِّیَاءُ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِیَّةُ اور ریا ایسی شہوت خفی مین سے ہے کہ اگر اندھیری رات مین سخت پتھر پر کالی چیونٹی چلے تو جس طرح اوسکی چال کسی طرح محسوس نہین ہوتی اسی طرح یہ شہوت بھی محسوس نہین ہوتی اسی واسطے اسکے آفات بڑے بڑے عالمونکو بھی معلوم نہین ہوتی ایسے ویسے عابدون اور متقیون کا توکیا ذکر ہے اور یہ نفس کے آخر مہلکات اور خفیہ مکرون مین سے ہے جو عالم و عابد کہ راہ آخرت کو طے کرنا چاہتے ہین اور اسکے لیے خوب مستعد ہوتے ہین وہ ریا مین مبتلا کیے جاتے ہین یعنے وہ لوگ اپنے نفس کو مجاہدے سے مغلوب کرکے شہوات سے علیحدہ کرتے ہین اور شبہات سے بچاتے ہین اور اقسام عبادات اوس سے بزور لیتے ہین تو اونکے نفس اس بات سے تو عاجز ہو جاتے ہین کہ کسی گناہ ظاہری کی طمع اعضاے ظاہری سے کرین اور مشقت مجاہدہ سے کوئی خلاصی کی صورت نہین دیکھتے تو استراحت اور اس مشقت کے عوض کی خواہان رہتے ہین جب دنیا کے لوگ اونکو مانتے لگتے ہین اور تعظیم و توقیر کرنے لگتے ہین تب نفس کو ایک لذت ہوتی ہے پھر اظہار علم و عمل و طاعت مین بہت رغبت کرتا ہے اور خلق کے مطلع ہونے کے لیے حیلے وسیلے ڈھونڈھتا ہے خالق کے مطلع ہونے پر قناعت نہین کرتا اور لوگون کے اچھا کہنے سے خوش ہوتا ہے صرف خدا کے اچھا کہنے پر صابر نہین ہوتا اور اوسوقت یہ یقین ہو جاتا ہے کہ جب لوگون مین یہ مشہور ہو گیا کہ فلان شخص تارک الشہوات اور شبہات سے مجتنب اور متحمل سخت عبادتون کا ہے بہت سے میری تعریف و ثنا کرنے لگے اور بہت سا بڑھایا اور حرمت و توقیر سے دیکھنے لگے میرے دیدار و ملاقات کو تبرک جاننے لگے اور مجھسے دعا منگواسنے کی رغبت کرنے لگے اور میری راے پر چلنے کے حریص ہو گئے اور جہان مجھے دیکھتے ہین اول سلام کرتے ہین اور مجلسون مین صدر مقام پر جگہ دیتے ہین اور خرید و فروخت مین مجھسے مروت پیش آتے ہین اور کھانے و لباس وغیرہ مین اپنے اوپر مجھکو ترجیح دیتے ہین اور میرے سامنے تواضع اور انقیاد کے ساتھ رہتے ہین اور میری خدمت یا اور کسی غرض مین اطاعت کرتے ہین تو اس سے نفس کو ایسی لذت و شہوت حاصل ہوتی ہے کہ سب لذتون سے بڑھکر اور سب شہوات سے غالب ہو جاتی ہے یہانتک کہ اس لذت کے مارے گناہونکا چھوٹنا کچھ گران نہین گذرتا اور مواظبت عبادتون پر بہت آسان معلوم ہوتی ہے وہ تو یہ تصور کرتا ہے کہ میری زندگی اللہ کے واسطے ہے اور اوسکی مرضی کے موافق عبادت کے لیے اور درحقیقت اوسکی زندگی ان شہوات مخفی کی سبب ہے جنکو سواے عقول سلیمہ قویہ کے اور کوئی نہین جانتا اوسکو یہ گمان ہے کہ مین اللہ کی طاعت مین اخلاص کرتا ہون اور اوسکے محارم سے بچتا ہون حالانکہ نفس مین شہوت

بندون کے سامنے زینت و تکلف کے لیے تحری ہوتی ہے اور اوسی خوشی کے لیے جو منزلت و وقار کی
اوسکو ہوتی ہے اسکے باعث ثواب طاعات کا اور اجر اعمال کا سب برباد ہو جاتا ہے وہ اس خیال مین
ہے کہ مین اللہ کا مقرب ہون حالانکہ اوسکا نام دفتر منافقین مین لکھا جاتا ہے اور یہ ایسا نفس کا مکر ہے
کہ اس سے بجز صدیقین اور مقربین کے اور کوئی بچ نہین سکتا اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے
کہ صدیقین کے جی سے سب سے آخر مین حب ریاست دور ہوتی ہے۔ اور جب ریا ایسا مرض باطنی
ٹھہرا اور اتنا بڑا جال شیطان کا ہے تو اسکی حقیقت و درجات و اقسام و سبب و طریق علاج
وحذر کرنا ضروری ہوا اسی لحاظ سے اس باب کی دو فصلین کی جاتی ہین ٭

فصل اول مشتمل بارہ بیانوں پر اور ان بیانات مین ایسی باتین مذکور ہونگی جن سے ریا پیدا
ہوتا ہے اور وہ سب متعلق جاہ سے ہین اسی واسطے اون کا ریا سے اول بیان کرنا ضروری ہے

بیان اول شہرت اور خلق مین نام ہونے کی برائی سمجھنا چاہیے کہ جاہ حقیقت مین آوازہ
منتشر ہونے کا نام ہے اور اسطرح کی شہرت اچھی نہین بلکہ گمنامی بہتر ہے مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے دین کے
پھیلانے کو شہرت عنایت فرماتا ہے اور اس مین اوس شخص کی تکلیف و سعی کو کچھ دخل نہو تو ایسی
شہرت کا مضائقہ نہین ورنہ شہرت خوب نہین چنانچہ حضرت انس رض اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے نقل فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ اَنْ یُشِیْرَ النَّاسُ
اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنِہٖ وَدُنْیَاہُ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رض نے بھی اسی مضمون کو کچھ الفاظ
کی تغییر سے مع کچھ زائد روایت فرمایا ہے اونکی روایت یون ہے بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ اِلَّا مَنْ
عَصَمَہُ اللّٰہُ مِنَ السُّوْءِ اَنْ یُشِیْرَ النَّاسُ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنِہٖ وَدُنْیَاہُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ
اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاِلٰی اَعْمَالِکُمْ اور حضرت حسن رح نے جب اس حدیث کو روایت
کیا تو لوگون نے اونسے کہا کہ اے ابوسعید جب لوگ آپ کو دیکھتے ہین تو آپ کی طرف انگلیون سے
اشارہ کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اس حدیث مین یہ اشارہ مراد نہین جو لوگ میری طرف کرتے ہین
مراد یہ ہے کہ دین مین کوئی بدعت نکالے اور اوسکے سبب مشار الیہ ہو یا دنیا کے فسوق و فجور سے
مشار الیہ ہو غرض کہ آپ نے اس حدیث کی تاویل ایسی فرمادی کہ اوسکا کچھ مضائقہ نہین اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ خرچ کر اور مشہور مت کر اور اپنے وجود کو بڑھا مت تاکہ لوگ
جانین اور یاد کرین بلکہ اپنے آپ کو چھپا اور خاموش رہ کہ اس مین نجات ہے نیک بندے
خوش رہین گے اور بدکار خون جگر کھاوین گے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین

کہ جس شخص نے شہرت کو اچھا جانا اوسنے خدا کو نہین مانا اور حضرت ایوب سختیانی رح کا قول ہے کہ جب
آدمی اس بات کو اچھا نہین جانتا کہ میرے مکان کی کسی کو خبر نہو تب تک خدا تعالی کی تصدیق نہین ہوتی
اور خالد بن معدان رح کے حلقہ مین جب لوگ بہت ہوتے تو شہرت کی خوف سے حلقہ مین سے اوٹھہ جاتے
اور ابو العالیہ رح کے پاس جب تین آدمیون سے زیادہ بیٹھتے تو آپ چلے جاتے اور حضرت طلحہ رض نے
دیکھا کہ اونکے ساتھ قریب دس آدمیون کے چلتے ہین آپ نے فرمایا کہ طمع کی مکھیان ہین اور دوزخ کے
پروانے - اور حضرت سلیمان بن حنظلہ رح روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت ابی بن کعب کے ساتھ پیچھے پیچھے
جاتے تھے کہ ناگاہ حضرت عمر رض کی نگاہ اونپر پڑی آپ درہ لے کر اونپر اوٹھے اونھون نے عرض کیا کہ
یا امیر المومنین آپ کیا کرتے ہین ذرا تامل فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم جاتے ہو
یہ تابعین کے حق مین مقام لغزش ہے اور تمھارے حق مین آزمایش - اور حضرت حسن رح سے مروی ہے
کہ حضرت ابن مسعود رض ایک روز اپنے گھر سے نکلے اونکے پیچھے بہت سے لوگ ہو لیے آپ نے
اونکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم میرے پیچھے کیون آتے ہو بخدا کہ جس سبب سے مین اپنا دروازہ بند
رکھتا ہون اگر تمکو معلوم ہو جاوے تو دو شخص بھی میرے ساتھ نہون - اور حضرت حسن رح کا قول ہے
کہ مردون کے پیچھے جوتون کی آواز ہوتی اسپر احمقون کے دل کم توقف کرتے ہین یعنی بہت جلد
شیخی مین آجاتے ہین اور ایک روز آپ نکلے اور لوگ پیچھے ہوئے آپ نے پوچھا کہ تمھے کچھ غرض ہے
تو خیر ورنہ عجب نہین کہ یہ ساتھ چلنا ایماندارون کے دل مین کچھ باقی چھوڑے یعنے متابعت سے
خوف سلب معرفت کا ہے - اور روایت ہے کہ ایک شخص ابن محیریز کے ساتھ سفر مین گیا جب اونسے
جدا ہونے لگا تو عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھسے ہو سکے تو یہ بات کر کہ
دوسرے کو جان لے اور تجھکو کوئی نجانے چلتے وقت تیرے ساتھ کوئی نہو دوسرے سے تو پوچھے
اور تجھسے کوئی نہ پوچھے - اور حضرت ایوب رح سفر کیلیے نکلے اونکے ساتھ بہت سے لوگ ہوئی آپ نے
فرمایا کہ اگر مجھکو یہ علم نہوتا کہ خدا جانتا ہے کہ مین دل سے اس متابعت کو برا جانتا ہون تو مجھے خوف
غضب الہی تھا - اور معمر رح کہتے ہین کہ مین نے اونپر ایک روز بباعث طول قمیص کے عتاب کیا
تو آپ نے فرمایا کہ اگلے زمانے مین البتہ قمیص کے لنبا ہونے مین شہرت تھی مگر فی زماننا اوسکو اونچا
چڑھانے مین ہے - اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مین حضرت ابو قلابہ کے ساتھ تھا اتنے مین ایک
شخص آیا کہ بہت سے کپڑے پہنے تھا آپ نے فرمایا کہ اس بولنے گدھے سے بچتے رہو یعنی طالب شہرت
مت بنو - اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ بزرگان سابق دو شہرتون کو برا جانتے تھے عمدہ کپڑون کی

اور کے پیچھے پیرانے کیڑوں کی اسلیے کہ آدمیوں کی نظر دونوں پر یکسان پڑتی ہے اور ایک شخص نے
بشر بن حارث رح سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو اونھوں نے فرمایا کہ اپنے ذکر کو پوشیدہ رکھ
اور غذا کو حلال و پاک بنا اور جو شب رح اس بات پر روے کہ میرا نام جامع مسجد تک پہونچ گیا۔ اور بشر رح کا
قول ہے کہ مین ایسا کوئی نہیں جانتا جسے اپنا مشہور ہونا پسند کیا ہو اور اوسکا دین تباہ اور خود رسوا نہو
اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ جو شخص اپنی شہرت چاہتا ہے وہ آخرت کا مزہ نہین پاتا

دوسرا بیان گمنامی اور عدم شہرت کی فضیلت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ
اور حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا رُبَّ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ
عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ لَوْ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ لَأَعْطَاهُ الْجَنَّةَ وَلَمْ يُعْطِهِ مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا
اور فرمایا أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُسْتَضْعَفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ وَأَهْلُ
النَّارِ كُلُّ مُتَكَبِّرٍ جَوَّاظٍ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ اہل جنت وہ لوگ ہین
کہ اونکے بال پراگندہ ہون اور لباس دو چادرین بے حقیقت اگر امرا کے پاس جانا چاہین تو کوئی
جانے نہ دے اور اگر عورتوں سے منگنی چاہین تو کوئی اونکے ساتھ نکاح نکرے اور جب کچھ گفتگو کرین تو کوئی
اونکے واسطے چپ نہو یعنے اونکے قول پر دھیان نہ دے اونکی حاجتین اونکے سینون مین پھرتی ہین اونکا
نور اگر قیامت مین بانٹا جاوے تو سب لوگون کو کافی ہو۔ اور فرمایا کہ میری امت مین بعض لوگ
ایسے ہین کہ اگر کسی سے ایک دینار یا ایک درم یا ایک پیسا مانگین تو کوئی نہ دے اگر وہ اللہ تعالی سے
جنت کے خواستگار ہون تو اونکو جنت عطا کرے اور اگر دنیا طلب کرین تو عنایت نہو اور اون سے دنیا اسلیے
نہین روکی ہے کہ وہ ذلیل ہین کہ او نپر دو چادرین بے حقیقت ہوتی ہین لیکن اگر خدا کو قسم کسی کام کی لیے
دین تو خدا تعالے اونکو سچا کردے۔ اور روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر رض مسجد نبوی مین داخل ہوکر
دیکھا کہ معاذ بن جبل رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس روتے ہین آپ نے سبب گریہ کا پوچھا
اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک
ہے اور اللہ تعالے ایسے چھپے ہوئے متقیون کو دوست رکھتا ہے کہ اگر غائب ہوجاوین تو کوئی اونکی
تلاش نکرے اور اگر سامنے آوین تو کوئی اونکو نہ پہچانے اونکے دل چراغ ہدایت ہین ہر زمین تاریک غبار آلود
سے دوڑتے آتے ہین اور محمد بن سوید رح سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ مین خشکسالی ہوئی ایک مرد
صالح وہان تھا کہ مسجد شریف ہی مین رہتا اور دعا مانگا کرتا سب لوگ دعا مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا

جو پرانے کپڑے پہنے تھا اوس نے اگر دو مختصر رکعتین پڑھین اور ہاتھ اوٹھا کر دعا کی کہ الٰہی مین تجھکو قسم دیتا ہون
کہ اسی وقت مینہ برساوے ابھی اس شخص نے اپنے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے اور نہ دعا سے فارغ ہوا تھا
کہ آسمان بادلون سے ڈھک گیا اور اتنا مینہ برسا کہ مدینے کے لوگ ڈوبنے کے خوف سے فریاد کرنے لگے
پھر اوس شخص نے عرض کیا کہ الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ اسقدر پانی انکو بس ہے تو روک دے اوسی وقت
بارش تھم گئی اور یہ شخص اوس مرد صالح کے پیچھے ہولیا اور اوسکا گھر معلوم کر کے صبح ہی اوسکی
خدمت مین گیا اور ملاقات کر کے کہا کہ مین ایک غرض سے آپ کی پاس آیا ہون اوسنے پوچھا
کہ کیا مطلب ہے تم کہا کہ یہ التجا ہے کہ آپ اپنی دعا مین مجکو بھی مخصوص کرین اوس مرد صالح نے فرمایا
سبحان اللہ تم مجسے کہتے ہو کہ مین اپنی دعا مین تمکو خاص کرون تمھارا حال تو کل معلوم ہی ہو گیا
یہ کہو کہ یہ رتبہ تمکو کیسے ملا اوسنے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالے نے مجکو امر و نہی کیا اوسکو مین نے مانا اور اطاعت
کی ہے مین نے جو اللہ تعالے سے سوال کیا اوسنے میرا سوال مجکو عنایت کیا اور حضرت ابن مسعود رضہ
فرماتے ہین کہ لوگو علم کے چشمے اور چراغ ہدایت ہو اپنے گھرون مین بیٹھے رہو رات کے چراغ اور تازہ دل
ہو جاؤ اور لباس پرانا پہنو کہ آسمان کے لوگ تمکو جانین اور زمین والے نہ پہچانین - اور حضرت
ابو امامہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث قدسی روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالے ارشاد
فرماتا ہے اِنَّ اَغْبَطَ اَوْلِيَائِي عِنْدِي لَمُؤْمِنٌ خَفِيفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِنْ صَلَاةٍ اَحْسَنَ عِبَادَةَ
رَبِّهٖ وَاَطَاعَهٗ فِي السِّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِي النَّاسِ لَا يُشَارُ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ ثُمَّ صَبَرَ عَلٰى ذٰلِكَ
راوی فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی پورون کو دوسرے ہاتھ کی پورون پر
مارا اور یون ارشاد فرمایا کہ عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهٗ وَقَلَّ تُرَاثُهٗ وَقَلَّتْ بَوَاكِيْهِ اور حضرت عبد اللہ بن عمر
فرماتے ہین کہ اللہ کے نزدیک سب مین پیارے لوگ اوسکے غریب الوطن بندے ہین کسی نے پوچھا کہ حضرت غریب الوطن
یعنے مسافر سے آپ کی کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنا دین لیکر لوگون سے علحدہ ہو گئے ہین
اور قیامت کو حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جمع ہونگے - اور حضرت فضیل بن عیاض رض فرماتے ہین
کہ مجکو یہ روایت پہنچی ہے کہ اللہ تعالے اپنے انعامات مین بندے کے سامنے یہ بھی ذکر فرماوے گا
کہ مین نے تجپر انعام نہیں کیا تھا تیری پردہ پوشی نہیں کی تھی تیرا ذکر مخفی نہیں رکھا تھا اور حضرت
خلیل بن احمد یون دعا مانگتے کہ الٰہی تو مجکو اپنے نزدیک خلق مین بلند تر رتبہ والون مین سے کر دے
اور میرے نزدیک مجکو تمام خلق سے کم رتبہ بنا دے اور لوگون کے نزدیک مجکو درجہ اوسط عنایت فرما
اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ مین اپنے دل کو ایسا پاتا ہون کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے

غربا کے ساتھ صلاحیت پیدا ہو جاوے جو قوت اور گلیم پر بسر کرتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہیں
کہ دنیا میں مجھکو خوشی چشم صرف ایکبار حاصل ہوئی ہے کہ ایک رات میں شام کے گانوون میں سے ایک مسجد میں
لیٹ رہا اور مجھکو دست آ رہے تھے مؤذن نے میری ٹانگ پکڑ کے اتنا گھسیٹا کہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیا
اور حضرت فضیل رح فرماتے ہیں کہ اگر تجھسے یہ ہو سکے کہ کوئی تجھکو نہ جانے تو ایسا ہی کر اور اسمیں کچھ حرج نہیں
کہ کوئی نہ پہچانے اور نہ اسمیں کچھ مضائقہ ہے کہ کوئی تیری تعریف نہ کرے اور نہ اسمیں کچھ برائی
ہے کہ تو لوگوں کے نزدیک برا ہو اور خدا کے نزدیک اچھا ہو۔ پس ان اخبار و آثار سے مذمت شہرت کی
اور فضیلت گمنامی کی صاف عیاں ہے اور شہرت اور مشہوریت سے غرض جاہ ہے یعنے لوگوں کے
دلوں میں جگہہ کرنی اور جاہ کی محبت ہر ایک فساد کی جڑ ہے۔ یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام
اور خلفاء راشدین اور ائمہ علما تو سب سے زیادہ مشہور ہیں انکی شہرت سے بڑھکر اور کوئی شہرت کیا ہوگی تو انکو
فضیلت گمنامی کسطرح حاصل ہوئی اوسکا جواب یہ ہے کہ شہرت مذموم وہی ہے جو آدمی کی طلب سے ہو
لیکن شہرت کا پایا جانا خدائے تعالے کی طرف سے بدون بندے کی پیروی کے برا نہیں علاوہ اسکے
شہرت سے نقصان ضعیفوں کو ہوتا ہے زبردستوں کو نہیں ہوتا اور ضعیفوں کی مثال ایسی ہے جیسے
کوئی پانی میں ہاتھ پاؤں مارنا جانتا ہو اور اتفاق سے اوسکے گرد بہت سے لوگ ڈوبتے ہوں پس بہتر یہی ہے
کہ اسکو کوئی نہ جانے ورنہ ڈوبتے لوگ اسکو چمٹ جاوینگے اور یہ بھی اونکے ساتھ ہلاک ہو جاویگا اور جو زبردست
تیراک ہے اوسکی شان کے مناسب یہی ہے کہ اوسکو لوگ پہچانیں تاکہ اگر ڈوبتے لوگ اوس سے التجا کریں
تو وہ اونکو بچا سکے اور ثواب پاوے +

تیسرا بیان جاہ کی محبت کی برائی۔ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا
لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا اس آیت میں دو ارادوں کو اکٹھا فرمایا ہے یعنے
ارادۂ رفعت اور ارادۂ فساد اور پھر بیان فرمایا کہ دار آخرت اوسی کیلیے ہے جو دونوں ارادوں سے
خالی ہو اور دوسری جا ارشاد فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا
وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا
وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یہ آیت بھی اپنے عموم پر محبت جاہ کو شامل ہے اسلیے کہ یہ محبت تمام لذات
حیات دنیاوی سے بڑھکر ہے اور سب فنون سے زینت زیادہ ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَالُ وَالْجَاهُ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ اور
فرمایا مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ أُرْسِلَا فِي زَرِيبَةِ غَنَمٍ بِأَكْثَرَ فَسَادًا مِنْ حُبِّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ فِي دِينِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ

اور حضرت علی نے ارشاد فرمایا اِنَّمَا هَلَاكُ النَّاسِ بِاتِّبَاعِ الْهَوٰى وَحُبِّ الثَّنَاءِ خدا تعالے سے یہ دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم و احسان سے ان بلاؤن سے ہمکو عافیت مین رکھے

چوتھا بیان جاہ کے معنے اور اوسکی حقیقت کے ذکر مین ۔ جاننا چاہیے کہ مال اور جاہ دنیا کے دو رکن ہین مال کے معنے تو یہ ہین کہ جن چیزون سے نفع ہو اونکا مالک ہونا اور جاہ کے معنے یہ ہین کہ جن لوگون سے اپنی تعظیم اور طاعت مطلوب ہے اونکا مالک ہو جانا ۔ اور جس طرح کہ مالدار اور غنی وہ کہلاتا ہے جو روپیہ پیسے پر قدرت رکھتا ہو اور اون دونون کے ذریعہ سے اپنے تمام مقاصد اور شہوات اور حظوظ نفس پورا کر سکتا ہو اسی طرح صاحب جاہ وہ شخص کہلاتا ہے جو لوگون کے دلون کو اسی طرح قابو مین رکھے کہ جو مطلب حاجت اونسے چاہے وہ حاصل کر سکے ۔ اور جس طرح مال اقسام و انواع کے حرفون اور صناعتون سے پیدا کیا جاتا ہے ایسا ہی لوگون کے دل بھی اقسام معاملات سے اپنی طرف رجوع ہوتے ہین ۔ اور دل مسخر جبھی ہوتے ہین جب کسیکو کسی بات مین معتقد علیہ جانین پس جس دل مین کسی شخص کی نسبت کسی وصف کمال کا اعتقاد ہوگا وہ اوسی اعتقاد کے موافق اوسکا مسخر ہو جائیگا اور یہ کچھ شرط نہین کہ وہ وصف فی نفسہ بھی کچھ کمال ہو بلکہ یہی کافی ہے کہ اوس شخص کے عندیہ مین اور اعتقاد مین وہ کمال ہو ۔ بعض اوقات وہ ایسی چیز کو بھی کمال اعتقاد کریگا جو واقع مین کمال نہو اور معتقد علیہ مین اوسکا دل اوس وصف کمالی کا یقین کر لیتا ہے اسی جہت سے دل ضرور ہی منقاد ہو جاتا ہے اسلیے کہ انقیاد دل کی ایک کیفیت کا نام ہے اور دل کی کیفیات تابع اوسکے اعتقادات اور علوم اور تخیلات کے ہوتے ہین پس جیسا اعتقاد ہوگا ویسی ہی کیفیت اوسپر طاری ہوگی ۔ اور جیسے کہ مال کی محبت رکھنے والا یہ چاہتا ہے کہ میرے پاس لونڈی غلام ہو جاوین ایسی ہی طالب جاہ یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ میری غلامی کرین اور اونکے دلون پر مجکو اختیار کلی ہو جاوے بلکہ جو بات صاحب جاہ چاہتا ہے وہ بہت بڑھکر ہے اسلیے کہ مالدار تو لونڈی غلامون کا زبردستی مالک ہوتا ہے وہ لوگ اپنی طبیعت سے ہرگز نہین چاہتے کہ ہم کسی کے زر خریدہ ہون اور اگر اونکو قابو دیا جاوے تو ہرگز آقا کی متابعت نکرین بخلاف صاحب جاہ کے کہ اوسکی طاعت لوگ خوشی سے کرتے ہین اور آزاد شخص اپنی طبیعت کی خواہش سے اوسکے غلام بنتے ہین اور اس غلامی و طاعت کو فخر اور موجب خوشی سمجھتے ہین اب دونون مین فرق سمجھ لینا چاہیے کہ صاحب جاہ کا مطلوب مالک لونڈی غلام سے کتنا زیادہ ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنے یہی ہین کہ لوگون کے دلون مین جگہ ہونی یعنی کسی شخص کی کسی وصف کمالی کا دلون مین اعتقاد آجانا پس جسقدر کہ اوسکے کمال کا لوگون کو اعتقاد ہوگا اوسی قدر دل بھی منقاد ہونگے اور

اور جسقدر دلون کا انقیاد ہوگا اوسی قدر صاحب جاہ لوگون کے دلون پر اختیار ہوگا اور جسقدر اختیار ہوگا
اوسی قدر اوسکو فرحت اور محبت جاہ سے ہوگی - یہانتک معنی اور حقیقت جاہ کے بیان ہوئے اب
اسکے ثمرات اور نتیجے ہیں مثلا لوگون کا تعریف کرنا یا حد سے زیادہ بڑھانا یعنے جو شخص کسی کی طرف اعتقاد
کسی کمال کا رکھتا ہے اسلیے اعتقاد کی چیز سے چپ نہیں رہتا اور معتقد علیہ کی ثنا اوس وصف مین کرتا ہے
اور تیسرا نتائج جاہ کا خدمت اور اعانت ہے کہ اعتقاد والا اپنے اعتقاد کے موافق اپنے نفس کو معتقد علیہ
کی خدمت و اعانت مین مصروف رکھتا ہے اور غلامون کی طرح اوسکا مسخر رہ کر کسی طرح دریغ
نہیں کرتا اور تیسرا نتائج جاہ سے معتقد علیہ کو مقدم سمجھنا اور اوسکے ساتھ کوئی خرخشہ نکرنا اور تعظیم کرنی اور
اول ہی سلام کرنا اور سب مقصدون مین اوسکو مقدم جاننا اور محفلون میں عمدہ جگہہ پر بٹھانا ہی یہ باتین
کسی کے جاہ کے دل میں سمانے سے پیدا ہوا کرتی ہیں یعنے جب دلون مین صفات کمالیہ کسی شخص کا اعتقاد
آجاتا ہے خواہ وہ صفات علمی ہون یا عبادت یا حسن عادت یا نسب یا حسن صورت یا حکومت یا زور بدن
خواہ اور کوئی چیز جسکو لوگ اچھا جانتے ہین تو دلون میں اوس شخص کے جاہ قائم ہونے کا سبب یہی
اوصاف ہوتے ہین اور اسلیے وہ آثار مذکورہ ظہور مین آتے ہیں

پانچوان بیان اس امر کا کہ جاہ کے محبوب ہونے کی کیا وجہ ہے کہ بدون مجاہدہ سخت کے کسی فضل والے کا
دل اس سے خالی نہین ہوتا - جاننا چاہیے کہ جو سبب چاندی سونے کے اور دوسرے مال کی محبوب
ہونے کا ہے وہی بعینہ جاہ کے محبوب ہونے کا ہے بلکہ سبب محبت جاہ اس بات کا مقتضی ہے کہ
جاہ کی محبت بہ نسبت مال کے بہت زیادہ ہو جیسے چاندی اور سونا اگر وزن مین مساوی ہون تو محبت
سونے کی زیادہ ہوتی ہی اور اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ روپیہ اشرفی بذات خود نہ کھانے کی لیاقت رکھتی ہین
نہ پینے کی نہ لباس اور نکاح کی اس اعتبار سے روپیہ اشرفی اور کنکر مین کچھ فرق نہیں بلکہ اونکی محبت اسلیے
ہوتی ہے کہ اونکے ذریعہ سے اور محبوب چیزین حاصل ہوسکتی ہین اور حاجتین پوری ہوسکتی ہین
یہی حال جاہ کا یعنے دلون کے مالک ہونے کا ہے کہ وہ بھی بذات خود کارآمد نہیں بلکہ وسیلہ حصول اغراض کا
ہوتا ہے پس چونکہ سبب محبت روپیہ اشرفی اور جاہ مین ایک ہی ہی اسلیے محبت بھی دونون سے ہونی چاہیے
مگر چونکہ جاہ بہ نسبت مال کی ترجیح رکھتا ہے اسواسطے اوسکی محبت بھی بہ نسبت مال کے زیادہ ہونی چاہیے
اور جاہ یعنی ملکیت قلوب کو ملکیت مال پر تین طرح کی فوقیت ہے اول یہ کہ جاہ سے مال کا ملنا بہت آسان
ہے اور مال سے حصول جاہ دشوار مثلا کوئی عالم یا زاہد جسکی جگہہ لوگون کے دلون مین ہے اگر مال پیدا
کرنا چاہے تو اوسکو کچھ دقت نہیں ہوگی اسلیے کہ جو لوگ اوسمین صفت کے معتقد ہیں اونکے دل اوسکے

اختیار میں ہیں اور مال کا دنیا دل سے متعلق ہے جسکی طرف دل ہوگا اوسکے لیے مال دینا کچھ دریغ نہیں دوسرے
اگر کوئی شخص جس میں کوئی وصف کمال نہیں خزانہ پاوے اور اوسکو جاہ نہو اور چاہے کہ مال کی حفاظت سے
مجکو جاہ حاصل ہو جاوے تو نہایت دشوار ہے اس سے معلوم ہوا کہ جاہ ذریعۂ مال کا ہو سکتا ہے جو صاحب جاہ ہوگا وہ صاحب مال بہی
اور جو مال ہی کا مالک ہے وہ کسی طرح مالک جاہ نہیں اسی لیے جاہ زیادہ تر محبوب ہے دوسرے یہ کہ مال معرض تلف میں بھی آسکتا ہے کہ
چوری ہو جاوے یا چھن جاوے یا حکام و ظالم اوسپر طمع کریں علاوہ ازیں اوسکے لیے احتیاج پہرہ چوکی اور خزانہ وغیرہ
کی ہے غرضکہ بہت سی آفتیں مال پر آتی ہیں اور دل جب ملک میں آجاتے ہیں تو ان آفات میں سے کوئی سی آفت بھی اوس ملکیت پر نہیں
آتی تو واقع میں اصلی خزانہ یہی ہے کہ جسپر نہ چور کا بو پاویں نہ غاصبوں کے ہاتھ لگے اور مال میں سب سے زیادہ پایدار اشیاء غیر منقول ہیں اون میں
بھی خطرہ غصب اور ظلم کا موجود ہے اور خالی حفاظت اور نگاہبانی سے نہیں بلکہ دلوں کے خزانے میں
یہ سب باتیں مفقود ہیں وہ آپ ہی آپ محفوظ اور غصب و چوری سے مامون ہیں ہاں ایک آفت اس
خزانے میں یہ ہو سکتی ہے کہ لوگوں کو کوئی بہکا کر اور صاحب جاہ کی برائی بیان کرکے اونکے دل پھیر
سکتا ہے اور اعتقاد بدل سکتا ہے مگر اس شاذ و نادر بات کا دفع کرنا بہت آسان ہے اور اکثر تو جو کوئی
ایسا کرنا چاہے اوسکو بن ہی نہیں پڑتا سوم یہ کہ دلوں کی ملکیت بے رنج و مشقت بڑھتی جاتی ہے
اور ایک سے دوسرے میں سرایت کرتی جاتی ہے اسلئے کہ جب دل کسی کے وصف کمال کے معتقد ہوتے ہیں
کہ فلاں شخص مثلاً عالم یا عامل ہے تو زبان خود بخود اوسکی ثنا میں کھلتی ہے اور جس چیز کے خود معتقد ہوتے ہیں
وہ دوسروں کے سامنے بیان کرتے ہیں پس دوسرے شخص کا دل بھی اسی جال میں گرفتار ہو جاتا ہے اور
آدمی کی طبیعت جو انتشار صیت و ذکر کو پسند کرتی ہے اوسمیں بھی یہی بات ہے کیونکہ ذکر جب اطراف
میں پھیلتا ہے تو اوس سے اور دل معتقد ہوتے ہیں اور اوس اہل کمال کو بڑا جاننے لگتے ہیں
اسی طرح ایک سے دوسرے تک پھیلتا رہتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے اور اسکی کوئی حد معین نہیں بخلاف
مال کے کہ وہ اگر کسی کی ملکیت میں آجاتا ہے تو جبتک اوسکے بڑھانے میں تعب و مشقت و رنج و محنت
نہ اوٹھائے گا وہ تنہا ہی رہے گا خود بخود نہیں بڑھنے کا اور جاہ خود بخود پھیلتا اور بڑھتا جاتا ہے
اور اسی جہت سے جب آدمی کا جاہ زیادہ ہو جاتا ہے اور شہرۂ خلق ہو جاتا ہے اور سب لوگ اوسکی تعریف
میں رطب اللسان رہتے ہیں تو اوسکے مقابلہ میں مال اوسکی نظروں میں حقیر ہو جاتا ہے یہ مجمل
ترجیحات جاہ کی مال پر ہیں اگر انکو مفصل لکھا جاوے تو ترجیح بھی زیادہ تر معلوم ہو یہاں ایک
سوال پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کو مال اور جاہ سے غرض صرف حصول اغراض اور دفع مضار ہے مثلاً
حصول غذا و مسکن و پوشاک یا دفع مرض و عقوبت کہ بدون مال خواہ جاہ کے نہیں ہو سکتی تو سوجہ سے

مال و جاہ کی محبت سے دہشت نہ کی چاہیے اسلیے کہ جو چیز ذریعۂ محبوب چیزوں کے وصول کا ہوتی ہے اوسکو
بھی آدمی کی طبیعت محبوب جانتی ہے مگر طرفہ اور عجیب تر تو یہ ہے کہ کوئی حاجت بھی آدمی کو نہو تب بھی
محبت مال کے جمع کرنے کی اور خزانوں کے افراط کی اور دفینوں کی کثرت کی ہوتی ہے یہانتک کہ اگر آدمی
کے پاس دو جنگل سونے کے ہوں تو تیسرے کا خواستگار ہوگا حالانکہ قطعاً معلوم ہے کہ اوسکی طرف کبھی حاجت
نہ پڑے گی اسی طرح جاہ کے باب میں آدمی ایسا ذکر اور شہرت ایسی دور دراز ملکوں میں چاہتا ہے کہ یقیناً
جانتا ہے کہ میں وہاں کبھی نجاؤنگا اور نہ کبھی وہاں کے لوگوں کی ملاقات ہوگی کہ اونکو تعظیم یا سلوک
کی نوبت پہنچے یا کسی غرض میں مددگار و معاون ہوں اور باوجود اسکے ایسی جگہ میں بھی اشتہار ذکر سے
نہایت خوشی ہوتی ہے اور اسکی محبت طبیعت میں پائی جاتی ہی ظاہر میں یہ ایک جہالت کی بات ہے
کہ بے فائدہ چیز کی محبت کرے جس سے نہ فائدۂ دین ہو نہ فائدۂ دنیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ واقع میں یہ
محبت ہر ایک دل میں ہے اور اسکے دو سبب ہیں ایک سبب تو ظاہر ہے جو عوام بھی جانتے ہیں اور
دوسرا جو بڑا سبب ہے وہ پوشیدہ ہے اور نہایت دقیق کہ ذکی شخصوں کے فہم سے بھی بعید ہے غبیوں کا
تو کیا ذکر ہے کیونکہ اوس سبب کو نفس کی رگ باطنی اور طبیعت کے اقتضای خفیہ سے مدد پہونچتی ہے
جسکو بجز نہایت درجہ کے تامل والوں کے اور کوئی نہیں دریافت کرسکتا۔ سبب اول تو اس محبت جمعیت کا
یہ ہے کہ رنج خوف کا دور کرنا منظور ہوتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ سوء ظن سے ڈرنے والا حریص ہوا کرتا ہی
اور انسان کا بھی یہی حال ہے کہ اگرچہ اسکے پاس سردست مال بقدر کفایت موجود ہو مگر چونکہ طویل الامل
ہے اس واسطے یہ خیال کرتا ہے کہ شاید یہ مال جو مجھکو کافی ہے تلف ہو جاوی اور دوسرے کا محتاج ہونا
پڑے جب یہ خطرہ دل میں گذرتا ہے تو اوسکے دل میں سے خوف جوش زن ہوتا ہے اور یہ رنج خوف کا
جبتک دور نہیں ہوتا جبتک دوسرا مال اوسکے پاس نہو کہ جس سے اوسکا اطمینان ہو کہ اگر مال اول کو مصیبت
آجاوی گی تو یہ دوسرا کام آوے گا پس اسی طرح ہمیشہ اپنے نفس پر خوف کرتا رہتا ہے اور زندگی کی
محبت میں فرض کرلیتا ہے کہ بہت دنوں جیونگا اور یہ بھی فرض کرلیتا ہی کہ بہت سی حاجات پیش
آوینگے اور یہ بھی مان لیتا ہے کہ مال موجود پر بہت سی آفتیں برپا ہوینگی انھیں خیالات سے خوف
اوبھرتا ہے اور دفع خوف کے لیے مال کی کثرت کرتا جاتا ہے کہ اگر بالفرض ایک مال پر آفت آوی تو دوسرا
کام آوے اور یہ ایک ایسا خوف ہے کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مخصوص مال کی نہیں کہ وہان تک
پہونچکر ٹھہر جاوے اسی واسطے مال کی طالب کی بھی کوئی حد معین نہیں اور اسی بنا پر حدیث شریف میں
آیا ہے کہ مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُوْمُ الْعِلْمِ وَمَنْهُوْمُ الْمَالِ ۔ اور اسی جیسا سبب جاہ میں

سمجھنا چاہیے یعنے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دور دراز ملکون کے لوگون کے دل مین میری جاہ ہو وہ یہ فرض کرلیتا ہے کہ شاید کوئی ایسا سبب ہو کہ مین اپنے وطن سے اون لوگون مین جا پڑون یا وہ لوگ اس ملک مین آجاوین اور اون سے احتیاج استعانت کی ہو تو چونکہ یہ امر ممکن ہے اور حاجت ہونی دورکے ملک والون سے ظاہر احتمال نہین تو ایسے لوگون کے دلون مین اپنی وقعت ہونے سے نفس کو کمال فرحت اور لذت ہوتی ہی ہے کیونکہ اسمین وہی خوف وہمی جاتا رہتا ہے دوسرا سبب جو زیادہ قوی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک امر ربانی ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے خود اوسکو اپنے کلام پاک مین ارشاد فرمایا ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اور اوسکے ربانی ہونے کے یہ معنی ہین کہ وہ علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہے اوسکے اظہار کی اجازت نہین اسواسطے کہ اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ظاہر نہین فرمایا مگر قبل اس امر کے پہچاننے کے یہ معلوم ہے کہ آدمی کے دل کو چار طرح کے صفات کی طرف رغبت ہوتی ہے اول صفات بہیمی کی طرف مثل خورد و نوش اور جماع کے دوم صفات سبعی کیطرف جیسے مارپیٹ اور ایذا سوم صفات شیطانی کی طرف مثل مکر و فریب اور بہکانے کے چہارم صفات ربوبیت کیطرف جیسے کبر اور عزت اور شیخی اور طلب علو وغیرہ اور ان چارون کیطرف میل ہونا اسوجہ سے ہے کہ انسان چند اصول مختلف سے مرکب ہے جنکی تفصیل کی شرح کرنی طویل ہے بہرحال انسان اسوجہ سے کہ اسمین امر ربانی بھی ہے اپنی طبیعت سے ربوبیت پسند ہے اور ربوبیت کے معنے یہ ہین کہ کمال مین یکتا ہونا اور وجود مستقل مین یگانہ ہونا اور چونکہ کمال اوصاف الٰہی مین سے ہے اسی جہت سے انسان کا بھی محبوب بالطبع ہی باقی رہا کمال ہونے کا وہ منحصر ہے وجود پر مثلاً آفتاب کا کمال اسی مین ہے کہ تنہا موجود ہے اگر اوسکے ساتھ دوسرا آفتاب ہوتا تو اوسکے حق مین نقصان ہوتا ظاہر ہے کہ اوسوقت یہ نہ کہہ سکتے کہ کمال آفتاب ہونے مین یگانہ ہے اور وجود مین یگانہ خداے تعالے ہی کہ اوسکے ساتھ کوئی وجود سوا اوسکے نہین بلکہ وجود ماسوا کا اوسی کے آثار قدرت کا ایک نشان ہے بذات خود اوسکو قیام نہین خداے تعالے ہی کے وجود کے باعث قائم ہے اسی جہت سے یہ نہین کہہ سکتے کہ ماسوا کا وجود خداے تعالے کے وجود کی معیت رکھتا ہے اسلیے کہ معیت یعنی ایک ساتھ ہونا اسبات کو چاہتا ہے کہ دونون رتبہ مین مساوی ہون اور رتبہ مین مساوات ہونے سے کمال مین نقصان ہے کامل وہی ہے جسکا مثل رتبہ مین نپایا جاوے جیسے آفتاب کے تمام جہان مین چمکنے سے کچھ اوسمین نقصان نہین بلکہ یہ امر داخل اوسکے کمال مین ہے بلکہ آفتاب کا نقصان دوسرے آفتاب کے موجود ہونے سے ہے جو اوسکے رتبہ کے مساوی ہو اور اوسکی کچھ پروا نرکھے اسی طرح وجود اشیا ماسوی اللہ کا سمجھنا چاہیے کہ یہ سبھی

آفتاب وجود حقیقی سے پرتو پاکر اپنے اپنے وقت پر جلوہ گر ہیں کوئی اوسکا شریک نہیں کہ اوس سے
مستغنی ہوئے، وجود جملہ آن فروزان آفتابست + کہ ذرہ ذرہ ازوی نور یابست + حاصل کہ معنے
ربوبیت کے یہی ہیں کہ یکتا ہو اور وجود میں بعید کمال ہیں اور ہر ایک انسان اپنی طبیعت سے یہ امر پسند کرتا ہے
کہ کمال کے ساتھ یکتا ہو ہی وجہ ہے اسی لحاظ سے بعض مشائخ صوفیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ایک
انسان کے باطن میں وہ بات موجود ہے جسکی تصریح فرعون نے اپنے قول اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی سے
کی تھی مگر یہ کہ اوسکو مجال نہیں پاتا یعنے متفرد بالکمال ہونے کو جی چاہتا ہے مگر ہو نہیں سکتا اور
واقع میں جیسا اوس بزرگ نے فرمایا ویسا ہی ہے اسلیے کہ بندہ ہونا نفس پر شاق ہے اور ربوبیت
طبعاً محبوب ہے کیونکہ منسوب بایت ربانی کیطرف ہے جسکا اشارہ آیۂ کریمہ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّی میں
ہے لیکن از انجا کہ نفس بوجہ قصور کمال کے حاصل کرنے سے عاجز ہے تو اوسکی آرزو تب بھی کرتا رہتا ہے
اور کمال کا متمنی اور محب اور اوس سے لذت یاب رہتا ہے اور سواے آرزوی کمال کے اور کوئی
وجہ لذت کی نہیں سو جسکہ جو موجود ہے وہ اپنی ذات کو اور اپنی ذات کے کمال کو پسند کرتا ہے
اور مرنے کو جس سے فنائے ذات یا فنائے صفات کمال ذات سے متصور ہے ناپسند کرتا ہے اور
اگر یگانہ ہونا وجود میں نہ فرض کیا جاوے تب کمال اس طرح ہوگا کہ تمام موجودات پر غالب ہو اسلیے
کہ زیادہ تر کمال انسان تو اس میں ہے کہ دوسرے شخصوں کا وجود اوس سے ہو اگر یہ نہو تو اتنا تو ہو
کہ سب پر غالب ہو اسو جہ سے سب پر غالب ہونا انسانکو طبعاً محبوب ہے کیونکہ اسمین بھی ایک وجہ کا
کمال پایا جاتا ہے مگر یہ کہ غلبہ اشیاء پر جب ہوتا ہے جبکہ قدرت اون میں تاثیر اور تغیر کی اپنے
ارادے سے حاصل ہو کہ جس طرح انکو چاہے اولٹ پھیر کر سکے تو انسانکو یہ بات محبوب ہوئی کہ جو چیزیں
اسکے ساتھ موجود ہیں سب پر اپنا غلبہ اور تصرف کرے لیکن از انجا کہ موجودات کی تین قسمیں ہیں ایک تو
ایسی ہیں کہ جن میں کسی طرح کا تغیر نہیں ہو سکتا مثل ذات و صفات الٰہی کے اور ایک ایسی ہیں کہ تغیر
ہو سکتا ہے لیکن خلق کا تصرف اون پر نہیں ہو سکتا جیسے آسمان اور ستارے اور فرشتے اور جن اور
شیاطین اور پہاڑ اور سمندر اور جو چیزیں اونکے نیچے ہیں تیسری قسم ایسی چیزیں ہیں جو بندے کے
تصرف سے متغیر ہو سکتی ہیں جیسے زمین کے اجزا اور معادن اور نباتات اور حیوانات اور اسی قسم میں سے
آدمیوں کے دل بھی ہیں کہ قابل تاثیر اور تغیر کے مثل اجسام انسانوں کے ہیں پس جبکہ موجودات میں
یہ تقسیم ہوئی کہ بعض میں تصرف انسانی کا دخل ہوا جیسے زمین کی اشیا اور بعض اسکے تصرف سے خارج
ہوئے جیسے ذات الٰہی اور آسمان و فرشتے تو انسان نے اس بات کو محبوب سمجھا کہ فلکیات پر

علم کی محبت مستولی ہونا چاہیے اور اوسکے اسرار و دقائق کو جاننا چاہیے کہ یہ بھی ایک طرح کا غلبہ ہے
اسلیے کہ شے معلوم جسپر علم محیط ہوتا ہے وہ گویا کہ علم مین داخل ہو جاتی ہے اور عالم اوس علم پر حاوی
ہونے سے گویا غالب کہلاتا ہے اسی بنا پر انسان نے اسبات کو پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتون
اور آسمانون اور ستارون کو جانے تمام عجائبات سماوی اور عجائب پہاڑون اور سمندرون کو
پہچانے کہ اسمین ایک طرح کا استیلا پایا جاتا ہے جو ایک شق کمال کی ہے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ
کوئی شخص اگر کسی صنعت عجیب سے عاجز ہو تو طریق صنعت ہی کا مشتاق بنے کہ کسی طرح اسکا طریق
ہی معلوم ہو جاوے مثلاً اگر کسیکو شطرنج کھیلنا نہ آتا ہو تو وہ اسی بات کا مشتاق ہوگا کہ اوسکی چالیں ہی
معلوم ہو جاوین یا یہ کہ کوئی صنعت عجیب ہندسہ کی خواہ شعبدہ یا جر ثقیل وغیرہ کی دیکھی اور جان لیا
کہ مجکو نہ آوے گی یا نہ بن پڑے گی مگر یہ چاہا کہ اسکی کیفیت معلوم ہو جاوے کہ کیسے ہوتی ہے تو اگرچہ
اس شخص کو اپنے عاجزی کا اوس صنعت سے رنج ہوگا لیکن اگر اوسکو علم کیفیت ہی ہو جاوے گا
تو کمال علم سے لذت پاوے گا۔ مگر یہی دوسری قسم جسپر انسان کے تصرف کو دخل ہے یعنے زمین کی اشیا تو انسانکو
طبعًا محبوب ہے کہ انپر تصرف و قدرت سے مستولی ہو جاوے کہ جو چاہے سو کرے اور زمین کی اشیا
کی دو قسمین ہین ایک اجسام دوسری ارواح اجسام جیسے روپیہ اشرفی اور اسباب وغیرہ ان چیزونمین
یہ بات محبوب ہے کہ جہان چاہے وہان رکھے جسکو چاہے دیدے جسکو چاہے نہ دیوے وغیرہ غرض انپر قدرت تصرف کا
خواہان ہوتا ہے اسلیے کہ قدرت کمال گنا جاتا ہے اور کمال صفات ربوبیت سے ہے جو انسان کو طبعًا محبوب ہے اسی جہت سے
اموال کی محبت کرتا ہے گو کھانے اور پینے اور لباس اور شہوات نفس کے لیے اونکا محتاج نہو اسی واسطے لوگون کو
بھی اپنا غلام بنایا چاہتا ہے کہ اونکے اجسام و اعضا پر تصرف و قدرت ہو جاوے گو جبرًا قہرًا ہی ہو اور دلکی
ملکیت بھی حاصل نہو کیونکہ دلون کی تسخیر تو بدون اعتقاد کمال کے نہین ہوتی یہ ضرور نہین کہ لونڈی غلامونکے
دل بھی آقا کے کمال کے معتقد ہون الا قہر و جبر کا خیال البتہ دلمین رہتا ہے اسی سے اپنے اجسام سے اطاعت
کرتے ہین اور یہی دبدبہ اور غلبہ اور قدرت حضرت انسان کو محبوب ہے۔ دوسری قسم آدمیون کے نفس اور اونکے
دل ہین کہ تمام روی زمین چیزون مین نفس اعلیٰ ہین انسانکو یہ محبوب ہے کہ اونپر بھی غلبہ و قدرت ہو جاوے
اس طرح کہ تمام قلوب مسخر ہو جاوین کہ اپنے ہی اشارہ اور ارادہ مین ہین اور وجہ اس امر کے محبوب ہونے کی یہ ہے
کہ اسمین کمال غلبہ متصور ہے اور صفات ربوبیت کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے الا قلوب کی تسخیر بدون
محبت نہین ہوتی اور دلون مین محبت بدون اعتقاد کمال نہین آتی اسلیے کہ کمال صفات الٰہی مین سے ہے
اور صفات الٰہی سب کے سب طبعًا انسان کو محبوب ہین کہ اون مین ربانی بات پائی جاتی ہے اور امر ربانی

انسانی میں بھی ہے اور وہ ایسی شی ہے کہ موت سے فنا ہو نہ حال اوسکو لگاوے کیونکہ وہی محل ایمان اور
معرفت ہے اور وہی دیدار خدا تک پہنچانے والی اور دیدار کی طرف سعی بھی اوسی سے ہوتی ہے
پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنے دلوں کا مسخر ہونا ہے اور جس کسی کی تسخیر میں آجاتے ہیں اوسکو
اونپر استیلا و قدرت ہو جاتی ہے اور استیلا اور قدرت کمال میں داخل ہے جو کہ صفات ربوبیت سے ہے
اسی وجہ سے دلکو کمال علم وقدرت طبعًا محبوب ہے اور مال و جاہ اسباب قدرت میں سے ہیں اور چونکہ معلومات
اور مقدورات کی کچھ انتہا نہیں تو جبتک کوئی چیز علم وقدرت سے خارج رہیگی جبتک شوق کو
تسکین نہوگی اور نقصان بھی باقی رہیگا اسی لیے حدیث مذکورۂ بالا میں وارد ہے کہ مَنْهُومَانِ
لَا يَشْبَعَانِ غرض کہ ہر ایک دل کا مطلوب کمال ہے اور کمال علم وقدرت سے ہوتا ہے اور اسکے
درجات کا فرق زائد از شمار ہے پس ہر ایک انسان اوسی قدر خوشی اور لذت پاتا ہے جسقدر کہ اوسکو
کمال ہو یہ وجہ ہے جس سے کہ علم و مال اور جاہ محبوب ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ وجہ دوسری ہی چیز ہے
وجہ اول یعنی ذریعہ قضاے شہوات ہونا مال و جاہ کا علٰحدہ بات ہے اسلیے کہ شوق حصول علم و مال
و جاہ باوجود شہوات کے ساقط ہونے کے بھی باقی رہتا ہے بلکہ انسان ایسے علوم تحصیل کرتا ہے کہ جن میں
لیاقت حصول اغراض کی نہو بلکہ کبھی عجائبات و مشکلات کے جاننے میں طبیعت ایسی مصروف
ہوتی ہے کہ تمام اغراض و شہوات سے دست بردار ہو جاتا ہے اسواسطے کہ علم شے میں معلوم پر استیلا
پایا جاتا ہے جو ایک وجہ کمال ہے اور صفات ربوبیت میں سے ہے جو طبعًا محبوب ہوتی ہیں لیکن
علم وقدرت کے کمال حاصل کرنے میں غلطی بھی واقع ہوتی ہے جسکا بیان بہت ضروری ہے

چوتھا بیان کمال حقیقی اور کمال وہمی بے اصل کا ذکر یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ بعد ہو سکیگا
فی الوجود کے کوئی کمال علم وقدرت کے کمال کے برابر نہیں اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کمال حقیقی علم وقدرت
کمال وہمی سے ملا جلا ہے اور اسکو اسطرح سمجھنا چاہیے کہ کمال علم کا سواے خداے تعالے کے اور کسیکو
نہیں اور اسکی تین وجہیں ہیں اول تو کثرت معلومات کے باعث کہ خداوند کریم کا علم سب معلومات پر
محیط ہے اس بنا پر جتنا کسی بندے کو معلومات زیادہ ہونگے وتنا ہی خدا سے قریب ہوگا دوسری معلوم
چیز کی اصل حقیقت کے دریافت کرنے کے باعث کہ خداوند کریم کے علم کے سامنے سب معلومات کی اصل
حقیقت کامل طور پر واضح ہے پس اگر کسی بندے کا علم بھی اسی صفت پر ہو کہ اشیا کی حقیقت کو
جسطرح چیز وہ ہیں صدق و یقین و وضوح کے ساتھ مفصل جانے وہ خداے تعالے سے قریب ہوگا
تیسری علم کی پایداری و قیام کے باعث کہ ابد الآباد تک تبدیل و زوال کو اوسمیں دخل نہو خداے تعالے کا علم

ایسا قائم و باقی ہے کہ اوسمین مجال تغیر و تبدیل کی نہین پس اگر بندے کے علم مین بھی تغیر و تبدل
واقع نہو تو وہ خداے تعالے سے قریب ہوگا پھر معلومات کی دو قسمین ہین ایک تو متغیر ہونے والی
اور ایک ازلی متغیرات کی مثال یہ ہے کہ مثلاً اس جملہ کو جاننا کہ زید گھر مین ہے پس ہو سکتا ہے
کہ زید گھر مین سے چلا جاوے اور علم اوسکے گھر مین ہونے کا موجود ہے اس صورت مین یہ علم
جہل ہو جاوے گا اور باعث نقصان ہوگا نہ باعث کمال پس جن چیزون کے حالات مین انقلاب
متصور ہے اگر انکو کسی خاص حال پر اعتقاد کر لوگے تو اس امر کے درپے ہوگے کہ اپنے کمال کو نقصان سے
بدل ڈالو اور علم کو جہل سے۔ اسی مین داخل ہین تمام جہان کے متغیرات مثلاً کسی پہاڑ کے ارتفاع
کو جاننا اور پیمائش زمین اور شمار شہرون کے اور فاصلہ انکے درمیان کا اور دوسری چیزین جو
مسالک اور ممالک کے بیان مین مذکور ہوتی ہین اسی طرح علم لغت کو سمجھنا چاہیے کہ لغت کچھ اصطلاح کا
نام ہے جب مدت گذر جاتی ہے اور لوگ اور عادتین بدل جاتی ہین تو اصطلاحات مین تبدیل ہو جاتی ہے
غرضکہ یہ علوم ایسے ہین کہ انکے معلومات مثل پارہ کے ہین کہ ایک حال سے دوسرے حال مین بدلتے رہتے ہین
تو ایسے علوم مین گو سر دست کمال ہے مگر ایسا کمال نہین جو دل مین باقی رہے۔ دوسری قسم معلومات
ازلی ہین مثلاً جائز ہونا ممکن اشیا کا یا واجب ہونا واجبات کا یا محال ہونا مستحیل چیزون کا یہ معلومات
ازلی ہین کہ کبھی نہین بدلتے مثلاً محال ہے کہ واجب کبھی ممکن ہو جاوے یا ممکن چیز محال ہو یا محال
واجب ہو جاوے یہ اقسام داخل ہین خدا کی معرفت مین اور جو اشیا کہ اوسکے لیے واجب ہین اور جو چیزین
کہ اوسکے صفات مین محال ہین اور اوسکے افعال مین جائز ہین تو اللہ تعالے اور اوسکے صفات اور
افعال کا علم اور اوسکی حکمت کا جو آسمانون اور زمینون مین ہے اور جو ترتیب کہ اوسنے دنیا و آخرت
مین رکھی ہے اور اونکے متعلقات کا علم کمال حقیقی ہے کہ جو اوس سے متصف ہوگا وہ خدای تعالے سے
قریب ہوگا اور یہ کمال نفس کے لیے بعد موت بھی رہے گا اور یہ معرفت عارفین کے لیے مرنے کے بعد نور
بنے گی یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا یعنے یہ معرفت ایسا
راس المال ہو جاوے گی کہ اسکے ذریعہ سے جو چیز دنیا مین معلوم نہوئی تھی وہ معلوم ہو جاوے گی
جیسے کسی کے پاس ایک چراغ دھندھلا سا ہو تو ہو سکتا ہے کہ اوس سے دوسرا چراغ روشن کر کے
نور کو زیادہ خواہ کامل کرے اور جسکے پاس سرے سے چراغ ہی نہو اوسکو یہ بات حاصل نہین ہو سکتی
اسی طرح جسکو اصل معرفت نہین اوسکو اس نور کی طمع نہین ہو سکتی وہ ایسا ہوگا کَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ
لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا بلکہ اوسکی تاریکی کی یہ مثال ہوگی کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ

فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اس سے معلوم ہوا کہ سعادت سب سے
معرفت الٰہی میں ہے اور دوسری چیزوں کی معرفت کا حال یہ ہے کہ بعض میں تو کچھ فائدہ ہی نہیں
جیسے شعر کی معرفت اور عرب کے نسب کا حال وغیرہ اور بعض ایسی اشیا ہیں کہ ان سے معرفت الٰہی میں اعانت
ہوتی ہے جیسے لغت عربی کی معرفت اور تفسیر وفقہ وحدیث کی معرفت کہ لغت کی معرفت سے تفسیر
قرآن مجید کے جاننے پر اعانت ہوتی ہے اور علم تفسیر سے قرآن مجید کے معنی اور کیفیت عبادات
اور اعمال کی جیسے تزکیہ نفس ہوتا ہے معلوم ہوتی ہے اور طریق تزکیہ نفس کے جاننے سے لیاقت
حصول معرفت الٰہی ہوتی ہے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا اور فرمایا وَالَّذِينَ
جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا پس یہ سب چیزیں گویا کہ ذریعہ ہیں واسطے ثبوت معرفت الٰہی کے
ہر چند کمال خدا کی معرفت اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت میں ہے مگر اوسی میں یہ بھی شامل ہے
کہ موجودات کی معرفت حاصل ہو اسلیے کہ موجودات سب اوسکے افعال میں سے ہیں پس جو شخص کہ
موجودات کو اس اعتبار سے معلوم کرے گا کہ وہ اللہ تعالے کے افعال میں سے ہیں اور اوسی کی
قدرت اور ارادہ اور حکمت کے ساتھ مرتبط ہیں تو یہ جاننا بھی تتمہ معرفت الٰہی میں سے ہوگا یہ حکم کمال علم کا
ہے جو ہمنے بیان کیا اگرچہ مناسب احکام جاہ وریا کے نہ تھا لاکن چونکہ کلام کو پورا کرنا منظور ہے اس لیے
بیان کیا گیا۔ باقی رہا کمال قدرت پس بندے کو اوسمیں کمال حقیقی نہیں البتہ بندے کو علم حقیقی ہے قدرت
حقیقی نہیں قدرت حقیقی صرف خدا تعالے ہی کو ہے اور اشیا میں جو اثر بندے کی قدرت و ارادہ کا
ظاہر ہوتا ہے یہ بھی خدا تعالے ہی کے پیدا کرنے سے ہے جیسا کہ ہمنے باب صبر و شکر اور باب توحید
و توکل اور اور جگہوں میں جلد چہارم سے ثابت کیا ہے خلاصہ یہ کہ کمال علم آدمی کے ساتھ بعد موت بھی
باقی رہتا ہے اور اوسکو خدا تک پہنچاتا ہے مگر کمال قدرت میں ہم کوئی کمال بجہت قدرت نہیں جانتے
البتہ قوی کی قدرت کمال علم کا وسیلہ ہیں مثلاً تندرستی اور ہاتھ میں قوت گرفت کا ہونا اور پاؤں میں
قوت رفتار کا ہونا اور حواس میں قوت ادراک کا ہونا یہ سب قوتیں اس بات کے ہیں کہ کمال حقیقی علم کا
ان سے حاصل ہو سکے اور بعض اوقات ان قوی کے پورا ہونے کے واسطے حاجت مال و جاہ کی قدرت
کی ہوتی ہے تاکہ اوسکے سبب خورد و نوش و لباس و مسکن مل سکے اور ظاہر ہے کہ ان اشیا کے لیے ایک
مقدار معین ہے پس اگر مال کو معرفت الٰہی تک پہنچنے کے لیے صرف نہ کرے گا تو اوسمیں یقیناً کچھ
خیر نہیں صرف سردست کی لذت حاصل ہوگی جو عنقریب فنا ہو جاویگی اور جو شخص اسی لذت کو کمال
جانتا ہے وہ جاہل ہے مگر تمام خلقت اسی جہالت کے دام میں گرفتار ہے لوگ یہی تصور کرتے ہیں

کہ بہت سے اجسام پر قدرت بدرجہ ہونی اور اس مال سے تو انگری ہوئی اور لوگون کے دلون مین بہ باعث جا[ہ]
کے اپنی عظمت ہوئی اسی کا نام کمال ہے جب یہ اعتقاد دلمین کر لیتے ہین تو اسی بات کو محبوب جانتے ہیں
اور اوسی کے طالب ہوتے ہین اور طلب مین ہمہ تن مشغول ہو کر تباہ ہوتے ہین کمال حقیقی جو موجب
قرب اللہ ہے اور فرشتون سے قریب کرتا ہے اوس سے بالکل غافل ہین اور وہ کمال حقیقی علم او[ر]
حریت کا ہے کمال علم تو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین کہ معرفت الٰہی کا نام ہے اور حریت یعنی آزادی س[ے]
غرض قید شہوات اور دنیا کے ترددات سے آزاد ہونے سے ہے جس مین فرشتون کی مشابہت پا[ئی]
جاتی ہے کہ اونکو نہ شہوت ڈگا سکتی ہے نہ غضب دیوانہ کر سکتا ہے غرض کہ دور کرنا آثار شہوت و
غضب کا نفس سے وہ کمال ہے جو صفات ملائکہ مین داخل ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی سی صفت کمالی خداوند
پاک کی متغیر ہوسکے یا اوسپر کوئی شی اثر کرسکے پس جو شخص کہ تغیر اور عوارض کے تاثر سے بعید ہوگا وہی
اللہ سے قریب ہوگا اور فرشتون سے مشابہ اور خدای تعالے کے نزدیک بلند مرتبہ بھی وہی ہوگا اور یہ کمال
کمال علم و قدرت سے علیحدہ شے ہے اور ہمنے اسکو اسوجہ سے اوپر نہین بیان کیا کہ واقع مین اس کمال کا
مآل نقصان کے نہونے کیطرف رجوع کرتا ہے اسلیے کہ بدلجانا بھی ایک نقصان ہے کیونکہ تغیر اوسی کو کہتے ہین
کہ جو صفت پہلے سے موجود تھی وہ جاتی رہے اور جاتا رہنا ذات کے لیے بھی نقصان ہے اور جو صفات
کمالی ذات کی ہین اونکے لیے بھی نقصان ہے باین لحاظ اب اگر شہوات سے نہ بدلنے اور اونکی فرمانی
کرنے کو جدا کمال قرار دین تو کمالات تین ہوتے ہین اول کمال علم دوم کمال حریت یعنی شہوات کا غلام
نہونا اور اسباب دنیوی کا بچا ہونا سوم کمال قدرت اور بندہ کو کمال علم اور کمال حریت کی حاصل
کرنے کا طریق تو مل سکتا ہے مگر تیسری قسم کمال قدرت کے حاصل کرنے کا طریق نہین مل[تا]
کہ یہ کمال بھی بعد موت باقی رہے اس لیے کہ قدرت اموال پر خواہ اجسام پر جو قلوب ابدان کی
ہوتی ہے موت پر جاتی رہتی ہے اور معرفت اور آزادی موت سے فنا نہین ہوتین بلکہ باقی رہتی
اور وسیلہ قرب الٰہی ہوتی ہین ـ مقام غور ہے کہ جاہل کسطرح اندھے ہو کر معاملہ بالعکس کر[تے]
کہ مال و جاہ سے کمال قدرت کے طالب ہین جو فانی شی ہے اور کسی طرح اوسکو بقا نہین اور کمال
علم و کمال حریت سے بالکل منہ پھیر لیا ہے اور یہ دونون ایسے ہین کہ اگر نصیب ہوجاوین تو ابد الآباد
منقطع نہوون یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہین اُولٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ
فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ان لوگون نے اللہ تعالے کا یہ ارشاد نہیں سمجھا
کہ فرماتا ہے اَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

ثوابا وخیر املا باقیات صالحات علم وحریت ہین کہ نفس مین ہمیشہ کو رہیگی اور مال وجاہ تو چند روز کے
بعد فنا ہوجاوینگے انکی مثال اس آیت مین مذکور ہے انما مثل الحیوٰة الدنیا کماء انزلناہ من
السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام حتی اذا اخذت الارض
زخرفها وازینت وظن اهلها انهم قادرون علیها اتاها امرنا لیلا او نهارا فجعلناها
حصیدا کان لم تغن بالامس کذلک نفصل الایات لقوم یتفکرون اور دوسری جگہ ارشاد
فرمایا واضرب لهم مثل الحیوة الدنیا کماء انزلناه من السماء فاختلط به نبات الارض
فاصبح هشیما تذروه الریاح وکان الله علی کل شیء مقتدرا اور جو چیزین کہ موت کے جھوکے سے
فنا ہوجاتی ہین وہ زندگی کے مزے ہین اور جن چیزون کو موت کا صدمہ نہیں ہوتا اور اوس سے فنا نہیں ہوتی
وہ باقیات صالحات ہین اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مال وجاہ سے کمال قدرت کو کمال سمجھنا امر ظنی اور
بے اصل ہے جو کوئی انکی طلب مین اپنی عمر ضائع کرے اور اسیکو مقصود اصلی جانے وہ جاہل ہے
کیا خوب کہا ہے کسی کہنے والے نے ع مال جنھون نے جمع کیا وہ ہاتھ پسارے جاتے ہین + یعنی مال اسلیے
جمع کیا تھا کہ مفلس نہونگے مگر وقت مرگ محتاج اور خالی ہاتھ ہی جاتے ہین - ہان جو شخص انکو بقدر
ضرورت جس سے کمال حقیقی تک پہونچنے کا ذریعہ ہون حاصل کرے گا وہ چین سے رہے گا خدا
تعالے ہمکو بھی ایسی ہی توفیق وہدایت عنایت کرے +

ساتوان بیان اس امر مین کہ جاہ کی کونسی محبت اچھی ہے اور کونسی بری - جب یہ معلوم ہوچکا
کہ جاہ کے معنے دلون کی ملکیت اور اونپر قدرت ہونے کے ہین تو جاننا چاہیے کہ اوسکا حکم بھی ملکیت
مال کاسا ہے اسلیے کہ جاہ بھی ایک غرض دنیاوی اغراض مین سے ہے موت پر منقطع ہوجاتا ہے
چنانچہ الدنیا مزرعة الاخرة وارد ہے تو جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہے اوس سے زاد آخرت
حاصل کرنا ممکن ہے پس جسطرح تھوڑا مال خورد ونوش ولباس کیلیے ضروری ہے اسی طرح تھوڑا سا
جاہ خلق کے ساتھ بسر اوقات کے لیے ضروری ہے اور جیسے کہ خوراک امر لابدی ہے اور جائز ہی کہ بقدر
ضرورت کو اوس سے جاہ اوس مال کو جس سے خوراک خریدی جاوے محبوب جانے اسی طرح حاجت ایک خادم
کی جو خدمت کرے اور ایک رفیق کی جو اعانت کرے اور ایک استاد کی جو راہ بتاوے اور ایک حاکم کی جو دونون
کی شرارت وظلم سے بچاوے ضروری ہے پس اس بات کو محبوب جاننا سالک کا کہ خادم کے دل مین میری
یہ وقعت ہو کہ وہ خدمتگاری کیے جاوے یا رفیق کے دل مین ایسی منزلت ہو کہ وہ اعانت سے باز نہ رہے
یا استاد کے دل مین ایسی جگہ ہو کہ جس سے راہ اچھی طرح بتاوے یا حاکم کے دل مین ایسی عزت ہو کہ وہ شرارت کے

دفع پر آمادہ ہو جاوے یہ مذموم نہیں اس لیے کہ جاہ بھی ایک ذریعہ اغراض کا مثل مال کے ہے دونوں میں کچھ
فرق نہیں — ہان تحقیق اس باب مین یہ ہے کہ خود مال اور جاہ کو محبوب نجانے بلکہ اونکی محبت کو ایسا سمجھے جیسا
کسی کے گھر مین پاخانہ ہو اور قضاے حاجت کی جہت سے اوس پاخانے کا ہونا پسند کرتا ہو اور یہ چاہتا ہو
کہ اگر مجھے حاجت براز کی نہ ہے تو اس پاخانے سے مجھے کچھ سروکار نہ ہے بس ایسا شخص واقع مین پاخانے
سے محبت کرنے والا نہ گنا جاویگا بلکہ جو شے محبوب تک پہونچنے کا ذریعہ ہوتی ہاں محبت صرف مقصود اصلی ہی سے ہوتی ہے ذریعہ سے صرف
ذریعہ ہونے کی محبت ہوتی ہے فقط اب اسکو ایک مثال سے سمجھائے دیتے ہیں مثلاً ایک شخص اپنی
منکوحہ سے اسوجہ سے محبت رکھتا ہے کہ وقت ضرورت اوس سے صحبت کرتا ہے جس طرح پاخانے کو
قضاے حاجت کے لیے اچھا سمجھتا ہے اور اگر اسکو ضرورت شہوت داعی نہو تو منکوحہ کو طلاق
دیدے جیسے حاجت براز نہونے سے پاخانے مین نجاتا اور بعض اوقات منکوحہ کو خود چاہتا ہے اور
اوسکی صورت پر فریفتہ رہتا ہے یہانتک کہ اگر کبھی اتفاق صحبت نہوتا ہو اوسکو نکاح سے باہر کرنا
نہین چاہتا تو اس دوسری قسم کو محبت کہتے ہین اول قسم اصل محبت نہین علی ہذا القیاس جاہ و
مال کا حال ہے کہ اگر انکے ساتھ اس وجہ سے محبت ہو کہ انسے اغراض بدن حاصل ہوتے ہین تو کچھ
برائی نہین اور اگر خود انھین سے محبت ہے اس سے کچھ غرض نہین کہ یہ ذریعہ اغراض ہین
یا نہین یا مقدار ضرورت سے زائد کو مثلاً محبوب جانے تو مذموم ہے لیکن ایسا شخص جو خود مال و جاہ
محبت رکھتا ہے فاسق اور عاصی نہوگا جبتک کہ اس محبت کے باعث کسی گناہ کا مرتکب نہو
یا مال و جاہ کے حاصل کرنے کے لیے مکر و فریب و جھوٹ وغیرہ کو ذریعہ نہ بناوے یا اونکے
کے لیے کسی عبادت کو وسیلہ ٹھہراوے کیونکہ عبادت سے مال و جاہ پیدا کرنا دینی گناہ اور
اور ریا کا بھی وہی ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ اب باقی رہی یہ بات کہ خادم و رفیق و اسے
و حاکم کے دلون مین جگہہ کرنے کی کوئی حد مقرر ہے یا جسقدر چاہے اوس قدر لگاوے اونکو معتقد کرے
تو اوسکی تشریح یہ ہے کہ دوسرے شخص کو معتقد کرنا تین طرح پر ہے دو صورتین تو مباح ہین اور
ایک ممنوع جو صورت کہ ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ اونکو ایسی صفت کا معتقد کرے جو اپنے آپ مین نہو مثلاً
اونکو ان صفات کا معتقد کرے کہ مین عالم یا پرہیزگار یا سید ہون حالانکہ ایسا نہین تو یہ حرام ہے
اسلیے کہ دروغ اور دھوکا دینا ہے خواہ قول مین یا معاملہ مین — اور مباح صورتون مین سے ایک یہ ہے
کہ جس صفت کے ساتھ خود متصف ہو اوسی رتبہ کا خواہان ہو مثلاً حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے
حاکم مصر سے فرمایا تھا اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ آپ حاکم کے دل مین اپنا ...

خواہان ہوئے کہ میں حفیظ و علیم ہون اور یہی شخص کی اوسکو ضرورت بھی تھی اور یہ قول آپ کا درست اور صادق تھا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے کسی عیب یا گناہ کو مخفی رکھے کہ جس سے دوسرے کی نظر میں نہ گرجاوے یہ بھی مباح ہے کیونکہ گناہ کا مخفی رکھنا جائز ہے پردہ دری اور بری بات کو علانیہ کہنا جائز نہیں علاوہ ازین اسمین کچھ دھوکا دینا نہیں بلکہ جس چیز کے جاننے سے کچھ فائدہ ہو اوسکی اطلاع نکرنی ہے مثلاً ایک شخص شراب خوار ہے مگر حاکم سے نہیں کہتا کہ مین شراب پیتا ہون نہ یہ اظہار کرتا ہے کہ میں پرہیزگار ہون کیونکہ اگر پرہیزگار ظاہر کریگا تو صریح جھوٹ اور فریب دہی ہوگی صرف شرابخواری کا اقرار نکرنے سے یہ ضرور نہیں کہ حاکم اسکی پرہیزگاری کا اعتقاد کرلے بلکہ اتنا ہے کہ اوسکو اسکی شرابخواری کا علم نہوگا۔ اور یہ امر بھی منجملہ ممنوعات ہے کہ دوسرے کے سامنے نماز بہت اچھی طرح پڑھے تاکہ وہ حسن معتقد ہوجاوے اسلئے کہ یہ سراسر ریا اور فریب ہی ہے کہ وہ تو یہ جانے کہ میان صاحب بہت اخلاص اور خشوع خضوع کے ساتھ رکھتے ہیں حالانکہ انکا فعل محض تلبیس ہے اس طور سے جاہ کا طلب کرنا حرام ہے اور اسی طرح مال کا طلب کرنا بھی ناجائز ہے دونوں مین کچھ فرق نہیں اور جسطرح کہ دوسرے کا مال مکر و فریب سے بغیر معاوضہ یا کسی چیز کے عوض مین لیلینا ناجائز ہے اسی طرح دوسرے کے دل کا بھی مکر و فریب سے مالک ہونا ناجائز ہے کیونکہ دلون کی ملکیت بہ نسبت مال کی ملکیت کے بڑھکر ہے

آٹھوان بیان اسباب مین کہ نفس کو اپنی مدح و ثنا کی محبت اور خوشی کس سبب سے ہے اور ہجو سے نفرت اور بغض کس وجہ سے

جاننا چاہیے کہ قلب کو جو مدح سے خوشی اور لذت ہوتی ہے اوسکے چار سبب ہیں۔ سبب اول جو سب مین زیادہ قوی ہے یہ ہے کہ مدح کے باعث نفس یہ جانتا ہے کہ میں صاحب کمال ہون اور چونکہ حسب مذکورہ بالا کمال ایک محبوب چیز ہے تو جب نفس کو اپنی کمال کی معرفت ہوتی ہے خواہ مخواہ خوشی اور لذت پاتا ہے اور مدح سے ممدوح کے نفس کو اپنے کمال کا شعور ہوتا ہے اسلئے کہ جس وصف سے تعریف کیجاتی ہے دو حال سے خالی نہیں یا تو ظاہر ہوتا ہے یا مشکوک وصف مذکور ظاہر اور محسوس ہے تب تو لذت کم ہوتی ہے جیسے کسی کی تعریف مین کہیں کہ قد کا اونچا اور رنگ کا سفید ہے تو ہر چند یہ ایک طرح کا کمال ہے مگر نفس اس سے غافل رہتا ہے اسی جہت سے اوسکی چندان لذت بھی نہین مگر دوسرے کے جتانے سے جب اس کمال کا شعور ہوتا ہے تو کچھ نہ کچھ لذت حاصل ہوتی ہے اور اگر وصف مذکور ایسی چیزون مین سے ہو جن مین شک کو مجال ہے تو اوس سے لذت بہت زیادہ ہوتی ہے مثلاً کسی کی تعریف کمال علم اور کمال ورع یا حسن مطلق سے کرنی کہ یہ اوصاف ایسے ہین کہ آدمی کو اکثر شک ہوتا ہے کہ میرا حسن یا علم یا ورع کامل ہے یا نہیں اور ہمہ وقت اسکا مشتاق ہوتا ہے کہ کسی طرح

بیشک مٹ جاوے اور یقینا معلوم ہو جاوے کہ میں اس وصف میں بےنظیر ہوں تاکہ اطمینان ہو اور پھر اوس وصف کے حاصل کرنے کی مشقت نکرنی پڑے پس جبکہ دوسرے کی زبان سے اپنے آپ میں وہ کمال سنتا ہے تو دل کو تسکین ہوتی ہے اور اپنے کمال پر وثوق ہو جاتا ہے اور نہایت لذت حاصل ہوتی ہے اور سب سے زیادہ تر لذت اس سبب سے اوسوقت ہوتی ہے جب مدح وثنا کوئی ایسا شخص کرے جو اسطرحکے صفات سے واقف ہو اور کلام بھی بے تحقیق اور بیہودہ نکہتا ہو مثلاً کوئی استاد اپنے کسی شاگرد کی ثنا کرے کہ تم بڑے ذکی و دانا اور فاضل ہو تو اس سے شاگرد کو نہایت خوشی ہوتی ہے اور اگر کوئی بیہودہ اور لغو گو اسطرحکی ثنا کرے تو لذت کم ہوتی ہے اور ہجو اور مذمت کے برا معلوم ہونے کا بھی یہی سبب ہے کہ نفس کو اپنے نقصان کا شعور ہوتا ہے اور چونکہ نقصان کمال کی ضد ہے اور کمال محبوب ہوتا ہے تو بالضرور نقصان برا معلوم ہوگا اور جب اوسپر اطلاع ہوگی جبھی رنج معلوم ہوگا خصوصاً اوسوقت کہ کوئی دانا بینا معتمد آدمی مذمت کرے جیسا کہ مدح میں بیان ہوا - دوسرا سبب یہ ہے کہ مدح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کرنیوالی کا دل ممدوح کا مملوک اور مسخر اور معتقد ہے اور دل کی ملکیت بہر صورت آدمی کو پسند ہے جب یہ معلوم ہوگا کہ مادح میرا معتقد اور اوسکا دل میری مشیت کے تابع ہے جبھی لذت حاصل ہوگی خصوصاً جب ایسا شخص تعریف کرے کہ جسکو قدرت زیادہ اور اوسکے دل کے مسخر ہونے سے کام زیادہ نکلے تو اور بھی زیادہ خوشی اور لذت ہوگی مثلاً حکام اور اکابر کے دل کی تسخیر سے - اور یہ لذت کم ہوتی ہے اگر کوئی ایسا شخص تعریف کرے جو بیقدر ہو اسلیے کہ اگر ایسے بیقدر کے دل کا مالک بھی ہوا تو کیا ہے ایک حقیر چیز ملکیت میں آئی اور ایسے کی تعریف ممدوح میں قدرت ناقص کا اظہار کرتی ہے اور اسی وجہ سے ہجو کو بھی برا جانتا ہے اور دل پر صدمہ ہوتا ہے اور جب کوئی اکابرین سے ہجو کرتا ہے تو اور زیادہ رنج ہوتا ہے کہ اس صورت میں بڑا مطلب فوت ہوتا ہے - تیسرا سبب یہ ہے کہ ایک شخص کا تعریف کرنا اس بات کا موجب ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کا دل بھی اپنا معتقد ہو جاوے خصوصاً جب ایسا شخص تعریف کرے کہ جسکے قول پر سب ملتفت ہوں اور اوسکا اعتبار کرتے ہوں مگر اسمیں یہ شرط ہے کہ تعریف لوگوں کے سامنے ہو پس جسقدر جمعیت زیادہ ہوگی اور تعریف کرنیوالا لائق التفات زیادہ ہوگا مثلاً میر مجلس یا حاکم ثنا کرے گا تو تعریف نہایت لذیذ معلوم ہوگی اور برائی اسکی برعکس نہایت شاق گذرے گی - چوتھا سبب یہ ہے کہ تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح صاحب حشمت و رعب ہے کہ مادح اسکی ثنا میں رطب اللسان ہونے کو مضطر ہے خواہ برغبت دل یا بزور دباو - اپنا دباو بھی آدمی کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں ایک طرحکا غلبہ پایا جاتا ہے اور چونکہ مادح خواہ مخواہ تعریف کرنے پر مضطر ہے اور اوسکے اضطرار سے ایک طرحکا غلبہ و قدرت

ممدوح کی معلوم ہوتی ہے اسی جہت سے ممدوح کو اس تعریف سے لذت ہوتی ہے کہ تعریف کرنے والا
دل میں ان اوصاف کا ممدوح کے لیے معتقد ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر مادح
قوی اور تواضع سے منکر ہوگا اوسی قدر اوسکی ثنا سے ممدوح کو لذت زیادہ ہوگی۔ اب اگر یہ چاروں
اسباب ایک ہی تعریف کرنے والے کی تعریف میں جمع ہو جاویں تو ظاہر ہے کہ نہایت درجہ کی
لذت ہوگی اور اگر مختلف ہوں تو اوسی قدر لذت بھی کم ہوگی۔ پہلا سبب یعنی اپنے کمال سے واقف ہونا
یہ تو اسطرح دفع ہو سکتا ہے کہ ممدوح یہ جان لے کہ مادح اس قول میں سچا نہیں مثلاً کسی شخص نے کسی کی
تعریف کی کہ تم بڑے شریف یا سخی یا عالم یا پرہیزگار ہو اور ممدوح نے جان لیا کہ مجھ میں ان باتوں
میں سے کوئی بھی نہیں تو وہ لذت جو نفس کو کامل جاننے سے ہوتی وہ تو جاتی رہے گی اور باقی سببوں
کی لذتیں باقی رہیں گی اب اگر یہ جان لے کہ مادح صرف اوپر کے دل سے کہتا ہے اور اپنے قول کا معتقد
نہیں اور میں اس صفت سے خالی ہوں تو دوسری سبب یعنی ملکیت دل سے جو لذت ہوتی وہ
بھی نہوگی اور تیسرے سبب کی لذت تو اسی دوسرے کے تابع ہے وہ بطریق اولے نہوگی صرف
چوتھی وجہ کی لذت یعنی بباعث حشمت ممدوح مضطر ہونا مادح کا مدح و ثنا میں سو اسکا علاج یہ ہے
کہ یوں سمجھے کہ تعریف کرنے والا میرے خوف سے ثنا نہیں کرتا بلکہ مجھکو ستاتا ہے اور یہ تصور ایسا ہے کہ
اسکے بعد کوئی لذت باقی نہیں رہتی اسلیے کہ کوئی سبب لذت کا نہیں رہتا۔ یہ بیان سبب نفس کے
خوش ہونے اور لذت پانے کا مدح سے اور رنج اور صدمہ اوٹھانے کا مذمت سے ہے اور ہم نے اسکو
اسلیے ذکر کیا کہ آدمی کو علاج محبت جاہ اور مدح کی محبت اور مذمت کے رنج کا معلوم ہو جاوے کیونکہ جس
چیز کا سبب نہیں معلوم ہوتا اوسکا علاج ممکن نہیں اسلیے کہ علاج اسیکا نام ہے کہ مرض کے سبب اکھیڑ دیے جاویں

نواں بیان محبت جاہ کے علاج میں۔ واضح ہو کہ جس شخص کے دل پر محبت جاہ چھا جاتی ہے وہ ہمیشہ
ہمت اسی بات میں مصروف رکھتا ہے کہ خلق کی مراعات نچھوٹے اور انسے دوستی پیدا ہو انھیں کی نمائش
مقصود ہو اپنے اعمال و اقوال و افعال میں ہمیشہ اسبات کا خیال رکھتا ہے کہ جس سے خلق میں اوسکا مرتبہ بڑھے
اور در واقع میں یہ امر نفاق کا تخم اور فساد کی جڑ ہے ہوتے ہوتے عبادات میں سستی آنے لگتی ہے اور ریا
دخل ہوتا ہے اور دلوں کے راغب کرنے کیلیے منہیات میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی لحاظ سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے شرف اور مال کی محبت کو اور اونسے دین کے جاتے رہنے کو دو بھیڑیوں
نقصان کرنے والوں سے مشابہت دی جیساکہ اوپر گذرا اور یہ فرمایا کہ حُبُّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ
يُنْبِتُ النِّفَاقَ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ اسلیے کہ نفاق اسی کا نام ہے کہ ظاہر آدمی قول اور فعل میں

اور اسکے باطن کے مخالف ہو پس جو شخص کہ لوگون کے دلون مین اپنے رتبہ کا خواہان ہے وہ ضرور اون سے بنفاق
پیش آوے گا اور بتکلف عمدہ خصلتین اونکے سامنے ظاہر کرے گا حالانکہ وہ اونسے خالی اسی کا نام
نفاق ہے اس سے معلوم ہوا کہ محبت جاہ کی مہلکات مین سے ہے اسی لیے اسکا علاج بھی واجب ہے
اور اسکا دور کرنا دل سے لازم کیونکہ یہ مرض ایسا ہے کہ دل کی سرشت مین داخل ہے جیسا کہ مال
کی محبت امر جبلی ہے پس محبت جاہ کا علاج مرکب ہے دو باتون سے علم اور عمل سے علمی علاج تو
یہ ہے کہ جس سبب سے جاہ کو محبوب جانتا ہے اوسکو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سبب یہ ہے کہ لوگون کے
اجسام اور قلوب پر کمال قدرت حاصل ہو اور پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر یہ بات آدمی کو میسر بھی ہو جاوے
تو انتہا اسکی موت ہے یہ بات باقیات صالحات سے نہین بلکہ اگر مشرق سے مغرب تک سب لوگ
ایک شخص کو سجدہ کرنے لگین اور پچاس برس تک تمام روے زمین کے لوگ اوسکے لیے اسی حال پر رہین تب بھی
نہ سجدہ کرنے والے رہین گے نہ وہ خود رہے گا بلکہ اوسکا حال ایسا ہی ہوگا جیسے اور عظیم الشان صاحب جاہ
لوگ زمین کے پیوند ہو گئے اور اونکے سامنے جو لوگ ذلیل و منقاد بنے رہتے تھے وہ بھی فنا ہو گئے
تو ایسے امر فانی کے لیے نہین چاہیے کہ اپنے دین کو جس مین حیات ابدی ہے اور کبھی علحدگی نہین
چھوڑ دیا جاوے اور جس شخص نے کہ کمال حقیقی اور وہمی کو سمجھ لیا اوسکی آنکھون مین جاہ حقیر ہو جاتا ہے
مگر اسکے لیے اوسی شخص کی بینائی کام کرتی ہے جو آخرت کو حاضر اور سامنے دیکھتا ہے اور دنیا کو حقیر
سمجھتا ہے اور موت کو جانتا ہے کہ گویا آچکی اور اوسکا حال مثل حال حضرت حسن بصری رحمہ کے ہوتا ہے
کہ اونھون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے یون معلوم کرنا چاہیے
کہ موت نے گویا آخر کو یہ لکھ دیا ہے کہ تم مر گئے مقام تامل ہے کہ اونھون نے کیسے زمانہ آئندہ کو
ماضی سمجھ لیا تھا اور یہی حال حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کا تھا کہ اونھون نے اس خط کا جواب یہ لکھا کہ
بعد حمد و صلوۃ کے یون تصور کرنا چاہیے کہ گویا تم دنیا مین کبھی آئے ہی نہ تھے ہمیشہ آخرت مین رہے
ان لوگون کا التفات آخرت ہی پر تھا اور حساب کا یقین کہ آخرت تقوی والون ہی کو ملے گی اسی نظر
سے دنیا مین جاہ و مال کو حقیر سمجھا مگر اکثر لوگون مین بینائی ضعیف ہے اونکی نظر دنیا ہی پر پڑتی ہے
انجام کا خیال نہین کرتے اسی جہت سے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى اور فرمایا كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ پس جسکا
یہ حال ہو اوسکو چاہیے کہ اپنے دل کا علاج علمی مرض محبت جاہ سے کرے یعنی اوسکے آفات دنیاوی کو
جانے اور جو خطرے کہ ارباب جاہ کو دنیا مین پیش ہوتے ہین اونکو سوچے کہ ہر ایک صاحب جاہ محسود ہوتا ہے

اور لوگ اوسکی ایذا کے خواہاں رہتے ہیں اور اوسکو ہمیشہ اپنے جاہ کا خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں مریدوں کے دل سے
اتر جاوے اور دلوں کا حال بدلنے میں ہنڈیا کے اوبال سے بھی سخت ہے کبھی کسی کی طرف ہوتے ہیں کبھی
اوس سے پھر جاتے ہیں پس جو شخص لوگوں کے دلوں پر اعتماد کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ سمندر کی موج پر بنیاد رکھتا ہے اسلیے
کہ جیسے اسکو قیام نہیں ایسے ہی اوسکو بھی تو لوگوں کے دلوں کی رعایت میں لگا رہنا اور اپنے جاہ کی حفاظت
کرنی اور حاسدوں کے مکر اور دشمنوں کی ایذا کو دور کرنا یہ سب آفتیں مبادی ہیں کہ جنسے لذت جاہ کی مکدر
رہتی ہے سو دنیا ہی میں جسقدر اس سے آدمی توقع رکھتا ہے اوس سے زیادہ ترددات ہوتے ہیں اور آخرت کا
فائدہ جو منقطع ہوتا ہے اوسکا تو کچھ ذکر ہی نہیں سو یہ علاج اوس شخص کے لیے جسکی نظر ضعیف ہے اور جو قوی
بینائی رکھتے ہیں اور ایمان زبردست اونکو حاصل ہے تو خدا کے فضل سے وہ دنیا کی طرف التفات نہیں
کرتے یہ علاج تو باعتبار علم کے ہے اور علاج عملی یہ ہے کہ ایسے کام کرے جس سے مستحق ملامت ہو اور لوگوں کے
دل سے اتر جاوے اور اونکی نظروں سے گر جاوے اور اپنے مقبول ہونے میں جو مزا پاتا تھا وہ اس سے
چھوٹ جاوے اور گمنامی سے اور خلق کے نزدیک برا ٹھہرنے سے الفت ہو اور صرف حق تعالیٰ کے
قبول پر قناعت میسر ہو اور یہ طریق فرقہ ملامتیہ کا ہے کہ ارتکاب معاصی اور بری باتوں کا یہاں تک
کرتے ہیں کہ لوگوں کی نظروں سے ساقط ہو جاویں اور آفت جاہ سے نجات پاویں مگر یہ صورت ایسے شخص
کے لیے جائز نہیں جو مقتدا اور پیشوا ہو کہ اوسکے حرکات بد سے مسلمانوں کے دلوں میں دین کی سستی آتی ہے
اور جو شخص کہ مقتدا نہیں اوسکو بھی فعل حرام خاص اس علاج کے لیے درست نہیں بلکہ یہ جائز ہے کہ مباحات
میں سے ایسے افعال کرے کہ جس سے اوسکی قدر لوگوں میں گھٹ جاوے مثلاً روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے
کسی زاہد کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب زاہد نے سنا کہ بادشاہ قریب پہنچا اپنا کھانا اور ساگ منگایا اور
بھوکوں کی طرح بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے جب بادشاہ نے اوسکو کھاتے دیکھا اوسکے دل سے اوتر گیا
اور وہاں سے لوٹ آیا زاہد نے کہا کہ خدا تعالے کا شکر ہے جسنے تجکو مجھسے ہٹا دیا۔ اور بعضی شخصوں نے
شربت ایسے رنگین پیالوں میں پیا ہے کہ دیکھنے والوں کو گمان ہو کہ یہ شخص شراب خوار ہے۔ اور اوس سے
کنارہ کش ہیں ہر چند یہ امر فقہ کی رو سے محل تامل ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں مگر ہر ایک اپنے نفسوں کا علاج
ایسی باتوں سے کرتے ہیں کہ فقیہ فتویٰ اوسکے جواز کا نہیں دیتا مگر وہ لوگ اپنے قلب کی اصلاح سوا اوسکے اور
کسی چیز میں نہیں پاتے اسواسطے ایسا کرتے ہیں پھر اپنے اس افراط و تفریط کا تدارک کر لیتے ہیں جیسے
کسی بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ زہد میں معروف ہو گئے اور لوگوں نے اونکے پاس ہجوم کرنا شروع کیا تو وہ
ایک روز حمام میں گئے اور ایک دوسرے شخص کے کپڑے پہنکر باہر نکل آئے اور عین راہ میں کھڑے ہو گئے

یہان تک کہ لوگون نے کپڑے پہچان لیے اور زرد وکوب کے بعد وہ کپڑے ہٹا لیے اور کہنے لگے کہ یہ شخص حریص ہے اور پھر اوسکے پاس نہ گئے — اور سب مین عمدہ طریق جاہ کے قطع کرنے کا لوگون سے کنارہ کشی ہے اور ایسی جگہہ چلا جانا جہان کوئی اپنے آپ کو نجانتا ہو اس لیے کہ اگر گھر مین بیٹھ رہے گا اور جس شہر مین مشہور ہے اوس مین رہے گا تو اسکی گوشہ نشینی سے لوگون کے دلون مین اور زیادہ اعتقاد اور رتبہ پیدا ہوگا علاوہ ازین اسمین یہ بھی خیال ہے کہ یہ شخص اپنے جی مین گمان کرے کہ مجھے محبت جاہ نہین اور ہو سکتا ہے کہ یہ ایک دھوکا ہی ہو اسواسطے کہ جب نفس کو اوسکا مقصود قرار واقعی مل گیا تو اوسکو اطمینان ہو گیا اوس اطمینان کو یہ شخص جاننے لگا کہ زوال محبت ہے حالانکہ اگر لوگ معتقد نرہین اور اوسکو برا کہین یا کسی امر نامناسب کو اوسکی طرف منسوب کرین تو اوسی وقت نفس مضطرب ہو اور رنج کرے اور کیا عجب ہے کہ کوئی حیلہ اس بات کا تلاش کرے کہ کسی طرح سے یہ غبار لوگون کے دل سے دور ہونا چاہیے اور اسکے لیے کچھہ مکر و فریب اور جھوٹ کا محتاج ہو اور اسکی پروا نکرے ایسی صورت مین ظاہر ہوگا کہ یہ ابھی تک جاہ و منزلت کا خواہان ہے اور جو شخص جاہ و منزلت کو محبوب جانتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا مال کو محبوب جانتا ہے بلکہ اوس سے بھی برا اسلیے کہ جاہ کا فتنہ بہت زیادہ ہے اور جب آدمی کو لوگون سے طمع رہے گی تب تک ممکن نہین کہ یہ بچا رہے کہ میری منزلت لوگون کے دل مین ہو جاوے — ہان اگر اپنی کمائی سے یا اور طرح بر مقدار ضرورت اوقات حاصل کرکے لوگون سے بالکل طمع کاٹ دے گا تو البتہ تمام لوگ اوسکے نزدیک نکمے معلوم ہون گے اور اسبات کی پروا نہوگی کہ ان لوگون کے دلون مین میری جگہہ ہے یا نہین جیسے اون لوگون کے دلون مین جگہہ نہونے کی پروا نہین ہوتی جو اس سے نہایت مشرق یا مغرب مین رہتے ہین نہ اونکو دیکھتا ہے اور نہ اونسے طمع رکھتا ہے بہر حال لوگون سے طمع جبھی منقطع ہوتی ہے جب آدمی قانع ہو — جو قانع ہوگا وہ لوگون سے بے پروا رہے گا اور جو بے پروا رہے گا اوسکا دل لوگون مین مشغول نرہے گا اور نہ اونکے دلون مین اپنی جگہہ ہونے کا کچھہ اوسکے نزدیک وزن ہوگا — اور ترک جاہ بدون قناعت اور قطع کرنے طمع کے نہین ہو سکتا اور جتنے اخبار کہ جاہ کی مذمت اور گمنامی اور ذلت کی تعریف مین وارد ہین اون سے اسبات مین اعانت لو مثلاً یہ قول مشہور ہے اَلْمُؤْمِنُ لَا يَخْلُو مِنْ ذِلَّةٍ اَوْ قِلَّةٍ اَوْ عِلَّةٍ یعنے ایماندار ذلت یا قلت یا علت سے خالی نہین رہتا اور بزرگان سلف کے احوال کو دیکھیے کہ انھون نے ذلت ہی کو عزت پر اختیار کیا اور ثواب آخرت ہی کے طالب ہوئے

دسوان بیان مدح کی محبت کے علاج مین — واضح ہو کہ اکثر لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے ہین کہ اونکو خوف لوگون کے برا کہنے کا اور محبت اونکی تعریف کی ہوتی ہے اسی وجہ سے ایسے لوگون کے تمام حرکات مین

یہ بات سرزد ہوتی ہے کہ کسی طرح سے لوگون کی مرضی کے موافق ہون تاکہ سب کو اچھا کہین یہ خوف ذم کی
مذمت کا سبب ہے اور یہ امر مہلکات مین سے ہے اس بنا پر اوسکا علاج واجب ہے اور طریق اوسکے علاج کا یہ
کہ جن باعثون سے مدح کی محبت اور مذمت کی کراہت ہوتی ہے اونکو دیکھنا چاہیے مثلاً سبب اول
مادح سے اپنے کمال پر مطلع ہوتا ہے تو اوسمین ممدوح کو یہ چاہیے کہ اپنی عقل کیطرف رجوع کرے اور دل مین
سوچے کہ جس صفت سے اوسنے میری تعریف کی ہے اوس سے مین متصف ہون یا نہین اگر متصف ہون
تو وہ صفت قابل خوشی ہے جیسے صفت علم و زہد وغیرہ یا مستحق فرحت نہین مثل ثروت و جاہ اور اسباب
دنیوی کے پس اگر صفت مذکورہ اسباب دنیوی مین سے ہو تو اوسپر خوشی کرنی ایسی ہے جیسے زمین کی
گھاس پات پر کہ تھوڑے دنون مین ہوا مین ماری ماری پھرے گی اس طرح کی خوشی قلت عقل سے
ہوتی ہے عاقل شخص کا قول ہے سے شدت غم مین سمجھتا ہون خوشی ایسی کہ جلد + انتقال اوسسے ضروری
ہے بہر صورت مجھے + پس انسان کو نہین چاہیے کہ متاع دنیوی پر خوشی کرے اسلیے کہ یہ خوشی مادح کی
تعریف کرنے کی تو ہے نہین بلکہ اوس شے کے اپنے پاس ہونے کی ہے اور وہ چیز کچھ مدح کے سبب
نہین آئی کہ مدح پر فرحت کیجاوے - اور اگر صفت ایسی ہو جو مستحق فرحت ہو جیسے علم و زہد تب بھی
خوش ہونا چاہیے اس لیے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہین علم و زہد البتہ خدا سے نزدیکی کردیتے ہین مگر خطرہ
خاتمہ کا لگا ہوا ہے اگر آدمی کو خوف اپنے خاتمہ کے برا ہونے کا ہوگا تو کسی دنیاوی چیز کی خوشی پاس بھی
نہ پھٹکے گی بلکہ یہ معلوم ہوگا کہ دنیا رنج و اندوہ کا مقام ہے خوشی کی جگہہ نہین - پھر اگر علم و زہد سے
اس لیے خوش ہوتا ہے کہ توقع حسن خاتمہ کی ہو گئی تو چاہیے کہ اس طرح خوش ہو کہ خداے تعالے نے
یہ بڑا فضل و انعام کیا کہ علم و زہد و تقوی عنایت فرمایا مادح کی مدح پر خوشی کی کوئی وجہ نہین جس
کمال کے واقف ہونے سے یہ خوش ہوتا ہے وہ اللہ تعالے کے فضل سے اس مین پایا جاتا ہے مدح
کے باعث نہین پھر مدح پر خوشی کی کیا حاجت ہے مدح سے کوئی فضیلت نہین بڑھ جاتی - اور اگر
صفت ایسی ہے جو ممدوح مین نہین پائی جاتی تو ایسی صفت پر ممدوح کا خوش ہونا نہایت دیوانہ پن
ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے سے بطریق ہنسی کے کہے کہ واہ آپکے پیٹ کا
مواد کتنا معطر ہے اور جب آپ پاخانہ پھرتے ہین تو مہک پر مہک خوشبو کی اوٹھتی ہے حالانکہ اوسکو
معلوم ہے کہ میرے پیٹ مین نجاست ہے اور اوسمین نہایت بدبو ہوا کرتی ہے اور باوجود اسکے
فضول کی تعریف سے خوش تو بجز جنون و جہل کے اور کیا تصور کیا جاوے گا اسی طرح جب ممدوح کو
کسی مادح نے تعریف کیا اور اوس مین وہ صفات نہین اور باوجود اسکے خوش ہوا تو یہ خوشی بھی ایسی ہی

خوشی ہوئی جاوے پھر مذکور ہوئی - خلاصہ یہ کہ مادح اگر سچ کہتا ہے تو چاہیے کہ ممدوح خدا کے فضل پر اظہار فرحت کرے اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو رنج کرنا چاہیے کسی صورت میں اوسکی مدح پر خوش ہونا نچاہیے دوسرا سبب مدح پر خوشی کا یہ ہوتا ہے کہ اوس سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعریف کرنے والے کا دل اپنا مسخر ہو گیا ہے اور اس سے اور دل بھی مسخر ہونگے اسکا مآل اور محبت جاہ کا مآل ایک ہے جسکا علاج او پر گذرا یعنے لوگوں سے طمع قطع کرکے خدائے تعالے کے نزدیک منزلت کا خواہاں ہو اور جان لے کہ لوگوں کے دلوں مین منزلت کا خواہاں ہونا اور اوس پر خوش ہونا خدائے تعالے کے نزدیک رتبہ کم کرتا ہے پس خوشی کا کیا مقام ہے - تیسرا سبب خوشی کا اپنا رعب ہے کہ جسکے سبب مادح مضطر تعریف کا ہوا یہ بھی ایک قدرت عارضی ہے کہ جسکو کچھ قیام نہین امر نہ قابل خوشی کے ہے بلکہ مدح پر غم کرنا اور اوسکو برا سمجھنا اور اوسکے باعث غصہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ تعریف کی آفتین ممدوح پر بہت بڑی ہین جیسا کہ باب آفات زبان مین مذکور ہوئین - بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص مدح سے خوش ہوتا ہے تو شیطان کو اپنے اندر جانے کی راہ دیتا ہے - اور بعض کا قول ہے کہ جب کوئی تجھے کہے کہ تو اچھا آدمی ہے اور یہ قول تجھکو بہ نسبت اس قول کے کہ تو برا آدمی ہے اچھا معلوم ہو تو بخدا کہ تو برا شخص ہے اور بعض احادیث مین روایت ہے کہ اگرچہ وہ صحیح ہے تو کمر توڑتی ہے یعنے ایک شخص نے بحضور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کو اچھا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص موجود ہوتا اور جو تو کہتا ہے اسپر راضی ہوتا اور اسی حال مین مرتا تو دوزخی ہوتا - اور ایک بار آپ نے کسی مادح کو ارشاد فرمایا کہ تیرا برا ہو تو نے اپنے ممدوح کی کمر توڑ دی وہ قیامت تک فلاح نپاویگا - اور ایک روایت مین ہے کہ الا تمادحوا وَاِذَا رَاَیْتُمُ الْمَادِحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْھِھِمُ التُّرَابَ اسی وجہ سے صحابہ رض مدح سے بہت خوف کیا کرتے تھے اور اوسکے فتنہ سے اور اوسکے باعث جو دل پر سرور عظیم ہوتا ہے اوس سے بہت ڈرتے یہانتک کہ بعض خلفاے راشدین رض نے کسی شخص سے کچھ پوچھا وسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ مجھسے بہتر اور عالم تر ہین آپ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ مین نے تمکو یہ نہین کہا تھا کہ مجھکو پاک وصاف بتلانا - اور بعض صحابہ رض کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ جبتک آپ ان لوگون مین زندہ ہین جبتک لوگون مین خیر رہیگی آپ نے غصہ ہوکر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو عراق کا رہنے والا ہے یعنے ہم لوگون کے عادات سے ناواقف ہے اور بعض صحابہ رض نے اپنی تعریف سنکر فرمایا کہ الٰہی تیرا بندہ میرے پاس تیرے غصہ کی چیز سے تقرب کرتا ہے مین تجھکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوس سے ناراض ہون ان لوگون نے جو تعریف کو برا جانا تو یہی وجہ تھی کہ ایسا نہو کہ اس خوشی سے خدائے تعالے ناراض ہو جاوے اور چونکہ اونکے دل اس بات مین مصروف تھے کہ ہمارا حال خدا کے نزدیک کیا ہوگا اسوجہ سے اونکو لوگون کی تعریف بری معلوم ہوتی تھی اس لیے کہ حقیقت مین

اچھا وہی ہے جو خدا تعالے سے قریب ہوا اور مذموم وہ ہے جو خدا سے دور ہو کر بدون کے ساتھ دوزخ مین
پڑیگا پس ممدوح دنیاوی اگر خدا کے نزدیک دوزخی ہے تو عیر کی مدح سے اوسکا خوش ہونا کمال جہالت ہے
اور اگر اہل جنت سے ہے تب بھی خدا کے فضل کی فرحت چاہیے اسکا کام خلق کے اختیار مین نہین اور جب
بندہ کو یہ علم ہوگا کہ رزق و موت قبضۂ قدرت الٰہی مین ہے تو اسکی توجہ خلق کی مدح و ذم کی طرف نرہیگی
اور دل سے محبت مدح کی دور ہو جائیگی اور ایسے امور میں مصروف ہوگا جو دین مین ضروری ہین
اور اسد تعالےٰ کے ہاتھ توفیق ثواب ہے

گیارھوان بیان مذمت کی نفرت کے علاج مین

پہلے مذکور ہوچکا ہے کہ مذمت کی نفرت کا باعث محبت مدح کے سبب کی ضد ہے تو اوسکا علاج بھی اسکے علاج سے سمجھ مین آسکتا ہے اور اسکا بیان مختصر یہ ہے کہ جو شخص متلا ہمکو برا کہتا ہے تین حال سے خالی نہین یا تو اپنے قول مین سچا ہے مگر صرف براہ خیر خواہی اور نصیحت کے برا کہتا ہے یا سچا ہے لیکن اوسکا قصد محض ایذا دہی اور رنج پونہچانا ہے یا جوبات اوسنے کہی ہے اوس مین جھوٹا ہے اگر اپنے قول مین سچا ہے اور براہ نصیحت برا کہتا ہے تو تمکو اوسپر غصہ کرنا اور اوس سے بہین دل مین کینہ رکھنا اور برا بھلا کہنا نہین چاہیے بلکہ اوسکے کہنے کے بموجب اوسکے طریق کا اقتدا کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص تمکو تمھارے عیب بتلاتا ہے وہ گویا ہلاک ہونے کے مقام بتلاتا ہے کہ تم اون سے بچو پس ایسے شخص سے خوش ہو کر اگر ہو سکے تو جو صفت برائی کی تم مین ہے اوسکے دور کرنیکی تجویز کرنی چاہیے اور اس برا کہنے کی عوض مین منہ چڑھانا اور ناصح کو برا جاننا اور جواب ترکی بترکی دینا نہایت نادانی ہے اور اگر اوسکا قصد رنج دینا ہو تب بھی تمکو اوسکے قول سے نفع ہی ہوا کہ اوسنے تمھارے وہ عیب سوجھا دیے جو تم نجانتے تھے خواہ وہ عیب یاد دلا دیے جن سے تم غافل تھے یا اگر تم اونکو اچھا سمجھتے تھے تو اسوجہ سے تمھاری نظرون مین اونکو برا ثابت کردیا تاکہ تمکو اونکے دور کرنیکی حرص ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتین اسباب سعادت مین سے ہین جب مذمت سننے سے اسطرح اسباب سعادت ہاتھ لگے تو تم کو چاہیے کہ طلب سعادت مین مشغول ہو اسکی مثال ایسی ہے کہ تمھارا قصد کسی بادشاہ کی ملازمت کا ہے اور تمھارے کپڑون مین پلیدی لگی ہوا ہے جسکا علم تمکو نہین اگر اسی طرح بادشاہ کے یہان چلے جاؤ تو عجب نہین کہ گردن ماری جاۓ کیونکہ اوسکی مجلس آلودہ کرو گے ایسے حال مین اگر کوئی تم سے کہے کہ میان تم آلودہ نجاست ہو اپنے آپ کو پاک و صاف کرو تو تم کو چاہیے کہ اس کہنے سے خوش ہو کیونکہ اوسکے کہنے سے اطلاع ہو جانی غنیمت ہوئی۔ اسی طرح جتنے اخلاق بد ہین آخرت مین سب آدمی کو ہلاک ہین اور اونکو آدمی دشمنون کے قول سے پہچان لیتا ہے پس اونکے قول کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور

دشمن کا مقصود جو ایذا دہی ہے تو وہ اپنے دین کی خرابی کرتا ہے مگر تمھارے حق مین اوسکا قول نعمت ہے
تو تمکو اوسپر غصہ کی کیا وجہ ہے جسکے قول سے تمکو تو نفع ہوا اور اوسکو ضرر پونہچے ۔ صورت تیسری یہ ہے کہ
کہ اوسکا قول تمھارے حق مین افترائے محض ہے یعنے جو عیب وہ تم مین بتلاتا ہے تم اوس سے خدا کے نزدیک
برے ہو تو اس حال مین بھی برا ماننا نچاہیے اور نہ اس کہنے والے کو برا کہنا چاہیے بلکہ تین باتون کا
فکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ اگرچہ وہ خاص عیب تم مین نہین پھر بھی اوس جیسے عیب اور ہونگے تو
خدائے تعالے کا شکر کرنا چاہیے کہ اوسکو اون عیبون کی اطلاع نہوی اور ایسی ہی بات کے کہنے سے ٹل گیا
جس سے بری ہو دوسرے یہ کہ اوسکا قول تمھارے باقی عیوب کا کفارہ ہے تو گویا اوسنے کوایک گناہ
تمھارے ذمہ لگایا مگر اورون سے پاک کردیا جن مین درحقیقت تم آلودہ تھے علاوہ ازین جو تمھاری
غیبت کرتا ہے وہ اپنی نیکیان تمھاری واسطے ہدیہ دیتا ہے اور جو مدح کرتا ہے وہ تمھاری کمر توڑتا ہے
تو یہ کیا بات ہے کہ تم کمر ٹوٹنے سے خوش ہوتے ہو اور نیکیان آنے سے رنجیدہ ۔ نیکیان آنے سے تو
قرب الی اللہ میسر ہے جسکے تم خواہان رہتے ہو تیسرے یہ سوچنا چاہیے کہ اوس بیچارہ نے اپنے دین کی
خرابی کی کہ خدائے تعالے کی نظرون سے گرگیا اور اس افترا سے اپنے نفس کو ہلاک کردیا اور مستحق
عذاب الیم ہوا ایسی صورت مین غضب خداوندی کے ساتھ تمکو اوسپر غصہ نچاہیے اور اوسکو بددعا دینی
نچاہیے کہ خدایا اوسکو ہلاک کر ورنہ شیطان کی خوشی ہوگی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ الٰہی اوسکو صلاحیت
دے اور اوسپر رحم کر اور اوسکی توبہ قبول کر دیکھو جنگ اُحُد مین جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے دندان مبارک شہید کیے اور سر مبارک کو مجروح کیا اور آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضؓ کو شہید
کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنے الٰہی میری قوم کو ہدایت کر
اسلیے کہ یہ نہین جانتے ۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے ایک شخص کے لیے دعائے خیر کی جس نے
اونکا سر مجروح کیا تھا لوگون نے پوچھا کہ دعائے خیر کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے یقینًا
معلوم ہے کہ اوسکے سبب سے مجھے اجر ملے گا تو مجھے یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھے تو اوسکی جہت سے
ثواب ملے اور اوسکو میری جہت سے عذاب ہو ۔ اور اون اشیا مین سے جنکے باعث مذمت کی
نفرت شاق نہین معلوم ہوتی طمع کا قطع کرنا ہے پس جس شخص کی طرف تمکو کچھ طمع نیک و بد کی نہو اگر
وہ برائی کرے گا تو اوسکا اثر دلپر زیادہ گران نہ معلوم ہوگا اور اصل دین کی قناعت ہے اسی کے
ذریعہ سے طمع مال و جاہ کی جاتی رہتی ہے اور جبتک طمع بنی رہے گی تو جس سے طمع ہوگی یہی چاہوگے
کہ اسکے دل مین میری منزلت ہو اور یہ میرا ثناخوان رہے اور تمام ہمت اسی مین مصروف کروگے

اور بدون استیصال ان بیخ کے یہ بات حاصل ہو گی حاصل یہ کہ طالب مال و جاہ اور محب مدح اور برا جاننے والے
مذمت کو دین کے سلامت رہنے کی توقع نکرنی چاہیے کہ ان امور کے ساتھ سلامتی دین کی بہت بعید ہے

بارھوان بیان مدح اور مذمت میں لوگون کے احوال کو مختلف ہونے کے باب میں — جاننا چاہیے
کہ اگر مادح اور مذمت سازکی نسبت کہ لوگون کو خیال کریں تو چار احوال پر پائے جاتے ہین صورت اول
یہ ہے کہ مدح سے خوش ہو کر مشکور ہوں اور مذمت سے ناخوش ہو کر مذمت ساز سے کینہ رکھیں اور اوس سے
انتقام لیں یا انتقام لینے کو اچھا سمجھیں یہ حال اکثر لوگون کا ہے اور درجات معصیت جو اس اعتبار سے
ہوتے ہیں اون میں سے اعلیٰ درجہ یہی ہے صورت دوم یہ کہ مذمت باطن میں تو شاق معلوم
ہوتی ہے مگر زبان اور اعضائے ظاہری پر اوسکے مکافات کی نوبت نہیں آتی اسکو روکے رکھتا ہے
اسی طرح مادح کی مدح سے باطن میں تو خوش ہوتا ہے مگر ظاہر کی حفاظت کرتا ہے کہ اظہار سرور ظاہر نہو یہ
صورت بھی ناقص ہے اگرچہ صورت اول کی نسبت کمال میں داخل ہے صورت سوم جو درجات کمال
مین سے اول درجہ اعلیٰ ہے یہ ہے کہ مدح اور ذم دونون مساوی معلوم ہون نہ مدح سے مسرور ہو نہ مذمت
سے غم اور اس صورت سے بعض عابد اپنے گمان میں اپنے آپ کو متصف جانتے ہین لیکن اگر اوسکی علامات کا
امتحان نکریں تو دھوکا کھا جاتے ہیں اور اوسکی علامتین یہ ہیں اول یہ ہے کہ مذمت والے کا اپنے پاس بیٹھنا
گراں نہ معلوم ہو جتنا کہ پر بیٹھنا مادح کا گراں گذرے ویسا ہی مذمت والے کا گراں ہو اور اوسکی
نسبت زیادہ نہو دوم یہ کہ جتنی خوشی اور فرحت مادح کی حاجتون کے پورا کرنے میں ہو ویسی ہی ہجو کرنے والے
کی قضائے حاجات میں ہو اوس سے کم نہو سوم یہ کہ دونوں کا مجلس سے چلا جانا یکسان ہو مذمت والے کا چلا جانا بہ نسبت مادح کے اچھا معلوم
ہوتا ہو چہارم یہ کہ مادح کی موت کا زیادہ غم نہو بہ نسبت دوسرے کی موت کے پنجم یہ کہ مادح کے مصائب اور اوسکے
دشمنوں کی ایذا رسانی پر زیادہ رنج نہو بہ نسبت دوسرے کے ششم یہ کہ مادح کی خطا بہ نسبت مذمت والے کے
دل اور نظروں میں خفیف نہ معلوم ہو جب مذمت والے کی اشد مادح کے سبک معلوم ہو گا اور ہر طرح سے دونوں
مساوات معلوم ہو گی تب یہ رتبہ نصیب ہو گا مگر تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رتبہ نہایت سخت اور بہت بعید ہے
اکثر عابد لوگوں کی تعریف سے دل میں خوش ہوتے ہین مگر چونکہ امتحان ان علامتوں سے اپنے
دل کا نہیں کرتے اس سبب سے اونکو اس خوشی کا حال معلوم نہیں ہوتا اور کبھی عابد کو اپنے دل کا
میلان مادح کی طرف معلوم ہو جاتا ہے کہ مذمت والے کی نسبت زیادہ ہے اور اسکی تقویت اور خوبی
شیطان اس طرح سمجھا دیتا ہے کہ مذمت والے نے جو تجکو برا کہا تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی
اور مادح نے اوسکے برعکس تیری تعریف کرنے سے خدا کی اطاعت کی تو دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہین

تو جو مذمت والے کو برا جانتا ہے صرف دین کی جہت سے ہے پس یہ شیطان کا دھوکا ہے کیونکہ اگر عابد مذکور
تامل کرے تو جان لے کہ جو خطا مذمت والے سے اوسکے مذمت کی باعث ہوئی لوگ اوس سے بھی زیادہ گناہ
کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہین پھر اونکو برا کیون نہین جانتا اور اونسے نفرت کیون نہین کرتا علاوہ ازین جسنے
اوسکی مدح کی ہے اوسنے قطعاً کسی دوسرے کی مذمت کی ہوگی تو اوسکو دوسرے کی مذمت کرنے پر برا کیون
نہین جانتا اپنی برائی پر کیون برا سمجھتا ہے مذمت معصیت کے اعتبار سے برابر ہے کہ مذموم وہ خود ہو یا کوئی
دوسرا شخص ہو اس سے معلوم ہوا کہ عابد کا غصہ مذمت والے پر اپنے نفس کے باعث ہے اور یہ شیطانی فریب ہے
کہ اوسکو سوجھا دیا کہ یہ دینی بات ہے حتے کہ اپنی ہواے نفسانی کے باعث اسکو حسنات مین جاننے لگا اور اسی
وجہ سے خداے تعالے سے اور زیادہ بعید ہوگیا۔ اور جس شخص کو شیطان کے فریب اور نفس کے آفات معلوم نہین
اوسکی اکثر عبادتین ضائع ہوتی ہین کہ دنیا بھی نہین ملتی اور آخرت کا بھی خسارہ رہتا ہے اونھین کی شان مین
خداے تعالے نے ارشاد فرمایا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا چوتھی صورت جو صدق فی العبادۃ ہے یہ ہے کہ مدح کو برا جانے
اور مادح سے ناخوش ہو اس وجہ سے کہ یہ معلوم ہے کہ مدح اسکے حق مین بڑا فتنہ کمر توڑنے والا دین مین نقصان
پہونچانے والا ہے اور مذمت والے کو دوست جانے کہ اوسنے اسکے عیب بتلا دیے اور جو بات ضروری تھی
اوسکی طرف اسکو ہدایت کیا اور اپنی نیکیان اسکے لیے ہدیہ کین حدیث شریف مین ہے کہ رَأْسُ التَّوَاضُعِ أَنْ تَكْرَهَ
أَنْ تُذْكَرَ بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ اور بعضی حدیثون مین وہ مضمون وارد ہے کہ بشرطیکہ صحیح ہو تو ہم جیسون کی خرابی
ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا وَيْلٌ لِلصَّائِمِ وَوَيْلٌ لِلْقَائِمِ وَوَيْلٌ لِصَاحِبِ الصُّوفِ إِلَّا یعنے
روزہ دار اور شب بیدار اور گلیم پوش سب کی خرابی ہے مگر لوگون نے عرض کیا کہ اس استثنا سے کون لوگ مراد ہین
آپ نے فرمایا کہ إِلَّا مَنْ تَنَزَّهَتْ نَفْسُهُ عَنِ الدُّنْيَا وَأَبْغَضَ الْمِدْحَةَ وَاسْتَحَبَّ الْمَذَمَّةَ یعنے مگر وہ
شخص جسکا نفس دنیا سے پاک ہے اور مدح کو برا اور مذمت کو اچھا جانتا ہے یہ مرتبہ نہایت سخت و دشوار ہے
ہم جیسے لوگون کی اوس سے کی طمع صرف صورت دوم مین ہے کہ مذمت والے کی برائی اور مادح کی بھلائی
دل مین ہو مگر اوسکا اظہار قول اور عمل مین نہو اور تیسری صورت یعنی مادح اور مذمت والے کو برابر جاننا تو اسکی
طمع ہمکو نہین ہوسکتی پھر اگر ہم اپنے نفسون مین دوسری ہی صورت کی علامات تلاش کرین تو وہ بھی پوری
نہین ہوتی کیونکہ یہ بات تو ضروری ہے کہ مادح کی تعظیم اور اوسکی قضاے حاجات کے لیے جلدی کرتے ہین
اور مذمت والے کی تعظیم و قضاے حاجات اور اوسکی تعریف کرنی گران معلوم ہوتی ہے تو جب فعل ظاہری مین بھی
دونون مین برابری کرنے کے اوپر قادر نہین باطن مین تو قادر نتھے اور جو شخص کہ اسوقت مین مادح اور

نیت والے لہٰذا ظاہر افعال میں برابر کرے اور اسکو یہی اچھا جاننا چاہیئے اگر کوئی ایسا شخص پایا جاوے تو اوسکا
حکم کبریت احمر کا ہے جس سے لوگ نیسیاب ہوں مگر کوئی معلوم نہیں ہوتا جب دوسرے مرتبہ کا شخص نہیں ملتا
تو دو مرتبے جو اوسکے اوپر ہیں اونکا متصف تو کہاں ہوگا - اور ان مراتب میں سے بھی ہر ایک رتبہ میں
بہت درجے ہیں مثلاً مدح میں یہ درجات ہیں کہ بعض آدمی تمنائے مدح وثنا اور اپنی شہرت کی رکھتے ہیں اور
اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے جو کچھ ان سے بن سکتا ہے کرتے ہیں یہاں تک کہ عبادات بھی
ظاہرداری کے واسطے کرتے ہیں ممنوعات کے ارتکاب کی بھی کچھ پروا نہیں کرتے وہ بھی چاہتے ہیں لوگوں کے
دل اپنی طرف رجوع ہوں اور ہماری تعریف میں سب لوگ رطب اللسان ہوجاویں پس ایسے لوگ ہالکین
میں داخل ہیں - اور بعض ایسے ہیں کہ اس مطلب کو مباحات سے طالب ہوتے ہیں عبادات کرنے سے
خواہ ممنوعات کے ارتکاب سے اوسکے خواہاں نہیں تو ایسے لوگ گرتے ہوئے کنارہ پر ہیں اسلیے کہ جن باتوں سے
یا اعمال سے لوگوں کا دل اپنی طرف راغب ہوتا ہے اونکی کچھ حد مقرر نہیں اسی لیے اونکا ضبط کرنا بھی نہیں
ہوسکتا تو کیا عجب ہے کہ آدمی مدح وثنا کے حصول کے لیے ایسی بات یا عمل کرے جو حلال ہو اور اسکو اطلاع
نہو ایسے لوگ ہلاک ہونے والوں کے قریب قریب ہیں بعید تر لوگ بھی گویا تباہ کار ہی ہیں - اور کچھ لوگ ایسے ہیں
کہ وہ مدح اور ثنا کے خواہاں تو نہیں - اوسکے لیے ساعی لیکن جب اونکی تعریف ہو تو اوسکے دل پر سرور آجاتا ہے
پس اگر ایسے لوگ اس سرور کے آنے کو مجاہدہ سے ٹالیں اور بزور اس تعریف کو برا سمجھیں تو کچھ دور نہیں
کہ فرط سرور انکو اوس درجہ پر نہ پہنچاوے جو اس سے پہلے تھا اور اگر نفس پر مجاہدہ کرکے اپنے دل میں بزور
و تکلف آفات مدح کو سوچکر اسکی کراہت اور برائی ڈالے تو ایسے لوگ مجاہدہ کے خطرہ میں رہتے ہیں کبھی خود ہار
جاتے ہیں کبھی جیتتے ہیں - اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں نہ خوش ہوتے ہیں نہ رنجیدہ
لیکن تعریف ان میں کچھ تاثیر کرتی ہی ایسے لوگ باوجودیکہ پورے اخلاص نہیں رکھتے تاہم اچھے ہیں - اور
بعض لوگ ایسے ہیں کہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں تو برا جانتے ہیں مگر یہ نوبت نہیں ہوتی کہ مادح پر
غصہ ہوں یا منع کریں - اور سب میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ تعریف کو برا جانکر غصہ ہو اور اظہار غضب بھی
واقعی کرے نہ یہ کہ ظاہر میں تو غصہ ہو اور دل میں اسکو اچھا جانتا ہو یہ صورت عین نفاق کی ہے
اسلیے کہ یہ یوں چاہتا ہے کہ میں اخلاص اور صدق ظاہر کروں حالانکہ یہ دونوں باتیں اوس میں نہیں
علیٰ ہذا القیاس مدح کے برعکس ذم کے باب میں بھی درجات مختلف ہیں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ مذمت سننے پر
اظہار غصہ ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مذمت پر خوشی ظاہر کرے اور فرحت اور اظہار انبساط اوسی شخص سے
ہوسکے گا جو اپنے نفس کا حریف ہے دل میں غصہ اور کینہ رکھتا ہوگا کہ یہ برا ساہر کتر آ ... بہت عیب اپنا ور نہایت

نے علاوہ عدد ہے بہت سے مکر و فریب و خبث رکھتا ہے اور اسی وجہ سے اوس سے ایسا بغض کرے جیسا
دشمن سے ہوتا ہے اور چونکہ آدمی اپنے دشمن کی مذمت سننے سے خوش ہوا کرتا ہے اور اس شخص کا دشمن اسی کا
نفس ہے تو جب اوسکی مذمت سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور مذمت والے کا مشکور ہوتا ہے اور اوسکو بڑا ذکی
اور ہوشیار سمجھتا ہے کہ اوسنے خوب میرے نفس سرکش دشمن کے عیب پہچانے اور یہ مذمت ایسے شخص کے
حق میں ایک تشفی سی ہوتی ہے اور اوسکے نزدیک غنیمت معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ مذمت کے باعث لوگون کی
نظرون سے ساقط ہو کر جاہ کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے علاوہ اسکے سب طرح کے حسنات میں تو آدمی قائم نہیں رہ سکتا
تو کیا بعید ہے کہ یہ مذمت اوسکے ایسے عیبونکو خبر کردے کہ جنکا دور ہونا اس سے دشوار ہے۔ اور اگر کوئی مرید
تمام عمر اپنے نفس پر اسی ایک خصلت کا مجاہدہ کرے کہ اوسکے نزدیک مادح اور مذمت الابرابر ہو جاوے۔ تو اوسکو
ایک ایسا شغل ہو جاوے گا کہ اوسکو اور کام کی فرصت نہ ہو اور مرید مین اور سعادت مین بہت سی گھاٹیاں ہیں
جن مین سے ایک یہ مساوات کا حاصل کرنا ہے اور ہر ایک گھاٹی کا قطع کرنا بدون مجاہدہ شدید کے
تمام عمر طویل مین نہیں ہو سکتا

دوسری فصل ریا کے باب مین یعنے عبادات کی جہت سے جاہ و منزلت کے طلب کرنے مین اور
اس مین گیارہ بیان ہیں +

بیان اول ریا کی مذمت مین - واضح ہو کہ ریا حرام ہے اور ریاکار خدا کے نزدیک مغضوب ہے اور
یہ بات آیات اخبار و آثار سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ
صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ اور فرمایا وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ
وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ حضرت مجاہد رض اسکی تفسیر مین فرماتے ہیں کہ وے لوگ ریاکار ہیں جو اس آیت مین
مذکور ہوئے اور فرمایا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا اسمین اخلاص والون کی مدح
مذکور فرمائی کہ سواے وجہ اللہ کے اور کوئی ارادہ نہیں رکھتے اور ریا اوسکی ضد ہے اور فرمایا فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ
رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا یہ آیت ایسے لوگون کی شان مین اوتری
ہے جو اپنے عبادات و اعمال پر مزدوری اور ثنا کے خواہان ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک
شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس چیز مین ہے آپ نے ارشاد فرمایا أَنْ لَا يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِطَاعَةِ اللَّهِ
يُرِيدُ بِهَا النَّاسَ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے تین شخصون کی یعنی شہید اور صدقہ دینے والے اور قاری
کے احوال کی حدیث جو باب اخلاص مین مفصل مذکور ہے مروی ہے کہ خداوند کریم ان مین سے ہر ایک کو ارشاد فرماوے گا
کہ تو جھوٹا ہے تو اللہ کے واسطے نہیں لڑا بلکہ اسلیے کہ لوگ کہیں تو بڑا بہادر ہے اور تو نے خدا کے واسطے

خیرات میں بھی ملکہ سخی کہلانے کے واسطے اور تو نے خدا کے واسطے کلام اللہ نہیں پڑھا بلکہ قاری مشہور ہونے
کے لیے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونکو ثواب نملا اور اونکے ریا نے ہی اعمال
بیکار کر دیے۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ مَنْ رَاءَىٰ رَاءَى اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ
اور ایک حدیث طویل میں یوں مذکور ہے کہ خداوند کریم فرشتوں کو یوں ارشاد فرماوے گا کہ اس شخص نے ایسے
عمل سے مجکو ارادہ نہیں کیا اسکو دوزخ میں ڈالدو اور ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے کہ اِنَّ اَخْوَفَ
مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ لوگوں نے عرض کیا کہ شرک صغر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
کہ الرِّيَاءُ یعنے ریا ہے پھر فرمایا يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِذَا جَازَى الْعِبَادَ بِاَعْمَالِهِمْ اِذْهَبُوْا
اِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاؤُوْنَ فِى الدُّنْيَا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمُ الْجَزَاءَ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ
تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
وَادٍ فِىْ جَهَنَّمَ اُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِيْنَ اور ایک حدیث قدسی یوں وارد ہے مَنْ عَمِلَ
عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِىْ فَهُوَ لَهٗ كُلُّهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِىْءٌ وَاَنَا اَغْنَى الْاَغْنِيَاءِ عَنِ الشِّرْكِ اور حضرت
عیسے علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی تم میں سے روزہ رکھے تو سر اور داڑھی میں تیل ڈال لے
اور مونہہ پر بھی ہاتھ پھیر دے تاکہ لوگ نجانیں کہ یہ روزہ دار ہے اور جب کوئی داہنے ہاتھ سے کچھ دیوے
تو بائیں کو خبر نہو اور جب نماز پڑھے تو اپنے دروازے کا پردہ چھوڑ دے کیونکہ خدا تعالے ثنا بھی
اسی طرح تقسیم کرتا ہے جس طرح روزی بانٹتا ہے اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں
لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَمَلًا فِيْهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ رِيَاءٍ اور حضرت عمرؓ نے ایک بار حضرت معاذؓ کو
روتے دیکھا اور سبب گریہ پوچھا اونھوں نے کہا کہ مجکو ایک حدیث رلاتی ہے جسکو میں نے اس قبر
والے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے اِنَّ اَدْنَى الرِّيَاءِ شِرْكٌ اور ایک حدیث میں
یہ ارشاد ہے اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الرِّيَاءُ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اور شہوت خفیہ کا مآل بھی ریا ہی اور
ریا دقیق پر پہونچتا ہے۔ اور ایک حدیث میں یہ فرمایا کہ جس روز حق تعالی کے عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ
نہوگا عرش کے سایہ میں ایک ایسا شخص ہوگا جسنے داہنے ہاتھ سے دیا اور بائیں کو خبر نہوئی یعنی خیرات
خفیہ کی اسی جہت سے وارد ہے کہ عمل خفیہ ظاہر کے عمل سے ستر گنی فضیلت رکھتا ہے اور ایک حدیث شریف میں
ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے روز ریاکار تین ناموں سے پکارا جاوے گا اے فاجر اے غادر اے مرائی
تیرے عمل ضائع ہوئے اور ثواب جاتا رہا جسکے لیے تو عمل کیا کرتا تھا جا اوس سے اپنی اجرت لے۔ اور حضرت
شداد بن اوس رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی [illegible]

کہ یا رسول اللہ آپ کس سبب سے روتے ہین آپ نے فرمایا اَمْرٌ تَخَوَّفْتُ عَلٰی اُمَّتِی الشِّرْكُ اَمَا اَنَّهُمْ لَا یَعْبُدُوْنَ صَنَمًا وَلَا شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلٰكِنَّهُمْ یُرَاؤُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اور ایک حدیث مین یون وارد ہے کہ جب اللہ تعالے نے زمین کو پیدا کیا تو اپنے اوپر کی اشیا کے ساتھ کانپنے لگی اللہ تعالے نے پہاڑون کو پیدا کرکے زمین کے لیے میخین بنا دی فرشتون نے آپس مین کہا کہ خدا نے تعالے نے کوئی چیز پہاڑ سے زیادہ سخت نہین بنائی اللہ تعالے نے لوہا پیدا کیا اوسنے پہاڑون کو کاٹ ڈالا پھر آگ پیدا کی اوسنے لوہے کو گلا دیا پھر پانی کو حکم ہوا اوسنے آگ بجھا دی پھر ہوا کو حکم ہوا اوسنے پانی کو تہ و بالا کر دیا فرشتون نے یہ سب دیکھکر باہم اختلاف کیا کہ سب مین زیادہ سخت کون چیز ہے پھر کہا کہ اسکو اللہ جلشانہ سے پوچھنا چاہیے عرض کیا کہ الٰہی تو نے اپنی مخلوق مین سے سب مین زیادہ سخت کونسی چیز بنائی ہے ارشاد ہوا کہ میرے نزدیک سب مین زیادہ سخت آدمزاد کا دل ہے کہ خیرات دہنے ہاتھ سے کرتا ہے اور بائین سے چھپاتا ہے اس سے زیادہ سخت کوئی مخلوق مین نے نہین پیدا کی ۔ اور حضرت عبد اللہ بن المبارک رحمہ ایک شخص سے راوی ہین کہ اوس شخص نے حضرت معاذ بن جبل رضی کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھسے کوئی حدیث بیان فرمایئے جسکو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو حضرت معاذ اتنا روئے کہ سائل کو گمان ہوا کہ آپ چپ نہون گے پھر چپ ہوئے اور کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے مجکو پکارا اے معاذ مین نے عرض کیا لَبَّیْكَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ آپ نے فرمایا کہ مین تجھسے ایک حدیث کہتا ہون اگر تو یاد رکھے گا تو تجکو نافع ہوگی اور اگر یاد نرکھے گا اور ضائع کر دے گا تو تیری حجت قیامت مین خدائے تعالے کے سامنے کچھ نہ چلے گی اے معاذ اللہ تعالے نے قبل پیدائش زمین اور آسمانون کے سات فرشتون کو پیدا کیا پھر آسمانون کو پیدا کرکے ہر آسمان پر ایک فرشتہ دربان معین کر دیا اور ہر آسمان کو بڑی عظمت عنایت فرمائی جب بندے کے صبح سے شام تک کے عمل فرشتے محافظ لیکر اوپر چڑھتے ہین اور عمل مین آفتاب کا سا نور ہوتا ہے فرشتے اپنے نزدیک اوسکو اچھا اور بہت سمجھتے ہین مگر جب آسمان دنیا پر پہونچتے ہین تو دربان اوس آسمان کا محافظون سے کہتا ہے کہ اس عمل کو عمل والے کے منہ پر مارو مین غیبت کا فرشتہ ہون میرے رب نے مجکو حکم کیا ہے کہ جس شخص نے لوگون کی غیبت کی ہو اوسکو اپنے آگے نہ بڑھنے دو پھر محافظین کوئی اور عمل صالح بندے کا لے کر جس مین غیبت نہو دربان اول سے گذر جاتے ہین اور اوس عمل کو پاک اور زیادہ جانتے ہین یہانتک کہ دوسرے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا دربان کہتا ہے کہ کھڑے رہو اور اس عمل کو اوسکے مرتکب کے منہ پر مارو اوسنے اس عمل سے متاع دنیا مراد لی تھی میرے پروردگار کا حکم ہے کہ ایسے عمل کو آگے نجانے دون وہ شخص مجلسون مین بیٹھکر فخر کیا کرتا تھا

پھر محافظین بندے کا اور عمل صدقہ اور نماز روزہ جسمین ایسا نور ہو کہ محافظین بھی حیران ہیں لیکر چڑھتے ہیں اور
دونون آسمانوں سے گذر جاتے ہین جب تیسرے پر پہونچتے ہین تو جو فرشتہ اوسپر موکل ہے وہ کہتا ہے کہ ٹھہرو
اور اس عمل کو اوس بندے کے منہ پر مارو مین کبر کا فرشتہ ہون میرے مالک کا حکم ہے کہ جس عمل مین کبر ہو اوسکو آگے
نجانے دو وہ شخص مجلسون مین تکبر کیا کرتا تھا پھر محافظین بندے کا کوئی اور عمل مثل حج و عمرہ نماز روزہ کے
لیکر اوپر جاتے ہین اور یہ عمل ستارے کے موافق چمکتا ہوتا ہے اور آواز کرتا ہے اوسکو لیکر جب چوتھے آسمان پر
پہونچتے ہیں اوسکا دربان کہتا ہے کہ اس عمل کو اوسی کی پیٹھ اور پیٹ پر مارو مین فرشتہ عجب ہون میرے مالک کی
اجازت ہے کہ عجب کے عمل کو آگے بڑھنے دو یہ شخص جب عمل کرتا تھا تو اپنے عمل مین عجب کو دخل دیتا تھا پھر
محافظین اور عمل بندے کا لیکر پانچوین آسمان تک چلے جاتے ہین اور یہ عمل دولہن کی طرح آراستہ ہوتا ہے
پانچوین آسمان کا موکل کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو عمل والے کے منہ پر مارو اور اوسی کی گردن پر
ڈالدو مین فرشتہ حسد کا ہون یہ لوگون سے حسد کیا کرتا تھا جو کوئی کچھ سیکھتا اور اوسی کے موافق کام کرتا
یا کوئی شخص نفل عبادت ادا کرتا یہ سبکی حسد کرتا اور انکو برا کہتا مجھے حکم الٰہی ہے کہ اوسکے عمل کو آگے نجانے دون
پھر محافظین بندے کے اور نماز زکوۃ و روزہ حج لیکر اوپر جاتے ہیں جب چھٹے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا
موکل کہتا ہے کہ ٹھہرو اور اسکو عامل کے منہ پر مارو وہ کبھی کسی انسان پر رحم نہین کرتا کیسی ہی کسی پر بلا یا ضرر
آوے بلکہ ہنسا کرتا ہے مین فرشتہ رحمت ہون مجھے امر خداوندی ہے کہ ایسے کے عمل کو بڑھنے دون پھر محافظین
بندہ کا اور عمل لیکر چڑھتے ہیں اور اوس عمل مین درود نماز اور روزے و اجتہاد وغیرہ مین عدد کی سی گونج ہوتی ہے اور
آفتاب کی چمک اور تین ہزار فرشتہ اوسکے ساتھ ہوتے ہیں اور چھون آسمانون سے گذر کر جب ساتوین پر پہونچتے ہین
تو اوسکا دربان کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو اسکے عامل کے منہ پر مارو اور اوسکے اعضا پر ٹکو اور اوسکے
دلپر ڈالدو جس عمل کو کہ خاص خدا کے واسطے نہین کیا اوسکو مین پروردگار کے سامنے نجانے دون گا اس عامل کو کبھی
اپنے عمل سے غیر اللہ مراد تھا اسکی مراد یہ تھی کہ فقہا مین بزرگ ہو جاوے علما مین ممتاز ہو شہرون مین مشہور
ہو جاؤن میرے خدا کا حکم ہے کہ اوسکے عمل کو اپنے پاس سے آگے نجانے دون اور جو عمل کہ خدا کے واسطے
نہین وہ ریا ہے اور خدا تعالے ریا کار کا عمل قبول نہین فرماتا پھر محافظین بندے کا عمل نماز زکوۃ
و روزہ و حج و عمرہ اور خلق اور حسن سکوت اور ذکر الٰہی جس مین کوئی عیب عیوب مذکورہ بالا سے نہو لیکر اوپر
جاتے ہین اور اوسکے ساتھ تمام آسمانون اور زمین کے فرشتے ہوتے ہین یہانتک کہ سب پردون کو قطع کرکے
خداوند کریم کے سامنے جا کر کھڑے ہوتے ہین اور اوس شخص کے لیے عمل صالح کی گواہی دیتے ہین کہ خالص
خدا کے واسطے کیا ہے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم میرے بندے کے عمل نگران تھے اور مین اوسکے

نفس کا ظالم بنا ہون اوس نے اس عمل سے مجکو ارادہ نہیں کیا میرے سوا کچھ اور مراد تھی اوسپر میری لعنت فرشتے کہینگے
اوسپر تیری لعنت اور ہماری لعنت اور آسمان کہینگے اوسپر خدا کی لعنت اور ہماری لعنت غرض اوسکو
سب آسمان اور زمین اور جو چیزین اون مین ہین لعنت کرینگی حضرت معاذ رض فرماتے ہین کہ مین نے یہ حدیث سنکر
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو رسول خدا ہین اور مین معاذ ہون
مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ میری پیروی کر اگرچہ تیری عمر تھوڑی سی ہو اے معاذ جو تیرے بھائی قرآن خوان ہین
اونکی غیبت مت کر اور اپنے گناہون کو خود اپنے اوپر رکھ اور اونکے ذمہ مت لگا اور اونکو برا کہکر اپنا تزکیہ مت کر
اور نہ اپنے آپکو اونپر اونچا کر اور عمل آخرت مین دنیا کے کام کو داخل مت کر اور لوگون مین تکبر مت کر ورنہ لوگ
تیری بدخلقی سے ڈرینگے اور جب کوئی دوسرا تیرے پاس بیٹھا ہو کسی سے سرگوشی مت کر اور لوگون کو
اپنی عظمت مت جتا نہین تو تجھسے دنیا کی برکت جاتی رہیگی اور لوگون کی ہتک مت کر ورنہ قیامت مین
تجکو دوزخ کے کتے چیر ڈالینگے اللہ تعالے فرماتا ہے وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اے معاذ تجکو معلوم ہے کہ
وے کیا ہین حضرت معاذ رض فرماتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرما دین کہ وے کیا ہین آپ نے
فرمایا کہ وہ دوزخ کے کتے ہین کہ گوشت اور ہڈی کو دانتون سے نوچینگے مین نے عرض کیا کہ آپ پر میری
ما اور باپ فدا ہون یہ خصائل جو ارشاد ہوئے انکی بجا آوری کی کسکو طاقت ہے اور اون دوزخ کے
کتون سے کون بچیگا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ جسپر خدا آسان کرے اوسکو یہ باتین کچھ مشکل نہین۔ راوی
کہتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رض سے زیادہ کسی کو کلام اللہ کی تلاوت کرتے نہین دیکھا وہ اس حدیث کے ڈر سے
اکثر تلاوت مین مصروف رہتے تھے۔ اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رض نے ایک شخص کو گردن جھکائے
دیکھا آپ نے فرمایا کہ او گردن والے اپنی گردن اوٹھا کہ خشوع گردنون مین نہین ہے بلکہ دلون مین ہے۔ اور
حضرت ابو امامہ باہلی رض نے ایک شخص کو مسجد مین سجدے کے درمیان روتے ہوئے دیکھکر فرمایا کہ تو یہ بات
اگر اپنے گھر کرتا تو بہت اچھا ہوتا۔ اور حضرت علی رض نے فرمایا ہے کہ ریاکار کی تین علامتین ہین جب اکیلا ہو
تو سست ہو اور جب مجمع مین ہو تو خوش ہو اور جب اوسکی کوئی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے اور اگر کوئی
مذمت کرے تو کم اور ایک شخص نے عبادہ بن الصامت رض سے پوچھا کہ اگر مین تلوار سے خدا کی راہ مین
لڑون اور نیت رضای الہی اور لوگون کی تعریف کی ہو تو کچھ ثواب ہوگا آپ نے فرمایا کہ تجھے کچھ نہ ملیگا
اوس شخص نے تین بار یہ پوچھا آپ نے یہی جواب دیا اور آخر کو فرمایا کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ مین شریکون سے سب
غنیون کا غنی ہون۔ اور ایک شخص نے حضرت سعید بن المسیب رض سے پوچھا کہ ہم مین سے بعض آدمی نیکی کرتا ہے
اور یہ چاہتے ہین کہ لوگ بھی تعریف کرین اور ثواب بھی پاوین آپ نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہے کہ خدا کا

عصبت تم پر ہوا اوسنے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ تو جب تک اللہ کے واسطے کر واسکو اخلاص کے ساتھ کرو
اور ضحاک رح فرماتے ہیں کہ یہ کہنا چاہیے کہ یہ عمل رضائے الٰہی اور تمہاری رضا کے واسطے ہے یا رضائے
الٰہی اور رضائے اہل قرابت کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالے کا کوئی شریک نہیں — اور حضرت عمر رض نے ایک شخص
کے درہ مارا تھا پھر اوس سے فرمایا کہ تو مجھسے عوض لے لے اوسنے عرض کیا کہ میں نے خدا کے واسطے اور آپکی خاطر
معاف کیا آپ نے فرمایا کہ یہ تو کچھہ بھی نہوا یا تو میری ہی خاطر معاف کر کہ مجھپر احسان ہو یا خدا ہی کے واسطے
چھوڑ دے اوسنے عرض کیا کہ میں نے صرف خدا کے واسطے چھوڑا آپ نے فرمایا کہ اب خوب ہوا — اور حضرت
حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مین ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہون کہ اونکے دل مین حکمت کی ایسی باتین گذرتی تھین
کہ اگر اونکو زبان پر لاتے تو اونکو اور اونکے ساتھیون کو مفید ہوتین مگر شہرت کی ڈر کے مارے نہین کہتے تھے
اور رستہ مین کوئی ایذا دہندہ چیز دیکھتے تو اوسکو مشہور ہو جانے کے خوف سے علیحدہ نکرتے — اور یہ بھی آیا ہے
کہ ریاکار قیامت کو چار ناموں سے پکارا جائے گا اے ریاکار — او زیان کار — او مکار — او بدکار جا جسکے لیے
عمل کیا ہے اوس سے اپنی اجرت لے ہمارے پاس تیرے واسطے کچھہ اجر نہین — اور حضرت فضیل بن عیاض رح
فرماتے کہ پہلے ریا ایسے عملون سے کرتے تھے کہ بجا لاتے تھے اور آج ریا ایسے اعمال سے کرتے ہین کہ جسکے
مرتکب نہین ہوتے — اور حضرت عکرمہ رح فرماتے ہین کہ خداے تعالے بندے کو نیت پر اتنا دیگا کہ اوتنا
عمل پر نہ دیگا اسلیے کہ نیت مین ریا نہین ہوتا — اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ریاکار یہ چاہتا ہے کہ خدا
تعالے کی تقدیر پر غالب ہو جاوے وہ خراب آدمی ہے یون چاہتا ہے کہ آدمی اوسکو نیک بخت کہین
اور وہ کس طرح کہہ سکتے ہین وہ تو خدا کے نزدیک بُرے لوگون مین داخل ہے ایماندارون کے دلونکو لازم ہے
کہ اوسکو پہچان رکھین — اور حضرت قتادہ رح فرماتے ہین کہ جب بندہ ریا کرتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے
میرے بندے کو دیکھو مجھسے ٹھٹھول کرتا ہے — اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ قاری تین قسم کے ہین
ایک خدا کے قاری ایک دنیا کے قاری ایک بادشاہون کے قاری — محمد بن واسع خدا کے قاریون مین سے
ہیں اور حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہیں کہ جو کوئی ریاکار کو دیکھا چاہے وہ مجھے دیکھہ لے — اور محمد بن المبارک
صوری رح کا قول ہے کہ اہل خیر کی وضع رات کو اختیار کرنی چاہیے دنکو اہل خیر کی صورت اظہار کرنے سے وہ شہرت ہے
اسلیے کہ دن کا معاملہ مخلوق کے لیے ہے اور رات کا خالق کے لیے — اور ابو سلیمان رح کا قول ہے کہ نسبت
[illegible]ل کے عمل کا بچانا بہت سخت ہے — اور ابن مبارک رح نے فرمایا کہ ایک آدمی طواف کعبہ کا کرتا ہے مگر یہ چاہتا ہے
[illegible]ون سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اس بات کو محبوب جانے کہ مجکو لوگ یون کہیں کہ یہ مکہ کا
[illegible]ورہے حاصل یہ ہوا کہ طواف حصول شہرت کے لیے ضائع ہے اوسپر کچھہ ثواب و اجر مرتب نہین — اور حضرت

ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ جسنے مشہور ہونا چاہا اوسنے خداے تعالے کی تصدیق نہین کی

دوسرا بیان ریا کی حقیقت اور جن چیزون مین کہ ریا ہوتا ہے- واضح ہو کہ ریا مشتق رویت سے ہے جسکے معنے دیکھنے کے ہین اسی طرح سمعہ جو بمعنی شہرت مستعمل ہے مشتق سماع بمعنے سننے کے ہے اور ریا کے اصلی معنے یہ ہین کہ لوگون کو اچھی خصلتین دکھلا کر اونکے دلون مین منزلت حاصل کرنی لیکن چونکہ جاہ و منزلت کا دلون مین حاصل ہونا سواے عبادات کے اور اعمال سے بھی ہوسکتا ہے اور عبادات سے بھی تو بحکم عادت یا خاص یہی صورت کا نام ہوگیا ہے جس مین طلب منزلت دلون مین عبادات کی جہت سے مقصود ہو پس اس سے تعریف ریا کی یہ ہوئی کہ خدا کی طاعت سے مخلوق کا ارادہ کرنا تو یہان چار چیزین ہین ایک ریا کرنے والا وہ تو عابد ہے ایک جسکے لیے ریا کرتا ہے وہ آدمی ہین کہ اونکو دکھلانا منظور ہے اور اونکے دلون مین منزلت مطلوب اور ایک جس چیز کو دکھلانا منظور ہے وہ خصلتین ہین جو ریا کار ظاہر کرنا چاہتا ہے اور ایک خود ریا ہے یعنے اون خصائل کے اظہار کا قصد اور جن چیزون مین کہ ریا کو دخل ہے وہ پانچ قسم ہین یعنی آدمی لوگون مین نمود پانچ چیزون مین کرسکتا ہے بدن[1] اور ہیئت[2] اور قول[3] اور عمل[4] اور ساتھ کے لوگ[5] اور اشیاء خارجی دنیادار بھی انھین پانچ قسمون سے نمود کرتے ہین مگر جاہ کا طلب کرنا اور ریا کا خواہان ہونا ایسے اعمال سے جو داخل طاعت نہین بہ نسبت طاعت کی ریا کے خفیف ہے **قسم اول** بدن کی نمود- دین کے باب مین تو اس طرح ہے کہ بدن پر لاغری اور زردی ظاہر کرے تاکہ لوگون کو خیال ہو کہ یہ دین مین بہت محنت کرتا ہے اور دین کا خوف غالب ہے اور آخرت کا ڈر بہت ہے یا یہ کہ دبلا ہونے سے معلوم ہو کہ غذا بہت کم کھاتا ہے اور زردی رنگ سے وہم ہو کہ شب بیدار ہے اسی طرح بالون کا بکھرا رہنا اسپر دلالت کرتا ہے کہ دین کا فکر بہت ہے اوس سے فراغت کنگھی کی نہین ملتی پس یہ اسباب جب لوگون مین ظاہر ہو جاتے ہین تو لوگ اسسے وہی باتین مذکورہ سمجھتے ہین اور نفس کو اونکے معلوم ہونے کی کمال خوشی ہوتی ہے اسی لیے اس خوشی کی چاہ مین اون باتون کا اظہار چاہتا ہے اور اسی کے قریب ہے آواز کی پستی اور آنکھون کا اندر کو گڑجانا اور لبون کا پژمردہ رہنا کہ اسسے یہ پایا جاتا ہے کہ یہ شخص ہمیشہ روزہ دار ہے اور شرع کی تعظیم کی جہت سے آواز پست ہوگئی یا بھوکھ کی کمی سے طاقت کم ہوگئی ہے اسی بنا پر حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی تم مین سے روزہ رکھے تو چاہیے کہ سر مین تیل ڈالے اور کنگھی کرے اور سرمہ لگاوے اور اسی طرح حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت ابن مسعود رض سے بھی مروی ہی اور یہ سب معاملہ اسی لیے ہے کہ کہین شیطان ریا کی طرف مائل نہ کردے یہ طور بدن کی نمود کا اہل دین کرتے ہین مگر دنیادار اسکے برعکس فربھی اور صفائی رنگ اور درستی قد اور خوبصورتی اور بدن کی پاکیزگی اور اعضا کی قوت اور اونکا تناسب ہونا ظاہر کرتے ہین **دوسری قسم** ہیئت اور لباس سے نمود کرنی مثلا سر کے بالون کو پراگندہ رکھنا اور مونچھوں کو

سر نیچا اور راہ میں گردن ڈالکر چلنا اور آہستہ آہستہ حرکت کرنا اور سجدہ کا نشان پیشانی پر باقی رکھنا اور موٹے
کپڑے پہننا اور اون کی عبا پہننا اور اوسکے دامن پنڈلیوں کے قریب تک اونچے رکھنا اور آستینیں چھوٹی کرلینا اور
کپڑے نہ دھلانے اور اونکو پھٹا ہوا رکھنا یہ سب آمیں اس غرض کے لیے ہیں کہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص تابع سنت اور
پیرو اسکے بزرگوں کا ہے اور اسمیں داخل ہے پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا اور سجادہ پر نماز پڑھنی اور صوفیوں کی
طرح میلے کپڑے پہننے حالانکہ باطن میں حقیقت تصوف خاک بھی نہیں اور عمامہ کے اوپر چادر پہننی اور اوسکو
آنکھوں پر لٹکانا یہ بھی داخل ریا ہے کہ اس تدبیر کے باعث سے آنکھ اوسپر پڑیگی اور جانا جائیگا کہ بڑی محتاط ہیں
گرد کے غبار سے بھی اپنی آنکھیں بچاتے ہیں اور انہیں میں یہ بھی شامل ہے کہ بے علم آدمی عالموں کا خاص لباس
پہنے تاکہ لوگ اوسکو عالم سمجھیں۔ اور جو لوگ لباس سے نمود کرتے ہیں اونکے کئی طبقات ہیں بعض ایسے لوگ ہیں
کہ اہل صلاح کے نزدیک زہد کے اظہار سے منزلت کے خواہاں ہوتے ہیں اسی لیے کپڑے پھٹے پرانے میلے موٹے چھوٹے
پہنتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ انکو دنیا کی کچھ پروا نہیں ایسے لوگوں کو اگر کوئی تکلف متوسط درجہ کے کپڑے پہنادے
جیسے سلف کے اکابر پہنتے تھے تو اونکے نزدیک ایسا ہو کہ گویا ذبح کرڈالا اور یہ صرف اس خوف سے ہوتا ہے
کہ لوگ یوں کہینگے کہ پہلے تو زاہد ہوئے تھے اب اوس طریق سے پھر گئے اور دنیا کی طرف راغب ہوئے۔ اور بعض
لوگ ایسے ہیں کہ وہ اہل صلاح اور دنیاداروں یعنے بادشاہوں اور امرا اور رؤسا اور بڑے تجاروں دونوں
فریق میں مقبول ہوا چاہتے ہیں پس اگر نہایت عمدہ لباس پہنیں تو درویش اونکو برا سمجھیں اور اگر حقیر لباس
پہنیں تو بادشاہوں اور اہل دنیا کی نظروں میں سے گرجائیں اور اونکو منظور یہ ہے کہ دونوں فریق کے نزدیک
مقبول ہوں اس لیے نہایت باریک عبا اور چادریں اور رنگین پیوندکار وغیرہ تلاش کرکے پہنتے ہیں اور ظاہر
ہے کہ اونکا لباس اور توانگروں کا قیمت میں مساوی ہوتا ہوگا مگر رنگ اور ہیئت صلحا کے کپڑوں کی سی
ہوتی ہے اور اگر کوئی اونکو موٹا یا میلا کپڑا اسرو پہنادے تو مثل ذبح ہوجائیں اسلیے کہ بادشاہوں کی
نظروں سے اوتر جاوینگے ایسا ہی اگر ریشمیں یا حریری اطلس گلبدن وغیرہ پہنادے گو یہ کپڑا نسبت
اونکی پوشاک کے کم قیمت کا ہو مگر اونکو اسکا پہننا نہایت گران گذرے اسلیے کہ درویش لوگ اونکو یہ جانینگے
کہ انھوں نے دنیاداروں کا لباس پہن لیا حاصل یہ کہ جو فرقہ اپنی منزلت کسی خاص لباس میں جانتا ہے
وہ اوس سے کم پہنتا ہے نہ زیادہ اگرچہ کمی بیشی مباح ہو مگر وہ مذمت کے خوف کے مارے نہ اوس سے اعلے
پہنیں نہ ادنے اور ظاہر کی نمود انھیں نفیس کپڑوں اور بڑھیا سواریوں اور گھوڑوں اور رنگین کپڑوں اور
نفیس چادروں اور اقسام لباس و مسکن و اثاث البیت میں بہتایت اور تجمل ظاہر کرنے میں ہے اور یہ بات
سب آدمیوں میں پائی جاتی ہے کہ اپنے گھر میں موٹے کپڑے پہنتے ہیں اور اگر اوسی طرح باہر مجمع میں

چلے آویں تو بہت برا جانیں جبتک نیت اچھی طرح نہیں کر لیتے تبتک نہیں نکلتے **تیسری قسم** قول میں نمود کرنے کی ہے۔ اسمیں اہل دین کی نمود اس طرح ہے کہ ریا کے لیے وعظ و نصیحت کرنا اور حکمت و دانائی کی بات کہنی اور اخبار و آثار کا اسلیے یاد کرنا کہ روزمرہ کے محاورے میں کام آوے اور لوگوں کو کثرت علم اور زیادتی توجہ احوال سلف پر معلوم ہو اور لوگوں کے سامنے ذکر کے لیے ہونٹھ ہلاتے رہنا اور سبکے سامنے اچھی بات کو امر کرنا اور بری بات سے روکنا اور بری باتوں پر غصہ کا ظاہر کرنا اور اگر لوگ معصیت کے مرتکب ہوں تو اونپر افسوس ظاہر کرنا اور کلام کرنے میں آواز کو ضعیف کرنا اور تلاوت قرآن مجید میں پتلی آواز کرنی تاکہ معلوم ہو کہ اسکو خوف اور غم بہت ہے اور حدیث کی یاد کا مدعی ہونا اور بہت سے محدثوں سے ملاقات ظاہر کرنی اور اگر کوئی حدیث بیان کرے تو اوس میں جلدی سے خلل اور عیب بتلانا خواہ یہ کہدینا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حدیث دان ہیں اور سب باب میں فاضل ہیں اور کسی کے الزام دینے کو مجادلہ اور تقریر ناحق کر بیٹھنا کہ لوگ جانیں کہ علم دین میں بڑی دستگاہ ہے اسی طرح اہل دین کے قول سے ریا کرنے کے بہت سے اقسام ہیں کہ اونکا شمار نہیں ہو سکتا مگر دنیا کے لوگ قول سے نمود اسطرح کرتے ہیں کہ اشعار اور امثال یاد کر لیتے ہیں اور فصیح عبارتیں اور شاذ و نادر جملے آپس میں بحث کے واسطے اور اہل علم کے سامنے ایک عجیب فقرہ پیش کرنے کے لیے حفظ کرتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے واسطے ہر شخص سے دوستی ظاہر کرتے ہیں **چوتھی قسم** عمل کی نمود ہے مثلاً نماز میں ریا کے لیے دیر تک قیام کرنا اور سجدہ اور رکوع طویل کرنا اور گردن جھکانی اور التفات کا ترک کرنا اور سکون اور وقار کا ظاہر کرنا اور قدموں اور ہاتھوں کو برابر رکھنا وغیرہ اسی طرح روزہ اور جہاد اور حج اور صدقہ اور کھانا کھلانے میں ریا ہوتا ہے اور چلنے میں ملاقات کے وقت فروتنی کرنی مثلاً آنکھیں نیچی کرنی اور سر جھکانا اور کلام وقار کے ساتھ کرنا۔ یہانتک کہ ریاکار کبھی اپنے کام کے لیے تیز چلتا ہے مگر جب کوئی دیندار اوسکے سامنے آجاتا ہے تو آہستہ چلنے لگتا ہے اور سر ڈال لیتا ہے کہ ایسا نہو کہ دیکھنے والا مجھکو جلد باز اور کم وقر جانے پھر جب وہ شخص غائب ہو جاتا ہے تو بدستور جلدی چلنے لگتا ہے پھر کوئی دیکھ لیتا ہے تو پھر خشوع کرتا ہے اور خدا کو یاد کر کے خشوع نہیں کرتا صرف انسان کی اطلاع سے خشوع کرتا ہے کہ کہیں ایسا نہو کہ وہ یہ جانے کہ یہ بندہ صالح نہیں۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ علحدگی کی چال مخالف اوس چال کے ہو جو لوگوں کے سامنے ہوتی ہے تو اونکو شرم آتی ہے تو وہ تنہائی کی چال میں تکلف کرتے ہیں اور بہت بناکر چلتے ہیں کہ اگر بالفرض تنہائی میں اونکو کوئی دیکھے تو چال میں تبدیل نکرنی پڑے یکساں رفتار رہے ایسے لوگوں کو یہ گمان ہے کہ شاید اس حرکت سے ریا سے بچ جاتے ہیں حالانکہ

مصیبوں ہوتا ہے کہ پہلے ریا لوگوں کے سامنے ہی تھا اب خلوت میں بھی ہوا اسلیے کہ تنہائی میں بھی اچھی چال
اختیار کی ہے سوا اسکے سبب ہے کہ مجمع میں بھی ویسی ہی ہو کچھ حد لگے ہوں اور حیا سے اختیار نہیں کی سو یہ بس
دنیا والوں کی نمود یوں ہے کہ تبختر اور تکبر کے ساتھ چلنا اور ہاتھوں کا ہلانا اور قدم قریب قریب رکھنا اور دامن کو
تھامے رہنا اور دونوں پہلو پر ہاتھ دھرنا وغیرہ امور جیسے جاہ و حشمت معلوم ہو **پانچویں قسم** یاروں
اور ملاقاتیوں سے نمود کرنی مثلاً کوئی شخص صحابت کا تکلف خواہان ہو کہ فلاں عالم یا عابد میری ملاقات کو
آئے تاکہ لوگ یہ جانیں کہ یہ شخص ایسا بزرگ ہے کہ ایسے عالم اور عابد اسکے پاس آمد و شد رکھتے ہیں یا کسی اہل
جاہ حاکم کا آنا چاہے اس غرض کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اسکا دین میں بڑا مرتبہ ہے کہ حاکم بھی برکت حاصل کرنے کو اسکے
پاس جاتے ہیں۔ یا کوئی شخص بہت سے شیوخ و مرشدین کا ذکر کرے تاکہ معلوم ہو کہ اسکی ملاقات بہت سے
اکابر سے ہے اور سب سے استفادہ کیا ہے اور ایسے شخص کا تفاخر اور ریا اسکے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی سے
گفتگو کے وقت کہنے لگتا ہے کہ تم نے کسکو دیکھا ہے میں نے اتنے مرشدوں کو دیکھا اور اتنے شہروں میں
پھرا اور اتنے لوگوں کی خدمت کی وغیرہ۔ پس جن چیزوں سے لوگ ریا کرتے ہیں، انھیں پانچ قسموں میں
سے ہوتی ہیں اور ہر ایک کا مطلوب یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل میں جاہ و منزلت حاصل ہو۔ اور بعضے لوگ
خلق کے حسن اعتقاد کو اپنے اوپر جانکر قانع ہو جاتے ہیں چنانچہ بہت سے راہب اپنے معبدوں میں سے برسوں نہیں نکلتے
اور بہت سے عابد پہاڑوں کی چوٹی پر مدتوں عزلت نشین رہتے ہیں اور اونکی زندگی اسی اعتبار سے ہے
کہ ہمارا جاہ لوگوں کے دلوں میں قائم ہے اور اگر اونکو یہ معلوم ہو جاوے کہ لوگوں کے نزدیک میری کوئی خطا
ثابت ہو گئی کہ اس معبد یا گوشہ میں اوسکے عبادت میں صاحب تقصیر ٹھہرا تو پھر بہت گھبراوے گا اور اسپر قانع نہ ہوگا کہ
خدا تو جانتا ہے کہ میں اس خطا سے بری ہوں بلکہ اسکا شدت سے غم کرے گا اور لوگوں کے دلوں میں سے اوس
شک کے رفع کرنے کے بیسیوں حیلے تلاش کرے گا باوجودیکہ یہ شخص لوگوں کے مال کا طامع نہیں مگر جاہ کی
محبت ایسی مزہ دار ہے کہ اوسکا چسکا اسکو موجود ہے اسلیے کہ جاہ ایک طرح کی قدرت و کمال ہے گو سریع الزوال ہو
اکثر جاہل آدمی اوسکے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ اور بعض آدمی ریاکار ایسے ہوتے ہیں کہ صرف دلوں میں منزلت
ہونے ہی پر قانع نہیں ہوتے بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ لوگ ثنا و مدح کریں۔ اور بعضے اپنا شہرہ ملکوں میں
پھیلانا چاہتے ہیں تاکہ اطراف و جوانب سے لوگ بہت سے رجوع ہوں۔ اور بعضے بادشاہوں اور حکام کے
نزدیک شہرہ چاہتے تاکہ کسی کی سفارش اگر کریں تو قبول ہو جاوے اور لوگوں کے کام اس ذریعہ سے اپنے
اختیار میں آجاویں۔ اور عوام میں بہت اقتدار اور جاہ حاصل ہو جاوے اور بعض اشخاص ریا سے طالب مال و زر
ہوتے ہیں گو مال وقف اور یتیموں کا مال ہو اور کوئی حرام مال ہو یہ طبقات ریاکاروں کے سب میں برے ہیں

یہانتک بیان حقیقت ریا اور اون چیزون کا جنسے ریا ہوتا ہے تھا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض ریا حرام ہے اور
بعض مکروہ اور بعض مباح اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ ریا یعنے طلب جاہ یا عبادات سے ہوتا ہے یا غیر عبادات سے
اگر غیر عبادات سے ہو تو اوسکا حکم طلب مال کا سا ہے یعنے صرف طلب منزلت لوگون کے دلون مین ہونے کی جہت سے
حرام نہین جیسے کہ طلب مال حرام نہین لیکن جیسے مال کے حاصل کرنے مین دغا اور فریب اور وجہین ناجائز ہوسکتی ہین
اسی طرح جاہ مین بھی ہوسکتی ہین اور جس طرح تھوڑا مال یعنے بقدر یحتاج انسانی حاصل کرنا اچھا ہے اسیطرح
تھوڑا سا جاہ یعنے جسکے باعث آفات سے محفوظ رہے اوسقدر یہ بھی بہتر ہے اور یہ ہی جاہ ہے جیسے حضرت
یوسف علیہ السلام نے طلب کیا تھا اور فرمایا تعالیٰ اِنِّی حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ اور جس طرح کہ مال مین زہر اور تریاق دونون ہین
اسی طرح جاہ مین بھی مضر اور نافع دونون ہین اور جسطرح کہ بہت سا مال لہو و طغیان مین ڈالتا ہے اور خدا
کی یاد اور آخرت سے غافل کرتا ہے اسی طرح بہت سے جاہ کا بھی حال ہے بلکہ اوسکا فتنہ اشد اور بڑا ہی مال کے
فتنہ سے اور جس طرح کہ ہم یہ نہین کہتے کہ بہت سے مال کا ملکیت مین آجانا حرام ہے اسی طرح ہمارا یہ قول بھی
نہین کہ بہت سے دلون کا ملکیت مین آنا حرام ہے جبتک کہ کثرت مال و کثرت جاہ موجب کسی چیز ناجائز کا نہو
ہان یہ کہتے ہین کہ اپنی ہمت کا مصروف کرنا مال و جاہ کی کثرت کی طرف یہ اصل تمام برائیون کی ہے اور
مال و جاہ کا محبت رکھنے والا دل و زبان کے گناہون کے چھوڑنے پر قادر نہین اور بدون طلب و حرص کے
جاہ کا زیادہ ہوجانا اور اگر وہ جاتا رہے تو اوسکا غم نہونا ایسے جاہ کا کچھ مضائقہ نہین دیکھو حضرت صلی اللہ علیہ و
سلم اور خلفای راشدین اور علماے دین کے جاہ سے بڑھکر اور کیا ہوگا مگر ہماری غرض یہ ہے کہ اپنی طرف سے
اسمین ہمت کو مصروف کرنا دین کا نقصان ہے گو حرام نہین اس بناپر ہم کہتے ہین کہ جب آدمی گھر سے باہر
نکلتا ہے اور لوگون کے دکھلانے کے واسطے اچھے کپڑے پہنتا ہے یہ حرام نہین اسلیے کہ عبادت سے ریا
نہین بلکہ دنیا کی چیز سے ہے اسی طرح تمام تجمل و زینت و تکلفات کو سمجھنا چاہیے اور دلیل اسکے حرام نہونے کی
یہ ہے کہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ رض کے پاس جانا چاہا
تو آپ نے پانی کے مٹکے مین دیکھکر اپنا عمامہ اور بال درست کیے مین نے عرض کیا کہ یا رسول آپ ایسا کرتے ہین
آپ نے فرمایا کہ ہان جو بندہ اپنے بھائیون کے پاس جانے کے وقت اپنے آپ کو بنا لیتا ہے اللہ اوسکو
اچھا جانتا ہے سو الا یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوئی داخل عبادت ہے اسلیے کہ آپ کو حکم دعوت
خلق اور اتباع کی ترغیب اور دلون کے مائل کرنے کا تھا اگر آپ اونکی نظرون سے گرجاتے تو آپ کے
اتباع کی ترغیب نہ کرتے اسی جہت سے آپ پر واجب تھا کہ اپنے محاسن احوال اونپر ظاہر کرین تاکہ انکی نظرون مین
آپ کو حقیر نجانین عام لوگون کی نظر ظاہر پر بہت پڑتی ہے باطن کو کوئی نہین دیکھتا یہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ و

سلم کی تھی اسیطرح اگر کوئی شخص لوگوں کی نظروں میں اپنے آپکو اچھا کرنا چاہے تاکہ اونکی مذمت اور ملامت سے
بچا رہے اور اونکی توقیر و حرمت سے راحت پاوے تو یہ امر مباح ہے اسلیے کہ انسان کو جائز ہے کہ مذمت سے بچے
اور اپنے یاروں کے ساتھ انس سے راحت پاوے تو جب اسکو کمینہ اور حقیر سمجھینگے تو انس کبھی نہ حاصل ہوگا اس سے معلوم
ہوا کہ جو چیزین عبادت نہیں اون میں ریا کرنا کبھی مباح ہوتا ہے اور کبھی طاعت اور کبھی مذموم یعنے جیسے
ریا سے غرض مطلوب ہوگی ویسا ہی حکم اوس ریا کا ہوگا اگر غرض مطلوب مباح یا طاعت ہوگی تو ریا بھی مباح
ہوگا مثلاً کوئی شخص اپنا مال عیبوں کی جماعت کو دیتا ہے نہ عبادت کے طور پر نہ صدقے کے طور پر بلکہ اسلیے
کہ لوگ سخی جانیں تو یہ مذموم ہے اور حرام نہیں اسی طرح اور مثالیں ہیں۔ اور جو ریا کہ عبادات سے ہوتا ہے
مثلاً نماز و روزہ و حج و جہاد سے تو اوس میں ریا کار کے دو حال ہیں اول تو یہ کہ اوسکا ارادہ سوا ریا کے
اور کچھ نہیں اجر و ثواب سے کچھ مطلب نہیں تو ایسے شخص کی عبادت باطل ہے اس لیے کہ اعمال کا ثواب نیت
سے ہوتا ہے اور یہ عمل نیت عبادت ادا نہیں ہوا اور یہی نہیں کہ صرف عبادت باطل ہوگئی اور جیسا قبل
عبادت کے تھا ویسا ہی رہا بلکہ ایسی عبادت کرنے سے نافرمان اور گنہگار رہوتا ہے جیسا کہ اخبار و آیات سے
ثابت ہوتا ہے اور وجہ گناہ کی دو باتیں ہیں اول آدمیوں سے متعلق ہے یعنے فریب دینا کہ ریا کار نے
اونکو یہ دھوکا دیا کہ یہ شخص دیندار اور مخلص اللہ تعالے کا ہے حالانکہ ایسا نہیں اور فریب دینا تو دنیا کے
امور میں بھی حرام ہے چہ جائے کہ دین میں مثلاً اگر کوئی شخص چند لوگوں کا قرض ادا کرے اور لوگوں سے یہ کہے
کہ میں انکو خیرات دیتا ہوں تاکہ لوگ سخی جانیں تو چونکہ اس میں فریب ہی ہے اسلیے گنہگار ہوگا دوسرے
متعلق خدا تعالے سے ہے وہ یہ ہے کہ جب اسنے خدا کی عبادت سے قصد مخلوق کا کیا تو خدا سے
ہنسی ہوئی اسی واسطے حضرت قتادہ رح کی روایت میں ہے کہ جب بندہ ریا کرتا ہے خدا اوسکے بارہ میں اپنے
فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اسکو دیکھو کیسے مجھسے ٹھٹھول کرتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کسی بادشاہ کے
پاس کوئی شخص دن بھر حاضر رہے جیسا کہ عادت نوکروں چاکروں کی ہوتی ہے مگر اس نیت سے کھڑا ہو
کہ بادشاہ کی لونڈی یا غلام گھورنے میں آوے تو اس سے بادشاہ کے ساتھ ہنسی ہوگی کہ اوسکی نوکری
و خدمت کے لیے مستعد نہیں ہوا بلکہ غلام اور لونڈی کی تاک میں حاضر رہا تو اس سے زیادہ کیا حقارت ہوگی
کہ آدمی خدا کی عبادت کو اوسکے ضعیف بندے کو دکھلاوے جس سے نہ کسی کا فائدہ ہو نہ ضرر اور اسی بات سے
یہی وہم ہوتا ہے کہ ایسا ریا کار بندے کو خدا کی نسبت اپنی غرضیں پورا کرنے میں زیادہ قادر جانتا ہے
یا اوسکے نزدیک مقرب ہونا خدا تعالے کے نزدیک مقرب ہونے سے بہتر جانتا ہے ورنہ ایسے مقتدا پر
دوسرے کو ترجیح کیوں دیتا اور اپنی عبادت کا مقصود اوسکو کیوں بناتا اس سے زیادہ اور کیا خرابی ہوگی

کیا دست نے نماز اور شاہنشاہ دسے کے برابر کر دیا غرض کہ اس قسم کا ریا بڑی مہلک چیز ہے اسلیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسکو شرک اصغر فرمایا ہے ورنہ ہر قسم کا ریا گناہ سے خالی نہیں کسی میں زیادہ ہے کسی میں کم مگر بعض درجہ بہ نسبت
دوسرے کے سخت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ آگے فصل مذکور ہوگا اور اگر ریا میں اور کچھ نہیں تو یہ بات کیا کم ہے
کہ دوسرے کے لیے سوائے خدا کے رکوع و سجدہ کرتا ہے اگرچہ مقصود خدائے تعالے کا تقرب نہیں مگر غیر اللہ
تو مطلوب ہے علاوہ اسکے اگر غیر اللہ کی تعظیم سجدہ سے کرتا تو صاف کافر ہو جاتا مگر ریا کے کافر ظاہر میں نہیں
لیکن کفر خفی میں مبتلا ہوتا ہے اسلیے کہ ریا کار اپنے دل میں لوگوں کی تعظیم کرتا ہے اور یہی تعظیم مقتضی اوسکے
رکوع و سجود کی ہے تو من وجہ اس رکوع و سجدہ سے اونکی تعظیم بھی نکلی اور چونکہ نیت میں تعظیم الٰہی موجود نہیں اور تعظیم
خلق من وجہ ہے تو ایسی عبادت قریب شرک کے ہو گئی مگر چونکہ اسکی نیت اس عبادت سے یہ تھی کہ میرا رتبہ دیکھنے
والے کی نظر میں زیادہ ہو جاوے اور اپنی عظمت ڈالنے کو وہ حرکات ظاہر کیں جنسے خدا کی عظمت معلوم ہوا
کرتی ہے اسلیے یہ شرک جلی نہوا بلکہ شرک خفی رہا اور یہ نہایت جہالت کی بات ہے اسپر ایسا ہی شخص کاربند ہو سکتا ہے
جسکو شیطان دھوکا دیکر یہ سمجھا دے کہ نفع اور ضرر اور رزق و موت اور حال و آل کی مصلحت خدا کی نسبت بندوں کے
اختیار میں زیادہ ہے اسی واسطے خدا کی طرف سے منہ پھیر کر اونکی طرف دل سے متوجہ ہو جاتا ہے اور اونکا
دل اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ تعالے ایسے شخص کو دنیا و آخرت میں بندوں ہی کے سپرد فرما دے
تو اوسکے فعل کا ایک ادنے تدارک ہو جاوے کیونکہ بندے اپنے لیے تو مالک نفع اور ضرر کے ہیں ہی نہیں
دوسرے کے لیے کیسے ہو سکتے ہیں یہ حال تو دنیا میں ہے اسپر اوس دن کو قیاس کرنا چاہیے کہ وہاں کیسا ہوگا
يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا بلکہ یہاں تو نفسا نفسی ہی
کہیں گے تو دیکھنا چاہیے کہ ریا کار کیسا جاہل ہے اپنے ثواب آخرت اور قرب الی اللہ کو دنیا کی جھوٹی طمع سے
کیسے بدلہ کرتا ہے اور اپنی یقینی ثواب کو لوگوں پر وہمی توقع کے عوض ضائع کیے دیتا ہے اس بیان سے
معلوم ہوا کہ جو شخص عبادت سے قصد ریا رکھتا ہے وہ عقلاً اور نقلاً خدا کے غضب میں ہے یہ اوس صورت کا
بیان ہے کہ جس میں عبادت سے مراد ریا کار کی ثواب نہو الا جس صورت میں کہ ثواب اور ریا دونوں مراد ہوں
مثلاً نماز اور روزہ سے غرض حصول ثواب آخرت اور لوگوں کی ثنا دونوں ہوں تو یہ وہ شرک ہے جو اخلاص کے
مقابل ہے اور اسکا حکم باب اخلاص میں آوے گا یہاں اسقدر کافی ہے کہ حضرت سعید بن المسیب اور عبادہ
بن الصامت رضہ کے قول کے موجب ایسی عبادت میں بھی مطلقا ثواب نہیں ہوتا

تیسرا بیان ریا کے درجات میں ۔ جاننا چاہیے کہ ریا کی بعض صورتیں بعض سے شدید اور غلیظ تر ہیں
اور ریا کا اختلاف اوسکے ارکان کے اختلاف پر منحصر ہے اور اوسکے ارکان تین ہیں اول خود قصد ریا دوم جسکے

ریا ہوتا ہے سوم جسکے واسطے کرتا ہے بغیر قصد ریا وہ حال سے خالی نہیں یا اوس میں ارادہ عبادت اور ثواب کا بھی ہے
یا نہیں اور اگر ارادہ ثواب ہے تو قصد ریا کے برابر ہے یا اوس سے زیادہ یا کم پس بلحاظ رکن اول یعنی قصد ریا کے
ریا کی چار صورتیں ہیں صورت اول جو سب میں سخت ہے یہ ہے کہ ارادہ ثواب مطلقاً نہو مثلاً ایک شخص لوگوں کے
سامنے نماز پڑھتا ہے اگر تنہا ہو تو نہیں پڑھتا بلکہ بعض اوقات بے وضو بھی لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے
تو ایسے شخص کا قصد صرف ریا ہی رہا ہے اسلیے خدا کے نزدیک مغضوب ہے اسی طرح اگر کوئی زکوۃ لوگوں کی مذمت
کے خوف سے دیوے اور نیت ثواب نہو اور اگر تنہا ہو تو نہ ادا کرے اوسکا بھی یہی حال ہے یہ صورت بہت بری ہے
دوسری صورت یہ ہے کہ ارادہ ثواب تو ہو مگر ارادہ ضعیف ہو کہ اگر خلوت میں ہوتا تو یہ قصد ثواب اتنا نہ تھا
کہ اوسکے باعث وہ عمل صادر کرتا لیکن اگر قصد ثواب مثلاً نہوتا تو قصد ریا ایسا قوی تھا کہ اوسکے سبب سے عمل صادر کرتا
تو ایسا شخص بھی پہلی صورت کے قریب ہے اسلیے کہ گو اسکو قصد ثواب ہے الا ایسا تو نہیں کہ اوسکے سبب سے
عمل کر سکے تو ایسا قصد ہوا نہ ہوا برابر ہے غرض یہ شخص بھی غضب الہی اور گناہ سے خالی نہیں تیسری صورت یہ ہے
کہ قصد ثواب اور قصد ریا دونوں مساوی ہوں مثلاً اگر دونوں قصد جمع ہوتے ہیں تو عمل کرتا ہے اور ایک قصد
ہوتا اور ریا نہو تو عمل کی رغبت نہیں کرتا یا مثلاً اوسقدر قصد اگر اکیلا ہی اوس میں ہوتا تو باعث عمل نہ تھا گو کوئی سا
ہوتا تو اس شخص کا حال یہ ہے کہ جتنا اسے بگاڑا اوتنا ہی سنوارا توقع یہ ہے کہ نہ ثواب ہو نہ عذاب یا ثواب اوسی قدر ہو
جسقدر عذاب ہو اور ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص بھی نہیں بچیگا چنانچہ اسکو ہم نے باب
اخلاص میں لکھا ہے چوتھی صورت یہ کہ قصد ریا ضعیف ہو اور قصد ثواب قوی یعنی لوگوں کے مطلع ہونے سے
اسکو نشاط اور سرور کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تنہائی میں بھی عبادت کا تارک نہیں ہوتا اور اگر صرف قصد ریا
اکیلا ہوتا تو اوس عمل کا مرتکب ہوتا تو ایسے شخص کا حال ہمارے گمان میں یہ ہے کہ اصل ثواب باطل ہوگا بلکہ
اوسمیں سے کچھ ناقص ہو جاوے گا یا ریا کی مقدار کے موجب عذاب ہوگا اور بقدر ثواب کے قصد کے ثواب
پاوے گا آگے خدا جانے اور یہ جو حدیث شریف میں ارشاد خداوندی وارد ہے اَنَا اَغْنَی الْاَغْنِیَاءِ
عَنِ الشِّرْکِ اس سے مراد وہ صورت ہے کہ قصد ریا و ثواب دونوں مساوی ہوں یا قصد ریا غالب ہو دوسرا
رکن ریا کا وہ شے یا ہیں جسسے ریا ہوتا ہے اور وہ طاعات و عبادات ہیں اور اس رکن کے لحاظ سے ریا کی دو قسمیں
ہیں ایک اصول عبادات سے ریا کرنا اور ایک اوصاف عبادات سے ریا کرنا قسم اول انمیں سے بہت بری ہے
اور اوسکے تین درجے ہیں درجہ اول یہ ہے کہ اصل ایمان ہی سے ریا منظور ہو اور یہ صورت سب صورتوں سے
بدتر ہے اور ایسا ریاکار ہمیشہ دوزخ میں رہیگا اور یہ وہ شخص ہے کہ ظاہر میں کلمہ شہادت کہتا ہے اور باطن میں
اوسکی تکذیب بھری ہے الا ریا کی جہت سے ظاہر کا مسلمان بنتا ہے ایسے لوگوں کا حال خدا تعالے نے

چنانچہ کلام مجید مین ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ ایک جگہہ ارشاد ہے اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ یعنی انکا قول انکے باطن کے موافق نہین اور ایک جگہہ فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اور ایک جا فرمایا وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ اور فرمایا يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ اسی طرح انکی شان مین بہت سی آیتین ہین اور نفاق شروع اسلام مین بہت تھا کہ اوسوقت بعض لوگ کسی غرض کیلیے ظاہر کے مسلمان بنجاتے تھے اور فی زمانا یہ بات تو کم ہے مگر اس طرح کے نفاق اب بھی بہت ہین کہ مثلاً بعض لوگ ملحدون کے قول پر عمل کرکے دوزخ اور جنت اور قیامت کا باطن انکار کرتے ہین یا شریعت و احکام شریعت کو رندون کے قول کے بموجب بالاے طاق سمجھتے ہین یا کسی اور قسم بدعت کے معتقد ہوتے ہین حالانکہ ظاہر مین اوسکے خلاف بیان کرتے ہین تو اس قسم کے لوگ منافق و ریاکار ہین یہ لوگ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور اس ریا سے بڑھکر اور کوئی ریا نہین یہ لوگ کھلے کافرون سے بھی بڑھے ہین کیونکہ کافر ظاہر کے مخالف اور باطن کے کافر ہین یہ لوگ ظاہر کے موافق اور بغل کا گھونسا ہین دوسرا درجہ یہ ہے کہ اصل دین کی تصدیق ہے مگر اصول عبادات سے ریا منظور ہے یہ درجہ بھی خدا کے نزدیک بہت برا ہے گو پہلے درجہ کی نسبت بہت کم ہے اوسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا مال دوسرے کے قبضے مین ہے اوسکو کہے کہ میرے مال کی زکوۃ دیدو اس خوف سے کہ کہین وہ شخص مجکو برا نہ کہے اور خدا کو معلوم ہے کہ اگر یہ مال اسی شخص کے قبضے مین ہوتا تو ہرگز زکوۃ نہ نکالتا یا یہ شخص لوگون مین موجود ہے اور وقت نماز آگیا تو نماز پڑھلی حالانکہ عادت یہ ہے کہ خلوت مین نماز نہین پڑھتا یا رمضان مین روزہ رکھا مگر لوگون سے علیحدگی چاہتا ہے کہ روزہ نہ رکھنا پڑے یا جمعہ کیلیے حاضر ہوتا ہے لیکن اگر خوف لوگون کے برا کہنے کا نہو تو کبھی نہ آوے یا صلۂ رحم یا والدین سے سلوک یا جہاد یا حج صرف لوگون کے ڈر کے مارے کرتا ہے اپنی رغبت سے نہین کرتا تو اس طرح کے ریاکار کے ساتھ اصل ایمان قائم ہے کہ سوا خدا کے اور کسی کو معبود نہین جانتا اور اگر کوئی اوس سے غیر اللہ کی عبادت یا سجدہ کو کہے تو نکرے گا لیکن سستی کے سبب عبادت چھوڑتا ہے اور لوگون کے سامنے بجا لانے سے خوش ہوتا ہے تو لوگون کے نزدیک اپنی منزلت ہونی اوسکو خدا کے نزدیک منزلت ہونے سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور خلق کی برا کہنے کا خوف خدا تعالے کے عذاب کے ڈر سے اوسکے نزدیک زیادہ ہے لوگون کی تعریف کی رغبت بہ نسبت ثواب الٰہی کی رغبت کے زیادہ سمجھتا ہے تو اسطرحکا اعتقاد نہایت جہل ہے اور ایسا شخص گو اصل ایمان کا معتقد ہے مگر

اگرچہ اوسکے عقوبت میں مبتلا ہونے سے ادنی تر ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ نہ ایمان سے نہ فرائض سے
بلکہ نوافل و مستحبات سے ریا کرے جنکے چھوڑنے سے گنہگار نہیں ہوتا لیکن اگر تنہا ہو تو اون اشیا کے
ثواب کی رغبت کم ہے اور کسل طبیعت کو ثواب پر ترجیح دے مگر ریا کے مارے اونکو بجا لاتا ہے مثلاً نماز
جماعت میں شریک ہونا اور بیمار کی عیادت کرنی اور جنازہ کا شریک ہونا اور مردے کا غسل دینا اور
رات کو تہجد پڑھنا اور عرفہ اور عاشورہ کا روزہ رکھنا یا دوشنبہ و پنجشنبہ کا روزہ رکھنا یہ سب باتیں
ریاکار لوگوں کی مذمت کے خوف سے اور اونکی حمد کی غرض سے کیا کرتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے
کہ اگر اکیلا ہوتا ہے تو فرائض سے زیادہ کچھ نہ کرتا تو ہر چند اس درجے والا بھی برا ہے مگر پہلے کی نسبت
کم ہے کیونکہ پہلے شخص نے خلق کی حمد کو خدا تعالے کی حمد پر ترجیح دی اس بات میں تو یہ شخص بھی شریک
ہے لیکن پہلے نے دوسری بات یہ کی کہ خلق کی مذمت سے اپنے آپکو بچایا خدا تعالے کی مذمت سے
نہ بچایا تو گویا خلق کی مذمت اوسکے نزدیک خدا تعالے کے عذاب سے بڑھکر ہے اور چونکہ دوسرے
شخص کو بباعث نفل ہونے عمل کے چھوڑنے پر عذاب کا خوف نہ تھا اسلیے اس بات میں پہلے کا شریک نہیں
اسی بنا پر اسکا عذاب بھی پہلے کی نسبت آدھا ہونا چاہیے یہانتک حال ریا کا اصول عبادات سے تھا
قسم دوم اوصاف عبادت سے ریا کرنے کی ہے اور اسکے بھی تین درجے ہیں پہلا درجہ تو یہ ہے کہ ایسے
فعل میں ریا کرے جسکے چھوڑنے سے نقصان عبادت ہو مثلاً کوئی شخص قصد کرے کہ نماز جلد ادا کر دیگا
اور اسی غرض سے رکوع اور سجدہ اور قرأت و قیام میں تخفیف کرے مگر جب لوگ دیکھتے ہوں تو رکوع و سجدہ
اچھی طرح کرے اور دونوں سجدوں میں بھی اچھی طرح بیٹھے اور التفات بھی موقوف کرے حضرت ابن مسعودؓ
فرماتے ہیں کہ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے رب کی حقارت کرتا ہے یعنے خلوت میں جب اسکے مطلع ہونے کی
کچھ پروا نہیں کرتا جب آدمی اوسپر مطلع ہوتے ہیں تو نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی
شخص کسی دوسرے کے سامنے چار زانو یا تکیہ لگائے بیٹھا ہے اتنے میں اوس دوسرے کا غلام آگیا تو یہ
شخص تکیہ پرسے سیدھا ہو گیا ہے یا درستی سے بیٹھ گیا تو اسکی یہ حرکت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اسنے
آقا پر غلام کو ترجیح دی اور آقا کی حقارت کی اسی طرح جو شخص زکوٰۃ میں خراب اور گھٹیا مال یا جنس دینے کا عادی
مگر لوگ دیکھتے ہوں تو اچھا مال نکالتا ہے کہ کوئی برا نہ کہے یا روزہ دار مذمت کی ڈر سے روزے میں غیبت
اور فحش سے باز رہتا ہے تو اس طرح کا ریا بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اسمیں ترجیح مخلوق کی خالق پر پائی جاتی ہے
مگر جیسا ریا اصول عبادت سے برا تھا ویسی برائی اسمیں نہیں ــ اگر ریاکار یہ عذر کرے کہ میں یہ اس جہت سے
کرتا ہوں کہ لوگوں کی زبان غیبت پر نہ کھلے کیونکہ وہ مجھکو جب دیکھینگے کہ رکوع اور سجدہ بہت جلد کرتا ہے

اور ادھر اودھر ملتفت ہے تو ضرور برائی اور غیبت کرینگے پس اونکو گناہ غیبت سے بچانے کے لیے مین انکے سامنے آہستہ اور وقار کے ساتھ پڑھتا ہون تو اوسکو یون کہنا چاہیے کہ یہ عذر تیرا شیطان کا فریب ہے واقع مین یون نہین ہے اسلیے کہ نماز ادا کرنی اپنے آقا کی خدمتگزاری ہے اگر اسمین قصور کریگا تو یہ نقصان غیبت کے نقصان سے بڑھکر ہے پس اگر تجکو باعث بیداری دینداری ہی ہوتی تو چاہیے تھا کہ اول اپنے نفس کا خوف زیادہ ہوتا اور اب تو تیری وہ مثل ہوئی کہ کوئی شخص ایک بادشاہ کے پاس لونڈی پیشکش کرنی چاہی تاکہ اوسکے عوض مین انعام کا مستحق ہو یا کوئی جاگیر ملجاوے مگر لونڈی اندھی بدصورت لنجی تجویز کرے اور اسپر طرہ یہ کہ اگر بادشاہ اکیلا ہو تب تو ان عیبون کی کچھہ پروا نکرے اور اگر اوسکے پاس اوسکا کوئی غلام وغیرہ موجود ہو تو اوس غلام کی مذمت کے خوف سے پیش نکرے سو یہ کیسے ہو سکتا ہے بلکہ یون چاہیے کہ جب شخص کو غلام کا اتنا پاس ہے تو بادشاہ کا زیادہ تر پاس کرے — ہان غایت ما فی الباب ریاکار کی دو حالتین ہو سکتی ہین اول تو یہ کہ ریا سے صرف منزلت اور تعریف کا خواہان ہے یہ تو قطعاً حرام ہے دوم یہ کہ یون کہے کہ اگر مین رکوع وسجدہ اچھی طرح ادا کرتا ہون تو اخلاص کے ساتھ نہین ہوتا اور اگر اون مین تخفیف کرتا ہون تو خدا کے نزدیک نماز ناقص ہوتی ہے اور آدمی برائی اور غیبت سے ایذا دیتے ہین تو اچھی صورت بنانے سے مجھے توقع ثواب تو نہین الا لوگون کی مذمت سے نجات ہو جاتی ہے تو یہ امر اس سے بہتر ہے کہ نماز مین بھی نقصان ہو اور برائی بھی پلے بندھے تو اس مین بھی گونہ تامل ہے الاصوب یہی ہے کہ اس صورت مین درستی افعال کے ساتھ اخلاص کرے اور اگر اوسکو اخلاص نہو تو چاہیے کہ تنہائی مین اسکی عادت ڈالے یہ نہین چاہیے کہ برائی دور کرنے کے لیے خدا کی طاعت مین ریا بجا لاوے کیونکہ اسمین حسب مذکورہ بالا خلل پایا جاتا ہے درجہ دوم یہ ہے کہ ایسے فعل مین ریا کرے جسکے چھوڑنے سے عبادت مین نقصان نہوتا ہو مگر اوسکے کرنے سے عبادت کا کمال اور پورا ہونا مقصود ہو جیسے رکوع وسجدہ وقیام کو دراز کرنا اور ہاتھہ اوٹھاتے وقت اچھی ہیئت بنانی اور تکبیر اولے کے لیے سبقت کرنی اور قومہ کو خوب ادا کرنا اور سورت معتاد سے زیادہ پڑھنا یا رمضان کے روزہ مین زیادہ خلوت مین بیٹھنا اور کثرت سے سکوت اختیار کرنا یا زکوۃ دینے مین سب سے بہتر مال چھانٹنا یا کفارہ مین بڑی قیمت کا بردہ آزاد کرنا وغیرہ باتین کہ اگر تنہا ہوتا تو ایسا نکرتا **تیسرا** درجہ یہ کہ ریا ایسے افعال مین کرے کہ نوافل سے بھی خارج ہون مثلاً جمعہ مین سب سے پہلے آنا اور اول صف کا قصد کرنا اور امام کے دہنی طرف بیٹھنا وغیرہ امور کہ جنکی تنہائی مین پروا نہ کرتا پس یہ سب اقسام ریا کے بہ لحاظ رکن دوم کے ہین ان مین سے بعض صورتین بہ نسبت بعض کے زیادہ بری ہین اور بری سب کی سب ہین +

تیسرا رکن ریا کا جسکے واسطے ریا ہوتا ہے کیونکہ ریاکار کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوتا ہے خواہ

مال کی ہمت سے خواہ جاہ کے لیے یا کسی اور غرض کے واسطے ریا کرتا ہے اور اوسکے بھی تین درجے ہیں پہلا
درجہ جو سب میں بلند اور بڑا ہے یہ ہے کہ ریا سے غرض کسی معصیت پر قادر ہونا منظور ہو مثلاً کوئی شخص عبادات
اور تقوے اور ورع اور کثرت نوافل اور مال مشتبہ کے نہ کھانے سے ریا اسواسطے کرے کہ لوگوں میں امین مشہور
ہوکر اوقاف یا ادائے وصیت یا یتیموں کے مال یا زکوٰۃ وصدقہ کی تقسیم پر مامور ہو جاوے تو جس قدر قادر ہو
اوسی کو رکھ چھوڑے یا کوئی کچھ امانت رکھدے تو اوسکو ہضم کر بیٹھے یا حج کے رستے میں جو مال تقسیم ہوتا ہے
وہ حوالہ ہو جاوے تو اوسکے کل یا جز کو اوڑالے جاوے اور اوسکے ذریعہ سے اپنے مطالب فاسدہ پورے کرے
جیسے بعض آدمی صوفیوں کا لباس پہنتے ہیں اور ظاہر میں مسکین سے رہتے ہیں اور کلام حالی وعظ
ونصیحت وحکمت سے نہیں کرتے الا مقصود اونکا یہ ہوتا ہے کہ کوئی عورت یا لڑکا ہمیں میسر ہو جاوے تو اوس سے
بدکاری کریں اور بعض اوقات علم اور وعظ وقرآن کی مجالس میں آتے ہیں اور ظاہر میں بڑے راغب اور حریص
معلوم ہوتے ہیں مگر اصل غرض اونکی عورتوں اور لڑکوں کو گھورنا ہوتا ہے یا حج کو جاتے ہیں اور مقصود یہ ہے
کہ قافلہ میں کوئی عورت یا لڑکا ملجاوے تو اسطرح کے ریاکار سب سے بدتر ہیں اسلیے کہ انہوں نے خدا کی طاعت کو
وسیلہ معصیت کا بنایا اور اوسکی عبادت کو اپنا آلہ اور بضاعت فسق قرار دیا۔ اور اسی درجے کے قریب وہ لوگ ہیں
جو کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہوں اور اوس میں تہمت اونکے اوپر لگی تو باوجودیکہ وہ گناہ پر مصر ہیں مگر چاہتے ہیں کہ
وہ تہمت اپنے اوپر سے دور ہو جاوے مثلاً کسی شخص نے کسی کی امانت سے انکار کر دیا اور لوگوں میں مشہور
و متہم ہو گیا کہ یہ شخص امانت سے منکر ہو گیا تو وہ اس کلنک کے دور کرنے کے لیے مال خیرات کرتا ہے تاکہ لوگ
یہ خیال کریں کہ جب یہ اپنا مال دیدیتا ہے تو دوسرے کا کس طرح رکھ لیا ہوگا اسی طرح اگر کوئی اغلام
میں متہم ہو جاوے تو اس تہمت کو سکوت اور تقوے کے اظہار سے دور کرنا چاہتا ہے پس یہ لوگ بھی پہلے
فرقے کے مانند ہیں گناہوں سے کچھ کم ہیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ریا سے مقصود دنیا کے لذات میں سے کوئی
شے مباح ہو مثلاً کچھ مال کا ملنا خواہ کسی عورت خوبصورت یا شریف کا نکاح میں آجانا وغیرہ جیسے بعض
اشخاص بکا اور گریہ ظاہر کرتے ہیں اور وعظ ونصیحت میں مشغول رہتے ہیں اسلیے کہ کوئی کچھ خدمت
مال کی کرے یا عورتوں کو رغبت ہم سے نکاح کی ہو تو یہ کسی معین عورت سے نکاح کرلیں یا کوئی شریف زادی
نکاح میں آجاوے یا جیسے کوئی اس بات کا خواہاں ہو کہ کسی عالم وعابد کی لڑکی سے نکاح کرے تو اوسکے سامنے
علم اور عبادت ظاہر کرتا ہے تاکہ وہ اپنی لڑکی بیاہ دے تو اسطرح کی صورتیں بھی ممنوع ہیں اس لیے کہ خدا
کی طاعت سے لذائذ دنیاوی کا خواہاں ہوتا ہے مگر یہ درجہ اول کی نسبت کم ہے اسلیے کہ اسمیں جس چیز کا
طالب ہے وہ مباح تو ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ریا سے نہ کوئی معصیت مقصود ہے نہ مال کا لینا اور نکاح کرنا

غرض ہے لیکن اظہار عبادت اسلیے ہے کہ کوئی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور یہ سمجھے کہ یہ شخص بھی مثل عوام کے ہے بلکہ خاص لوگون اور زاہدون مین تصور کیا جاوے مثلاً کوئی شخص تیز چلتا ہے اور جب آدمی اوسکو دیکھتے ہین تو رفتار کو خوبی کے ساتھ کر لیتا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ اہل وقار سے نہین کچھ ایسا ہی ویسا ہے اسیطرح اگر کسیکو ہنسی آ جاتی ہے یا دوسرے سے ہنسی کر بیٹھتا ہے پھر یہ خوف ہوتا ہے کہ کہین لوگ مجھکو حقیر سمجھائین تو اسکے لیے لمبی لمبی سانس لیتا ہے اور استغفار کرتا ہے اور غم ظاہر کرکے کہتا ہے کہ آدمی کتنا غافل ہے اور خدا کو خوب معلوم ہے کہ اگر یہ شخص تنہا ہوتا تو اس بات کو برا نہ سمجھتا صرف لوگون مین توقیر بنی رہنے کے لیے حقارت کی ڈر سے ایسا کہتا ہے یا جیسے کوئی شخص اور لوگون کو تراویح یا تہجد پڑھتے یا دوشنبہ پنجشنبہ کا روزہ رکھتے یا صدقہ دیتے دیکھتا ہے تو آپ بھی اونکا ساتھ دیتا ہے تاکہ لوگ کاہل اور عامی نہ کہین اور اگر اکیلا ہوتا تو ان باتون مین سے کچھ بھی نکرتا یا مثلاً کوئی عرفہ کے روز یا عاشورہ کو یا حرام مہینون مین پیاسا ہو تو پانی نہین پیتا اس خوف سے کہ کہین لوگ یہ نہ سمجھین کہ یہ روزہ دار نہین جب لوگونکو گمان اوسکے روزہ کا ہوتا ہے تو اسی جہت سے کھانا بھی نہین کھاتا یا کوئی اگر تواضع کھانے کی ان ایام مین کرے تو نہین کھاتا تاکہ لوگ جانین کہ روزہ دار ہے مگر زبان سے صریح نہین کہتا کہ میرا روزہ نہین بلکہ یون کہتا ہے کہ مجھے کچھ عذر ہے اور اس قول مین دو خباثت جمع ہین ایک تو اسبات کا اظہار کہ روزہ دار ہے دوسرے یہ کہ مین مخلص ہون ریاکار نہین اور مجکو اسبات سے احتراز ہے کہ اپنی عبادت لوگون سے بیان کرون کیونکہ منشا اس قول کا یہی ہوتا ہے کہ لوگ یہ کہین کہ اپنی عبادتون کو مخفی رکھتا ہے پھر بحالت اضطرار نوبت پانی پینے کی پونہچے تو پھر خواہ مخواہ کوئی عذر صراحتاً یا کنایتاً پیش کرتا ہے مثلاً کوئی ایسا مرض اپنے آپ کو بتاتا جس مین پیاس بہت لگتی ہے اور مانع صوم ہے یا یہ کہتا کہ مین نے فلان شخص کی خاطر سے روزہ افطار کر دیا اور یہ عذر پانی پینے کے ساتھ ہی نہین بیان کرتا کہ شاید لوگ سمجھ جاوین کہ فقط ریا کی جہت سے عذر کرتا ہے بلکہ کچھ دم لے کر اور باتون مین یہ عذر بھی سنا دیتا ہے مثلاً تھوڑی دیر بعد کہتا ہے کہ فلان شخص بڑا رفیق دوست ہے اوسکی کمال رغبت اسمین ہے کہ کوئی اوسکا کھانا کھاوے چنانچہ آج مجھسے بھی اصرار کیا اور مجھے اوسکی خاطرداری سے کھانا ہی پڑا یا یون کہے کہ میری والدہ ماجدہ نہایت ضعیف القلب ہین وہ نہین یہی خوف رہتا ہے کہ اگر مین ایک روز بھی روزہ رکھونگا تو بیمار پڑ جاؤنگا اسی لیے مجھے روزہ نہین رکھنے دیتین بس اس طرح کی باتین ریا کی علامتین ہین اسطرح کے مذکور جبھی زبان پر آتے ہین جب رگ رگ ریا اندر مستحکم ہوتی ہے اور مخلص آدمی کو اسکی پروا نہین ہوتی کہ لوگ میری طرف کس طرح دیکھتے ہین اگر اوسکا دل روزہ پر راغب نہین اور خدائے تعالے کو بھی اوسکا یہ حال معلوم ہے تو وہ یہ نہین چاہتا کہ جو علم خدا کو ہی اوسکے خلاف بندون کو ہو گو مکر و فریب ہی سے ہو اور اگر اوسکو رغبت روزہ کی ہے تو صرف خدا کا علم ہی روزہ دار

ہونے پر کافی جانتا ہے اور اوسی پر قناعت کرکے دوسروں کو اوسمین شریک نہین کرتا اور کبھی عابد کے دل مین یہ خطرہ گذرتا ہے کہ اگر اس عبادت کو ظاہر کرونگا تو لوگ میری اقتدا کرینگے اور اسکی طرف راغب ہونگے مگر اس مین شیطان کا دھوکا ہے چنانچہ اسکا بیان مع شروط اسکے آویگا یہ ہے بیان درجات ریا اور ریا کارون کا اور سب قسم کے ریا کا غضب الٰہی مین داخل ہین — اور ریا سخت مہلکات مین سے ہے اور وجہ اسکی زیادہ سخت ہونے کی ایک یہ بھی ہے کہ اسمین ایسی آمیزشین ہین کہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہین چنانچہ حدیث شریف سے ثابت ہوا ہے اسی جہت سے بڑے بڑے عالم اسمین لغزش کھا جاتے ہین جو لوگ نفس کی آفتون اور دل کے مہلکات سے ناواقف ہین اون کا تو کچھ ذکر ہی نہین

چوتھا بیان اوس ریاے خفی کا جو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے — واضح ہو کہ ریا کی دو قسمین ہین ایک جلی اور ایک خفی ریاے جلی وہ ہے کہ جو آدمی کو باعث عمل کا ہو گو قصد ثواب ہو ایسا ریا سب اقسام سے کھلا ریا ہے یعنے یہ جلد سمجھ مین آجاتا ہے ریا کار بھی جان لیتا ہے کہ مین نے ریا کیا اور اس سے ذرا پوشیدہ وہ ریا ہے کہ اگر صرف وہی ریا ہو تو موجب عمل تو ہو لیکن جس عمل کو کہ بقصد ثواب کرتا ہے وہ اس ریا کے سبب آسان معلوم ہوتا ہے مثلاً اگر کسی کی عادت روز مرہ تہجد پڑھنے کی ہے مگر کچھ گرانی اور کسل کے ساتھ ادا کرتا ہے لیکن اگر گھر مین کوئی مہمان ہو تو ادا ے تہجد سے خوش ہو اور پڑھنا آسان گذرے اور یہ جانے کہ اگر توقع ثواب کی ہوتی تو صرف اس مہمان کے دکھلانے کو نہ پڑھتا تو یہ قسم بہ نسبت سابق کے خفی ہے اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ نہ موجب عمل ہو نہ عمل کو آسان کرے اور ریا جو اسکے دل کے اندر چھپا ہوا ہو اور چونکہ عمل مین اسکا کوئی اثر نہین اسلیے اسکا پہچاننا بھی نے علامتوں کے ممکن نہین اور سب سے کھلی پہچان اس قسم کی یہ ہے کہ اپنے عمل پر آدمیوں کے مطلع ہونے سے خوش ہو مثلاً بہت عابد ایسے ہین کہ عمل مین اخلاص کرتے ہین اور ریا کے معتقد نہین بلکہ اوسکو برا جانتے ہین اور اوس سے محترز ہوتے ہین اور اسیطرح طاعت بجالاتے ہین لیکن جب اوس عمل پر لوگ مطلع ہوتے ہین تو اونکو سرور اور راحت معلوم ہوتی ہے اور محنت عبادت دل سے بوجھ سا اوتر جاتا ہے تو یہ سرور ریاے خفی پر دلالت کرتا ہے جس سے کہ یہ سرور مترشح ہوا ہے اسلیے کہ اگر دل کا التفات لوگون کی طرف نہوتا تو اونکے مطلع ہونے سے سرور ہرگز نہ آتا تو معلوم ہوا کہ جیسے آگ پتھر مین پوشیدہ رہتی ہے اسی طرح یہ ریا بھی دل مین پوشیدہ تھا کہ لوگون کی اطلاع سے اسکی چقماق ہوگئی اور اوسمین سے اثر فرحت و سرور کا ظاہر کردیا — پھر اس اطلاع کے باعث جو سرور ہوا اگر اوسکی لذت عابد کو معلوم ہوئی اور اوسکا تدارک نفرت سے نکیا تو یہی سرور ریا کی رگ مخفی کے لیے قوت اور غذا ہوتی ہے یہانتک کہ وہ رگ خفیہ نفس پر حرکت کرنے لگتی ہے اور خفیہ تقاضا کرتی ہے کہ کسی طرح کوئی سبب ایسا ہو جاوے کہ تعریض اور

اور کنایت لوگونکو اطلاع ہو جاوے اگرچہ تصریح کے ساتھ اطلاع کی طالب نہین ہوتی اور بعض اوقات ایسی خفیہ ہوتی ہین کہ تعریض اور تصریح کلام سے دونون سے متقاضی نہین ہوتی بلکہ عادات و شمائل سے اطلاع کی خواہان ہوتی ہے مثلاً اظہار لاغری اور زردی رنگ اور پستی آواز اور خشکی لب اور تحول اور آثار آنسو اور غلبہ خواب کہ جنسے تہجد گزاری معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ جس مین نہ خواہش اطلاع ہو نہ ظہور طاعت پر سرور مگر باوجود اسکے یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ جب لوگون کی نظر پڑے تو وہ اول سلام کرین اور کشادہ پیشانی اور توقیر پیش آوین اور ثناخوان رہین اور ہمارا کام کرنے مین خوش ہون اور معاملات بیع و شرا مین ہمارے ساتھ رعایت کرین اور مجلس مین ہمکو عمدہ جگہہ دین پس اگر ان امور مین کسی سے کوتاہی ہو جاوے تو دلپر شاق گذرے اور نفس کو نہایت بعید معلوم ہو کہ ایسا کیون ہوا تو اس صورت مین گویا اونکا نفس اپنی حرمت و تعظیم اوسی طاعت پر چاہتا ہے جسکو خفیہ ادا کیا اور اطلاع نہین کی اور اگر پہلے اوس طاعت کو نکیا ہوتا تو پھر لوگون کا اپنے حق مین کوتاہی کرنا بعید نہ معلوم ہوتا غرض چونکہ اس طرح کی عبادت مین صرف خدا کے علم پر قناعت نہین پائی گئی اسلیے اس مین ایک لگاو ریا ہے خفی کا رہا جو چیونٹی کی چال سے بھی مخفی تر ہے اور عجب نہین کہ ثواب کو حبط کرے اور اس سے بجز صدیقین کے اور کوئی نہین بچتا اور ثواب کے باطل ہونے کی سند یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ قیامت کے روز خداے تعالے قاریون سے ارشاد فرماوے گا کہ کیا تمھارے واسطے لوگ نرخ ارزان نہین کرتے تھے کیا تمکو پہلے سلام نہین کرتے تھے کیا تمھاری حاجتین پوری نہین کرتے تھے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ لا اَجْرَ لَكُمْ قَدِ اسْتَوْفَيْتُمْ اُجُوْرَكُمْ اور عبداللہ بن المبارک فرماتے ہین کہ وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک سیاح درویش نے اپنے یارون سے کہا کہ بھائیو ہم نے سرکشی کی خوف کے مارے اپنا مال اور زن و فرزند تو چھوڑ دیا مگر ہمکو یہ خوف ہے کہ جسقدر مالدارونکو مال سے طغیان ہوتا ہے کہین اوس سے زیادہ ہمکو دین سے نہو جاوے دیکھو ہم مین سے اگر کوئی کسی سے ملتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ دینداری کے باعث ہماری تعظیم کرے اور اگر کچھہ کام کو کہین تو ہماری دینداری کے سبب اوسکو لازم ہے کہ تعمیل کرے اور اگر کوئی چیز خریدا چاہتا ہے تو یہ اچھا جانتا ہے کہ ہماری دینداری کی جہت سے نرخ مین ارزان ملے یہ حال جب وہان کے پادشاہ کو معلوم ہوا تو اپنے لشکر کو لیکر درویش کی زیارت کو چلا تمام جنگل اور پہاڑ آدمیون سے بھر گیا درویش نے پوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہے لوگون نے کہا کہ پادشاہ وقت آپ کی ملازمت کو آیا ہے درویش نے خادم سے کہا کہ کھانا لاؤ وہ ساگ اور زیتون کا تیل اور خرما کے شگوفے لے آیا درویش نے اپنے گال خوب بھر بھر کر بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے اتنے مین پادشاہ نے آکر لوگون سے پوچھا کہ تمھارا مرشد کہان ہے اونھون نے درویش کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ ہے پادشاہ نے

پوچھا کہ تم کیسے ہو اوسنے جواب دیا کہ جیسے اور لوگ ہین اور ایک روایت مین ہے کہ اوسنے جواب مین کہا کہ خیریت
سے ہون بادشاہ نے کہا کہ اس شخص مین کچھ خیر وبرکت نہین اور یہ کہکر لوٹ گیا اور دوسرے نے کہا کہ الحمدللہ تو
مجھکو کیا بتا سکتا ہے اصحاب لوگ ہمیشہ ریاے خفی سے ڈرتے رہتے ہین ۔ اسکے واسطے بڑی بڑی کوششین کرتے تھے
اور لوگون کو دھوکا دیکر اپنے اعمال صالحہ سے ٹال دیتے ہین اور جسقدر کہ لوگ اپنی برائیان چھپانے کے
حریص ہوتے ہین اوس سے زیادہ وہ لوگ اپنے اعمال صالحہ کی پوشیدگی مین حریص ہوتے ہین اور یہ سب
اسی توقع پر کرتے ہین کہ اونکے اعمال صالحہ اخلاص کے ساتھ رہین اور قیامت کو خداے تعالے اس
اخلاص کے عوض سب مجمع کے سامنے اونکو ثواب عنایت فرماوے کیونکہ اونکو یقین ہے کہ خداے تعالے
قیامت مین اعمال خالص قبول فرماوے گا ۔ اور یہ لوگ اوس روز بہت سے محتاج اور بھوکے ہونگے
اور اوس روز مال اور اولاد اور ماں باپ بھائی کوئی کام نہ آوے گا صدیقین کو اپنی ہی پڑی ہوگی نفسی نفسی
کہہ رہے ہونگے دوسرون کو کون پوچھتا ہے اور اس باب مین اونکی مثال ایسی ہے جیسے حج کرنے والے
جب مکہ معظمہ کو چلتے ہیں تو اپنے ساتھ کھرا سکہ مغربی لے لیتے ہین کیونکہ وہان کے لوگون مین کھوٹا مال
رائج نہین اور ضروریات کی حاجت ہر جگہہ ہوتی ہے اپنا وطن ہین نہ کوئی دوست ہے کہ جسکے پاس
پناہ لین بجز اسکے کہ اپنے پاس زر خالص ہو اور کوئی صورت دفع احتیاج کی نہین ہوتی یہی معاملہ اہل دل کو قیامت
میں پیش آوے گا انکا توشہ جو اوس دن کام آوے گا تقوے اور اخلاص ہے غرض کہ ریاے خفی کے شعبے
بے حد وشمار ہین جبتک آدمی اپنے دل مین انسان اور حیوان کے مطلع ہونے مین عبادات پر فرق سمجھیگا
تب تک اوس مین ایک شاخ ریا کی موجود ہے کیونکہ جب آدمی نے بہائم سے قطع طمع کیا تو پھر اسکی پروا نہین کرتا
کہ وہ موجود ہین یا غائب اسکے حال سے واقف ہین یا ناواقف پس اگر عمل مین مخلص ہوگا تو خدا کے علم پر
قانع ہو کر بندون مین سے عقلا کو بھی حقیر جانے گا اور اونکی کچھ پروا کرے گا جیسا بچون اور دیوانون کی
پروا نہین کرتا اور یہ تصور کرے گا کہ میرا رزق اور موت اور ثواب کا بڑھانا اور عذاب کا کم کرنا کچھ بندون کے
اختیار مین نہین جیسے کہ بہائم اور بچے اور دیوانے ان اشیا پر اختیار نہین رکھتے ویسے ہی عاقل شخص بھی
ہین اگر یون نسمجھے گا تو آمیزش ریاے خفی سے خالی نہوگا مگر یہ بات نہین کہ ہر طرح کی آمیزش سے ثواب
باطل ہوتا ہو اور عمل بیکار جاتا ہو بلکہ اوسمین تفصیل ہے سو اب اگر کوئی یون پوچھے کہ ہم تو کسی کو نہین دیکھتے کہ
اپنی طاعات کی اطلاع سے خوش نہوتا ہو تو سرور کسی طرح کا ہو سب مذموم ہے یا کچھ اچھا ہے اور کچھ برا
تو اسکا جواب یہ ہے کہ سرور ہر قسم کا برا نہیں ہے بلکہ اوسکی پانچ قسمیں ہین چار قسمین تو اچھی ہین اور ایک
بری اچھی چار صورتیں یہ ہین اول یہ کہ عابد کو منظور یہ تھا کہ طاعت مخفی اور با اخلاص رہے مگر جب خلق کو

اور میرا اطلاع ہو گئی تو اس نے یہ جانا کہ خداوند کریم لوگون پر ظاہر کردیا اور میرے احوال میں جو بات عمدہ تھی
اوسکی اطلاع فرمادی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ خداوند کریم کو میرے حال پر نظر الطاف اور حسن سلوک منظور ہے
کہ گناہون کو چھپاتا ہے اور طاعت کو اظہار فرماتا ہے اور میں اسکے درپے تھا کہ طاعت و گناہ دونون چھپے رہیں
پس اس سے بڑا کونسا لطف ہوگا کہ برائی کی پردہ پوشی کی اور اچھی بات کو ظاہر کردیا تو اس اعتبار سے کہ خدا تعالے نے
فضل و رحمت کی نظر سے دیکھا عابد کو سرور ہوا نہ اس جہت سے کہ لوگون نے تعریف کی اور اونکے دلون میں
جگہ ہو گئی اور یہ طرح کا سرور اچھا ہے جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا
تو گویا اس سرور کی وجہ یہ ہوئی کہ عابد پر یہ ظاہر ہوا کہ مین خدا کے نزدیک مقبول ہون دوسری صورت یہ ہے
کہ یہ تصور کرے کہ جیسا خدا تعالے نے دنیا میں میرے گناہ چھپائے اور نیکی ظاہر کی اسیطرح عقبیٰ میں بھی کریگا
چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے مَا سَتَرَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ ذَنْبًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهٗ عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ تو یہ سرور
اسوجہ سے ہوا کہ زمانہ آیندہ میں مقبول متصور ہونگا تیسری صورت یہ ہے کہ اس طاعت کے ظاہر ہونے سے
یہ گمان کرے کہ لوگ اس باب میں میری اقتدا کرینگے اور اسی طرح کی طاعت بجالاوینگے تو مجکو اوسکا ثواب
بڑھتا جاوے گا کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص کوئی امر خیر کرتا ہے اور لوگ اوسکی اقتدا کرتے ہیں
تو اوسکو بھی انکے برابر ثواب ملتا جاتا ہے اور انکے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جاتا۔ اور ظاہر ہے کہ ثواب
بڑھنے کی توقع قابل سرور کے ہے نفع کا ہونا بے شک لذیذ اور موجب سرور ہوا کرتا ہے تو اوسکو قصد اخفا کا
بھی ثواب ملے گا اور اب ظاہر ہونے سے بھی ثواب کا استحقاق ہوا چوتھی صورت یہ ہے کہ جن لوگون نے اسکی
طاعت پر مطلع ہو کر اسکی تعریف کی تو یہ اس وجہ سے خوش ہوا کہ اونھون نے مدح کرنے میں خدا کی مرضی
موافق کام کیا کہ اوسکے مطیع کو محبوب جانا معلوم ہوا کہ اونکے دل مائل بطاعت ہیں ورنہ بعضے ایمان والے
ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب اہل طاعت کو دیکھتے ہیں تو اوسکی حسد و مذمت کرتے ہیں اور بغض رکھتے ہیں اور
اوس سے تمسخر کرتے ہیں ریاکار بتاتے ہیں اچھا کبھی نہیں کہتے تو اسکا سرور اسی وجہ سے ہے کہ تعریف
کرنے سے لوگون کا حال معلوم ہوا کہ انکا ایمان درست ہے اور اس صورت میں اخلاص عابد کی علامت یہ ہے
کہ اگر لوگ کسی دوسرے عابد کی تعریف کریں تو اوسکی تعریف سے بھی ویسا ہی خوش ہو جتنا اپنی تعریف سے
ہوتا ہے اور قسم مذموم یعنے پانچوین صورت سرور کی یہ ہی کہ سرور اس خیال سے ہو کہ لوگون کے دلون مین
منزلت ہو گئی کہ تعریف اور تعظیم کرنے لگے اور نشست و برخاست میں مجکو مقدم سمجھنے لگے اور میرے
حاجات میں کام آنے لگے تو یہ صورت سرور کی مکروہ ہے واللہ اعلم

پانچواں بیان اس بات کا کہ ریائے خفی اور جلی میں سے کون کون سی صورت میں عمل باطل ہوتا ہے

اور کون سی صورت مین نہیں۔ جاننا چاہیے کہ جب بندہ کسی عبادت کو اخلاص کے ساتھ ادا کر رہا ہے اور پھر اوس مین
ریا آجاتا ہے تو تین حال سے خالی نہین یا اوس عمل سے فراغت ہونے کے بعد آتا ہے یا قبل فارغ ہونے کے
یا اوسکے ساتھ ہی تیس اگر بعد فراغ صرف سرور اوس عمل کے ظاہر ہونے کا ہے بدون خود ظاہر کرنے کے
تو یہ سرور مفسد عمل نہین اسلیے کہ عمل تو اخلاص پر بدون ریا کے پورا ہو چکا اب جو ریا بعد کو ہوگا تو توقع ہے
کہ اوسکا اثر عمل پر نہ ہووے خصوص ایسی صورت مین کہ عامل نے اوسکے ظاہر کرنے مین تکلف نہ کیا ہو نہ کسی سے
کہا ہو نہ تمنا اوسکے ظاہر ہونے یا ذکر کرنے کی ہو بلکہ اتفاقی خدا تعالے کے ظاہر کرنے سے ظاہر ہو گیا ہو
اور اس سے اوسکے دل پر سوائے سرور محض اور کچھ اثر نہ ہوا ہو۔ ہان اگر بدون قصد ریا عمل اخلاص سے تمام ہوا ہو لیکن
پھر بعد کو رغبت اوسکے اظہار کی ہوئی اور لوگون سے کہدیا اور ظاہر کر دیا تو یہ صورت خوف کی ہے اور اخبار
و آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مبطل بھی ہے چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے جب کسی شخص کو کہتے سنا کہ مین نے کل رات
سورہ بقر پڑھی تھی تو فرمایا کہ اس شخص کا حصہ و نصیب یہی تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے
عرض کیا کہ مین نے تمام عمر روزہ رکھا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے نہ روزہ ہی رکھا نہ افطار ہی کیا تو بعض لوگ
اس ارشاد کی وجہ یہی بتاتے ہین کہ اوسنے ظاہر کر دیا اور بعض یہ فرماتے ہین کہ اوسکی وجہ یہ تھی کہ تمام عمر کا روزہ رکھنا
مکروہ ہے بہرصورت یہ احتمال ہے کہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعودؓ کا اس بات پر دال ہو کہ اون
شخص کا دل عبادت کے وقت نیت ریا سے خالی نہ تھا جسکے باعث اوسنے کہکر ظاہر کر دیا ورنہ یہ امر بعید از قیاس ہے
کہ جو چیز بعد عمل کے پائی جاوے اوس سے ثواب عمل جاتا ہے بلکہ قیاس کی رو سے یہ چاہیے کہ جو عمل کر چکا اوسکا ثواب
پاوے اور بعد فراغت جو اوس عمل سے نمود کی اوسکا عذاب اوسکو ملے بخلاف اوس صورت کے کہ نماز یا عمل سے فارغ
ہونے کے پیشتر ہی اسکی نیت ریا کی طرف مائل ہو گئی ہو کہ اس صورت مین البتہ ابطال نماز خواہ عمل ہو سکتا ہے
لیکن جب عمل کو اخلاص کے ساتھ ادا کیا مگر اثنائے ادا مین کچھ ریا بھی ہو گیا تو اوسکی دو صورتین ہین یا تو صرف
سرور ہی ہو جو عمل مین کچھ تاثیر نہین کرتا اور ریا ایسا ریا ہو جسکے باعث اوس عمل کو پورا کیا چاہتا ہے پس اگر
دوسری قسم کا ہے تو ثواب باطل ہو جاوے گا مثلاً ایک شخص نفل ادا کرتا ہے اوسوقت اوسکے پاس تماشائیون کا
گذر ہوا یا کوئی بادشاہ چلا آیا اور اسکو یہ خواہش ہوئی کہ میری طرف دیکھے یا اثنائے نماز مین کوئی چیز خیال مین
یاد آئی جسکو بھولا ہوا تھا اور اوسکی تلاش کی خواہش ہی اور اگر آدمی نہوتے تو نماز توڑکر اوسکو ڈھونڈھتا لیکن اونکی
مذمت کے خوف سے نماز پوری کی تو ایسی صورت مین ثواب باطل ہو گیا اور یہ حال اگر فرض مین واقع ہو تو پھر
فرض کو از سرنو ادا کرنا چاہیے اور حدیث شریف مین ہے کہ اَلْعَمَلُ كَالْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اٰخِرُهٗ طَابَ اَوَّلُهٗ یعنے خاتمہ کا
لحاظ ضروری ہے اور ایک روایت مین ہے کہ جو کوئی اپنے عمل سے ایک ساعت ریا کرے گا اوسکے عمل پیشتر کے

باطل ہو جاوینگے اور یہ روایت اس صورت مین نماز کے باب مین وارد ہے صدقہ اور قرارت پر صادق نہین اسلیے کہ صدقہ اور قرارت کی ہر ہر چیز ایک شی علیحدہ ہے جس حصہ پر ریا واقع ہوگا اوسی کا باقی خراب ہو جاوے گا مگر گذشتہ باطل نہین ہوگا اور روزہ اور حج مثل نماز کے ہین۔ اور اگر ریا اسی طرح آیا ہے کہ ثواب کے لیے عمل کے پورا کرنے کا مانع نہین مثلاً اثناء نماز مین کچھ لوگ آئے اور یہ اونکے آنے سے خوش ہوا اور اونکے دیکھنے کے باعث نماز کو درستی سے ادا کرنے کا قصد کیا اور اگر لوگ نہ آتے تب بھی نماز کو پورا کرتا اس صورت مین ریا نے عمل مین اثر کیا کہ باعث حسن کات نماز کا ہوا لیکن یہ اثر اگر اتنا غالب ہو جاوے کہ اسکے غلبہ مین اوس عمل کا عبادت ہونا اور نیت ثواب پر ادا کرنا معلوم نہو بلکہ قصد عبادت و ثواب اوس قصد ریا مین چھپ جاوے تو اس قسم کا ریا بھی مفسد عبادت ہے بشرطیکہ عبادت کا کوئی رکن اسی حال مین ادا ہو جاوے اسواسطے کہ نیت سابقہ جو شروع کے وقت کی تھی اوسمین ہمارے نزدیک یہ شرط ہے کہ کوئی نیت ایسی نبیت آوے جو اوس پر غالب ہو کر اوسکو چھپا دے۔ اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ عبادت فاسد نہو اسلیے کہ پہلی نیت اور اصل قصد ثواب باقی ہے گو کسی دوسرے قصد کے ہجوم سے ضعیف ہو گیا ہو۔ اور حارث محاسبی رح عبادت کا فاسد ہونا ایسے امر مین تجویز کرتے ہین کہ وہ اس سے بھی سہل ہے اونکا قول یہ ہے کہ جب عابد نے لوگون کی اطلاع سے صرف سرور کا قصد کیا یعنے ایسا سرور جو مثل محبت جاہ و منزلت کے ہوتا ہے تو اس باب مین لوگون کا اختلاف ہے ایک گروہ تو اس طرف ہے کہ اس سے عمل باطل ہو گیا اسواسطے کہ اوسنے پہلے قصد یعنی اخلاص کو توڑ کر مخلوق کی حمد کی طرف میلان کیا اور عمل کو اخلاص پر پورا نہ کیا عمل کی تمامی خاتمہ ہی سے ہوتی ہے پھر حارث فرماتے ہین کہ مین نہ تو قطعی اس عمل کو باطل کہتا ہون اور نہ بالکل باطل ہونے سے مامون ہون لوگون کا اختلاف اس باب مین مجھے پہلے سے معلوم ہے الا میرے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ اگر عمل کو ریا پر تمام کیا ہے تو عمل باطل ہے اور اگر کوئی کہے کہ حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ دو رکعتون مین سے جب اول خدا کے واسطے ہو گئی تو دوسری ضرر نہ کرے گی اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین عمل خفیہ کرتا ہون اور نہین چاہتا کہ لوگون کو اسکی اطلاع ہو مگر اونکو اطلاع ہو جاتی ہے تو مین خوش ہوتا ہون آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجکو ثواب ملینگے ایک خفیہ دوسرا علانیہ تو معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت حسن بصری کی مراد ضرر سے یہ ہے کہ خطرہ مضر اور مفسد عمل کا نہین جب کسی طور کا خطرہ آجاوے تو اوس سے عمل کو ترک نکرے اونھون نے یون نہین فرمایا کہ اگر بعد عقد اخلاص کے عقد ریا ہوگا تب بھی ضرر نہین کرے گا اور حدیث کی تاویل مین حارث رح نے بڑی تقریر بیان کی ہے جسکا حاصل تین وجہون کی طرف رجوع کرتا ہے اول یہ کہ حدیث مین یہ مذکور نہین کہ عمل سے فارغ ہونے کے پیشتر سائل کو سرور ہوتا تھا تو احتمال ہے کہ بعد فراغت سرور ہوتا ہو دوسری یہ کہ سرور سے مراد وہ سرور ہے جو شرعاً محمود اور عمدہ ہین جنکا بیان اوپر گذرا محبت تعریف و منزلت کا سرور مراد نہین اسلیے کہ اس سرور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ثواب کا ارشاد فرمایا ہے اور حجت محمدیت کے سر پر کسی فرقہ کے نزدیک ثواب مترتب نہیں غایت یہ کہ اس طرح
سر و معاف فرمایا جاوے اور پھر ثواب کا قائل کوئی نہیں اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کہ مخلص کو تو ایک ثواب ہو اور
ریاکار کو دو ہوں تیسری یہ کہ راویان حدیث حضرت ابوہریرہ پر تک متصل نہیں ہیں اکثر اون میں سے
اس حدیث کو ابو صالح پر موقوف کہتے ہیں گو بعض لوگ مرفوع بھی بتلاتے ہیں مطہرین عام محدثین جو یہاں
مثل مدین اونھیں پر عمل کرنا بہتر ہے یہ قول حارث رحمہ اللہ کا ہے غرض کہ اونھوں نے یقینی حکم نہیں لگایا بلکہ
ایسا سا شرط عمل کے باطل ہونے پر ظاہر کیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک قرین قیاس یہ ہے کہ اس مقدار کا سرور جسکی
تاثیر عمل میں ہو بلکہ عمل تو صرف دین ہی کے باعث صادر ہوا ہو اور پھر وہ محض اطلاع کے سبب پیدا ہوا ہو مفسد عمل نہیں
کیونکہ اوسکی ہمت سے اصل نیت معدوم نہیں ہوئی اور وہی نیت عمل کی باعث رہی اور اوسی کے سبب عمل تمام ہوا
اور حوالہ جات کہ ریا کے باب میں وارد ہیں وہ اوسی صورت میں ہیں کہ عمل سے صرف مخلوق ہی کا قصد کیا ہو اور جو
شرکت میں وارد ہیں اونسے یہ مراد ہے کہ قصد ریا مساوی قصد ثواب کے یا اوس سے غالب ہو اگر جس صورت میں
کہ قصد ریا ضعیف ہے تو ثواب صدقہ اور تمام اعمال کا بالکلیہ باطل نہیں ہوتا اور نہ نماز میں فساد آتا ہے لیکن
اسمیں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نماز پر [illegible] جو ایسے واجب ہوئی تھی اور خالص اوسکو کہتے ہیں جسمیں کسی طرح کی
آمیزش نہیں جب اس قسم کے ریا کی آمیزش ہوگی تو جو امر واجب تھا وہ ادا نہوگا واسطے علم اور باب الاخلاص میں
سے یہاں سے زیادہ تقریر لکھی ہے جسکو شوق ہو وہ وہاں دیکھ لے یہ حال اوس ریا کا تھا جو بعد نیت عبادت
خواہ قبل فراغ یا بعد فراغ عارض ہو۔ اب تیسری قسم کو سننا چاہیے یعنے جس میں پہلے نیت عبادت کے ساتھ
ہی قصد ریا ہو پس اگر سلام پھیرنے تک اسی قصد پر جاری رہے گا تو اس نماز کا کچھ اعتبار نہیں سب کے نزدیک
اسکو قضا کرنا چاہیے اور اگر بیچ میں نماز پڑھنے میں تمام ہونے سے پہلے نادم ہو کر استغفار کرے گا اور حالت
اصلی پر رجوع کرے گا تو ایسی صورت میں تین قول ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس شخص نے بقصد ریا نماز کو
شروع کیا تھا اسلیے وہ منعقد ہی نہیں ہوئی تھی تو از سر نو نیت کر لی چاہیے۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ایسے
شخص کے افعال صحیح نہیں ہوتے اصل نیت نماز کی باقی ہے اسلیے جتنے رکوع اور سجدے کیے ہیں اونکو دوبارہ
ادا کرنا چاہیے کیونکہ نیت تحریمہ ایک عقد ہے اور ریا ایک خاطر قلبی کا نام ہے کہ اوس سے اصل نیت کا عقد ہونا
معدوم نہیں ہوتا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اوس شخص کو کسی چیز کا دوبارہ ادا کرنا ضرور نہیں بلکہ اپنے دل میں
استغفار کر کے عبادت کو اخلاص پر تمام کرے اسلیے کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے اگر اخلاص سے شروع کرتا اور ریا پر
تمام کرتا تو عمل باطل ہوتا تھا اسی طرح یہاں اوسکا عکس ہے کہ ریا سے شروع کیا اور اخلاص پر تمام تو باطل نہوگا
[illegible] مثال ایسی ہے کہ سفید کپڑے پر نجاست عارضی لگ جاوے جب وہ نجاست عارضی دور کیجائیگی

پھر حالت اصلی پر عود کرے گا اور چونکہ نماز مین رکوع و سجدہ غیر اللہ کے لیے نہین ہوتا اسواسطے اگر غیر کے واسطے سجدہ کرے گا تو کافر ہو جاوے گا بلکہ اوسپر ایک ریا کا عارضہ آگیا تھا جو توبہ اور ندامت سے جاتا رہا اور ایسے حال مین ہو گیا کہ ایسا لوگون کی تعریف و مذمت کی کچھ پروا نہین تو اسی وجہ سے نماز درست ہوگی۔ اور ہمارے نزدیک یہ دونون پچھلے قول قیاس فقہی کے قطعاً مخالف ہین خاصکر جو لوگ یہ کہتے ہین کہ صرف رکوع اور سجدہ کو اعادہ کرنا چاہیے تکبیر تحریمہ کی از سر نو کرنی کچھ ضرورت نہین اسواسطے کہ اگر مثلاً رکوع اور سجدہ درست نہین ہوا تو نماز مین افعال زائد ہو گئے جو مفسد نماز ہین پھر نماز کا نہ فاسد ہونا کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ کہتے ہین کہ اگر اخلاص پر تمامی نماز کی ہوئی ہے تو بلحاظ خاتمہ کے نماز صحیح ہونی چاہیے یہ بھی ضعیف ہے اسواسطے کہ ریا نیت کا محل ہے اور احکام نیت کے مراعات شروع نماز مین بطریق اولی چاہیے پس جو صورت کہ موجب قیاس فقہ درست ہو یہ ہے کہ اگر باعث اوس عبادت کا صرف ریا ہے طلب ثواب سے کچھ غرض نہین نہ اطاعت امر الٰہی سے سروکار تو اس صورت مین شروع تحریمہ ہی ٹھیک نہین ہوا اوسکے بعد جو افعال کرے گا وہ بھی درست نہونگے مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اگر اکیلا ہوتا تو نماز نہ پڑھتا الا جب لوگون کو دیکھا تو نیت باندھ لی یا یہ کہ اوسکے کپڑے نجس ہین مگر لوگون کے خوف سے نماز پر کھڑا ہو گیا تو یہ ایسی نماز ہے کہ اس مین نیت ہی نہین کیونکہ نیت تو اسکا نام ہے کہ باعث دین کے حکم کو مانے یہان باعث ہی نہ قبول کرنا حکم کا پایا جاتا ہے ہان اگر ایسی صورت ہو کہ لوگ نہوتے تب بھی نماز تو پڑھتا مگر اونکے ہونے پر رغبت اوسکے اچھا کہنے کی بھی ہو گئی تو یہان دو باعث جمع ہوئے ہین پس اگر ایسی صورت صدقہ اور تلاوت وغیرہ امور مین ہو جن مین تحریم اور تحلیل نہین ہوتی تب تو بسبب باعث ریا کے اوس امر سے نافرمانی کی اور باعث ثواب کے اطاعت فرمان الٰہی کی اور ارشاد الٰہی فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ واقع ہوگا تو اسی کے لیے جسقدر اسکی نیت صحیح ہوگی اوسقدر ثواب پاوے گا اور جسقدر نیت فاسد ہوگی اوسقدر عذاب اور ایک کے ہونے سے دوسری بیکار نہوگی اور اگر ایسی صورت نماز مین واقع ہوگی جو نیت کے خلل پڑنے سے فاسد ہو جاتی ہے تو اوسکی بھی دو صورتین ہین یا نفل مین ہوگی یا فرض مین نفل کا حال تو صدقہ کا سا ہے کہ ایک وجہ سے اطاعت اور ایک وجہ سے نافرمانی پائی جاتی ہے اسلیے کہ اوسکے دل مین دو باعث موجود ہین اور یہ کہہ نہین سکتے کہ اوسکی نماز درست نہین اور نہ اوسکا اقتدا درست ہے مثلاً کسی شخص نے نماز تراویح ادا کی اور قرائن حال سے معلوم ہوا کہ اسکا قصد صرف حسن قرأت کو ظاہر کرنے کے لیے تھا اگر لوگ جمع نہوتے اور یہ شخص گھر مین اکیلا ہوتا تو تراویح نہ پڑھتا تو نہین کہہ سکتے کہ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنی درست نہین اسلیے کہ ایسا گمان کرنا بعید ہے بلکہ مسلمان پر تو یہی گمان ہوگا کہ یہ نماز نفل سے قصد ثواب رکھتا ہے اور اسی قصد سے

[illegible] صحیح ہے اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنی بھی درست ہے گو تعدیل ارکان کے ساتھ کوئی اور قصد [illegible]
مسرور ہونا اسکو گناہ ہوا ہوسا اور اگر دو باعث نماز فرض میں جمع ہون اور دونوں باعث جدا جدا مستقل ہون
یعنی ریاکاری بلکہ باعث عبادت ہوئے ہون تو اس صورت مین واجب اوسکے ذمہ سے ساقط ہوگا کیونکہ باعث
دونو کا اوسکے حق مین خالی اور بطور مستقل نہیں پایا گیا اور اگر ہر ایک باعث مستقل ہو یعنی مثلاً اگر باعث ریا نہوتا
تب بھی فرض ادا کرتا اور اگر باعث فرض ہوتا تو ریا کے لیے نفل ادا کرتا یہ صورت محل تامل ہے اوسمین کئی احتمال ہیں
ایک احتمال تو عدم جواز کا ہے کہ یون کہا جاوے کہ اسکے ذمہ واجب نماز خالص لوجہ اللہ تھی لیکن اسنے واجب خالص کا
ادا نہیں کیا اور ایک احتمال جواز ہے یعنے یہ کہین کہ واجب امتثال امر ایک باعث مستقل سے ہے او وہ یہان
موجود ہے دوسرے باعث کا اوسمین ملجانا اوسکے ذمہ سے سقوط فرض کا مانع نہیں جیسے اگر نماز غصب کے گھر
میں پڑھ لے کہ اس صورت مین البتہ اسبات کا گناہ ہے کہ غصب کے گھر مین پڑھی مگر چونکہ اصل نماز پڑھنے مین
اطاعت پائی گئی اسلیے فرض ذمہ سے ساقط ہوا۔ غرض کہ اصل نماز کے اگر باعث مختلف ہونگے تو اوس میں
احتمال بھی مختلف ہون گے لیکن جس صورت میں کہ اصل نماز مین تو ریا نہو صرف مبادرت میں ہو مثلاً کوئی شخص
نماز جماعت کے واسطے اول سبقت کرے اور اگر اکیلا ہوتا تو اول وقت نہ پڑھتا اوسط وقت تک تاخیر کرتا یا اگر
فرض نہوتے تو صرف ریا کی ہمت سے نماز کی ابتدا نکرتا تو ایسی صورت مین یقیناً نماز صحیح ہے اور فرض ذمہ پر نہین رہتا
کیونکہ جو باعث اصل نماز کے ادا کا ہے اوسمین کوئی دوسری چیز مخالف نہین بلکہ وقت کی تعیین میں قصد ریا
واقع ہوا اس سے نیت اصل نماز مین خلل واقع ہو یہ بہت بعید ہے یہ اوس ریا کا حکم ہے جو عمل کا باعث ہوا کرتا ہے
لیکن سرور محض لوگون کے مطلع ہونے سے جبتک اوسکی تاثیر اتنی نہوگی کہ عمل میں اثر کر جاوے
تو اوس سے نماز کا فاسد ہونا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے۔ یہ بیان ہمارے نزدیک قانون فقہ کے موافق معلوم
ہوتا ہے اور یہ مسئلہ واقع مین دقیق ہے اسواسطے کہ فقہانے تو فقہ مین اسکو کچھ لکھا نہیں اور جن لوگونے اس مین
غور کرکے کچھ تصرف کیا ہے اونھون نے صحت و فساد نماز مین تو اپنی فقہ اور فقہا کے اقوال کا لحاظ نہین کیا
[illegible] اور طلب اخلاص کے سبب اور خطرون سے عبادتون کا فاسد ہونا لکھدیا اور ہمنے جو کچھ لکھا ہے
وہ ہماری دانست میں قول فیصل ہے واللہ اعلم

چھٹا بیان ریا کی دوا کا اور ریا کے علاج کا طریق

[illegible] یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ ریا بڑی مہلک چیز
[illegible] بلکہ [illegible] ایک سبب غیبہ کا ہوتا ہے تو جس چیز کا حال ایسا ہو اوسکے
[illegible] اگرچہ کنارہ کش مجاہدہ اور مشقت بڑے اسلیے کہ [illegible]
[illegible] کو اوسکی حاجت ہوتی ہے کیونکہ لڑکا شروع مین

عقل و تمیز کم رکھتا ہے لوگون کو آنکھہ سے جیسا دیکھتا ہے ویسا ہی خود بھی کرنے کی طمع رکھتا ہے جب وہ لوگونکو دیکھتا ہے
کہ آپس مین ایک دوسرے کے واسطے تصنع اور بناوٹ کرتے ہین تو اسکے دل مین اس تکلف کی محبت غلبہ پاکر مستحکم
ہوجاتی ہے اور اس بناوٹ کا مہلک ہونا اوسکو جب معلوم ہوتا ہے جب عقل کمال کو پہونچتی ہے مگر اوسوقت تک ریا اوسکے
دل مین ریشہ دوانی کر چکتی ہے اسلیے بدون محنت شاقہ اور مجاہدہ شدیدہ کے اوسکا قلع قمع نہین کرسکتا
غرض کہ اس مجاہدہ سے کوئی شخص خالی نہین سبکو اسکی احتیاج ہے اور یہ اول اول شاق معلوم ہوتا ہے اور آخر کو خفیف
و آسان ہوجاتا ہے اور اسکے علاج کی دو صورتین ہین اول تو یہ کہ اوسکے اصول اور عروق کی بیخ کنی کی جاوے
جنسے کہ وہ پیدا ہوتا ہے دوسری صورت یہ کہ ریا سے جو سر دست خطرہ ہوتا ہے اوسکو دور کیا جاوے صورت
اول یعنی بیخ کنی ریا کی اصول و اسباب کی وہ اس بات پر موقوف ہے کہ اوسکے اصول و اسباب معلوم ہو دین پس
جاننا چاہیے کہ اصل ریا کی محبت جاہ و منزلت کی ہے اور اگر اوسکو مفصل بیان کیا جاوے تو تین اصل نکلتی ہین اول
لذت تعریف کی محبت دوم رنج مذمت کی نفرت سوم طمع لوگون کے قبضہ مین کی چیزون کی یہی چیزین سبب ریا کا
ہوتی ہین اور ریا کار کو ابھارتی ہین چنانچہ حضرت ابو موسی اشعری رض کی حدیث اسکی شاہد ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ ایک
اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آدمی حمیت کے واسطے اور اپنے رتبے کے معلوم
کرانے کے واسطے اور ذکر کے واسطے لڑتا ہے حمیت کے معنے یہ ہین کہ اوسکو اس بات کی غیرت آتی ہے کہ خود مغلوب
ہوجاوے یا کوئی دوسرا مغلوب ہونے سے اسکو برا کہے اور رتبے کے معلوم کرانے سے غرض یہ ہے کہ لذت جاہ اور دلونمین
جگہہ کرنی کی طلب کرتا ہے اور ذکر سے مراد زبانی تعریف کی خواہش ہے یعنے جہاد ان تین غرضون سے کرتا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ — اور
حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جب دو صفین جہاد مین بھڑتی ہین فرشتے اوترتے ہین اور لوگونکو اونکے
مراتب کے بموجب لکھتے ہین کہ فلان شخص فخر کے واسطے جہاد کرتا ہے اور فلان شخص ملک کے لیے لڑتا ہے
ملک کے لیے لڑنے مین اشارہ طمع دنیاوی پر ہے — اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ لوگ کہنے لگتے ہین کہ فلان
شخص شہید ہے اور شاید اوسنے اپنے زین کی دونون تھیلیان چاندی سے بھری ہون — اور ایک حدیث
مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ غَزَا لَا يَبْتَغِي إِلَّا عِقَالًا فَلَهُ مَا نَوَى اس سے بھی اشارہ
طمع کیطرف پایا جاتا ہے — اور بعض اوقات آدمی کو خواہش حمد اور طمع نہین ہوتی الا رنج مذمت سے بچتا ہے
مثلا کوئی بخیل اگر سخی لوگون مین ہو جو بہت بہت مال خیرات کر رہے ہون تو وہ بھی کچھہ تھوڑا سا دیدیتا ہے
تاکہ کوئی بخیل نہ کہے اوسکو حمد کی طمع نہین ہے اسواسطے کہ اوس سے بڑھکر تو اور لوگ ہین پس مذمت کے خوف سے
اتنا دیتا ہے یا کوئی نامرد بہادرون مین ہو تو جماعت سے بھاگتا نہین تاکہ کوئی برا نہ کہے اور حمد کی طمع کرتا نہین

کیونکہ حملہ کرنے والے تو اور لوگ ہیں لیکن جب حمد سے مایوس ہوا تو مذمت ہی کو برا سمجھا یا کوئی شخص ایک
ایسی جماعت میں ہے جو رات کو نماز پڑھتے ہیں تو وہ بھی تھوڑی سی رکعتیں پڑھ لیتا ہے کہ کوئی کاہل نہ کہے
حالانکہ حمد کی طمع میں بعض اوقات آدمی ترک حمد پر تو صبر کر سکتا ہے مگر مذمت کے رنج پر صبر نہیں کر سکتا اسی جہت
سے بعض شخص بے علم فتوے دیدیتے ہیں اور باوجود حاجت کے دوسرے سے نہیں پوچھتے اور دعوی حدیث دانی کا
کرتے ہیں حالانکہ جانتے نہیں یہ سب اسی لیے ہے کہ کوئی جاہل نہ کہے اسکی برداشت اون سے نہیں ہو سکتی
غرضکہ یہی تین امور مذکورہ بالا ریاکار کو باعث ریا ہوتے ہیں اور انکا علاج اس باب کے قسم اول میں مجملاً
ذکر ہو چکا ہے اب ہم ذکر اوس علاج کا کرتے ہیں جو ریا کے لیے مخصوص ہے مخفی نرہے کہ انسان جو کسی شے کی
خواہش کرتا ہے تو یہ گمان کر لیتا ہے کہ وہ شے اوسکے لیے حال میں یا مآل میں بہتر اور مفید لذیذ ہے پس
اگر اوسکو یہ معلوم ہو جاوے کہ گو سر دست اس شے میں لذت ہے مگر آگے کو نقصان ہوگا تو اوسپر اوس شے کی رغبت
بکرانی سہل ہو جاتی ہے مثلاً کسی شخص کو معلوم ہے کہ شہد مزہ دار ہے تو اوسکی رغبت کرتا ہے مگر جب جان لے
کہ اسمیں زہر ملا ہے تو پھر اوسکی طرف رغبت نکرے گا اسی طرح ریا کی رغبت کے علیحدہ کرنے کا یہ طریق ہے
کہ اسکی مضرت کو سمجھا چاہیے چنانچہ حسد کو اسکے ضرر معلوم ہونگے کہ اسکے سبب دل کی صلاحیت جاتی رہتی
ہے اور دنیا میں توفیق اور آخرت میں منزلت سے محروم ہوتا ہے اور نہایت غصہ اور عذاب شدید کا
مستحق ہوتا ہے اور قیامت میں کھلا کھلی رسوائی ہوگی جب پکارا جاوے گا او بدکار او مکار او ریاکار
تجھے شرم نہ آئی خدا کی طاعت کے بدلے دنیا کا اسباب مول لیا بندوں کے دلوں کی حفاظت کی اور
خدا کی عبادت سے استہزا کیا بندوں کے نزدیک محبوب بنا اور خدا کے نزدیک مبغوض اونکے واسطے آرایش میں رہا
اور خدا کے لیے آلایش میں اونکے پاس جانا گیا اور خدا سے دور اونکے نزدیک محبوب بنا اور خدا کے نزدیک مردود
اونکی رضا کا طالب ہوا اور خدا کے غصہ کا خواہان کیا تیرے نزدیک خدا سے زیادہ حقیر اور کوئی نتھا
پس جب آدمی اس رسوائی کو تامل کرے اور جو کچھ بندوں سے اسکو حاصل ہوتا ہے مع زینت دنیاوی کے
اوس نقصان کے مقابل کرے جو آخرت میں ہوگا کہ ثواب اعمال جاتا رہے گا تو اوسکے نزدیک یہ نہایت
حقیر ہو جاوے گا اعمال کے ثواب کا فوت ہو جانا کچھ تھوڑا ضرر نہیں کیا عجب ہے کہ ایک ہی عمل خالص سے
پلہ حسنات جھک جاوے اور جب اوسکو ریا کے سبب فاسد کر دیا تو وہ بدی کے پلہ میں رکھدیا جاوے گا
جسکے باعث بدی کا پلہ جھک جاوے گا اور دوزخ میں لے پڑے گا معاذ اللہ مثلاً اگر ریا سے ایک ہی
عبادت بیکار ہو جاتی تب بھی ضرر بہت تھا گو اور حسنات کے باعث پلہ جھکا ہی رہتا کیونکہ اگر عبادت بیکار
نہوتی اور نیکی میں شمار ہوتی تو ایک نیکی سے خدا کے نزدیک علو رتبہ نبیین اور صدیقین کے زمرہ میں حاصل ہوتا

اور ریا کے سبب اونکے درجے سے اوتر کر اور اولیا کے درجے کی جو تیون کی صف مین جا پڑا یہ نقصان تو دینی ہوا دنیا مین جا اودل پریشان رہا کہ لوگون کے قلوب کی رعایت کرنی پڑی اور اونکی رضامندی کی کوئی حد نہین کیونکہ جو باتین ایسی ہین کہ ایک فریق اونسے خوش ہین دوسرا فریق ناخوش ہے بعضے لوگ جب راضی ہوتے ہین جب دوسرے ناراض ہون اور جو شخص خلق کی رضا جوئی خدا کے غضب پر اختیار کرتا ہے خدا تعالے خود بھی ناراض ہوتا ہے اور لوگون کو بھی اوس سے ناراض کردیتا ہے پھر لوگون کی مدح کی جہت سے خدا تعالے کو ناراض کرنے سے کیا فائدہ ہے کچھ اونکی تعریف سے رزق اور زندگی نہین بڑھتی نہ قیامت کے فقر و فاقہ مین اونکی تعریف کام آوے گی۔ اور لوگون کے پاس کی چیزون پر طمع رکھنے کا یہ علاج ہے کہ یون جان لے کہ دینے اور نہ دینے پر دلون کا آمادہ کرنا خدا کے قبضے مین ہے لوگ اس مین بے بس ہین رازق سوائے خدا تعالے کے کوئی نہین اور جو شخص خلق سے طمع رکھتا ہے وہ خالی ذلت اور حرمان سے نہین ہوتا اور اگر بالفرض مراد کو بھی پہونچتا ہے تو احسان اوٹھانا پڑتا ہے اور دوسرون کی نظرون مین حقیر ہونا پڑتا ہے تو ثواب الٰہی کو ایسی جھوٹی توقع اور وہم فاسد کے بدلہ مین کس طرح چھوڑین جو کبھی ملے کبھی نہ ملے اور اگر ملے تو ملنے کی خوشی اتنی نہوگی جتنا احسان اوٹھانے اور ذلیل ہونے کا رنج ہوگا۔ اور لوگون کے برا کہنے کا خوف کرنا بھی لاحاصل ہے اونکی مذمت سے کیا نقصان زیادہ ہوجاوے گا جو کچھ اللہ تعالے نے لکھدیا ہے وہی ہوگا نہ موت جلدی آوے گی نہ رزق مین تاخیر ہوگی نہ دوزخی ہوگا اگر پہلے سے بہشتی ہے نہ خدا کے نزدیک برا ہوگا اگر پہلے سے نیک ہے نہ اوسکا غصہ زیادہ ہوگا بندون کا حال تو یہ ہے لَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا پھر اونکی برائی سے کیا ہوتا ہے اونکے اختیار مین کچھ نہین پس جب آفتان اسباب ریا کی اور اونکا ضرر دل مین ٹھن جاوے گا تو ریا کی رغبت بھی سست پڑجاوے گی اور دل متوجہ الی اللہ ہوگا اسلیے کہ عاقل ایسی چیزون کی رغبت نہین کیا کرتا جن مین ضرر تو زیادہ ہو اور نفع کم اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر لوگون کو ریاکار کے باطن کا حال معلوم ہوجاوے کہ دل مین ریا کرتا ہے اور ظاہر مین اخلاص تو سب کے نزدیک برا ٹھہرے اور یہ بات چھپی نہین رہتی خدا تعالے کبھی نہ کبھی اوسکا بھید کھول ہی دیتا ہے اسوقت لوگون کے نزدیک بھی مبغوض ہوجاتا ہے اللہ کے نزدیک تو پہلے ہی سے تھا اور اگر خدا کے واسطے اخلاص کرے تو خدا تعالے اوسکے اخلاص کو لوگون پر ظاہر فرما اونکو اسکا مسخر کردیتا ہے کہ اسکو محبوب جاننے لگتے ہین اور مدح و ثنا کرتے ہین باوجودے کہ اونکی مدح سے کچھ فائدہ نہین نہ اونکی برائی سے کچھ نقصان جیسے کہ بنی تمیم کے ایک شاعر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا تھا کہ اِنَّ مَدْحِي زَيْنٌ + وَاِنَّ ذَمِّي شَيْنٌ + یعنے میری تعریف آدمی کی زینت ہے اور برا کہنا اوسکے حق مین معیوب آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم او اوسکو ارشاد فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہے یہ شان اوس معبود کی ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں یعنی
خدا اگر تعریف کرے تو البتہ زینت ہے اور اوسکے برا کہنے سے بیشک عیب لگتا ہے آدمی کی تعریف و مذمت سے
کچھ نہیں ہوتا مثلاً اگر آدمی خدا کے نزدیک برا اور دوزخی ہے تو لوگوں کی تعریف سے کیا بہتری ہو جاویگی اور اگر
اوسکے نزدیک مقرب اور نیک ہے تو لوگوں کی ہجو سے کون سی برائی ہو جاویگی غرضکہ جو شخص اپنے
دل میں آخرت کو جما جائیگا اور وہاں کی نعمتیں پائیدار اور خدا کے نزدیک بلند مراتب یاد کریگا اوسکے نزدیک
یہ سب اعلاق کیا ہیچ معلوم ہونگی جن میں صدہا طرح کی کدورت ملی ہیں اور ہمہ تن اوسکا دل متوجہ الی اللہ ہو جاویگا
اور ریا کی ذلت سے نجات پاویگا اور اوسکے اخلاص سے ایسا نور دل پر پیدا ہوگا جس سے اوسکا سینہ کھل جاویگا
اور اوس پر ایسے لطیف مکاشفات معلوم ہونگے جیسے خدائے تعالے کے ساتھ انس و محبت اور خلق کے ساتھ وحشت
و نفرت بڑھے اور دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت نظروں میں جچے اور خلق کی جگہ دل میں نہ رہے اور سب یا
بالکل منقطع ہو اخلاص کی راہ طے کرنی آسان معلوم ہو یہ بیان اور دوا ہو جو پہلی قسم میں اس بات کی بیج ہیں
علمی علاج ہے جس سے ریا کی جڑ جاتی رہتی ہے اور دوائے عملی یہ ہے کہ اپنے نفس کو عبادات کے پوشیدہ ادا کرنے کا
عادی کرے اور اونکو ایسا چھپاوے جیسا کہ برائیوں کو چھپاتے ہیں یہانتک کہ صرف خدائے تعالے کے علم و اطلاع پر
قانع ہو جاوے غیر اسکی اطلاع کی طلب دل میں نہ رہے — روایت ہے کہ ابی حفص آہنگر کے مریدوں میں سے
کسی نے اونکے جلسے میں دنیا اور اہل دنیا کی مذمت کی اونھوں نے فرمایا کہ تو نے وہ بات ظاہر کی جسکو چھپانا چاہئے
تھا اب تو بعد ہمارے پاس نہ بیٹھنا اس سے معلوم ہوا کہ اسقدر ظاہر کرنے کی بھی اجازت نہ دی اسلیے کہ دنیا کی
مذمت کے ضمن میں زہد کا دعوی پایا جاتا ہے غرضکہ ریا کی دوا مثل چھپا رکھنے عبادات کے اور کوئی نہیں اگرچہ شروع
مجاہدہ میں یہ شاق معلوم ہوتا ہے لیکن جب اوسپر چند روز بزور صبر کرتا ہے تو اوسکی دشواری آسان ہو جاتی ہے اور
خدا کی عنایت اور حسن توفیق جس سے وہ اپنے بندوں کی تائید کرتا ہے اوسکے شامل حال ہوتی ہے دیکھو خود فرماتا ہے تعالیٰ
إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اور وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا
تو بندے کو مجاہدہ کرنا چاہیے ہدایت کام اوسکا ہے اوسکے دربار کا دستک دینا بندہ کا کام ہے اور اوسکا کھولنا خدا کا کام اوسی کا
ہو رہنا چاہیے حتے کہ سرادقات جلال سے آواز آنے لگے — قبولست گرچہ ہنر نیستش + کہ جز ما پناہی دگر نیستش +
دوسری صورت یعنی جو خطرہ ریا کا کہ اثنائے عبادت میں آوے اوسکو دور کرنا بھی سیکھنا چاہیے کیونکہ جو شخص نفس پر
جہاد کرکے اپنے دل میں سے ریا کا استیصال کرتا ہے اس طرح کہ طمع کو قطع کرکے قانع ہوتا ہے اور اپنے آپکو لوگوں کی
نظروں سے گرا دیتا ہے اور اونکی تعریف و مذمت کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے تو اوسوقت شیطان اوسکو عبادت میں خالی اور
بے فکر نہیں چھوڑتا بلکہ ریا کے خطرات پیش کرتا ہے اور اوسکے وسوسے علیحدہ نہیں ہوتے سوائے نفسانی بالکل

نابود ہو اسلیے مستعد ہونا ریا کے خطرات کے دور کرنے کے لیے بہت ضرور ہے اور خطرات ریا کے تین ہین بعض اوقات تو
سبکے سب ایکبارگی آتے ہین اور گویا ایک ہی خطرہ معلوم ہوتا ہے اور بعض اوقات بتدریج ایک دوسرے کے بعد
آتے ہین اول تو واقف ہونا لوگون کی اطلاع پر اور اونکی اطلاع کی آرزو کرنی اسکے بعد نفس کی رغبت اونکی مدح
کے لیے اور اونکے نزدیک منزلت ہونے کی لیے پیدا ہونی اسکے بعد نفس کا اوسکو قبول کرنا اور دل کا اوسکے ثبوت پر عقد کرنا ان مین سے
اول کا نام تو معرفت ہے اور دوم کا نام حالت جسکو شہوت و رغبت بھی کہتے ہین اور تیسرے کا نام عزم اور ارادہ کا
مضبوط کرنا ہے اور ان سب مین سے خطرۂ اول کے دفع کرنے کے لیے نہایت قوت چاہیے کہ پیشتر دوسرے خطرے
ہونے کے وہ دور ہو جائے مثلاً جب عابد کو معرفت اطلاع خلق یا اونکے مطلع ہونے کی آرزو کا خطرہ ہو تو اوسکو
یون کہکر دفع کرے کہ مجکو خلق سے کیا غرض ہے وہ جانین یا نجانین خداے تعالے تو جانتا ہی ہے دوسرے
کے جاننے سے کیا فائدہ ہوگا پس اگر رغبت لذت حمد کی جوش کرے تو جو آفتین ریا کی دل مین جمی ہین اونکو یاد کرے
کہ قیامت مین خدا کے نزدیک مبغوض ہونا پڑے گا اور جب اعمال کی زیادہ حاجت ہوگی اوسوقت اونسے
محروم رہوگا تو جس طرح کہ اطلاع خلق کے واقف ہونے سے شہوت اور رغبت پیدا ہوتی ہے اسی طرح آفت ریا کی
معرفت سے کراہت و نفرت اوسکے مقابل ہوتی ہے رغبت تو اس بات کو چاہتی ہے کہ اسکو قبول کرنا چاہیے
اور نفرت چاہتی ہے کہ انکار کرنا چاہیے پس جو ان مین سے غالب اور قوی زیادہ ہوگی نفس اسی کی پیروی
کرے گا اس سے معلوم ہوا کہ خطرات ریا کے دفع کے لیے تین امور ضروری ہین اول معرفت ریا کی دوم اوسکی
شہوت سے نفرت کرنا سوم انکار کرنا اور آدمی کبھی عبادت بعزم اخلاص شروع کرتا ہے پھر اوسکو ریا کا خطرہ آتا ہے
تو اوسکو قبول کر لیتا ہی اوسوقت اوسکو معرفت اور نفرت شہوت جو دل مین تھی یاد نہین رہتی اور اسکا سبب یہ ہے کہ خوف
مذمت اور حب مدح اور استیلاے حرص مدح پر دل مین اتنی بھر جاتی ہے کہ دوسری چیز کی اوسمین گنجایش نہین رہتی
پہلے سے جو آفات ریا کے اور اوسکے انجام بد ہونے کی معرفت تھی وہ ایک سو ہو جاتی ہے اسلیے کہ دل مین کوئی جگہ
خالی رغبت حمد اور خوف مذمت سے نہین رہتی اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنے جی مین حلم کو یاد
رکھتا ہے اور غصہ کو برا جانتا ہے اور اسباب غضب کے واقع ہونے پر قصد حلیم بننے کا کرتا ہی مگر بعض اوقات
ایسے اسباب جمع ہو جاتی ہین جنسے اوسکا غضب بھڑک اوٹھتا ہے اور اول کا قصد بھول جاتا ہے اور دل مین
ایسا غصہ بھرتا ہے کہ آفت غضب کو یاد نہین کرنے دیتا سارے دل مین پھیل جاتا ہے اسی طرح شہوت کی
حلاوت دل مین پر ہو کر نور معرفت کو نکال دیتی ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے حضرت جابر رضہ کے قول مین
کہ فرماتے ہین ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے اس بات پر بیعت کی تھی کہ بھاگینگے نہین لیکن
کچھ موت پر نہین کی تھی مگر غزوۂ حنین مین اوس بیعت کو بھول کر بھاگ کھڑے ہوئے یہانتک کہ آواز آئی

اگر رحمت الہی سے ہاتھ لوٹ آئے یعنی چونکہ دلوں میں خوف بھر گیا تھا اسلیے پہلا عہد یاد رہا جب یاد دلایا تو
یاد آیا۔ اور اکثر شہوات جو یکایک جوش میں ہوتی ہیں اونکا حال ایسا ہی ہوتا ہے یعنے اون سے جو معصیت یا ممانعت میں
ہوتی ہے اوسکو جوش شہوت میں بھلا سا بھول جاتا ہے اور جب پہچان یاد رہی تو نفرت جو کہ اوسکا نتیجہ تھی وہ بھی ظہور
میں نہیں آتی۔ اور کبھی یاد بھی کر لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ خطرہ اوسی ریا کا ہے جسکے باعث خدا کا غضب
ہوگا مگر اوس پر شدت شہوت کے باعث اصرار کیے جاتا ہے ہواے نفسانی عقل پر غالب ہو جاتی ہے جو لذت
اوس وقت ملتی ہے اوسکو چھوڑ نہیں سکتا توبہ کے واسطے لیت و لعل کرتا ہے یا ایسے کام کرتا ہے کہ جسکے تعمیل میں
پیشتر ہی دلیر ہو آوے۔ بہت سے عالم ایسے ہیں کہ جو کلام کرتے ہیں خالی ریا سے نہیں ہوتا اور وہ خود جانتے
ہیں مگر اصرار کیے جاتے ہیں یہ اصرار اور زیادہ قبیح ہوگا اسلیے کہ باوجود جاننے اس بات کے کہ ریا مہلک ہے
اور خدا کے نزدیک مذموم اوسنے ریا کو مان لیا اور صرف پہچاننا کافی نہیں جبتک پہچاننے کے ساتھ اوس سے
نفرت نہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خطرہ ریا کو پہچان بھی لیتا ہے اور اوس سے نفرت بھی کرتا ہے مگر باوجود
اسکے ریا کے تقاضے کو قبول کرتا ہے اور اوسکے موجب عمل کرتا ہے اسلیے کہ شہوت کی قوت بہ نسبت نفرت کے
بہت قوی ہوتی ہے اور نفرت بہت کمزور تو ایسا شخص بھی اپنی اس نفرت سے کچھ فائدہ نہ اوٹھاویگا اسواسطے
کہ غرض کراہت سے یہ ہے کہ فعل سے باز رکھے یہ کہ محض کھاوے منڈیا ہلاوے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ
فائدہ بدون اجتماع تینوں امور مذکورہ سابق کے نہیں ہے یعنے معرفت ریا اور ریا کو مکروہ سمجھنا اور اوس سے
انکار کرنا ثمرہ کراہت کا ہوتا ہے اور کراہت ثمرہ معرفت کا یعنے شناخت اور معرفت کی قوت بقدر قوت ایمانی
اور نور علم کے ہوتی ہے اور اوسکا ضعف بقدر غفلت اور حب دنیا اور فراموشی آخرت اور قلت ملاحظات
خدا کے پاس کی چیزوں سے اور کم توجہی آفات حیات دنیاوی اور نعمات آخرت کے ہوتا ہے اور یہ سب
ایک دوسرے سے پیدا ہوتی ہیں اور ان سب کی اصل حب دنیا اور غلبۂ شہوات ہے یہی سب برائیوں کی جڑ ہے
اور ہر ایک گناہ کا منبع کیونکہ محبت جاہ و منزلت اور دنیاوی لذائذ کا چسکا وہ بلا ہے کہ آدمی کے دل کو لوٹ
لیتا ہے اور فکر عاقبت اور اقتباس انوار کتاب اللہ اور حدیث اور علوم سے نہیں کرنے دیتا۔ اب اگر کوئی
سوال کرے کہ ایک شخص اپنے دل سے ریا کو مکروہ جانتا ہے اور اس کراہت کی جہت سے اوسکا مرتکب بھی
نہیں ہوتا لیکن باوجود اسکے اوسکی طبیعت میں میل اور محبت ریا کی پائی جاتی ہے مگر وہ اس میل و محبت کو بھی
برا سمجھتا ہے اور اوسکے موجب عمل نہیں کرتا تو ایسا شخص بھی ریاکار ہے یا نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ خداوند
کریم زیادہ طاقت بشری سے تکلیف نہیں دیتا اور بندہ کے اختیار میں نہیں کہ شیطان کو وسوسہ نکرنے دے
یا طبیعت کو ایسا کر لے کہ اوسمیں میل شہوات نرہے اسکے قابو میں صرف اتنی بات ہے کہ اپنے شہوات کا مقابلہ

اوس کراہت سے کرے جو اسکو انجام کی شناخت اور علم دین اور ایمان خدائے تعالے اور قیامت پر ہونے سے
حاصل ہی جب یہ بات کرے گا تو جتنا اسکو حکم تھا اوسکو ادا کرے گا اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو حدیث شریف میں
وارد ہے کہ اصحاب رضنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ ہمارے دلوں پر ایسے امر پیش
ہوتے ہیں کہ اگر ہم آسمان سے گرائے جاویں اور پرندے ہمکو اوچک لیں یا ہوا آندھی اوڑھا کر کسی دور جگہ پھینکدے
تو منظور ہے مگر اونکا کہنا اچھا نہیں معلوم ہوتا آپنے ارشاد فرمایا کہ تم اون خواطر کو مکروہ بھی جانتے ہو عرض کیا
کہ البتہ آپنے فرمایا کہ یہی صریح ایمان ہے۔ تو دیکھنا چاہیے کہ اصحاب رضکو صرف وسواس اور اوسکی کراہت دلپر گذری
تھی وسواس کیلیے تو صریح ایمان کہہ ہی نہیں سکتے اسلیے ضرور ہوا کہ صریح ایمان آپنے اوس کراہت ہی کو فرمایا
جو وسواس کے ساتھ ہوتی تھی اور ریا کو برا ہے مگر خدائے تعالے پر وسواس کرنے کی نسبت بے شک کم ہے
تو جب کراہت کے باعث وسواس کا ضرر دفع ہو گیا تو ریا کا ضرر بطریق اولی دور ہونا چاہیے اور اسی طرح حضرت
ابن عباس رضسے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ
اِلَى الْوَسْوَسَةِ اور ابو حازم رح فرماتے ہیں کہ جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے برا سمجھے تو وہ اگر دشمن کیطرف سے ہوگا
تو تجکو مضر نہیں اور جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے اچھا جانے اوسپر نفس کو عتاب کر اس سے معلوم ہوا کہ شیطانی
وسوسہ اور نزاع نفس مضر نہیں بشرطیکہ مراد شیطان و نفس کی انکار و کراہت سے پورے نہونے پاوے اور خواطر یعنی
تذکرات اور تخیلات اون اسباب کا جنسے ریا ہیجان میں آوے شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور ان
خواطر کے بعد رغبت اور میل نفس کیطرف سے اور کراہت ایمان اور آثار عقل میں سے ہے لیکن یہاں شیطان
ایک اور چال مکر کی چلتا ہے کہ جب جانتا ہے کہ عابد قبول ریا کا منکر ہے اور اپنے آپ کو اوسکے قبول کرنے سے
عاجز تصور کرتا ہے تو اوسکے دل میں یہ خیال ڈالتا ہے کہ تیری صلاح و بہتری اس میں ہے کہ مجھسے مجادلہ میں
مشغول ہو اور رد و جدال بہت دیر تک رہے اور اس سے اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ ثواب اخلاص اور حضور قلب کا
اوسکو نہ ملے کیونکہ شیطان کے مجادلہ اور مدافعت میں مشغول ہونا اللہ تعالی کی مناجات سے باز رہنا ہے
جس سے قرب الٰہی کی منزلت میں نقصان ہوتا ہے اور ریا کے خواطر کے دفع کرنے میں لوگ چار مراتب پر ہیں
اول وہ لوگ کہ جو خطرہ پیش آیا اوسکو شیطان پر ہٹا دیا اور اوسکو جھٹلایا اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اوسکے ساتھ
لڑائی شروع کی اور بہت دیر تک لڑائی برپا رکھی اس گمان سے کہ یہ امر دل کے لیے اچھا ہے اور واقع میں
نقصان ہے اسلیے کہ خدائے تعالے کی مناجات اور وہ خیر جسکے درپے ہونا منظور تھا جاتی رہی اور رہزنوں سے
لڑائی لڑنے لگے اور ظاہر ہے کہ رہزنوں کی لڑائی کے لیے توقف کرنا چلنے کے لیے مضر ہے۔ دوسرے وہ لوگ
جنکو معلوم ہے کہ جدال و قتال سے سلوک میں نقصان ہوتا ہے اسی لیے صرف شیطان کی تکذیب اور دفع ہی پر

اکتفا کرتے ہیں اور اوسکے مجادلہ میں مشغول نہیں ہوتے - تیسرے وہ لوگ کہ تکذیب میں بھی مشغول نہیں ہوتے
کیونکہ اوس میں بھی توقف ہوتا ہے گو تھوڑا ہی ہو بلکہ اپنے دل میں اوسکی کراہت اور شیطان کا دروغ مصمم
کر لیتے ہیں اور اپنے کام سے غرض رکھتے ہیں تکذیب و خصومت سے سروکار نہیں رکھتے چوتھے وہ لوگ
کہ جانتے ہیں کہ جب ہم اپنے یار روزے کار آوین گے تو شیطان ہمارے حسد کے سبب ہمارے درپے ہوگا اسلئے
عزم کر لیتے ہیں کہ جب شیطان وسوسہ کرے تو اخلاص اور مناجات اور اخفائے صدقہ اور عبادت کو اور زیادہ
کریں تاکہ شیطان جلا اس مرتبہ کے لوگ شیطان کو غصہ دلاتے رہتے ہیں اور اوسکی بیخ کنی کر کے اوسکو ناامید
کر دیتے ہیں کہ پھر اوسکے پاس نہ پھٹکے - حضرت فضیل بن عیاض سے مروی ہے کہ کسی نے اونسے کہا کہ فلاں شخص
آپکو برا کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ سچ ہے میں اوس شخص کو جلاؤں گا جسنے اوسکو امر کیا ہے لوگوں نے پوچھا کہ
وہ کون ہے فرمایا کہ شیطان ہے پھر فرمایا کہ الٰہی اوس شخص کو مغفرت کر جسنے مجکو برا کہا اور فرمایا کہ اس کہنے سے
بے شک شیطان جلتا ہوگا کہ میں نے اوس شخص کے باب میں خدا کی اطاعت کی سو اور جب شیطان کو بندے
کی یہ عادت معلوم ہو جاتی ہے تو اوس سے باز رہتا ہے کہ مبادا اوسکے حسنات اور زیادہ ہو جاوین - اور ابراہیم
تیمی رح فرماتے ہیں کہ شیطان بندہ کو کسی گناہ کی طرف بلاتا ہے پس اگر اوسکی اطاعت نہیں کرتا اور اوسکے
عوض کوئی خیر کیا کرتا ہے تو اوسکو ویسا ہی چھوڑ دیتا ہے اور فرمایا کہ جب شیطان انسان کو متردد دیکھتا ہے
تو اوسمیں طمع کرتا ہے اور جب کسی خیر کی مداومت کرتا پاتا ہے تو ملول ہو کر بغض کرتا ہے - اور حارث محاسبی رح
نے ان چار مراتب کی بہت اچھی مثال لکھی ہے کہ فرض کرو کہ چار شخص کسی مجلس علم یا حدیث میں جانا چاہیں
تاکہ فائدہ اور فضیلت حاصل کریں اور ہدایت و رشد پاویں اور اونپر کسی گمراہ بدعتی نے حسد کیا اور ڈرا کہ کہیں
ایسا ہو کہ انکو راہ حق ملجاوے پس ایک شخص کے پاس گیا اور اوسکو منع کیا اور کسی اور گمراہی کی مجلس کی طرف
چلنے کو کہا اوسنے انکار کیا جب اوسنے اوسکا انکار دیکھا تو اوسکو لڑائی اور تقریر میں اولجھا دیا وہ شخص اس
خیال سے کہ اسکی گمراہی کا دفع کرے اوس سے حجت کرنا مصلحت سمجھ کر لڑنے لگا حالانکہ مقصود گمراہ کا یہی تھا کہ
جتنی دیر یہاں لگے یہ شخص فائدہ سے محروم رہے جب دوسرا شخص اوس گمراہ کے پاس کو گذرا اوسنے اوسکو بھی منع
کیا اور روکا وہ ٹھہرا تو سہی لیکن اوس گمراہ کو دھتکار دے کر چلا گیا لڑائی جھگڑا نہ کیا تو گمراہ اوسکے اسقدر
توقف سے بھی خوش ہوا اور جب تیسرا شخص گذرا اور اوسکو روکا تو اوسنے ہرگز التفات نہ کیا اور جس حال سے
پہلے جاتا تھا اوسی طرح چلا گیا تو گمراہ کی آرزو اوس سے بالکل منقطع ہو گئی اور جس وقت چوتھا وہاں کو
گذرا اوسنے چاہا کہ گمراہ کو جلاوے تو جس چال سے پہلے جاتا تھا اوس سے تیز چلا اور اوسکے سامنے شروع کیا
اور سستی کو موقوف کیا اب اگر اتفاقاً یہ چاروں شخص پھر کبھی اسکے پاس کو گذریں تو یہ اور دونا حسب دستور

دوبارہ چھیڑے گا مگر جو تھے کے پاس تیسرے ایک تو بار بار اسیر کے چھیڑنے سے اوسکا فائدہ زیادہ ہو جاوے۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ جب شیطان کا یہ حال ہے کہ کوئی اوسکے وساوس سے خالی نہیں تو قبل اوسکے آنے کے اوسکا انتظار کرنا اور گھات میں لگا رہنا چاہیے یا خدائے تعالے پر بھروسا کرنا چاہیے کہ وہی خود اوسکو دور فرماوے گا یا عبادت میں مشغول ہونا اور شیطان کو بھول جانا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان سے پرحذر ہونے میں تین قول ہیں بعض اہل بصرہ کہتے ہیں کہ زبردست عابدوں کو شیطان سے بچنے کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ لوگ بالکل خدا ہی کے ہو رہتے ہیں اور اوسکی محبت میں مشغول اسی لیے شیطان اونسے کنارہ کرتا ہے اور ناامید ہو جاتا ہے جیسے بوڑھے عابدوں کو شرابخواری وزنا کی طرف بلانے سے ناامید ہے تو تمام دنیاوی لذتیں زبردستوں کے نزدیک مثل شراب وزنا کے ہیں گو مباح ہی ہوں اور جب لذائذ دنیاوی کی محبت بالکل ان میں نہیں تو شیطان کو کوئی راہ اونکے پاس آنے کی نہیں اسی لیے اونکو اوسکا کچھ خوف بھی نکرنا چاہیے اور بعض اہل شام کا یہ قول ہے کہ اوس سے بچنے کے واسطے گھات میں رہنا اوس شخص کو درکار ہے جسکا یقین کم ہو اور توکل ناقص ہو جو شخص یہ یقین کرے گا کہ خدائے تعالے کی تدبیر میں اوسکا کوئی شریک نہیں وہ دوسرے سے کیوں ڈرے گا وہ یہ جان لے گا کہ شیطان خدا کی مخلوق میں سے ایک ذلیل شخص ہے اوسپر کوئی امر موقوف نہیں جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ضرر اور نفع دینا اوسی کا کام ہے عارف کو شرم آتی ہے کہ غیر خدا سے ڈرے اسلیے کہ وحدانیت کا یقین اوسکو ڈرنے سے بے پروا کر دیتا ہے اور بعض علما کا یہ قول ہے کہ شیطان سے ڈرنا ضرور چاہیے اور بصریوں کا جو یہ قول ہے کہ زبردست عارف جو دنیا کی محبت سے خالی ہوتے ہیں اونکو حاجت خوف نہیں تو یہ قول شیطان کا وسیلہ ہے کیا عجب ہے کہ آدمی دھوکا کھا جاوے کیونکہ انبیا علیہم السلام تو وسواس شیطانی سے محفوظ ہی نہیں رہے دوسرا شخص کیسے محفوظ رہ سکتا ہے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ جتنے وسواس شیطانی ہوں سب شہوات اور محبت دنیا کے باب میں ہوں تاکہ محبت دنیا وشہوات کے نہ رہنے سے وہ وسواس بھی نہ آویں بلکہ وسواس خدائے تعالے کی صفات اور اسما اور بدعت وگمراہی کے اچھا جاننے وغیرہ میں بھی آتے ہیں اور اسکے خطرے سے کوئی نہیں بچا چنانچہ خدائے تعالے فرماتا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِيْ باوجودیکہ آپکا شیطان مسلمان ہو گیا تھا اور سوائے خیر کے اور کچھ نکہتا تھا پس جو شخص اپنے آپکو محبت الٰہی میں بہ نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم السلام کے زیادہ مشغول سمجھے وہ دھوکے میں ہے اور اشتغال محبت الٰہی سے انبیا علیہم السلام کید شیطانی سے مامون نہ ہے دیکھو حضرت آدم وحوا علیہما السلام جنت میں تھے کہ جو امن وسرور کا

مقام ہے اور خدا تعالےٰ نے ایسے فرمایا تھا کہ اِنَّ ھٰذَا عَدُوٌّ لَّکَ وَلِزَوْجِکَ فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّۃِ
فَتَشْقٰی اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْہَا وَلَا تَعْرٰی وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْہَا وَلَا تَضْحٰی اور صرف ایک ہی درخت سے
منع کیا تھا اور سب سامان کی نعمتوں کے لیے اجازت دی تھی پس جب نبی اللہ جنت سے مقام میں مکر وکید
شیطانی سے مامون نہ ہے تو غیر نبی اس دار بلا اور منبع فتن ومحل ابر معدن لذات وشہوات ممنوعہ میں
رہ کر کیسے بچے گا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول خداوند کریم نقل فرماتا ہے ھٰذَا مِنْ عَمَلِ
الشَّیْطٰنِ اسی جہت سے خدا تعالےٰ نے شیطان سے تمام خلق کو بچنے کا ارشاد فرماتا ہے جیسا کہ اس آیت میں
ارشاد ہے یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّۃِ اور اسکے آگے ارشاد ہے اِنَّہٗ
یَرٰکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ تمام قرآن مجید میں ابتدا سے آخر تک شیطان سے تحذیر مذکور ہے
تو اوس سے مامون ہونے کا دعویٰ کس طرح ہو سکتا ہے اور جس چیز سے خدا تعالےٰ نے پرحذر رہنے کو ارشاد
فرمایا ہے اوس سے حذر کرنا منافی شغل محبت الٰہی نہیں اسلیے کہ اقتضائے محبت سے یہ بھی ہے
کہ اوس کے حکم کو مانے اور اوسنے دشمن سے پرحذر رہنے کو ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ کفار سے پرحذر
رہنے کو فرمایا وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَھُمْ وَاَسْلِحَتَھُمْ وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ
الْخَیْلِ پس جب خدا تعالےٰ کے ارشاد کے موجب دشمن کا فر معلوم ہوتے ہیں اوننسے حذر کرنا اہل
ایمان کو لازم آیا تو ایسے دشمن سے جو ایمان والوں کو دیکھے اور جو معلوم نہو حذر کرنا بالطریق اولیٰ چاہیے
اسی بنا پر ابن محیریز فرماتے ہیں کہ اگر شکار ایسا ہو کہ ہم اسکو دیکھتے ہوں اور وہ ہمکو نہ دیکھتا ہو تو عنقریب
ہاتھ آجاوے گا اور جو ایسا ہے کہ وہ ہمکو تو دیکھتا ہے اور ہم اوسکو نہیں دیکھتے تو کیا عجب کہ وہ ہم پر غالب
آجاوے اس سے اونکی مراد شیطان ہے علاوہ اسکے اگر دشمن سے غفلت کی جاوے تو اوس میں اتنی ہی
نتیجہ ہے کہ وہ اگر مار ڈالے گا اوسکے مار ڈالنے سے شہادت ملتی ہے لیکن اگر شیطان سے حذر نکیا جاوے
تو اپنے آپ کو دوزخ اور عقاب الیم میں ڈالنا پڑے گا غرض کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مشغول ہونے سے
یہ نہیں لازم آتا کہ جس چیز سے اوسنے پرحذر ہونے کو فرمایا ہو اوس سے اعراض کیا جاوے اس تقریر سے
دوسرے فرقہ اہل شام کا مذہب باطل ہوا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حذر کرنا توکل کے خلاف ہے کیونکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈھال وہتھیار بھی لیے ہیں اور لشکر بھی جمع کیا ہے خندق بھی کھدوائی ہے کسی بات
سے آپ کے توکل میں خلل واقع نہیں ہوا تو جس چیز سے خدا تعالےٰ خود خوف وحذر کرنے کو فرماتا ہے
اوس سے خوف وحذر کرنے سے کیسے توکل میں خلل واقع ہوگا اور جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ توکل کے معنے
اسباب سے بالکل علیحدہ ہونے کے ہیں اونکی غلطی ہمنے باب توکل میں ثابت کی ہے اور ارشاد الٰہی فَاَلْھَمَھَا

مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ منافی توکل کے نہین شیطان کے باب مین اعتقاد ہو کہ ضرر و نفع و حیات
و موت خدای تعالے کے اختیار مین ہے اسی طرح شیطان سے حذر کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ ہدایت اور گمراہی
خدا کے اختیار مین ہے اور سبب اسباب کو صرف ذریعہ سمجھے جیسا کہ باب توکل مین ہم نے لکھا ہے یہی قول حارث محاسبی کا
بھی ہے اور یہی تحقیق مین صحیح ہے نور علم اسی کا ظاہر ہے اور پہلے جو دو قول ہین معلوم ہوتا ہے کہ ایسے عابدون
کے ہین کہ جنکو علم زیادہ نہین اور انکو یہ خیال ہے کہ بعض اوقات جو اونپر جوش استغراق کا آجاتا ہے ہمیشہ ایسا ہی
رہتا ہوگا حالانکہ یہ بہت دشوار ہے پھر جو لوگ کہ شیطان سے حذر کے قائل ہین کیفیت حذر مین تین طرح ہین
کچھ لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جب خداے تعالے نے ہمکو دشمن سے ڈرایا ہے تو چاہیے کہ کوئی چیز ہمارے دلمین اوس کے
خوف و انتظار سے زیادہ نہو کیونکہ اگر ہم ایک لحظہ بھی اوس سے غافل رہین گے تو عجب نہین کہ دشمن ہلاک کرڈالے
اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ اگر شیطان کی یاد ہم اس حد تک کرین گے تو ظاہر ہی ہے کہ خدا کی یاد سے دل خالی
ہو جاوے گا اور ساری ہمت و فکر شیطان ہی پر صرف ہوگی اور شیطان کا مقصود بھی یہی ہے کہ اسکو خدا سے
اور کسی کھٹکے مین مبتلا رکھے تو اس لیے مناسب یہ ہے کہ عبادت مین مشغول رہین اور شیطان اور اوسکی عداوت کو
بھی نہ بھولین دونون باتین جمع کرین اسلیے کہ اگر اوسکو بالکل بھول جاوین تو شاید اسی طرح سامنے آوے کہ ہمکو گمان
بھی نہو اور اگر صرف اوسی کا دھیان رکھین تو خدا کی یاد جاتی ہے اسلیے دونون باتون کو جمع کرنا بہتر ہے اور اہل
تحقیق کا یہ قول ہے کہ یہ دونون فریق غلطی پر ہین پہلے فریق کی تو غلطی صاف ظاہر ہے کہ خدا کو بھول کر یاد شیطان
ہی کے ہو رہے ہین اور ہمکو حکم شیطان سے حذر کرنے کا اسلیے ہے کہ یاد الہی سے نہ روکے تو اوسکی یاد سب چیزون سے
زیادہ دل پر کس طرح ہو سکتی ہے اسمین تو سراسر ضرر ہمارا ہے کیونکہ اسکا مآل یہ ہے کہ نور ذکر الہی سے دل خالی رہے
بس جب شیطان ایسے دل کا قصد کرے گا اور نور ذکر الہی اور قوت شغل نہ پاوے گا تو کچھ بعید نہین کہ جلد اپنے
قابو مین کر لے اور سالک سے کچھ نہ بن پڑے علاوہ ازین ہمکو حکم ہمیشہ اوسکی یاد کا نہین اور دوسرے فریق کی غلطی کی
وجہ یہ ہے کہ اسمین بھی شرکت ذکر الہی اور ذکر شیطان کی پائی جاتی ہے تو جسقدر آدمی شیطان کی یاد کرے گا اوسی
قدر یاد الہی مین نقصان ہوگا اور خداے تعالے کا حکم یون ہے کہ یاد صرف اللہ کی رہے اور اوسکے ماسوا کو خواہ
شیطان ہو یا کوئی اور بھولنا چاہیے جب دونون فریق کی غلطی معلوم ہو چکی تو اس باب مین قول فیصل یہ ہے کہ بندے کو
چاہیے کہ اول شیطان کا خوف اپنے دل کے ساتھ رکھے اور نفس پر اوسکی دشمنی جمالے جب اسکا خوب معتقد ہو جاوے
اور یقین عداوت کا ہو جاوے اور خوف بھی آوے اوسکے اندر جاگزین ہو تو خداے تعالے کے ذکر مین مشغول ہو اور
بتمام ہمت اوسکی طرف متوجہ ہو اور دل مین شیطان کا ذرا بھی خیال نکرے کیونکہ جب عداوت کے پہچاننے کے بعد
ذکر مین مشغول ہوگا پھر اگر شیطان وسوسہ کرے گا تو اسکو خبر ہو جاوے گی اور اوسکو دفع کر دے گا اور خدا سے

ذکر میں مشغول ہونے سے یہ ضرور نہیں کہ وسوسہ شیطانی کے وقت اوسکو اطلاع نہو دیکھو اگر کوئی شخص سبق کا جو سبق رٹتا ہو کہ کسی کام کے لیے بہت تڑکے اوٹھنا چاہیے نہیں تو وہ کام تجھ سے جاتا رہیگا تو اس کھٹکے کی جہت رات کو چند بار چونک پڑتا ہے باوجودے کہ سونے مین غافل رہتا ہے مگر چونکہ کھٹکا دل مین رہتا ہے اس لیے چونکتا ہے تو خدا ے تعالے کے ذکر مین مشغول ہونا بھی مانع اطلاع وسوسہ نہیں ۔ اور اسی طرح کا دل دفع دشمن پر قادر رہتا ہے جس مین صرف خدا کے ذکر مین مشغول ہونے سے ہواے نفسانی مرجاتی ہے اور تاریکی شہوت کی دور ہوکر نور علم وعقل کو فروغ ہوتا ہے غرض کہ ارباب بصیرت ایسے دلون کو شیطان کی عداوت اور گھات مین رہنے سے واقف کرکے اوسکا خوف لازم رکھتے ہین مگر یاد شیطان مین مشغول نہیں ہوتے بلکہ یاد الٰہی کرتے ہین اور خدا کی یاد سے دشمن کی بدی ٹال لیتے ہین اور نور ذکر کی چاندنی مین دشمن کے وسوسے دیکھ لیتے ہین ۔ دل کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کنوان جسکا نجس پانی سے خالی کرنا مطلب ہو تاکہ اوسمین سے صاف پانی نکل آوے تو جو شخص کہ ذکر شیطان مین مشغول ہے اوسنے تو نجس پانی کو کنوئین ہی مین چھوڑ دیا اور جسنے کہ ذکر شیطان اور ذکر خدا کو جمع کیا اوسنے ایک طرف سے تو نجس پانی نکالنا شروع کیا اور دوسری طرف سے اوسی کنوئین کے اندر جاری رکھا تو اسمین فائدہ بڑی مشقت بھی ہوگی اور نجس پانی سے کنوان خالی نہوگا اسلیے کہ ایک طرف سے پانی نکلتا جاویگا اور دوسری طرف سے آتا جاویگا اور جو شخص دانا و واقف ہے اوسنے نجس پانی کے لیے آڑ بنادی اور کنوئین مین صاف پانی بھر لیا جب نجس پانی آتا ہے تو ذرا سی دیر مین کو محنت وکلفت بیڑھ سے روک دیتا ہے ✽

ساتوان بیان اظہار طاعت کے قصد کے جواز مین

واضح ہو کہ جیسے اعمال کے خفیہ رکھنے مین اخلاص اور ریا سے بچنے کا فائدہ ہے ویسا ہی ظاہر کرنے مین یہ فائدہ ہے کہ لوگ پیروی کرین اور اونکو رغبت خیر ہو مگر اس مین ریا کی آفت ہے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مسلمانون کو معلوم ہے کہ عمل خفیہ مین بہت احتیاط ہے مگر اظہار مین بھی فائدہ ہے چنانچہ اللہ تعالے نے خفیہ اور ظاہر دونون کی ثنا فرمائی ہے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور اظہار کی دو قسمین ہین ایک تو نفس عمل کو ظاہر کرنا دوسرے عمل کرکے کہدینا قسم اول کی مثال جیسے صدقہ سب کے سامنے دینا تاکہ لوگون کو اوس مین ترغیب ہو جیسا کہ روایت ہے کہ ایک انصاری رض نے سب سے پہلے ایک کیسہ زر دیا اوسکے بعد اور لوگ دیکھا دیکھی لانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ لَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ تَبِعَهُ اسی طرح سب اعمال مثلا درود نماز حج وجہاد مین لیکن صدقہ مین اقتدا کرنا طبیعتون پر غالب ہے ہان غازی جب قصد نکلنے کا کرے سب سے پہلے کمر باندھے اور سواری تیار کرے تاکہ اور لوگون کو نکلنے کی ترغیب ہووے

یہ افضل ہے اسلیے کہ غزا اصل مین اعمال ظاہری سے ہے اوسکا خفیہ کرنا ممکن نہین لیکن اوسپر مبادرت کرنی بوجہہ اظہار کی غرض سے نہین بلکہ صرف تحریص کی غرض سے ہے اسی طرح آدمی بعض اوقات تہجد بکار سے پڑہتا ہے تاکہ اور گھر والے اور ہمسایے جاگ جاوین اور اوسکی پیروی کرین ۔ حاصل یہ کہ جو عمل کہ اوسکا خفیہ بجالانا ممکن نہین مثل حج اور جہاد اور جمعہ کے تو افضل اوسمین سبقت کرنا ہے اور اظہار رغبت دوسرون کی تحریص کیلیے بشرطیکہ ریا کی آمیزش نہو اور جو اعمال کہ اونکا خفیہ ادا کرنا ممکن ہے مثلاً صدقہ اور نماز پس اگر صدقہ کے اظہار سے لوگونکو رغبت صدقہ دینے کی ہوتی ہو لیکن مسکین کو ایذا ہوتی ہو تو خفیہ ادائے صدقہ افضل ہے اسلیے کہ ایذا دینی حرام ہے اور اگر ایذا نہوتی ہو تو بعض لوگون کے نزدیک خفیہ ہی افضل ہے گو اظہار مین اقتدا اور ترغیب ہو اور بعضون کے نزدیک عمل خفیہ اوس اظہار کی نسبت افضل ہے جس مین ترغیب و اقتدا نہو مگر جس اظہار مین اقتدا اور لوگونکو رغبت ہوتی ہو اوس صورت مین اظہار ہی افضل ہے اور اسکی وجہہ یہ ہے کہ خداوند کریم نے انبیا علیہم السلام کو اظہار عمل کا ارشاد فرمایا تاکہ لوگ اونکی اقتدا کرین اور پہر باوجود اسکے منصب نبوت عطا فرمایا اور اونکی طرف یہ گمان نہین ہوسکتا کہ دونون عمل سے جونسا افضل تہا اوس سے محروم رہے اور نیز حدیث شریف لہ اجرہا واجر من عمل بہا سے بہی افضلیت اظہار پائی جاتی ہے اور ایک حدیث مین یہ ہے کہ عمل خفیہ کا ثواب بہ نسبت عمل ظاہر کے ستر گنا ہے مگر جس عمل ظاہر مین اور لوگ اقتدا کرین اوسکا ثواب بہ نسبت عمل خفیہ کے ستر گنا ہے اور یہ دلیل ایسی ہے کہ اسمین خلاف کی گنجایش نہین اسواسطے کہ جب دل آمیزش ریا سے خالی ہو اور خفیہ و ظاہر مین ایک ہی صورت سے اخلاص پر عمل تمام ہوا ہو تو جس عمل سے اقتدا حاصل ہوتی ہو وہ بے شک افضل ہوگا عمل کے ظاہر ہونے سے صرف خوف ریا ہی ہے پس اگر ریا کی آمیزش حاصل ہوئی تو غیر کی اقتدا سے اسکو کیا فائدہ خود تباہ ہوجاویگا اوس صورت مین بلا خلاف اظہار کی نسبت عمل خفیہ افضل ہے لیکن جو شخص عمل کو ظاہر کرنا چاہے تو اوسکو دو باتین سوچ لینی چاہییں اول تو یہ کہ اظہار ایسی جگہہ کرے جہان یقین خواہ غلبہ ظن لوگون کی اقتدا کا ہو کیونکہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اونکی اقتدا اونکے گھر والے ہی کرتے ہین ہمسایے نہین کرتے اور بعضونکی اقتدا ہمسایے کرتے ہین محلہ والے نہین کرتے بعضون کی محلہ والے کرتے ہین بازاری نہین کرتے مگر عالم مشہور کی اقتدا سب لوگ کرتے ہین تو غیر عالم اگر بعض طاعات کو ظاہر کریگا تو کیا عجب ہے کہ اوسکو لوگ ریا و نفاق کی طرف نسبت کرکے ہجو کرین اور اوسکی اقتدا نکرین تو اوسکے حق مین اظہار عمل بے فائدہ ہے اظہار بہ نیت اقتدا اوسی شخص کو چاہیے جو اقتدا کا رتبہ رکہتا ہو اور ایسے لوگون مین ہو جو اوسکی اقتدا کرین دوسری بات یہ ہے کہ اپنے دل کی نگاہبانی کرے ایسا نہو کہ اوسمین محبت ریا خفی کی ہو اور اوسی کی جہت سے اقتدا کے بہانے سے اظہار کرتا ہو اور غرض یہ ہو کہ عمل سے آراستہ ہوکر مقتدا بنجاؤن اور اکثر عمل کے ظاہر کرنے والون کا یہی حال ہے بڑے زبردست مخلص ایسے نہین ہوتے اونکا وجود کم ہے تو چاہیے کہ کہین نفس سرکش بیچارہ ضعیف کو فریب دیکر

نہ اس کشتی میں تباہ کر دے ضعیف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پانی میں تھوڑا سا تیرنا جانتا ہو اور
لوگوں کو ڈوبتا دیکھ کر ان پر رحم کرے اور ان کو بچانا چاہے جب وہ سب اس کو پکڑ لیں تو آپ بھی ڈوبے اور وہ بھی
ڈوبیں اور پانی میں ڈوبنے کی تکلیف تو ایک گھڑی بھر کی ہوتی ہے کاش ریا سے تباہ ہونے کی بھی تکلیف
ایسی ہی ہوتی تو کچھ غم نہ تھا اس کا عذاب تو دائمی ہے مدتوں تک رہے گا اور یہ ریا ایسی بلا ہے کہ اس میں
عابد اور عالم سب الجھ کر پھنس جاتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ جیسے زبردست لوگ اپنے اعمال کو ظاہر کرتے ہیں
ویسے ہی ہم بھی کریں حالانکہ ان کے دلوں میں قوت اخلاص نہیں تو ریا کے باعث ان کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں
اور ریا کو سمجھنا بہت دشوار ہے اور اس کا امتحان یہ ہے کہ اپنے نفس پر یہ امر پیش کرے کہ اگر کوئی تجھ سے کہے کہ عمل
خفیہ کر لوگ اور کسی عابد کی اقتدا کریں گے تجھ کو ثواب خفیہ اور ظاہر کا یکساں ہی ہوگا پس اگر اس حال سے
نفس اسی بات کو چاہے کہ اس عمل میں مقتدا میں ہی ہوں اور میں ہی ظاہر کروں تو معلوم کر لینا چاہیے کہ
باعث اس اظہار کا ریا ہے۔ طلب ثواب اور لوگوں کی اقتدا اور ترغیب خیر کیونکہ لوگوں کو رغبت خیر
تو دوسرے عابد کے دیکھنے سے بھی ہو سکتی ہے اور اس کا ثواب بھی اظہار کی نسبت خفیہ میں زیادہ ہوگا
پھر اگر لوگوں کا دکھلانا منظور نہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس کے دل کو میل اظہار عمل کا ہے۔ حاصل یہ کہ بندہ کو
نفس کے فریب سے برحذر رہنا چاہیے نفس بڑا مکار ہے اور شیطان حد لگائے بیٹھا ہے اور محبت جاہ دل پر غالب ہے
اور اعمال ظاہری آفتوں سے کم بچتے ہیں اور سلامتی اعمال خفیہ اور کرنے میں ہے عمل کے سالم رہنے کے برابر
کوئی چیز نہیں ظاہر کرنے میں ایسے خطرے ہیں کہ ہم جیسے لوگوں کو ان کی برداشت و طاقت نہیں تو
ہمارے لیے اور سب ضعیفوں کے لیے اظہار سے خوف ہی اولیٰ ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عمل سے فارغ
ہونے کے بعد اس کو کہہ دے اس کا حکم بھی مثل اظہار نفس عمل کے ہے اور خطرہ اس میں بہت ہے اس لیے
کہ زبان سے کہہ دینا بہت سہل ہے زبان ہلاتے کچھ مشقت نہیں معلوم ہوتی اور چونکہ آدمی کو بڑا بول ہمیشہ
لذیذ معلوم ہوتا ہے اس واسطے بیان کرتے وقت کچھ زیادتی اور مبالغہ بھی ہو جاتا ہے مگر یہ اظہار کوئی اگر ریا
کے واسطے ہوگا تو اتنی بات ہے کہ عبادت گذشتہ کے فاسد کرنے میں اثر نہیں کرے گا اس نظر سے البتہ قسم
اول کی نسبت خفیف ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ جس شخص کا دل قوی اور اخلاص کامل ہو اور آدمی اس کی
نظروں میں حقیر اور ان کی مدح و ذم اس کے نزدیک مساوی ہوں اور اظہار بھی ایسے لوگوں میں کرے جن سے
توقع اقتدا کی اور رغبت خیر کی معلوم ہوتی ہو تو اظہار جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ نیت صاف اور سب آفات سے
سالم ہو اس واسطے کہ اظہار میں خیر کی ترغیب ہے اور ترغیب خیر بھی ایک امر خیر ہے اور اکابر سلف سے بہت طرح کا
اظہار منقول ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رض کا قول ہے کہ میں نے شروع اسلام سے کوئی نماز ایسی

نہیں پڑھی جس میں نماز کے سوا نفس میں کسی اور چیز کا خطرہ ہوا ہو اور کسی ایسے جنازہ کے پیچھے نہیں گیا جس میں اوسکے سوال و جواب کے سوا کچھ اور دھیان گذرا ہو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی اوسکو یہی یقین کر لیا کہ حق ہے۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کی کچھ بھی پروا نہیں ہوتی کہ میں تو انگر ہو گیا یا مفلس اسلیے کہ مجھے یہ تو معلوم ہی نہیں کہ تو انگری و مفلسی میں سے میرے حق میں کونسی بہتر ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میرے اوپر ایسا کوئی حال نہیں گذرا کہ میں نے یہ تمنا کی ہو کہ کوئی دوسرا حال ہوتا تو اچھا تھا۔ اور حضرت عثمانؓ کا قول ہے کہ جبسے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تبسے نہ کبھی زنا کیا نہ جھوٹ بولا نہ دہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوا۔ اور شداد بن اوسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے شروع اسلام سے کوئی کلمہ بدون درستی و پرداخت کے منہ سے نہیں نکالا سواے اس کلمہ کے جو آج نکل گیا اور اوس روز غلام سے یہ کہا تھا کہ دستر خوان لے آؤ کہ اوسکو بچھا دیں اور صبح کا کھانا مشغلہ بنائیں غرض یہ کہ بدون حاجت کبھی کلام زبان پر نہیں گذرا مگر آج اتفاق ہو گیا اور حضرت ابو سفیان رہ نے نزع کے وقت اپنے گھر والون کو فرمایا کہ مجھپر مت رونا اسلیے کہ میں نے شروع اسلام سے آج تک کوئی گناہ نہیں کیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رہ نے فرمایا کہ مجھسے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا تعالے نے مجھپر کوئی حکم قضا جاری فرمایا ہو اور میں نے اوسبات کو اچھا جانا ہو کہ کوئی اور امر ہوتا تو خوب تھا اور مجکو ہواے نفسانی ہمیشہ ایسی ہی جگہہ ہوئی ہے جو خدا نے میرے مقدر میں لکھدی تھی۔ ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں عمدہ احوال کے ظاہر کرنے میں منقول ہیں اور ان میں نہایت ترغیب ہے بشرطے کہ کہنے والا مقتدا ہو اور یہ ایسی سری ریا کاری ہے اگر کہنے والا ریا کار ہو۔ حاصل یہ کہ اس قسم کی باتون کا اظہار زبردستون کے لیے بقصد ترغیب جائز ہے اور اوس میں وہی شرطیں ہیں جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ پس باب اظہار اعمال کو بالکل مسدود کرنا مناسب نہیں اسلیے کہ طبیعتیں تشبہ اور اقتدا کو بہت چاہتی ہیں یہ بات سرشت انسانی میں داخل ہے بلکہ ریا کار بھی اگر اپنی عبادت ظاہر کرتا ہے اور لوگون کو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ریا کے واسطے کرتا ہے تو اوس سے بھی لوگون کو بہت فائدہ ہو رہتا ہے مگر خاص اوسکے حق میں مضر ہے۔ بہت سے مخلص ایسے ہیں کہ اونکے اخلاص کا سبب یہی ہوا کہ اونھون نے اقتدا کسی ریا کاری کی گو وہ خدا کے نزدیک ریا کار تھا مگر اوسکی اقتدا سے دوسرونکو فائدہ ہو گیا۔ بصرے کے کوچون میں نماز صبح کے وقت اگر کوئی گذرتا تو ایک روز ایسا تھا کہ تمام گھرون میں سے تلاوت کی آواز آتی تھی مگر جب ایک شخص نے ایک کتاب دقائق ریا کے باب میں لکھی تو سب لوگون نے تلاوت ترک کی اور اوسکی رغبت اور رونق کو بھی نہوئی پھر لوگ کہنے لگے کہ یہ کتاب نہ بنتی تو خوب ہوتا غرضکہ ریا کار کے اظہار سے بھی فائدہ ہوتا ہے بشرطے کہ یہ معلوم نہو کہ ریا کے باعث عمل کرتا ہے اور یہ تو خود

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ہٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ وَبِاَقْوَامٍ لَّا خَلَاقَ لَہُمْ تو جن
ریاکاروں کو دیکھکر لوگ اعمال خیر پر متوجہ ہوتے ہیں وہ مصداق اسی حدیث کے ہیں

آٹھواں بیان گناہوں کے چھپانے کے جواز میں اور لوگونکو گناہ پر مطلع کرنے اور اونکی مذمت سے کی

برائی میں - واضح ہو کہ اخلاص کے باب میں اصل یہ ہے کہ باطن و ظاہر یکساں ہو جاویں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے
ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا کہ تجھے عمل علانیہ کو اپنے اوپر لازم کر اوسنے عرض کیا کہ عمل علانیہ کیا ہے آپ نے
فرمایا کہ عمل علانیہ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اوس پر آگاہ ہو جاوے تو تو اوس سے شرم نکرے - اور ابو مسلم خولانی کا
قول ہے کہ میں کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جس پر لوگوں کا مطلع ہونا برا معلوم ہوتا ہو مگر اپنی منکوحہ سے ہمبستر ہونا اور
بول و براز کرنے میں اطلاع خلق بری معلوم ہوتی ہے - لیکن یہ درجہ بہت بڑا ہے ہر کسی کو نہیں مل سکتا انسان کا
حال یہ ہے کہ دل سے اور اعضاے ظاہری سے گناہ کرکے چھپاتا ہے اور لوگوں کا اوس پر مطلع ہونا برا جانتا ہے
خصوص جب کہ اپنے وساوس شہوت کے گذرتے ہیں حالانکہ خداے تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے - پس بندے کا
گناہ کو اپنے شخص سے مخفی کرنا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ریا ممنوع میں داخل ہے مگر واقع میں ایسا نہیں واقع
میں ممنوع یہ امر ہے کہ اپنے عیب اسلیے چھپاوے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ متقی اور پرہیزگار ہے اور خود ویسا نہ ہو
ریاکار کا چھپانا اسی قسم کا ہوتا ہے اور جو شخص نیک بخت ریاکار نہیں اوسکو بھی اپنے عیب چھپانا چاہیے
اور اگر اوس پر کوئی مطلع ہو جاوے تو اوسکو غم کرنا درست ہے اس پردہ پوشی و غم کی آٹھ وجہیں ہیں اول تو یہ کہ
خداے تعالیٰ نے جو اسکا پردہ چھپا رکھا تھا یہ اوس سے خوش تھا جب پردہ فاش فرمایا تو اسکو اسوجہ سے
غم ہوا کہ قیامت میں بھی پردہ فاش ہوگا کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے مَنْ سَتَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا
سَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرَۃِ اور یہ غم قوت ایمان کے باعث پیدا ہوتا ہے دوسری یہ کہ اسکو معلوم ہے کہ
خداے تعالیٰ کو ظاہر ہونا گناہوں کا برا معلوم ہوتا ہے اور اونکی پردہ پوشی محبوب ہے جیسا کہ حدیث شریف
میں وارد ہے کہ مَنِ ارْتَکَبَ شَیْئًا مِّنْ ہٰذِہِ الْقَاذُوْرَاتِ فَلْیَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰہِ تو اگرچہ گناہ کے باعث اوسنے
خداے تعالیٰ کی نافرمانی کی مگر دل میں محبت اوس بات کی رہی جو خداے تعالیٰ کو محبوب تھی سو اور جو چیز
اوسکو بری معلوم ہوتی ہے وہ اسنے بھی بری سمجھی اور اوس پر غم کیا اوسکا نتیجہ یہی ہے کہ ظہور معاصی کو خداے
تعالیٰ کی بری جانے یہ ایمان قوی ہے اور اس ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے کا گناہ ظاہر ہو جاوے تو ایسا ہی غم ہو جیسے اپنے گناہ کے
ظہور کا تیسری وجہ گناہ کے باعث لوگوں کی مذمت سے رنج کرنا ہے یہ کہ مذمت کی جہت سے دل اور عقل کو غم ہوتا ہے اور اسی غم کے باعث
دونوں طاعت الٰہی سے باز رہتے ہیں کیونکہ طبیعت مذمت سے ایذا پاتی ہے اور عقل سے نزاع کرکے اوسکو طاعت سے روک دیتی ہے مگر اس اعتبار کو
چاہیے کہ جس شخص کا دل خدا کی یاد سے بھرا ہوا اوس تعریف کو بھی برا سمجھے اور رنج کرے کیونکہ جو علت مذمت میں ہے وہی یہاں ہے

اور یہ بات قوت ایمان ہی سے ہوتی ہے اسلیے کہ ادائے طاعت کے لیے فراغ دل کی طرف رغبت کا درست ہونا
ایمان ہی سے ہوتا ہے چوتھی یہ کہ گناہوں کا چھپانا اور اونکے چھپانے کی رغبت کرنی اس لیے ہوتی ہے
کہ آدمیوں کی مذمت شاق معلوم ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے رنج بھی ہوتا ہے کہ طبیعت کو ایذا پہونچتی ہے اسلیے
کہ مذمت دل کو ایسا ہی صدمہ دیتی ہے جیسا ضرب سے بدن کو پہونچتا ہو اور رنج کرنا اونکا مذمت کے سبب حرام نہین
نہ انسان اوسکی جہت سے گنہگار ہو البتہ گنہگار اوس صورت مین ہوتا ہی کہ نفس مذمت سے مضطر ہو کر اوسکے ڈر سے کسی امر ممنوع کا
مرتکب ہو بہرصورت انسان پر واجب نہیں کہ خلق کی مذمت سے رنج و الم نکرے ہان بکمال صدق یہی کہ خلق کی نگاہ سے بچا رہے اور اسکے
نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا یکسان معلوم ہو بایں لحاظ کہ اسکو معلوم ہو کہ نفع کرنے والا اور ضرر دینے والا خدا تعالیٰ ہی
اور بندے سب کے سب عاجز ہین مگر اس طرح کے لوگ بہت کم ہوتے ہین اکثر طبیعتون کو مذمت سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ
مذمت کے باعث اپنے نقصان سے واقف ہوتے ہین اور بعض اوقات مذمت سے رنج ہونا اچھا بھی ہوتا ہے
خصوصاً جبکہ برا کہنے والا دیندار اہل بصیرت ہو کیونکہ وہ لوگ خداے تعالے کے گواہ ہوتے ہین اونکی
مذمت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص خدا کے نزدیک بھی مذموم ہے اور دین مین ناقص تو کس طرح
غمگین نہوگا یہ بات تو رنج و غم ہی کی ہے البتہ غم جو برا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ میرے متقی ہونے کی تعریف کیون
نہین کرتے گویا اپنے تقوے پر تعریف چاہتا ہے اور خداے تعالے کی طاعت پر حمد کا طالب ہونا جائز نہین
اسلیے کہ طاعت خدا پر ثواب دوسرے سے طلب کرنے کے کیا معنے پس اگر ایسا خطرہ دل مین آوے تو واجب
ہے کہ اوسکو مکروہ جانکر رد کرے لیکن گناہ پر لوگون کے برا کہنے سے کراہت کرنا شرعی امر ہے اور مذموم نہین
اسلیے گناہ کو در پردہ رکھنا اس خوف سے کہ لوگ برا نہ کہین جائز ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ آدمی محبت حمد تو
نرکھتا ہو اور مذمت کو برا جانتا ہو اور غرض اوسکی یہ ہو کہ لوگ مجکو نہ بھلا کہین نہ برا مثلاً اکثر صابر لذت حمد سے
الم مذمت پر صبر نہین کرتے اسلیے کہ حمد لذت کے واسطے مطلوب ہوتی ہے اور لذت نہونے سے کچھ درد نہین ہوتا
مگر مذمت باعث درد ہے پس طاعت پر حمد کی خواہش کرنی اوس طاعت کا ثواب اوسی وقت لیلینا ہے
اور گناہ پر مذمت کو برا جاننے مین کوئی بات نہین صرف اتنا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ لوگون کے مطلع ہونے کے
رنج مین خدا کا مطلع ہونا بھول جاوے یہ نہایت درجہ کا دین مین نقصان ہے بلکہ یون مناسب ہے
کہ خداے تعالے کے مطلع ہونے اور اوسکی مذمت کا زیادہ غم ہو پانچوین یہ کہ مذمت کو اس وجہ سے برا جانے
کہ مذمت کرنے والے نے خداے تعالے کی نافرمانی کی اور یہ بات بھی ایمان کے باعث پیش آتی ہے
اور اوسکی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرے کی مذمت سنے جب بھی ویسا ہی رنج ہو جیسا اپنی مذمت سے ہوتا ہے
کیونکہ علت رنج دونون صورتون مین یکسان ہے چھٹی یہ کہ گناہ کو اسلیے پوشیدہ کرتا ہے تاکہ اطلاع ہونے سے

کوئی کسی طرح کی بدی نہ دیکھ پاوے اور یہ بات صدمۂ مذمت کے سوا ہے یہ اسواسطے مذمت کا صدمہ اس جہت سے
ہوتا ہے کہ آدمی کے دل کو اپنے نقصان اور خست کا شعور ہوتا ہے اگرچہ مذمت ایسا ہی شخص کرے جسکی مذمت سے
مامون ہو مگر بعض اوقات صرف یہ ہوتا ہے کہ اگر گناہ پر کسی کو اطلاع ہوگی تو وہ کسی سبب سے شرارت کرے گا اس صورت میں
جائز ہے کہ اس شرارت کے خوف سے خفیہ رکھے تھا تو یہ نوع صرف حیا کا ہونا کہ یہ بھی ایک طرح کا الم ہے سوائے مذمت
اور شرارت کی تکلیف کے۔ اور حیا ایک عمدہ عادت ہے جو شروع لڑکپن میں تمیز کے وقت جب نور عقل چمکتا
ہے پیدا ہوتی ہے اوسی کے باعث اگر اوسکی بری باتوں کو کوئی دیکھ لیتا ہے تو شرم کرتا ہے اور یہ ایک وصف
محمود ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ اور فرمایا اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ اور فرمایا
اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْحَیِیَّ الْحَلِیْمَ پس جو شخص کہ فسق کرتا ہے اور اس بات کی پروا
نہیں کرتا کہ لوگوں کو اسکا فسق معلوم ہو جاوے گا وہ فسق کے ساتھ پردہ دری اور بے شرمی کو زیادہ کرتا ہے
اور اوس شخص کی نسبت برا ہے جو فسق کو چھپاتا ہے اور شرم کرتا ہے مگر حیا ریا کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہے
کم لوگ اوسکی تمیز کرتے ہیں ہر ایک ریاکار یہی دعوے کرتا ہے کہ میں حیادار ہوں اور عبادتوں کو اسی طرح
ادا کرتا ہوں اوسکا سبب یہی ہے کہ لوگوں سے شرم آتی ہے اور یہ جھوٹ ہے بلکہ حیا ایک عادت ہے کہ طبیعت
کریم سے پیدا ہوتی ہے اور اوسکے بعد سبب ریا اور سبب اخلاص ہیجان میں آتے ہیں تو ممکن ہے کہ آدمی حیا
کے باعث اخلاص کرے یا ریا کرے مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اپنے دوست سے قرض مانگتا ہے اور اوسکا
دل قرض دینے کو نہیں چاہتا مگر اوسکو جواب صاف دینے سے حیا کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اگر وہ شخص کسی
دوسرے کی زبانی قرض کے لیے کہلا بھیجتا تو شرم نہ آتی اور نہ قرض دیتا مگر ریا کے باعث نہ ثواب کے باعث تو
اس دینے والے کے کئی حال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ جواب صاف دیدے اور قلت حیا کی پروا نہ کرے تو یہ کام بیحیاؤنکا
ہے حیادار یا بہانہ کرتے ہیں یا قرض دیتے ہیں اور دینے کی صورت میں تین حال ہیں اول تو یہ کہ ریا کے ساتھ
حیا کی آمیزش ہو مثلاً اول حیا آئی کہ جواب دینا برا ہے پھر ریا کا ہیجان ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ دینا ہی چاہیے
تاکہ قرض خواہ تیری مدح و ثنا کرے اور نام سخاوت میں مشہور ہو یا اس سبب سے مناسب ہے کہ تجکو برا کہے اور بخل
کیطرف منسوب کرے اس صورت میں اگر دیوے گا تو ریا کے باعث دے گا مگر یہ ریا حیا کے ہیجان و جوش سے پیدا ہوا ہے
دوسری یہ کہ حیا کے سبب جواب صاف نہیں دے سکتا اور بسبب بخل کے مارے کچھ قرض بھی نہیں دیتا اس حال میں پھر
سبب اخلاص کا ہیجان ہوا اور کہنے لگا کہ صدقہ دیگا تو ایک ہی ثواب ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا ہے
اسمیں بہت ثواب ہے اور دوست کا دل خوش کرنا اوسپر علاوہ ہے اور خدا کے نزدیک بہت اچھا ہے اس
تربیت سے نفس دینے پر راضی ہو گیا تو یہ شخص مخلص ہے اور اسکا اخلاص حیا کے سبب پیدا ہوا ہے تیسری یہ کہ

دینے والے کو نہ رغبت ثواب کی ہے نہ خوف قرضخواہ کی مذمت کا نہ محبت اونکی تعریف کی انہیں سبب اگر کوئی
بات ہوتی تو غیر کی زبانی کہلا بھیجنے پر بھی دیدیتا اور مفروض یہ ہے کہ اگر کوئی اور مانگنے آتا تو نہ دیتا پس صلح میں
صرف قرضخواہ کی شرم ہی سے دیا اگر اوسکی شرم نہوتی تو جواب دیدیتا یا کوئی ایسا شخص آتا جسکا لحاظ نکرنا پڑتا
مثلاً کوئی اجنبی یا کمینہ مانگتا تو اوسکو ہٹا دیتا گو بہت سی تعریف یا ثواب کا موجب ہو غرض کہ اسطرح کا دینا
صرف حیا کی جہت سے ہے اور یہ صورت حیا کی بری باتوں ہی میں پیش آتی ہے جیسے بخل اور ارتکاب گناہوں کی اور
ریاکار مباحات میں بھی شرماتا ہے یہانتک کہ اگر دوڑا جاتا ہو تو لوگوں کے دیکھنے سے ٹھہر جاتا ہے یا ہنس رہا ہو
تو چپ ہو جاتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ میں حیا کرتا ہوں حالانکہ یہ حیا نہیں عین ریا ہے اور یہ جو قول مشہور ہے
کہ بعض حیا اچھی نہیں ہوتی بہت درست ہے اوس حیا سے وہ حیا مراد ہے جو ایسی چیزوں سے ہو جو بری
نہیں مثلاً لوگوں کو نصیحت کرنے سے حیا کرنی یا نماز پڑھانے سے حیا کرنی اس قسم کی حیا اگر عورتوں اور
لڑکوں میں ہو تو اچھی ہے اور عقلا میں اچھی نہیں ۔ اور کبھی آدمی کسی بوڑھے کو دیکھتا ہے کسی معصیت کا مرتکب ہے
مگر اوسکے بوڑھا ہونے کے لحاظ سے اوسکو منع کرتے شرم آتی ہے اسلیے کہ تعظیم کرنا بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا
خدا کا ہے یہ حیا اچھی ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ خدا سے شرم کرے اور امر بالمعروف کو فروگذاشت نکرے
زبردست لوگ تو یہی کرتے ہیں کہ خدا کی شرم کو لوگوں کی شرم پر ترجیح کرتے ہیں اور کمزور لوگ ایسے نہیں کر سکتا
آٹھویں یہ کہ گناہ کے ظاہر ہونے سے یہ خوف ہو کہ کوئی دوسرا شخص میری دیکھا دیکھی ایسا ہی کریگا اور یہ وہ
وجہ ہے کہ اظہار عبادت میں جاری ہے ایسے اظہار طاعت اسی وجہ سے جائز ہی کہ اوس سے ترغیب اقتدا امت ورہا ہے اور یہ وجہ ائمہ اور مقتداؤں سے
مخصوص ہے مگر گناہ کے چھپانے میں یہ علت خاص نرہنی چاہیے عامی کو بھی اسکا پابند ہونا چاہیے اوسکو
بھی نہیں چاہیے کہ اپنا گناہ اپنے زن و فرزند پر ظاہر کرے ورنہ وہ لوگ بھی اسکی اقتدا کرکے ویسے ہی
ہو جاوینگے پس گناہ کے چھپانے میں یہ آٹھ عذر اور سبب ہیں اور اظہار طاعت میں بجز اس عذر
ہشتم کے اور کوئی سبب نہیں اور جب معصیت کے چھپانے سے یہ مقصود ہو کہ لوگوں کے خیال میں متقی بنے
تو ریاکار ہوگا جیسا کہ اظہار طاعت اسی غرض کے لیے کرنے سے ہوتا تھا اب اگر یہ پوچھو کہ پھر بندے کو جائز ہے
کہ اپنے صالح ہونے کی جہت سے لوگوں کی مدح کو محبوب جانے اور لوگ اوسکو اسی جہت سے محبوب سمجھیں جیسا
کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجکو ایسا عمل ارشاد
فرمائیے جس سے مجکو خدائے تعالے محبوب جانے اور خلق بھی محبوب سمجھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں
زہد کر خدائے تعالے تیرے ساتھ محبت کریگا اور اس نکمے مال کو لوگوں کی طرف پھینکدے وہ تیرے
ساتھ محبت کرینگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ لوگوں کی محبت اپنے ساتھ محبوب جاننی کبھی مباح ہی اور کبھی

اچھی ہوتی ہے اور کبھی بری اچھی تو اوس صورت مین ہے کہ لوگون کی محبت کو اسلیے محبوب سمجھے کہ اوسکی جہت
سے تصور محبت الہی کا اپنے ساتھ ہو اسلیے کہ جب اللہ تعالے کسی بندہ کو دوست کہتا ہے تو بندون کے دلون مین
اوسکو محبوب کر دیتا ہے اور مذموم وہ صورت ہے کہ یہ چاہے کہ نماز روزہ اور حج و جہاد یا کسی اور طاعت معین پر
لوگ مدح و ثنا کریں اور یہ اسلیے مذموم ہے کہ طاعت الہی پر سوائے ثواب الہی کے دوسرے عوض کا خواستگار ہوتا ہے
اور مباح یہ صورت ہے کہ لوگون کی محبت سوای طاعات اور صفات محمودہ کے سبب حاصل ہو ان اسباب کی محبت کا
حکم مثل محبت مال کے ہے کیونکہ دلونکا مالک ہونا ایسا ہی ذریعہ غرضون کے حصول کا ہے جیسا مال کا مالک ہونا دونون مین کچھ فرق نہیں

نوان بیان ریا اور آفات کے ڈر کے مارے عمل کو چھوڑ دینے کے ذکر مین بعضے اشخاص عمل کو اسی خوف
سے ترک کر دیتے ہین کہ اوسکے سبب ریاکار ہو جائینگے اور یہ اونکی غلطی اور شیطان کا ساتھ دینا ہے بلکہ
خوف آفات سے عمل کو چھوڑنا اور نہ چھوڑنا اس تفصیل سے ہے کہ طاعات کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جن مین
خود میں کچھ لذت نہیں مثلا نماز روزہ و حج و جہاد کہ اسمین محنت و مجاہدہ ہی ہے اور لذیذ اس جہت سے
ہو جاتی ہین کہ ذریعہ لوگون کی حمد کے حاصل کرنے کا ہین اور وہ ایک لذیذ چیز ہے اور لوگون کے مطلع
ہونے پر حاصل ہوتی ہے اور ایک قسم طاعت کی وہ ہے جو خود لذیذ ہے اور وہ ایسے طاعات ہین جنکا اثر بدن تک
موقوف نہین بلکہ خلق سے متعلق ہین جیسے خلافت اور قضا اور ولایت اور محتسب ہونا اور امامت نماز اور تذکیر
و تدریس اور لوگون کو مال دینا وغیرہ کہ اسمین خلق کے تعلق اور لذت ہونے کی جہت سے آفت زیادہ ہے قسم اول
یعنے جو طاعتین کہ بدن کو لازم ہین اور غیر سے متعلق نہیں نہ خود اون مین لذت ہے مثل نماز روزہ اور
حج کے تو خطرات ریا اون مین تین طرح ہین اول وہ جو عمل سے پہلے آئے اور لوگون کو دکھلانے کو ابتدای عمل کا
باعث ہو اور کوئی باعث دینی اوسکے ساتھ نہو تو ایسے عمل کو چھوڑ دینا چاہیے اسواسطے کہ وہ سراسر گناہ ہے
اوسمین طاعت نہین بلکہ بلباس طاعت منزلت کی خواہش ہے پھر اگر آدمی سے یہ ہو سکے کہ اپنے نفس سے
باعث ریا کو دور کرے اور یہ کہے کہ تجھے خدا سے شرم نہین آتی کہ اوسکے بندون کے واسطے تو عمل کرتا ہے اور اوسکے لیے
نہین کرتا اور اس فہمایش سے باعث ریا دور ہو جاوے اور نفس خدا کے واسطے عمل کرنے کو تیار ہو اور تدارک مافات
کرے تو چاہیے کہ عمل مین مشغول ہو دوسری یہ کہ عمل کرنے کے لیے تو خدا ہی کے واسطے آمادہ تھا لیکن ریا بیچ مین
عبادت کے ساتھ خواہ اوس سے اول یا پیچھے ہو گیا تو اس صورت مین عمل چھوڑنا نچاہیے اسلیے کہ باعث دینی پایا گیا
تو شروع عمل کرنا چاہیے اور اپنے نفس سے مجاہدہ کرکے ریا کو دفع کرے اور اخلاص اچھی طرح کرے اون علما جاسی جنکا کہ
ہنسے کیا ہی کہ کراہت ریا کی اور ارادہ اسکے نفی کا کرنا ہے نفس سے لازم کرے تیسری یہ کہ نیت عبادت خالص ہو مگر پیچھے ریا اور
اوسکی اساس اثنای عبادت مین طاری ہو جاوین تو اس صورت مین بھی مجاہدہ دفع ریا کے لیے ضروری ہے اور

عمل کو چھوڑنا مناسب نہین بلکہ بزور اپنے نفس کو اخلاص کیطرف رجوع کرے اور تمامی عمل تک اوسی پر زور دیکے رہے
اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان اول تو یہی چاہتا ہے کہ آدمی عمل نکرے پس اگر نمانا اور عمل شروع کیا تو ریا کی طرف کھینچتا ہے
اگر اسکو بھی نمانا اور کام کیے گیا تو کہتا ہے کہ یہ عمل خالص نہین تو ریاکار ہے اور محنت تیری برباد جس عمل مین اخلاص نہین
اوس سے تجکو کیا فائدہ ہوگا اور یہی کہے جاوے گا یہان تک کہ آدمی عمل چھوڑ دے اور یہی اوسکی غرض ہوتی ہے
اور جو شخص کہ ریاکاری کی ڈر سے عمل چھوڑ دے اوسکی مثال یہ ہے کہ کسی کے آقا نے اوسکو گیہون دیے جن مین
کچھ ملا تھا اور کہا کہ اونکو صاف کر لو اور خوب صاف کرنا کہ تنکا وغیرہ کچھ نرہے تو یہ شخص اس ڈر سے کہ اگر مین صاف کرونگا
تو صاف اچھی طرح نہونگے بالکل اوس خدمت کو بجا نلاوے یہی حال ہے کہ اخلاص کے نہونے کے باعث اصل عمل ہی
چھوڑ دیا جاوے اور اسی طرح اگر عمل کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ لوگ مجکو ریاکار کہنے سے گنہگار ہونگے اونکا وبال مجھپر
رہیگا تو یہ بھی شیطان کا فریب ہے اسلیے کہ اول تو مسلمانون پر بدظنی کی جو اسکے لیے شایان نہ تھی دوم یہ کہ اونکا
قول اسکو مضر نہین ثواب عبادت مفت کھوتا ہے سوم یہ کہ عمل کو اسلیے چھوڑنا کہ لوگ ریاکار کہینگے یہ عین ریا ہے
اگر اسکو اونکی مدح کی محبت اور خوف مذمت نہوتا تو اونکے قول کی کیا پروا تھی خواہ ریاکار کہین یا مخلص اور عمل کو
اس خوف سے چھوڑ دینا کہ لوگ ریاکار کہینگے یا اس سبب سے اچھی طرح بجا لانا کہ لوگ یہ نہ کہین کہ غافل اور
کاہل ہے ان دونون مین کیا فرق ہوا بلکہ عمل کو چھوڑنا ہی بہت برا ہے غرضکہ یہ سب شیطان کی فریب ہین کہ
جاہل عابدون کے ساتھ کیا کرتا ہے پھر عمل چھوڑنے سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ شیطان سے بچ رہونگا وہ تو
پیچھا نہین چھوڑیگا بلکہ ترک عمل کے بعد یون کہیگا کہ اب لوگ تجکو تارک عمل کہینگے کہ یہ شخص شہرت کا طالب نہین
بڑا مخلص ہے ایسی ایسی باتون سے بناچاری آدمی کو شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑیگا پھر اگر بھاگ کسی بل مین گھس
جاویگا تب بھی دل مین اس بات کا چسکا لگا رہیگا کہ کسی طرح لوگونکو خبر ہو کہ فلان شخص لاپتہ ہو کر بھاگ گیا
اور کنارہ کشی کی تاکہ اس بات سے اونکے دلون مین تعظیم ہو جاوے غرض اوسکے فریبون سے اور کوئی صورت
نجات کی نہین بجز اسکے کہ آفات ریا کو خوب جان لیا جاوے کہ اوسکے باعث آخرت مین ضرر ہو اور دنیا کا کوئی فائدہ نہین
اوسکو برائی جاننا چاہیے اور دل مین اوسکا انکار ہی بھرا رہے اسی طرح ہمیشہ عمل کرتا رہے اور کچھ پروا وساوس کی نکرے
اور اگر شیطان خواہ طبیعت سے نزاع کریگا تو انکی نزاع کی کچھ انتہا نہین اور اوسکے عمل چھوڑنا اپنے آپ کو بیکار کرنا
اور خیرات سے محروم رہنا ہے حاصل یہ کہ جب تک آدمی مین عمل کا باعث دینی ہو تب تک عمل کو نچھوڑے بلکہ ریا
کے وسوسے کو ٹالے اور دل مین خدا سے شرم کرے کہ نفس جو یہ چاہتا ہے کہ خدا کی طاعت کے عوض مین مخلوق کی
تعریف کو اختیار کرے تو خدا کی قدر کیا تھوڑی ہے وہ دلون کا حال خوب جانتا ہے اور اگر لوگونکو اوسکا حال معلوم
ہو جاوے کہ ہمارے اچھا کہنے کے سبب سے عمل کرتا ہے تو بیشک بغض کرین اس صورت مین اگر آدمی سے یہ ہوسکے کہ جتنا ہے شروع کرسکے

اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے عمل زیادہ کرے تو کرنا چاہیے اور اگر شیطان اوس کو کہے کہ ریاکار ہے تو جان لینا چاہیے کہ وہ جھوٹا ہے بشرطیکہ دل میں ریا کی اور اوسکے قبول کرنے کی برائی موجود ہو اور اوسکا خوف ورنج بھی حاصل ہو اور اگر دل میں برائی ریا کی ہو خوف شرم اور شغل کا کوئی باعث نہ ہو صرف ریا ہی باعث عمل ہو تو عمل نہ کرنا چاہیے مگر یہ امر نہایت بعید ہے اوس شخص کو جو خدا کے واسطے عمل کرتا ہے اسلیے کہ اوسکے ساتھ اصل قصد ثواب تو رہتا ہے۔ یہاں اگر کوئی کہے کہ شہرت کے خوف سے عمل کو ترک کرنا اکابر سلف سے منقول ہے چنانچہ روایت ہے کہ ابراہیم نخعی تلاوت کرتے تھے کہ اس عرصہ میں اونکے پاس کوئی شخص آیا اونھوں نے کلام اللہ بند کرکے تلاوت موقوف کی اور کہا کہ اسکو معلوم ہو کہ ہم ہر گھڑی تلاوت کرتے ہیں اسی طرح ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ اونھوں نے فرمایا کہ جب آدمی کو اپنا بولنا اچھا معلوم ہو جب چپ ہو جاوے اور جب سکوت خوش معلوم ہو تو کلام کرے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ بعض اکابر راستہ کی ایذا کی چیزیں دیکھتے تھے مگر شہرت کی ڈر کے مارے اونکو نہیں اوٹھاتے تھے اور بعض کو رونا آتا تھا مگر شہرت کے خوف سے اوسکو بند کرکے خندہ کر دیتے تھے اسی طرح بہت سے آثار اس باب میں وارد ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ شہرت کے خوف سے تو ترک عمل کی صرف چند روایتیں ہیں اور اسکے مقابل اظہار طاعات کی بیشمار شخصوں سے موجود ہیں علاوہ اریں جسقدر خوف شہرت رونے اور راستے کی ایذا کے دور کرنے میں ہے اوس سے زیادہ حضرت حسن بصری رح کے اس کلام کے وعظ میں ظاہر کرنے میں ہے باوجود اسکے کہ خود بیان فرمایا اور ان دونوں باتوں کو ترک نہیں فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ ترک کرنا نوافل کا جائز ہے اور ہمارا کلام افضل میں ہے اور افضل پر زبردست قادر ہوتے ہیں ضعیفوں کا کام نہیں افضل یہی ہے کہ عمل کو تمام کرے اور اخلاص میں کوشش کرے اور درگذر نہ کرے۔ اور ارباب اعمال شدت خوف کے باعث کبھی اپنے نفسوں کا علاج افضل کے خلاف سے کر لیا کرتے ہیں پس اقتدا زبردستوں ہی کا چاہیے۔ اور رہا کلام اسکا جو حضرت ابراہیم نخعی رح سے منقول ہے تو شاید اس غرض سے ہو کہ اوس شخص کے آنے پر موقوف کرنا پڑیگا اور بعد چلے جانے کے پھر شروع کرنا ہوگا کیونکہ اوس سے باتیں کرنی ہونگی تو یہ خیال کیا کہ آخر اوسکی دلداری کی لیے باتیں تو کرنی پڑینگی کہ پھر دوبارہ آدمی اگر تلاوت بھی اسی طرح موقوف کیجاوے کہ وہ نہ سمجھے تو اوس میں ریا بھی نکیجاوے۔ اور رستے کی ایذا کو نہ اوٹھانا اون لوگوں سے سرزد ہوتا ہے جو اپنے نفس پر آفت شہرت سے ڈرتے ہیں اور یہ خوف کرتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس ہجوم لوگوں کا ہوگا تو اور عبادتیں جو ایذا کے دور کرنے سے بڑی ہیں اونکی مانع ہونگے پس اس امر کو چھوڑنا اون عبادات کی محافظت کے باعث تھا صرف خوف ریا سے اور ابراہیم تیمی کا قول جو یہ ہے کہ جب کلام کرنا اچھا معلوم ہو تو چپ رہنا چاہیے اس سے شاید اونکی مراد کلام

مباح سے ہو مثل فصاحت وخوش بیانی کے حکایات وغیرہ میں جس سے عجب پیدا ہوتا ہے اسی طرح سکوت
مباح سے بھی عجب ممنوع ہے تو واقع میں مآل انکے قول کا یہ ہے کہ ایک مباح کو چھوڑ کر بخوف عجب دوسرے
مباح کو اختیار کرنا چاہیے اور کلام حق مستحب کی تصریح نہیں کہ اوسکو بھی نہ کہنا چاہیے علاوہ اسکے آفت جو کلام میں زیادہ
ہوتی ہے وہ قسم ثانی میں واقع اور ہم اون عبادات کا بیان کرتے ہیں جو خاص بدن انسان سے ہوتی ہوں اور خلق کا
تعلق اوسمیں نہو اس قسم میں آفات زیادہ نہیں ہیں پھر حضرت حسن بصری رح کا قول جو ترک گریہ وترک ایذا بخوف شہرت
کے باب میں ہے ہو سکتا ہے کہ وہ احوال اون ضعیفون کا ہو جو افضل شی کو نہیں جانتے اور ان دقائق کو نہیں سمجھتے
آپ نے اوسکو صرف آفت شہرت سے لوگو نکو ڈرانے کے لیے مذکور فرمایا ہو کہ سنکر اوسکی طلب سے باز رہیں دوسری قسم
عبادات کی جو خلق سے متعلق ہے اوسمیں آفتیں اور خطرے زیادہ ہیں سب میں زیادہ خلافت اور امارت ہے پھر حکومت
قضا پھر تذکیر و تدریس و فتوی پھر مال کا دینا۔ اب ہر ایک کا حال بتفصیل سننا چاہیے خلافت جو عبارت اہل اسلام کے
سردار سے ہے اگر عدل و اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل عبادات ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے لیوم من امام
عادل خیر من عبادۃ الرجل وحدہ ستین عاما تو اس سے زیادہ کونسی عبادت ہوگی جسکا ایک دن ساٹھ
برس کی عبادت سے بہتر ہو اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اول من یدخل الجنۃ ثلثۃ الامام المقسط
احدھم اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے ثلثۃ لا ترد دعوتھم الامام العادل احدھم اور
حضرت ابو سعید خدری رض سے حدیث مروی ہے اقرب الناس منی مجلسا یوم القیامۃ امام عادل
غرض کہ امارت اور خلافت اعظم عبادات میں سے ہیں اور چونکہ اسمیں خطرہ بہت ہے اسی لیے متقی اس سے ہمیشہ کنارہ کرتے رہے
کیونکہ اسکے باعث صفات باطنی حرکت کرتے ہیں اور نفس پر محبت جاہ اور لذت غلبہ اور اجرای حکومت کی جو لذائذ
دنیاوی میں سب سے بڑھکر ہیں غالب ہو جاتے ہیں جب ولایت کی محبت ہوتی ہے تو والی اپنی حظ نفس میں کوشش کرتا ہے
اور یہ ہو سکتا ہے کہ اپنی ہوای نفسانی کی پیروی میں جو امر کہ مخل جاہ و ولایت میں ہو گو امر حق ہی کیوں نہو اوس سے
درگذر کرے اور جس چیز سے کہ منزلت زیادہ ہو اگرچہ باطل ہو اوسکو بجالاوے اور تباہ ہو جاوے اور پھر ایک روز
سلطان ظالم کا ساٹھ برس کی بدکاری سے بدتر ہو جاوے بمضمون اوس حدیث کے جو امام عادل کے بیان میں گذری ویسے ہی بڑے
خطر کی جہت سے حضرت عمر رض فرماتے تھے کہ جو اس عہدہ میں اتنی مصیبت ہے اسکو کون لے سکتا ہے اور آپکا ارشاد صحیح
ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما من والی عشرۃ الا جاء یوم القیامۃ مغلولۃ یدہ الی عنقہ
اطلقہ عدلہ او اوبقہ جورہ اس روایت کو حضرت معقل بن یسار رض نے بیان کیا ہے اور حضرت عمر رض نے حضرت
معقل بن یسار کو کسی جگہ کا والی کرنا چاہا تو اونھوں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ اس باب میں مجھکو مشورہ بتلائیے
کہ قبول کروں یا نہیں آپ نے فرمایا کہ اگر میری ہی صلاح پر رہتے ہو تو میرے نزدیک بیٹھے رہو مگر میرے مشورہ کا ذکر کسی سے

ست کرنا۔ اسی طرح حضرت حسن رضہ روایت کرتے ہین کہ جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو والی کرنا چاہا تو
اوسنے عرض کیا کہ آپ ہی اسکو فرمائیے کہ میرے لیے بہتر ہے یا نہین آپنے ارشاد فرمایا کہ بیٹھے رہو۔ اور عبدالرحمن بن سمرہ سے
روایت ہے کہ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عبدالرحمن امارت کی درخواست مت کرنا اسلیے کہ اگر بے درخواست
ملیگی تو اوسکے لیے تجکو مدد دیجاویگی اور اگر درخواست سے ملیگی تو تو اوسی کا ہو رہیگا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے
حضرت رافع رضہ کو فرمایا کہ امارت دو شخصوں پر بھی مت کرنا جب حضرت صدیق رضہ خلیفہ ہوئے تو حضرت رافع رضہ نے
کھڑے ہوکر اونکی خدمت مین عرض کیا کہ کیا آپنے مجکو ارشاد نہین فرمایا تھا کہ امارت دو پر بھی مت کرنا آپکو تو اب
تمام امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت سپرد ہوئی آپنے فرمایا کہ وہ قول میرا اب بھی ہے جو شخص امارت مین عدل نکرے
اوسپر خدا کی لعنت ہے۔ اور شاید کم فہم لوگ وہ احادیث جو فضیلت امارت مین وارد ہوئی ہین اور جو حدیثین کہ اوسکے منع کرنے مین
وارد ہین انکو ایک دوسرے کے مخالف سمجھینگے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اس باب مین حق یہ ہے کہ خواص جو دین مین زبردست ہین
اونکو نہین چاہیے کہ امارت سے انکار کرین اور جو ضعیف ہین انکو ضروری ہے کہ اوسکے گرد بھی نہ پھرین نہ ہلاک ہو جاوینگے
اور زبردست دین مین وہ شخص ہے جسکو دنیا کسی طرف نہ پھیرے اور طمع غالب نہ آسکے اور خدا کے کام مین کسی
ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرے اور ایسے لوگ وہ ہین کہ دنیا مین جو کرتے ہین مخلوق انکی نظرون سے ساقط ہو دنیا و
مخلوق سے بیزار ہوکر اپنی نفس پر زور قابض ہون اور شیطان کے مکر کو بالکل مستاصل کر دیا ہے جیسے کہ وہ اون سے نا امید ہوگیا
تو اس قسم کے لوگون کے حرکات و سکنات سب حق پر ہوتے ہین اگرچہ جان ہی جاتی رہے ایسے امارت حلال ہے بلکہ یہی
فضل حاصل ہوتا ہے اور جس شخص کو معلوم ہے کہ مین اس صفت کا نہین ہون اوسپر ولایت اختیار کرنا حرام ہے۔ اور جس شخص کو
امتحان کرنے سے معلوم ہے کہ میرا نفس امر حق پر صابر ہے اور شہوات سے بھی منع ہے مگر جبھی تک ہے کہ ولایت منصوب نہو اور اگر والی
و حکومت کا مزہ چکھیگا اور جاہ کا لذت اور اجرای حکم کی حلاوت پاویگا تو اوسکے بگڑ جانے کا خوف ہے اور اوسکے بعد اوسے
معزول بھی ہونا گوارا نکریگا بلکہ معزول ہونے کے خوف سے دین مین سستی کرنے لگیگا تو ایسے شخص کے حق مین علما کا اختلاف
ہے کہ اسکو ولایت اختیار کرنی دیر کرنا لازم ہے یا نہین بعض علما فرماتی ہین کہ ولایت سے احتراز واجب نہین۔ وجہ یہ فرماتے ہین
کہ اسکو جس بطرف سے خوف کا ہونا ایک امر مستقبل ہے اور فی الحال یہ ایسا آدمی ہے کہ امر حق پر قایم ہے اور صحیح تحقیق یہ ہے کہ احتراز
واجب ہے اسلیے کہ نفس مکار ہے جو حق کا دعوی اور وعدہ ہی کرتا ہے اسکا وفای وعدہ مشکل ہے اگر بالفرض وعدہ پورا بھی
کرے تب بھی ولایت کے وقت اوسکے بدلنے کا خوف ہے اور اس صورت مین قبل ولایت ہی سے ترک کرنا بہتر ہے کیونکہ عہدہ سے
انکار کر دینا تو امر سہل ہے اگر متقرر ہوکر موقوف ہونا شاق ہے اسلیے موقوفی سے نہایت صدمہ ہوتا ہے جیسے کہ مثل مشہور ہے
کلاو ترا شیدہ مرد کنام تو بود۔ کی سچا آدمی کی موقوف ہونیے نہ دل بھی اپنی نہین ہے تاکہ یہ داخل ہے امر حق سے
باطل کی طرف میل کرنے لگتا ہے اور اوسکے باعث قعر جہنم مین گرتا ہے مگر مرتے تک اوس عہدہ کو چھوڑنے کو

دل نہیں چاہتا اگر زبردستی سے موقوف ہو جاوے تو ہو جاوے پھر موقوفی چنانچہ اس حکومت کے ساتھ بہت گتی ہے اور انکو کیسا عذاب و رنج ہوتا ہے سو جو صورت کہ نفس کی خود ولایت کا مائل ہو کر آدمی کو اوسکی جستجو پر برانگیختہ کرے تو یہ علامت شر کی ہے اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انا لا نولی امرنا من سالنا اور جب اختلاف حکم قوی اور ضعیف کا معلوم ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا منع فرمانا حضرت رافع رضہ کو حکومت سے اور پھر خود اوسکو اختیار فرمانا ایک دوسرے کا مناقض نہیں۔ اور عہدہ قضا اگرچہ سلطنت سے کم ہے مگر ویسا ہی ہے اسلیے کہ اس میں بھی حکومت پائی جاتی ہے جو طبعًا محبوب ہے اور اوس میں اگر اتباع حق ہو تو ثواب بہت زیادہ ہے اور اگر عدول حق سے پایا جاوے تو عذاب بھی بہت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قاضی تین قسم کے ہیں جن میں سے ایک جنت میں ہے اور دو دوزخ میں آئے۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو خود درخواست قاضی بننے کی کرتا ہے وہ بدون چھری کے ذبح ہوتا ہے حاصل یہ کہ اسکا حکم اور امارت کا ایک ہے جو لوگ کہ ضعیف ہیں اور دنیا و مافیہا کو اونکی نظروں میں کچھ قدر ہے وہ اس سے احتراز کریں اور جو لوگ کہ زبردست ہیں کہ امر الٰہی میں کسی کی طعن سے نہیں ڈرتے وہ لوگ اس عہدہ کو اختیار کریں۔ اور جب بادشاہ ظالم ہوں اور یہ معلوم ہو کہ جو قاضی ہوگا اوسکو اپنے کام کی بجا آوری میں اونکی خاطر کرنی پڑے گی اور بعض حقوق کو اونکے خواہ اونکے متعلقین سے درگذر کرنا ہوگا یعنی یہ خوف ہو کہ اگر انپر امر حق کا حکم ہو گا تو ہمارا عہدہ جاتا رہے گا یا کہنا نہ مانینگے تو ایسی صورت میں عہدہ قضا کو ہرگز اختیار نکرنا چاہیے اور اگر کوئی اختیار کرلے تو اوسکو چاہیے کہ حقوق کا مطالبہ سلاطین اور اونکے متعلقین سے اوروں کی طرح ہو موقوفی کا تعذر اس میں کار آمد نہیں کہ اپنے موقوف ہونے کے ڈر سے حقوق چھوڑ دے بلکہ اگر امر حق کی بجا آوری میں موقوف بھی ہو جاوے تو خوش ہونا چاہیے کہ خدا نے بلا ٹالی۔ اور اگر نفس پر موقوفی شاق گذرے اور اہمال حق میں کچھ مضائقہ نجانے تو یہ شخص متبع ہوائے نفس اور شیطان کا ہے پھر ثواب کی توقع تو کیا ہو گی زمرۂ ظالمون میں دوزخ کی طبقۂ اسفل میں جاوے گا اور وعظ و تدریس اور روایت حدیث اور سند عالی کا بھی یہی حال ہے یعنے جن چیزوں سے کہ جاہ اور قدر بڑھتی ہے اونکی آفت بھی مثل آفت ولایت بڑی ہے سلف کے لوگ جبتک اوس سے مفر دیکھتے تھے تب تک فتوی کو ٹلتے اور یہ فرماتے کہ حدثنا منہ سے نکالنا دنیا کے دروازون میں سے ایک دروازہ ہے اور جو اس لفظ کو منہ سے کہتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میری توقیر کرو۔ حضرت بشر رضہ نے کئی الماریاں حدیث کی دفن کر دین اور فرمایا کہ میں روایت حدیث اسلیے نہیں کرتا کہ میرا دل تمنا حدیث کے بیان کی رکھتا ہے اگر تمنا یہ ہوتی کہ میں حدیث نکہوں تو البتہ بیان کرتا۔ اور واعظ اپنے وعظ سے جو لوگوں کے دلوں پر تاثیر اور رقت پیدا ہو کر گریہ اور اونکی توجہ اپنی طرف پاتا ہے تو اسکے دلپر وہ لذت حاصل ہوتی ہے جسکے برابر کوئی لذت نہیں اور جب لذت غلبہ کرتی ہے تو طبیعت کو میل ہوتا ہے کہ کلام ایسا کہنا

تب بھی لوگونکے تحقیر مین تو ذاکر قید سے بچا لین اور ان علوم کو مطالب تحصیل علاوہ ازین جب اوسنے ذکر علم کو وعظ کیا ہی کہ اس مین کوئی اثر
لوگون کے ترک دنیا کرنیکا جسکو کچھ بہرہ دین مین نہو تو کسی فرد خاص و فکر لوگون کا بچنا ہی اسلیے کہ خدا تعالی اونکو برباد
کرے گا بلکہ اپنے نفس کا خیال چاہیے ہی سچ ہم کہتے ہین کہ جب کسی شہر مین بہت سے واعظ وعظ کہتے ہون تو منع سے سر
چند لوگ باز رہینگے سب کے سب نہ رہینگے اور لذت ریاست کو نہ چھوڑینگے ہان اگر شہر بھر مین ایک ہی واعظ ہو اور
اوسکا وعظ لوگون کو مفید ہو یا بلحاظ کہ وہ خوش بیان ہو وضع ظاہر اچھا ہو اور لوگونکو یہ خیال ہو کہ یہ شخص صرف خدا کے واسطے
کہتا ہی اور تارک دنیا ہی تو ایسے شخص کو ہم منع نہین کرتے بلکہ اوسکو کہتے ہین کہ وعظ بیان کر اور نفس سے مجاہدہ کر اور اگر وہ یہ
کہے میرا نفس تابع ہوتا نہین تو بھی ہم یہی کہین گے کہ وعظ کہہ اور مجاہدہ کر اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ اگر وہ وعظ چھوڑ دیگا تو
آدمی سب تباہ ہو جاوینگے کوئی اوسکا قائم مقام نہین جو انکو راہ نیک بتاوے اور بالفرض اگر وہ شخص محبت وعظ کی
اسی غرض سے کرتا ہی کہ جاہ حاصل ہو تو اسکا وبال صرف اوسی پر ہی پس سب کا دین سلامت رہنا ہمکو خاص اوسکے دین کی
سلامتی سے بہتر معلوم ہوتا ہے اوس شخص کو ہم اوروں پر تصدق کرتے ہین اور کہتے ہین کہ شاید یہ ایسا ہی شخص ہے کہ جسکے حق مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ بعض واعظ ایسے ہو
کہتے ہین کہ اپنی کلام اور ظاہر صورت سے دنیا کا زاہد ہو اور لوگونکو آخرت کی رغبت دلاوے اور جو امور کہ انکے بنانے کے
واسطے ایجاد کیے ہین کہ چکنے چکنے کلمات اور مسجع الفاظ شعرون مین ملی ہوئی بولتے ہین جنسے نہ دین کی تعظیم مقصود
نہ مسلمانون کو خوف دلانا بلکہ اون سے جرات اور آرزو گناہون کی حاصل ہوتی ہین تو ایسے واعظون کو جلاوطن
کرنا واجب ہے اسلیے کہ وہ لوگ نائب دجال و شیطان کے قائم مقام ہین اور ہم ایسے واعظون کا ذکر کرتے ہین جنکا وعظ اچھا ہو
خود بظاہر اچھے ہون مگر دل مین محبت جاہ کے سوا کچھ اور مقصود نہو اور جو وعید کہ ہم نے باب العلم مین برے عالمون کے
حق مین لکھی ہی اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ علم کے فتنون سے پرہیز رہنا ضروری ہی حضرت عیسی علیہ السلام نے
یون ارشاد فرمایا ہی کہ اے برے عالمو تم روزہ نماز صدقہ بجالاتے ہو اور جس کام کو لوگون کو کہتے ہو خود نہین کرتے لوگون کو
نصیحت کرتے ہو اور خود عمل نہین کرتے یہ بات بڑی خراب ہی زبان سے توبہ توبہ کرتے ہو اور ہوای نفسانی کے موجب
عامل ہو کہو تو اس سے کیا کام نکلے گا کہ بدن کو صاف کر لیا اور دل ناپاک رہا مین سچ کہتا ہون کہ تم چھلنی کی موافق مت ہو کہ
اچھا آٹا نیچے گر پڑے اور بھوسی اندر رہ جاوے یہی حال تمھارا ہی کہ منہ سے حکمت کی باتین نکالتے ہو اور سینون مین کدورت بھری رہے
اے دنیا کے بندو بھلا وہ شخص کیسے آخرت کو پاویگا جسسے دنیا کی شہوت منقطع ہو نہ اوسکی رغبت مین سچ کہتا ہون کہ تمھارے
دل تمھارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تم نے اپنی زبان مین رکھا ہی اور عمل کو پاؤن تلے دنیا کی بہتری آخرت کو بگاڑ کے
تمھارے نزدیک دنیا کا سنورنا آخرت کی سنوارنے سے محبوب ہے اگر تامل کرو تو تم سے زیادہ [illegible] کیسے نابینا تمھارا [illegible]
چلنے والون کو رستہ بتاؤ گے اور خود حیرت والون کے مکان مین کھڑے رہو گے گویا ارباب دنیا سے تمھاری یہ غرض ہے

کہ وہ تمام دنیا تمہارے لئے چھوڑ دیں اس کو دیکھ کر تم نہیں جانتے کہ اگر تمہاری جہت ریا کی یا حسد کی تو تمکو اندھیر کر دیگا
فائدہ ہی اسیطرح اگر یہ علم تمہارے سینہ میں ہو اور دل نیک ہی اور دنیا تارک نہیں تو تمکو ایسے علم سے کیا فائدہ اور
دنیا کے بندو تم متقی بندے نہیں اسکریم ارادون کی طرح کیا عجب ہے کہ دنیا تمکو جڑ سے اوکھاڑ دے اور منہ کے بل
گرا دے پھر نتھنوں کے بل اوندھے ہو جاؤ اور تمہارے گناہ تمہارے ساتھ کے بال پکڑیں اور پیچھے سے تمکو علم دھکا دے
اور اسی حال میں تمکو حاکم اور سچے بادشاہ حقیقی کے سامنے لیجا دیں اور وہ بے یار تمکو رسوا کریں پر واقف کرکے
تمہارے اعمال بد کی سزا دیگا انتہی اس حدیث کو حارث محاسبی رحمۃ اللہ نے کسی کتاب میں لکھکر کہا ہی کہ یہی عالموں کا حال ہے
یہ لوگ انسانوں کے شیطان ہیں اور لوگوں کے حق میں فتنہ متاع دنیا وی کا اور رغبت ان میں رغبت کرکے اسی کو
آخرت پر ترجیح دی ہے اور دین کو ذلیل کیا ہے یہ لوگ دنیا میں بھی باعث ننگ و عیب ہیں اور آخرت میں قرینا کا
دہی ہیں اسواگر کوئی کہے کہ یہ آفات تو ظاہر ہیں مگر علم اور وعظ کے باب میں بھی تو بہت سی ترغیبیں منقول ہیں چنانچہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک من الدنیا وما فیھا اور فرمایا
ایما داع دعا الی ھدی واتبع علیہ کان لہ اجرہ واجر من اتبعہ اسکے سوا اور بہت سی فضائل علم کے
ہیں تو عالم کو یوں کہنا چاہیئے کہ علم میں مشغول ہو اور خلق کی ریا کو ترک کرے جیسا اگر کسی شخص کو نماز میں ریا آجاتا ہو تو اوسکو
کہا جاتا ہے کہ عمل کو ترک مت کر بلکہ اوسکو تمام کر اور نفس پر مجاہدہ کر تو اسکا جواب یہ ہے کہ علم کی فضیلت بھی بہت ہے
اور اسکا خطرہ بھی بہت بڑا ہے جیسے خلافت و امارت کا تھا اور کسی کو اسکے سوا ہمیں یوں کہنا چاہیئے کہ علم کو
ترک کر دو اسواسطے کہ نفس علم میں تو کچھ آفت نہیں آفت تو آمیزش سے ہے کہ وعظ و تدریس و روایت حدیث سے وہ لیے
اٹھا سکے ہو اور جب تک بھی ترک علم کو نہ کہنا چاہیئے جبتک کہ عالم ایسے نفس میں تحصیل علم کا باعث کوئی امر دینی پاسکے
محلوط پاتا ہو لیکن جبکہ اسکا محرک سوائے ریا کے اور کچھ نہ ہو تب البتہ ویسے حق میں ترک اظہار مفید تر اور سالم تر ہے
جس طرح نفل نماز میں اگر محرک صرف ریا ہی ہو تو اوسکا ترک واجب ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ اثنائے صلوۃ میں
وسوسے ریا کے حلول کرتے ہوں اور وہ اونکو برا جانتا ہے تو عبادت کو ترک کرنا نہ چاہیئے اسلیے کہ آفت ریا کی
عبادت میں ضعیف ہوتی ہے اور ولایات میں اور علم کے باعث مناصب عالیہ کے دریئے ہونے میں بہت قوی ہے
غرضیکہ آفت کے اعتبار سے ان چیزوں کے تین مرتبے ہیں اول ولایات کہ ان میں بہت بڑے آفات ہیں اور سلف کے
بہت سے لوگوں نے انکو بخوف آفت ترک کر دیا ہے دوم نماز و روزہ و حج و جہاد انکو سلف کے زبردست اور ضعیف
سب اکابر نے کسی سے ترک کرنا آفت کے خوف کے مارے منقول نہیں اسلیے کہ ان میں آفات ضعیف ہیں اور
ادنیٰ قوت سے دور ہو سکتے ہیں اور عمل صرف خدا کے لیے ہو سکتا ہے سوم ان دونوں قسموں کے درمیان کا رتبہ ہے یعنی
در پے ہونا وعظ و فتوی و روایت حدیث و تدریس کے لیے ان میں جو آفتیں ہیں وہ اول قسم کی نسبت کم ہیں اور

دوسرے کی نسبت زیادہ پس نماز وغیرہ جن مین آفات کمزور ہین اوسکو تو چاہیے کہ نہ قوی لوگ ترک کرین نہ ضعیف
بلکہ ریا کے وسوسونکو دفع کرین — اور ولایات ضعفا کو بالکل ترک کرنا چاہیے نہ قوی لوگون کو ہی مناصب علم و وعظ
فرقون مین متوسط ترک ہنی چاہیین تاہم جس شخص نے منصب علم کو امتحان کیا ہے وہ جانتا ہے کہ عالم اور والی ایکدوسرے
سے مشابہ ہین اور منصب علم سے حذر کرنا ضعیف کے حق مین بہت بہتر ہے — اور یہان ایک تیسرا رتبہ ہے یعنے
مال کو جمع کرنا اور مستحقون مین تقسیم کرنا اس واسطے کہ جود وسخا اور اظہار سخا سے بہی لوگ ثناخوان ہوتے ہین اور لوگون کے
دل خوش کرنے سے نفس کو مزہ ملتا ہے اسمین بہی آفات بہت ہین اسی لیے جب حسن بصری رح سے لوگون نے پوچھا کہ ایک
آدمی تو بمقدار قوت حاصل کرکے بیٹھ رہتا ہے اور دوسرا مقدار قوت سے زیادہ تلاش کرکے جسقدر قوت سے
بچتا ہے خیرات کر دیتا ہے ان دونون مین افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ اول شخص افضل ہے کیونکہ آپ جیسے
لوگون کو معلوم تہا کہ دنیا مین پہنسکر کوئی کم سلامت بچتا ہے اور زہد ہی کا نام ہے کہ دنیا کو تقرب الی اللہ
کے لیے ترک کرے — اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ اگر مجکو پچاس دینار ہر روز آمدنی ہو اور اونکو مین
دمشق کی مسجد کی سیڑہیون پر کہڑا ہوکر تقسیم کر دیا کرون تو یہ امر مجہے اچہا نہین معلوم ہوتا اور کوئی یہ نہ سمجہے
کہ مین بیع و شرا کو حرام کرتا ہون بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ مین اونہین لوگون مین رہون کہ جنکی شان مین یہ
آیت ہے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ — اور علما کا اس مسئلہ مین اختلاف ہے ایک فرقہ یہ فرماتا ہے
کہ جب دنیا کو وجہ حلال ہی سے کماوے اور اوس سے بچا رہے اور خیرات کر دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ عبادات نوافل
مین مشغول ہو اور ایک لوگون کا یہ قول ہے کہ ذکر اللہ کی مداومت مین بیٹہا رہنا صدقہ سے افضل ہے اسلیے کہ لینے دینے مین
خدا کا دہیان نہین رہتا اور اسی کے مؤید حضرت عیسی علیہ السلام کا قول ہے کہ فرمایا اے طالب دنیا سلوک و نیکی
کے لیے تیرا ترک کرنا دنیا کو زیادہ نیک ہے — اور ادنے بات مال کی یہ ہے کہ اوسکی اصلاح مین خدا کے ذکر کا
شغل نہین رہتا حالانکہ ذکر الہی سب سے بڑا اور افضل ہے یہ تو اوس شخص کے حق مین ہے جو آفات سے محفوظ رہے
اور جس شخص کو کہ آفت ریا لگ گئی ہو تو ظاہر ہے کہ اوسکے لیے ترک مال افضل اور عمدہ ہے اور بلا اختلاف ایسے
شخص کو ذکر مین مشغول ہونا بہتر ہے حاصل یہ کہ جو چیزین خلق سے متعلق ہین اور اوس مین نفس کو لذت ہے
اون سے آفتون کا ہجوم ہوتا ہے ایسی صورتون مین مستحب یہ ہے کہ عمل کرے اور آفتون کو دفع کرے
پس اگر دفع نہ کر سکے تو چاہیے کہ تامل و اجتہاد سے اپنے دل سے فتوے لے اور دل مین جس قدر خیر اور
جس قدر شر ہو دونون کو تولے اور نور علم سے جو کچہہ سمجہہ مین آوے وہ کرے طبیعت کے میل سے
نہ کرے اور اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو چیز دل پر آسان معلوم ہوتی ہے اوسمین ضرر ہوتا ہے اسلیے
کہ نفس سواے شر کے اور کچہہ مشورہ نہین دیتا اور امر خیر سے لذت کم پاتا ہے اور خیر کی طرف رغبت کبھی

کم کرنا ہو کیونکہ بعض اوقات یہ بھی کچھ نصیب نہیں یہ باتیں ایسی ہیں کہ بیر جو احمد الحکیم نفسی اور اتمامات کو نہیں ہو سکتا
اسی لیے اونکو اچھا دلی پر حوالہ کیا جاتا ہے تاکہ جو بات دین کے لیے سالک سمجھے اور بے کھٹکے ہوا ونکو
بجا لاوے اور ریت کو کم نہ مارے۔ پھر بعض اوقات حال کو اس مال سے دھوکا پڑ جاتا ہے تو مال کو
تو جمع کرتا ہے مگر بخوف آفت خرچ نہیں کرتا ہے اسکا نام بخل ہے اور یہ بعینہ اسکے خلاف ہے کہ صدقات کا تو لیا کرے اور ما جائز
کبھی مال کا خرچ کرنا ہی بہت جمع کرنے کے افضل ہے اور اختلاف اوس شخص کے حال میں ہے جسکو حاجت کمائی کی ہو کہ اوسکے حق میں
کونسی بات بہتر ہے کسب اور انفاق کو ترک کرکے ذکر میں لگا رہنا یا کسب حلال کرکے خیرات میں خرچ کرنا اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ
کسب میں بہت سی آفتیں ہیں لیکن جو مال کہ وجہ حلال سے حاصل ہو اور اسکو بڑا ارادہ سے ایسا کرے تو اسکا حال افضل ہے اسی علامتوں سے
کہ واعظ کو معلوم ہو جاوے کہ اوسکو لوگوں کا دکھلانا منظور نہیں صدق و اخلاص ہی باعث وعظ ہے
اونکا سننا چاہیے اول تو یہ پہچان ہے کہ اگر کوئی شخص اوس سے اچھا وعظ کہنے والا حاضر یا زیادہ علم والا ظاہر
ہو اور لوگ اوسکو زیادہ تر مانیں تو اوسکی حسد نکرے بلکہ خوش ہو ہاں اگر غبطہ کہیں لیتے یہ چاہیے کہ جیسا علم
اوسے ہے ویسا ہی مجھے ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے دوسری یہ کہ اگر بڑے آدمی اوسکی مجلس میں
آجاویں تو جیسا پہلے سے کہہ رہا تھا ویسا ہی کہے جاوے کچھ کلام میں تبدیل نکرے سب لوگوں کو ایک نظر سے
دیکھے تیسری یہ کہ اس بات کو اچھا نہ سمجھے کہ بہت سے لوگ میرے ساتھ ہوں اور بازار میں کوئی مجھسے آگے نہ بڑھے
اور سوا اسکے بہت سی علامتیں ہیں جنکا شمار طویل ہے سعید بن ابی مروان سے روایت ہے کہ میں پہلو میں حضرت
حسن بصری رح کے بیٹھا تھا اور آپ مسجد میں کچھ فرماتے تھے اتنے میں دروازے سے حجاج بن یوسف مع
اپنی اردلی کے زرہ پہنے اور گھوڑے پر سوار اندر آیا اور مسجد میں چاروں طرف دیکھنے لگا تھا اتفاق کہ حضرت حسن رح کے
حلقہ میں تھا اور جگہہ پایا اوسی طرف متوجہ ہوا جب قریب حلقہ کے پہنچا تو سواری سے اوتر پڑا اور حضرت حسن رح
کی طرف کو چلا جب آپ نے اوسکو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو تھوڑی سی جگہہ اپنی نشست میں سے چھوڑ دی
سعید کہتے ہیں کہ میں نے بھی تھوڑی سی جگہہ اپنی نشست میں سے چھوڑ دی تو مجھ میں اور حضرت حسن میں تھوڑا سا فاصلہ
ہوگیا اوسقدر جگہہ میں حجاج آکر بیٹھ گیا اور حضرت حسن رح جیسا کلام ہر روز کیا کرتے تھے ویسا ہی کہہ رہے تھے اوس وقت
بھی کہتے رہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج حسن رح کی آزمائش ہوگی دیکھوں حجاج کے بیٹھنے سے کچھ کلام زیادہ کرینگے جس سے
اوسکی طرف تقرب پایا جاوے یا اوسکے رعب میں آکر کچھ کلام کم کرتے ہیں حضرت حسن رح اور دنوں کی مانند ایک ہی روش کی
یہانتک کہ کلام تمام کردیا اور کچھ پروا نکی کہ کون بیٹھا ہے جب آپ کلام سے فارغ ہوئے تو حجاج نے اپنا ہاتھ اوٹھا کر آپکے
مونڈھے پر مارا اور کہا کہ شیخ نے سچ کہا اور خوب کہا تم لوگ ایسی ہی مجالس میں بیٹھا کرو اور جو کچھ وہاں سنو اوسکو اپنا خلق و
عادت بنالو کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجالس الذکر ریاض الجنۃ اور ہم

لوگ تو نفاق کے انتقام میں مبتلا ہوگئے ورنہ ان مجالس میں ہم سے زیادہ تم نہ بیٹھتے کیونکہ ہمکو ان مجالس کی خوبیان
زیادہ معلوم ہیں بعد اسکے حجاج نے تبسم کرکے ایسی تقریر کی کہ حضرت حسن رح اور حاضرین جلسہ سب اسکی بلاغت سے متعجب ہوگئے
اور فارغ ہوکر اوٹھ کھڑا ہوا تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی شام کا حضرت حسن رح کی مجلس میں آیا اور جس جگہ حجاج کھڑا تھا
وہان ہی کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ اے مسلمانو خدا کے بندو تمکو تعجب نہیں آتا کہ میں ایک شخص نہایت بوڑھا ہون اور جہاد کرتا ہون
گھوڑے خچر کی اور خیمہ کی مجھے تکلیف ہے اور میرے پاس تین سو درہم ہیں جو لوگون نے دیے ہیں اور میری سات
لڑکیان ہیں غرض یہانتک اپنی تنگدستی کی شکایت کی کہ حضرت حسن رح اور سب اونکے ساتھی و ہمسر رحم کرنے لگے اور حضرت
حسن رح سر نیچے جھکائے تھے جب وہ شخص کلام سے فارغ ہوا تو آپ نے سر اوٹھایا اور فرمایا کہ خدا ان لوگون سے سمجھے انھون نے
اللہ کے بندون کو اپنا غلام تصور کیا ہی اور خدای تعالی کے مال کو اپنا مال سمجھ لیا ہے لوگون سے دینار و درہم کے لیے لڑتے ہیں جب
دشمن خدا جہاد کو جاتا ہے تو خود چمکیلے خیمون میں رہتی ہیں اور تیز سواریون پر سوار ہوتے ہیں اور اگر دوسرے کسی مسلمان بھائی کو
جہاد پر بھیجتے ہیں تو بھوکھا پیاسا پیادہ بھیجدیتے ہیں اس طرح کی باتیں بری بری آپ نے سلاطین کے حق میں کہیں
اور بادشاہون کے عیبون میں سے کچھ فروگذاشت نکیا ایک شخص اہل شام میں کا اوٹھا اور آپ کی چغلی حجاج سے جاکر کی اور بعینہ
آپ کا کلام نقل کردیا تھوڑی ہی دیر کے بعد حجاج کا آدمی آیا اور آپ سے کہا کہ امیر نے یاد کیا ہی حضرت حسن رح ساتھ ہولیے
اور ہمکو خوف ہوا کہ دیکھیے اس سخت کلامی کا کیا نتیجہ ہو ذرا دیر کے بعد آپ تبسم کرتے واپس آئے اور میں نے بہت کم آپ کو
ہنستے دیکھا آپ کا دستور ہمیشہ سے مسکرانے ہی کا تھا جب تشریف لاکر اپنی جگہ بیٹھ گئے تو امانت کی عظمت بیان
فرمائی اور فرمایا کہ کسیکے پاس بیٹھنے میں بھی امانت ہی شاید تمکو بھی خیال ہوگا کہ خیانت درم و دینار کے سوا اور کسی چیز میں
نہیں حالانکہ اشد خیانت یہ ہی کہ تم لوگ ہمارے پاس بیٹھو اور ہم تیرا اعتبار کرکے کچھ ذکر کریں پھر تم اوسکو ایک آگ کے
شعلہ کے پاس جاکر کہدو میرا حال یہ ہوا کہ جب اوس شخص کے سامنے یعنے حجاج کے گیا تو اوسنے کہا کہ آپ اپنی زبان کو
کوتاہ کریں یہ جو الفاظ کہے کہ جب دشمن خدا خود جہاد کرتا ہے تو ایسا ایسا ہوتا ہے اور جب دوسرے جہاد کرتا ہی تو چنین چنان
کرتا ہے یہ باتیں مت کہو ہمیں اسکی کچھ پروا نہیں کہ تم لوگون کو ہم پر انگیختہ کرو اور نہ ہم اس بات سے تمھاری نصیحت کو
لغو جانیں مگر آپکو یہ باتیں کم کرنی چاہییں پھر حضرت حسن رح نے فرمایا کہ اس طرح خدا نے اوسکو دفع کیا انتہی ایک بار
حضرت حسن رح سوار ہوکر گھر تشریف لیے جاتے تھے پیچھے پھر کر جو دیکھا تو بہت لوگ آپکے پیچھے چلتے تھے آپ ٹھہر گئے اور فرمایا
کہ تمکو کچھ مجھسے حاجت ہے یا کچھ پوچھنا چاہتے ہو جو ساتھ آتے ہو ہٹ جاؤ یہ صورت بندے کے دل میں کچھ باقی
نہیں چھوڑتی تو ان علامات اور انکے مانند اور نشانیون سے حال باطن کا معلوم ہوجاتا ہے اور جن
عالمون کا یہ حال ہو کہ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہون اور جلتے ہون اور انس و اعانت کا باہم
نام بھی نہو تو معلوم کرلو کہ وہی لوگ ہیں جنھون نے زندگی دنیا کو آخرت کے عوض مول لیا اور وہی نقصان میں بھی ہیں

خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہم پر رحم کرے

دسواں بیان اس باب میں کہ عبادت کو لوگوں کے دیکھنے سے جو نشاط شدہ کو حاصل ہوتا ہے اس میں سے کونسا درست ہے اور کونسا نادرست جاننا چاہیے کہ آدمی کبھی ایسے لوگوں میں شب باش ہوتا ہے کہ وہ سب تہجد کو اٹھتے ہیں یا ان میں سے بعض آدمی تمام رات نماز پڑھتے ہیں اور اسکا دستور اپنے گھر صرف ایک تھوڑی دیر جاگنے کا تھا جب انکو دیکھا تو اسکا شوق بھی موافقت کے لیے اوبھرا اور جتنی عادت اسکو پہلے سے تھی اوس سے زیادہ ادا کی یا پہلے بالکل نہ پڑھتا تھا وہی اوس وقت صرف دیکھنے سے شریک نماز رہا اسی طرح کبھی ایسی جگہہ میں جا پڑتا ہے کہ وہاں کے سب لوگ روزہ دار ہوتے ہیں تو اسکو بھی شوق روزہ کا ہوتا ہے اور اگر وہ لوگ نہ ہوتے تو یہ شوق نہ ابھرتا تو یہ صورت شوق ونشاط کی بگمان غالب ریا معلوم ہوتی ہے اور یہ حکم جب ہی ہے کہ موافقت نہ کرے حالانکہ یہ حکم مطلق نہیں بلکہ اوسکی تفصیل ہے اسواسطے کہ ہر ایک مومن کو رغبت خدا کی عبادت اور شب بیداری اور روزہ کی ہوتی ہے مگر کسی مانع کی جہت سے اوسکو ادا نہیں کرسکتا یا غلبہ شہوات یا کثرت کاروبار یا غفلت کے باعث بھولا رہتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جہاں دوسرے کو وہ کام کرتے دیکھا پردہ غفلت دور ہوا اور موانع برطرف ہوئے خواہ کثرت کاروبار دوسری جگہہ میں نہ رہے تو اوس وقت وہ رغبت شوق اوبھر کھڑا ہوتا ہے مثلاً کبھی آدمی اپنے گھر میں رہتا ہے اور بعض اسباب سے تہجد نہیں پڑھ سکتا مثلاً گدے بچھونے کے باعث نیند سے سرمست ہوتا ہے یا اپنی بیوی کے ساتھ مزے لے رہا ہے یا اہل اقارب سے باتیں کر رہا ہے یا بال بچوں میں مصروف ہے یا اپنے دستداروں کا حساب کتاب دیکھ رہا ہے تو ایسا شخص جب کسی اور جگہہ جاوے گا تو یہ سب شغل اوس سے علیحدہ ہو جاوینگے جنسے اوسکی رغبت الی الخیر ناقص تھی اور بعض سبب خیر کے محرک پیدا ہو جاوینگے جیسے دوسرے شخصوں کو دیکھنا کہ متوجہ الی اللہ ہیں اور دنیا سے منہ پھیر لیا ہے تو انکو دیکھکر رغبت کریگا اور اوسپر نہایت شاق گذرے گا کہ خدا کی طاعت میں یہ لوگ مجھسے پیش قدم ہوں اسی بنا پر باعث دینی حرکت میں آوے گا کچھ ریا کے سبب آمادہ طاعت نہوگا۔ اور بعض اوقات اجنبی جگہہ میں جا کر آدمی کو نیند نہیں آتی تو ایسی جگہہ نیند نہ آنا ہی غنیمت جانتا ہے اور گھر پر غلبہ خواب کے سبب کچھ نہیں کرسکتا اور بعض اوقات گھر پر جو ہمیشہ رہتا ہے اسواسطے ہمیشہ تہجد پڑھنا نفس کو گوارا نہیں ہوتا اور کبھی کبھی پڑھ لے تو ہو سکتا ہے تو اسی طرح کی باتیں سبب شوق ہو جاتی ہیں جنکے موانع نہیں ہوتی اسی طرح اپنے گھر میں آدمی کو روزہ مشکل پڑتا ہے کیونکہ ہر طرح کی لذیذ چیزیں کھانے کی عمدہ موجود رہتی ہیں اونکو چھوڑنے پر صبر نہیں کرسکتا اور جس جگہہ وہ چیزیں نہیں ملتی وہاں کچھ صبر دشوار نہیں ہوتا اسی لیے باعث دینی ایسی جگہہ حرکت میں آکر روزہ رکھوا دیتا ہے کیونکہ شہوات موجودہ عوائق وموانع روزہ کی ہیں اور باعث دینی پر غالب رہتی ہیں جب آدمی اون سے محفوظ رہا تو وہی باعث دینی قوی ہو جاتا ہے۔ پس اس طرح کے اسباب کا واقع ہونا

لیکن ہے اور یہ سبب لوگون کو دیکھنے اور انکے ساتھ موافقت کرنے سے ہوتے ہین۔ اور کبھی اسی وقت مین شیطان بھی عمل سے
روکدیتا ہے اور کہتا ہے کہ عمل سے گنہگار ہوگا بشرطیکہ آدمی گھر پر عمل نکرتا ہو اور نہ نماز معتاد سے زیادہ ادا کرتا ہو۔ اور
کبھی رغبت زیادتی کی انسان کو لوگون کے دیکھنے سے اسلیے ہوتی ہے کہ برائیمین اور کاہلی کی طرف منسوب
کرین خصوصاً ایسی صورت مین کہ لوگونکو یہ گمان ہو کہ یہ شخص شب بیدار ہے تو آدمی کا دل نہین چاہتا کہ اونکا عقیدہ
جیسا میری طرف تھا اوسکے خلاف ہو کر نظرون سے گر جاؤن اسی لیے اپنی منزلت کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے
ایسے حال مین شیطان اور شغل ڈالدیتا ہے کہ نماز پڑھ تو مخلص ہے خالص اللہ کے واسطے پڑھتا ہے انکو دکھلانے کو
نہین پڑھتا اور گھر پر جو ہر شب نہین پڑھتا تو کثرت موانع کی جہت سے نہین پڑھتا اور ان عوائق کا دور ہونا
سبب تیرے عمل کرنے کا ہے نلوگونکا اطلاع ہونا یہ امر ارباب بصائر پر بھی مشتبہ رہتا ہے لیکن جب معلوم ہوجاوے
کہ محرک ریا ہی ہے تو زائد از معتاد نماز ادا کرنی چاہیے گو ایک ہی رکعت کیون نہو اسواسطے کہ خدا کی طاعت پر لوگون کی
تعریف کی خواہش سے گناہگار ہوتا ہے اور اگر باعث عمل دور ہونا عوائق کا اور غبطہ اور رغبت اون لوگون کی
اعمال کی ہو تو موافقت کرنے مین مضائقہ نہین اور اسکی پہچان یہ ہے کہ دل مین سوچے کہ اگر بالفرض مین انکو نماز پڑھتی
اسی طرح دیکھتا کہ یہ لوگ مجھکو نہ دیکھتے مثلاً پردہ کی آڑ سے مین انکو دیکھتا رہتا اور اپنی جگہ سے نہ ہلتا تو ایسی صورت
مین بھی نماز پڑھنے کو نفس چاہتا یا نچاہتا پس اگر ایسے حال مین بھی لوگون کی نظرون سے غائب ہونے مین نفس نماز کا راغب
پایا جاوے تو موافقت لوگون کی کرنی چاہیے اسلیے کہ باعث عمل یا نہین صرف امر حق ہے اور اگر خود آڑ مین ہو کر نفس
نماز کا پڑھنا دشوار جانے تو لوگون کے سامنے بھی ترک کرنا چاہیے اسلیے کہ اس عمل کا باعث ریا ہی ہے اسی طرح کبھی انسان
جمعہ کے روز مسجد جامع کا اتنا شوق و نشاط کرتا ہے جتنا اور روز نہین کرتا اور ہو سکتا ہے کہ اوسکا باعث لوگونکی
تعریف ہو یا انکا شوق و نشاط اور توجہ الی اللہ سے اپنی غفلت دور ہوجاوے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگونکی
دیکھا دیکھی باعث دینی متحرک ہوتا ہے مگر اوسکے ساتھ ہی نفس مین محبت حمد بھی آتی ہے تو ایسی صورت مین اگر یہ جانے
کہ دلپر غالب ارادہ دینی ہے تو نفس کی محبت حمد سے عمل کو چھوڑنا نچاہیے بلکہ محبت حمد کو برا جانکر عبادت مین
مشغول ہو اسی طرح کبھی لوگ روتے ہین اور کوئی شخص انکو دیکھکر رونے لگتا ہے یہ رونا ریا سے نہین ہوتا بلکہ
خدا کے خوف سے ہوتا ہے اور اگر اکیلا وہ کلام سنتا تو روتا مگر لوگون کے رونے کی جہت سے دل پر نرمی آجاتی ہے
اور بعض دفعہ چونکہ رونا نہین آتا تو رونے کی صورت بنا لیتا ہے کبھی تو ریا کی جہت سے اور کبھی صدق کی
جہت سے یعنی جب لوگونکو روتا دیکھتا ہے اور اپنا آنسو بھی نہین نکلتا تو اپنے نفس پر سنگدل ہونے کا
خوف کرتا ہے اور بتکلف ویسی صورت بنانے لگتا ہے اور یہ بات اچھی ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ تامل کرے کہ اگر مین
لوگون کا رونا اسی جگہ سے سنتا کہ لوگ مجھے نہ دیکھتے تب بھی مین خوف اپنے دل کی سختی کا کرکے رونے کی

صورت بناتا ہے پس اگر لوگوں سے پوشیدہ رہنے کی صورت میں یہ بات نہو تو معلوم ہوگا کہ یہ سب محض ریا
اس خوف سے ہے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ بڑا سنگدل ہے ایسا سوز ماتم ترک کرنے کے قابل ہے حضرت لقمان
علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ ایسا خوف خدا اس طرح سے لوگوں کو مت دکھا کہ تیری تعظیم کریں حالانکہ دل
تیرا بدکار ہو۔ اسی طرح چھینکنا اور لمبا سانس بھرنا اور رونا اگر تنہائی یا اوروں کے وقت یا اور کسی وقت کبھی باعث صدق اور غم
اور خوف وندامت وحسرت کے ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کا غم واندوہ دیکھکر اور اپنی سنگدلی خیال کرکے بتکلف
سانس بھرلی اور آہ آہ کرنے لگتا ہے اور یہ امر بہتر ہے مگر کبھی اسکے ساتھ یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ لوگ جانیں
کہ یہ شخص بہت غم میں رہتا ہے سو اگر محض یہی باعث ہے تو اسکا نام ریا ہے اور اگر واقع میں حزن وملال بھی ہے اور
یہ باعث بھی تو اگر باعث ریا کو برا جانے گا اور انکار کرکے قبول نہ کرے تو اسکا رونا اور افسوس کرنا درست ہے اور اگر
دل سے میلان ریا کی طرف ہوگا تو اجر باطل اور کوشش لاحاصل ہوگی اور غضب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ اور
کبھی آہ آہ کرنا اصل میں غم کے باعث ہوتا ہے لیکن اوسکو بڑھا بڑھا کر بلند آواز سے کہتا ہے تو یہی زیادتی ریا
ممنوع ہے کیونکہ یہ امر صرف ریا ہی سے ہوئی اور کبھی آدمی پر خوف اتنا آتا ہے کہ اوس سے اپنا نفس قابو میں
نہیں رہتا اور اوسی وقت وسوسہ ریا بھی پیش ہوتا ہے تو اوسکو قبول کرلیتا ہے اوسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ آواز کو
زیادہ دردناک خواہ بلند کرتا ہے یا آنسوؤں کو منہ پر رہنے دیتا ہے کہ کوئی دیکھے کہ خوف الٰہی ہی سے نکلے تھے مگر
اوسکا نشان جو منہ پر قائم رکھا تو صرف ریا ہی کی جہت سے رکھا۔ اسی طرح کبھی ذکر سنتا ہے اور خوف کے مارے
قوے ضعیف ہو جاتے ہیں حتے کہ گر پڑتا ہے پھر شرم کرتا ہے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ بدون زوال عقل اور حالت
شدید کے کیسے گر گیا اس خیال سے تھرتھرانے لگتا ہے اور بتکلف وجد کرتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ غشی کی وجہ سے
گرا تھا حالانکہ گرنے کی ابتدا درست تھی۔ اور کبھی عقل جاتی رہتی ہے اور گر پڑتا ہے مگر جلد افاقہ ہو جاتا ہے
اوسوقت دلگیر ہوتا ہے کہ لوگ یہ کہیں گے کہ ایسا حال کیا ہے کہ ذرا دیر نہ ٹھہرا بجلی کی طرح چمک گیا تو اس خیال سے
بہت دیر تک تڑپتا رہتا ہے اور ناچتا ہے تاکہ ایسا حال دیرپا ظاہر کرے۔ اسی طرح کبھی ضعف کے بعد جلد افاقہ
ہو جاتا ہے اور ضعف بھی جلد جاتا رہتا ہے تو اس بات کا خوف کرتا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ بیہوشی اور حال ٹھیک نہ تھا
ورنہ ضعف دیر تک رہتا پس اسکے باعث اظہار ضعف اور آہ کا دیر تک کرتا ہے یعنی دوسرے کے سہارے لگتا ہے
تاکہ معلوم ہو کہ ضعف کے سبب کھڑا نہیں ہو سکتا کہیں چلنے میں جھک جھک پڑتا ہے اور قدم قریب قریب رکھتا ہے
اسلیے کہ ظاہر ہو کہ تیز نہیں چل سکتا۔ تو یہ سب باتیں شیطان کے فریب اور نفس کے وساوس ہیں تو جب ایسے
خطرے ہوں تو اونکا علاج یہ ہے کہ خیال کرے کہ اگر آدمی میرے اس نفاق پر مطلع ہو جاویں اور دل کی
بات پر آگاہ ہوں تو مجھ سے غصہ ہوں اور اللہ تعالے تو ہر وقت مطلع ہے اور اسکا غصہ بڑا سخت ہے حضرت

ذوالنون مصری رح ایکبار کھڑے ہوئے اور تھر تھرا کے گر پڑے ایک پیر اونکے ساتھ کھڑے ہوئے گر ان پر کچھ تکلف تھا
معلوم ہوتا تھا حضرت ذوالنون نے فرمایا اَللّٰہُ یَرَاکَ الَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ یعنی خدا تو تمہارے پس قیام کو دیکھتا ہے تکلف کی
کیا بیانہ وہ نیز بیٹھ گئے پس شیخ بیٹھ گیا خلاصہ یہ کہ اس طرح کے سب احوال منافقون کے ہوتے ہیں اور حدیث شریف میں
وارد ہے کہ نعوذ باللّٰہ من خشوع النفاق اور نفاق کا خشوع یہ ہے کہ اعضا تو خشوع کرین اور دل میں خشوع نہو
اور اسی قبیل سے ہے استغفار اور استعاذہ خدا تعالے کے غضب و عذاب سے کہ یہ کبھی کبھی تو دل میں خوف سمانے
اور گناہ یاد کرنے اور اوسپر ندامت کرنے سے ہوتا ہے اور کبھی ریا کے باعث ہوتا ہے پس ایسے وساوس دل پر
قریب قریب ایک دوسرے کے بعد وارد ہوکر کام سے روکتے ہیں اور ایک دوسرے میں ملتے جلتے بھی ہیں اس لیے
مناسب ہے کہ جب آدمی کو خطرہ ہو تو تامل کرے کہ یہ کیا ہے اور کہان سے آیا اگر خدا کے لیے ہے تو اوسی طرح کرے جیسا
دل میں گذرا ہے مگر اوسکے ساتھ ہی ڈرنا بھی چاہیے کہ شاید کچھ ریا پوشیدہ اوسمین ملا ہو جسکی اطلاع نہوئی ہو
اور عبادت کے قبول اور عدم قبول سے بھی ترسان رہنا چاہیے کہ اخلاص اوسمین ہوا ہے یا نہیں اور جب
اخلاص سے عمل کو شروع کیا ہے تو اس بات سے بھی احتراز چاہیے کہ وسوسہ خواہش لوگون کی تعریف کا پھر نہ آئے یا دیے
اسواسطے کہ یہ بہت دفعہ آتا ہے جب کبھی آوے تو یہ دل میں سوچے کہ اللہ تعالے میرے حال کا دانا بینا ہے
اگر میں اوسکی طاعت سے لوگون کی تعریف چاہونگا تو اوسکی غصہ میں پڑون گا اور وہ بات یاد کرے جو تین آدمیون
میں سے ایک نے حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تھی جب وہ تینون آپکے پاس آئے تھے اونسے کہا تھا کہ اے
ایوب آپ کو معلوم نہیں کہ بندہ کا عمل ظاہر جس سے نفس کی طرف سے فریب دیا کرتا ہے جاتا رہے گا اور امر باطن جزا دیا جاوے گا
اور بعض اکابر یون دعا مانگتے کہ الٰہی میں تجھسے اس بات کی پناہ مانگتا ہون کہ لوگ مجھے جانیں کہ میں تجھسے ڈرتا ہون
حالانکہ تو مجھسے ناراض ہو اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یون دعا مانگتے کہ الٰہی میں تجھسے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ لوگون کی نظر میں تو
میرا ظاہر اچھا ہو اور اونسے الگ ہوکر تیری لیے میرا باطن برا ہو اپنی جی میں لوگون کو دکھلاوے کو تو محافظت کرون اور تو جو
میرے حال سے مطلع ہو اوسکو برباد کرون لوگون کے واسطے تو اچھے عمل ظاہر کرون اور تیرے لیے برے عمل پیش کرون
حسنات سے تو لوگون کا تقرب چاہون اور تیری طرف سیئات لیکر آؤن اور تیرے غصہ اور ناراضی کا باعث ہون اے
پروردگار عالم ان سب باتون سے مجھکو پناہ دے اور حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس جو تین شخص آئے تھے اونمین سے ایک نے کہا کہ
اے ایوب جو لوگ خدا سے حاجت مانگتے وقت اپنے ظاہر کی حفاظت اور باطن کی بربادی کرتے ہیں وہ کل منہ سیاہ ہوں گے
یہ ہین اقسام ریا کی بندہ کو چاہیے کہ دل کی خوب حفاظت کرے تاکہ آفات پر مطلع ہو جایا کرے کیونکہ حدیث شریف
میں ہے کہ ریا کے ستر دروازے ہیں اور معلوم ہو چکا ہے کہ اونمیں سے بعض پوشیدہ تر بعض سے ہیں یہان تک کہ بعض چیونٹی
کی چال کے موافق ہیں اور بعض اوس سے بھی پوشیدہ تر اور ظاہر ہے کہ جو ایسی خفی چیز ہو اوسکا بدون شدت تلاش

اور حفاظت کر معلوم نہیں کر سکتا اور کوشش کے بعد بھی اگر معلوم ہو جاوے تو غنیمت ہے سبب تلاش وجستجو دل کے اور
بدون امتحان نفس اور تفتیش اوسکے فریبوں کے توقع اونپر مطلع ہونے کی رکھنی دشوار ہے خدائے تعالے اپنے

ایسے کرم و احسان سے اون آفات سے بچاوے

گیارھوان بیان اس امر میں کہ مرید قبل عمل اور بعد عمل اور بیچ عمل مین کیا کرنا چاہیے واضح ہو کہ سب سے بہتر
کے حق میں یہ ہے کہ تمام اوقات میں اپنی طاعتوں پر خدائے تعالے ہی کے علم پر قناعت کرے اور علم الٰہی پر اوسی کو
قناعت ہوتی ہے جو خدائے تعالے ہی سے خوف کرے اور اوسی سے توقع رکھے اور جو شخص غیر سے خوف و توقع رکھیگا وہ اوسکی
اطلاع کا بھی خواہاں ہوگا کہ میرے عمدہ احوال کی اوسکو اطلاع ہو پس جب یہ صورت کسی کی ہو تو چاہیے کہ دل میں عقل و
ایمان کی جہت سے اس امر کی برائی کو لازم کرلے اسلیے کہ اسکے باعث یہ ڈر ہے کہ حق تعالے ناراض ہو جاوے اور جب ایسی
طاعتیں مٹھی اور رشاق کرے جو اور دل سمجھو سکیں اوسوقت اپنی نفس کی حفاظت پر ضرور ہے اسلیے کہ ایسے حال مین
نفس کو اونکے افشا کی کمال حرص ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ تیرے اس بڑے عمل یا ایسے عظیم خوف یا اس جیسی رونے پر اگر خلق کو
اطلاع ہوگی تو تجھکو سجدہ کرنے لگیں گے اسلیے کہ خلق میں اور کون ہے جو ایسا کر سکے تو ایسے عمل کے چھپانے پر کیسے راضی ہے
لوگوں کو تیرا مقام کیسے کھلیگا اور قدر کسطرح معلوم ہوگی اقتدا سے محروم رہینگے غرض جب یہ صورت پیش ہو
تو عابد کو چاہیے کہ ثابت قدم رہے اور اپنے عمل کی بڑائی کے مقابلے مین عظمت ملک آخرت اور لاانتہا نعمت جو ابدالآباد
رہینگے یاد کرے اور یہ بھی سوچے کہ خدا کی طاعت پر بندون سے ثواب لینے میں کیسا بڑا غصہ اور عداوت الٰہی ہوگا اور
عمل کا ظاہر کرنا دوسرے پر گو اچھا معلوم ہوتا ہے مگر خدا کے نزدیک تو جب تنزل ہے ثواب عمل کا بالکل کھو دیتا ہے
اور پھر نفس کو یوں سمجھا دے کہ ایسے عمل کو مین لوگوں کی تعریف کے بدلے مین کس طرح دیدالون و لوگ تو عاجز
نہ میرے رزق پر قدرت رکھتے ہین نہ موت پر اسی بات کو دل میں جماوے ایسا نہو کہ یاس چھا جاوے اور سستی کرنے لگے کہ خلا تو
زبردستوں کا کام ہے جو خلط ملط کر دیتے ہین اونکی مثال ایسی کہاں آسکتی ہے اور اسی باعث سے اخلاص میں محنت چھوڑ کر
بلکہ یہ جاننا چاہیے کہ متقیوں کی نسبت غیر متقیوں کو اخلاص کی حاجت زیادہ ہے اسلیے کہ متقیوں کی اگر
نفلیں جاتی رہینگی تو فرائض تو کامل ہین گے غیر متقی کے تو فرائض ہین بھی نقصان ہے اور اوسکا نقصان
نوافل ہی سے پورا ہو جاویگا اگر نوافل درست نہوئیں تو فرضوں کے نقصان کے باعث تباہ ہو جاویگا غرض کہ غیر متقی کو حاجت
اخلاص کی زیادہ تر ہے اور تمیم داری رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ قیامت کو بندہ کے حساب کے وقت
اگر فرضوں میں کمی ہوگی تو حکم ہوگا کہ دیکھو اسکی نفل بھی کوئی ہے یا نہیں اگر نفل نکلے گی تو اوس سے فرض کا نقصان
پورا ہو جاویگا ورنہ ہاتھ پاؤں پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جاویگا انتہی تو قیامت میں جو شخص خلط ملط عمل میں کرتا ہی
آدمی کو ضرورت فرضوں کے پورا کرنے کی ہوگی کہ اوسکے فرض ناقص ہونگے اور گناہ کثرت سے اور گناہونکے کفارہ کی بھی

حاجت ہوگی او وجہ نقصان فرض اور کفارہ گناہ بدون نوافل میں اخلاص کئے نہیں ہو سکتا اور متقی جو نوافل میں اخلاص
کرتا ہے تو وہ ترقی درجات کا خواہان ہے ورنہ اگر نفل اسکی پاس نہو گی تب بھی اتنے حسنات ضرور ہیں جنسے جنت ملجاوے
اس سے معلوم ہوا کہ خوف اطلاع خدای تعالی کا ہر وقت دل کے ساتھ رہنا ضرور ہے تاکہ نوافل صحیح ہوں - پھر بعد فراغ عمل کے بھی یہ
خوف رہنا چاہیے تاکہ اوس عمل کو ظاہر نکرے اور لوگوں سے نہ کہے جب یہ سب باتیں کر چکے تب اس بات کا خوف چاہیے
کہ کہیں ایسا نہوا ہو کہ ریای پوشیدہ اسمیں داخل ہو گیا ہو اور مجکو اطلاع نہوئی ہو اس بنا پر اپنی عمل کے قبول اور عدم قبول میں
شک کرنا ضرور ہے یعنے یہ سوچے کہ ہو سکتا ہی کہ خدای تعالی نے میری نیت خفیہ لکھ لی ہو اور اوسکے سبب مجھسے ناراض ہو کر
میرا عمل سر پر مارے اور یہ شک اور خوف عمل کے وقت اور بعد عمل چاہیے ابتدا نیت عمل میں نچاہیے بلکہ ابتدا میں تو اسبات کا
یقین کرے کہ میں مخلص ہوں اور سوا رضای خدا کے اور کچھہ نہیں چاہتا تاکہ عمل درست ہووے اور جب عمل شروع کرنے پر ایک ایسا
لحظہ گذر جاوے جس میں غفلت اور نسیان ہو سکتی ہو تو اسبات کا خوف مناسب حال ہے کہ اس غفلت میں شاید کوئی شائبہ
ریا خواہ عجب کا آ گیا ہو جس سے عمل باطل ہو گیا ہو مگر توقع قبول کی اغلب ہے اسواسطے کہ عمل کے اندر با اخلاص یقینا داخل
ہوا ہے اور اسبات میں شک ہی کہ ریا کی سبب عمل فاسد ہو گیا یا نہیں تو یقینی بات کیطرف گمان غالب ہے اور اسبات کے
معلوم کرنے سے مناجات و طاعات میں بڑی لذت ہوتی ہی اسلیے کہ اخلاص تو یقینی ہی اور ریا میں شک ہے اور یہ شخص جو
اس شک سے بھی خوف کرتا ہے تو اسکا خوف اس قابل ہی کہ اگر وسوسہ ریا غفلت میں بھی ہو گیا ہو تو اوسکو دور کردے - اور
جو شخص لوگوں کی کارروائی اور طلبہ کی تعلیم سے تقرب الی اللہ چاہتا ہے اوسکو بھی چاہیے کہ اپنے نفس سے توقع ثواب کی کرے اس نظر
سے کہ جسکی آدمی کا کام نکل جاوے گا اوسکے دل کو سرور ہو گا اور جو علم سیکھے گا اوسکے بموجب کام کرے گا یہ دونوں صورتیں ثواب کی اوسکے لیے
ہیں مگر صرف توقع ثواب ہی رکھنی چاہیے شکر اور مکافات اور ثنا خوانی کا خواہان نہو نہ طالب علم سے جسکی نذر درست
نکالی ہو اوس سے ورنہ اجر جاتا رہیگا مثلا اگر طالب علم سے توقع رکھی کہ پڑھانے کے عوض میں میرا کام خدمت کریگا یا ارادہ میں ساتھ چلیگا تاکہ جتھا زیادہ ہو
یا اور کسی کام میں بیٹر فکر کریگا تو یہ شخص اپنی اجرت لے چکا اسکی سوا اور کچھہ ثواب نہ ملیگا - ہاں اگر اسنی کچھہ نیت نکی تھی صرف یہ قصد کیا تھا کہ جب
یہ پڑھ کر علم کی بموجب کام کریگا تو مجکو بھی اتنا ہی ثواب ملا کریگا لیکن شاگرد نے خود بخود خدمت کی اور اوسنے اوسکو قبول کیا تو [illegible]
توقع ہی کہ اسکا ثواب باطل نہو بشرطیکہ استاد کو انتظار خدمت ہو نہ ارادہ یہانتک کہ اگر شاگرد خدمت نہ کرتا تو کچھہ تعجب نہ جانتا
اور باوجود پائے جانے ان سب شرائط کے اگلے علما پھر بھی خدمت سے حذر کرتے تھے چنانچہ روایت ہے
کہ ایک عالم کنوئیں میں گر پڑے لوگ اونکے نکالنے کو آئے اور رسی اندر ڈالی تو اونھوں نے اندر سے قسم دلائی
کہ جس شخص نے مجھسے ایک آیت بھی قرآن مجید کی پڑھی ہو یا حدیث سنی ہو وہ اس رسی کو ہاتھ نہ لگاوے
اسی خوف سے کہ مبادا اتنی خدمت لینے سے ثواب نہ جاتا رہے - اور شقیق بلخی رح روایت کرتے ہیں کہ میں نے
ایک کپڑا حضرت سفیان ثوری رح کے پاس بطور ہدیہ بھیجا اونھوں نے مجکو واپس کر دیا میں نے عرض کیا کہ یا حضرت

میں تو آپ سے حدیث نہیں پڑھتا ہوں کہ آپ مجھ سے لیتے ہیں اونھوں نے فرمایا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں
مگر تمھارا بھائی مجھ سے حدیث پڑھتا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اوسکے لیے میرا دل اوروں کی نسبت زیادہ نرم
ہو جاوے اور ایک بار ایک شخص بھی آپکی خدمت مین ایک تھیلی یا دو تھیلیان لایا اور اوس شخص کا باپ آپ کا
بڑا دوست تھا آپ اکثر اوسکے پاس تشریف لیجاتے تھے اوس شخص نے عرض کیا کہ آپکے دل میں میرے باپ کیطرف سے
کوئی بات ہے آپ نے فرمایا خدا اوسکو بخشے وہ ایسا اور ایسا تھا اوسکی مدح و ثنا کی اوسنے عرض کیا کہ آپ تو جانتے
ہی ہین کہ یہ مال میرے قبضہ میں اوسی کے ترکے سے آیا ہے تو میں اسقدر لایا ہوں کہ آپ بھی اس سے اپنے عیال کی
پرداخت فرماوین پس حضرت سفیان نے قبول کر لیا مگر جب وہ شخص چلا گیا تو اپنے بیٹے مبارک سے کہا کہ چلے جاؤ
اور اوس شخص کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ شخص آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میری مرضی یہ ہے کہ اپنا مال لیجاؤ
اوسنے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے نمانا اور واپس کر دیا شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ اوسکے باپ سے محبت دینی تھی تو برا
جانا کہ اوسکے مال میں سے کچھ لیوین آپکے بیٹے مبارک کہتے ہین کہ جب وہ شخص مال لیکر چلا گیا میں نہ رہ سکا
اور آپکی خدمت مین آکر عرض کیا کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے یہ چند گنتی کے تھیلے تھے انکو واپس کیون کر دیا جائے
یہان کیا کھانے نہیں تمکو مجھپر رحم نہین آتا اپنے بھائیوں پر رحم نہین کرتے ہمارے عیال پر رحم کرتے ہو غرض جتنا
کہا گیا خوب کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک خدا سے ڈرو کھاؤ اور اڑاؤ تو تم اور اوسکی مار میرے سر ہو مجھ سے — اس
بیان سے معلوم ہوا کہ عالم سے اگر کسی کو فیض ہو تو اوسکے ثواب کا طالب صرف خدا سے ہو اور شاگرد کو بھی واجب ہے
کہ وہ بھی ہمیشہ طالب حمد خدا اور ثواب اوسکے ثواب و منزلت کا ہے استاد کے نزدیک اور خلق کی نظرون میں
عزیز ہونے کا خیال دل سے دور رکھے اور کبھی شاگرد کو یہ سوجھتی ہے کہ اگر ظاہر میں طاعت الٰہی نہ کروں گا تو اوسکی نظر میں
رتبہ حاصل کرونگا اور اچھی طرح پڑھوں گا مگر یہ خیال غلط ہے اسواسطے کہ طاعت الٰہی سے ارادہ غیر اللہ کا
کرنے سے نقصان تو اوسی وقت ہوتا ہے اور علم کا مفید ہونا اور غیر مفید ہونا موہوم ہے پس تمل نقد کو کس ہی
فائدہ کی عوض ضائع کر کے کیوں نقصان اوٹھاوے یہ امر تو سراسر ناجائز ہے بلکہ یون چاہیے کہ اللہ ہی کے واسطے پڑھے
اور اوسی کے واسطے عبادت کرے اور اوسی کے لیے استاد کی خدمت کرے اسلیے نکرے کہ استاد کے دل مین جگہ ہوگی
اگر یہ منظور ہو کہ تحصیل علم طاعت میں مشغول ہو اسلیے کہ بندون کو یہی حکم ہے کہ سوا خدا کے اور کسی کی عبادت نکرین
اور اپنی طاعت سے غیر خدا کو نچاہین اسی طرح جو ماں باپ کی خدمت کرے وہ اس قصد سے کرے کہ ماں باپ کی رضامندی
مین حق کی رضامندی ہے اسلیے نکرے کہ خدمت کرنے سے میری جگہ اونکے دل مین ہو جاوے اور اوسکو جائز نہین کہ
طاعت خدا سے ریا اسلیے کرے کہ ماں باپ کے دل مین جگہ پیدا ہو کیونکہ یہ امر گناہ ہے اور کیا عجب ہے کہ خداوند کریم اوسکا
ریا برطرف کر دے اور ماں باپ کی نظرون سے گر جاوے — اور زاہد جو لوگون سے کنارہ کش ہو تو اوسکو ہمیشہ خیال مراقبہ الٰہی کا

چاہیے

دل کے ساتھ رہنا چاہیے اور خدا تعالے کے واقف ہونے پر قناعت کرنی چاہیے اوسکے دل میں یہ بات نگذرے کہ میرے زہد کا حال لوگون کو معلوم ہو جاوے اور وہ میری عظمت کریں اسلیے کہ اس سے تخم ریا مزرع سینہ میں بویا جاتا ہے یہان تک کہ عبادات کا کرنا تنہائی مین آسان ہو جاتا ہے اور چونکہ لوگ اسکی تکریم کرتے ہین اور اسکی گوشہ نشینی سے واقف ہین اسلیے بڑے اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے اور اوسکو خبر نہین کہ اس وجہ سے عمل مجھپر ہلکے معلوم ہوتے ہین حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین نے معرفت ایک راہب سے سیکھی جسکا نام سمعان تھا مین اوسکے پاس اوسکے گرجا مین گیا اور اوس سے پوچھا کہ تم اس جگہہ کب سے ٹھہرے ہو اوس نے کہا کہ ستر برس سے مین نے پوچھا کہ آپکی غذا کیا ہے اوسنے کہا کہ اس سے تمھارا کیا مطلب ہے مین نے کہا کہ صرف پوچھنا منظور ہے اوسنے کہا کہ ہر شب ایک چنا کھاتا ہون مین نے پوچھا کہ تمھارے دل مین ایسی کیا بات رہتی ہے کہ ایک چنا کافی ہو جاتا ہے اوسنے جواب دیا کہ یہ لوگ جو تمھاری نظر کے سامنے ہین ہر سال مین ایک روز میرے پاس آتے ہین اور اس عبادتخانہ کو آراستہ کرتے ہین اور اسکے گرد طواف کرتے ہین اور میری بڑی تعظیم کرتے ہین پس جب کبھی میرا نفس عبادت سے کسل کرتا ہے تو مین اوسکو اوسی ایک ساعت کی عزت یاد دلاتا ہون تو ایک ساعت کی توقیر کے واسطے مین سال بھر مشقت اوٹھاتا ہون پس اے موحد تو ایک ساعت کی مشقت سے عزت جاوید حاصل کر اوسکی اس بات سے میرے دل مین معرفت الٰہی کی وقعت ہوئی پھر اوسنے کہا کہ اسقدر بس ہے یا اور زیادہ دیکھنا چاہتے ہو مین نے کہا بہت بہتر کہا کہ اس عبادتخانہ سے نیچے اتر و جب مین نیچے گیا تو اوسنے ایک پڑیا مین بیس چنے لٹکا کر مجھے دیے اور کہا کہ دیر مین چلے جاؤ وہان کے لوگون نے مجھے لٹکاتے دیکھہ لیا ہے مین دیر مین جو گیا تو سب نصاریٰ میرے پاس جمع ہو گئے اور کہا کہ میان معصدیر شیخ نے تمکو کیا دیا ہے مین نے کہا کہ اپنی غذا دی ہے اونھون نے کہا کہ تم اوسکو کیا کروگے اوسکے مستحق ہم لوگ ہین ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو مین نے کہا اچھا بیس اشرفی کو بیچتا ہون اونھون نے بیس اشرفیان دیکر چنے لیے مین پھر اوس راہب کے پاس آیا اوسنے پوچھا کہ چنے کیا کیے مین نے کہا کہ اون لوگون کے ہاتھ بیچ دیے اوسنے پوچھا کتنے کو مین نے کہا بیس اشرفیونکو اوسنے کہا کہ تم چوک گئے اگر بیس ہزار اشرفیان مانگتے تو وہ تمھین دیتے میان معصدیہ عزت اوس شخص کی ہے جو اوسکو عبادت نہین کرتا اور جو خاص اوسکی عبادت کرتا ہے اوسکا کیا کہنا ہے اب تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور چلنا پھرنا چھوڑ دو انتہی اور مقصود یہ ہے کہ نفس کو جب اپنی عزت لوگون کے دلون مین معلوم ہوتی ہے تو تنہائی مین بھی سبب مجاہدہ ہوتی ہے مگر کبھی بندہ کو اسکی اطلاع نہین ہوتی اسی لیے ضرور ہوا کہ اوس سے پرہیز رہنا چاہیے اور نشان سلامتی کا یہ ہے کہ آدمی اور بہائم عابد کے نزدیک ایکسے معلوم ہون اگر بالفرض لوگونکا اعتقاد اس سے پھر جاوے تو دلتنگ ہو اور نہ واویلا کرے اور اگر تھوڑی سی کراہت دل پر آتی بھی ہو تو اوسکو فوراً اپنے عقل اور ایمان سے دفع کرے جیسے کہ اگر مثلاً یہ شخص عبادت مین ہو اور تمام لوگ اسپر مطلع ہو جاوین تو اونکی اطلاع سے نہ تو کچھ خشوع اوسکا زیادہ ہو اور نہ دل پر سرور آوے اور اگر کچھ ایک اوس

اوسکو حاصل ہو تو یہ بات کی دلیل ہے کہ ابھی ضعیف ہے لیکن اگر اوسکے رد کرنے کی قدرت عقل و ایمان کے زور سے رکھتا ہے
اور منع کیطرف مبادرت کرکے اوسکو باتا ہی نہیں تو مجکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی سعی صائع نہ ہوگی اور اگر
لوگون کے دیکھنے کے وقت خشوع و شکستگی اس غرض سے زیادہ کرے کہ لوگ زیادہ نہ کھل کھیلیں و تضییع اوقات نہ کریں
تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں لیکن اس صورت میں دہوکا بھی ہے اسلیے کہ اظہار خشوع کے لیے نفس کی شہوت بعض اوقات
پوشیدہ ہوتی ہے مگر اوسکے اظہار کے لیے بہانہ یہ کر لیتا ہے کہ مجکو لوگون کے ساتھ زیادہ احتمال اسطور میل بیاد اوسکے
اس دعویٰ کا آزمانا سہل ہے باینطور کہ تامل کرے کہ لوگون کی بندش تو ہر طرح بھی ہوسکتی ہے کہ دور ہٹ کر چلیے لگون
یا بہت ہنسا کرون یا بہت کھانے لگون اب اگر نفس بندش کے لیے ان باتونکو گوارا کرے تو سچا ہے اور اگر بندش
کے لیے عبادت ہی کو چاہے تو اس سے معلوم ہوا اوسکی مراد یہی معلوم ہوتی ہے کہ اپنی منزلت لوگون کے دلون میں
چاہتا ہے اور اس سے وہی بچے گا جسکے دل میں جما ہوا ہے کہ سوائے خدا کے اور کوئی موجود نہیں اور عمل اسی طرح کرے کہ گویا
زمین کے پردہ پر اکیلا وہی ہے کوئی دیکھنے والا نہیں تو ایسے شخص کے دل میں خلق کا خطرہ اول تو ہوتا ہی نہین
اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت ضعیف ہوتا ہے کہ اوسکا دور کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا جب آدمی کا حال یہ ہوتا ہے تو
لوگوں کے دیکھنے سے کچھ متغیر نہیں ہوتا اور اس حال کے ٹھیک ہونے کی یہ پہچان ہے کہ اگر بالفرض اوسکے دو یار ہوں ایک
تو انگر دوسرا مفلس تو تو انگر کے آنے کے وقت نفس میں زیادہ خوشی اوسکی تعظیم کی بہ نسبت فقیر کے نہو بشرطیکہ اور کوئی
وجہ تعظیم کی سوا تو انگری کے نہو مثلاً اگر تو انگر عالم ہو یا متقی ہو تو اسوقت البتہ اسکی تعظیم اس صفت خاص کی
جہت سے کر سکتا ہے تو انگری کو اسمیں کچھ دخل نہیں اور جو شخص کہ اغنیا کے دیکھنے سے زیادہ راحت پاتا ہو بہ نسبت فقرا کے
تو وہ ریاکار اور لالچی ہے ورنہ فقیرون کے دیکھنے سے تو رغبت آخرت زیادہ ہوتی ہے دل میں مسکنت کی محبت ہوتی ہے
اور اغنیا کا دیکھنا اسکے برعکس ہے تو کس طرح تو انگرون کی ملاقات سے زیادہ راحت بہ نسبت فقرا کے ہوسکتی ہے
اور روایت ہے کہ جیسی ذلت تو انگرون کو حضرت سفیان ثوری کی مجلس میں ہوتی تھی ایسی اور جگہہ نہیں ہوتی تھی
آپ کا دستور تھا کہ تو انگرونکو پچھلی صف میں بٹھلاتے تھے اور اگلی صف میں فقرا ہوتے تھے یہانتک کہ تو انگر اونکی
مجلس میں تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم فقیر ہوتے ہان ایک صورت تعظیم غنی کی یہ ہے کہ اوس سے قرابت ہو یا کوئی حق دوستی
سابقہ رکھتا ہو الا اس صورت میں بھی یہ بہتر ہے کہ اگر یہی علاقہ کسی فقیر میں بھی پایا جاوے تو بہ نسبت غنی کے فقیر کو ترجیح دے
اسلیے کہ فقیر کا رتبہ خدا کے نزدیک غنی سے زیادہ ہے اب اگر کوئی غنی ہی کو ترجیح دینے لگے تو معلوم ہوگا کہ اوسکی مال کی لالچ کر
اوسکے ساتھ ریا کرتا ہے پھر اگر پاس بٹھلانے میں مساوات غنی اور فقیر کے سمجھے تو یہ خوف ہے کہ کہیں حکمت و خشوع غنی کے
سامنے بہ نسبت فقیر کے زیادہ ظاہر نکرے یہ امر ریائے خفی یا طمع خفی سے سرزد ہوا کرتا ہے جیسا کہ ابن سماک نے
اپنی لونڈی سے کہا تھا کہ نہیں معلوم کیا سبب ہے جب میں بغداد میں آتا ہون تو مجھپر حکمت کا دروازہ کھلجاتا ہے

یعنی کلام حکمت آمیز بہت کہتا ہوں اوسنے جواب دیا کہ لالچ سے آپکی زبان تیز ہو جاتی ہے اور واقع میں اوسنے درست کہا توانگر کے سامنے زبان ایسی کھلتی ہے کہ ایسی فقیر کے سامنے نہیں کھلتی اسی طرح خشوع بھی توانگر کے سامنے اتنا ہوتا ہے کہ فقیر کے سامنے نہیں ہوتا غرضکہ شیطان کے خفیہ مکر و فن اس باب میں بہت ہیں جنکا شمار نہیں ہو سکتا اور انسان کو اون سے جبھی نجات ملتی ہے جب ماسوا اللہ کو دل سے نکال دے اور صرف نفس کے خوف مدت العمر کیا کرے اور اوسکا آگ میں جانا شہوات کے سبب جو جلد جلد بدلتے رہتے ہیں اوسپر چند روز میں علیحدہ ہو جائیں کے پسند نکرے اور دنیا میں ایسی طرح رہے جیسے کوئی بادشاہ شہوتون میں اوسکو گھیر رکھا ہو اور لذات سب طرح کے اوسکے پاس موجود ہوں مگر اوسکے بدن میں ایسا مرض ہو کہ اگر ذرا بھی شہوات میں قدم زیادہ دھرے تو مر جانے کا خوف ہو اور جانتا ہو کہ اگر میں پرہیز کرونگا اور اون شہوات سے بچونگا تو زندگی بھی رہیگی اور سلطنت بھی قائم رہیگی اور اس خیال سے طبیبوں اور عطاروں کی مجالست اختیار کرے اور نفس کو تلخ اور بدمزہ دواؤن کے پینے کا عادی کرے کے سب لذات کو ترک کرے تو ہر چند قلت غذا کے باعث اوسکا بدن ہمیشہ لاغر ہوتا جائیگا لیکن ویسی ہی بیماری بھی روز بروز بسبب پرہیز باعث کم ہوتی جاویگی پس جب کبھی نفس اوسکا کسی شہوت کی تمنا کریگا تو تمام درد و تکلیفیں مرض کی خیال میں پھر جاوینگی جنکا انجام موت ہے اور موت کے سبب سلطنت بھی جاتی رہیگی دشمن خوش ہونگے اور اگر دوا کی سختی نفس پر ناگوار ہوگی تو اوس سے جو شفا اور تندرستی آگے کو ہوتی ہے وہ دھیان میں آویگی کہ تندرست ہو کر سلطنت میں چین کرینگے اور فارغ البالی سے حکومت کرتے رہینگے اس تامل سے لذتوں کا چھوڑنا اور مکروہات پر صبر کرنا ہلکا معلوم ہوگا یہی حال ایماندار کا ہے جو سلطنت آخرت کی تمنا رکھتا ہے وہ بھی ایسی چیزوں سے جو آخرت میں مہلک ہیں یعنی لذات دنیاوی سے احتراز کرتا ہے اور اونہیں سے قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہے اور لاغری اور پژمردگی اور وحشت اور حزن و خوف اور ترک موانست خلق سے اسلئے پسند کرتا ہے کہ اوسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہیں خدا کا غضب نازل ہو کر تباہ نہو جاؤن اور یہ توقع ہوتی ہے کہ عذاب الہی سے نجات پاؤن اسی لیے یہ سب باتیں اوسپر آسان معلوم ہوتی ہیں کیونکہ انجام کار کا یقین اور اعتقاد شدت سے ہوتا ہے اور اسباب کا بھی کہ میرے لیے دولت پایدار رضای الہی کی ابد الاباد کے واسطے مہیا ہے پھر یہ بھی اوسکو معلوم ہے کہ خداے تعالے کریم و رحیم ہے جو لوگ اوسکی رضا جوئی کرتے ہیں اونکو مدد دیتا ہے اور عطوفت و رافت فرماتا ہے اگر وہ چاہے تو اپنے بندونکو رنج و مشقت کی پروا نرکھے لیکن اپنی حکمت عدل سے اونکا امتحان اور صدق ارادت کو معلوم کرنا منظور ہے اسی واسطے یہ حکم عبادت کا صادر فرمایا ہے پھر جب اول ول آدمی مشقت اختیار کرتا ہے تو خداوند کریم اوسکی طرف متوجہ ہو کر مدد عنایت فرماتا ہے اور کام کو آسان کر دیتا ہے گرانی اور کسل کو دور فرما کر صبر کرنا سہل اور طاعت کو محبوب کر دیتا ہے پھر طاعت اور مناجات میں وہ لذت عنایت فرماتا ہے جس سے تمام لذتیں بھول جاتی ہیں اور شہوات کے فنا کرنے کی طاقت دیتا ہے بلکہ خود اونکو وباد دینے کا کفیل ہو جاتا ہے اور مدد پر مدد پہنچاتا ہے اسلیے کہ کریم اپنے امیدوار کی کوشش ضائع نہیں کیا کرتا

اور اپنے محبوب کی آرزو سے محروم کرے وہ جود اور ستار فرماتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی مین آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے مین اوسکی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہون اور فرماتا ہے کہ نیکون کا شوق میری ملاقات کی طرف زیادہ ہے اور مین انکے ملنے کا اوسسے بھی زیادہ شائق ہون سبحان اللہ پس بندہ کو چاہیے کہ شروع مین اپنی کوشش اور صدق مع اخلاص کر دے اور پھر عنقریب سمجھیگا کہ خدا تعالے کے جود و کرم و رافت و رحمت کے لائق ہے اوسکا تماشا کریگا نظم

سلطنت یا کہ ہانکی سندگی	تا نہ بیٹھے یا تھی زندگی	دعوی شمع کس پروانہ باش	فرزند سالک شمع و پیمانہ باش

نوان باب کبر وعجب کی برائی مین

رباعی جبار و قدیم ہے وہ دارائے جہان	پس عجب اور کبر ہے اوسیکو شایان
انسان کے لیے نہین تکبر زیبا	جب اوسکی سرشت ہے حدوث و امکان

جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِی وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِی فَمَنْ نَازَعَنِی فِیْہِمَا قَصَمْتُہٗ ایک حدیث مین فرمایا ہے ثَلٰثٌ مُہْلِکَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَہَوًی مُتَّبَعٌ وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ پس کبر وعجب دو مرض مہلک ہین اور متکبر اور معجب بیمار ہین اور خدا کے نزدیک دشمن اور مبغوض ہیں لہذا انکا اس علاج مین ذکر و بیان مہلکات سے ضرور ہوا کہ کبر اور عجب کا بیان کیا جاوے کیونکہ یہ دونون بڑے خراب مہلک ہین ہم اس باب کو دو فصلون پر منقسم کرتے ایک مین ذکر کبر کا اور دوسری مین عجب کا کرتے ہیں +

فصل اول کبر کے بیان مین مشتمل بیس بیانون پر

بیان اول کبر کی مذمت کا۔ کلام مجید مین حق تعالے نے بہت جگہ مذمت کبر کی اور جبار و متکبر کی فرمائی ہے مثلاً فرمایا سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اور فرمایا کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ اور فرمایا وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ اور فرمایا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ اور فرمایا لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْ اَنْفُسِہِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا کَبِیْرًا اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ غرض کہ مذمت کبر کی قرآن شریف مین کثرت سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ وَلَا یَدْخُلُ النَّارَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث قدسی بانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ خدا تعالے فرماتا ہے کہ کبریا میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند جو کوئی ان مین مجھسے نزاع کریگا اوسکو مین دوزخ مین ڈال دونگا اور کچھ پروا نکرونگا اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن رض روایت کرتے ہین کہ ایکبار حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمر رض مروہ پر ملے اور وہان کچھ ٹھہرے

بعد اسکے اول صاحب تو تشریف لے گئے اور دوسرے کھڑے ہوئے روتے رہے لوگون نے سبب رونے کا پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر نے مجھسے یون کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس شخص کے دل مین ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا اوسکو خدا تعالے اوندھے منہ دوزخ مین ڈالیگا اور ایک حدیث مین یون وارد ہے کہ آدمی اپنے آپکو یہانتک اونچا کرتا رہتا ہے کہ انجام کو جبارون کی فہرست مین درج ہوجاتا ہے اور جو عذاب کہ انکو پہونچتا ہے وہی اوسکو بھی ہوتا ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز انسانون اور جنون اور چرند پرند کو فرمایا کہ باہر چلو دو لاکھ آدمی اور دو لاکھ جن وغیرہ باہر نکلے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اوپر اوٹھائے گئے یہانتک کہ آواز آسمان کے فرشتون کی تسبیح کی آپ نے سنی پھر آپ نیچے اوتارے گئے یہانتک کہ آپکے پاؤن سمندر سے لگ گئے وہان ایک آواز سنی کہ اگر تمھارے آقا یعنے حضرت سلیمان کے دل مین ذرہ برابر بھی کبر ہوتا تو اوسکو جتنا اونچا کیا تھا اوس سے زیادہ زمین مین اوتار دون۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ مین سے ایک گردن نکلیگی جس مین دو کان سننے والے اور دو آنکھین دیکھتی ہوئی اور ایک زبان بولتی ہوئی ہوگی وہ یہ کہیگی کہ مجکو تین قسم کے آدمی حوالہ ہوئے ہین اول جبار عنید دوم جو لوگ مشرک ہین سوم مصور اور یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِیْلٌ وَّلَا جَبَّارٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَةِ اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جنت و دوزخ مین باہم گفتگو ہوئی دوزخ نے کہا کہ مجکو متکبرین اور جبارین ملین گے جنت نے کہا کہ پھر مین نے کیا کیا ہے جو مجکو ضعیف اور افتادہ اور عاجز لوگ ملینگے اللہ تعالی نے جنت کو فرمایا کہ تو میری رحمت ہے تجھسے جسپر مین چاہون گا رحمت کرونگا اور دوزخ کو فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے تجھسے جسکو چاہونگا عذاب دونگا اور تم دونون کو لوگون سے بھر دونگا۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ برا بندہ وہ ہے جو جبر و تعدی کرے اور سب سے بڑے جبار کو بھول جاوے اور برا بندہ وہ ہے کہ جبر کرے اور اترادے اور کبیر متعال کا دھیان نہ رکھے اور برا بندہ وہ ہے کہ سہو اور لہو مین رہے اور قبرون اور خاک ہوجانے کی یاد بالاے طاق رکھے اور برا بندہ وہ ہے کہ سرکشی کرے حد سے گذر جاوے اور ابتدا اور انتہا کی اوسکو یاد نہ آوے۔ اور ثابت فرماتے ہین کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص کیا بڑا متکبر ہے آپ نے فرمایا کہ اوسکے پیچھے کیا موت نہین ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات قریب آئی اونھون نے اپنے دو بیٹون کو بلایا اور فرمایا کہ مین تمکو دو چیزون سے منع کرتا ہون اور دو چیزون کا حکم کرتا ہون شرک اور کبر سے تو منع کرتا ہون اور لا الہ الا اللہ کا حکم کرتا ہون کیونکہ زمین و آسمان معہ مافیہا اگر ایک پلہ مین رکھے جاوین اور کلمہ طیبہ دوسرے پلہ مین رکھا جاوے تو اوسی کا پلہ بھاری رہیگا اور اگر بالفرض آسمان و زمین اور دونون کی چیزون کا ایک حلقہ ہو اور لا الہ الا اللہ اوسپر رکھدیا جاوے تو

حلقہ کو توڑ دیگا اور دوسری بات جسکا امر کرتا ہوں سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ ہر ایک چیز کی نماز ہے اور اسی سے ہر چیز کو رزق
دیا جاتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خوشا حال اس شخص کا جسکو خدائے تعالیٰ اپنی کتاب سکھلاوے اور وہ جبار ہو کر
نہ مرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَہْلُ النَّارِ کُلُّ جَعْظَرِیٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَکْبِرٍ جَمَّاعٍ مَنَّاعٍ وَاَہْلُ الْجَنَّۃِ
الضُّعَفَاءُ الْمُقِلُّوْنَ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ تم میں ہمارا زیادہ محبوب اور قریب آخرت میں وہ ہوگا جسکے اخلاق سب سے
عمدہ ہوں اور سب سے زیادہ مبغوض اور بعیدہ ہوگا جو فضول گو ہو اور فصاحت جتاکر باچھیں پھاڑ پھاڑ باتیں کرے اور متکبر ہو
اور ایک حدیث میں یہ روایت ہے کہ قیامت کو متکبر لوگ آدمیوں کی مثل صورت کی چیونٹیاں بنکر اوٹھینگے اور لوگ اونپر پاؤں
رکھکر چلینگے ہر ایک طرح کی ذلت اونپر سوار ہوگی پھر جہنم کے قید خانہ میں جسکو بولس کہتے ہیں بند ہوسکینگے اور سب آگوں کی آگ اون کو
لگی دوزخیوں کے نچوڑ اور پیپ کا رس پینے کو ملیگا۔ اور حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبار
و متکبر قیامت میں چیونٹی کی صورت بنکر اوٹھینگے اور لوگ اونکو پامال کرینگے اسلئے کہ انھوں نے خدا کو ذلیل سمجھا تھا۔ اور محمد
بن واسع فرماتے ہیں کہ میں بلال بن ابی بردہ کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارے باپ نے مجھ سے ایک حدیث آپ کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے نقل کی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک جنگل ہے جسکو ہبہب کہتے ہیں اوس میں خدائے تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ اوسمیں جبار
لوگ رہیں پس اے بلال تم اپنے آپ کو اوسمیں رہنے سے محفوظ رکھنا۔ اور ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ دوزخ میں ایک
مکان ہے جس میں متکبر لوگ ڈالکر بند کردیں گے اور ایک حدیث میں فرمایا اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ نَفْحَۃِ الْکِبْرِیَاءِ
اور فرمایا کہ جو تین باتوں سے بری ہو کر مرے گا جنت میں داخل ہوگا اول اون میں سے کبر ہے دوم قرض سوم خیانت اور آثار
بھی کبر کی برائی میں منقول ہیں مثلاً حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نہ جانے اسلئے کہ مسلمان
میں جو صغیر ہے وہ خدا کے نزدیک بڑا ہے۔ اور وہب فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا
تو اوسکی طرف دیکھکر ارشاد فرمایا کہ تو متکبر پر حرام ہے۔ اور احنف بن قیس مصعب بن زبیر کے برابر تخت پر بیٹھا
کرتے ایک روز جو تشریف لائے تو وہ پاؤں پھیلائے ہوئے تھا اور اونکو اکٹھا نہ کیا وہ جو بیٹھے تو کچھ پاؤں دب گیا
آپ نے اوسکے چہرے سے معلوم کیا کہ اسکو پاؤں کا دبنا برا معلوم ہوا تو فرمایا کہ تعجب ہے کہ آدم زاد تکبر کرے حالانکہ وہ پیشاب
کی جگہ سے دوبار نکلا ہے پہلے ایک بار جب نطفہ تھا اور ایک بار پیدائش کے وقت۔ اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ تعجب ہے
آدمی سے ہر روز ایک یا دو بار اپنے ہاتھ سے پاخانہ دھوتا ہے پھر تکبر کرتا ہے اور آسمانوں اور زمین کے جبار کا مقابلہ
کرتا ہے اور اس آیت میں وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بول و براز کی راہ کی طرف اشارہ ہے
اور حضرت محمد بن حسین بن علی علیہما السلام فرماتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں کسی قدر کبر آتا ہے اوسی قدر اوسکی عقل کم
ہوجاتی ہے اگر کبر کم ہوگا تو عقل کا نقصان بھی کم ہوگا اور اگر زیادہ تو زیادہ۔ اور حضرت سلمان سے کسی نے پوچھا کہ ایسی
بدی کونسی ہے جسکے ہوتے نیکی مفید نہو آپ نے فرمایا کہ وہ کبر ہے۔ اور حضرت نعمان بن بشیر نے منبر پر فرمایا کہ شیطان کے

پاس بہت سی بیہودہ اور جال ہین منجملہ اوسکے پھندون اور جال کے خدا کی نعمتون پر اترانا اور راہ اوسکی عطا پر فخر کرنا اور اوسکے
بندون پر تکبر کرنا اور سوائے ذات خدا کے اور چیزون مین آرزو کا اتباع کرنا ہے خدائے تعالیٰ ہمکو دین و دنیا مین اس سے بچاوے

دوسرا بیان اترانے کی برائی اور چلنے اور کپڑون کے لٹکانے سے اظہار تکبر کی مذمت مین — آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ لا ینظر اللہ الی رجل یجر ازارہ بطرا اور فرمایا بینما رجل یتبختر فی بردیہ اذا اعجبتہ
نفسہ فخسف اللہ بہ الارض فھو یتجلجل فیھا الی یوم القیامۃ اور فرمایا من جر ثوبہ خیلاء
لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ اور زید بن اسلم روایت کرتے ہین کہ مین حضرت عبداللہ بن عمر رض کی خدمت
مین گیا اوسوقت عبداللہ بن واقد نئے کپڑے پہنے اونکے پاس کو گذرے آپ نے فرمایا کہ اے لڑکے اپنی ازار اونچی کر
مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی ازار کو اترا کر کھینچے گا اوسکی طرف قیامت مین خدائے
تعالے نہ دیکھے گا اور روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کف مبارک پر تھوکا اور اوسپر انگشت مبارک
رکھکر فرمایا کہ خدائے تعالے ارشاد فرماتا ہے کہ اے ابن آدم کیا تو مجھسے بچ جاوے گا مین نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا
کیا ہے جب مین نے تجھے ہٹا کٹا کر دیا تو تو لباس مین ایسا چلتا ہے کہ زمین بھی فریاد کرتی ہے تو نے مال جوڑا اور کسی کو نہ دیا
جب روح حنجرہ گردن مین پہنچی تو کہنے لگا کہ مین صدقہ کرونگا وہ وقت صدقہ کا کہان ہے اور ایک حدیث شریف مین
ہے کہ آپ صلعم نے فرمایا کہ جب میری امت تکبر سے چلنے لگے گی اور فارس اور روم اونکی خدمت کرنے لگیں گے اوسوقت خدائے تعالے
اونمین سے بعض کو بعض پر مسلط کر دے گا - اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے جی مین بڑا بنتا ہے اور چال مین
اتراتا ہے وہ خدا کے سامنے ایسے حال مین جاوے گا کہ خدائے تعالے اوسپر غصہ ہوگا اور ابوبکر ہذلی روایت کرتے ہین کہ ہم
حضرت حسن بصری رح کے پاس بیٹھے تھے اتنے مین وہان کو ابن اہتم کا گذر ہوا جو پاخانہ کو جاتا تھا اور کئی کپڑے ریشمی
پہنے تھا جو پنڈلی پر ایکدوسرے کے اوپر تہ بتہ کر رکھے تھے اور اونمین سے قبا کھل رہی تھی اور اوسکی چال مین تبختر
پایا جاتا تھا حضرت حسن رح نے ایک نگاہ اوسکو دیکھا اور کہا کہ تف ہے اس ناک پھلانے کمر لچکانے گردن مروڑنے پر اپنی
دونون طرف دیکھتا جاتا ہے اے بیوقوف اپنی دونون طرف کیا دیکھتا ہے دونون طرف نعمتین ہین جنکا تو نے نہ شکر ادا
کیا نہ اونکو بجا لایا نہ اونکے باب مین جو کچھ خدائے تعالے نے حکم کیا تھا اوسکو مانا نہ جو حقوق خداوندی اونمین تھے اونکو ادا
کیا بخدا کہ لوگ ایسا چلتے ہین کہ اونکی طبیعت یہ چاہتی ہے کہ پاگلون کی طرح جھنک جھنک پڑین یہ نہین معلوم کہ ہر عضو مین
اعضا سے خدا کی ایک نعمت موجود ہے اور شیطان اوس سے کھیل بنانے کو تیار ہے ابن اہتم یہ سنکر لوٹ آیا اور آپکی خدمت مین عذر
کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ مجھسے عذر کیا کرتے ہو خدا کے سامنے توبہ کرو خدائے تعالیٰ کا ارشاد نہین سنا کہ فرماتا ہے ولا تمش فی
الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا اور ایکبار آپکے پاس ایک جوان عمدہ لباس پہنے گذرا آپ نے
اوسکو بلایا اور فرمایا کہ آدمی اپنی جوانی اور جمال پر اکڑتا ہے یون سمجھنا چاہیے کہ قبر نے بدنکو چھپا لیا اور عمل سامنے آگیا خدا نیکی دل کا

علاج کرد سد ون سے خدا کی خوشنودی ہی ہی کہ اوسکے دل درست ہون - اور روایت ہی کہ ایکبار حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ نے قبل خلافت حج کیا اونکو طاؤس نے اوسکے چھاپے دیکھا کہ چال میں تکبر پایا جاتا ہے تو اپنی انگلی آپکے پہلو میں ماری اور کہا کہ جسکے پیٹ میں غلیظ بھرا ہو اوسکی چال یون نہین ہوتی آپ نے مثل ان معذرت کرنیوالے کے فرمایا کہ چچا صاحب اس چال پر میرا ہر ایک عضو پیٹا گیا ہے جب مین نے اسکو سیکھا ہی - اور محمد بن واسع نے اپنے لڑکے کو اتراتے دیکھکر بلایا اور کہا کہ تجھکو معلوم ہے کہ کون ہے تیری ما تو وہ تھی جسکو مین نے دو سو درم کو مول لیا تھا اور تیرا باپ ایسا ہی کہ خدا تعالی مسلمانون مین ویسے بہت نکرے - اور حضرت ابن عمر رضہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے پائجامے لٹکائی تھا آپ نے فرمایا کہ شیطان کے بھی بہت بھائی ہین - اور روایت ہی کہ مطرف بن عبد اللہ رحمہ نے مہلب کو دیکھا کہ حریری جبہ پہنے تبختر کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ ای بندہ خدا اس چال کو خدا اور رسول برا جانتے ہین اوسنے جواب دیا کہ تم مجھے جانتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہان جانتا ہون اول میں تو نطفہ خراب تھا اور انجام کو ایک مردار یا کہ ہوگا اور ان حالات کو لادی پھرتا ہے مہلب سنکر چلا گیا اور وہ چال چھوڑ دی - اور حضرت مجاہد رحمہ نے یتمطی کے معنی اس آیت مین ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى یہی فرمائے ہین کہ تبختر کرتا ہی - اور اتنا تھا کہ ہمنے کبر اور اترانے کی برائی لکھی تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تواضع کی فضیلت بھی لکھیں

تیسرا بیان تواضع کی فضیلت مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ مَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ اور ایک حدیث مین فرمایا ہی کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہین اور اوسکو لگام سے روکے رہتے ہین پس اگر وہ اپنے نفس کو اونچا کرتا ہے تو وہ لگام تانتے ہین اور کہتے ہین کہ الہی تو اس شخص کو پست کر اور اگر فروتنی کرتا ہے تو دعا دیتے ہین کہ الہی اسکو بلند کر - اور فرمایا کہ خوشحال وہ شخص ہے کہ مسکنت کی حالت مین ہو اور فروتنی کرے اور مال جو بے معصیت جمع کیا ہو اوسکو خرچ کرے اور اہل ذلت و مسکنت پر رحم کرے اور فقہ و حکمت والون سے ملے - اور ابو سلمہ مدینی اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مسجد قبا مین تشریف رکھتے تھے اور روزہ دار تھے افطار کے وقت ہم ایک پیالہ دودھ کا تھوڑا سا شہد ملا کر لائے جب آپ نے اوسکو اوٹھا کر چکھا اور شہد کا مزہ معلوم ہوا تو پوچھا کہ کیا چیز ہے ہمنے عرض کیا کہ ہمنے تھوڑا سا شہد اسمین ڈالدیا ہے آپ نے پیالہ رکھدیا اور فرمایا کہ مین اسکو حرام نہیں کرتا ہون اور پھر یہ کلمات ارشاد فرمائے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ وَمَنِ اقْتَصَدَ اَغْنَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ بَذَّرَ اَفْقَرَهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَكْثَرَ ذِكْرَ اللّٰهِ اَحَبَّهُ اللّٰهُ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ اپنے گھر مین کھانا کھاتے تھے ایک سائل دروازہ پر آیا اور اوسکو ایسا مرض تھا کہ اوس سے گھن آتی تھی آپ نے اوسکو اجازت دی جب وہ اندر آیا تو آپ نے اوسکو برابر بٹھایا اور کہا کہ کھانا کھا ایک شخص قریش مین سے اوس سے رکا اور گھن کی تو وہ شخص مرا جبتک کہ وہی سائل کی مانند مبتلا نہو گیا - اور ایک حدیث مین آپ کا ارشاد ہے کہ فرمایا کہ مجھکو میرے پروردگار نے فرمایا کہ دو باتون مین سے جونسی چاہون پسند کرون یا تو بندہ

اور رسول بنون یا بادشاہ اور نبی ہون مگر مجکو معلوم نتھا کہ کونسی بات کو اختیار کرون اور فرشتون مین سے میرے دوست جبرئیل تھے مین نے اونکی طرف سر اوٹھایا اونھون نے فرمایا کہ خدا کے سامنے تواضع کریں نے عرض کیا کہ بندہ اور رسول ہونگا ۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ مین نماز ایسے شخص کی قبول کرتا ہون جو میری عظمت کے سامنے فروتنی کرے اور میرے بندون پر بڑا نہ بنے اور اپنے دل مین میرا خوف ساتھ لے اور دن بھر میرے ذکر مین مشغول رہے اور اپنے نفس کو شہوات سے میرے لیے روکے ۔ اور ایک حدیث شریف مین آپ نے فرمایا کہ اَلْکَرَمُ التَّقْوٰی وَالشَّرَفُ التَّوَاضُعُ وَالْیَقِیْنُ الْغِنٰی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہین کہ مژدہ ہو اون لوگونکو جو دنیا مین تواضع کرتے ہین کہ وہ قیامت کو منبرون پر بیٹھینگے اور مژدہ ہو اون لوگون کو جو دنیا مین لوگون کے درمیان صلح کراتے ہین کہ وہ قیامت مین جنت فردوس کے مالک ہونگے اور مژدہ ہو اون لوگونکو جو دنیا مین اپنے دل پاک کرتے ہین کہ وہ قیامت کو ایسے ہونگے جنکو دیدار الٰہی نصیب ہوگا ۔ اور بعضون کا قول ہے کہ مجکو یہ روایت پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ کسی بندے کو اسلام کی ہدایت کرتا ہے اور اوسکی صورت اچھی بناتا ہے اور ایسی جگہہ مین کھتا ہے جو اوسکو نازیبا نہین ہوتی اور باوجود اسکے اوسکو تواضع بھی عنایت فرماتا ہے تو ایسا شخص خدا تعالیٰ کے خاص بندون مین سے ہوتا ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ چار چیزین ایسی ہین کہ وہ اوسی کو ملتی ہین جسکو خدا دوست رکھتا ہے اول سکوت جو عبادت کا آغاز ہے دوم توکل خدا پر سوم تواضع چہارم دنیا مین زہد ۔ اور حضرت ابن عباس رض سے حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی تواضع کرتا ہے خدا تعالیٰ اوسکو ساتوین آسمان تک بلند کرتا ہے ۔ اور آپ نے فرمایا کہ تواضع بندہ کو برتر ہی کرتی ہے پس تواضع کرو خدا تم پر رحم کرے گا ۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ کھانا تناول فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک شخص کالا آیا جسکے چیچک نکلی تھی اور اوسمین سے پانی جاتا تھا پس جسکے پاس وہ بیٹھتا وہی اوسکے پاس سے کھڑا ہو جاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اپنے پہلو مین بٹھلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ہاتھہ مین ایسی چیز اوٹھاوے جو اوسکے گھر والون کے کام کی ہو اور اوس سے مقصود اپنے نفس کا کبر دور کرنا ہو ۔ اور ایک دن آپ نے اصحاب رض کو فرمایا کہ مین تم مین حلاوت عبادت کی نہین پاتا یہ کیا بات ہے اونھون نے عرض کیا کہ عبادت کی حلاوت کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ فروتنی ۔ اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ جب تم میری امت کے تواضع کرنے والون کو دیکھو تو اونکے ساتھ تواضع پیش آؤ اور جب متکبرون کو دیکھو تو اونپر تکبر کرو کہ اون پر تکبر کرنا اونکے حق مین ذلت و خواری ہے ۔ آثار حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ بندہ جب انکسار خدا کے واسطے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اوسکی حکمت کو بلند فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ بلند ہو خدا نے تجکو بلند کیا اور جب تکبر اور تعدی کرتا ہے تو اوسکو زمین مین دھنساتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ دور ہو خدا نے تجکو دور کر دیا پس ایسا شخص اپنی دانست مین بڑا ہے مگر لوگون کی نظرون مین حقیر ہے یہان تک کہ سور سے بھی زیادہ حقیر سمجھتے ہین

اور جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں ایکبار ایک درخت کے نیچے گیا دیکھا تو اوسکے تلے ایک شخص سوتا ہے اور چمڑے کا سایہ اپنے
اوپر کیا ہے چونکہ آفتاب چہرے پر سے ہٹ گیا تھا میں نے اوسکو درست کر دیا تب میں وہ شخص جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تھے میں نے جو کچھ کیا تھا آپ سے کہدیا آپنے یہ نصیحت فرمائی کہ ای جریر دنیا میں اللہ کے واسطے
فروتنی کر کیونکہ جو شخص دنیا میں اللہ کے لیے تواضع کرتا ہے خدائے تعالے اوسکو قیامت میں بلند کریگا ای جریر
تمکو معلوم ہے کہ قیامت میں دوزخ کا اندھیرا کیا چیز ہوگا میں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں آپنے فرمایا کہ دنیا میں
جو لوگ ایک دوسرے پر ظلم اور اندھیر کرتے ہیں یہی قیامت کو اندھیرا ہوگا۔ اور حضرت عائشہ نے فرمایا کہ تم افضل
عبادت سے غافل ہو اور وہ تواضع ہے۔ اور یوسف بن اسباط رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بہت سے عمل سے تھوڑا ورع کافی ہے اور بہت
سی کوشش اور مجاہدے سے تھوڑی سی فروتنی اچھی ہے۔ اور حضرت فضیل رحمۃ اللہ سے کسی نے تواضع کو پوچھا
کہ کیا چیز ہے تو اونھوں نے فرمایا کہ امر حق کے لیے خضوع کرنا اور منقاد ہونا اگرچہ کسی لڑکے خواہ جاہل ہی سے سنے۔
اور ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصل تواضع یہ ہے کہ اوس شخص کی نسبت جو نعمت دنیاوی میں اپنے آپ سے کم ہے
اپنے نفس کو کم سمجھا یہانتک کہ یوں جتلا کہ ہمکو دنیا کی راہ سے اوسپر کچھ زیادتی نہیں اور اوس شخص کی نسبت
جو نعمت دنیا میں اپنے آپ سے زیادہ ہی اپنے نفس کو برتر سمجھا جتے کہ دنیا کی راہ سے اوسکو کچھ فضیلت نہیں جتلاوے۔ اور قتادہ رحمہ
فرماتے ہیں کہ جس شخص کو مال یا جمال یا بیان یا علم عنایت ہوا اور وہ اوسمیں تواضع کرے تو قیامت کو اوسپر یہ چیزیں
وبال ہونگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خدائے تعالے نے حضرت عیسیٰ پر وحی بھیجی کہ جب میں کوئی نعمت تمکو دوں تم
اوسکو انکسار کے ساتھ قبول کرو میں اوس نعمت کو تمپر پورا کر دونگا۔ اور حضرت کعب رح کا قول ہے کہ اللہ تعالے بندے کو
جو نعمت دنیا میں دیتا ہے اور وہ اوسکا شکر گزار ہوتا ہے اور خدا کے واسطے اوس نعمت سے فروتنی کرتا ہے تو اللہ تعالے اوسکا نفع
اوسکو دنیا میں بھی عنایت فرماتا ہے اور آخرت میں اوسکا رتبہ بلند کرتا ہے اور اگر خدائے تعالے نے کسی بندے کو نعمت
دی اور اوسنے نہ خدا کا شکر کیا نہ فروتنی کی تو اللہ تعالے دنیا میں بھی اوسکا فائدہ اوس سے روک لیتا ہے اور آخرت میں
اوسکے لیے طبقۂ جہنم کھولدیا جاتا ہے اوسکو عذاب دیگا یا درگذر فرماوے۔ اور عبد الملک بن مروان نے کسی سے
پوچھا کہ مردوں میں بہتر کون ہے اوسنے فرمایا کہ جو شخص باوجود قدرت کے تواضع کرے اور باوجود رغبت کے
زہد کرے اور قابو پاکر انتقام نہ لے۔ اور ابن سماک رح ہارون رشید کی خدمت میں گئے اور فرمایا کہ اس بزرگی
اور شرف کے ساتھ آپ کا تواضع کرنا آپکے خود شرف سے بہتر ہے ہارون رشید نے کہا کہ کیا خوب آپنے فرمایا۔
پھر اونھوں نے کہا کہ ای امیر المومنین اگر خدائے تعالے کسی کو جمال اور شرافت حسب اور مال عنایت کرے اور
وہ اپنے جمال میں عفیف رہے اور مال سے لوگوں کے ساتھ سلوک کرے اور حسب میں فروتنی کرے
تو اللہ تعالے کے دفتر میں اولیاء اللہ سے لکھا جائیگا ہارون رشید نے کاغذ دوات قلم منگا کر اپنے ہاتھ سے

اونکا قول لکھ لیں۔ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا دستور تھا کہ جب صبح ہوتی تو رئیسوں کے منھ اور شریفوں کو
دیکھا کرتے یہانتک کہ اون سے فارغ ہوکر مساکین میں آتے اور اونکے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ مسکین کا گذر مسکینوں
ہی میں ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جیسا آدمی کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تو انگر اوسکو بُرے کپڑے میں دیکھیں اسی طرح چاہیے
کہ وہ اس بات کو بھی برا جانے کہ درویش اوسکو لباس فاخرہ میں دیکھیں۔ اور روایت ہے کہ ایکبار یونس اور ایوب اور حسن رح
باہر نکلے اور تواضع کا ذکر ہوا تو حضرت حسن رح نے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ تواضع کیا ہے تواضع یہ ہے کہ جب آدمی گھر سے
نکلے تو جو مسلمان راستے میں ملے اوسکو یہ سمجھے کہ مجھسے زیادہ ہے۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالے نے
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کیا تو پہاڑ آپس میں ایک دوسرے سے بڑا اور اونچا ہونے لگے اور جودی نے
فروتنی کی اللہ تعالے نے اوسکو بلند مرتبہ دیا کہ حضرت نوح کی کشتی اوسی پر ٹھہری۔ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہیں
کہ اللہ تعالے نے جو لوگوں کے دلوں کا حال معلوم کیا تو کسی میں تواضع حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل سے بڑھکر نہ پائی اسی لیے
اونکو آدمیوں میں سے کلام کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ اور یونس بن عبید رح جب عرفات سے پھرے تو کہنے لگے کہ اگر میں لوگوں میں
نہ ہوتا تو یقینا اونپر رحمت ہوتی ہے اب مجھے خوف ہے کہ شاید میرے سبب سے رحمت سے محروم رہے ہوں۔ اور یہ جو مشہور ہے
چلا آتا ہے کہ جسقدر آدمی ایماندار اپنے نفس میں فروتنی کرتا ہے اوسی قدر خدا تعالے کے نزدیک بلند مرتبہ ہوتا ہے اور جسقدر اپنے
نزدیک اونچا ہوتا ہے ویسا ہی خدا کے نزدیک پست ہوتا ہے۔ اور زیاد نمیری کا قول ہے کہ جس زاہد میں تواضع نہو وہ ایسا
درخت ہے جسمیں پھل نہیں۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسجد کے دروازہ پر کھڑا ہوکر پکارے کہ جو تم سب میں برا
شخص ہو وہ باہر نکلے تو مجھسے آگے کوئی نہ جا سکے سب سے اول میں ہی ادھر دوڑوں البتہ جسکے اندر طاقت دوڑنے کی ہو وہ
بیشک بڑھ جاوے۔ راوی کہتا ہے کہ جب ابن مبارک کو حضرت مالک رح کا یہ کلام پہنچا تو اونھوں نے فرمایا کہ مالک
اسی بات سے مالک ہوا ہے۔ اور حضرت فضیل رح کا قول ہے کہ جو شخص محبت ریاست رکھتا ہے اوسکو کبھی فلاح نہیں ہوتی
اور محمد بن القاسم کہتے ہیں کہ ایکبار ہمارے یہاں زلزلہ اور سرخ آندھی آئی تو میں محمد بن مقاتل رح کے پاس گیا اور کہا کہ
اے ابو عبد اللہ آپ ہمارے امام ہیں خدا ہی تعالے سے دعا کیجیے آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرے سبب سے تم ہلاک نہ ہو تو
میں اسکو غنیمت جانوں محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں
کہ محمد بن مقاتل کی دعا سے خدا تعالے نے تم سے آندھی وغیرہ کو دور کر دیا۔ اور ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا تو
اونھوں نے پوچھا کہ تو کیا چیز ہے اور اسطرح پوچھنا آپکی عادت تھی اوس شخص نے جواب دیا کہ میں حرف باکے نیچے کا نقطہ ہوں
آپ نے فرمایا کہ یا تو اسکے موافق اپنے نفس کو کرنا چاہیے ورنہ تیری حجت اللہ تعالے منقطع کر دیگا۔ اور بعض کلاموں میں یہ
بھی منقول ہے کہ میری ذلت نے دنیوی لذت کو بیکار کر دیا۔ اور یہ جملہ اکابر سے منقول ہے کہ جو اپنے نفس کی کچھ قدر جانتا ہے
اوسکو تواضع کا کچھ بہرہ نہیں۔ اور فتح بن شخرف رح روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا اور

سو عرض کیا کہ آپ مجھکو نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ دنیوی کی مجلس میں اگر تو نگر متواضع ثواب خدا تواضع کرین تو کتنا اچھا اور اس سے
زیادہ اچھی بات ہے کہ فقرا خدائے تعالے پر اعتماد کیکے تو نگروں پر تکبر کرین — اور ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ آدمی جبتک اپنے نفس کو
نہین پہچانتا تب تک تواضع نہیں کرتا — اور حضرت ابو یزید بسطامی رح فرماتے ہیں کہ آدمی کو جبتک گمان ہے کہ خلق مین کوئی مجھسے برا
ہے تبتک وہ متکبر ہے لوگون نے پوچھا کہ پھر تواضع کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب اپنے نفس کے واسطے کوئی مقام نہ جانے اور کوئی
حال نہ دیکھے اور جسقدر آدمی خدا تعالے کو اور اپنے نفس کو پہچانتا ہے اوسی قدر اوس مین تواضع ہوتی ہے — اور ابو سلیمان رح کا قول
ہے کہ تمام مین سب سے زیادہ پست اور کم رتبہ ہوں اگر تمام خلق مجھکو ویسا کم رتبہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکینگے — اور عروہ
بن الورد رح فرماتے ہیں کہ تواضع حصول شرف کا ایک جال ہے اور آدمی سوا تواضع کے ہر نعمت پر حسد کیا جاتا ہے
اور اکابر کا قول ہے کہ تواضع سب قسم کے لوگون میں اچھی ہے اور تونگرون میں سب سے بہتر ہے تواضع ز گردن فرازان
نکوست + گدا گر تواضع کند خوی اوست + اور تکبر تمام خلق میں برا ہے اور فقیرون میں سب سے زیادہ برا ہے — اور یہ بھی
بعض اکابر کا قول ہے کہ عزت اوسی کو ہے جو خدا کے واسطے ذلیل ہو اور برتری اوسکو ہے جو اسکے جلال کے واسطے تواضع کرے
اور امن وہی ہے جو خدا سے ڈرے اور نفع اوسی کو ہے جو اپنے نفس کو خدا کے ہاتھ بیچ دے — اور ابو علی جوزجانی رح کا قول ہے
کہ نفس کا خمیر کبر اور حرص اور حسد سے ہے پس جس شخص کو خدا تعالے ہلاک کرنا چاہتا ہے اوسکو تواضع اور خیر خواہی اور قناعت
سے باز رکھتا ہے اور جسکے ساتھ بہتری کرنی ہوتی ہے اوسکو یہ باتیں عنایت فرما دیتا ہے تو جب کبھی اوسکے دل میں کبر کی آگ
بھڑکتی ہے تو اوسکو خدا کی توفیق تواضع فرو کر دیتی ہے اور اگر حسد کی آگ بھڑکتی ہے تو اسکی توفیق سے خیر خواہی اوسکو بجھاتی ہے
اور اگر حرص مشتعل ہوتی ہے تو خدا کے فضل سے قناعت اوسکو فرو کر دیتی ہے — اور حضرت جنید رح جمعہ کے روز اپنی
مجلس مین کہتے کہ اگر یہ حدیث مروی نہوتی کہ پچھلے زمانے میں سردار قوم کا اون مین ارذل ہوگا تو میں ہرگز تمکو کچھ نہ سناتا
اور یہ بھی اونہیں کا قول ہے کہ اہل توحید کے نزدیک تواضع بھی تکبر ہے اور شاید اونکی مراد یہ ہے کہ متواضع اپنے نفس کو پہلے ٹھیرا لیتا
ہے تب اوسکو پست خیال کرتا ہے اور موحد اپنے نفس کو کچھ بھی نہیں سمجھتا جب اوسکا وجود ہی نہیں تو پستی اور رفعت کسکی
ثابت کرے — اور عمرو بن شیبہ کہتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں صفا اور مروہ کے درمیان تھا دیکھا تو ایک شخص خچر پر
سوار ہے اور اوسکے آگے بہت سے غلام لوگونکو ہٹائے دیتے اور سختی کرتے جاتے ہین پھر بعد چندے میرا گذر بغداد میں ہوا
اور پل کے اوپر ٹھیرا تھا کہ ایک شخص ننگے پاؤں اور ننگے سر لمبے لمبے بال لیے سامنے آیا میں نے اوسکو بغور دیکھنا شروع کیا
اوسنے پوچھا کہ تم کیا دیکھتے ہو میں نے کہا کہ تمھاری صورت کا ایک آدمی میں نے مکہ معظمہ میں دیکھا تھا اور سب بیتی
بتلائی اوسنے کہا کہ میں وہی شخص ہوں میں نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہو گیا اوسنے جواب دیا کہ میں نے ایسی جگہہ بلندی
ظاہر کی تھی جہاں لوگ انکسار کرتے ہیں اوسکے عوض میں حق تعالے نے مجھکو ایسی جگہہ پست کر دیا جہان لوگ ترفع
کرتے ہین — اور سعید رح کہتے ہیں کہ ہم ابراہیم رح سے اتنا ڈرتے تھے جیسے بادشاہ کا خوف ہوتا ہے اور وہ یہ فرمایا

کرتے تھے کہ جس زمانہ مین کہ مین فقیہ کوفہ کا ہوا ہون وہ برا زمانہ ہے کہ مجھسا شخص فقیہ گنا جاوے۔ اور عطاء سلمی رح
جب مینہ کی آواز سنتے تو اوٹھتے بیٹھتے اور درد زہ والی عورت کیطرح پیٹ پکڑتے اور کہتے کہ یہ بلا میرے سبب سے تمپر آوی گی
اگر مین مرجاؤن تو لوگونکو راحت ہوجاوے۔ اور بشر حافی رح کہتے کہ دنیا دارونکے لیے یہی سلام ہے کہ اونکو سلام نکرو۔ اور ایک
شخص نے حضرت عبداللہ بن المبارک کے لیے دعا دی کہ جو تمکو توقع ہو خدا تعالے عنایت فرماوے آپنے فرمایا کہ توقع
بعد معرفت کے ہوتی ہے یہان سری معرفت ہی نہین۔ اور حضرت سلمان فارسی رض کے پاس ایک قریش فخر
کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ اگر میرا حال پوچھتے ہو تو ناپاک نطفہ سے پیدا ہوا ہون اور انجام کو مردار بدبودار ہوجاؤن گا
پھر میزان مین اگر پلہ بھاری رہا تو مین اچھا ہون اور اگر ہلکا رہا تو برا ہون۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض
فرماتے ہین کہ ہمنے کرم کو تقوی مین پایا اور غنا کو یقین مین اور شرف کو تواضع مین خداوند کریم سے امید ہے
کہ ہمکو بھی توفیق تواضع اپنے کرم و فضل سے عنایت فرماوے ؞

چوتھا بیان کبر کی حقیقت اور اوسکی آفت کا۔ جاننا چاہیے کہ کبر دو قسم ہے ایک ظاہر اور ایک باطن کبر باطن تو
نفس کی عادت کا نام ہوا اور کبر ظاہر اعمال ہین جو اعضا سے صادر ہوتے ہین اور واقع مین عادت باطنی ہی کا نام کبر
کہنا ٹھیک ہے اعمال تو اوس عادت کے ثمرات ہین اور وہ عادت ہر جب اعمال کی ہوتی ہے اسی واسطے جب اعضا پر
اوسکے آثار ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ تکبر کیا اور جبتک ظاہر نہین ہوتے تب تک کہا جاتا ہے کہ اوسکے نفس مین
کبر ہے غرض اصل یہی ہے کہ کبر وہی ہے جو نفس کے اخلاق مین سے ایک خلق کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس اپنے آپ کو
دوسرے پر فائق دیکھکر راحت پاوے اور اسی کی طرف مائل ہو اسلیے کہ کبر ایک امر اضافی ہے اسکے لیے کئی چیزین چاہییں
اول تکبر کرنے والا دوم جسپر تکبر کرتا ہے سوم جس چیز سے تکبر کرتا ہے اور کبر اور عجب مین یہی فرق ہے کہ عجب مین
صرف ایک شخص عجب کرنے والا ہوتا ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا بلکہ اگر فرض کیا جاوے کہ انسان صرف
اکیلا ہی پیدا ہو تو ہو سکتا ہے کہ عجب کرے مگر متکبر نہین ہو سکتا جبتک کہ غیر کے ساتھ نہو اور اپنے نفس کو صفات
کمال مین اوس دوسرے سے برتر نجانے غرض کہ تکبر مین صرف اپنے نفس کا بڑا جاننا کافی نہین کیونکہ بعض اوقات
آدمی اپنے نفس کو بڑا جانتا ہے مگر دوسرونکو اپنے آپ سے بڑھکر خواہ برابر سمجھتا ہے اوسپر تکبر نہین کرتا اور نہ دوسرے کا
حقیر جاننا کافی ہے اسلیے کہ بعض اوقات دوسرے کو حقیر جانتا ہے مگر اپنے نفس کو اوس سے بھی زیادہ حقیر سمجھتا ہے
تو تکبر نہوگا اور اگر دوسرے کو اپنے مثل ہی سمجھے تب بھی تکبر نہین بلکہ تکبر مین یہ ضرور ہے کہ ایک مرتبہ اپنے نفس کا
سمجھے اور ایک غیر کا پھر اپنے مرتبے کو غیر کے مرتبے سے بہتر سمجھے جب یہ تین باتین اوسکے اعتقاد مین ہونگی تب
کبر پیدا ہوگا صرف اپنے مرتبہ سمجھنے کا نام کبر نہین بلکہ اوس سمجھنے اور عقیدہ سے آدمین ایک پھونک پڑتی ہے
جس سے دل مین سامان اور حرکت اور خوشی اور میل اپنے عقیدہ کی طرف پیدا ہوتا ہے اور اس سبب سے

نفس میں ایک عزت آتی ہے اس عزت و حرکت میلان کو خلق کبر کہتی ہیں اور اس جھونک کا ذکر حدیث شریف میں
بھی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعُوْذُ بِکَ مِنْ نَفْخَةِ الْکِبْرِیَاءِ اور اسی طرح حضرت عمرؓ نے
فرمایا تھا اس شخص کو جسنے بعد نماز صبح وعظ کہنے کی اجازت مانگی تھی کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تو پھول کر ثریا تک پہونچ جاوے
اس سے معلوم ہوا کہ انسان جب اپنے نفس کو اس نظر سے دیکھتا ہے یعنے اپنی بڑائی کے اعتقاد سے تو وہ تکبر کرتا ہے اور
پھولتا ہے تو ثابت ہوا کہ کبر اوسی حالت کو کہتے ہیں جو اون اعتقادات مذکورہ سے نفس میں حاصل ہوتی ہے
اور اوسی کا نام عزت اور عظمت بھی ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ
اِلَّا کِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ فرمایا ہے کہ اس سے مراد عظمت ہے کہ اونکو نہ ملے پس کبر کی تفسیر آیت اوسی عظمت کو بیان
فرمایا پھر یہ عزت موجب اعمال ظاہری اور باطنی کا ہوتی ہے جو اوسکے ثمرات کہلاتے ہیں اور اونکو تکبر کہتے ہین
یعنے جب اوسکے نزدیک اپنا رتبہ دوسرے کی نسبت بڑا ٹھہرا تو اپنے سے کمتر کو حقیر جاننے لگا اور اوس سے دوری
چاہے گا اوسکے ساتھ بیٹھنا اور کھانے میں شریک ہونا ناپسند کرے گا اور اگر کبر زیادہ ہوگا تو یہ تصور کرے گا
کہ اس شخص کو میرے سامنے جھک کر کھڑا ہونا چاہیے یعنے غلاموں کی طرح رہنا چاہیے اور اگر اس سے بھی زیادہ
کبر ہوگا تو اوس سے خدمت لینا بھی برا سمجھے گا اور اگر اپنے سامنے کھڑا ہونے کے لائق نہ جانے گا نہ ڈیوڑھی کی
خدمت کے قابل سمجھے گا اور اگر کبر کچھ کم ہوا تو اوسکی مساوات کو اور تنگ راستوں میں آگے چلنے کو اور محفلوں میں
اونچا بیٹھنے کو عار جانے گا اور ہر بات کا منتظر رہے گا کہ پہلے سلام کرے اور اگر کوئی اسکے کام میں اوس سے
قصور ہو جاوے گا تو بہت بعید جانے گا اور اگر وہ کچھ حجت و مناظرہ کر بیٹھے تو اوسکے جواب دینے کو ننگ جانے گا
اور اگر کبر والے کو کوئی نصیحت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر خود نصیحت و سرزنش کرے تو نہایت تند مزاجی سے
کرے اور اگر کوئی اوسکی کسی بات کا انکار کرے تو غصہ ہو جاوے اور کسی کو تعلیم کرے تو سیکھنے والے سے نرمی نہ برتے
بلکہ شاگرد کو ذلیل و خوار سمجھے اور اوس پر احسان جتاوے اور اوس سے کار خدمت لے اور عوام کو ایسا جانے کہ گدھے ہیں
اونکو جاہل و حقیر تصور کرے غرض کہ جو اعمال کہ کبر سے صادر ہوتے ہیں بیشمار ہیں اور انکی گنتی کی کچھ حاجت نہیں
معروف و مشہور ہیں اسکا نام کبر ہے اور اسی کی آفت بڑی مہلک ہے کہ اوس میں خواص لوگ تباہ ہو جاتے ہیں
اور عابد و زاہد اور علما کم اس سے خالی ہوتے ہیں عوام کا تو کیا ذکر ہے اور اسکی آفت کس طرح بڑی ہو جسکی
شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ کِبْرٍ
اور وجہ اسکی حجاب ہونے کی جنت سے یہ ہے کہ اخلاق ایمانداروں کے جنت کے دروازے ہیں اور کبر
و عزت کے باعث یہ سب دروازے بند ہو جاتے ہیں بندہ کو کوئی خلق اہل ایمان کا اسکے باعث نصیب
نہیں ہوتا مثلاً جب تک آدمی میں کچھ بھی عزت و کبر ہوگا تب تک جو بات اپنے واسطے محبوب ہے وہ دوسرے

کے واسطے محبوب سمجھانے گا اور اسی عزت کی جہت سے تواضع جو کہ متقیوں کے اخلاق کی جڑ ہے نکر سکے گا۔ اور عزت
کے ساتھ کینہ ترک نکر سکے گا صدق و راستی کی مداومت نکر سکے گا ترک غضب اور غصہ کے پینے پر قادر نہوگا نہ حسد ترک
کرے گا نہ آپ کسی کو نرمی سے اچھی طرح نصیحت کرے گا نہ اوروں کی نصیحت پر کان دھرے گا نہ لوگوں کی غیبت اور
حقارت سے بچے گا خلاصہ یہ کہ کوئی ایسی بری عادت نہیں جو کبر و عزت والا اپنی عزت کے بچاؤ کے لیے اسکی
طرف مضطر نہو اور کوئی عمدہ عادت ایسی نہیں جسکو متکبر بخوف اپنی عزت جانے کے چھوڑ نہ دے اسی لحاظ سے
جسکے دل میں ذرہ بھر بھی کبر ہوگا داخل جنت نہوگا اور برے اخلاق کا حال یہی ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ موجود رہتے ہیں
ایک بری عادت ہو تو وہ مقتضی دوسرے کی ضرور ہوگی۔ اور کبر میں سب سے بری قسم وہ ہے جو علم سے استفادہ
نکرنے دے اور امر حق کو ماننے دے اور نہ اوسکا منقاد ہونے دے ایسے ہی کبر اور متکبر کی شان میں آیات وارد ہیں جیسا
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ
بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ پھر فرمایا ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ
خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوزخیوں میں سے سخت عذاب اونکو ملے گا
جو سرکشی میں زیادہ بڑھے ہوئے تھے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا اور فرمایا فَالَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكِرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ اور فرمایا وَيَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ
اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ
دَاخِرِينَ اور فرمایا سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ بعض نے اسکی تفسیر میں
لکھا ہے کہ یہ ارشاد ہے کہ ہم قرآن کی فہم اونکے دل سے اوٹھا لینگے اور بعض تفاسیر میں یہ ہے کہ اونکے دلوں کو
ملکوت سے روک دینگے اور ابن جریج سے روایت ہے کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اونکو تامل کرنا اور عبرت پکڑنا نصیب
نہوگا اسی جہت سے حضرت مسیح علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ کھیتی نرم زمین میں پیدا ہوتی ہے پتھر پر نہیں ہوتی
اسی طرح حکمت تواضع کرنے والے کی دل میں اثر کرتی ہے متکبر کے دل میں اثر نہیں کرتی دیکھو اگر آدمی اپنا سر
نہایت اونچا کرے اور چھت تک پہونچ جاوے تو اوسی کا سر ٹوٹے گا اور جو جھکا رہے گا تو چھت سے آرام اور سایہ دونوں
پاوے گا تو یہ مثل متکبرین کی اس بات کے واسطے بیان ہوئی کہ وہ لوگ حکمت سے کس طرح محروم رہتے ہیں چنانچہ
حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی تعریف میں انکار کرنا امر حق کا مذکور فرمایا ہے اور ارشاد
فرمایا کہ کبر والا وہ شخص ہے جو امر حق سے غافل ہو اور لوگوں کی عیب بیان کرے

پانچواں بیان اس امر میں کہ جس شخص پر تکبر کیا جاتا ہے اوسکے کتنے درجات اور اقسام ہیں اور نتیجہ کبر کا اور ثمن
کیا ہے۔ از انجا کہ انسان باعتبار سرشت کے ظالم و جاہل ہے اسی جہت سے کبھی خالق پر تکبر کرتا ہے اور کبھی مخلوق پر

اور اس اعتبار سے تکبر کی تین قسمین ہین اول خدا پر تکبر کرنا یہ تکبر سب اقسام تکبر سے نہایت برا ہی اور اسکا سبب
جہالت اور سرکشی ہوتی ہے جیسے نمرود مردود نے کی تھی اسنے دل مین ٹھان لی تھی کہ آسمان کے خدا سے لڑونگا
یا اور جاہلوں کی حکایتیں اسی قسم کی ہین بلکہ جو شخص کہ مدعی دعوی خدائی کا ہوا مثلا فرعون ملعون وغیرہ
ایسا ہی کچھ تھا لوگوں سے کہا کہ مین تمھارا پروردگار برتر ہون اس بات سے غیرت آتی کہ خدا کا بندہ ہوا خدا
تعالے فرماتے ہے لَن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ
عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ
جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ اور فرمایا وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ
نُفُورًا دوسری قسم تکبر کرنا رسولون پر کہ اپنے نفس کو عزت دے اور بلند سمجھکر نہین چاہتا کہ کسی ایسے شخص کا متبع ہو
جو اور آدمیون جیسا ہو اور یہ تکبر کبھی تو فکر و تامل کا مانع ہوتا ہے یعنے رسالت وغیرہ کو سوچتا ہی نہین اسی جہت سے
مدام کبر کے باعث تاریکی کی حالت مین رہکر فرمانبرداری نہین کرتا اور اپنے گمان مین جو حق پر ہوتا ہے اور کبھی
تامل تو کرتا ہے مگر نفس اطاعت مرسل اور رسولون کی نہین کرتا جیسا کہ خداے تعالی کافرون کے اقوال کلام مجید مین
نقل فرماتے ہین أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا اور إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ
إِذًا لَّخَاسِرُونَ اور وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا
فِي أَنفُسِهِمْ اور وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور فرعون کا قول نقل فرمایا کہ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ
اور پھر فرمایا وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اوسنے اللہ و رسول دونون پر تکبر کیا چنانچہ وہب
فرماتے ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اوس سے فرمایا تھا کہ تو ایمان لا تیری سلطنت تیری ہی پاس رہیگی اوسنے
کہا کہ مین ہامان سے مشورہ کر لون جب اوس سے پوچھا تو اوسنے کہا کہ اب تو تو پروردگار ہی لوگ تیری عبادت
کرتے ہین ایمان لاے پر تو بندہ ہو جاے گا دوسرے کی عبادت کرے گا بس اوسنے خداے تعالے کے بندہ ہونے اور
حضرت موسی کی پیروی سے انکار کیا- اور قریش کا قول خداے تعالے نے بیان فرمایا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ
عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ قتادہ رحمتہ کہتے ہین کہ یہ قول ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی کا تھا کہ اونھون نے
یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک لڑکے یتیم تھے انکو خدا نے کیسے ہمارے اوپر نبی کیا انسے بڑھکر کوئی نہین نبی کیون
نہوا خداے تعالے نے اوسکے جواب مین ارشاد فرمایا أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ اور دوسری جگہ اونکا قول نقل فرمایا
لِيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا یعنے ایمان والون کو حقیر جانتے تھے اور اونکا نبی مین بڑھ جانا
بہت بعید معلوم ہوتا تھا قریش نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تھا کہ ہم آپ کے پاس کیسے
بیٹھین یہان تو یہ لوگ رہتے ہین یعنے فقیر مسلمان جو آپکے پاس موجود رہتے تھے قریش انکو حقیر جانا اور اونکے پاس بیٹھنے

لیا اور خداوند کریم نے یہ ارشاد فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ
اور واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد
عیناک عنہم اور کفار کا کبر یہانتک تھا کہ خدا تعالے اونکے تعجب کی خبر دیتا ہے جنہیں داخل ہونے کے بعد کہینگے
تعجب سے اون لوگونکو نہ دیکہینگے جنکو حقیر جانتے تھے تو کہینگے مالنا لا نری رجالا کنا نعدہم من الاشرار اور
اس سے مراد اون کی حضرت عمار بن یاسر اور بلال اور صہیب اور مقداد رضی اللہ عنہم ہین۔ بہرحال قریش کے کافر وہنین
بعض تو ایسے تھے کہ کبر کے باعث فکر و معرفت سے باز رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے سے جاہل رہے اور
بعض ایسے تھے کہ اونکو برحق ہونا تو معلوم تھا مگر کبر کی جہت اقرار نکرتے تھے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے فلما جاءہم
ما عرفوا کفروا بہ اور دوسری جگہہ فرمایا وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا اور یہ قسم
تکبر کی اگرچہ پہلی قسم سے کم ہے لیکن اوسکے قریب قریب ہے اسلیے کہ تکبر خدا کے حکم ماننے پر اور اوسکے رسول کے
منقاد نہونے کے لیے ہے۔ قسم تیسری بندونپر تکبر کرنا باین طور کہ اپنے نفس کو بڑا جانے اور دوسرے کو حقیر سمجھ
کسی شخص کی فرمانبرداری نکرے بلکہ اونسے اونچا ہونے کو جی چاہے اور اونکو حقیر جانکر مساوات سے ننگ آوے یہ قسم اگرچہ
پہلی اور دوسری قسم سے کم ہے تاہم دو وجہ سے بہت بڑی ہے وجہ اول تو یہ ہے کہ کبر اور عظمت و عزت مالک
برحق قادر مطلق کو ہی زیبا ہے۔ بندہ جو مملوک اور ضعیف و عاجز ہے اور کسی چیز کی قدرت نہین رکہتا اسکو کبر
کیا چاہیے پس جب بندہ کبر کرے گا تو گویا وہ صفت جو خاص خدا کے واسطے تھی اوسمین خدا کا شریک ہوا چاہتا ہے اور
اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی غلام بادشاہی سلطان کا تاج سر پر رکھکر اوسکے تخت پر بیٹھ جاوے تو خیال کرنا چاہیے
کہ بادشاہ اوسپر کتنا غصہ ہوگا اور کیسی کیسی سزائی کا نشانہ بنے گا کیونکہ بڑی جرات و گستاخی و برائی کی حرکت
ہے جسکا یہ مرتکب ہوا اور اسی لیے حدیث قدسی وارد ہوئی ہے کہ عظمت و کبریا میری چادر ہے جو اوسمین مجھسے
نزاع کرے گا مین اوسکو توڑ دونگا اس سے یہی مراد ہے کہ یہ صفت خاص میری ہی ہے میرے سوا اور کسی کو زیبا نہین جو کوئی اوسمین
مجھسے نزاع کرے گا وہ میری ایک صفت مین نزاع کرے گا اور از انجا کہ بندون پر بڑائی کرنی اوسی کو زیبا ہے
تو جو کوئی اوسکے بندونپر کبر کرے گا وہ خدا کا گنہگار ہوگا کیونکہ جو کوئی بادشاہی غلامون اور خواص کو حقیر جانے
اور اونسے خدمت لے اور اپنے آپ کو اون سے برتر کرے اور جو معاملہ کہ بادشاہ اونکے ساتھ کرتا ہے وہی کرے تو یہ شخص
بھی بعض باتون مین بادشاہ کے ساتھ نزاع و شرکت کرتا ہے گو ویسا تو نہین جیسا وہ شخص تھا جسنے تخت پر بیٹھنا
چاہا تھا اور تنہا حکومت کیا چاہتا تھا مگر چونکہ تمام خلق اللہ تعالے کے بندے ہین اور اون پر کبر اور عظمت وہی کرتا ہے
دوسرا شخص اگر کسی بندہ پر تکبر کرے گا تو البتہ خدا تعالے سے نزاع ٹھہرے گا۔ ہان اس نزاع مین اور نمرود
و فرعون کے نزاع مین اتنا فرق ہے جیسے اون دونون شخصون کے نزاع مین فرق تھا کہ ایک صرف بادشاہ کے

خواہش امیر غلاموں کو ایسا غلام بنایا چاہتا تھا اور دوسرا اصل سلطنت ہی لیا چاہتا تھا۔ دوسری وجہ جس سے
کہ کبر کا عیب بڑا آیا ہے کہ اسکے باعث خدائے تعالے کے احکام کی مخالفت ہو جاتی ہے کیونکہ متکبر آدمی جب حق
بات کسی بندہ سے سنتا ہے تو تکبر کی ہمت سے اوسکو مانتا نہیں بلکہ انکار کے واسطے مستعد ہوتا ہے اسلیے جو لوگ مسائل
دینیہ میں مناظرہ کرتے ہیں تو دعویٰ تو یہی کرتے ہیں کہ بحث صرف احقاق حق اور دریافت کے لیے ہے مگر پھر انکار
متکبروں کا سا کرتے ہیں اگر ایک کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے تو دوسرا نہیں مانتا اور اوسکے انکار و رد کا
بہانہ تلاش کرتا ہے کہ کسی ڈھونگ سے اسکو طرف مقابل پر ستہ کر دیا جائے اور یہ عادت کافروں اور منافقوں
کی ہے چنانچہ اونکا یہ وصف کلام مجید میں موجود ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ
وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ پس جو شخص مناظرہ غلبہ کے لیے یا دوسرے کے الزام و سکوت کے لیے کرے
اور تحقیق حق منظور نہو کہ اگر امر حق معلوم ہو جاوے تو غنیمت سمجھیں تو ایسا شخص اس عادت میں منافقوں کا شریک
ہے اسی طرح کبر اور عبرت و وعظ و نصیحت کو بھی نہیں ماننے دیتے چنانچہ کلام مجید میں ارشاد ہے وَإِذَا قِيلَ
لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ اور حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کو پڑھا
اور فرمایا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ایک آدمی تو کھڑا ہو کر اچھی بات کہنے لگا اور مارا گیا دوسرا شخص یہ کہنے
کھڑا ہوا کہ جو لوگ اچھی بات کو امر کرتے ہیں اونکو کیوں قتل کرتے ہو تو متکبر نے اسکو بھی بخوف اسکے اچھی بات
بتائی تھی اوسکو بھی مار ڈالا اور جسنے بری بات سے منع کیا تھا اوسکو بھی کبر کے مارے مار ڈالا۔ اور حضرت
ابن مسعود رض کہتے ہیں کہ آدمی کو صرف یہی گناہ کافی ہے کہ جب اوس سے کوئی کہے کہ خدا سے ڈر تو وہ جواب
دے کہ تم اپنے نفس کی تو حفاظت کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے کھانا
کھا اوسنے کبر سے کہا کہ میں داہنے سے نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا راوی کہتے ہیں کہ اوسکو
پھر کبھی داہنا ہاتھ اوٹھانا نصیب نہ ہوا کسی روگ میں مبتلا ہو گیا۔ غرض کہ تکبر کرنا خلق پر بڑی بات ہے اسکے
سبب سے خدا کے احکام پر تکبر ہو جاتا ہے اور ابلیس کا حال جو کلام مجید میں مذکور ہے اور تکبر میں مشہور
وہ اسی لیے ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں اوسنے کہا تھا کہ میں انسان سے بہتر ہوں اور اپنے نسب کا
کبر کیا کہ مجھکو آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے مگر اس کبر کا انجام یہ ہوا کہ خدائے تعالے نے جو حکم سجدہ کا
کیا اوسکو بجا نہ لایا اور ابتدا میں کبر اور حسد آدم پر تھا مگر انتہا میں خدا کے امر پر ہو گیا اسی حد سے ابد الآباد
کے واسطے ہلاک ہوا۔ تکبر عزازیل را خوار کرد + بزندان لعنت گرفتار کرد + پس بندوں پر تکبر کرنے سے
یہ آفت جو حکم الٰہی کے ماننے کی آتی ہے بڑی آفت ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس
بن شماس کے سوال کے جواب میں فرمایا جب انھوں نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہی کہ مجھے لطافت محبوب ہے تو یہ کبر تو

نہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ کبر یہ ہے کہ امر حق سے غفلت کرے اور لوگوں کی عیب جوئی اور تحقیر کرے یعنے کبر سے
دو سرا بیان ہیں اول تو لوگوں کی حقارت کرنی جو کبر والے کے مساوی خواہ بہتر ہیں اور دوم رد کرنا امر حق کا پس
جو شخص یہ تصور کرے کہ میں دوسرے سے بہتر ہوں اور دوسرے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور حقارت کی نظر سے
اوسکی طرف دیکھے اور امر حق کو عمداً جانکر انکار کرے تو خلق کے معاملات میں متکبر ہوگا اور جسکو اس بات کی غیرت
ہو کہ خدا تعالے کے لیے خضوع کرے اور طاعت اوسکی بجالاوے اور اتباع رسل کرکے فروتنی ظاہر کرے
تو ایسا شخص اللہ تعالے کے اور اوسکے رسولوں کے معاملات میں متکبر کہلاویگا

چھٹا بیان اون چیزوں کا جنسے تکبر ہوتا ہے — واضح ہو کہ تکبر وہی شخص کیا کرتا ہے جو اپنے نفس کو بڑا سمجھے
اور نفس کو بڑا وہی سمجھتا ہے جو یہ جانے کہ مجھ میں کوئی صفت صفات کمال سے ہے اور کمال یا دینی ہوتا ہے یا دنیاوی
دینی کی دو قسمیں ہیں علم اور عمل اور دنیوی کمال پانچ طرح پر ہیں نسب اور جمال اور قوت اور مال اور کثرت
یاروں کی اور ساتھ والوں کی تو یہ سات سبب ہوئے ہر ایک کا بیان جدا جدا سننا چاہیے اول چیز تکبر کی علم
ہے اور علما کو بہت جلد کبر آتا ہے اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ آفَةُ الْعِلْمِ الْخُيَلَاءُ یعنی علم کی آفت
تکبر ہے عالم بہت جلد علم کی جہت سے متکبر بنتا ہے اور اپنے جی میں جمال و کمال علم سے واقف ہو کر اپنے آپ کو بڑا
اور لوگوں کو حقیر و جاہل جانتا ہے اور انکی طرف ایسے دیکھتا ہے گویا جانوروں کو دیکھتا ہے اور اس بات کا متوقع ہوتا ہے
کہ مجھے پہلے سلام کریں اور اگر اتفاقاً کسی کو آپ پہلے سلام کر لیا یا خوشی سے کسی کے سلام کا جواب دیا یا تعظیم کو اوٹھ کھڑا ہوا
یا دعوت منظور کر لی تو ان باتوں کو اوس شخص پر اپنا احسان جانتا ہے اور اوسکا شکر گزار ہونا اوسپر لازم سمجھتا ہے اور
اعتقاد کرتا ہے کہ میں نے اوسکو سرفراز کر دیا اور ایسا کام کیا جسکا وہ مستحق مجھ جیسے شخص سے نہ تھا تو اوسپر میری توقیر و خدمت
اس احسان کے عوض میں ضرور ہے بلکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ عالم کے ساتھ سلوک کرتے ہیں اور وہ خود کسی کے ساتھ
سلوک نہیں کرتا اور اوسکے پاس سب آتے ہیں وہ کسی کے پاس نہیں جاتا اوسکی بیمار پرسی سب کرتے ہیں وہ کسی کی عیادت
نہیں کرتا اور اگر کوئی اون میں سے اسکے ساتھ زیادہ خلا ملا رکھتا ہے تو اوس سے اپنا کار و بار کراتا ہے اور اگر اوس سے
کچھ خدمت میں تقصیر ہو جاوے تو برا جانتا ہے گویا سب اسکے غلام یا مزدور ہیں اور لوگوں کو تعلیم کرنا ایک احسان
و سلوک ہے جس سے اسکا حق اونپر ہو گیا ہے یہ حال تو دنیا کے کاروبار میں ہے اور دین کے باب میں عالم کا تکبر لوگوں پر
اس طرح ہو کہ اپنے نفس کو خدا کے نزدیک لوگوں کی نسبت اعلی و افضل سمجھتا ہے اور لوگوں کا زیادہ خوف ہوتا ہے اپنا
اتنا خوف نہیں کرتا اور اپنے واسطے توقع نجات کی بہ نسبت لوگوں کے زیادہ کرتا ہے تو ایسے عالم کو جاہل کہنا مناسب
ہے اسکو عالم کسنے کہا ہے علم حقیقی تو اوس علم کا نام ہے جس سے آدمی خدا کو اور اپنے نفس کو پہچانے اور خاتمے کے خطرے کو
جانے اور یہ سمجھے کہ زیادہ تر مواخذہ الہی علما ہی سے ہے اور علم کا خطرہ بہت بڑا ہے چنانچہ علاج کبر میں اسکا بیان

مذکور ہوگا اس علم سے انسان میں خوف اور تواضع اور خشوع زیادہ ہوتا ہے اور یہ علم اس بات کا مقتضی ہے کہ سب آدمیوں کو
اپنے آپ سے بہتر جانے اس واسطے کہ مواخذہ الٰہی علم کے باعث زیادہ تر ہے اور نعمت علم کا شکر عالم سے کم ادا ہوتا ہے
اسی واسطے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص علم میں زیادہ ہوتا ہے اوسکو درد بھی زیادہ ہوگا اور واقع میں انہوں نے
درست فرمایا اب اگر یہ پوچھو کہ بعض اشخاص کو علم کے باعث کبر اور شیخی کیوں ہوتی ہے تو اوسکی دو وجہیں ہیں اول تو
یہ کہ وہ شخص کسی ایسے علم میں مشغول ہو جو کہ برای نام علم ہو مگر علم حقیقی نہ ہو یعنی وہ علم ہو جس سے خدا تعالیٰ اور اپنے
نفس کو اور خدا تعالیٰ سے ملنے کے وقت کے خطرہ کو اور اوس سے حجاب ہونیکو سمجھے اسلئے کہ ایسے علم سے تو خوف
خدا ہی ہوتا ہے نہ بے خوف ہونا اور متکبر ہونا اس علم کی شان نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ
مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا اور جو علوم کہ اس علم کے سوا ہیں جیسے طب اور حساب اور لغت اور شعر اور نحو اور جھگڑوں کا
فیصل کرنا اور مناظرہ کا طریق وغیرہ تو جب آدمی صرف انہیں علوم کو سیکھتا ہے تو البتہ لامحالہ کبر سے بھر جاتا ہے اور
ان علوم کو علوم کہنا چاہیے بلکہ فنون و صناعات کہنا مناسب ہے علم وہی ہے جس سے بندگی اور ربوبیت اور
عبادت کا طریق معلوم ہو اور اوس سے اکثر تواضع ہی پیدا ہوتی ہے دوسرا سبب کبر کا علم سے یہ ہے کہ جب آدمی
علم شروع کرتا ہے اوسوقت اسکا باطن اچھا نہیں ہوتا نفس کمینہ اخلاق بد ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ اول تہذیب
نفس و تزکیہ قلب کیطرف متوجہ نہیں ہوتا اور عبادت میں مجاہدہ و ریاضت نہیں کرتا سو علم کے شروع تک ویسا ہی
بد جوہر رہتا ہے پھر جب علم میں داخل ہوا کوئی سا علم کیوں نہ ہو تو اسکے دل میں علم کو اچھی جگہہ ملی ادنیٰ خبیث جگہہ میں
علم پایا اسی واسطے اوسکا ثمرہ بھی اچھا نہوا خیر میں کچھ اثر اوسکا ظاہر نہوا۔ اور وہب رحمہ اللہ نے اسکی ایک مثال کہی ہے
کہ علم کا حال ایسا ہے جیسا آسمان کا پانی کہ صاف اور شیرین ہوتا ہے مگر درخت اوسکو اپنی رگوں سے جذب کرتے ہیں
تو جیسا جس درخت کا ذائقہ ہے ویسا ہی اوس پانی کو بھی بدل لیتے ہیں تلخ درخت کی تلخی زیادہ ہو جاتی ہے
اور شیرین کی شیرینی یہی حال علم کا ہے کہ لوگ جو اسکو پڑھتے ہیں جو جیسی اونکی ہمت اور خواہش ہوتی ہے ویسا ہی
یہ علم اونکے حق میں ہو جاتا ہے متکبر کا کبر بڑھ جاتا ہے اور متواضع کی تواضع زیادہ ہوتی ہے کیونکہ جس شخص کی ہمت
مثلاً کبر کے لیے تھی اور وہ جاہل تھا جب اوسنے علم پڑھا تو سبب کبر اوسکے پاس آگیا اور زیادہ کبر کرنے لگا اور جب
حالت جہالت میں مبتلا خائف تھا اور علم تحصیل کیا تو اور زیادہ خوف ہوگا اسلئے کہ اب حجت خوف کی زیادہ
مضبوط ہو گئی بہرصورت علم کبر کے بڑے اسباب میں سے ہے اسیواسطے خداوند کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
فرمایا وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور فرمایا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا
مِنْ حَوْلِكَ اور اپنے اولیا کے وصف میں فرمایا اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ اور اسی جہت سے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت حدیث کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک لوگ ایسے ہونگے کہ قرآن کو پڑھینگے اور اوسکے

کہ وہ ان سے تجاوز نکرے گا اور دعوی کرینگے کہ ہمنے قرآن پڑھا ہے ہم سے زیادہ پڑھا ہوا اور عالم کون ہے پھر
آپنے اصحاب رضی کیطرف توجہ فرماکر فرمایا کہ اے امت کے لوگو وہ لوگ تمھیں مین سے ہونگے اور سب دوزخ کے کندے
ہونگے۔ اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ اے لوگو تم عالم جابر مت ہو کہ تمام علم تمھارے جہل کے برابر نہوں۔ اور تمیم داری نے
حضرت عمر رض سے اجازت قصوں کی چاہی تو آپنے منع فرمایا اور کہا کہ یہ امر مثل ذبح کے ہے۔ اور ایک شخص نے
آپ سے بعد نماز صبح وعظ کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تو پھولکر ثریا تک نہ پہونچ جاوے۔ اور حضرت
حذیفہ رضہ نے ایک قوم کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ میرے سوا کوئی اور امام تلاش کرلو یا اکیلے پڑھلیا کرو
اسلیے کہ تمہاری امامت سے میرے جی مین یہ بات گذری کہ مجھسے افضل ان مین کوئی نہیں۔ یہ مقام غور ہے کہ جب
حضرت حذیفہ رضہ اس بات سے نہ بچے تو ضعیف آخری زمانہ کے لوگ کیسے بچین گے حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے پردہ پر
ایسے شخص کا وجود کمیاب ہے کہ اوسکو لوگ عالم کہین اور اوسکی رگ عزت حرکت مین نہ آوے اور اگر کوئی ایسا
شخص موجود ہو تو وہ اپنے عہد کا صدیق ہے اوسکو چھوڑنا نچاہیے قطع نظر استفادہ سے اوسکا دیکھنا ہی عبادت مین
داخل ہے ہمکو تو اگر اسطرح کا شخص چین مین بھی سنائی دے تو وہان ہی اوسکے پاس جاوین کہ اوسکی برکت اور سیرت
اور خصلت سے بہرہ اندوز ہون مگر افسوس کہ اس آخری زمانے مین ایسا عالم کہان وہ لوگ اقبال و دولت والے
تھے قرن اولی و دوم مین ختم ہو چکے اس زمانے مین تو ایسے لوگ بھی کم ہین جو اس خصلت کے نہونے پر افسوس ہی کرین
اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد قول مبارک سے بشارت نہ دیجاتے کہ سَيَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ مَنْ
تَمَسَّكَ فِيْهِ بِعُشْرِ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ نَجَا تو ہمارے اعمال بد تو یہی مقتضی تھے کہ ہم دریای یاس و نا امیدی مین
ڈوب جاتے اور اب بھی دسوان حصہ اصحاب رض کے اعمال کا کون کرتا ہے کاش اگر دسوان حصہ ہی ہم سے ادا ہوتا ہو
تو غنیمت جانین ف مترجم یہان بکمال ندامت گذارش کرتا ہے کہ مصنف رح بہر حال اپنے وقت کا لکھتے ہین
اور اونکے فضل و کمال اور جاہ و جلال مین کسی کو کلام نہیں ہم لوگ کہ انکے زمانے سے ہمارے زمانہ کو وہی نسبت ہے جو
انکے زمانے کو قرن اول سے تھی نہ معلوم کہ ہمارا کیا حال ہوگا خدا ہی اپنے فضل و کرم سے بیڑا پار کرے اور ہم سے وہ
سلوک فرماوے جو اوسکی رحمت کے شایان ہو بمنہ و جاہ محمد و آلہ۔ دوسری چیز تکبر کی عمل اور عبادت ہے اور زاہد و عابد
کبر اور عزت اور لوگون کے دلون کو مائل کرنے سے خالی نہیں ہوتے اون سے بھی دنیا اور دین دونون مین ترشح ہوتا ہے
دنیا مین تو اسطرح کہ دوسرون کا آنا اپنے پاس اونکو اچھا معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اپنے جانے کے غیرون کے پاس اور
لوگون سے متوقع رہتے ہین کہ ہماری حاجتین پوری کرین اور توقیر کرین مجالس مین صدر جگہ مین بٹھلاوین
اور ورع اور تقوی سے یاد کرین اور سب امور مین ہمکو مقدم جانین غرض کہ جو باتین کبر کی معاملات دنیا مین علما
کے حال مین لکھی ہین وہ ان مین بھی ہوتی ہین گویا عبادت کیا کرتے ہین خلق پر احسان کرتے ہین اور دین مین

اونکا گمان ہوتا ہے کہ اپنے نفس کی باتیں خیال کرین اور لوگوں کو تباہ کار اور ہلاک شدہ تصور کرین حالانکہ وہ واقع میں ہلاک شدہ
وہی ہیں اگرچہ یہی صورت ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو سنو
کہ لوگوں کو کہتا ہے کہ سب ہلاک ہوئے تو معلوم کرلو کہ سب سے زیادہ ہلاک وہ ہوگا اور ایک روایت میں فرمایا کہ اوسکا یہ
کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خلق اللہ کو حقیر جانتا ہے اور اللہ پر مغرور ہوکر اوسکے عذاب و سطوت سے نڈر ہے
اور یہ معلوم کرا و ما چو چہ کیوں نہیں لوگوں کے حقیر جاننے کی برائی کیا اوسکے ذمہ کم ہے وہی کافی ہے چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو اتنی ہی شر کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور جو شخص کہ عابد کو خدا کے
واسطے محبوب جانے اور خدا کی عبادت کے سبب اوسکی تعظیم کرے اور بڑا جانے اور ایسے درجات کا اوسکے لیے متوقع ہو
جنکا اپنے نفس کے لیے ہو تو اوس شخص میں اور عابد میں بہت فرق ہی اسلیے کہ ایسا شخص تو اس وجہ سے کہ اوسنے خدا کے
واسطے عابد کی تعظیم کی نجات پاویگا اور اللہ کا مقرب ہوگا اور عابد چونکہ لوگوں سے متنفر رہا اور انکے پاس بیٹھنے سے متنفر
غضب الٰہی کا مستحق ہوگا پس کیا تماشے کی بات ہے کہ لوگ تو عابد کی محبت کے سبب اوسکے عمل کا درجہ پاویں
اور وہ خود اونکی حقارت کے باعث مہمل ہو جاوے کہ گویا کوئی عمل ہی نہیں کیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں
ایک شخص تھا کثرت فساد کی باعث اوسکا نام فسادی ہوگیا تھا اور ایک عابد بنی اسرائیل میں کثرت عبادت سے عابد مشہور
ہوگیا تھا اور یہاں تک عبادت کی تھی کہ ایک ابر کا ٹکڑا اوسپر سایہ کیے رہتا تھا وہ شخص فسادی ایک بار اوسکی پاس
گذرا اور دل میں سوچا کہ یہ عابد عبادت میں مشہور ہے اور میں فسادی ہوں اگر میں اسکے پاس بیٹھ جاؤں
تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالے مجھپر رحم کرے یہ سوچکر اوسکے پاس جا بیٹھا اور عابد نے سوچا کہ میں تو عابد ہوں اور
یہ فسادی ہے میرے پاس کیوں بیٹھا اوس سے ننگ کیا اور کہا کہ یہاں سے اوٹھ جا خدائے تعالے نے اوسوقت کے
نبی کو وحی کی کہ ان دونوں سے کہدو کہ عمل از سر نو کرین پہلے اعمال کا یہ حال ہے کہ میں نے فسادی کو بخشدیا
اور عابد کے عمل باطل کردیے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابر کا سایہ بھی فسادی کے سر پر ہوگیا اس سے معلوم ہوا
کہ خدائے تعالے کو بندوں سے صرف دل کا قصد مراد ہے پس جاہل گنہگار جب خدا سے ڈر کر تواضع کرے گا تو گویا
دل سے خدا کا مطیع ہے وہ عالم متکبر اور عابد کبر والے کی نسبت زیادہ مطیع ہوگا۔ اسی طرح سے روایت ہے کہ ایک
شخص بنی اسرائیل میں کا ایک عابد کے پاس آیا وہ اوسوقت سجدہ میں تھا اوسنے عابد کی گردن پر پاؤن رکھا
اور کہا کہ یا ملعون اٹھ عابد نے کہا کہ تجھکو اللہ نہیں بخشے گا خدائے تعالے نے اوسپر وحی کی کہ او میری قسم کھانے والے
اسکی نہیں بلکہ تیری مغفرت نہیں ہوگی اور اسی لیے حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اون کا پہننے والا اگرچہ حریر پوش
سے زیادہ ہوتا ہے اسکے یہ معنی ہین کہ حریر پوش گلیم پوش کے سامنے فروتنی کرتا ہے اور اسکا فضل اپنے سے سمجھتا ہے
اور گلیم پوش اپنے آپکو افضل سمجھتا اور یہ آفت بھی ایسی ہے کہ کم عابد ہونگے جن میں یہ بات نہو یعنی اگر عابد کو کسی نے سبکی کی یا کچھ ایذا دی تو عابد

نہ کورا اوسکی مغفرت دشوار جانتا ہی اور اسبات مین تو کچھ شک ہی نہین ہے کہ خدا کی نزدیک وہ مغضوب ہو گیا اور اگر وہی
شخص کبھی دوسرے مسلمان کو ایذا دی تو عابد کو اتنا برا نہ معلوم ہو اسکی وجہ یہی ہے کہ اپنے نفس کی قدر زیادہ
سمجھتا ہے حالانکہ اس مین کئی خرابیان ہین جہالت اور کبر اور عجب اور مغرور ہونا اسد پر اور کبھی بیوقوفی
ایسے لوگون کی یہانتک بڑھتی ہے کہ کہنے لگتے ہین کہ دیکھو اوسکا کیا حال ہوتا ہے اور اگر اتفاقا موذی پر کوئی
رنج و مصیبت آتی ہے تو اپنی کرامت سمجھتے ہین کہ خدا نے ہمارا بدلہ لیا اور یہ نہین دیکھتے کہ بہت سے گروہ کفار کے
اسد و رسول کو گالیان دیتے ہین اور بہتون نے انبیا کو ایذا دی بلکہ بعضونکو تو مار ہی ڈالا اور بعضونکو اور تکلیفین دین مگر
خدا تعالے نے کافرون کو دنیا مین مہلت دی اور عذاب نکیا بلکہ بعضے اون مین سے مسلمان ہو گئے اور اونکو نہ دنیا مین
کچھ تکلیف ہوئی نہ آخرت مین پس یہ جاہل متکبر سمجھتے ہین کہ ہم اسد کے نزدیک اوسکے انبیا سے زیادہ ہین کہ اپنی ایذا کا
انتقام نہ لیا اور ہمارا عوض لیا اور یہ نہین معلوم کہ شاید اس کبر و عجب کی جہت سے وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہون
اور اپنے نفس کے ہلاک ہونے کی خبر نرکھتے ہون یہ اعتقاد تو کبر والون کا ہوتا ہے اور دانا عابد یون کہا کرتے ہین
جیسے عطا سلمی جو آندھی چلتی یا بجلی گرنے کے وقت کہا کرتے تھے کہ جو کچھ خلق کو مصیبت پہونچتی ہے وہ میری سبب سے
ہے اگر عطا سلمی مر جاوے تو لوگ چھٹی پاوین یا ایک اور شخص نے عرفات سے پھرتے ہوئے کہا تھا کہ مجکو توقع تھی کہ اگر
مین نہوتا تو سب پر رحمت ہوتی پس دونو قولون مین فرق دیکھنا چاہیے کہ دانا تو اسد سے ظاہر و باطن مین ڈرتا ہی
اور اپنے نفس پر خائف ہے عمل کو ناچیز جانتا ہے اور احمق دل مین ریا اور کبر اور حسد اور عداوت اتنی رکھتا ہے
کہ شیطان اوسکو مسخرہ بنائے رکھتا ہے پھر اوسپر طرہ یہ ہے کہ اپنے عمل کا خدا پر احسان رکھتا ہے خلاصہ یہ کہ جسکا اعتقاد
یقینی اسبات پر ہو کہ مین کسی بندہ سے بہتر ہون تو اوسنے اپنے سب عمل برباد کیا اسلیے کہ جہالت سب مین بڑا گناہ
ہے اور خدا سے دور کرنیکے لیے بڑی چیز ہے اور اپنے نفس پر حکم بہتری کا دوسرے کی نسبت کرنا محض جہالت
اور بیخوف ہونا عذاب الہی سے ہے فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ اسی لیے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اسد
علیہ وسلم کے سامنے ذکر خیر کسی شخص کا ہوا ایک روز وہ شخص آیا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اسد یہی شخص ہے کہ
جسکا ذکر ہم نے آپ کی خدمت مین کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اسکے چہرہ مین نشان شیطان کا معلوم ہوتا ہی پس جب
اوس شخص نے آکر سلام کیا اور آپکے اور اصحاب کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے اوس سے فرمایا کہ تجھے بقسم پوچھتا ہون
کہ تیرے جی مین یہ بات ہے کہ نہین کہ قوم مین مجھسے افضل اور کوئی نہین اوسنے عرض کیا کہ بیشک میرے دل مین یہی
بات ہے دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم نے نور نبوت سے اوسکے دل کی بات کو چہرہ پر آثار شیطانی کی شکل مین
دیکھ لیا بہر صورت یہ آفت ایسی ہے کہ اس سے کوئی عابد خالی نہین ہوتا مگر جسکو خدا بچاوے اب معلوم کرنا چاہیے
کہ آفت کبر کی اعتبار سے عالم اور عابد تین مرتب پر ہین اول درجہ تو یہ ہے کہ کبر دل مین موجود ہی کہ اپنے نفس کو دوسری سے

بہتر سمجھتا ہے مگر کوشش کر کے تواضع کرتا ہے اور ایسے افعال بجالاتا ہے جیسے وہ لوگ کرتے ہیں جو دوسروں کو اپنے سے
بہتر سمجھتے ہیں تو ایسے شخص کے دل میں درخت کبر کا تو جما ہوا ہے مگر اوس نے اوسکی شاخیں بالکل کاٹ ڈالی ہیں دوسرا
مرتبہ یہ کہ کبر کو اعمال میں بھی ظاہر کرے مثلاً اونچا بیٹھے اور ہمسروں سے آگے بڑھ جائے اور جو کوئی اسکے حق میں
قصور کرے اوسکو برا جانے اور عالم میں ادنیٰ بات یہ ہوتی ہے کہ اسطرح بدلتا ہے گویا منہ پھیر لیا اور عابد روکھی ترش
ہوتا اور ماتھے پر شکن ڈالتا ہے گویا لوگوں سے کنارہ کش اور اونکو حقیر جانتا ہے یا اونپر غصہ ہے اور بیچارہ کو یہ خبر نہیں
کہ تقوے ماتھے میں نہیں کہ اوسپر شکن ڈالا جاوے یہ چہرہ میں ہے کہ اوسکو ترش کیا جاوے نہ رخسار میں ہے کہ اوسکو پھیرا جاوے
نہ گردن میں ہے کہ اوسکو جھکایا جاوے نہ دامن میں ہے کہ اوسکو اکٹھا کیا جاوے تقویٰ تو دلوں میں ہے جیسا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا یعنی سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سب مخلوق سے زیادہ بزرگ و متقی تھے اور باوجود اسکے سب سے زیادہ حلیق اور کثرت کشادہ پیشانی اور متبسم اور ملنسار
تھے اسی لیے حارث بن جزء زبیدی صحابی رض فرماتے ہیں کہ مجھے پڑھنے والوں میں سے کشادہ رو اور خندہ پیشانی اچھے
معلوم ہوتے ہیں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ تم اونکے ساتھ کشادہ پیشانی ہو کر ملو اور وہ تم سے ناک بھون چڑھا کر
ملیں اور اپنے اعمال کا تم پر احسان کریں تو ایسوں کی خدا تعالیٰ مسلمانوں میں کثرت نہ کرے اور اگر اللہ تعالیٰ کو
یہی بات پسند ہوتی تو اپنے نبی کو یہ ارشاد کیوں فرماتا کہ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
تیسرا مرتبہ اون لوگوں کا ہے کہ کبر اونکی زبان پر اسقدر ظاہر ہو کہ اوسکے مارے دعوی اور مفاخرت و مباہات اور تزکیہ
نفس اور احوال و مقامات کا ذکر اور دوسروں پر علم و عمل میں غالب ہونا اختیار کرے اس فرقہ کی نسبت دوسرے مرتبہ کے
لوگوں کی عادت و احوال میں اثر کبر کا کم ظاہر ہوتا ہے اسمیں بہت ظاہر ہوتا ہے مثلاً عابد تفاخر کے مقام میں
دوسرے عابد کو کہتا ہے کہ وہ کون ہے اور اوسکا عمل کیا ہے اور زہد اوسکو کہاں سے ہوا غرض دوسرے کے بہت سے
عیب بیان کرکے پھر اپنی تعریف کرتا ہے کہ میں نے اتنے دنوں سے روزہ نہیں افطار کیا اور رات کو سوتا نہیں ہوں ایک
قرآن مجید کا ہر روز ختم کرتا ہوں اور فلاں شخص صبح کو سو رہتا ہے اور بہت تلاوت نہیں کرتا یا جو اسی قسم کی باتیں
ہیں۔ اور کبھی اپنے نفس کے تزکیہ کا دعویٰ کسی اور کلام کی لپیٹ میں ہوتا ہے مثلاً کہتا ہے کہ فلاں شخص نے ہمکو تکلیف
دینی چاہی تھی تو اوسکا بیٹا مر گیا یا مال لٹ گیا یا بیمار ہوگیا وغیرہ کہ اسمیں اپنی کرامت کا دعویٰ ہے کہ ہم ایسے ہیں
اور مباہات اسطرح ہے کہ مثلاً عابد مذکور کسی ایسی قوم میں جا پڑے جو تہجد گزار ہوں وہاں خود شب بیدار رہے اور جتنی نماز
پڑھا کرتا تھا اوس سے زیادہ پڑھے اور اگر وہ لوگ بھوک کے عادی ہوں تو خود بھی صبر کرے یہانتک کہ اونپر غالب ہو جاوے
اور اونکو معلوم ہو جاوے کہ ہم سے زیادہ قوی ہیں اور ہم عاجز ہیں اسی طرح عبادت میں زیادتی اسی خوف سے کرتا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے
کہ اسکی ہمت تو فلاں شخص سے زیادہ عابد ہے اور دین میں قوی تر ہے اور عالم کا تفاخر اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے مخاطب کو کہتا ہے کہ

مین ہر ایک مین جانتا ہون اور حقائق سے آگاہ اور استادون مین سے فلان فلان سے مین نے علم لیا تم لوگ کون ہو اور کیا
تمہاری فضیلت ہے حدیث مین کیا سنا ہے یہ سب باتین اسلیے کہتا ہے کہ اپنی بڑائی اور دوسرے کی حقارت ہو اور یہ بات
اس طرح ہے کہ مناظرہ مین کوشش کرے کہ دوسرے کو ہرادون آپ نہ ہارون اور رات دن ایسے ہی علوم کی تحصیل مین
بسر کرے جو مجلس مین کام آوین مثلاً مناظرہ اور مجادلہ اور انشا پردازی اور سجع طرازی اور فنون عجیبہ کا یاد کرنا
اور احادیث کے الفاظ اور اسناد یاد کرے تاکہ ہمسرون پر عظمت و عزت حاصل ہو اور اگر کسی سے غلطی الفاظ و اسناد مین ہو
تو اوسکو گرفت کرے اسلیے کہ دوسرے کا نقصان ظاہر ہو ایسا شخص جب دوسرے سے غلطی ہوتی ہے تو خوش ہوتا ہے کہ مجکو موقع
غلطی بتلانے کا مل گیا اور اگر کوئی صحیح بیان کرتا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے اس خوف سے کہ کہین لوگ اوسکو میری نسبت
بڑا نجانین یہ سب باتین اخلاق و آثار کبر کے ہین جو علم اور عمل کے سبب پیدا ہوتے ہین اور ایسا شخص کہان ہے
جو ان سب سے یا بعض سے خالی ہو اب کوئی یہ بتلادے کہ جو شخص ان اخلاق کا پابند ہے اور یہ حدیث شریف بھی اوسکو معلوم
ہے کہ جنت مین ایسا شخص نجاویگا جسکے دل مین رائی کے دانہ کے برابر کبر ہو تو وہ کس طرح اپنے نفس کو بڑا جانتا ہے اور
دوسرے پر تکبر کرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو اوسکو دوزخی بتلاتے ہین بڑا تو وہ ہے جس مین یہ صفت نہو اور
جس مین یہ صفت ہوگی اوسمین عزت و کبر نہوگا۔ عالم اوسکو کہنا چاہیے جو یہ سمجھے کہ خدای تعالے کا بندہ کو ارشاد
ہے کہ تیری قدر ہمارے یہان جبھی تک ہے جبتک تو اپنے نفس کی قدر نہ سمجھے اور اگر نفس کی کچھہ قدر سمجھے گا تو تیری قدر
ہمارے یہان نہوگی اور جو یہ بات نجانتا ہو اوسکو عالم کہنا جھوٹ ہے اور جو اسکو دین کی بات سمجھتا ہے اوسکو تکبر نکرنا
اور اپنے آپکو ہیچ سمجھنا لازم ہے یہ اوس کبر کا حال تھا جو علم و عمل کے سبب سے ہو تیسری چیز تکبر کی حسب و نسب ہے پس جسکا
نسب شریف ہے وہ ایسے شخص کو حقیر جانتا ہے جسکا ویسا نسب نہو گو اوس سے علم و عمل مین بڑھکر ہو اور بعض آدمی
ایسا تکبر نسب کا کرتے ہین کہ گویا دوسرونکو اپنا غلام تصور کرتے ہین اور اونکے ملنے جلنے اور پاس بیٹھنے سے نفرت
کرتے ہین اور تفاخر نسب کا اونکی زبان پر رہتا ہے دوسرونکو کہتے ہین کہ تو کیا اصل رکھتا ہے تیرا باپ کون تھا مین فلانی کا بیٹا
فلانے کا پوتا ہون تجھہ جیسے کی کیا طاقت کہ میرے سامنے بولے یا میری طرف آنکھہ اوٹھا کر دیکھے اور تو ہم جیسون سے
بولتا ہے وغیرہ اور یہ ایک ایسی چھپی رگ نفس مین ہے کہ نسب والے اس سے خالی نہین ہوتے اگرچہ نیکبخت اور عاقل ہون
مگر بعض دفعہ اعتدال احوال کے وقت اون سے یہ امر ظاہر نہین ہوتا لیکن غلبہ غضب مین نور عقل تاریک پڑ جاتا ہے اوسوقت
یہ بات ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابو ذر رض سے مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ مجھسے اور ایک شخص سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے تکرار ہوئی مین اوسکو کہہ بیٹھا کہ او کالی عورت کے بچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو ذر
طف الصاع طف الصاع لیس لابن البیضاء علی ابن السوداء فضل یعنے دونون برابر ہین گوری
عورت کے بچے کو کالی عورت کے بچے پر کچھہ زیادتی نہین حضرت ابو ذر رض فرماتے ہین کہ یہ سنکر مین لیٹ گیا اور

اور اوس شخص سے کہا کہ تو میرے رخسار کو پامال کر تواب یکمنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کو کس طرح آگاہ کیا جب معلوم کیا کہ انھون نے اپنے کو بہتر سمجھا ہے اس نظر سے کہ گوری عورت سے پیدا ہوئے ہین اور وہ کالی حبشن اور زادی سے اور سیاہ ہی اسکے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اونھون نے کیسی توبہ کی اور اپنے نفس سے کبر کی جڑ کس طرح اکھاڑی کہ جسکے جسم کو حقیر کیا تھا اوسی سے کہا کہ اپنا تلوا میرے رخسار پر رکھ کیونکہ اونھون نے جان لیا کہ عزت کی جڑ بدون ذلت کے نہین جاتی۔

اور اسی قبیل سے یہ بھی روایت ہے کہ دو شخصون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم فخر کیا ایک نے دوسرے کو کہا کہ میں فلان شخص فلانے کا بیٹا ہون تو تو بتلا تو کون ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے دو شخصون نے اسی طرح فخر کیا تھا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین فلانے کا بیٹا اور فلانے کا پوتا اور فلانے کا پرپوتا ہون اسی طرح نو پیڑھی گن گیا اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ جو شخص فخر کرتا ہے اوس سے کہدو کہ وہ نو کے نو دوزخ مین جاوینگے اور تو دسوان ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے باپ دادون کا فخر کرتے مین حالانکہ وہ جہنم کے کوئلے ہوگئے ہین یا خداے تعالےٰ کے نزدیک گبروٹے سے بھی ذلیل ہین جو دن بھر اپنی ناک سے غلیظ کریدتا رہتا ہے۔ سیوم تھی چیز تکبر کی جمال ہے اور یہ اکثر عورتون مین ہوتا ہے اس سے کبھی یہی ثمرہ ہوتا ہے کہ دوسرے کے نقصان و عیب و غیبت زبان پر آتی ہین چنانچہ حضرت عائشہ رضہ روایت کرتی ہین کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی مین نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ یون ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی سا اور اسکا منشا بھی کبر پوشیدہ تھا اسلیے کہ اگر عائشہ چھوٹے قد کی ہوتین تو اوسکو یون نہ کہتین تو گویا اپنے قد کو اچھا جانا اور اوسکے مقابل دوسری عورت کو چھوٹا سمجھکر یون کہدیا۔ پانچوان امر تکبر کا مال ہے یہ بادشاہون میں خزانے کی بات مین ہوتا ہے اور سوداگرون مین مال تجارت مین اور گانوں والون مین اپنی زمین کی بابت اور آرایش والون مین لباس و سواری کے بابت مین۔ پس جو غنی ہوتا ہے وہ فقیر پر تکبر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بھیک منگا اور مسکین ہے مین چاہون تو تجھ جیسے کو خرید لون اور تجھسے اچھے اچھون سے خدمت لون اور تیری اصل کیا ہے میرے گھر کا سامان تیرے سارے مال سے بڑھکر ہے جتنا تو سال بھر مین کھاتا ہے وہ تو مین ایک روز مین دے ڈالتا ہون غرض اس طرح کی باتین اسی لیے کرتا ہے کہ تو انگری کو بڑا اور مفلسی کو حقیر جانتا ہے اسلیے کہ آفت تو انگری اور فضیلت مفلسی سے جاہل ہے جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا دوسرے نے جواب دیا اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاۗءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا اَوْ يُصْبِحَ مَاۗؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا اور یہ پہلے

شخص کا قول مال اور اولاد کے تکبر کی جہت سے تھا پھر انجام اوسکا یہ ہوا کہ کہنے لگا یا لیتنی
لم اشرک بربی احدا ۔ اور اسی قبیل سے تکبر قارون کا تھا کہ جب بن سنور کر اپنی قوم مین
نکلا تو لوگ کہنے لگے کہ کیا خوب ہو جو ہمکو بھی قارون کا مال ملے چھٹا امر تکبر کا قوت و زور ہے
جس سے کم زورون پر تکبر کیا کرتے ہین ساتوان امر تکبر کا کثرت تابعین و مددگارون و شاگردون
اور غلامون و کنبے اور رشتہ دارون کی ہے بادشاہ کو کثرت لشکر سے تکبر کرتے اور علما کثرت
شاگردون سے ۔ اور حاصل ان سب امور کا یہ ہے کہ جو نعمت کہ اوسکا کمال ہونا متصور ہوسکے گو واقع مین
وہ کمال نہو اوس سے تکبر کرنا ممکن ہے یہان تک کہ مخنث بھی اپنے ہمسرون پر تکبر کرنے لگتا ہے کہ
مین اس صنعت سے زیادہ ماہر ہون تو چونکہ وہ اسکو بھی کمال جانتا ہے اسلیے فخر کرتا ہے کہ اوسکا فعل
موجب بربادی و عذاب کا ہے اسیطرح فاسق کبھی کثرت شراب خواری اور کثرت جماع و اغلام کا فخر کرتا ہے
کیونکہ اپنے گمان مین اسکو کمال جانتا ہے حالانکہ اوسمین غلطی کرتا ہے یہ باتین ہین کہ جنسے آدمی ایک دوسرے پر
کبر کیا کرتے ہین جسکو کوئی چیز حاصل ہے وہ اوس پر تکبر کرتا ہے جسکو کہ وہ چیز نہین حاصل ہے یا اوسکی
دانست مین اوسکی نسبت کم ہے گو خدا کے نزدیک بعض اوقات اوسکے برابر یا زیادہ ہی ہو مثلاً عالم
اپنے علم کا تکبر ایسے شخص پر کرے جو اوس سے زیادہ جانتا ہو تو اسلیے کرتا ہے کہ اپنی دانست مین اپنے آپکو زیادہ واقف سمجھتا ہے

ساتوان بیان اون اسباب کا جنسے تکبر ہیجان مین آتا ہے یہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ کبر
خلق باطن کا نام ہے اور جو کچھ اوس سے اخلاق و افعال ظاہر ہوتے ہین وہ اوسکا ثمرہ اور نتیجہ
ہوتے ہین اون اخلاق و اعمال کو تکبر کہنا مناسب ہے اور کبر صرف امر باطن ہی کا نام ہے یعنی اپنے
نفس کا بڑا جاننا اور اوسکی قدر کو دوسرے کے نفس کی قدر سے زیادہ سمجھنا اور اس امر باطن کا صرف
ایک ہی سبب ہے جسکو عجب کہتے ہین جسکے معنی آگے آتے ہین کیونکہ آدمی جب اپنے نفس خواہ علم یا
یا کسی اور سبب سے عجب کریگا تو اپنے نفس کو بڑا جانکر تکبر کریگا اور تکبر ظاہری کے تین سبب ہین
ایک تو تکبر والے مین ہوتا ہے اور دوسرا اوسمین جسپر تکبر ہو اور تیسرا سبب ایسا ہوتا ہے جو ان دونون
کے سوا اور کسی سے متعلق ہو جو سبب کہ متکبر مین ہوتا ہے وہ تو وہی ہے جو کبر باطنی کا سبب ہے یعنی
عجب اور جو متعلق اوس شخص سے ہے جسپر تکبر ہوتا ہے وہ حقد اور حسد ہے اور جو سبب کہ متعلق غیر سے
ہے وہ ریا ہے پس اس اعتبار سے چار سبب ہوے عجب اور کینہ اور حسد اور ریا ۔ عجب سے تو ظاہر ہے
کہ کبر باطنی پیدا ہوتا ہی اور کبر باطنی سے تکبر ظاہری اعمال اور اقوال و احوال مین سرایت کرتا ہے اور
کینہ بعض اوقات بے عجب بھی تکبر پر لے ڈالتا ہے مثلاً کوئی شخص دوسرے کو اپنے برابر یا زیادہ

سمجھتا ہے مگر کسی سبب سے اوسپر غصہ ہو گیا ہے تو غصے کے باعث اوسکی طرف سے دل مین کینہ
جمگیا ہے اسلیے اوسکا نفس اس بات کو نہیں چاہتا کہ اوسکے سامنے تواضع کیجیے گو اوسکے نزدیک
وہ شخص مستحق تواضع ہے جیسے اکثر رذیل کمی حسد کے سبب کسی خاص بزرگ کے لیے تواضع نہیں
کرتا اور اسی بغض سے یہ بات بھی ہوتی ہے کہ اگر امر حق اوس بزرگ کیطرف سے آوے تو نہ مانے
یا وہ نصیحت کرے تو نہ سنے اور کوشش کرتا پھرے کہ کسطرح اوس سے آگے بڑھجاؤن گو یہ جانتا ہے
کہ مجھے استحقاق نہیں اور اگر اوس بزرگ پر کچھ ظلم کرے تو نہ اوس سے معاف کرانے جاوے اور نہ عذر
پیش کرے اور جو بات سیکھنے آپ کو نہ آتی ہو اوسکے دریافت کرنے کے لیے اوسکے پاس نہ جاوے
اور حسد کا بھی یہی حال ہے کہ اس سے بھی محسود کے ساتھ بغض ہوتا ہے گو اوسکی طرف سے کچھ ایذا
نہ پہونچی ہو اور نہ کوئی ایسا سبب ہوا ہو کہ جس سے اوسپر غصے اور کینے کی نوبت ہو تو حسد کے مارے
بھی امر حق کا منکر ہو جاتا ہے اور نصیحت کو نہیں مانتا اور علم تحصیل نہین کرتا بہت سے جاہل ایسے
ہین کہ علم کے مشتاق ہین مگر جاہل کے جاہل رہتے ہین اسلیے کہ اپنے شہر کے عالم سے خواہ اپنے
کسی رشتہ دار سے بباعث حسد نہین پڑھتے اوس سے پھرے رہتے ہین اور اوسپر تکبر کرتے ہین
باوجودیکہ جانتے ہیں کہ وہ شخص علم کی حرمت سے مستحق تواضع ہے مگر حسد اونکو اس بات پر اوبھارتی
ہے کہ اوس سے معاملہ متکبرون کا سا کرتے ہین اگرچہ باطن مین اوسکو نفس کے اپنے آپ سے زیادہ
سمجھتے ہین - اور ریا بھی مقتضی متکبرون کے اخلاق کی ہے یہان تک کہ آدمی ایسے شخص سے
مناظرہ کرتا ہے جسکو جانتا ہے کہ قطعاً مجھسے بہتر ہے اور پہلے سے کچھ معرفت یا حسد یا بغض بھی
نہین ہوتا مگر اوسکی حق بات اسلیے نہین مانتا اور اس سے استفادہ اسلیے نہین کرتا کہ لوگ یہ
نہ کہین کہ دوسرا شخص اس سے افضل ہے اس صورت مین باعث تکبر صرف ریا ہی ہو اور اگر الگ مین
تنہائی مین اوس شخص کے پاس ہوتا تو تکبر نکرتا بخلاف اوس تکبر کے جو عجب اور حسد و بغض سے
ہوتا ہے کہ وہ خلوت مین بھی یکسان ہے اگر حاسد و محسود کے ساتھ تیسرا کوئی اور نہو جب بھی
حاسد کو اوسپر تکبر ہوگا - اسیطرح بعض لوگ ریا کے لیے اپنا نسب شریف کر لیتے ہین اور جانتے ہین
کہ ہم اس دعوی مین جھوٹے ہین مگر تا ہم ایسے جھوٹے نسب سے دوسرون پر تکبر کرتے ہین
جو اوس نسب کے نہون اور مجالس مین اونسے ترفع اور رستون مین تقدم کے خواہان ہوتے ہین
اور اگر کوئی شخص غیر کی تعظیم و توقیر انکی برابر کرے تو ناخوش ہوتے ہین حالانکہ باطن مین جانتے ہین
کہ ہم مستحق اس تعظیم کے نہین اور نہ کبر باطن مین ہے کیونکہ یہ تو خود اونکو معلوم ہے کہ دعوی نسب مین

از ہم سمجھو تے ہین پس ان افعال متکبرین کے جو وہ لوگ مرتکب ہوتے ہین صرف ریا کی جہت سے ہوتے ہین
اور متکبر کا لفظ جو بولا جاتا ہے تو اکثر اوس شخص پر بولا جاتا ہے جو مرتکب ان افعال کا اس جہت سے ہو کہ
باطن مین کبر و عجب ہے اور لوگون کو حقارت کی نظر سے دیکھنا چاہتا ہے اور اس قسم کے ریا والے کو متکبر
کہنا صرف اسواسطے ہے کہ اوسکے افعال مشابہ کبر کے افعال کے ہین

آٹھوان بیان تواضع والون کے اخلاق کا اور تفصیل اون افعال کی جنمین اثر تواضع اور تکبر کا
ظاہر ہو جانا چاہیے کہ تکبر آدمی کی وضع مین ہوتا ہے جیسے چہرہ پھلانا اور کن انکھیون دیکھنا اور گردن
ڈالنا اور چار زانو خواہ تکیہ لگا کر بیٹھنا اور گفتگو مین بھی ہوتا ہے حتی کہ آواز مین اور بیان کرنے کی صنعت مین
پایا جاتا ہے اور نیز چال اور نشست و برخاست مین اور افعال کرتے وقت کی حرکات و سکنات مین
غرض جب ایک حال سے دوسرے مین بدلتا ہے ہر ایک مین ظاہر ہوا کرتا ہے پس بعض متکبر تو ایسے
ہوتے ہین کہ ان سب باتون مین تکبر کرتے ہین اور بعض ایسے ہین کہ چند چیزون مذکورہ بالا مین تکبر
کرتے ہین اور چند مین تواضع کچھ ایک عادات کا بیان کر دیا جاتا ہے مثلا بعضون کی یہ عادت ہوتی ہے
کہ لوگ ہمارے سامنے کھڑے رہین یا ہماری تعظیم کو کھڑے ہو جایا کرین تو یہ عادت متکبرین کی ہے
حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ جسکو یہ منظور ہو کہ دوزخی آدمی کو دیکھے تو وہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو خود
بیٹھا ہو اور لوگ اوسکے سامنے کھڑے ہون - اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ صحابۂ کرام رضہ کے
نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی نہ تھا اور باوجود اسکے جب آپ کو دیکھتے تھے
تو تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ کھڑا ہونا پسند نہین
اور بعضون کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب تک کوئی پیچھے پیچھے ساتھ کا آدمی نہو تب تک
نہین چلتے یہ بھی بری عادت ہے - حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ بندہ اللہ تعالے سے
دور ہو جاتا ہے جب تک کہ اوسکے پیچھے لوگ چلتے ہین - حضرت عبد الرحمن بن عوف اپنے
غلامون سے پہچانے نہ پڑتے کیونکہ صورت ظاہری یعنی لباس وغیرہ مین کچھ فرق نہین کرتے تھے اونکا
اور اپنا ایک سا حال رکھتے تھے اور کچھ لوگ حضرت حسن بصری رح کے پیچھے چلے تو آپ نے اونکو
روک دیا اور کہا کہ اس سے بندہ کے دل مین کچھ رہتا نہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بعض اوقات اصحاب رضہ کے ساتھ چلتے تو اونکو آگے بڑھنے کو فرماتے اور آپ بیچ مین چلتے
یہ امر یا تو دوسرون کی تعلیم کے لیے تھا یا اپنے نفس مبارک سے وسوسہ اس شیطانی کبر و عجب کا
دفع کرنا منظور تھا جسطرح نئے کپڑے بدن مبارک سے اثناء نماز مین اوتار کر انھین دونون

وجہون مین سے ایک کی جہت سے برا سمجھ لیا تھا - اور ایک عادت یہ ہے کہ دوسرے سے
ملنے سخاوے گو اوسکے ملنے سے خیر و برکت دینی دوسرے کو ہوتی ہے یہ بھی تواضع کے
خلاف ہے - روایت ہے کہ سفیان ثوری رح رملہ مین تشریف لائے اونکے پاس ابراہیم بن ادہم
نے آدمی بھیجا کہ میرے پاس تشریف لاکر کچھ حدیث سنا جائیے حضرت سفیان رح تشریف لائے لیکن
لوگون نے ابراہیم بن ادہم رح سے کہا کہ آپ ان جیسے لوگون کو بھی بلواتے ہین یعنی خود جانا چاہیے تھا
اونھون نے جواب دیا کہ مین اونکی تواضع کا امتحان کیا چاہتا تھا - اور ایک عادت یہ ہے کہ دوسرا
شخص آکر اپنے پاس بیٹھے تو برا معلوم ہو سامنے بیٹھے تو مضائقہ نہین اور تواضع اسکے برعکس ہے
چنانچہ ابن وہب روایت کرتے ہین کہ مین ایک بار عبدالعزیز بن ابی رواد کے پاس بیٹھا اور میرا زانو
اونکے زانو سے لگ گیا مین ذرا کنارہ کو ہوا اونھون نے میرا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا اور فرمایا
کہ میرے ساتھ تم لوگ وہ معاملات کیون کرتے ہو جو جابرون کے ساتھ کیا کرتے ہین مین اپنے
آپ سے برا تم مین سے کسیکو نہین جانتا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مدینہ منورہ کی لونڈیون
مین سے ایک لونڈی بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر جہان چاہتی لیے پھرتی آپ اپنا ہاتھ اوس سے نہ چھڑاتے

سا الا خوش باش کان محبوب جہان را		بدرویشان و مسکینان سرے ہست

اور ایک عادت یہ ہے کہ بیمارون کے پاس نہ بیٹھے اور اون سے احتراز کرے یہ بھی تکبر مین داخل ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک آدمی آیا کہ اوسکے چیچک نکلی تھی اور اوسمین سے پانی
بہتا تھا آپ اوسوقت مع اصحاب رض کھانا تناول فرماتے تھے وہ شخص جسکے پاس بیٹھا وہی اوسکے
پاس سے علیحدہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اپنے پاس بٹھلایا اور حضرت عبداللہ بن عمر رض
اپنے کھانے سے کسی کوڑھی اور سفید داغ والے اور مریض کو نہ روکتے بلکہ اپنے دسترخوان پر بٹھلاتے
اور ایک عادت یہ ہے کہ گھر مین اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہ کرے اور تواضع اسکے خلاف ہے
روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے یہان ایک مہمان رات کو آیا اوسوقت آپ کچھ
لکھتے تھے اور چراغ مین تیل نہ تھا گل ہونے لگا مہمان نے کہا کہ آپ فرماوین تو مین اسکو درست
کر دون آپ نے فرمایا کہ مہمان سے خدمت لینی اچھی بات نہین اوسنے کہا کہ خادم کو جگا دون
آپ نے فرمایا کہ وہ ابھی ابھی نیند مین ہے یہ کہکر آپ ہی اوٹھے اور کپی لیکر چراغ کو تیل سے بھر دیا
مہمان نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ ہی نے تکلیف کی فرمایا کہ جب مین تیل لینے گیا تھا جب بھی
عمر ہی تھا اب پھر کر آیا تب بھی عمر ہی ہون مجھہ مین سے کچھ کم نہین ہو گیا اور لوگون مین سے بہتر وہی ہے

جو اللہ کے نزدیک متواضع ہو - اور ایک عادت یہ ہے کہ اپنے گھر کی کوئی چیز اپنے ہاتھ مین اوٹھا کر نہ لاوے متواضع آدمی ایسا نہین کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بنفس نفیس چیزین لے آتے تھے اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے عیال کے واسطے کچھہ اوٹھا لاوے تو اوسکے کمال مین کچھہ بٹہ نہین لگتا حضرت ابو عبیدہ جراح جسوقت امیر لشکر تھے گھڑا پانی کا خود حمام مین لیجاتے تھے اور ثابت بن ابی مالک روایت کرتے ہین کہ جن دنون حضرت ابو ہریرہ رضہ مروان کیطرف سے خلیفہ تھے مین نے دیکھا کہ بازار سے لکڑیون کا گٹھا اوٹھائے لاتے ہین اور مجھسے فرماتے ہین کہ امیر کو رستہ دو اور اصبغ بن نباتہ تابعی فرماتے ہین کہ اب تک میری آنکھون مین گویا تصویر بندھ رہی ہے کہ حضرت عمر رضہ بائین ہاتھہ مین گوشت اور دہنے مین درہ لیے بازار مین گشت کرتے ہوے اپنے گھر مین داخل ہوے اور بعض تابعین سے روایت ہے کہ مین نے دیکھا کہ حضرت علی رضہ نے ایک درم کا گوشت خرید کر اپنی چادر مین رکھہ لیا مین نے عرض کیا کہ لائیے مین لیے چلون آپ نے فرمایا کہ عیالدار ہی کو اسکا لے چلنا زیباتر ہے - اور ایک عادت لباس پہننے کی ہے کہ اس سے بھی تکبر اور تواضع ظاہر ہوتے ہین حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ ہارون راوی حدیث کہتے ہین کہ مین نے حضرت معن رضہ سے بذاذت کے معنی پوچھے اونھون نے فرمایا کہ اس سے مراد گھٹیا لباس ہے - اور زید بن وہب راوی ہین کہ مین نے حضرت عمر رضہ کو دیکھا کہ درہ لیکر بازار مین نکلے جو چادر کہ اوسوقت پہنے تھے اوسمین چودہ پیوند تھے جنمین سے بعضے چمڑے کے بھی تھے - اور حضرت علی رضہ پر جو بعضے شخصون نے پیوند لگے چادر کے باعث اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دلمین خشوع ہوتا ہے اور لوگ اقتدا کرتے ہین - اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اچھا ہونا کپڑون کا دل کے لیے اترانے کا سامان ہے - اور طاوس رح کہتے ہین کہ باوجودیکہ مین اپنے انکین دو کپڑونکو ہو لیتا ہون پھر بھی جب تک او جلے رہتے ہین مین اپنے دل کو نہین پہچانتا - اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے لیے قبل خلافت لباس ہزار دینار کا لیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ اسمین اگر سختی نہ ہوتی تو بہت عمدہ تھا خلافت کے بعد اونکا لباس پانچ درم کو مول آتا تھا اور فرماتے تھے کہ اسمین بہی عیب ہے کہ نرم ہے ورنہ بہت خوب تھا لوگون نے پوچھا کہ حضرت آپ کا لباس اور سواری اور عطر سابق کا کہان گیا آپ نے فرمایا کہ مجھکو خدای تعالے نے نفس زینت پسند اور شائق عنایت کیا ہے دنیا مین جو مرتبہ آتا گیا اوس سے اعلی مرتبے کی خواہش کرتا گیا یہان تک کہ جب سلطنت کا مزہ اوسنے چکھا

جو سب مراتب دنیاوی سے اعلے ہے تو ثواب مشتاق اللہ تعالے کے نزدیک کے مراتب کا ہوا
اور سعید بن سوید رح روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ہمکو نماز جمعہ کی پڑھائی اور
بیٹھ گئے اوسوقت آپ ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے جسکے گریبان مین سامنے اور پیچھے پیوند لگا ہوا تھا
ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالے نے آپکو سب کچھ دیا ہے
آپ پہنتے کیون نہیں آپ نے بڑی دیر تک سر جھکائے رکھا پھر سر اوٹھا کر فرمایا کہ بہتر میانہ روی
تونگری مین ہوتی ہے اور عفو مین فضیلت وہی ہے جو قدرت کے وقت ہو اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص زینت کو خدا کے واسطے چھوڑ دے اور خدا کے لیے تواضع کی
راہ سے اچھے کپڑے پہننے ترک کرے تو اللہ تعالے بالضرور اوسکے لیے سب سے عمدہ لباس
جنت کا جمع فرماویگا۔ یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام تو فرماتے ہین کہ اچھے
کپڑے سامان دل کے تکبر کے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ کپڑا اوسکا
نفیس رکھنا کبر مین داخل ہے یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ کبر نہین بلکہ کبر اسکا نام ہے کہ آدمی حق سے
جاہل ہے اور لوگون کے عیب نکالے تو بظاہر ان دونون مین تناقض معلوم ہوتا ہے اسکی
تطبیق کسطرح ہے تو جاننا چاہیئے کہ عمدہ کپڑے کچھہ ضرور نہین کہ سب لوگون کے حق مین ہر حال مین
داخل تکبر ہون اور حدیث مین اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ثابت بن قیس رض کے قول سے سمجھی تھی یعنی جب اونھون نے پوچھا کہ مین ایک [illegible]
ہون تو آپ نے جانا کہ اسکا میل نظافت اور خوبی لباس کی طرف ہے اسواسطے نہین کہ دوسرون
پر تکبر کرین کیونکہ یہ تو ضروری ہی نہیں کہ لباس کی عمدگی کبر مین داخل ہو گو کبھی کبر کے واسطے بھی
ہوتی ہے اور یہ کچھہ مختص عمدہ ہی نہین ادنی لباس سے بھی کبر ہوتا ہے اور تواضع بھی ہوتی ہے اور لباس مین
متکبر کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ دیکھین تب تو تکلف سے اور اگر اکیلا ہو تو کچھہ پروا نکرے کہ
کسطرح ہون اور طالب نفاست کی علامت یہ ہے کہ ہر ایک شے مین اوسکو خوبصورتی پسند ہو
اگرچہ تنہا ہی ہو یہان تک کہ گھر کے پردون مین بھی خوش وضعی ملحوظ رکھے پس جب حال مختلف
ہوے تو حضرت عیسی علیہ السلام کا فرمانا بھی درست ہے کہ بعض احوال مین خوش وضعی اور خوش لباسی
صورت دل کے تکبر کا ہوتی ہے اور حدیث شریف بھی درست ہے کہ کبر کو خوش لباسی ضرور نہین
اور نہ خوش لباسی ہمیشہ موجب کبر ہو گو کبھی صورت کبر ہوتی ہو حاصل یہ کہ اس باب مین احوال مختلف ہین
اور سب سے اچھی پوشاک وسط درجے کی ہے جسمین نہ شہرت عمدگی کی ہو نہ خرابی کی اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو بنا اسراف کے ساتھ اور نہ تکبر کے اور خدای تعالے کو اپنے بندے پر اثر اپنی نعمت کا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور بکر بن عبداللہ مزنی فرماتے ہین کہ کپڑے چاہو بادشاہون کے سے پہنو مگر دلون کو خوف خدا سے نرم رکھو

حاجت بکلاہ برکی داشتنت نیست	درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

اور یہ اون لوگون کیواسطے فرمایا کہ پارساؤن کا کپڑا پہنکر تکبر کے طالب ہین اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ تم لوگون کو کیا ہوا ہے کہ میرے پاس کپڑے تو راہبون کے سے پہنکر آتے ہو اور تمہارے دل بھیڑیون کے سے ہین کپڑے بادشاہون کے سے پہنو مگر دلونکو خوف الٰہی سے نرم کرو۔ اور ایک عادت یہ ہے کہ جب کوئی گالی یا ایذا دے یا حق چھین لے تو اوسکی برداشت کرے اور یہی اصل ہے ہم نے باب غضب و حسد مین حکایات سلف کی ایذا کی برداشت مین نقل کی ہین یہان اسقدر معلوم کر لینا چاہیے کہ مجموعہ حسن اخلاق و تواضع کا سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اوسیکو دستور العمل کرنا چاہیے اور اوسی سے سیکھنا چاہیے۔ اور ابن ابی سلمہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سعید خدری رض سے پوچھا کہ اب جو لوگون نے لباس اور کھانا پینا اور سواری ایجاد کی ہے اسمین آپکی کیا رای ہے اونھون نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کھانا اور پینا اور لباس وغیرہ سب اللہ کیواسطے کر اور جس چیز مین ان اشیا سے کبر یا مباہات یا ریا و شہرت آجاویگی وہ معصیت و اسراف ہے اور اپنے گھر مین وہ کام کیا کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مین کرتے تھے آپ کا دستور تھا کہ اونٹ کو گھاس ڈالتے اور اپنے ہاتھ سے باندھتے گھر مین جھاڑو دیتے دودھ نکالتے جوتا گانٹھتے کپڑے مین پیوند لگاتے اپنے خادم کے ساتھ کھانا کھاتے اور اگر وہ تھک جاتا تو اوسکی عوض پیستے اور بازار سے چیز مول لیتے اور اس بات کی حیا نکرتے کہ اوسکو ہاتھ مین لٹکا کر یا کپڑے کے کونے مین باندھکر گھر لا دین توانگر اور مفلس اور بڑے چھوٹے سب سے مصافحہ کرتے جو ادنی اعلی نمازی سامنے آتا اوسکو اول سلام کرتے خواہ کالا ہوتا یا گورا بندہ ہوتا یا آزاد گھر کا اور باہر کا جدا لباس نہ رکھتے اس بات سے حیا نکرتے کہ کوئی دعوت کرے تو قبول کرین گو کیسا ہی پریشان حال ہو اور دعوت کی چیز کو کبھی برا نکہتے اگرچہ سڑا چھوہارا ہی کیون نہو صبح کا کھانا شام کو نرکھتے اور شام کا صبح کو بہت سہل کار فانہ تھے اور با این ہمہ نرم خلق کریم الطبیعت ملنسار کشادہ پیشانی تھے بے خندہ کا تبسم کرتے غم کرتے تو ترش رو نہوتے شدت کرتے تو نہایت سختی نہ برتتے تواضع بے ذلت کی اور

اور سخاوت سب اسراف کی کرتے ہر رشتہ دار اور مسلمان پر رحم فرماتے دل کے رقیق تھے ہمیشہ
گردن نیچی رکھتے شکم سیری سے کبھی تنعمی کی نوبت نہ آنے دیتے دست مبارک طمع کیطرف دراز
نکرتے حضرت ابو سلمہ کہتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گیا اور جو کچھ حضرت ابو سعید
نے مجھے کہا تھا وہ سب مین نے کہا حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ ابو سعید نے کسی بات مین
خطا نہین کی البتہ اتنی بات کوتاہی کی کہ تم سے یہ نکہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر
کھانا نکھایا اور نہ کسی سے اس بات کا شکوہ کیا بلکہ فاقہ آپ کو بہ نسبت توانگری کے زیادہ محبوب تھا
اور کبھی بھوکے ہی آپ رات گذار دیتے اور پھر صبح کو روزہ رکھتے اگر آپ چاہتے اسے مانگتے
کہ خزانے زمین کے اور پھل اور تمام عرب و عجم کی وسعت عیش ملجاوے تو ایسا ہی ہوجاتا اور
اکثر مین آپ کی بھوک پر رحم کر کے روتی اور آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہتی کہ آپ پر میری جان
فدا ہو دنیا سے اسقدر تو نفع لیجئے کہ آپ کی غذا کو کافی ہو اور بھوک نرہے آپ جواب مین ارشاد
فرماتے کہ اے عائشہ میرے بھائی رسول اولو العزم اس سے بھی زیادہ سختیان سہکر اسی حال پر گذر گئے
اور جب خدا کے سامنے پہونچے تو انکی تواضع اور تکریم ہوئی اور بہت سا ثواب حاصل کیا مجھے
یہ شرم آتی ہے کہ اگر مین آرام مین بسر کرون تو کہین انسے کم نرہ جاؤن اسلیے تھوڑے دن صبر
کرنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے کہ آخرت مین میرا درجہ ناقص ہو اور سب سے بہتر بات مجھے یہی
معلوم ہوتی ہے کہ اپنے بھائیون اور دوستون سے ملون حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ بخدا اس کلام کے
بعد آپ کو ایک ہفتہ بھی پورا نہوا کہ وفات پائی پس جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات
نقل ہوے اونمین سب عادات متواضع لوگون کے جمع ہین جسکو تواضع کی طلب ہو اوسکو
چاہیے کہ آپ کا اقتدا کرے اور جو شخص کہ اپنا رتبہ آپ کے رتبے سے زیادہ سمجھکر اون اعمال پر
جو آپ کو پسند تھے راضی نہو تو سخت جاہل ہے آپ کو دین و دنیا کا منصب تمام خلق سے زیادہ
تھا اسلیے عزت اور رفعت بدون آپ کی اقتدا کے ممکن نہین اسی جہت سے حضرت عمر رض
فرماتے ہین کہ ہم وہ لوگ ہین کہ خدای تعالے نے ہمکو اسلام سے عزت دی ہے ہم اوسکے سوا
کسی اور چیز سے عزت کے طالب نہین اور یہ قول آپ نے جب فرمایا تھا جب شام مین داخل
ہونے کے وقت کسی نے آپ کی ہیئت ظاہری پر اعتراض کیا تھا۔ اور حضرت ابو درداء رض
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین جنکو ابدال کہتے ہین وہ لوگ انبیا کے خلیفہ
ہین اور زمین کے قطب جب نبوت منقطع ہوئی تو خدای تعالے نے ایک گروہ کو امت محمد کے

صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے قائم مقام کر دیا ہے وہ لوگ کچھ اوروں سے زیادہ روزہ و نماز
نہین ہوتے نہ اسکے خوبصورت ہین بلکہ صدق ورع اور نیک نیتی اور سلامتی قلب ہر ایک مسلمان
کے ساتھ اور اونکی خیر خواہی صرف خدای تعالے کی رضا جوئی کے واسطے کرتے ہین حالت صبر
جزع و فریاد نہین کرتے تواضع کرتے ہین وہ بھی ذلت کے ساتھ نہین اون لوگونکو خدای تعالی
نے چھانٹ کر اپنا بنا لیا ہے گنتی مین تیس یا چالیس ہوتے ہین اونکے دلون مین یقین ایسا ہوتا ہے
جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا اونمین سے کوئی جب مرتا ہے جب خدای تعالی اوسکا نایب
پیدا کر لیتا ہے اور یہ بھی یاد کر لینا چاہیے کہ وہ لوگ کسی چیز کو برا نہین کہتے نہ کسیکو ایذا دین نہ
حقارت کرین نہ دست درازی اور حسد اور حرص دنیاوی کرین سب لوگون سے زیادہ تجربہ کار
اور سب سے زیادہ نرم طبع اور سخی ہوتے ہین سخاوت اونکی پہچان ہے اور بشاش رہنا اونکی عادت
اور راست روی اونکی صفت ایسے نہین کہ آج تو خوف خدا کرین اور دوسرے روز غفلت مین رہین بلکہ
ظاہر مین ہمیشہ ایک حال پر رہتے ہین اور اونکا معاملہ جو خدا سے ہے اوسمین اونکو نہ ہوای تند پا سکے اور
نہ تیز قدم باد رفتار اونکے دل خدا کے اشتیاق مین اور اوسکے پاس کی رحمت کی طلب مین ترقی کرتے
رہتے ہین اور اونکے قدم خیرات کیطرف اٹھتے رہتے ہین غرض اونکا حال یہ ہوتا ہے اُولٰئِكَ
حِزْبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ راوی کہتے ہین کہ مین نے جب حضرت ابودردا سے یہ حال سنا
تو عرض کیا کہ مین نے آج تک کوئی وصف جو اس سے زیادہ سخت مجکو معلوم ہو نہین سنا اور مین
کسطرح اس وصف کو پہونچون آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس وصف کو اچھی طرح حاصل کیا چاہتا ہے
تو اتنی ہی بات کرنی پڑے گی کہ دنیا سے بغض رکھے اسواسطے کہ جب دنیا کو برا جانیگا تو آخرت
کی محبت پیدا ہوگی اور جسقدر آخرت کی محبت ہوگی اوسیقدر دنیا مین زہد کریگا اور اوسیقدر
وہ باتین تجکو سوجھینگی جو تیرے کام آوین اور جب خدای تعالی کو حسن طلب بندے کیطرف سے معلوم
ہوتی ہے تو راستی و درستی اوسکے ساتھ کر دیتا ہے اور کنار عصمت مین جگہ عنایت فرماتا ہے
چنانچہ خود کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ
یحیی بن کثیر رح فرماتے ہین کہ ہمنے جو اسمین غور کیا تو معلوم ہوا کہ لذت حاصل کرنے والون کو
جو لذت کہ اللہ تعالی کی محبت اور اوسکی رضا جوئی مین ہوتی ہے ایسی اور کسی چیز مین نہین ہوتی

ہم بھی خدا سے چاہتے ہین کہ اپنے دوستون کی محبت ہمکو عنایت فرمادے

نوان بیان طریق علاج کبر کا اور تواضع کے حاصل کرنے کا۔ یہ معلوم ہو چکا کہ کبر مہلکات مین سے ہے

اور کوئی آدمی اس سے خالی نہین اور اسکا دور کرنا فرض عین ہے صرف تمنا سے نہین جاتا بلکہ
علاج سے اور ادن دواؤن کے استعمال سے جو اسکی جڑ کھوتی ہین جاتا ہے اور اسکے علاج کی
دو صورتین ہین اول تو یہ کہ دل ہین جو اسکی جڑ ہے اوسکو بیخ و بنیاد سے نکال ڈالنا دوسرے یہ کہ
جن اسباب سے کہ آدمی دوسرے پر تکبر کرتا ہے اونکو دور کرنا صورت اول کبر کی جڑ او کھاڑنی ہیں
اور علاج اسکا علمی ہے اور عملی اور بدون دونون علاجون کے شفای کامل نہین ہوتی علمی علاج تو
یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو اور خدای تعالی کو پہچانے اسی سے انشاء اللہ کبر زائل ہوجاوے گا
اسلیے کہ جب انسان اپنے نفس کی حقیقت کما ینبغی پہچانے گا تو یقین کرلے گا کہ نفس سب ذلیلون سے
ذلیل تر اور قلیل چیزون سے کمتر ہے اور اوسکے حال کے مناسب ای تواضع اور ذلت و خواری ہے
اور کچھ نہین اور جب خدای تعالے کو پہچانے گا تو جان لیگا کہ کبریا اور عظمت سوای اسکے اور کسیکو
شایان نہین پھر معرفت خدای تعالی کی اور اوسکی عظمت و مجد کی طوالت کلام چاہتی ہے کیونکہ
علم مکاشفہ کی انتہا وہی ہے اور یہ جیا کہ معرفت نفس بھی بہت طویل ہے مگر ہم اوسمین سے اوسقدر
لکھے دیتے ہین جو تواضع کے اختیار کرنے مین کارآمد ہوا اور اوسکے لیے یہی کافی ہے کہ انسان
قرآن مجید کی صرف ایک آیت کے معنی جان لے قرآن مجید مین علم اولین و آخرین موجود ہے
بشرطیکہ آدمی کو بصیرت ہو وہ آیت شریف یہ ہے قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَكْفَرَهٗ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ
مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَاءَ اَنْشَرَهٗ

اس آیت مین انسان کی اول پیدایش اور انجام اور درمیان کا حال مذکور ہے اگر آدمی ان
حالات کو سوچے تو معنی آیت سمجھ مین آوین مثلاً ابتدای حال مین اسکا ذکر بھی نہ تھا و نیستی کے
پردے مین نہان تھا بہت دنون ایسا ہی رہا ہستی کا شروع بھی نہین معلوم کب سے نیست تھا
اور جو چیز معدوم و نابود ہو اوس سے زیادہ کمتر اور حقیر کیا چیز ہوگی اور انسان پیدایش سے پہلے
ایسا ہی تھا پھر اوسکو اللہ تعالی نے ایک رذیل چیز سے بنایا پھر ناپاک چیز سے پیدا کیا کیونکہ
دل مٹی سے بنایا پھر نطفے سے خون اور خون سے لوتھڑا کیا پھر ہڈیان بنائین اور اوپر گوشت
و پوست چڑھایا تو ابتدای پیدایش کی تو یہ صورت ہے جس سے دنیا مین اسکا ذکر ہوا اور پھر کی
پیدایش کے بعد وہی کمینے اوصاف اوسمین موجود رہے یعنی پیدا ہوتے ہی کامل نہین ہوگیا
بلکہ اوسکو اول پتھر جیسا پیدا کیا کہ نہ سنے نہ دیکھے نہ کچھ سمجھے نہ ہلے نہ بولے نہ کسی چیز کو پکڑے
نہ جانے نہ بوجھے تو گویا زندگی سے پہلے موت کی صورت موجود تھی اور قوت سے پہلے

ضعف کی اور علم سے پہلے جہل کی اور بینائی سے پہلے اندھے ہونے کی کیفیت اور شنوائی سے
پہلے بہرا ہونے کی اور گویائی سے پہلے گونگا ہونے کی اور ہدایت سے پہلے ضلالت کی
اور توانگری سے پہلے افلاس کی اور قدرت سے پہلے عاجزی کی حالت رکھتا تھا یعنی ہوگے
اتنی آیت کے مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ اور دوسری جگہ جو ارشاد
فرماتا ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ
مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ اسکے بھی یہی معنی ہین۔ پھر پیدا کرنے کے بعد اوسپر احسان فرمایا کہ ثُمَّ
السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ اسمین اشارہ ہے اون اشیا کیطرف جو آدمی کو مدت حیات مین موت تک
حاصل ہوتی ہین اور اسیلیے فرمایا مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا
اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا یعنی خدای تعالے نے انسان کو زندہ کیا اور پیشتر وہ مردہ اور
پتھر تھا کہ ابتدا مین مٹی تھا پھر نطفہ اور بعد زندگی کے اوسکو بہرے سے شنوا کیا اور اندھے سے
بینا کیا اور ضعف کے بعد قوی کیا اور جاہل سے عالم بنایا اور اوسکو ایسے اعضا عنایت کیے
جسمین عجائبات اور آیات ہین پہلے اوسکو کہان سے تھے اور مفلس سے توانگر کیا اور بھوکے سے
شکم سیر کیا اور ننگے سے لباس پہنایا اور گمراہ سے ہدایت یاب کیا تو دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالے
نے تو کس کس تدبیر اور صورت سے اوسکو بنا کر سب راستے کیسے آسان کیے اور انسان کی سرکشی
بھی دیکھنی چاہیے کہ کتنا بڑا ناشکر ہے اور کیسا کھلا جاہل ہے خدای تعالی تو فرماتا ہے
اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ اور دوسری جگہ فرماتا ہے
وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ یعنی اللہ تعالی کی نعمت انسان پر
قابل دیکھنے کے ہے کہ اوس ذلت اور قلت اور خست اور ناپاکی سے اس بلندی اور بزرگی
پر پہونچایا کہ نیست سے ہست کیا اور مردے سے زندہ اور گونگے سے ناطق وغیرہ اور
پہلے لاشے محض تھا ایسی کوئی چیز نہین جو اوس سے بھی کم ہو پھر خدای تعالے نے جو پردہ عدم سے
وجود عنایت فرمایا تو ذلیل مٹی اور ناپاک نطفے سے بنایا تاکہ اوسکو اپنے نفس کی خست معلوم ہو
اور اپنی ذات پہچانے اور نعمتین جو اوسکو عنایت فرمائین وہ اسیلیے کہ اوس سے رب کو پہچانے
اور اوسکی عظمت و جلال کو دریافت کرے کہ بڑائی اور کبریائی اوسکی شان کو زیبا ہے
اسیواسطے احسان کے مقام مین ان نعمتون کا ذکر موجود ہے چنانچہ فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ
عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اور دوسری جگہ اول اوسکی خست کو ارشاد فرمایا

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً پھر اپنا احسان ذکر فرمایا کہ فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ تاکہ اوسکا وجود ہمیشہ کو تناسل سے قائم رہے جیسا اول مین صرف ایجاد سے موجود ہوگیا پس جس شخص کا حال یہ ہوا اور اوسکی ابتدا اسے پیدایش اسطرح اوسکو اترانا اور کبریا اور فخر و تکبر کیسے جائز ہے وہ تو واقع مین سب سے کمترین چیز اور سب کم زور و کم زور تر ہے ہان اگر انسان کو کامل بنایا ہوتا اور اوسکے سب کام اوسکے سپرد رہتے اور اپنے اختیار سے ہمیشہ کو زندہ رہتا تب بھی مضائقہ نہ تھا کہ سرکش ہوجاتا اور اپنے آغاز و انجام کو بھول جاتا لیکن اب تو معاملہ اور طرح سے ہے کہ اتنی ہی زندگی میں امراض مہلک اور بڑی بڑی بیماریاں اور مختلف آفتین مسلط کردی ہین اور اوسکے چار اجزا صفرا بلغم سودا اور خون ایک دوسرے کی ضد ہین اور ایک سے دوسرے کو نقصان پہونچتا ہے خواہ انسان چاہے یا نچاہے راضی ہو یا ناخوش مثلاً بھوک پیاس مرض اور موت سب کے سب خواہ مخواہ لاحق ہوتے ہین آدمی کو کچھ اپنے نفس کے نفع اور ضرر کا اختیار نہین نہ خیر و شر کا اختیار ہے بہت سی چیزونکو چاہتا ہے کہ مجھے معلوم ہون مگر اوسے جاہل رہتا ہے اور کسی چیز کا یاد رکھنا چاہتا ہے تو بھول جاتا ہے بعض چیزون کو بھولنا چاہتا ہے تو نہین بھولتا اگر اپنے دل کو کسی امر مہم مین مصروف کرنا چاہتا ہے تو بے اختیار وسواس و فکر کے میدان مین جولانیان کرتا ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا دل خود اپنے اوپر نہین اختیار رکھتا اور نہ اوسکا نفس اپنے قابو مین ہے ایسی چیز کا آرزومند ہوتا ہے کہ اوسمین ہلاک ہوجاوے اور بعض دوا کو برا سمجھتا ہے لیکن اوسمین زندگی ہوتی ہے کھانون کو لذیذ جانتا ہے حالانکہ وہی باعث سوء ہضمی ہوکر ہلاک کرتے ہین اور دوا کو بدمزہ جانتا ہے اور وہ اوسکو نافع ہوتی ہین اور زندہ رکھتی ہین اور رات اور دن مین کوئی لحظہ اس بات کا امن نہین کہ کان اور آنکھ چھین جاوین یا اعضا کو فالج مار دے یا عقل جاتی رہے اور جان نکلجاوے اور سب آرزوئین بالائے طاق رہجاوین پس آدمی بیچارہ مجبور ہے اگر کوئی چھوڑے تو رہے اور اوچک لے تو جاتا رہے غلام مملوک ہے کہ نہ اپنے اوپر قابو ہے نہ غیر پر تو اگر اپنے نفس کو پہچانے تب معلوم ہو کہ انسان سے زیادہ ذلیل کیا چیز ہوگی اور ایسے حال مین کبر کا کرنا محض جہالت ہے یہ درمیان کا حال ہوا اسکو تامل کرنا چاہیے اور انجام اور فرودگاہ آخری موت ہے جسکی طرف ان کلمات مین اشارہ ہے ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ یعنی انسان سے روح چھینی جاوے گی اور سننا اور دیکھنا اور علم و قدرت

اور حس و ادراک و حرکت سب سلب کیے جاوینگے تو جیسا ابتدا مین جماد تھا ویسا ہی انجام کو ہوجاویگا اعضا کی شکل کے سوا کچھ حس و حرکت باقی نرہے گی پھر مٹی مین رکھا جائیگا تو ایک مردار بدبو اور ناپاک ہوجاویگا جیسا اول مین نطفہ ناپاک تھا پھر اعضا گلنے لگینگے اور اونکے اجزا بکھر جینگے ہڈیان سڑ کر پاش پاش ہوجاوینگی کیڑے بدن کو کھا جاوینگے آنکھون کے ڈھیلون سے کھانا شروع کرینگے جب وہ ہو چکینگے تو رخسار کو چاٹینگے اسیطرح سب کی صفائی بتائینگے تو سارا بدن کیڑون کے پیٹ مین جائیگا اور اوسوقت مردے کا یہ حال ہوگا کہ کوئی حیوان پاس نہ پھٹکے آدمی اوسکو ناپاک سمجھے اور بدبو کی شدت سے دور بھاگے اور سب سے بہتر اوسکے احوال مین سے یہ کہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہوجاوے تو اب گلنے اور سڑنے کے بعد خاک ہوجاویگا جس سے برتن بنینگے اور عمارت بنائی جاویگی اور موجود ہونے کے بعد پھر نابود ہوگا کہ گویا کبھی ہوا ہی نہ تھا جیسا پہلے مدتون تک نابود رہا تھا اور کیا اچھا ہوتا جو اسی حال پر خاک ہونے کے بعد چھوٹ جاتا بلکہ یہان تو ایک اور شاخ لگی ہے کہ پھر زندہ ہوگا اور اجزاء متفرق سب جمع ہوکر پھر قبر سے نکلےگا تو دیکھےگا کہ قیامت کھڑی ہے اور مصیبت سر پر پڑی آسمان پھٹے ہوے ہین اور زمین بدلگئی ہے پہاڑ ادھر سے اودھر مارے پھرتے ہین ستارے اندھے ہین آفتاب کو گہن لگا ہوا ہے سب جا اندھیرا اور کڑے فرشتون نے آگھیرا ہے دوزخ جدا چلاتی ہے جنت کو دیکھکر مجرمون کو حسرت آتی ہے نامہ اعمال کھلے ہین اور حکم ہے کہ اپنا نامہ پڑھ اوسوقت پوچھیگا کہ یہ نامہ کیسا ہے کہا جاویگا کہ تیرے ایام حیات مین جسپر تو راضی اور نازان اور متکبر تھا تجھپر دو فرشتے محافظ مقرر تھے کہ جو کچھ تو بولتا اور عمل کرتا تھا وہ اسمین لکھےجاتے تھے تیرا عمل تھوڑا اور بہت چھوٹا اور بڑا اور کھانا اور پینا اور نشست و برخاست سب کچھ اسمین موجود ہے تو بھول گیا تو کیا ہوا خدا تعالے نے تو سب لکھ رکھا ہے اب چل حساب دے اور اپنے کیے کا جواب دے ورنہ عذاب کے لیے تیار ہو اس خطاب کے سنتے ہی دل بیتاب ہوگا اور خوف کے مارے زہرہ آب ہوگا حالانکہ ابھی نامہ اعمال کو دیکھا نہ ہوگا جب اوسکو دیکھیگا تو کہیگا ہای افسوس اس کتاب مین تو چھوٹا اور بڑا گناہ سب کچھ موجود ہے پس آخر امر انسان کا یہ ہے جو اس آیت سے مراد ہے ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ اب غور کا مقام ہے کہ جسکا یہ حال ہو اوسکو تکبر سے کیا سروکار ہے اوسکو ایک لحظہ خوشی کرنی بھی نہ چاہیے اترانا اور جبر کرنا تو درکنار ہے انسان پر اول اور درمیان کا حال تو کھلا ہے اگر معاذاللہ آخر کا حال کھلجاوے تو اوسوقت عجب نہین کہ اپنے تئین کتا یا سور بنجانا پسند کرے کہ اونکے ساتھ خاک ہوکر نہ خطاب سنے نہ عذاب سہے اور واقع مین اگر انسان خدا کے نزدیک مستحق دوزخ ہے تو سور بھی اس سے کہین اشرف اور طیب ہے اسواسطے کہ وہ اول مین بھی خاک تھا اور آخر کو بھی خاک ہوجاویگا

حساب و عذاب سے تعلق رہیگا علاوہ انہیں کتا اور سور اگر لوگون کو نظر پڑین تو کوئی آدمی
بھاگتا نہیں اور اگر دنیا دار کسی بندہ گناہگار کو دوزخ مین دیکھ پاوین تو اوسکی صورت ہیبتناک
اور وحشت دیکھکر چیخ مارین اور اگر اوسکی ہوا اونکو لگ جاوے تو بدبو سے ہلاک ہو جاوین اور
اگر اوسکے پینے کے پانی کا ایک قطرہ دنیا کے سمندرون مین گر جاوے تو مردار سے زیادہ بدبو ہو جاوے
پس جس شخص کا انجام کار یہ ہو وہ تکبر کسطرح کرتا ہے اور اپنے نفس کو کچھ شے فرض کر کے اوسکی
فضیلت کا معتقد کیسے ہوتا ہے یون اگرچہ معاف کر دے اور یہ نوبت نہ پہنچنے پاوے تو
اور بات ہے الا ہم معاف کرنے مین تو شک ہی ہے اور گناہگار ہونا یقینی ہے کو نسا بندہ
ایسا ہے جسنے گناہ نہ کیا ہو اور مستحق عقوبت اوسکے سبب نہ ہو مگر یہ کہ خداے تعالی معاف فرماوے
اور جس طرح اوسکے فضل و کرم پر اسی بات کا مقتضی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے معاف کرے
فرض کرو کہ کسی شخص نے بادشاہ کا ایسا قصور کیا جس سے مستحق ہزار کوڑون کا ہے اور حسب حکم
سلطانی سے قیدخانے مین مقید کر دیا گیا اور وہ شخص منتظر ہے کہ میری روبکاری ہوگی اور سب
لوگون کے سامنے سزا ملے گی اور اس بات مین شک ہے کہ میرا قصور معاف ہوگا کہ نہیں
اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ شخص قیدیون پر تکبر کریگا یا حالت غم مین اپنی جان کی فکر مین ہوگا یہی حال ہر شخص کا
ہے کہ گناہگار اور مستحق عقوبت تو سب ہین اور دنیا اونکے لیے قیدخانہ اور حوالات ہے اور یہ معلوم
نہین کہ روبکاری کے روز کیسی بنے گی تو جو شخص اسطرح تامل کریگا اوسکو یہی رنج و حزن اور ذلت
کافی ہے اور یہ علاج علمی ایسی تدبیر ہے کہ جس سے کبر کی جڑ اوکھڑ جاتی ہے ۔ اور علاج عملی یہ ہے کہ
علانیہ تواضع خدا کیواسطے کرے اور سب لوگون کے ساتھ تواضع کرنے والون کے سے اخلاق
برتے جیسے کہ ہم نے صلحا کا حال اوپر بیان کیا ہے یا جسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور
شریف تھا یہان تک کہ روایت صحیح ہے کہ آپ زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون
سو بندون ہی کیطرح کھانا کھاتا ہون ۔ اور حضرت سلمان فارسی رضہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نیا کپڑا کیون
نہین پہنتے آپ نے فرمایا کہ مین غلام ہون جسدن آزاد ہونگا اوس روز نیا کپڑا پہنونگا اس
آزادی سے مراد آزادی روز قیامت ہے اور تواضع کے معلوم ہونے کے بعد اوسکے تمامی عمل سے
ہوتی ہے اسی جہت سے عرب کی قوم کہ اللہ و رسول پر تکبر کرتے تھے اونکو ایمان اور نماز دونوں کا
حکم ہوا اسلیے کہ اونکو تواضع اور فروتنی بڑی معلوم ہوتی تھی حتی کہ اگر کسیکے ہاتھ مین سے کوڑا گر جاتا تو
اوٹھانے کیواسطے نہ جھکتا اور اگر جوتے کا تسمہ کھلجاتا تو اوسکو نہ باندھتا کہ جھکنا پڑیگا چنانچہ حکیم

بن حرام رضہ نے اول اول بیعت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرط کی تھی کہ مین رکوع و سجدہ
کھڑے کھڑے کیا کرونگا آپ نے منظور فرمایا تھا پھر آخر کو وہ سمجھ گئے اور بڑے پکے عابد اور کامل ہو
غرضکہ اہل عرب کے نزدیک سجدہ کرنا اور جھکنا کمال ذلت اور پستی کی علامت تھی اسلیے نماز کا حکم
ہوا تاکہ اونکا تکبر ٹوٹے اور دلون مین تواضع گھر کرے کیونکہ نماز مین شدت سے تواضع پائی جاتی ہے
کہ رکوع اور سجدہ اور سامنے کھڑا رہنا سب کچھ آثار فروتنی کے موجود ہین اور نماز کو جو دین کا ستون کہتے ہین
اسکی بہت سی وجہین ہین اونمین سے ایک یہ بھی ہے کہ اسمین حد درجہ کی تواضع موجود ہے اور
نماز کا حکم تمام خلق کو بھی اسلیے ہوا ہے کہ اسکے افعال مقتضی تواضع کے ہین تو حاصل یہ ہوا کہ آدمی کو
چاہیے کہ جب اپنے نفس کی حقیقت پہچان لی تو جو فعل کہ اونکا مقتضی کبر ہو ہمیشہ اوسکے خلاف کرے
یہانتک کہ تواضع کا عادی ہو جاوے اسلیے دل مین اچھے اخلاق جبھی سگتے ہین جب علم و عمل دونون
ہون اور چونکہ اعضا عالم ظاہری سے ہین اور دل عالم ملکوت سے اور ان دونون مین ایک علاقہ پوشیدہ
اور ارتباط مخفی ہے اسلیے اعضا کے عمل سے دل پر تاثیر ضرور ہوتی ہو — دوسری صورت اوس تکبر کی
بیان جو سات سببون مذکورہ سابق سے ہوتا ہے باب ذم جاہ مین ہم لکھ چکے ہین کہ کمال حقیقی علم اور
عمل کا نام ہے اور جو چیز انکے سوا اور موت پر فنا ہونے والی ہے وہ کمال وہمی ہے اس لحاظ سے
عالم کو تکبر نہ کرنا دشوار ہے اسلیے فی الجملہ کمال حقیقی اوسکو علم کا موجود ہے مگر ہم طریق علاج علمی و عملی
ساتون سبب کا ذکر یہان کیے دیتے ہین اول نسب کا تکبر نسب کے باعث جسکو تکبر ہو اوسکو دو باتین جاننی
چاہیئین اول تو یہ کہ نسب پر فخر کرنا محض جہالت ہے اسلیے کہ دوسرے کے کمال سے اپنی عزت ہونی بیمعنی ہے
ہو گر ذات مین جوہر تو کیا حاصل ہے یون کہنا ٭ کہ آبا تھے ہمارے اشرف و افضل خدائی سے
پس جو شخص نسب کا فخر کرتا ہے اگر خود صفات خسیس رکھتا ہے تو اونکی خست کو دوسرے کا کمال
کسطرح تدارک کریگا بلکہ جس شخص کی نسب سے تکبر کرتا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو کہتا کہ فضیلت مجھ مین ہے
اور تو تو میری پیشاب کا کیڑا ہے تجھے شرف کہان سے آیا اب ہم پوچھتے ہین کہ جو کیڑا انسان کے
پیشاب سے پیدا ہو اور جو گھوڑے کے پیشاب سے پیدا ہو تو انسان کے پیشاب کا کیڑا دوسرے سے
بہتر کہلاویگا نہین بلکہ دونون یکسان ہونگے شرف انسان ہی کو ہے اوسکے پیشاب کے
کیڑے کو کچھ شرف دوسرے کیڑون پر نہین دوسری بات یہ ہے کہ اپنا نسب حقیقی پہچانے
اور باپ اور دادے کو خیال کرے اوسکا باپ تو ایک نطفہ ناپاک ہے اور دادا مٹی اور خاک
ذلیل ہے چنانچہ خداے تعالے نے اس نسب کو قرآن مجید مین بتلا دیا ہے جیسا کہ فرمایا

اَلَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ وَ بَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَہٗ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ

پس جسکی اصل خاک ذلیل ہو جو پامال ہوتی رہتی ہے اور پھر اوسکی مٹی کا خمیر کیا گیا ہو یہان تک کہ سیاہ اور بودار ہو گئی ہو وہ تکبر کیسے کرتا ہے جسکی طرف اوسکی نسبت ہے وہ تو سب مین ذلیل ہے جیسا کہ کہتے ہین کہ فلانا خاک سے زیادہ ذلیل ہے اور کالی کیچڑ سے زیادہ بودار اور پیشاب سے زیادہ ناپاک ہے پس اگر خاک کیطرف آدمی کی نسبت بعید ہے تو قریب ہی چیز کی نسبت کو دیکھنا چاہیے کہ وہ نطفہ یا مضغہ ہے اوسکے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو حقیر ہی جاننا چاہیے اور اگر اوسکے لحاظ سے رفعت ہی ہوتی ہو تو جو اوسکی اصل ہے وہ خاک ہے اوسکو بھی رفعت نہین جب باپ مین رفعت نہ دادے مین تو اولاد مین کہان سے آئی اس سے معلوم ہوا کہ جب اصل آدمی کی خاک سے ٹھہری اور علیحدہ نطفے سے ہوا تو نہایت ہیچ کا برا نسب ہے اسلیے کہ جو اسکی اصل ہے وہ تو پاؤن تلے ملی جاتی ہے اور جس سے جدا ہوا ہے وہ اگر بدن کو لگ جاوے تو دھویا جاتا ہے پس جو شخص اس نسب حقیقی کو پہچانیگا وہ تکبر نکریگا

ز خاک آفریدت خداوند پاک	پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

اور بعد اس معرفت اصل اور امر واقعی کے کھلنے سے متکبر بالنسب کی ایسی مثال ہوگی کہ ایک شخص اپنے آپ کو ہمیشہ سید جانتا ہے اور اوسکے باپ نے اوس سے کہدیا تھا کہ ہم سید ہین اسی جہت سے اوسکو تکبر شرافت نسب کا تھا اسی حال مین چند سچے لوگون نے کہ جنکے قول مین جھوٹ کا شبہ نہین یہ بیان کیا کہ یہ شخص حجام کا لڑکا ہے اور اس دعوے کو خوب برہان و حجت سے اوسکو سمجھا دیا کہ اوسکے دل مین کچھ شبہ باقی نہ رہا اور جان لیا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہین تو اب اوس شخص کو کچھ غرور نسب کا نہ رہے گا بلکہ اپنے تئین سب آدمیون سے حقیر ہو جاویگا اور اس اپنی ذلت کا ایسا دھیان دل مین جمے گا کہ دوسرون پر تکبر کرنا سب بالائے طاق ہو گا یہی حال دانا و بصیر شخص کا ہے جب اپنی اصل کو سوچتا ہے اور جانتا ہے کہ مٹی اور نطفے سے بنا ہوا ہون تو تکبر نہین کرتا اسلیے کہ مثلاً اگر اسکا باپ بھنگی یا حجام یا کوئی اور ذلیل کام والا ہوتا تو یہ شخص اپنے آپ کو کمینہ سمجھتا اسوجہ سے کہ باپ کوڑا اور مٹی اوٹھاتا تھا یا خون مین ہاتھ تر رکھتا تھا تو جب یہ معلوم ہوگا کہ خود مین ہی خاک اور خون سے بنا ہون تو بطریق اولی اپنا کمینہ ہونا سمجھے گا دوسرا سبب کبر کا جمال ہے اور اوسکی دوا یہ ہے کہ اپنے باطن کو عاقلون کیطرح دیکھے اور بہائم کیطرح ظاہر حال کا معاینہ نہ کرے اور جب باطن کو دیکھیگا تو ایسی فضیحتین سوجھینگی جنسے جمال کا کبر دور ہو جاویگا مثلاً تمام اعضا مین آدمی کی پلیدی پر سے پیٹ مین براز ہے اور مثانے مین پیشاب اور ناک مین رینٹھ اور مونہہ مین تھوک اور کانون مین میل اور رگون مین خون اور جلد مین

پیشاب اور بعض میں بدبو ہے اور باوجود اسکے دن میں ایک بار یا دو بار پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے
اور ہر روز ایک یا دو بار پیٹ کی بلا نکالنے کو پاخانے میں جاتا ہے اور وہ ایسی چیز ہے کہ اوسکا
دیکھنا بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے چھونا اور سونگھنا درکنار اور یہ سب اسیواسطے ہے تاکہ ہر وقت اسکو
دھیان اپنی ناپاکی اور ذلت کا بنا رہے یہ حال تو حیات کا ہے اور ابتدائی خلقت جس سے ہوئی ہے
وہ معلوم ہی ہے کہ نطفہ اور خون حیض سے ہے اور دو بار پیشاب کے راستے سے نکلا ایک بار باپ کی
پشت سے جب ماں کے پیٹ میں گیا اور رحم میں جو خون حیض کی جگہ ہے رہا اور ایک بار جب ماں کے
پیٹ سے دنیا میں آیا چنانچہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کر خطبے میں
ہمارے نفسوں کی ناپاکی ظاہر کرنے کو فرماتے کہ تم لوگ پیشاب کی جگہ سے دو بار نکلے ہو اور اسی بنا پر
طاؤس رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے کہا تھا کہ یہ چال اوس شخص کی نہیں جسکے پیٹ میں
غلیظ ہو جیسا کہ یہ قصہ اوپر گذرا یہ ابتدا و وسط کا حال ہے۔ اور اگر ایام حیات میں ایک روز بھی اپنے
بدن کی صفائی اور غسل نکرے تو بدبو اور پلیدی ایسی ہو جاوے جیسے چوپایوں میں ہوتی ہے
کہ وہ کبھی اپنے آپ کفیل اپنے صفائی کے نہیں ہوتے۔ پس جب آدمی تامل کرے کہ میں پلید نطفے سے
پیدا ہوا اور پلید یوں ہی میں رہا اور مرنے کے بعد بھی مردار پلید ہی ہو جاونگا تو اپنے جمال کو باعث
فخر نسمجھیگا وہ تو گھورے پر کا سبزہ ہے کہ ظاہر میں ہرا ہرا معلوم ہوتا ہے اور اصل ناپاک ہے یا جنگل کا
گلزار ہے کہ ابھی اچھا معلوم ہوتا ہے اور کچھ دنوں بعد تنکا تنکا ہوا میں اڑا پھرتا ہے۔ اور اگر
بالفرض حسین آدمی کا جمال دیرپا ہوتا اور ان سب خرابیوں سے مبرا تب بھی اوسپر واجب تھا کہ
اپنے جمال سے بدصورت پر تکبر نکرتا اسلئے کہ بدصورت کی بدصورتی اوسکے اختیار میں نہ تھی کہ اوس سے
بچ رہتا اور نہ خوبصورت کی خوبصورتی اوسکے اختیار میں ہے کہ اوسکی تعریف کیجاوے اور اب تو
جمال کو کچھ قیام ہی نہیں ہر دم یہ خوف لگا ہوا ہے کہ جاتا رہے ذرا سے مرض یا چیچک یا زخم یا کسی
اور سبب سے زائل ہو جاتا ہے اور ایسا بہت واقع ہوا ہے کہ خوبصورت آدمی انھیں اسباب سے
بدصورت ہو گئے ہیں تو ان باتوں کو جاننا اور اکثر سوچنا دل میں سے جمال کے کبر کو اوکھاڑ دیتا ہے
تیسرا سبب تکبر کا زور و قوت ہے اسکا علاج یہ ہے کہ جو مرض اور بیماریاں آدمی پر مسلط ہیں اونکو
تامل کرے کہ اگر ایک رگ میں بھی درد ہو جاتا ہے تو سب عاجزوں سے بدتر ہو جاتا ہے اور سب سے زیادہ ذلیل بنجاتا ہے

چو عضوے بدرد آورد روزگار	دگر عضوہا را نماند قرار

اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اگر کوئی مکھی کچھ چھین لے تو اوس سے نہیں لے سکتا اور اگر کچھ ناک میں

پس جاوے یا چیونٹی کان مین چلی جاوے تو باعث ہلاک ہو اور اگر کانٹا پانون مین لگ جاوے
تو عاجز کر دے ایک دن کے بخار مین بہت کا زور جاتا رہتا ہے پس جس شخص سے تحمل کانٹے کا
نہو سکے اور مچھر اور چیونٹی کی تاب نلاوے اور مکھی کو اپنے اوپر سے نٹال سکے اوسکو چاہیے کہ اپنی
قوت کا فخر کرے اور اگر بالفرض انسان طاقت ور ہی ہو تو گدہے اور گاے اور ہاتھی گھوڑے سے
زبردست نہوگا پھر ایسی صفت مین کیا فخر رہا جسمین بہائم بڑھکر ہون چوتھا سبب تونگری اور
کثرت مال ہے اور اسی مین کثرت یار و مددگار اور بادشاہون کیطرف سے حکومت پانے پر تکبر
کرنا بھی شامل ہے اور انمین سے ہر ایک چیز پر تکبر کرنا جمال و قوت وغیرہ کے تکبر کے مانند نہین
اسواسطے کہ جمال وغیرہ تو داخل انسان تھا یہ چیزین تو اوسکی ذات سے خارج ہین اور یہ قسم تکبر کی
سب سے بُری ہے اسلیے کہ جو اپنے مال کا تکبر کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی اپنے گھوڑے یا گھر کا
تکبر کرتا ہے تو اب اگر گھوڑا مر جاوے یا گھر مسمار ہو جاوے تو ذلیل کا ذلیل رہجاویگا اور جو شخص
بادشاہون کیطرف سے حکومت ملنے پر متکبر ہے اور اپنے آپ مین کوئی وصف نہین رکھتا
اوسنے ایسے کام کی بنیاد اوس دل پر رکھی ہے جو ہنڈیا سے بھی زیادہ جوش رکھتا ہے یعنے
بادشاہون کا دل ہمیشہ متغیر رہتا ہے گاہ بسلامے برنجند وگاہ بدشنامے خلعت دہند اگر ذرا سی
بات مین بگڑ جاوین تو جو لوگ اپنے آپ کو ذی عزت سمجھتے تھے وہ سب ذلیل ہو جاتے ہین
اور جو شخص ایسی چیز سے تکبر کرے جو اوسکی ذات مین نہو وہ کھلا جاہل ہے مثلاً جو تونگری کا تکبر
رکھتے ہین اگر تامل کرین تو کفار مین اونسے زیادہ زیادہ ثروت والے ہین پس تف ہے ایسے
شرف پر کہ جسمین کفار بڑھکر ہون اور تف ہے ایسے فضل پر کہ جسکو چور ایک لحظے مین چرا لے
اور مالک ذلیل و مفلس رہجاوے غرضکہ یہ اسباب ایسے ہین کہ آدمی کی ذات مین داخل نہین
اور جو ذات مین داخل ہین اونکا ہمیشہ قائم رکھنا آدمی کے اختیار مین نہین اور آخرت مین
وبال و مصیبت کے باعث ہونگے پس اونپر فخر کرنا عین جہالت ہے اور یہ بھی بات قابل غور ہے
کہ جس چیز پر آدمی کو اختیار نہین وہ اوسکی ملک نہین ہوسکتی اور یہ سب چیزین ایسی ہی ہین کہ آدمی
کے اختیار مین نہین بلکہ مالک حقیقی کے اختیار مین ہین اگر وہ چاہے تو پاس رہ سکتی ہین اور نہ چاہے
تو نہین رہ سکتین آدمی تو ایک غلام مملوک ہے کہ کسی چیز پر اسکا قابو نہین تو جسکو یہ حال معلوم ہو جاوے
اوسکا کبر ضرور ہی دور ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص عاقل اپنی قوت و جمال اور مال و دولت اور حریت اور
استقلال اور زیادتی مکانات اور کثرت جاہ و حشم کا فخر کرتا ہے اسی اثنا مین دو عادل گواہون نے

کسی منصف حاکم کے سامنے گواہی دی کہ یہ شخص فلانے کا غلام ہے کیونکہ اسکے ماں باپ اوسکے مملوک تھے اور حاکم نے بفور اطلاع مالک کو خبر کردی اور مالک نے آکر اوسپر بھی قبضہ کر لیا اور تمام اوسکا مال لے لیا اور وہ باجود مال جانے کے یہ بھی خوف رکھتا ہے کہ کہیں ان اموال میں افراط و تفریط کرنے اور حصول مال کی اطلاع نہ دینے کی سزا نہ ملے کہ مالک کی جستجو میں تقصیر کیوں کی اور اسپر اور مصیبت یہ کہ وہ شخص ایسے گھر میں بند کیا جاوے کہ جہاں سانپ بچھو اور حشرات الارض بہت سے ہوں کہ ہر دم ہر ایک سے ڈرے اب اوسکا حال یہ ہوگیا کہ نہ تو اپنی جان کا مالک ہے نہ مال کا اور نہ کوئی تدبیر نجات کی جانتا ہے تو بھلا ایسا شخص جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قدرت و ثروت اور قوت و کمال کا فخر کریگا یا اپنے دل میں ذلیل و خفیف ہوگا یہی حال عاقل بصیر کا ہوتا ہی کہ وہ بھی اپنے نفس کو ایسا ہی جانتا ہے کہ میں مالک اپنی گردن کا ہوں نہ بدن کا نہ اعضا اور مال کا اور باوجود اسکے آفات اور شہوات اور امراض کو اپنے لیے سانپ بچھو سمجھتا ہے کہ ہر دم اونسے خوف ہلاک ہونے کا ہے پس جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قوت و توانائی پر تکبر نہیں کریگا کیونکہ اوسکو تو معلوم ہے کہ نہ مجھے کچھ قدرت ہے نہ قوت تو جو اسباب تکبر کے آدمی کی ذات سے خارج ہوں اونکے علاج کا طریق یہی ہے اور یہ طریق علم اور عمل پر تکبر کرنے کے علاج کی بہ نسبت آسان ہے اسلیے کہ علم و عمل نفس کے دو کمال ہیں اور نفس کا خوش ہونا اونسے زیبا ہے مگر اونپر تکبر کرنے میں ایک طرح کی خفیہ جہالت ہے جسکا ہم ذکر کرتے ہیں چھٹا سبب تکبر کا علم ہے اور وہ بڑی آفت اور بڑے امراض میں سے جسکا علاج سہل نہیں بلکہ نہایت محنت و شدت سے ہوتا ہے اسواسطے کہ علم کی قدر خداے تعالی کے نزدیک اور بندوں کے نزدیک بڑی ہے اور اسکی قدر مال و جمال سے اور سب چیزوں سے بڑھکر ہے بلکہ مال و جمال کو کچھ بھی رتبہ نہیں اگر علم اور عمل اونکے ساتھ نہیں اور اسی جہت سے حضرت کعب احبار رضہ فرماتے ہیں کہ علم کی طغیانی مثل مال کی طغیانی کے ہے اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہیں کہ جب عالم لغزش کھاتا ہے تو اوسکی لغزش سے ایک عالم لغزش کھاتا ہے پس چونکہ فضائل علم کے شریعت میں اس کثرت سے ہیں اسلیے عالم آدمی سے نہیں ہوسکتا کہ اپنے آپکو جاہل سے بڑھکر نجانے اور اس کبر کے دور کرنے کے لیے اوسکو دو باتوں کا جاننا چاہیے اول تو یہ کہ اللہ تعالی کی حجت اہل علم پر مستحکم تر ہے اور جاہل سے اتنا برداشت کیا جاتا ہے کہ عالم سے اوسکا دسواں حصہ بھی برداشت نہیں کیا جاتا کیونکہ جو شخص جان بوجھکر خداے تعالی کی نافرمانی کرے اور علم کا حق نعمت ادا نکرے اوس سے زیادہ کیا گناہ ہوگا اور یہیں لیا حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز عالم بلایا جاویگا اور دوزخ میں ڈال دیا جاویگا اوسکی انتڑیاں نکل پڑینگی اور اوسکو ایسا چکر دینگی

جیسا کہ چکی کا بیل پھرتا ہے دوزخی اوسکے گرد جمع ہوکر پوچھینگے کہ تیرا کیا حال ہے کہیگا کہ میں دوسروں کو
نیکی کا امر کرتا تھا اور خود نیکی نہ کرتا تھا اور بدی سے دوسروں کو منع کرتا تھا اور خود اوسکا مرتکب تھا اور
خداوند کریم نے عالم بے عمل کو گدھے اور کتے سے مشابہت دی ہے چنانچہ فرمایا مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰۃَ
ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا اس آیت سے علماء یہود مراد ہیں اور
بلعم بن باعوراء کے حال میں فرمایا وَاتْلُ عَلَیْھِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَیْنٰہُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْھَا
یہاں تک کہ فرمایا فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْہِ یَلْھَثْ اَوْ تَتْرُکْہُ یَلْھَثْ
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بلعم کو کتاب عنایت ہوئی تھی اوسنے شہوات زمین کو پسند کرکے
ہمیشہ اوسپر رہنا چاہا اور اوسکے لیے حکمت کا دیا جانا یا نہ دیا جانا برابر ہے وہ کسی صورت میں شہوت
نہ چھوڑیگا۔ پس عالم کو یہی خطر کافی ہے کونسا عالم ہے جسنے اتباع شہوت نہ کیا ہو اور کونسا عالم ہے
جسنے ایسی نیکی کا امر نہ کیا ہو جسکا عامل خود نہ ہوا ہو تو جس عالم کے دل میں بہ نسبت جاہل کے اپنی بڑائی
زیادہ معلوم ہو اوسکو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جیسے میری قدر بڑی ہے ویسی ہی دوسرے کی نسبت مجھے
اندیشہ بھی بہت زیادہ ہے دونوں باتیں ایک دوسرے کا بدلہ ہوگئیں اور عالم کی مثال ایسی ہے
جیسے کسی بادشاہ کو دشمنوں کی کثرت سے اپنے جان کا اندیشہ ہو کہ ایسا شخص اگر گرفتار ہو جاوے
اور سیاست کیا جاوے تو اوسوقت یہی تمنا کرتا ہے کہ اگر فقیر ہوتا تو خوب ہوتا اسیطرح بہت عالم
قیامت میں اسی بات کی آرزو کرینگے کہ کسیطرح جاہلوں ہی کی طرح بچ جاویں معاذ اللہ منہا غرض یہ خطر
مانع تکبر ہے اسلیے کہ اگر دوزخی ہے تب تو سور بھی اوس سے بہتر ہے تو تکبر کس بات کا کرتا ہے
عالم کو چاہیے کہ اپنے جی میں صحابہ رض سے بھی بڑھکر ہو دیکھو اونمیں سے بعض فرماتے تھے کہ کاش
میری ماں مجھے نہ جنتی اور بعض ایک گھاس کا تنکا اوٹھاتے اور کہتے کہ اگر میں یہ تنکا ہوتا تو خوب ہوتا
اور بعض فرماتے کہ اگر میں پرند ہوتا اور لوگ کھا جاتے تو اچھا تھا اور بعض ارشاد کرتے کہ کیا خوب ہوتا
جو میرا ذکر ہی دنیا میں نہ ہوتا یہ سب اقوال انجام کے خوف کے سبب تھے اپنے آپکو پرند اور خاک سے
بدتر سمجھتے تھے اور جب عالم خطر عاقبت کا فکر زیادہ کریگا تو بالکل کبر جاتا رہیگا اور اپنے نفس کو سب
خلق سے برا جانیگا اور اوسکی مثال ایسی ہوگی کہ مثلاً کسی غلام کو اوسکے آقا نے چند باتوں کا حکم دیا
اوسنے اونکو کرنا شروع کیا مگر بعض امور ترک کردیے اور بعضوں میں نقصان کردیا اور بعضوں میں
شک ہے کہ آقا کی مرضی کے موافق ادا ہوے یا نہیں پھر اوسکو ایک خبر رسان نے خبر دی کہ تیرے
آقا نے ایک ایلچی بھیجا ہے اور تجھکو اس مال و متاع سے ننگا اور ذلیل کرکے بلایا ہے کہ اپنے

دروازے کے باہر دھوپ کی گرمی میں بہت دیر تک کھڑا رکھیگا اور جب تیرا خوب ناک میں دم آجاویگا
تب تیرا حساب دیکھیگا اور سب کام تھوڑے اور بہت کی بازپرس ہوگی بعد اوسکے حکم ایک تنگ
قیدخانے میں قید کرنے کا دیا جاویگا کہ ہمیشہ عذاب میں رہے اور ایک دم راحت نپاوے اور اوس
غلام کو یہ بھی معلوم ہے کہ میرے آقا نے اپنے بہت سے غلاموں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے اور
بعضوں کو معاف بھی کردیا ہے مگر معلوم نہیں کہ میں کونسے فریق میں ہوں پس جب یہ اوسکے سر پر اندیشہ
سوار ہوگا تو نفس بالکل پژمردہ اور ذلیل ہوجاویگا اور غم اور خوف کریگا عزت و کبر بالکل جاتا رہیگا کسی پر تکبر
کرنا تو کیا معنی سب کے ساتھ تواضع سے پیش آویگا کہ شاید میری سفارش تکلیف کے وقت کریں یہی حال
عالم کا ہے کہ جب تامل کرے کہ میں نے کتنے حکم خدا کے تلف کردیے اور اعضاے ظاہری سے کیسے
گناہ کیے اور باطن میں حسد و حقد و ریا و عجب و نفاق وغیرہ کیا موجود ہے اور آیندہ نہ معلوم کہ انجام
کیا ہوگا اور بازپرس کے وقت کسطرح صورت رستگاری ہوگی تو بیشک کبر جاتا رہیگا دوسری بات عالم کے
سوچنے کی یہ ہے کہ اوسکو معلوم ہے کہ کبر خدا کے سوا اور کسیکو زیبا نہیں اور اگر میں تکبر کرونگا تو خدا کے
نزدیک مغضوب ٹھہرونگا خداے تعالی میری تواضع ہی محبوب جانتا ہے چنانچہ اوسکا ارشاد حدیث
قدسی میں ہے کہ بندے کی قدر میرے نزدیک جبھی تک ہے جب تک کہ اپنے نفس کی قدر نجانے اور
اگر اپنے نفس کی قدر جانے گا تو میرے یہان اوسکی قدر نہیں تو ضرور ہوا کہ نفس سے ایسا ہی کام
لیا جاوے جو خداے تعالی کو پسند ہو اور اس بات کا تامل کرنا تکبر کو کھو دیگا گو اوسکو یقین ہو کہ میں نے
کوئی خطا نہیں کی مثلا اگر ممکن ہو کہ آدمی گناہ نکرے تب بھی یہ تامل کرنا تکبر کو کھو دیگا اسی تامل سے
انبیا علیہم السلام کا تکبر زائل ہوا کیونکہ اونکو یقین تھا کہ جو شخص خداے تعالی سے کبریائی میں نزاع کرتا ہے
خداے تعالی اوسکو توڑ دیتا ہے اور خداوند کریم کا حکم ہے کہ اپنے نفسوں کو حقیر جانو تو تمھاری عزت ہمارے
یہان ہو غرضکہ یہ تامل بھی آدمی کے لیے بیشک باعث تواضع ہے۔ اب اگر کوئی پوچھے کہ جو شخص
عالم اور عابد ہو وہ فاسق اور بدعتی کے لیے تواضع کیسے کرے اور اپنے نفس کو اوسکی نسبت کمتر
کیسے سمجھے خدا کے نزدیک جو مرتبہ علم و عبادت کا ہے اوسکا انکار کیسے ہوسکتا ہے اور یہ کیسے
ممکن ہے کہ علم کا خطرہ تو اوسکے دل پر گذرے اور فسق و بدعت کا جو قطعی زیادہ ہے وہ دل پر نگذرے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا امکان خاتمہ کی فکر کرنے سے ہوسکتا ہے بلکہ اس لحاظ سے اگر کافر کو
دیکھے تو اوسپر بھی تکبر نہیں ہوسکتا اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایمان لاوے اور ایمان ہی پر اوسکا خاتمہ ہو
اور عالم گمراہ ہوکر کافر مرے اور بڑا وہی ہے جو آخرت میں خدا کے نزدیک بڑا ہو اور جو شخص خدا کے

نزدیک دوزخی ہو اور اوسکو معلوم نہو اوس سے بہتر مین گنا اور سو بہتر مین دیکھو حضرت عمر رضی
کو قبل اسلام کے بہت مسلمان حقیر جانتے تھے اور کفر کے باعث نفرت کرتے تھے مگر آخر مین
اللہ تعالی نے اونکو ایسا اسلام عنایت فرمایا کہ سوای حضرت ابو بکر صدیق کے وہ سب سے بہتر ہوے اس بندوں کو
انجام کار پر نظر نہین ہوتی اور دانا آدمی ہمیشہ خاتمے ہی کا لحاظ کرتے ہین اور تمام فضائل دنیا و
خاتمے ہی کے واسطے مطلوب ہوتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو یہی شایان ہے کہ کسی پر
تکبر نکرے بلکہ اگر جاہل کو دیکھے تو دل مین یہ کہے کہ اسنے تو جہالت کے باعث خدای تعالی کی نافرمانی
کی اور مین نے جان بوجھکر نافرمانی کی تو یہ شخص میری نسبت معذورتر ہے اور اگر عالم کو دیکھے تو
یون کہے کہ یہ مجھسے زیادہ جانتا ہے مین اسکے برابر کیسے ہوسکتا ہون اور اگر عمر مین بڑے کو
دیکھے تو یہ خیال کرے کہ اسنے مجھسے پہلے اللہ کی اطاعت کی مین اسکی برابر نہین ہوسکتا اور اگر
چھوٹے کو دیکھے تو یہ تصور کرے کہ مین نے اس سے پہلے خدا کی نافرمانی کی اسکے برابر کیسے ہوسکتا ہون
اور اگر بدعتی یا کافر کو دیکھے تو یہ سوچے کہ مجھے معلوم نہین شاید انکا خاتمہ اسلام پر ہو اور میرا خاتمہ
کفر و بدعت پر ہو کیونکہ ہدایت ہمیشہ کچھ میرے اختیار مین تو نہین جیسے کہ ابتداے ہدایت
میرے قبضے مین نتھی غرض فکر خاتمہ سے کبر اپنے نفس کا دور کرنا چاہیے یعنی یہ جاننا چاہیے کہ کمال آدمی کا
اسی مین ہے کہ سعادت اخروی اور قرب الی اللہ سے بہرہ اندوز ہو یہ چیزین جو دنیا مین ہین اور
جنکو کچھ قیام نہین انمین کچھ کمال نہین اور ہر چند خطر خاتمہ کا متکبر مین اور جس پر تکبر کرتا ہے اون مین
مشترک ہے مگر ہر ایک پر یہی لازم ہے کہ تمام ہمت اپنے نفس کیطرف مشغول ہو اور اپنے خاتمے کا
خوف کرے دوسرے کے خوف مین مشغول ہونا نچاہیے اسواسطے کہ خائف آدمی نہایت ہی
بدظن ہوتا ہے اور ہر ایک شخص کو اپنی ہی جان کا زیادہ خوف ہوتا ہے مثلا اگر بہت سے لوگ
قید مین ہون اور اونسے کوئی قصور ایسا ہوا ہو کہ سب کے واسطے گردن مارنے کا حکم ہوا ہو
تو اونکو اس بات کی مہلت نہوگی کہ ایک دوسرے پر تکبر کرین گو تردد مین سب یکسان ہین بلکہ
ہر ایک کو اپنی جان کا رنج دوسرے کے حال پر متوجہ نہین ہونے دیتا گویا ساری مصیبت
اور خطر ایک ہی کے سر ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ تمکو حکم ہے کہ بدعتی اور فاسق سے بغض رکھو
اور تمھاری تقریر سے اونکے ساتھ تواضع کرنی پائی جاتی ہے تو ان دونون باتون کا جمع
ہونا ضدین کا جمع ہونا ہے پس جاننا چاہیے کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ اکثر لوگون پر مشتبہ
ہو جاتی ہے کیونکہ بدعت و فسق پر خدا کے لیے غصہ کرنے مین کبر نفس اور علم و

ورع کا غرور بھی شامل ہو جاتا ہے بہت سے جاہل عابد اور مغرور عالم ایسے ہوتے ہین کہ جب انکے
برابر کوئی فاسق بیٹھا اوسکو اپنے پاس سے ہٹا دیتے ہین اور کنارہ کشی کرتے ہین اور یہ گمان
کرتے ہین کہ ہم نے غصہ خدا کے واسطے کیا حالانکہ واقع مین وہ امر کبر باطنی کی بہت سی شاخون
جیسا کہ ابھی قصہ عابد بنی اسرائیل اور فسادی کا گذر چکا ہے اور وجہ مشتبہ ہونے کی یہی ہے کہ مطیع آدمی پر تکبر
کرنا تو ظاہر ہے کہ برا ہے اور اوس سے بچنا بھی ممکن اور سہل ہے مگر بدعتی اور فاسق پر تکبر کرنا ایسا
معلوم ہوتا ہے گویا خدا کیواسطے غصہ کیا ہے اور چونکہ غصہ خدا کیواسطے کرنا بہتر ہے اسواسطے بدعتی
اور فاسق پر کبر بادی النظر مین بہتر معلوم ہوتا ہے علاوہ ازین غصہ کرنے والا جس شخص پر غصہ کرتا ہے
اوسپر تکبر بھی کرتا ہے اور تکبر کرنے والا غصہ کرتا ہے پس کبر اور غضب ایکدوسرے کے موجب ہوتے ہین
اور ایسے باہم مختلط ہین کہ انمین تمیز سوای توفیق یافتگون کے اور کسیا سے نہین ہو سکتی پس اس خطرے سے
نجات کی صورت یہ ہے کہ جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے یا اونکو امر معروف اور بری بات سے
منع کرے تو تین باتین دل مین اوسوقت موجود ہونی چاہیین اول یہ کہ جو خطائین اپنے آپ سے سرزد
ہوئی ہون وہ پیش نظر کرے تاکہ اپنا نفس اپنی آنکھون مین حقیر ہو جائے دوسرے یہ کہ جس بات سے
اپنے آپ کو فضیلت ہے یعنی علم یا عمل صالح یا امر حق کا عادی ہونا وغیرہ اوسکو یہ لحاظ کرے کہ خدای تعالی کے
انعام اور احسان سے مجھہ مین یہ باتین ہین میرے اختیار و قدرت سے نہین ہین کہ اپنے نفس کو اونکے
باعث بڑا سمجھون اور دوسرے پر تکبر کرون تیسرے یہ کہ اپنا اور دوسرے کا خاتمہ معلوم نہین ہو سکتا ہے
کہ میرا خاتمہ برا ہوا اور اوس بدعتی یا فاسق کا خاتمہ اچھا ہو غرض ان تینون باتون کے پیش نظر رکھنے سے تکبر سے
محفوظ رہیگا باقی رہا یہ کہ ان تینون باتون کے ہوتے غصہ کیسے ہوگا تو معلوم کرنا چاہیے کہ غصہ اپنے مولی
اور آقا کے لیے چاہیے اپنے نفس کی خاطر نچاہیے کیونکہ اوسکا حکم ہے کہ غصہ میرے واسطے کرو اپنے نفسون
کے لیے مت کرو پھر غصے مین یہ نسمجھے کہ مین بچ جاونگا اور یہ بدعتی ہلاک ہو جاویگا بلکہ اپنے نفس پر خوف
خفیہ گناہون کا جو خدای تعالی کو معلوم ہین دوسرے کی نسبت زیادہ تر چاہیے اور بعد ازان خاتمے کا حال
بھی معلوم نہین - اب ہم ایک مثال لکھتے ہین جس سے یہ معلوم ہو کہ کچھ ضرور نہین کہ جو شخص خدا کیواسطے
غصہ کرے وہ اوسپر تکبر بھی کرے یا اپنا رتبہ اوسکے رتبے سے بڑھکر سمجھے فرض کرو کہ ایک بادشاہ کے
ایک لڑکا اور ایک غلام ہے بادشاہ نے غلام کو لڑکے پر متعین کر دیا ہے کہ اسکی حفاظت کرنا اور
جو حرکت خلاف ادب کرے اوسپر مارنا اور نامناسب افعال پر جھڑک دینا پس اگر غلام کو اپنے
آقا کی محبت اور اطاعت منظور ہوگی تو ضرور ہے کہ جب وہ لڑکا کچھ بے ادبی یا نالائق کام کرے گا

اوسپر غصہ ہوگا اور منع کریگا اور ماریگا اور یہ غصہ صرف اپنے آقا کی جہت سے کرتا ہے کہ اوسنے حکم
کیا تھا اور اوسکی فرمانبرداری موجب فلاح و تقرب ہے اور غصہ ایسی بات پر کیا جو آقا کو بُری لگتی ہے
یہ سب کچھ ہے مگر اوسپر تکبر نہیں کرتا بلکہ متواضع ہی رہتا ہے اسلیے کہ جانتا ہے کہ آقا کے سامنے جو بیٹے کا
رتبہ ہے وہ میرا کہاں ہے اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کرنا اور چیز ہے اور تکبر اور چیز غصہ کے لیے تکبر اور
ترک تواضع ضروری نہین اسیطرح جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے تو خیال کرے کہ شاید آخرت مین
خدا کے نزدیک اونھین کی قدر زیادہ ہو اگر تقدیر مین اونکا خاتمہ اچھا لکھا ہے اور میری تقدیر مین
بُرا خاتمہ ہے جسکی مجھے خبر نہین ہان غصہ اونپر کرنا چاہیے اس نظر سے کہ خداے تعالی کا حکم ہے اور
محبت الٰہی اسکی مقتضی کہ جو فعل اوسکی مرضی کے خلاف جس کسی سے سرزد ہو اوسپر غصہ کرے اور
چونکہ اون شخصون کا خدا کے نزدیک آخرت مین اپنے آپ سے اقرب ہونا ممکن ہے تو اس نظر سے
اونکے ساتھ تواضع کرے۔ دانا عالمون کا نفس اسیطرح ہوتا ہے کہ اوسمین خوف اور تواضع سے
رہتے ہین اور مغرور اسکے برعکس ہین وہ اپنے نفس کیواسطے دوسرون کی نسبت کر زیادہ توقع رکھتے ہین
اور انجام کا حال معلوم نہین واقع مین اونکو بڑی غلطی ہوئی ہے سو جو لوگ گناہگار یا معتقد
بدعت ہین اونسے تواضع کرنی اور غصہ کرنے اور علیحدہ رہنے کا یہ طریق ہے۔ ساتوان سبب عبادت
اور ورع پر تکبر کرنا اور یہ بھی بندون پر بڑے امتحان کی چیز ہے اوسکا علاج یہ ہے کہ اپنے دل مین
تمام خلق کے ساتھ متواضع ہونا لازم کرے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ سے علم زیادہ
رکھتا ہو اوسپر تو کسی صورت سے تکبر کرنا نہین چاہیے اسلیے کہ علم کی فضیلت ثابت ہے چنانچہ
خداے تعالی فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
سلم فرماتے ہین فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِي
اسیطرح بہت روایات اسباب مین ہین پس اگر عابد یون کہے کہ اس سے فضیلت علماے باعمل کی ہے
عالم فاجر کی فضیلت نہین پائی جاتی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ تمکو معلوم نہین اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ
اور جسطرح یہ ہوسکتا ہے کہ علم کے سبب عالم سے بازپرس ہو اسیطرح یہ بھی ممکن ہے کہ علم عالم کی نجات کا
وسیلہ اور اوسکے گناہون کا کفارہ ہو اور یہ دونون باتین اخبار سے ثابت ہین اور چونکہ یہ امر
عابد آدمی سے پوشیدہ ہے اوسکو معلوم نہین ہو سکتا کہ عالم کا علم اوسکے حق مین کیسا ہوگا تو اوسے
اوسکو حقارت عالم کی نہ چاہیے بلکہ تواضع ہی چاہیے اور اس تقریر سے کوئی عالم بھی اپنے نفس کو
عابد سے اچھا سمجھنے اسواسطے کہ گویا باعتبار حدیث فضیلت عالم کی اوسکو فضیلت ہے مگر اس

اعتبار سے کہ خاتمے کا حال مشکوک ہے اس امر کا بھی احتمال ہے کہ عالم کو مرنے کے وقت ایسا ہو جاوے کہ ایک ہی گناہ کے سبب اوسکا حال خدا کے نزدیک جاہل فاسق سے بھی برا ہو اور یہ اوس گناہ کو خفیف سمجھتا ہو مگر خدا کے نزدیک وہ بڑا گناہ ہو اور جب یہ حال ممکن ہوا تو عالم کو ہمیشہ اپنے نفس کا خوف چاہیے غرضکہ عالم ہو خواہ عابد ہر ایک کو اپنے اپنے نفس کا خوف ضرور ہے اور اسیکا اونکو حکم ہے دوسرے کے نفس پر خوف کرنے کا مامور نہیں اپنے نفس پر ہمیشہ خوف کرتا ہے اور دوسرے کیواسطے رجا اور انھیں باتوں سے تکبر سے بچا رہیگا۔ یہ حال عابد کا عالم کے ساتھ ہے اور غیر عالم کی دو قسمیں ہیں ایک تو مستور الحال اور ایک ظاہر حال جن لوگوں کا حال اسپر منکشف نہیں اونپر بھی تکبر نچاہیے کیونکہ شاید وہ لوگ عابد کی نسبت کم گناہگار ہوں اور عبادت زیادہ کرتے ہوں اور خدا کے ساتھ محبت زیادہ رکھتے ہوں اور جن لوگوں کا حال کہ عابد پر ظاہر ہو پس اون پر تکبر جبھی کر سکتا ہے جب یہ معلوم ہو کہ اوسنے تمام عمر میں اون لوگوں کی نسبت گناہ کم کیے ہیں اور چونکہ تعداد تمام عمر کے گناہوں کی نہ اپنے گناہوں کی معلوم ہو سکتی ہے نہ غیر کی تو یہ معلوم ہونا کہ ہمارے گناہ دوسرے کی نسبت کم ہیں غیر ممکن ہے اور اسیلیے تکبر کرنا بھی بیجا ہے۔ ہاں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں شخص نے ہماری نسبت گناہ کبیرہ زیادہ کیے ہیں مثلاً اگر کسیکو دیکھا کہ اوسنے قتل ناحق کیا یا زنا کیا یا شراب پی تو معلوم ہوا کہ اوسکا گناہ سخت ہے مگر باوجود اسکے تکبر نچاہیے اسواسطے کہ دل کے گناہ مثلاً کبر اور حسد اور ریا اور خیانت اور اعتقاد باطل اور وسوسہ خدا کی صفات میں یا اور اسیطرح کا گناہ سب خدا کے نزدیک بہت سخت ہیں تو ایسا ہو سکتا ہے کہ عابد آدمی کے باطن میں کوئی ایسا گناہ ہو جاوے جس سے وہ خدا کے نزدیک مستحق غضب ہو اور فاسق معلن سے کوئی ایسی اطاعت قلبی مثل اخلاص یا محبت للہی یا خوف یا تعظیم کے بروی کار آوے جو عابد میں نپائی جاوے اور خداے تعالی اوس طاعت کے بدلے اوسکے گناہ معاف فرماوے اور اسکا حال قیامت کو کھلے جب کہ عابد اوس فاسق کو اپنے نفس سے بدرجہا اوپر دیکھے بہرحال فاسق کے بہتر ہو جانے میں امکان پایا جاتا ہے اور عابد کا برا ہو جانا ایک احتمال ضعیف و بعید ہے لیکن احتمالات بعید جو اپنے مضر ہوں اونکو احتمال قریب ہی سمجھنا چاہیے بشرطیکہ خوف اپنے نفس کا ہو اسلیے دوسرے کے حال کا فکر نچاہیے بلکہ جو چیز اپنے حق میں خوفناک ہو اوسیکا فکر چاہیے کیونکہ اپنا گناہ دوسرا تو کوئی اوٹھانے سے رہا اور نہ دوسرے کے عذاب سے اپنا عذاب ہلکا پڑیگا۔ ایسی باتیں سوچنے سے طبیعت تکبر کیطرف سے ہٹ جاتی ہے اور اپنے نفس کو دوسرے سے بہتر نہیں سمجھتی۔ وہب بن منبہ رح فرماتے ہیں کہ آدمی کی عقل جب پوری ہوتی ہے

صاحب اوسمین دس خصلتین ہوتی ہین اونمین سے تو بیان کرکے دسوین کو فرماتا ہے
کہ دسوین خصلت سے بزرگی کی پشتی ہو جاتی ہے اور بول بالا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سب
آدمیون کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے اور اوسکے نزدیک آدمی دو طرح کے ہین ایک تو وہ جو اوس سے
افضل اور اعلی ہین اور ایک وہ جو اوس سے کمتر و ادنی ہین تو اوسکو دونون فرقون کے ساتھ تواضع
چاہیے اگر اپنے آپ سے کسی بہتر کو دیکھے تو خوش ہو اور تمنا کرے کہ مین بھی ایسا ہی ہو جاون اور اگر کسی
برے کو دیکھے تو کہے کہ شاید یہ نجات پاوے اور مین ہلاک ہو جاون اور شاید یہ کچھ باطن مین خیر کرتا ہو جو
اوسکے حق مین اچھی ہے اور مین نجانتا ہون یا کوئی اور عمدہ عادت ہو کہ جسکے باعث اللہ تعالی اسپر
رحم کرے اور توبہ قبول فرماوے اور اسکا خاتمہ اچھا ہو اور میری نیکی ظاہری ہے یہ میرے حق مین
اچھی نہین اور جو طاعت کہ مین نے ظاہر مین کی ہے اوسمین ہو سکتا ہے کہ کوئی آفت آگئی ہو جس سے
اوسکا ثواب جاتا رہا ہو جب دونون فریق سے اسطرح پیش آویگا تب اوسکی عقل پوری ہوگی اور
اپنے وقت کا سردار ہوگا انتہی پس جو شخص کہ خدا کے نزدیک بدبخت ہو سکتا ہے اور قلم تقدیر بھی اوسکی
شقاوت پر چل چکا ہے اوسکو تو کسی حال مین تکبر کرنا ہی نچاہیے اگر کسیکو غلبۂ خوف ہوتا ہے تو ہر ایک
شخص کو اپنے آپ سے بہتر جانتا ہے اور فضیلت اسیکا نام ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایکبار ایک
پیغمبر پر جار رہا اوسکو خواب مین یون حکم ہوا کہ فلانے موچی سے جاکر اپنے لیے دعا کرا عابد اوسکے پاس
آیا اور پوچھا کہ تمھارا عمل کیا ہے اوسنے کہا کہ مین دن کو روزہ رکھکر مزدوری کرتا ہون اور اوسمین سے
کچھ خیرات کرتا ہون اور کچھ بال بچون کو کھلاتا ہون عابد پھر آیا اور کہنے لگا کہ یہ عمل تو اچھا ہے مگر
ایسا تو نہین جیسا صرف خدا کی طاعت کے سوا اور کچھ نکرے دوسری بار پھر خواب مین اوسکو حکم ہوا
کہ موچی سے جاکر پوچھ کہ تیرا رنگ زرد کیون ہے جب جاکر دریافت کیا تو اوسنے کہا کہ جو آدمی مجھے نظر
پڑتا ہے مین یہی تصور کرتا ہون کہ یہ تو نجات پاویگا اور مین ہلاک ہو جاونگا تب عابد نے کہا کہ
اسیوجہ سے یہ شخص مقبول ہے — اور اس خصلت یعنی خوف کی فضیلت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے
جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے یُؤْتُونَ مَا آتَوا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ یعنی طاعات تو
بجا لاتے ہین مگر اونکے قبول ہونے کا بڑا خوف رکھتے ہین اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ
مُشْفِقُونَ اور فرمایا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ اور باوجودیکہ فرشتے گناہون سے پاک
ہین اور ہمیشہ عبادت مین مصروف اونکا وصف بھی خوف سے فرمایا جیسا کہ اس آیت مین ہے
يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ پس جب خوف اور حذر

جاتا رہتا ہے جبھی کبر سوجھتا ہے اور خاتمہ کے وقت غلبہ بیخوفی کا آپ کھل جاتا ہی کبر کرنا ہی دلیل بیخوفی کی ہے اور کبر اور بیخوف ہونا دونون مہلک ہین اور تواضع دلیل خوف کی ہے جو باعث نجات ہے اس سے معلوم ہوا کہ عابد جو اپنے دل مین کبر رکھتا ہو اور لوگون کو حقارت کی آنکھ سے دیکھتا ہو اور ظاہر مین اعمال صالح بھی کرتا ہو تو جتنی برائی کہ کبر سے ہوگی اوتنی بھلائی اعمال سے نہوگی یہ باتین ایسی ہین کہ انکا جاننا ضرور کبر کو دل سے دور کرتا ہے انکے سوا اور کسی چیز سے نہین جاتا مگر یہ کہ نفس بعد اس معرفت کے تواضع پوشیدہ رکھتا ہے اور جھوٹا دعوی برائت کا کبر سے کرتا ہے جب کوئی بات آپڑتی ہے تو اپنی طبیعت ہی پر آجاتا ہی اور اپنے وعدے کو بھول جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صرف پہچان لینا کبر کا علاج کے لیے کافی نہین بلکہ اوسکا پورا کرنا عمل سے چاہیے اور پہچان کبر کی مواضع مین متواضعون کے افعال سے نفس کا امتحان لینا چاہیے ہر چند امتحان بہت سے ہین مگر پانچ امتحانون سے اوسکے باطن کا حال معلوم ہو جاتا ہے پہلا امتحان یہ ہے کہ کسی اپنے ہمسر سے کسی مسئلہ مین مناظرہ ہوا اور اوسوقت طرف مقابل کی زبان پر امر حق جاری ہو پس اگر اسپر امر حق کو ماننا اور طرف مقابل کا مشکور ہونا اور بیان حق پر اوسکی تعریف کرنی گران گذرے تو معلوم کرنا چاہیے کہ ابھی مجھمین کبر چھپا ہوا ہے اوسوقت چاہیے کہ خدا کا خوف کرے اور اس کبر کے علاج مین مشغول ہو اول علمی علاج کرے کہ اپنے نفس کو اوسکی خست یاد دلاوے اور خاتمے کا تردد یاد کرے اور یہ کہ کبر سوای خدای تعالی کے اور کسی کی شان کے شایان نہین اور علاج عملی اسطرح کرے کہ قبول حق کا اقرار جو نفس پر گران ہے اوسکو بزور قبول کرے اور بتکلف زبان سے حمد و ثنا طرف مقابل کی کرے اور اوسکا شکر گذار ہو کہ آپ نے خوب بات نکالی مین اس سے غافل تھا خدای تعالی آپ کو جزای خیر دیوے غرضکہ دانائی کی بات مومن کی گم ہوئی چیز ہے جب اوسکو ملجاوے تو جس شخص کے بتلانے سے ملے اوسکا شکر گذار ہو جب اسطرح چند مرتبہ مواظبت کریگا تو یہ بات اوسکی سرشت ہو جاویگی اور دل پر امر حق کا قبول کرنا گران نرہیگا۔ اور جب تک آدمی کو اپنے ہمسرون کی تعریف گران گذرے جب تک کبر موجود ہے اور اگر تنہائی مین تو گران نہین معلوم ہوتی مجمع مین تعریف کرنا شاق ہوتا ہے تو اس صورت مین کبر تو نہین مگر ریا ہے اوسوقت ریا کا علاج کرے جیسا ہمنے پہلے لکھا ہے کہ لوگون سے طمع منقطع کردے اور دلکو یہ بات یاد دلاوے کہ اوسکا نفع اسمین ہے کہ خود اوسمین کوئی کمال ایسا ہو جو خدا کے نزدیک اچھا ہو نہ خلق کے نزدیک اسیطرح کی اور باتین جو ہمنے ریا کے علاج مین لکھی ہین سوچے اور اگر تنہائی اور مجمع مین دونون مین شاق معلوم ہو تو کبر اور ریا دونون ہونگے اور صرف ایک چیز سے نجات ہو جانے سے کچھ فائدہ نہین جب تک کہ دوسرے سے بھی نہ بچے اسلیے دونونکا علاج چاہیے

کیونکہ دونون مرض مہلک مین دوسرا امتحان یہ ہے کہ اپنے ہمسرون اور برابر والون کے ساتھ محفلون مین
جمع ہو اور اونکو اپنے اوپر ترجیح دے اور اونکے پیچھے پیچھے چلے اور صدر جگہہ مین اونسے پیچھے بیٹھے اگر یہ بات
نفس پر شاق ہو تو متکبر ہے اسپر مواظبت تکلف کرے یہان تک کہ اس امر کی گرانی دل سے جاتی رہے
اس سے کبر بھی اتار ہیگا۔ اور ایسی صورت مین ایک شیطان کا فریب بھی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جوتیون کے
پاس بیٹھتا ہے یا اپنے ہمسرون اور اپنے درمیان مین کسی ارذل قوم کو بٹھلا دیتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ
تواضع کی حالانکہ اصل مین یہ کبر ہوتا ہے اسلیے کہ متکبرون کے نفس پر یہ بات آسان معلوم ہوتی ہے
اور وہم کرتے ہین کہ ہم نے باوجود استحقاق کے اپنی جگہہ چھوڑ دی تو واقع مین تکبر کرتے ہین مگر اظہار
تواضع سے تکبر کرتے ہین بلکہ یون چاہیے کہ اپنے ہمسرون کے پاس ہی بیٹھے مگر اونسے ورا ہو کر بیٹھے
اسلیے کہ جیسا کبر کی برائی دل سے نکالتا ہے تیسرا امتحان یہ ہے کہ اگر کوئی فقیر دعوت کرے تو اوسکو
قبول کرے اور دوستون اور اقارب کی حاجات کے لیے بازار مین جاوے اگر یہ امر شاق ہو تو کبر ہے کیونکہ
یہ افعال مکارم اخلاق مین سے ہین اور اونپر بہت بڑا ثواب ہے پھر جو نفس اونسے نفرت کرتا ہے
تو بجز اسکے کہ خبث باطنی ہے اور کوئی وجہ نہین ہے ایسی صورت مین اوسکے دور کرنے مین مشغول ہو
اور جو معالجات کہ ہم نے کبر کے مرض کے دور کرنے مین ذکر کیے ہین اون سب کو یاد کرے چوتھا امتحان
یہ ہے کہ اپنی اور اپنے گھر والون اور دوستون کے کام کی چیز بازار سے گھر لے آوے اگر نفس اس بات کو
نمانے تو کبر ہے پھر اگر تنہائی مین شاق نگذرے تو ریا ہے بہر صورت کبر اور ریا دونون امراض دلی
مہلک ہین اگر اونکا تدارک نکیا جاوے اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگون نے دل کا علاج تو
بالکل چھوڑ دیا اور بدن کا علاج بہت کرتے ہین باوجودیکہ بدن کا علاج کرین یا نکرین اوسکو موت بیشک
آویگی اور دلون کو بدون سلامتی کے سعادت نہیں مل سکتی چنانچہ خداے تعالی فرماتا ہے الا من اتی
الله بقلب سلیم اور روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضنے ایکبار ایک لکڑیون کا
بوجھ اوٹھایا لوگون نے اونکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کے یہان تو غلام اور چاکر ہین جو یہ کام کر دین
آپنے فرمایا کہ البتہ مگر مین نے اپنے نفس کا امتحان چاہا کہ اسکو برا تو نہین جانتا۔ تو آپ کی ہمت کو
دیکھنا چاہیے کہ اپنے نفس کے صرف عزم پر کفایت نہین کی بلکہ امتحان بھی کر لیا کہ سچا ہے یا جھوٹا اور
ایک حدیث شریف مین ہے کہ جو کوئی میوہ یا انجیر وغیرہ اپنے آپ لے آوے وہ کبر سے بری ہے
پانچوان امتحان یہ ہے کہ کپڑے گھٹیا پہنے اگر تنہائی مین نفس اونپر راضی نہو تو کبر ہوگا اور اگر مجمع مین
ایسا لباس پہننے سے نفرت کرے تو ریا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحم رات کو ٹاٹ پہنتے تھے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو کوئی اونٹ کو باندھے اور اون کا کپڑا پہنے وہ کبر سے بری ہے اور فرمایا کہ مین بندہ ہون زمین پر کھانا کھاتا ہون اور اون کا کپڑا پہنتا ہون اور اونٹ کو باندھتا ہون اور کھانے کے بعد انگلیان چاٹتا ہون اور غلام کی دعوت منظور کرتا ہون جو میرے طریق سے پھرے وہ مجھسے نہین اور روایت ہے کہ حضرت ابوموسی اشعری رض سے کسی نے عرض کیا کہ بعض لوگ جمعہ مین اسواسطے حاضر نہین ہوتے کہ اونکے پاس کپڑے ویسے نہین آپنے صرف ایک عبا پہنکر لوگونکو نماز پڑھائی - غرض یہ کہ جگہ ایسی ہوتی ہین کہ انمین ریا اور کبر دونون اکٹھے ہوجاتے ہین جو خاص مجمع سے ہے اوسکا نام ریا ہے اور جو تنہائی مین ہو اوسکا نام کبر ہے اسکو خوب جان لینا چاہیے اسواسطے کہ جو شر کو نہین جانے گا اوس سے نہین بچے گا اور مرض کو نہ پاویگا اوسکا علاج مین نہ آویگا

دسوان بیان تواضع مین نہایت درجے کی ریاضت کا - جاننا چاہیے کہ مثل اور اخلاق کے اس خلق کے بھی تین درجے ہین ایک درجہ زیادتی کیطرف کو جھکتا ہوا ہے اوسکا نام تکبر ہے اور ایک درجہ کمی کیطرف کو مائل ہے اوسکا نام خست و ذلت ہے اور درجۂ اوسط کا نام تواضع ہے اور عمدہ یہ بات ہے کہ درجۂ اوسط یعنی تواضع کو اختیار کرنا چاہیے جسمین ذلت اور خست کی نوبت نہ پہونچے کیونکہ خداے تعالی کے نزدیک اوسط امور محبوب ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے ہمسرون پر بڑھنا چاہے وہ متکبر ہے اور جو اونسے پیچھے رہنا چاہے وہ متواضع ہے متواضع مشتق وضع بمعنی رکھنے سے ہے یعنی اپنی قدر و اپنے کسیقدر رکھدینے والا اور عالم اگر کسی موچی کیواسطے اپنی جگہ چھوڑ دے پھر اوٹھتے وقت اوسکی جوتیان سیدھی کرے اور دروازے تک ساتھ پہونچانے جاوے تو اوسکے حق مین یہ کام ذلت اور خست کا ہے یہ بھی اچھا نہین بلکہ میانہ روی خدا کے نزدیک عمدہ بات ہے ہر ایک ذی حق کو اوسکا حق دینا چاہیے اسطرح کی تواضع اپنے ہمسرون کے لیے زیبا ہے یا جو شخص اپنے رتبے کے قریب ہو اور بازاری کے لیے عالم کی تواضع اسیقدر چاہیے کہ خندہ پیشانی ہو کر گفتگو کرے جو بات پوچھے نرمی سے پوچھے اور اگر وہ دعوت کرے تو قبول کرے اوسکی حاجت مین حتی الوسع سعی کرے اوسکے لیے کھڑا ہوجاوے اپنے آپکو اوس سے بہتر نہ سمجھے بلکہ اپنے نفس پر اوسکی نسبت زیادہ خائف رہے اوسکو بنظر حقارت نہ دیکھے کیونکہ اپنا اور اوسکا خاتمہ معلوم نہین - حاصل یہ کہ تواضع حاصل کرنے کے لیے اپنے برابر یون اور کمتر رتبہ والون سے تواضع کیا کرے تاکہ عمدہ تواضع کا عادی ہونا آسان ہوجاوے اور کبر جاتا رہے جب یہ امر آسان معلوم ہوگا تب خلق تواضع اسمین ہوجاویگا اور اگر شاق گذریگا اور بتکلف یہ افعال کریگا تو متکلف کہلاویگا متواضع نہین ہوگا کیونکہ خلق وہی ہوتا ہے جسکے باعث فعل بسہولت بے دشواری اور تامل صادر ہو اور

اگر سہولت اس درجہ کو پہونچے کہ اپنے قدر کی رعایت مشکل پڑ جاوے اور نوبت خوشامد اور ذلت کی پہونچ جاوے تو یہ بھی حد سے تجاوز کرنا ہے اس صورت میں تجھے اپنے لیے نفس کو برتری دینی چاہیے یہاں تک کہ درجہ وسط حاصل ہو اسلیے کہ ایماندار کو اپنے نفس کا ذلیل رکھنا درست نہیں اور درجہ وسط جسکو صراط مستقیم کہنا چاہیے اس خلق اور اخلاق میں بہت باریک ہے مگر مائل ہونا کمی کیطرف یعنی خوشامد کیطرف بہ نسبت زیادتی یعنی تکبر کے جانب کے آسان ہے جیسے مال میں اسراف کیطرف مائل ہونا بخل کی بہ نسبت لوگوں کے نزدیک اچھا ہے حد سے زیادہ اسراف اور حد سے زیادہ بخل دونوں مذموم ہیں اور ایک دوسرے سے برائی میں بڑھکر ہیں اسیطرح نہایت درجے کا تکبر اور نہایت درجے کی ذلت بھی مذموم ہیں اور ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ برا ہے اور بہتر میانہ روی ہے اور سب امور کو انکے واجبی جگہ میں کہنا جیسا کہ شریعت و عادت حکم دے اب اخلاق کبر و تواضع کو اسیقدر پر کفایت کرتے ہیں

فصل دوم بیان عجب میں اس فصل میں پانچ بیان ہیں بیان اول عجب کی مذمت عجب کی برائی کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا اسکو بسبیل انکار ذکر فرماتا ہے کہ یہ عجب اچھا نہ تھا اور فرمایا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا اس آیت میں کفار پر قلعوں اور شوکت سے عجب کرنے کا انکار ہے اور فرمایا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا اس آیت کا مآل بھی عجب کرنے کیطرف رجوع کرتا ہے اور انسان سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس عمل میں خطا ہے اوس پر عجب کرتا ہے جیسے کہ صواب کے عمل سے عجب کیا کرتا ہے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ ؂ اور حضرت ابو ثعلبہ رضہ سے تمام ذکر آخر اس حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جب تو بخل کی پیروی اور ہوای نفسانی کا اتباع اور اہل رائے کی خود رائی دیکھے تو اپنے آپ علیحدہ ہو جائیو - اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہیں کہ دو باتوں میں تباہی ہے ایک نا امید ہونا اور دوسرے عجب - اور یہ اسلیے فرمایا کہ سعادت دو ہی باتوں سے ملتی ہے ایک طلب و کوشش دوسرے مستعد ہونا اور نا امید آدمی طلب نہیں کرتا اور معجب کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ میں سعید ہوں اور اپنے مطلب کو پہونچ چکا اور تحصیل حاصل اور امر محال کو کوئی طلب نہیں کرتا عجب والے کے نزدیک سعادت حاصل ہے اسلیے اوسکی تحصیل سے باز رہتا ہے اور نا امید کے نزدیک سعادت کا ملنا محال ہے اسلیے عاجز ہے اسلیے حضرت ابن مسعود رضہ نے ان دونوں کو مہلک بتایا اور اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ابن جریج اسکے معنی یوں فرماتے ہیں کہ

جب آدمی کوئی امر نیک کرے تو یون نہ کہے کہ مین نے کیا۔ اور زید بن اسلم یہ فرماتے ہین کہ اپنے نفسون کو یہ اعتقاد مت کرو کہ نیکوکار ہین اور یہی معنی عجب کے ہین۔ جنگ احد مین حضرت طلحہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بچانے کے واسطے گر پڑے کہ آپ محفوظ رہین اور میری ضرب لگے یہان تک حضرت طلحہ کی ہتیلی زخمی ہوئی چونکہ اون سے یہ کام بہت عمدہ سرزد ہوا تھا کہ اپنی جان کو حضرت پر فدا کر دیا تھا اس نظر سے اونکی نظرون مین بھی اس فعل کی عظمت تھی اونکے اس عجب کو حضرت عمر رض نے فراست سے معلوم کر کے فرمایا کہ جب سے طلحہ رض کی اونگلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زخمی ہوئی ہے تب سے اون مین عجب معلوم ہوتا ہے اور شوری کے وقت جب حضرت ابن عباس رض نے حضرت عمر رض سے ذکر حضرت طلحہ رض کا کیا تو آپ نے فرمایا کہ اوس شخص مین بڑی نخوت ہے تو مقام غور ہے کہ جب ایسے لوگ عجب سے نہ بچے تو ضعیفون کا بدون احتیاط کہان بچا ہے۔ مطرف رح فرماتے ہین کہ اگر مین رات بھر سوتے مین کاٹون اور صبح کو اس خواب غفلت سے نادم ہون تو اس بات سے بہتر جانتا ہون کہ تہجد پڑھون اور صبح کو عجب کرون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَخَشِیْتُ عَلَیْکُمْ مَا هُوَ اَکْبَرُ مِنْ ذٰلِکَ الْعُجْبُ الْعُجْبُ اس حدیث مین آپ نے عجب کو سب گناہون سے برا فرمایا اور بشر بن منصور رح چونکہ عبادت پر مواظبت رکھتے تھے اسلیے انکا حال ایسا ہو گیا تھا کہ انکو دیکھنے سے خدا اور روز جزا یاد آتا تھا ایک روز نماز بہت طویل پڑھی اور ایک آدمی آپکے پیچھے دیکھتا رہا آپنے سلام پھیر کر اوس سے فرمایا کہ جو کچھ حال تو نے میرا دیکھا اس سے تعجب مت کر کیونکہ ابلیس ملعون نے فرشتون کے ساتھ بہت مدت عبادت کی تھی اوسکا آل جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اور حضرت عائشہ رض سے کسی نے پوچھا کہ آدمی برا کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب وہ خود گمان کرے کہ مین اچھا ہون اور اللہ تعالی فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی یعنی احسان جتانا نتیجہ صدقے کے بڑے جاننے کا ہے اور کسی عمل کا بڑا جاننا ہی عجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ عجب قطعاً برا ہے

دوسرا بیان عجب کی آفت کے ذکر مین۔ از انجا کہ حسب مذکورہ بالا عجب بھی ایک کبر کے اسباب مین سے ہے اسلیے عجب سے کبر پیدا ہو کر اوس سے بہت سی آفتین پیدا ہوتی ہین اور یہ آفتین تو بندون کے ساتھ ہین اور اگر خدا کے ساتھ دیکھے تو عجب سے اتنی خرابیان ہوتی ہین گناہونکا بھول جانا کہ بعض کو کبھی یاد و تلاش نہین کرتا اس گمان سے کہ مجھے اب کچھ پروا نہین رہی کہ اوسکی تلاش کرون تو نسیاً منسیا کر دیتا ہے اور اگر کسی گناہ کو یاد کرتا ہے تو اوسکو صغیرہ جانتا ہے اوسکے تدارک مین کوشش نہین کرتا بلکہ جانتا ہے کہ یہ تو معاف ہو جاویگا۔ اور عبادات و اعمال کا بڑا جاننا اور اونپر

خوش ہونا اور اونکے کرنے سے خدا پر احسان کرنا اور خدا کی نعمت کو بھول جانا کہ اوسی کی توفیق و قدرت سے یہ عمل کیا ہے پھر جب آدمی اپنے اعمال پر عجب کرتا ہے تو اونکی آفات سے اندھا ہو جاتا ہے اور جو شخص آفات اعمال کو نہ جانے اوسکی اکثر سعی ضایع ہو جاتی ہے مثلاً اعمال ظاہری اگر پاک و صاف و خالص اور آمیزش نہون تو بہت کم نفع دینگے اور آفات کی جستجو اوسیکو ہوتی ہے جسپر خوف غالب ہو عجب والا تو اپنے نفس پر اور اپنے رب پر مغرور ہوتا ہے اور عذاب الٰہی سے نڈر ہو جاتا ہے کہ خدا کے نزدیک میرا ایک رتبہ ہے اور گویا خدا پر میرا حق اور احسان ہے یعنی وہ عمل کہ خدا ہی تعالیٰ کی نعمتون اور عطایا مین سے ہین اونکے کرنے سے اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہے اور اسی عجب کے باعث اپنے نفس کی حمد و ثنا و تزکیہ کرتا ہے اور جب اپنی رای اور عمل اور عقل پر عجب ہوتا ہے تو استفادہ اور مشورہ لینے اور پوچھنے سے محروم رہتا ہے اپنی ہی رای پر اصرار کرتا ہے اپنے سے زیادہ عالم سے سوال کرنا برا جانتا ہے اور اکثر رای خطا ہی پر عجب کرکے اسوجہ سے خوش ہوتا ہے کہ یہ بات ہمارے دل مین گذری اور اگر دوسرے کے دل مین آتی تو خوش نہوتا اسیوجہ سے اصرار اوسپر کرتا ہے اور کسی نصیحت و وعظ والے کی بات نہین سنتا بلکہ دوسرون کو جاہل کیطرح دیکھتا ہے اور اپنی خطاؤن پر مصر ہوتا ہے اگر یہ رای امر دنیاوی مین ہوتی ہے تو نیل مرام سے محروم رہتا ہے اور اگر امر دینی مین خصوصاً عقائد مین ہو تو اوس سے ہمیشہ کیواسطے تباہ ہوتا ہے اور اگر اپنی رای پر اعتماد نہ کرتا اور نور قرآنی سے اقتباس کیواسطے علماء دین کی مدد لیتا اور درس علم پر مواظبت کرتا اور اہل بصیرت سے پیاپے پوچھتا تو حق تک پہونچ جاتا غرض اسطرح کی خرابیان عجب سے ہوتی ہین اور اسلیے عجب کو مہلکات مین سے جانتے ہین اور سب مین بڑی آفت عجب کی یہ ہے کہ آدمی اس گمان سے کہ مین مطلب کو پہونچ گیا اور بے پروا ہو گیا سعی مین سستی کرتا ہے اور اسمین کچھ شک نہین کہ یہ امر آدمی کے حق مین ہلاکت ہے

تیسرا بیان عجب اور ناز کی حقیقت اور اوسکی تعریف واضح ہو کہ عجب ایسے ہی وصف مین ہوتا ہے جو یقیناً کمال ہو اور جو شخص کہ اپنے نفس کا کمال کسی علم یا عمل یا مال مین جانتا ہے اوسکی دو حالتین ہین اول تو یہ کہ اوس کمال کے جاتے رہنے خواہ چھین جانے یا متغیر ہونے کا خوف اوسکو لگا ہو تو ایسی حالت مین آدمی معجب کہلاویگا دوسرے یہ کہ اوسکے زوال کا تو خائف نہین مگر چونکہ اوسکو نعمت من جانب اللہ جانتا ہے اسوجہ سے خوش ہوتا ہے نہ اس جہت سے کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہے تو ایسا شخص بھی معجب نہین اور ایک تیسری حالت اور ہوتی ہے جسکا نام عجب ہے وہ یہ ہے کہ نہ تو خوف زوال ہو اور نہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ یہ کمال درحقیقت خدا ہی تعالیٰ کی نعمت و عطا ہے بلکہ اس وجہ سے

اطمینان و فرحت ہو کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہے اور میرا ہی وصف ہے اور مین نے ہی اسکو پیدا کیا ہے ایسی حالت مین جب دل پر یہ بات غالب ہو کہ یہ نعمت من جانب اللہ ہے جب وہ چاہیگا چھین لیگا تو اس سے عجب جاتا رہیگا اس بیان سے تعریف عجب کی معلوم ہوئی کہ عجب یہ ہے کہ نعمت کو بڑا جانے اور اوسپر مطمئن ہو اور اوسکا منعم کیطرف منسوب ہونا یاد نرکھے اور اگر عجب پر اتنی بات اور زیادہ کرے کہ نفس مین یہ جانے کہ خدا پر میرا حق ہے اور اوسکے نزدیک میرا ایسا رتبہ ہے کہ اتنے عمل کی پاداش مین مجھے دنیا ہی مین توقع بڑائی کی ہے اور بعید ہے کہ مجھے کوئی آسیب پہونچے جیسا اور بدکار و نکو ہوتا ہے تو اس حالت کا نام اولال بالعمل یعنی اپنے عمل پر ناز کہلاتا ہے گویا عمل کیا کرتا ہے اپنے نفس کا نازبردار خدا کو سمجھتا ہے اور دنیا مین بھی یہ صورت ہوتی ہے کہ آدمی کسیکو کچھ چیز دیتا ہے اور اوسکو بڑا کام سمجھتا ہے اور اوسپر احسان کرتا ہے اس بات سے تو صرف معجب ہوتا ہے لیکن اگر اس سلوک کے بدلے مین اوس سے خواستگار خدمت کا ہو یا اوس سے کچھ سوال کرے یا وہ اگر اوسکی حاجتون مین تقدیم نکرے تو اس بات کو بعید جانے تو اسکو ناز کہتے ہین حضرت قتادہ رضہ نے اس آیت کی تفسیر مین ولا تمنن تستکثر فرمایا ہے کہ اپنے عمل سے ناز مت کر اور ایک حدیث مین ارشاد ہے کہ نماز ناز کرنے والے کی اوسکے سر سے اونچی نہین اوٹھتی اور اگر آدمی ہنسے اور اپنی خطا کا مقر ہو تو اس بات سے بہتر ہے کہ رووے اور عمل پر ناز بیجا کرے خلاصہ یہ کہ اولال کا مرتبہ عجب کے بعد ہے اولال وہی کریگا جو عجب کریگا اور بعضے عجب والے ناز نہین کرتے اسواسطے کہ عجب تو صرف نعمت کے بڑے جاننے اور منعم کے بھولنے سے ہوتا ہے اسمین یہ شرط نہین کہ توقع جزا کی بھی ہو اور اولال بے توقع جزا کے نہین ہوتا پس اگر اپنی دعا کے قبول ہونے کی توقع کی اور جب قبول نہوئی تو دل مین برا جانا اور تعجب کیا تو عمل پر اولال کرنے والون مین ہوگا کیونکہ فاسق کی دعا نقبول ہونے سے تعجب نہین کرتا اپنی دعا غیر مقبول ہونے سے تعجب کرتا ہے یہ ہے بیان عجب اور اولال کا اور یہ مقدمہ اور سبب کبر کا ہے

چوتھا بیان عجب کے مجمل علاج مین جاننا چاہیے کہ علاج ہر بیماری کا یہ ہے کہ جو اوسکا سبب ہو اوسکی ضد سبب کے مقابل کیجائے اور چونکہ سبب عجب کا جہالت محض ہے اسلیے اوسکا علاج وہ معرفت ہوگی جو اوس جہالت کی ضد ہو اور عجب یا تو ایسے فعل سے ہوتا ہے جو بندے کے اختیار مین ہو جیسے عبادت اور صدقہ اور عزت اور خلق کی سیاست و اصلاح یا ایسی چیزون سے ہوتا ہے جنمین اوسکو اختیار نہو جیسے جمال اور قوت اور نسب وغیرہ اور از انجا کہ صورت اول مین

زیادہ عجب ہوا کرتا ہے بہ نسبت دوسری کے اسلیے ہم اوسیکی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہین کہ آدمی
جو ورع اور تقویٰ اور عبادت اور دوسرے اعمال سے عجب کرتا ہے تو دو اعتبار سے یہ عجب ہو سکتا ہے
ایک تو یہ کہ منجملے وس عبادت وغیرہ کا محل ہے اور ایک اس اعتبار سے کہ وہ عمل اوسنے کیا ہے
اور اوسکی قدرت و اختیار سے ظہور مین آیا ہے پس اگر اعتبار اول سے عجب ہے تو محض جہالت ہے
اسواسطے کہ محل اور مکان کو کچھ دخل ایجاد اور تحصیل عمل مین نہین وہ ایک مطیع و مسخر چیز ہے کہ دوسرے
کے قابو مین رہتی ہے تو ایسی چیز پر کسطرح عجب کرتا ہے جسکا اختیار اپنے ایکو نہین اور اگر دوسرے
اعتبار سے عجب کرتا ہے یعنی اس جہت سے کہ عمل میرے ارادے پر منحصر تھا اور میرے اختیار و قدرت
سے کمال کو پہونچا تو یہ سوچنا چاہیے کہ قدرت اور اختیار اور ارادہ اور اعضا اور تمام اسباب جن سے عمل
پورا ہوا کہان سے میرے پاس آئے پس اگر یہ سب چیزین خدا کی نعمت سے ہین کہ بلا کسی سابقہ حق
اور وسیلے کے عنایت ہوئی ہین تو چاہیے کہ عجب خداکے کرم اور بخشش اور فضل پر ہو جسنے ایسا
انعام کیا جسکا یہ مستحق نہ تھا اور بلا ذریعہ و سابقہ کے دوسرے بندون پر اوسکو ترجیح دے مثلاً اگر بادشاہ
اپنے غلامون کو دیکھے اور اونمین سے ایک کو خلعت دے اور اوسمین نہ کوئی وصف ہو نہ جمال
نہ کوئی خدمت نہ وسیلہ تو اوس غلام کو چاہیے کہ اس بات کا تعجب کرے کہ بادشاہ نے جو یہ سرفرازی مجھکو
بخشی اور اورون پر ترجیح دی اور بے استحقاق نوازا کمال بندہ پروری ہے اور اپنے نفس پر عجب کرنا
بے معنی ہے اوسکو ہرگز نہ چاہیے ہان یہ ہو سکتا ہے کہ وہ غلام عجب کرے اور کہے کہ بادشاہ بڑا
عادل ہے ظلم نہین کرتا نہ بے سبب تقدیم و تاخیر کسیکی کرتا ہے اگر اوسنے مجھمین کوئی صفت اچھی
نہین سمجھی تو خلعت کیسے عنایت فرمایا تو اوسکو یون کہنا چاہیے کہ وہ صفت جو تجھمین ہے وہ
بادشاہ کی عطا سے ہے کہ تجھی کو عنایت کی اور کسیکو نہین دی یا کسی اور شخص کیطرف سے ہے
اگر وہ عطای سلطانی ہی ہے تو تجھکو عجب کرنا نچاہیے بلکہ اوسکی صورت ایسی ہوگی کہ مثلاً پہلے
تجھکو گھوڑا دیا تو تونے تعجب کیا جب اوسنے مثلاً غلام دیا تو عجب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے
پاس چونکہ گھوڑا تھا اسواسطے بادشاہ نے مجھے غلام دیا دوسرے لوگون کے پاس گھوڑا تھا اسواسطے
اونکو نہ دیا تو تجھکو یہی کہا جاویگا کہ گھوڑا بھی تو اوسی نے دیا ہے اسمین کیا فرق ہوا کہ دونون اکٹھے
دیدیتا یا ایک پہلے دیا ایک پیچھے جب ہر ایک اوسیکی دہش ہے تو تجھکو چاہیے کہ اوسیکے فضل و کرم کا
عجب کرے نہ اپنے نفس کا اور اگر وہ وصف دوسرے کی عطا ہے تو البتہ ہو سکتا ہے کہ اوسپر عجب
کرے کیونکہ وہ بادشاہ کی عطا مین سے نہین مگر یہ بات دنیا کے بادشاہون مین ہو سکتی ہے بادشاہ حقیقی کی

سکتا ہیں نہیں بن سکتی وہ تو سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے موصوف بصفت سبب اوسکی ایجاد سے
ہیں مثلاً اگر آدمی عبادت پر اسوجہ سے عجب کرے کہ خدا نے مجھکو توفیق عبادت اسوجہ سے دی کہ
مجھکو محبت الٰہی تھی تو ہم پوچھتے ہیں کہ تیرے دل میں محبت کس نے پیدا کی ہے تو ضرور یہی کہیگا کہ
خدا نے پیدا کی ہے تو ہم کہینگے کہ محبت اور عبادت دونوں خدا کی نعمتیں ہیں کہ تجھکو بے استحقاق اور بے وسیلہ
عنایت فرمائیں تو عجب اوسکی نعمتوں پر چاہیے کہ اول اپنے فضل سے تجھکو وجود عنایت فرمایا اور اوس میں
صفات اور اسباب اعمال پیدا کیے اس سے معلوم ہوا کہ عابد کو اپنی عبادت پر اور عالم کو علم پر اور خوبصورت
کو جمال پر اور مالدار کو مال پر عجب کرنا بے معنی ہے کیونکہ سب نعمتیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں اور اوسکا وجود
صرف ان نعمتوں کا محل ہے اور وہ بھی اوسیکے فضل و جود سے ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کام ہم کرتے ہیں
اوسپر توقع ثواب کی رکھتے ہیں تو اگر وہ کام ہمارا نہیں تو ثواب کی توقع کسلیے ہے اگر وہ کام بر سبیل اختراع
خدا کا مخلوق ہے تو ہمکو ثواب کیوں ملتا ہے اور اگر وہ ہمارا ہے اور ہماری قدرت سے ہوا تو اوسپر
ہم عجب کیوں نہ کریں اوسے کیسے بھول جائیں تو اسکا جواب دو طرح پر ہے ایک جواب تو حق صریح اور
اور دوسرے میں کچھ مسامحت ہے حق صریح تو یہ ہے کہ آدمی اور اوسکی قدرت و حرکت اور ارادہ اور سب
چیزیں خدا کی مخلوق اور اختراع کی ہوئی ہیں تو جب کبھی جو عمل کرتا ہے خواہ نماز پڑھتا ہے یا خاک پھینکتا ہے
تو وہ نہیں کرتا بلکہ خدا کرتا ہے چنانچہ اسکی تصدیق وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی
میں موجود ہے اور یہی بات درست ہے اہل دل کو اسکا ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ آنکھ کے دیکھنے سے
بھی زیادہ ہے اول خدا تعالیٰ نے آدمی کو پیدا کیا پھر اوسکے اعضا کو پھر اعضا میں قوت اور قدرت
اور صحت پیدا کی پھر عقل اور علم اوسکے لیے پیدا کیے اور ارادے کو پیدا کیا اگر آدمی چاہے کہ ان چیزوں
میں سے کوئی خود اپنے نفس میں سے دور کرے تو نہیں کر سکتا پھر اعضا میں جو حرکات پیدا کیں وہ
بھی اپنے اختراع سے بنائیں انمیں کچھ شرکت انسان کی نہیں مگر اتنی بات ہے کہ خداوند کریم نے ان اشیا کو
بترتیب پیدا کیا مثلاً حرکت جب پیدا کی جب عضو میں قوت پیدا کر چکا اور دل میں ارادہ اور ارادہ جب
پیدا کیا جب پہلے علم مراد کا پیدا کیا اور علم اوسوقت پیدا کیا جب اوسکا محل یعنی دل پیدا کر لیا تو یہ ترتیب
جو خدا تعالیٰ نے پیدائش کے باب میں رکھی کہ ایک چیز کو دوسرے کے بعد بنایا اس سے آدمی کو خیال
ہوتا ہے کہ میں خود موجد اپنے عمل کا ہوں اور حالانکہ یہ غلطی ہے اور اسکی توضیح اور یہ بات کہ خدا کے
پیدا کیے ہوئے عمل پر آدمی کو ثواب کیسے ہوتا ہے باب الشکر میں لکھی ہے اسلیے کہ یہ مضمون اوسی جگہ کے
مناسب تھا جسکی طبیعت چاہے وہاں دیکھ لے اب ہم دوسرے جواب کو جسمیں تھوڑی سی مسامحت ہے

لکھتے ہیں درپیش کہ آدمی اگر جانے کہ عمل میری قدرت سے ہوا تو خیال کرے کہ قدرت کہاں سے آئی
عمل کا ہونا بدون وجود مال و وجود عمل اور ارادہ اور قدرت اور دوسرے لوازم عمل کے نہیں ہو سکتا اور یہ سب چیزیں
خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں آدمی کی جانب سے نہیں اگر عمل قدرت ہی سے ہوا ہے تو قدرت بطور
کنجی کے ہے اور وہ خدا کے قبضہ میں ہے جب تک کنجی نہیں ملے گی انسان عمل کسطرح کریگا کیونکہ
عبادات سعادت کے خزانے ہیں اور اونکی کنجیاں قدرت اور ارادہ اور علم ہیں جو خدا تعالیٰ کے قبضہ
میں ہیں فرض کرو کہ تمکو تمام دنیا کے خزانے ایک مضبوط قلعہ میں نظر پڑیں جسکی کنجی کسی محافظ کے
پاس ہے پس اگر اوسکے دروازے پر یا دیوار کے گرد ہزار برس پڑے رہو گے تو لینا تو کیا معنی اشرفی
وغیرہ کا دیکھنا بھی نصیب نہ ہوگا اور اگر محافظ تمکو کنجی حوالہ کر دے تو بہت سہولت سے اشرفیاں لے سکتے ہو
کہ قفل کھولتے ہی ہاتھ بڑھایا اور لے لیں (اب ہم پوچھتے ہیں کہ محافظ نے جو تمکو کنجی حوالہ کی اور قفل
مسلط کر دیا اور اختیار میں چھوڑ دیا تب تم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دولت لی تو تم محافظ کے کنجی دینے پر
عجب کرو گے یا اپنے ہاتھ بڑھا کر لینے کا عجب کرو گے اسمیں تو شک نہیں کہ محافظ کے ممنون احسان
ہو گے کیونکہ ہاتھ ہلانے کی تو محنت چندان نہیں سب معاملہ کنجی ملنے پر تھا۔ اسیطرح جب قدرت
دی گئی اور تمہارا ارادہ مسلط کیا گیا اور تمام دواعی عمل کے حرکت میں آئے اور موانع اور عوائق دور
ہوئے یہانتک کہ کوئی مانع دور ہونے سے نہ رہا اور نہ کوئی باعث فروگذاشت کیا گیا تب مطیع دینی
عمل کرنا آسان ہوا اور بواعث کا حرکت میں آنا اور عوائق کا دور ہونا اور اسباب کا مہیا ہونا سب
من جانب اللہ ہوا کوئی چیز اپنی اختیاری نہ تھی پس تعجب ہے کہ آدمی اپنے نفس پر عجب کرے اور جسکے
سبب یہ سب کچھ ہوا اوسکے فضل وجود پر عجب نہ کرے کہ اوسنے کسطرح اوسکو فاسقوں پر ترجیح دی
کہ اونپر تو سامان فساد کو مسلط کر دیا اور اس سے دور رکھا اونکے لیے دوست اور صحبتی برے برے
ٹھہرائے اور اس سے دور رکھے اونکے واسطے اسباب شہوات و لذات مہیا کیے اور اس سے
علیحدہ رکھے اون سے خیر کے بواعث علیحدہ رکھے اور اسکے لیے مہیا کیے یہان تک کہ اونکو شر کی سوجھی
اور اسکو خیر کی اور باوجودیکہ یہ باتیں ہوگئیں تو کوئی وسیلہ سابقہ اسکی طرف سے اور کوئی پہلا جرم
فاسقوں کیطرف سے نہ تھا بلکہ مطیع کو جو ترجیح و تقدم عنایت ہوا وہ بھی اوسکے فضل سے ہے
اور گنہگار کو جو بعد اور شقاوت ملی وہ بھی اوسکے عدل سے تو جب آدمی اس حال کو جانکر عجب
کرے تو بڑے تعجب کی بات ہے پھر جس عمل پر کہ آدمی کی قدرت کارگر ہوتی ہے اوسکے لیے بھی
خدا تعالیٰ ایک ایسا شوق اوسمیں پیدا کر دیتا ہے کہ اوسکے خلاف نہیں کر سکتا تو اگر واقع میں انسان ہی

کسی فعل کا فاعل ہے تو گویا مضطر ہو کر اوس فعل کو کرتا ہے اسی جہت سے شکر و احسان اوسیکو
سزاوار ہے جسنے انسان مین شوق اوس فعل کا پیدا کیا انسان نے کیا کیا جو عجب کرے اور
باب توحید و توکل مین بیان کیا جاویگا کہ اسباب و مسبب متسلسل ہین اور اون سے معلوم ہوتا ہے کہ
فاعل و خالق سوا خدا کے کوئی نہین اور ایک طرفہ بات یہ ہے کہ جس شخص کو خدای تعالی نے عقل
مرحمت فرمائی اور مفلس رکھا وہ بے علم توانگر کے حال سے تعجب کر کے کہتا ہے کہ باوجودیکہ مین
عاقل و فاضل ہون خدا نے مجکو ایک دن کی غذا بھی اچھی طرح نہین دی اور یہ شخص باوجودیکہ غافل
و جاہل ہے اسکو اتنی نعمت دنیا کی عنایت کی اور یہ اوسکا تعجب اس بات کے قریب پہونچ جاتا ہی
کہ اس فعل خداوندی کو ظلم تصور کرے اور اوس مغرور کو یہ معلوم نہین کہ اگر خدای تعالی اسکو رزق اور
مال دونون دیتا تو یہ فعل ظاہر مین زیادہ تر ظلم کے مشابہ ہوتا اسواسطے کہ تب فقیر جاہل کہتا کہ آلہی تونے
اوسکو دونون چیزین دین مجہکو دونون سے محروم رکھا مجکو بھی وہ دونون خواہ ایک دی ہوتی اور یہ اسیکی
طرف اشارہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول مین جب اونسے کسینے پوچھا کہ یہ کیا بات ہو کہ عاقل
مفلس رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ عقل بھی رزق مین شمار ہو جاتی ہے اور زیادہ تر عجب یہ ہے کہ فقیر
عاقل جو کسی جاہل کو اپنے آپ سے زیادہ بہتر حال دیکھتا ہے اگر اوس سے کہا جاوے کہ تیرا دل چاہے تو
اپنی عقل و مفلسی کا اوسکی جہل و توانگری سے عوض کرے تو اسکو ہرگز نہ ملنے گا اس سے معلوم ہوا
کہ خدای تعالی کی نعمت اوسی پر زیادہ ہے پھر تعجب کیون کرتا ہے اسیطرح جو عورت خوبصورت مفلس ہو
وہ اگر کسی بدصورت عورت کو زیور و جواہر سے آراستہ دیکھتی ہے تو تعجب کی راہ سے کہتی ہے کہ میرا
ایسا جمال تو بے زینت ہے اور یہ بہونڈی صورت یون آراستہ و پیراستہ ہو حالانکہ یہ نہین جانتی کہ
مال کے عوض اوسکو خوبصورتی عنایت ہوئی اور اگر اوس سے کہا جاوے کہ خواہ جمال و افلاس کو اختیار کر
یا بدصورتی اور تونگری کو تو جمال ہی کو پسند کرے گی اس سے معلوم ہوا کہ نعمت آلہی اوسی پر زیادہ ہے
اور جو شخص مفلس دانا و عاقل ہو کر اپنے دل مین کہے کہ آلہی تونے دنیا سے مجھے کیون محروم رکھا اور
جاہلون کی مرحمت کی تو اوسکا یہ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی بادشاہ کسیکو گھوڑا عنایت کرے تو وہ کہنے لگے
کہ جہان پناہ مجکو آپ غلام کیون نہین دیتے میرے پاس تو گھوڑا ہے بادشاہ جواب دے کہ اگر مین گھوڑا
تجھے نہ دیتا تب تو تو غلام کے نہ ملنے سے تعجب نکرتا فرض کرے کہ مین نے تجھے گھوڑا نہ دیا کیا میری
ایک نعمت کو دوسری کا ذریعہ کرتا ہے کہ میری ہی نعمت کو دوسری کیواسطے حجت گردانتا ہے اسطرح کے
اوہام جاہلون کو ہوا کرتے ہین اور اون سب کا منشا جہل ہے اور یہ وہم اسطرح جاتا ہے کہ یقینا جان لے

کہ بندہ اور اوسکے عمل اور اوصاف سب من جانب اللہ نعمت ہین اوسکے استحقاق سے نہین ملے ہین اس علم سے
عجب اور ادلال جاتا رہتا ہے اور خشوع اور شکر اور خوف نعمت کے زائل ہونے کا دل مین سماتا ہے
اور جو اسطرح سمجھے گا وہ اپنے علم وعمل پر عجب نکریگا اسواسطے کہ جانے گا کہ یہ سب من جانب اللہ ہین اور
اسیواسطے جب حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الٰہی مین بطور فخر عرض کیا کہ الٰہی کوئی رات ایسی
نہین آتی کہ کوئی آدمی آل داؤد مین سے شب بیدار ہو اور نہ کوئی روز ایسا آتا ہے کہ کوئی اونمین سے
روزہ دار ہو اور ایک روایت مین یہ ہے کہ کوئی ساعت رات دن کی ایسی نہین گذرتی کہ کوئی عابد
آل داؤد کا تیری عبادت نماز یا روزہ یا ذکر نہ کرتا ہو خداے تعالے نے اونپر وحی بھیجی کہ یہ باتین اونمین
کہان سے ہین یہ تو صرف میرے ہی سبب سے ہین اگر میری مدد تیرے اوپر نہوتی تو تجھکو کچھ طاقت ہوتی
اور دیکھ مین تجھکو تیرے نفس پر چھوڑ دونگا حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ حضرت داؤد پر جو معاملہ
گذرا وہ عمل پر عجب کرنے کی جہت سے تھا کیونکہ عمل کو آل داؤد کیطرف نسبت کرکے فخریہ بیان کیا یہانتک
کہ خداے تعالی نے اونکو اونکے نفس پر چھوڑ دیا اور ایسا گناہ کیا جو موجب غم اور ندامت کا ہوا اور ایک
روایت مین ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بنی اسرائیل تجھسے
دعا مانگتے ہین بطفیل حضرت ابراہیم واسحاق ویعقوب علیہم السلام کا کیون کرتے ہین ارشاد ہوا اسیواسطے کہ مین نے
اونکو جانچا تو اونھون نے صبر کیا عرض کیا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لے تو مین بھی صبر کرونگا اسمین صبر
اولاد قبل الوقت پایا جاتا ہے حکم ہوا کہ مین نے اونکا امتحان جو لیا تھا تو یہ نہین بتایا تھا کہ کس
چیز مین امتحان لونگا اور نہ یہ کہ کونسے مہینے اور کونسے دن مین لونگا اور تجھسے کہے دیتا ہون کہ اسی
برس اور اسی مہینے مین کل کو تیرا امتحان ایک عورت کے باب مین لونگا بچا رہنا پھر جو کچھ اس معاملے
مین آپ سے سرزد ہوا وہ معلوم ہی ہے۔ اسیطرح جب حنین کی لڑائی مین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنی قوت وکثرت پر تکیہ کیا اور خدا کے فضل کو بھول گئے اور کہنے لگے کہ آج قلت اور کمی
کے باعث مغلوب نہونگے تو اپنے نفسون پر چھوڑ دیے گئے اور انجام یہ ہوا جیسا کہ قرآن مجید مین
ارشاد ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ اور ابن عیینہ رح روایت کرتے ہین کہ حضرت ایوب علیہ السلام
نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی تو نے مجھکو اس بلا سے امتحان کیا ہے میرے اوپر جب کوئی
واقعہ گذرا ہے تو مین نے تیری رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھا ہے پس ایک ابر مین سے دس ہزار
آوازسے سنائی دیا کہ یہ بات تجھکو کہان سے حاصل ہوئی حضرت ایوب علیہ السلام نے خاک اپنے

مریدوں سے عرض کیا کہ الٰہی تجھی سے عنایت ہوئی تجھی سے عنایت ہوئی اول بھولے ہوئے تھے
پھر رجوع کر کے اپنے صبر کو منسوب خدائے تعالیٰ کیطرف کیا اور اسی سے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْلَا فَضْلُ
اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا اور حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
اصحاب رضی اللہ عنہم کو جو سب لوگوں سے افضل تھے فرمایا کہ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ یُّنْجِیْہِ عَمَلُہٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَلَا
اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی
باوجود صفائے اعمال وقلوب کے اس حدیث سننے کے بعد اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم خاک یا گھاس
یا پرند ہوتے تو خوب تھا پس بصیرت والے سے اپنے عمل پر عجب کرنا اور نفس پر خائف نہونا بہت
بعید ہے یہ ہے علاج عجب کا جس سے بالکل وہ عجب کا بیج اوکھڑ جاتا ہے اور جب یہ دلیل غالب ہو جاتا ہے تو خوف سلب
نعمت کا اوسکو عجب نہیں کرنے دیتا بلکہ جب کافروں اور فاسقوں کو دیکھتا ہے کہ بلا کسی گناہ سابق کے
اونسے نعمت ایمان وطاعت چھین لی گئی تو اپنے نفس پر خوف کر کے کہتا ہے کہ جس ذات کو یہ پروا نہیں
کہ بے گناہ محروم کر دے اور بدون وسیلہ عنایت کرے اوسکو اسکی کہاں پروا ہے کہ دیکھے ایسے ایسا
اکثر ہوا ہی کہ مومن مرتد ہو گیا اور یہ مطیع شخص فاسق ہو کر خاتمہ اچھا نہوا اسطرح خیالات کی طرح اوسکے دل میں عجب آنے دینگی واللہ اعلم

پانچواں بیان اون چیزوں کے اقسام کا جن سے عجب ہوتا ہے اور جدا جدا ہر ایک کا علاج

واضح ہو کہ جن اسباب سے تکبر ہوتا تھا اونھیں سے عجب بھی ہوتا ہے جیسا پہلے مذکور ہوا اور کبھی عجب
ایسی چیز سے بھی ہوتا ہے جس سے تکبر نہیں ہوتا مثلاً اپنی برائی خطا سے عجب کرنا جو جہل کے سبب اچھی
معلوم ہوتی ہے اس لحاظ سے جن چیزوں سے عجب ہوتا ہے وہ آٹھ قسم ہیں اول یہ کہ اپنے جمال اور
صورت اور صحت اور قوت اور تناسب اعضا اور متعلقات بدن سے عجب کرے اور صرف اپنی خوبصورتی
پر التفات کر کے بھول جائے کہ یہ خدا کی نعمت اور معرض زوال میں ہے اور علاج اوسکا وہی ہے جو ہم نے
جمال کے باعث کبر ہونے کے باب میں لکھا ہے یعنی اپنی ابتدا اور انتہائے امر کی بابت کیونکر سوچے اور
سمجھے کہ پہلے کیسے کیسے خوبصورت اس خاک کے پیوند ہوئے اور قبروں میں اونکے بدن ایسے بدبو ہو گئے
کہ طبیعت کو اونسے نفرت ہو گئی ؎

خاک اور خون کا بستر ہی اور سر کے نیچے پتھر ہے	آہ وہ شکلیں پیاری پیاری کیسے جا سوئی ہیں پتلیاں نقش

دوسرے یہ کہ اپنے زور کے باعث عجب کرے جیسے عاد کی قوم نے کہا تھا جنکا حال قرآن مجید میں
خدائے تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اور جسطرح عوج اپنی قوت پر اعتماد کر کے ایک پہاڑ کو
اوٹھا کر چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر رکھدے کہ سب اوسکے تلے دب ہیں مگر خدائے تعالیٰ کو

حکم سے جیسے پہاڑوں نے جسکی میخ نرم ہوتی ہے اوس دیوار میں اسطرح سوراخ کیا کہ وہ پہاڑ اوسکی
گردن کا طوق ہوگیا۔ اور کبھی ایسا مار بھی اپنی قوت پر تکیہ کرتا ہے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام
مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ میں ایک رات میں سو عورتوں کے پاس جاؤنگا اور لفظ انشاء اللہ نہ
کہا اسلئے اس میں جو انکا ارادہ تھا یعنی لڑکے کا ہونا اوس سے محروم رہے اسیطرح قول حضرت داؤد علیہ السلام
کا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لیگا تو صبر کرونگا قوت پر بھروسا ہونے کے باعث تھا اور قوت پر عجب کے
باعث آدمی لڑائیوں میں گھس جاتا ہے اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالدیتا ہے اور جو شخص اوسکی مخالفت
کے درپے ہوتا ہے مار پیٹ میں سبقت کرتا ہے اور اس عجب کا علاج وہی ہے جو ذکر ہوا یعنی
سمجھے کہ ایکدن کی بخار سے آدمی کی طاقت ڈھیلی ہوجاتی ہے اور کیا عجب ہے کہ خدا تعالی عجب کے
باعث کوئی ادنی آفت مجھپر مسلط کرے اور زور دور کرے تیسرے یہ کہ اپنی عقل و کیاست پر عجب
کرے کہ بہت دقیقہ رس ہوں اور دنیا و دین کی مصلحتوں کو خوب سمجھتا ہوں اور اسکا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ
اپنی رائے پر اصرار کرنے لگتا ہے اور جو شخص اوسکی رائے کے خلاف کہے اوسکو جاہل تصور کرتا ہے
اور کسی سے مشورہ نہیں لیتا اور اہل علم کی بات کم سنتا ہے اسوجہ سے کہ اپنی رائے کے سامنے
اونکی حاجت نہیں سمجھتا ہے بلکہ حقیر اور ذلیل جانتا ہے اور اسکا علاج یہ ہے کہ جو کچھ مبدا فیاض سے
اسکو عقل عطا ہوئی ہے اوسپر خدا کا شکر کرے اور سوچے کہ اگر ادنی مرض میرے دماغ میں ہوجاوے
تو وسواس و جنون ایسا ہوجاویگا جس سے لڑکے ہنسینگے اگر میں عقل پر عجب کروں اور شکر خدا کا بجا
نہ لاؤں تو کیا بعید ہے کہ عقل سلب ہوجاوے اور چاہیے کہ اپنی عقل اور علم کو کم سمجھے کہ مجھکو جو تھوڑا سا
آتا ہے گو زیادہ ہی پڑھا ہو اور یہ جانے کہ جتنا لوگوں کو معلوم ہے اوسقدر مجھے معلوم نہیں تو جو
بات اور لوگوں کو بھی نہیں معلوم ہو اوس سے تو بطریق اولی جاہل ہونگا اور اپنی عقل کو بھی واقعی
نقصان کی تہمت لگاوے اور احمقوں کا حال دیکھے کہ اپنی عقلوں پر کیسے عجب کرتے ہیں اور لوگ
اونپر ہنستے ہیں تو خوف کرے کہ کہیں میں بھی ویسا ہی نہوں اور مجھے نہ معلوم ہو اسواسطے کہ جس
شخص کی عقل میں قصور ہوتا ہے اوسکو اپنا قصور کبھی نہیں معلوم ہوتا اسلیئے ضرور ہوا کہ اپنی مقدار
عقل کو پہچانے اور یہ بات دوسرے کے کہنے سے معلوم ہوگی اپنے آپ معلوم نہیں ہوسکتی اور
دشمنوں سے معلوم ہوگی نہ دوستوں سے کیونکہ جو شخص مونھہ دیکھی بات کہتے ہیں وہ تعریف کرینگے
اس جہت سے عجب اور زیادہ ہوگا اور اوسکے گمان میں یہ بات اوسکے نفس میں بہتر ہوگی اور عجب کے
باعث نفس کی جہالت بجائے گا چوتھے یہ کہ نسب کے باعث عجب کرے جیسے بعض سیدوں کو عجب ہوتا ہے

اور خیال کرتے ہین کہ شرف نسب اور آباء کے طفیل کے باعث ہماری مغفرت ہوجاویگی اور بعض یہ
خیال کرتے ہین کہ تمام خلق ہمارے لونڈی غلام ہین اور اوسکا علاج یہ ہے کہ یون جانے کہ جب مین نے
افعال و اخلاق مین اپنے بڑون کی مخالفت کی اور گمان کیا کہ مین اونکے درجے کو پہونچ گیا تو یہ
جہالت ہے اور اگر اونکی پیروی کا دعوی ہے تو اونمین عجب کہان تھا اونمین تو خوف اور اپنے آپ کو
حقیر جاننا اور خلق کو بڑا سمجھنا اور نفس کی مذمت کرنی وغیرہ باتین تھین اور اونکو شرف طاعت اور علم
اور عمدہ خصلتون سے ہوا تھا نہ نسب کی جہت سے تو تمکو بھی وہی شرف حاصل کرنا چاہیے جو اونمین تھا اور نہ
نسب مین تو آخر جنکی اولاد مین اپنے اکابر تھے اونکی اولاد مین بہت سے قبائل ایسے ہین جو ایمان خدا
اور روز جزا پر نہین رکھتے اور خدا کے نزدیک وہ کتے اور سور سے بھی برے ہین چنانچہ اللہ تعالے
فرماتا ہے یَآاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى یعنی تمہارے نسبون مین کچھ فرق نہین
سب کی اصل ایک ہی ہے پھر فائدہ نسب کا ذکر فرمایا وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا پھر فرمایا
کہ شرف تقوی سے ہے نہ نسب سے اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اور جب آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے لوگون نے پوچھا کہ لوگون مین سب سے بزرگ اور سب سے دانا کون ہے تو آپنے یہ جواب ارشاد
نہ فرمایا کہ جو میری نسل مین ہو بلکہ فرمایا کہ جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرے اور سب سے زیادہ اوسکی تیاری
کرے اور اس آیت کی شان نزول یہ تھی کہ حضرت بلال رض نے فتح مکہ کے روز جب اذان دی تو حارث
بن ہشام اور سہیل بن عمرو اور خالد بن اسید نے کہا کہ یہ غلام حبشی اذان دیتا ہے اوسوقت یہ حکم ہوا
اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالی نے
تم لوگون کا کبر دور کر دیا تم سب اولاد آدم ہو اور آدم خاک سے بنا ہے۔ اور ایک حدیث شریف مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای جماعت قریش قیامت مین اور اعمال تو لوگ نہین لاوینگے
تم لوگ دنیا کو اپنی گردنون پر لاد کر لاؤگے اور محمد محمد پکاروگے مین بھی ایسا ہی جواب دونگا یعنی تم سے
مونہہ پھیر لونگا اس حدیث سے یہ غرض ہے کہ اگر دنیا کی طرف میل کروگے تو تمکو نسب قریش مفید نہوگا
اور جب یہ آیت اوتری وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ آپنے سب کو ایک ایک کرکے پکارا
یہانتک کہ فرمایا اے فاطمہ محمد کی بیٹی اور اے صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی اور محمد کی پھوپھی تم اپنے
واسطے آپ عمل کرو یہ مت جانیو کہ مین تمکو کچھ خدا سے بچا دونگا تو جو شخص ان باتون کو جانیگا اور تصور کریگا
کہ جسقدر تقوی کرونگا اوسیقدر شرف پاؤنگا اور میرے بزرگون کی عادت بھی تواضع کی تھی تو ضرور
تواضع اور تقوی مین اونکی اقتدا کریگا ورنہ اپنے نسب کو اپنی زبان حال سے برا کہیگا۔

کیونکہ منسوب تجھ ایسے لوگون کیطرف ہوگا اور تواضع اور تقوی اور حوت مین اون جیسا ہوگا تو گویا اونکے برا ہونے سے اوس کی برائی ظاہر کریگا اب اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اس قول کے کہ مین تمکو خدا سے کچھ نہ بچا دونگا حضرت فاطمہ رضی اور حضرت صفیہ رضی سے یہ بھی کہا تھا کہ لیکن تم دونون کو مجھ سے قرابت ہے اوسکا حق ادا ہونگا اور قوم سلیم کو فرمایا کہ کیا تم میری شفاعت کی توقع رکھتے ہو اور عبد المطلب کی اولاد توقع شفاعت کرین تو ان دونون حدیثون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت مین اپنے قرابت والون کو خاص کرینگے اور یہین لحاظ سید زادون کو بھی توقع سعادت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا متوقع ہو اور گناہ

مشکر گناہ و طاعت ما		سلسلۂ بیان سے شفاعت ما

اور سید بھی بشرطیکہ خدا کے غضب سے ڈرتا ہے اسی بات کا سزاوار ہے کہ آپکی شفاعت کا متوقع ہو لیکن خدا کے غضب مین اگر پڑتا ہوا تو پھر کسیکو اوسکی شفاعت کی اجازت نہین شفاعت کے اعتبار سے گناہ کی دو قسمین ہین ایک تو ایسے گناہ جو موجب غضب الٰہی کے ہون اونکی شفاعت کے لیے اجازت نہوگی اور ایک وس قسم کے گناہ ہین جو شفاعت کے سبب معاف ہونگے جیسے دنیوی بادشاہون کے یہان ہوتا ہے کہ بعض جرم کی ایسی ہوتی ہے کہ اوسپر بادشاہ کو نہایت غصہ ہوتا ہے اوسوقت جتنے مقربین درگاہ ہین اونکو مجال سفارش نہین ہوتی اسیطرح بادشاہ حقیقی کے یہان بھی بعض گناہ ہونگے کہ شفاعت کو بھی جنکا اٹھانا اٹھیگا بلکہ خود شفاعت ہی بے اذن ہوسکے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ اور فرمایا مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ اور فرمایا وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ اور فرمایا فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ اور جب گناہ دو قسم کے ٹھہرے کہ کسی مین شفاعت منظور ہوگی اور کسی مین نہوگی تو خوف کرنا واجب ہوا اور اگر سب گناہون کی شفاعت ہو سکتی تو آپ قریش کو طاعت کے لیے امر نہ فرماتے اور حضرت فاطمہ رضی اپنے لخت جگر کو گناہ سے منع فرماتے بلکہ اونکو اجازت دیدیتے کہ دنیا مین جتنا چاہو لذات و شہوات سے بہرہ اوٹھاؤ پھر آخرت مین اونکی شفاعت کر کے لذات آخرت بھی کامل کروا دیتے خلاصہ یہ کہ تقوی کو چھوڑ کر توقع شفاعت گناہون پر بار رہنا ایسا ہو جیسا کوئی مریض پیٹ بھر کر بدپرہیزی کرے اور جانے کہ میرا معالج بڑا طبیب حاذق اور نہایت مہربان باپ بھائی سے بھی زیادہ میرے حال کا نگران ہے اور یہ محض جہالت ہے اسواسطے کہ طبیب کی کوشش ہمت سے بعض امراض دور ہو سکتے ہین کل نہین ہو سکتے تو اوسکی بھروسے پرہیز کا چھوڑنا نچاہیے طب کا اثر صرف امراض خفیفہ اور غلبہ مرض کے وقت کارگر ہوتا ہے

ہر وقت اثر نہین ہوتا اسیطرح سمجھنا چاہیے کہ شفاعت کرنے والون کی خواہ انبیا ہون یا علما
قریبون اور نصیبون کے حق مین ایسی ہی ہے کہ کبھی منظور ہو اور کبھی نہو اس سے بیخوف و نڈر ہونا نچاہیے
دیکھو سب خلق سے بہتر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اونکا خوف کے مارے یہ حال تھا کہ تمنا
کرتے تھے کہ ہم چوپائے ہوتے تو خوب تھا باوجودیکہ تقوی بھی کامل رکھتے تھے اور حسن اعمال اور صفائے
دلی بھی حاصل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص اپنے واسطے وعدہ جنت سن چکے تھے
اور شفاعت آپکی سب اہل اسلام کے لیے عموماً جانتے تھے مگر کسی بات پر تکیہ نکیا اور نہ خوف و خشوع
اونکے دل سے جدا ہوا تو جس شخص کو اون مین سے کوئی بات بھی میسر نہو نہ معلوم کہ وہ کیسے عجب کرتا ہے
پانچوین یہ کہ ظالم سلاطین کے نسب سے عجب کرے یا اپنے آپ کو اونکے اعوان مین سمجھکر عجب کرے
اور دین اور علم کے نسب سے نکرے تو یہ عجب بھی نہایت درجے کی جہالت ہے اور اوسکا علاج یہ ہے
کہ اونکی رسوائی کو سوچے کہ جو کچھ اون ظالمون نے اللہ کے بندون پر ظلم کیا اور اللہ کے دین مین فساد
مچایا اوسکے باعث وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہین اور اگر دوزخ مین اونکی صورت نظر پڑے
اور اونکی بدبو اور پلیدی سونگھ پائے تو پھر دیکھنے والا اونکو ایسا برا سمجھے کہ کبھی اونکی طرف نسبت
اپنے آپ کو نہ کرے بلکہ جو اونکی طرف اوسکو منسوب کرے اوسکو بھی برا جانے ایسے اوسکی نظرون مین ذلیل و حقیر
ہوجاوین اور اگر قیامت کے روز کا اونکا حال اوسپر کھل جاوے کہ جن جن پر اونھون نے ظلم کیا تھا وہ لوگ
اونکو لپٹے ہوئے ہین اور فرشتے اونکے سر کے بال پکڑے ہوئے اوندھے منہ جہنم مین لیے جاتے ہین
اور بندون پر ظلم کرنیکی جہت سے طرح طرح کی ذلت و رسوائی مین مبتلا ہین تو خدا سے پناہ مانگے
اور سمجھے کہ مجھے سور اور کتے کی قرابت منظور ہے ان لوگون کی منظور نہین غرضکہ ظالمون کی اولاد کو
چاہیے کہ اگر خدا تعالی اونکو ظلم سے بچاوے تو اوسکا شکر کرین کہ ہمارا دین سلامت رکھا اور اگر
اونکے آبا مسلمان تھے تو اونکے لیے استغفار پڑھین ایسے لوگون کے نسب سے عجب کرنا محض جہالت ہے
چھٹے یہ کہ آدمی اسوجہ سے عجب کرے کہ میری اولاد یا خادم یا غلام یا اقربا یا یار و مددگار بہت ہین جیسے
لوگون نے کہا تھا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا یا جیسا اہل اسلام نے غزوہ حنین مین کیا تھا کہ آج
کمی کے باعث ہم مغلوب نہونگے اور اسکا علاج وہی ہے جو ہم کبر مین لکھ آئے ہین کہ اپنا ضعف اور
اونکا ضعف بیان کرے اور جانے کہ سب بندے عاجز ہین اپنی جانون کے واسطے کچھ نفع
و ضرر کا اختیار نہین رکھتے اور خدا تعالی فرماتا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً بِاِذْنِ اللّٰہِ
علاوہ اسکے ایسے عجب کرنے سے کیا فائدہ یہ لوگ تو بعد موت کے سب جدا ہو جاوینگے قبر مین تنہا

ذلیل و خوار پڑا رہیگا۔ کوئی رفیق ہوگا نہ آشنا۔ باپ نہ بیٹا نہ یگانہ نہ بیگانہ بلکہ وہ خود ہی جاکر اسکی قبر کو
خاک میں سانپ اور بچھو اور کیڑوں کے حوالے کردینگے اور ایسے آڑے وقت میں اوسکے کچھ کام نہ آئینگے
اور اسیطرح قیامت کے میدان میں بھی پاس سے کھسک جاوینگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ
اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ پس ایسے لوگوں سے کیا فائدہ ہے کہ جب شدت کی
حاجت اونکی طرف ہوگی تبھی جدا ہو جاوینگے اور اپنی اپنی راہ لگینگے اور اونپر عجب کیسے آتا ہے
قبر میں اور قیامت میں اور پل صراط پر بجز اپنے عمل اور اللہ کے فضل کے اور کچھ کام نہ آویگا تو عجب ہے
کہ آدمی ایسی چیز پر تکیہ کرے جو کام نہ آئے اور جو ذات کہ اوسکے نفع و ضرر اور موت و حیات کی مالک ہو
اوسکو بھول جائے ساتویں یہ کہ مال سے عجب کرے جیسا خداوند کریم دو باغ والے کا قول نقل فرماتا ہے
اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غنی کے پاس
ایک فقیر آکر بیٹھا اوس نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اور سکڑ گیا آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس بات سے ڈرتا ہے
کہ اوسکا افلاس تجھے لگ جاویگا غرضکہ یہ عجب مال کا ہے اور علاج اوسکا یہ ہے کہ مال کی آفتوں کو اور
اوسکے حقوق کی کثرت کو اور فقرا کی فضیلت کو اور جنت کیطرف اونکی سبقت کو سوچے اور یہ کہ مال
صبح آتا ہے شام جاتا ہے اسکی کچھ اصل نہیں بہت سے کفار بھی مال و دولت زیادہ رکھتے ہیں اور
اس حدیث کے مضمون پر غور کرے کہ اس اثنا میں کہ آدمی لباس پہنکر تبختر کرتا ہے اور دل میں خوش
ہوتا ہے یکایک امر الٰہی زمین کو ہوتا ہے وہ اوسکو نگل جاتی ہے اور قیامت تک دھنسا چلا جاتا ہے
اسمیں اشارہ ہے کہ مال و نفس پر عجب کرنے کا ایسا عذاب ہوتا ہے۔ حضرت ابوذر رضہ روایت کرتے
ہیں کہ میں ہمراہ رکاب جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد شریف میں داخل ہوا آپنے فرمایا کہ
اے ابوذر اپنا سر اوٹھا میں نے سر اوٹھا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بہت عمدہ کپڑے پہنے ہوئے
تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اپنا سر اوٹھا پھر جو میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص پرانے کپڑے
پہنے ہوے ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر یہ شخص خدا کے نزدیک تمام زمین سے بہتر ہے۔ غالباً
ایسی روایتیں اور وہ باتیں جو ہم نے باب ذم دنیا اور باب ذم مال میں لکھی ہیں اونسے
حقارت اغنیا کی اور شرف فقرا کا خدا کے نزدیک صاف ظاہر ہے پس ایماندار کسطرح ہو سکتا ہے
اپنی ثروت پر عجب کرے بلکہ اوسکو تو یہی خوف لگا رہتا ہے کہ حقوق مال کے ادا کرنے میں کہیں
قصور ہوا ہو حلال وجہ سے لیا ہے کہ نہیں موقع پر صرف کیا ہے کہ نہیں اور جو ایسا نہیں کرتا وہ
عجب کیا کرتا ہے اوسکا مآل تو بجز ذلت اور وبال کے اور کچھ نہیں۔

عجب کرے چنانچہ اللہ تعالی ایسے ہی شخص کے حال مین فرماتا ہے اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا
اور دوسری جا ارشاد ہے یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
غلط رای پر عجب کرنا اس امت کے آخر زمانے مین ہوگا اور یہ ایسی بلا ہے کہ اس سے پہلی قومین
برباد ہوگئین کیونکہ اسی سے ہر ایک فرقہ جدا جدا ہوگیا ہر ایک یہی جانتا ہے کہ مین ہی خوب جانتا ہون
اور اپنے ہی اعتقاد پر خوش ہے اور جتنے اہل بدعت و ضلالت ہین سب اپنی بدعت و ضلالت پر
اسلیے مصر ہین کہ اپنی رائے پر عجب کرتے ہین اور بدعت پر عجب کرنے کے یہ معنی ہین کہ جس بات
کیطرف آدمی کی خواہش اور شبہہ اغلب ہو اوسکو اچھا جانے اور اپنے گمان مین اوسکو برحق سمجھے
اور اس عجب کا علاج اور ونکی نسبت سخت تر ہے اسلیے کہ جسکی رائے غلط ہے وہ اپنی رای کی غلطی
سے ناواقف ہے اگر واقف ہو تو اوسکو ترک کرے پس جس بیماری ہی کو نہین جانتا اوسکا علاج کیسے
کریگا اسلیے اسکا علاج بہت مشکل ہے مگر عارف آدمی اس بات پر قادر ہے کہ جاہل کو اوسکی جہل سے
مطلع کرکے اوس سے دور کرے ہان اگر وہ اپنی جہالت پر بھی معجب ہوگا تو عارف کی نہ سنے گا بلکہ
اوسکو بھی الزام لگا دیگا کیونکہ اوس پر خدا تعالی نے ایک بلا کو مسلط کردیا ہے جو موجب اوسکی بربادی
کی ہے اور وہ اوسکو نعمت جانتا ہے تو اسکا علاج کیسے ہوسکتا ہے اور جس چیز کو وہ اپنے اعتقاد
مین سبب سعادت جانتا ہے اوس سے وہ نفرت کیسے کریگا تاہم علاج مجمل یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی رای کو متہم
جانے یعنی غلطی کی تہمت سے خالی نہ سمجھے اور اوسکے دھوکے مین نہ آوے جب تک کہ کوئی دلیل
کتاب اللہ اور حدیث سے یا کوئی دلیل عقلی صحیح جسمین سب شرطین دلیلون کی ہون اسکی مدد و معاون
نپاوے اور دلائل شرعی اور عقلی کا جاننا اور اونکی شرطین اور مواقع غلطی کو پہچاننا ہر شخص کا کام نہین
اسکے واسطے طبیعت کامل اور عقل تیز اور تلاش اور استعداد قوی اور کلام مجید و حدیث کا روز مرہ
مطالعہ اور اہل علم کے پاس ہمیشہ بیٹھنا اور مدام درس و تدریس کا شغل رکھنا چاہیے اور ان امور کے
ہوتے بھی بعض امور مین انسان سے غلطی کا خوف موجود ہے اسلیے جو شخص اپنی تمام عمر تحصیل علم مین
مستغرق نکر سکے اوسکے لیے یہ بہتر ہے کہ مذاہب کی باتون پر کان نہ دھرے اور نہ اونمین خوض کرے
صرف یہ اعتقاد کرے کہ خدا تعالی ایک ہے اوسکا کوئی شریک نہین اور نہ کوئی اوسکے مانند ہے وہی
سنتا دیکھتا ہے اور اوسکا رسول مقبول برحق ہے جو کچھ اوسنے خبر دی وہ سچ ہے اور طریقہ سلف کو
اختیار کرے اور جو کچھ احکام کتاب اللہ اور حدیث مین ہین سب بے بحث و تکرار قبول کرے اور بیہودہ سوال اور تفتیش کرے
[illegible]

مسلمانوں سے بشفقت پیش آوے اور اگر بد مذہبا اور بدعتوں میں جوش کریگا اور عقائد میں تعصب کا یا منہ ہوگا تو اسی طرح ہلاک ہو جاویگا کہ اوسکو خبر بھی نہوگی یہ تو اوسکا حال تہا جو شخص عام کے سوا اور چیز میں اپنی زندگی میں مصروف ہوگا لیکن جو شخص کہ عزم کرے کہ صرف علم ہی کا ہو رہیگا تو اوسکے لیے اول مہم دلیل اور شروط دلیل کو پہچاننا ہے اور اسمین بہت عمر صرف ہو جاتا ہے اکثر مطالب میں یقین اور معرفت کو پہونچنا بہت دشوار ہے سوائے زبردست لوگون کے جو نور الہی سے موید ہوں کسی اور کی قدرت نہیں کہ امر یقینی کو معلوم کرے اور ایسے لوگ اب بہت کمیاب ہیں خدا سے تعالی ہر گمراہی سے بچاوے اور جہال کے خیالات سے ہمکو پناہ دے والحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

دسواں باب غرور یعنی مغالطے کی مذمت میں

رباعی

ہیں جو کہ حیات دنیوی پر مغرور		سب سٹک ہے دماغ عقل میں اونکے فتور
مرنے پہ کھلے گا اونکو یہ راز نہان		یہ جھینگا مزا جبکہ بیاد است قبور

جاننا چاہیے کہ آدمی کیواسطے ہوشیار رہنا کنجی سعادت ہے اور غرور و غفلت ہی ہی کلید شقاوت بندوں پر خداے تعالی کی نعمت ایمان و معرفت سے زیادہ نہیں اور کشادگی سینہ کے سوا کوئی اور چیز اوسکی طرف وسیلہ اور کفر و معصیت سے بڑھکر کوئی برائی نہیں اور نہ کوئی تیرگی سوائے نابینائی دل اور جہالت کے اوسکی طرف داعی ارباب بصیرت کو دل ایسا عنایت ہوا ہے جسکی شان میں یہ آیت ہے کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور اور غفلت والوں کے دل کی یہ کیفیت ہے کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور ہوشیاروں کو جو خدا ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کے واسطے اونکے دل کھول دیتا ہے اور غافل اور مغروروں کو بصیرت نہیں دیتا کہ وہ اپنے نفس کی ہدایت کے کفیل ہوں وہ لوگ ہواے نفسانی اور شیطان ہی کو اپنا رہبر اور دلیل سمجھتے ہیں بہر حال چونکہ غرور سب شقاوتوں کی اصل و منبع مہلکات ہے اسلیے بیان کرنا اوسکی راہوں کا اور تفصیل اون حالات کی جنمیں غرور کثرت سے آتا ہے ضروری ہے تاکہ مرید بعد اوسکے پہچاننے کے اوس سے احتراز کرے اسیواسطے ہم اقسام غرور و غفلت اور اصناف مغرورین کی قاضیوں اور علما و صلحا سے بیان کرتے ہیں جو

ظاہر امور کو اچھا جانکر اونکے باطن سے غافل رہتے ہین اور اثنا بیان مین وجہ اونکی غفلت کی بھی بیان کرتے جاوینگے اور اگرچہ امر زائد از حد شمار ہے الا مثالون سے ایسی تنبیہ ہو سکتی ہے کہ سبکی حاجت نہ رہے اور گروہ مغرور نافلوں کے اگرچہ بہت ہین مگر چار اصناف مین سب آجاتے ہین صنف اول علما صنف دوم عابد صنف سوم صوفی صنف چہارم ارباب دولت اور ان اصناف کے پھر بہت سے فرقے ہین اور اونکی غفلت و غرور کی وجہین بھی مختلف ہین مثلاً بعض لوگ امر منکر کو اچھا سمجھتے ہین جیسے بعض لوگ مال حرام سے مسجدین بناکر اونمین زیب و زینت کرتے ہین اور اوسکو کار ثواب جانتے ہین اور بعض لوگ اس باب مین تمیز نہین کرتے کہ اپنے نفس کے واسطے کوشش کرتے ہین یا خدا کیواسطے جیسے واعظ جنکی غرض خلق کے نزدیک قبول اور جاہ کی ہوتی ہے اور بعض لوگ امر مہم کو چھوڑ کر دوسرے کام مین مصروف ہوتے ہین اور بعض اشخاص فرض کو ترک کرکے نفل مین مشغول ہوتے ہین اور بعض آدمی مغز کو چھوڑ کر پوست کیطرف متوجہ ہوتے ہین جیسے نماز پڑھنے والا جسکی ہمت صرف مخارج حروف ہی کیطرف ہو غرض اسطرح کی بہت سی وجہین ہین کہ بدون تفصیل فرقون اور بیان کرنے مثالون کے توضیح اونکی نہین ہو سکتی اول ہم مذمت غرور کی اور اوسکی حقیقت و تعریف اور مثالین بیان کرینگے بعد علما کا غرور بیان کرینگے یہ باب مشتمل ہے دو بیانون پر

بیان اول غرور کی مذمت اور اوسکی حقیقت اور مثالین واضح ہو کہ یہ دو آیتین مذمت غرور کیلئے کافی ہین اول فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ دوسری وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ حَبَّذَا نَوْمُ الْاَكْيَاسِ وَفِطْرُهُمْ كَيْفَ يَغْبِنُوْنَ سَهَرَ الْحَمْقٰى وَاجْتِهَادَهُمْ وَلَمِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ صَاحِبِ تَقْوٰى وَيَقِيْنٍ اَفْضَلُ مِنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِنَ الْمُغْتَرِّيْنَ اور ایک حدیث مین فرمایا اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ غرضکہ جو کچھ علم کی فضیلت اور جہل کی مذمت مین وارد ہے وہ غرور کی مذمت پر دلیل ہے اسواسطے کہ غرور بھی ایک قسم کی جہالت کا نام ہے کیونکہ جہالت اسکا نام ہے کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہے ویسی نہ جانے اور غرور بھی ایک جہل ہے مگر ہر ایک جہل غرور نہین بلکہ غرور کیلیے مغرور فیہ اور مغرور بہ بھی چاہیے پس جبکہ اعتقاد کسی شے موافق مرضی نفسانی کے ہو اور کسی شبہہ یا خیال فاسد کو بزعم خود دلیل سمجھکر اپنی جہالت پر اڑ جاوے اور واقع مین وہ شبہہ یا خیال دلیل نہو تو جو جہل کہ اس وہمی دلیل سے حاصل ہوگا اوسکو غرور کہتے ہین پس تعریف

غرور کی یہ ہوئی کہ شیطان کے شبہ اور مکر کے باعث نفس ایسی چیز پر جم جائے جو ہوائے نفسانی کے
موافق اور خواہش طبع کے مطابق ہو اس سے یہ لازم آیا کہ جو شخص کسی کے شبہ سے حال یا
مآل میں خیر کا معتقد ہو وہ مغرور ہے اور اکثر آدمیوں کا یہی حال ہے کہ اپنے نفسوں کے لیے
بہتری کا گمان رکھتے ہیں حالانکہ اونکا گمان بہتری غلط ہے اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ مغرور ہیں
لیکن اونکے اقسام غرور جدا ہیں اور درجات بھی مختلف یہاں تک کہ بعضوں کا غرور بعض کی نسبت
ظاہرتر اور شدیدتر ہوتا ہے اور سب میں سخت تر وہ مغرور ہیں ایک تو کافروں کا اور ایک گناہگاروں
اور بدکاروں کا اب ہم ان دونوں کی مثالیں لکھتے ہیں جس سے انکے غرور کی حقیقت معلوم ہو
مثال اول کافروں کے غرور کی اونمیں سے بعض تو ایسے ہیں جنکو حیات دنیا نے مغرور کر دیا ہے
اور بعضوں کو شیطان نے حیات دنیاوی سے جنکو مغرور کر رکھا ہے اونکا قول یہ ہے کہ نقد بہ نسبت ادھار
کے بہتر ہے اور دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار تو اس سے دنیا ہی بہتر ٹھہری اوسیکو اختیار کرنا
چاہیے اور اونکا یہ بھی قول ہے کہ دنیا یقینی ہے اور آخرت موہوم اور یقین شک سے بہتر ہوتا ہے
شک کیواسطے یقین کو چھوڑنا بیجا ہے یہ شعر انہیں کے حسب حال ہے

اب تو آرام سے گذرتی ہے	عاقبت کی خبر خدا جانے

اسطرح کی دلیلیں سب نکمی ہیں اور مشابہ دلیل شیطانی کے ہیں جیسے کہا تھا أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ
وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ اور ان لوگوں کا حال خداے تعالی فرماتا ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ
الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ اور اسطرح کے غرور کا علاج یا تو
سچے ایمان ہی سے ہوتا ہے یا دلیل و حجت کی ضرورت ہوتی ہے پہلی صورت تو یہ ہے کہ خدا تعالی
کے ان اقوال کو سچا جانے مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ اور وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ اور وَالْآخِرَةُ
خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اور وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ اور فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انکی خبر بہت سی جماعتوں کو کفار سے پہونچائی تو معاً
زمرہ اسلام میں داخل ہوے اور آپ کو سچا جانا اور ایمان لائے کوئی دلیل نہ مانگی اور بعض لوگ عرض
کرتے کہ ہم آپ سے خدا کی قسم دیکر پوچھتے ہیں کہ کیا خداے تعالی نے آپ کو رسول کر کے بھیجا ہے
آپ فرماتے کہ ہاں وہ لوگ ایمان لے آتے یہ ایمان عوام کا ہے غرور کے حیطے سے خارج ہے
بلکہ اونکی تصدیق ایسی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کا قول سچ جانتا ہے یعنی جب وہ کہتا ہے کہ
مکتب کا جانا کھیل کی جگہ جانے سے بہتر ہے تو لڑکا سچ جانتا ہے گو وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کسوجہ سے

کاتب کا جانا بہتر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ جب اوس قیاس سے کہ فاسد ہے سستی کی معلوم ہو جاوے
جو شیطان نے گڑھکر دل میں جما دیا ہے کیونکہ ہر ایک مغرور کے غرور کا ایک سبب ہوتا ہے اور اوسی
سبب کو دلیل جانتا ہے اور کل دلیلیں ایک قسم کی قیاس ہوتی ہیں جو نفس میں آتی ہیں اور باعث
اطمینان نفس ہوتی ہیں گو اوس شخص کو معلوم نہو اور نہ اس بات کی قدرت رکھتا ہو کہ اوسکو علما کے
طور پر بیان کیجیے اب اس مثال میں جو قیاس مذکور ہے اوسمیں دو جملے ہیں ایک تو یہ ہے کہ دنیا
نقد اور آخرت اودھار ہے یہ جملہ تو درست ہے مگر دوسرا جملہ کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے
اسیمیں دھوکا ہے یہ جملہ درست نہیں بلکہ اگر نقد اور اودھار مقدار اور مقصود میں برابر ہوں تب البتہ
یہ جملہ درست ہے اور اگر نقد بہ نسبت اودھار کے کم ہے تو اودھار ہی بہتر ہے دیکھو یہی مغرور کافر
تجارت میں ایک روپیہ نقد اسلیے لگاتا ہے کہ اوسکے دس اودھار ملینگے تب نہیں کہتا کہ نقد بہ نسبت
اودھار کے بہتر ہے میں اس ایک کو کیوں ضائع کروں اسیطرح اگر مرض میں طبیب عمدہ کھانوں اور
میووں سے منع کرے تو اوسوقت مرض کے خوف سے چھوڑ دیگا حالانکہ اونکی لذت نقد ہے
اور تکلیف مرض کبھی زمانہ آیندہ میں ہوگی اور سوداگر خشکی اور تری میں مصیبتیں سر دست اوٹھاتے
ہیں تاکہ آیندہ کو راحت اور نفع ملے اور کسیکے خیال میں نہیں آتا کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے
حاصل یہ کہ ثانی الحال میں اگر دس ملیں تو ایک نقد کی نسبت بہتر ہونگے اب اگر مدت دنیا اور مدت
آخرت میں نسبت دیکھو تو کچھ نسبت ہی نہیں مثلاً انسان زیادہ سے زیادہ سو برس جیتا ہے اور اس عمر کو
اگر مدت آخرت سے نسبت کرو تو آخرت کے کروڑویں حصے کے برابر بھی نہیں ہوتی تو اگر ایک دنیا کو
چھوڑے تو آخرت میں لاکھ بلکہ بے انتہا پاویگا اور اگر باعتبار نوع کے لحاظ کیا جاوے تو دنیا کی
لذتیں میں سب طرح کی کدورت اور رنج و مصیبت ہیں اور آخرت کی لذت صاف و پاکیزہ ہے
بہر صورت یہ کہنا کہ نقد اودھار سے بہتر ہے یہی غلطی کا مقام اور دھوکا ہے اور اس غلطی کی وجہ یہی
ہوئی کہ جیسا لوگوں سے سنا ویسا ہی یقین کر لیا یہ نہ سمجھا کہ اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ نقد و اودھار
اگر مقدار و مقصود میں برابر ہوں تب نقد بہتر ہوتا ہے اور اوسوقت شیطان ایک اور قیاس جماتا ہے
کہ یقین شک سے بہتر ہوتا ہے اور آخرت مشکوک ہے یہ قیاس پہلے کی نسبت سے بھی زیادہ نکما ہے
کیونکہ اوسکے دونوں جملے بے اصل ہیں مثلاً جملہ اول یقین بہتر ہے شک سے یہ جب ہے جب دونوں
مساوی ہوں ورنہ ظاہر ہے کہ سوداگر مشقت تو یقیناً کرتے ہیں اور نفع مشکوک ہوتا ہے اور طالب علم
تحصیل علم میں محنت یقیناً کرتا ہے اور فضیلت علم کے درجہ کو پہونچنا امر مشکوک ہے اور شکاری تلاش شکار میں

گشت یقیناً کرتا ہے اور شکار کا ملنا امر مشکوک ہے اور بیمار بھی دوا کا ذائقہ تو یقیناً پاتا ہے اور
شفا میں شک ہوتا ہے غرض جتنے امور عقلا کے نزدیک احتیاط میں داخل ہیں وہ سب اسیطرح کے ہیں
کہ امر مشکوک کیلئے یقین کو چھوڑنا پڑتا ہے تاجر کہتا ہے کہ اگر میں تجارت نکروں اور مصیبت نہ اوٹھاؤں
تو بڑا نقصان ہو اور مجھکو روزی سوداگری سے محنت تھوڑی ہوتی ہے اور فائدہ بہت ہے اسیطرح مریض
کہتا ہے کہ میرے لیے بدمزگی دوا کا تھوڑا ہے بہ نسبت اوس خوف کے جو مجھکو مرض سے ہے کہ اوسکا انجام موت ہی ہیں اسی بنا پر
جو شخص آخرت میں شک ہی رکھتا ہے اوسپر بحکم احتیاط واجب ہے کہ یوں کہے کہ زندگی کے چند روز صبر کرلینا
میرے حق میں اچھا ہے ان امور کی نسبت جو آخرت میں لوگ کہتے ہیں کیونکہ اگر بالفرض آخرت کے
معاملات جھوٹ ہوئے تو مجھے کیا نقصان ہوا ایک چند روز زندگی کی عیش جاتی رہیگی ازل سے اب تک
بھی تو میں ایسا ہی تھا کہ عیش نکرتا تھا میں جانونگا کہ معدوم ہی رہا اور اگر معاملات اخروی صحیح ہوئے
تو ابد الآباد تک آگ میں جلونگا اسکی برداشت نہیں ہو سکے گی چنانچہ حضرت علی رضہ نے کسی ملحد سے ارشاد
فرمایا تھا کہ جو کچھ تو کہتا ہے اگر سچ ہے تو ہمارا اور تیرا دونوں کا کچھ ضرر نہیں اور اگر ہمارا قول درست ہے
تو ہم نجات پاوینگے اور تو ہلاک ہوگا اور یہ قول آپ نے اسلیے نہیں کہا تھا کہ معاذ اللہ کچھ آپ کو آخرت میں
شک تھا بلکہ اوس ملحد کی فہم کے موافق تقریر فرمائی تھی اور اوسکو سمجھا دیا کہ اگر تجھکو آخرت کا یقین نہیں تو
بڑے مغالطے میں ہے۔ اور دوسرا حملہ قیاس مذکور کا یہ ہے کہ آخرت مشکوک ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ
آخرت ایمان والوں کے نزدیک یقینی چیز ہے اور اوسکا یقینی ہونا دو چیزوں سے معلوم ہوتا ہے ایک تو
ایمان اور تصدیق اور انبیا اور علما کی تقلید سے کہ اس سے بھی یہ مغالطہ جاتا رہتا ہے اور یقین آخرت کا
آجاتا ہے اور عوام اور اکثر خواص کا یقین اسیطرح کا ہوتا ہے اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار
اپنے مرض کی دوا نہیں جانتا اور تمام طبیب و معالج اسبات پر متفق ہیں کہ اسکی دوا فلانی بوٹی ہے تو بیمار کو
سنتے ہی اطمینان ہو جاویگا اور اونکو سچا جانیگا اونسے اس باب میں دلیل طبی نہیں پوچھیگا بلکہ اونکے
صرف کہنے کا یقین و اعتماد کرکے وہی دوا شروع کریگا اور اگر کوئی سودائی یا مدہوش اطبا کے قول کو
جھٹلاتا ہے حالانکہ مریض خود قرائن حال سے جانتا ہے کہ اطبا اول تو گنتی میں اس مدہوش سے زیادہ ہیں
دوسرے فضل و علم میں بڑھکر ہیں تیسرے تجربہ طبی اونکو حاصل ہے اور یہ شخص علم طب بالکل نہیں جانتا تو
ظاہر ہے کہ اطبا کے قول کے سامنے اوسکا قول نمانیگا اور نہ اونکے قول کو اوسکے بہکانے سے چھوڑ
جاویگا اور نہ اپنے اعتقاد کو اوسکی جہت سے سست کریگا اور اگر بالفرض اوسکے قول کا اعتماد کرکے
اطبا کے قول کو چھوڑ دیگا تو بیشک خود بھی مدہوش اور معذور ہو جاویگا۔ اسیطرح جو شخص ان لوگوں کو دیکھتا ہے

جو آخرت کے مقر اور مخبر ہیں کہ یہ فرماتے ہیں کہ سعادت اخروی کے حاصل ہونے کے لیے دوا نافع
تقوی ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ لوگ تمام خلق میں سے بہتر ہیں اور بصیرت و معرفت و عقل میں
سب سے اعلی رتبہ رکھتے ہیں یعنی انبیا اور علما اور اولیا اور حکما اور اس امر میں تمام اقسام خلق کے انہیں
لوگوں کا کہنا مانتے ہیں البتہ جن لوگوں کے اوپر شہوات کا غلبہ ہے اور اونکے نفس تمتع دنیاوی پر
مرتے ہیں وہ اونکا کہنا نہیں مانتے اس نظر سے کہ اونکو شہوات کا چھوڑنا بہت شاق ہے اور اپنے
منہ سے کیسے کہیں کہ ہم دوزخی ہیں اسواسطے آخرت کے منکر ہوے اور انبیا کو جھٹلایا تو جس طرح
بچے کے کہنے یا کسی بیہوش کے کہنے سے اطمینان قلبی قول اطبا پر دور نہیں ہوتا تھا اسیطرح ایسے
غبی لوگوں اور بندۂ شہوات کا انکار بھی انبیا اور اولیا اور علما کے قول کے سچا ہونے میں کچھ
خلل انداز نہوگا اور اتنا ایمان خلق کے لیے کافی ہے یعنی اس سے غرور بھی دفع ہوتا ہے اور ایسا
پکا یقین ہے کہ عمل پر بھی برانگیختہ کرتا ہے اور آخرت کے یقینی معلوم ہونے کی دوسری چیز انبیا
کیواسطے تو وحی ہے اور اولیا کے لیے الہام اور یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو امر آخرت کو جانا یا اور امور دین کو پہچانا تو صرف حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سنکر بطور تقلید جان لیا
جیسا کہ ہم لوگوں نے آنحضرت صلعم سے سنکر جان لیا ہے اور اس سے یہ لازم آئے کہ ہم نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ نے حضرت جبرئیل سے سنا فرق کچھ نہیں جیسے معرفت آپ کی تھی
ویسی ہی ہماری ہے حالانکہ یہ بات نہیں تقلید کو معرفت نہیں کہتے تقلید تو ایک اعتقاد درست کا نام ہے
اور انبیا جو عارف کہلاتے ہیں اونکی معرفت اسطرح ہے کہ اونکے لیے حقیقت اشیا کی جس طرح وہ
اصل میں ہیں جون کے تون کھول دیجاتی ہے اور وہ اون اشیا کو چشم بصیرت سے ایسا دیکھتے ہیں
جیسے ہم لوگ کسی محسوس چیز کو چشم ظاہر سے دیکھتے ہیں تو وہ جو کچھ خبر دیتے ہیں دیکھکر بیان فرماتے ہیں
صرف سننے اور تقلید کی خبر نہیں ہوتی مثلا اون پر حقیقت روح کی منکشف ہوتی ہے کہ وہ امر
الہی ہے اور امر الہی سے وہ غرض نہیں جو مقابل نہی کے ہے اسلیے کہ وہ کلام کے اقسام میں سے ہے
اور روح کلام نہیں اور امر سے غرض شان بھی نہیں تاکہ اوس سے یہ لازم آوے کہ روح مخلوق خدا تعالی
کی ہے کیونکہ مخلوق ہونا تو تمام مخلوق میں پایا جاتا ہے روح کی تخصیص کیا ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے
کہ عالم کی دو قسمیں ہیں عالم امر اور عالم خلق اور یہ دونوں اللہ ہی کے ہیں الا جو چیزیں کہ مقدار و کمیت
رکھتی ہیں وہ تو عالم خلق میں داخل ہیں اسواسطے کہ باعتبار لغت کے خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں
جو مقدار پر صحیح ہو سکتے ہیں اور جو چیز موجود کمیت اور مقدار سے مبرا اور پاک ہے وہ عالم امر میں داخل ہے

اور یا اوسکو سر روح یعنی راز روح سے تعبیر کرتے ہین اور اوسکے ذکر کی اجازت نہیں اسلیے کہ اوسکے
سبب سے اکثر خلق کو نقصان ہوتا ہے جیسے راز سبب قدر کا افشا نہ کیا گیا تو جو اس راز روح کو پہچان
لیتا ہے وہ اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے اور جب نفس کو پہچان لیتا ہے تو خدا کو پہچان لیتا ہے اور عقل و رضا کی حقیقت
سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ روح انسانی اپنی طبیعت اور سرشت کی رو سے امر ربانی ہے اور اوسکا عالم جسمانی مین آنا ایک امر
عجیب ہے اس عالم مین آنا اوسکا اوترنا اوسکی مقتضائے طبیعت اور ذات سے نہین ہوا بلکہ ایک امر عارضی اجنبی ہے
جو اوسکی ذات مین داخل ہوئین اور یہ امر عارض وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو پیش آیا کہ معصیت
کھایا اور اوسکی وجہ سے اوتارا حالانکہ جنت اونکی ذات کے مقتضا کے بموجب اونھین کو منزل اور ترقی
کیونکہ جنت قرب الٰہی مین ہے اور آدم باعتبار روح کے امر ربانی تھے تو امر ربانی کا شوق بمقتضائے
طبع اور ذات کے قرب ربانی کیطرف ہونا چاہیے بشرطیکہ اس عالم اجنبی کا کوئی امر عارضی اوسکو مقتضائے
طبع سے مانع نہو ورنہ اپنے نفس اور خدائے تعالے کو دونون کو بھول جاویگا اور اپنے نفس پر ظالم
ٹھہریگا کیونکہ ایسے لوگون کو یہ حکم ہوتا ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ فاسقون کے معنی یہ ہین کہ جو اونکا مقتضائے طبع اور کہاں استحقاق تھا
اوس سے خارج ہوجاتے ہیں یہ لفظ مشتق ہے فسق سے جسکے معنی لغت مین اصل سرشت سے تجاوز
کرنے کے بھی آتے ہین اور یہ باتین گلدستہ گلزار اسرار مین عارفون ہی کے دماغ سے انکی خوشبو
کے شائق ہین اور کم ہمتون کو تو اونکے الفاظ سننے سے جاڑا چڑھتا ہے اسلیے کہ یہ باتین اونکو مضر
پڑتی ہین جیسے گلاب کی خوشبو گوبر کے کیڑے کو بری معلوم ہوتی ہے یا آفتاب کی روشنی شپرہ کو
بری لگتی ہے ۔ اور سر قلبی سے عالم ملکوت تک منکشف ہونا معرفت اور ولایت کہلاتا ہے اور جسکو
یہ راز کھلے اوسکو ولی اور عارف کہتے ہین اور یہ رتبہ آغاز مقامات انبیا کا ہے اور مقامات اولیا
کا انتہائے رتبہ ہے تو اولیا کے مقامات کی انتہا انبیا کے مقامات کی ابتدا ہوتی ہے اب ہم
اصل مدعا کیطرف رجوع کرتے ہین کہ شیطان کا مغالطہ یعنی یہ جملہ کہ آخرت مشکوک ہے اوسکو یا تو
یقین تقلیدی سے دفع کرنا چاہیے یا بصیرت و مشاہدۂ باطن سے دور کرنا چاہیے اور اہل ایمان
جب اپنی گفتگو اور عقائد سے خدائے تعالے کے احکام تلف کردیتے ہین اور شہوات و معاصی
مین مبتلا ہوکر اعمال صالحہ ترک کردیتے ہین تو وہ بھی اس مغالطے مین کافرون کے شریک
ہوجاتے ہین کیونکہ اونھون نے بھی زندگی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہان اتنی بات ہے کہ
اصل ایمان کے باعث عذاب ابدی سے بچ جاوینگے اور دوزخ سے کچھ عرصے بعد نکل آوینگے

تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اس میں کچھ شبہ نہیں اسواسطے کہ کوئی اعتراف ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے اور دنیا ہیچ ہے دنیا کیطرف گیا اور اسکو اختیار کیا اسلیے صرف ایمان فلاح ابدی کے لیے کافی نہیں جب تک کہ عمل نہو چنانچہ قرآن شریف اسکا شاہد ہے اللہ تعالی فرماتا ہے وَاِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی اور اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ اور احسان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ اور ایک آیت یہ ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ غرضکہ تمام کتاب اللہ میں وعدہ مغفرت متعلق ایمان اور عمل صالح دونوں سے ہے صرف ایمان ہی پر نہیں تو جو لوگ کہ دنیا پر مطمئن ہو کر خوش ہوتے ہیں اور اوسکی لذات میں ڈوبے رہتے ہیں اور مرنے کو برا جانتے ہیں اس نظر سے کہ یہ سب لذتیں چھوٹ جاوینگی نہ اسوجہ سے کہ آگے کو ہم پر کیا معاملہ گذریگا ایسے لوگ دنیا کے مغالطے میں ہیں خواہ کافر ہوں یا مسلمان اب ہم دو باتیں کافروں اور گناہگاروں کی مغالطے کی جو اللہ کی نسبت کرتے ہیں لکھتے ہیں کافروں کا مغالطہ تو خالی یہ ہے کہ اونمیں سے کچھ لوگ اپنے دلوں میں خواہ زبان سے کہتے ہیں کہ اگر واقع میں خدا تعالی قیامت برپا فرمائیگا تو غیروں کی نسبت ہم زیادہ مستحق ہونگے جیسا کہ خدا تعالی نے دو شخصوں کے سوال و جواب میں ایک کا قول نقل فرمایا وَمَا اَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا اور خلاصہ اس قصہ کا بموجب تفسیر کے یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں میں سے کافر آدمی نے ایک محل ہزار دینار کو بنایا اور ایک باغ ہزار دینار کو لیا اور خادم بھی ہزار دینار کو لیے اور ایک عورت سے ہزار دینار لگا کر شادی کی اور دوسرے شخص ایماندار اوسکو ہر ایک بار نصیحت کرتا گیا اور کہتا گیا کہ تو نے ایسا مکان مول لیا جو جاتا رہیگا جنت کا مکان مول کیوں نہ لیا جو کبھی نہ فنا ہوتا تیرا یہ باغ بھی فنا ہو جاوے گا باغ جنت پائدار تھا وہی مول لیا ہوتا اور یہ نوکر چاکر بی بی سب مرجاوینگے اور جنت کی حوریں اور غلمان فنا پذیر نہیں وہ کافر ہر ایک بات میں یوں جواب دیتا کہ جنت ہے کہاں جو تو اوسکا سوال لوگ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے اور اگر بالفرض جنت ہوگی تو مجھے جنت میں اس سے بہتر ملیگا اسیطرح قول عاص بن وائل کا بھی قرآن مجید میں منقول ہے کہ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا اوسکے جواب میں ارشاد ہوا اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا اور خباب ابن ارت کہتے ہیں کہ میرا کچھ قرض عاص بن وائل پر تھا میں تقاضا کرنے کو گیا مگر اوسنے نہ دیا میں نے کہا کہ تیرا آخرت میں لے لونگا اوسنے جواب دیا کہ میری بھی وہاں مال و اولاد ہوگی اوسمیں سے تیرا قرض بھی

ہوئیگا تب یہ آیت اوتری اَفَرَاَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا اور دوسری
آیت مین ارشاد ہے وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ
قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى غرض اسطرح کی باتین اور مغالطی
ہین جنہین بندہ تعالے سے متعلق ہے اور وجہ اس دھوکے کی یہ ہے کہ شیطان یہان بھی ایک قیاس
اپنے قیاسون مین سے لاکھڑا کرتا ہے مثلاً اول وہ لوگ اپنے اوپر دنیا کی نعمتین دیکھتے ہین تو اسی پر
آخرت کی نعمتون کو قیاس کر لیتے ہین اور کبھی دیکھتے ہین کہ عذاب مین تاخیر ہوئی یعنی جو ظلم و زیادتی کہ
دنیا مین ہوئی اوسکا کوئی عذاب جلد رسان نہوا اسی پر عذاب آخرت کو بھی قیاس کر لیتے ہین جیسا کہ خدا تعالی
نے اونکا قول نقل فرمایا یَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ اوسکے جواب مین ارشاد ہوا
حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ بعض اوقات ایمان والون کو دیکھتے ہین کہ وہ لوگ فقر سے
خستہ حال گرد آلود ہین تو اونکو حقیر جانتے اور کہتے ہین کہ یہی لوگ ہین جنپر خدا نے احسان کیا اور
ہم پر نہین کیا اور یہ کہتے ہین کہ اگر ایمان کوئی عمدہ شی ہوتی تو ان حقیر لوگون کو ہم سے پہلے نہ ملتی مگر
جو قیاس کہ شیطان اونکے دل مین ڈالتا ہے اوسکے جملے یون ہوتے ہین کہ اللہ تعالے نے دنیا مین
ہم پر احسان کیا اور جو شخص محسن ہوتا ہے اوسکو محبت ضرور ہوتی ہے اور جسکو محبت ہوتی ہے وہ
آگے کو بھی احسان کریگا اور مستقبل کو یہان گذشتہ پر قیاس کرنے کی وجہ یہی ہے کہ خدا تعالی کے
احسان کو اپنی بزرگی اور محبت کی وجہ سے جانتا ہے یعنی یہ تصور کرتا ہے کہ اگر مین خدا کے نزدیک
ذی رتبہ اور محبوب نہین تو مجھپر احسان کیون کیا اور مغالطہ اس جملے مین ہے کہ جو محسن ہے وہ محبت
رکھتا ہی ہے نہین بلکہ اس جملے مین ہے کہ انعام خداوندی دنیا مین جہان ہے اسی مغالطے کے باعث
دھوکا ہو گیا اور الٹے جانا کہ مین خدا کے نزدیک بزرگ و ذی رتبہ ہون اور اوسکی دلیل ایسی چیز کو
سمجھ لی کہ جو بزرگی پر دلالت نہین کرتی بلکہ ارباب بصیرت کے نزدیک دلیل ذلت و خواری کی ہے
اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے دو غلام صغیر ہون اور وہ ایک سے تو محبت رکھتا ہے اور
دوسرے سے نہین جس سے محبت کرتا ہے اوسکو کھیلنے سے منع کر دے اور مکتب مین بٹھلا رکھے
اور وہان سے اوٹھنے نہ دے تاکہ ادب و قاعدہ اوسکو خوب معلوم ہو جائے اور میوہ جات و لذیذ
کھانے جو اوسکو مضر ہون اونکو اوسکے پاس نہ آنے دے بلکہ جو دوائین کہ اوسکو نافع ہون اونکو پلائے
اور دوسرے غلام کو جس سے محبت نہین مہمل چھوڑ دے کہ جہان چاہے وہان سے کھیلا کودے
مکتب مین نہ جائے جو چاہے سو کھائے پس یہ دوسرا غلام اگر یہ تصور کرے کہ مین اپنے آقا کے نزدیک

محبوب و بزرگ ہون اسلیے کہ مجکو تمام شہوات و لذات و اغراض پر اختیار دیدیا ہے تو یہ نہایت قبیح اور مغالطہ ہے اسطرح چونکہ لذات دنیاوی سب کے سب مہلکات ہین اور اللہ سے دور کرتے ہین تو خدا تعالی اپنے محبوب بندے کو اونسے بچا لیتا ہے جیسے بیمار کو اوسکے گھر والے محبت ہی کی راہ کھانا پینا بعض اوقات نہین دیتے اور یہ بدا ہتین آثار کی اول گذر چکین کہ ارباب بصیرت سلف مین ایسے تھے کہ جب اونپر دنیا آتی تو غم کرتے اور کہتے کہ کوئی گناہ ہو گیا ہے جسکا عذاب ہمکو جلد پہونچا اور دنیا کو موجب غضب الہی اور اوسکی بے اعتنائی کا نشان اونسمجھتے تھے اور جب فقر آتا تو کہتے کہ خوب ہوا یہ صلحا کا شعار ہمارے پاس آیا اور مغرور پر جب دنیا آتی ہے تو جانتا ہے کہ مین خدا کے نزدیک بڑا ہون اور جب چلی جاتی ہے تو جانتا ہے کہ مین خدا کے نزدیک حقیر ہون چنانچہ قرآن مجید مین ارشاد ہے فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا

اسمین یہ ارشاد فرمایا کہ یہ اونکا گمان غلط ہے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ خدا تعالی نے لفظ کلا سے دونون کو جھوٹا کر دیا یعنی جسکو اکرام سمجھا ہے نہ وہ میرا اکرام ہے اور جسکو اہانت سمجھا ہے نہ وہ میری اہانت بلکہ کریم وہ شخص ہے جسکو طاعت کے باعث مین بزرگی دون خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور ذلیل وہ ہے جسکو مین گناہ کے باعث حقیر کرون خواہ دولت ور ہو یا گدا گر اور اس مغالطے کا علاج یہ ہے کہ کرامت اور ذلت کے دلائل کو بصیرت سے یا تقلید سے پہچانے اسطرح اسطرح کہ یہ معلوم کرے کہ شہوات دنیوی کیطرف ملتفت ہونا کیسے خدا تعالے سے دور کر دیتا ہے اور اونسے علیحدہ رہنے سے کیونکر تقرب الی اللہ ہوتا ہے اور یہ بات مقامات اولیاء عارفین مین الہام سے معلوم ہوتی ہے اسکا اگر بیان کیا جاوے تو ذکر علم کاشفہ مین جا پڑتا ہے جو علم معاملہ کے مناسب حال نہین اور تقلید کے طور پر معلوم کرنا یون ہے کہ اللہ تعالی کی کتاب پر ایمان لاوے اور اوسکے رسول کو سچا جانے اور خدا تعالے ایسے لوگون کا یہ حال بیان فرماتا ہے اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ اور فرمایا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ اور اسکی تفسیر مین لکھا ہے کہ جتنا وہ گناہ کرتے ہین ہم اونکو نعمت زیادہ دیتے ہین تاکہ اونکا مغالطہ اور زیادہ ہوا ور فرمایا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ اور فرمایا اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا اور فرمایا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ اور اسکے سوا اور

بہت سی آیات قرآنی واحادیث میں اونکا حال موجود ہے پس جو شخص ان آیات کا معتقد ہوگا
اوسکو وعید کا وہم ہوگا اسواسطے کہ منشا اس غلطی کا یہ ہے کہ اللہ تعالی اور اوسکی صفات سے غرا آدمی
جاہل ہے اور جو شخص اللہ تعالی کو پہچان لیتا ہے وہ اوسکے عذاب سے بیخوف نہیں ہوتا اور نہ
اسطرح کے خیالات فاسدہ سے دھوکا کھاوے وہ اپنے مدنظر حالات فرعون وہامان وقارون اور
سلاطین روی زمین کے رکھتا ہے کہ اونکو اللہ تعالے نے ابتدا میں کسطرح کا عروج دیا پھر کسطرح
تباہ وبرباد کردیا اور خود اپنے عذاب سے کلام مجید میں جابجا ڈرایا ہے چنانچہ فرمایا فَلَا يَأْمَنُ
مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ اور فرمایا وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ اور فرمایا وَمَكَرُوا وَمَكَرَ
اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ اور فرمایا إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ
رُوَيْدًا پس جیسا کہ وہ غلام جسکو آقا نے چھوڑ رکھا ہے اس چھوڑ رکھنے سے اس بات پر استدلال
نہیں کرسکتا کہ میرا آقا مجھی کو زیادہ چاہتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آقا نے امر اوسکی تخریب تعذیب
کے لیے کیا ہو یا جو واسطے کہ آقا نے اوس غلام کو اپنے عذاب کرنے کی اطلاع بھی نہیں دی تو
اسطرح کا وسوسہ خدا کے باب میں کب درست ہوگا اوسنے تو جابجا اپنے کلام میں ارشاد بھی فرمادیا ہے
کہ ہمارا چھوڑے رکھنا اور نعمت دینا اور عذاب کرنا ان لوگوں کے حق میں اچھا نہیں پھر اگر کوئی
خدا کے عذاب سے بیخوف ہوجاوے تو بجز مغالطے کے اور کیا متصور ہوسکتا ہے اور اس غرور کا منشا یہی
ہوا کہ دنیا کے نعمت کے ملنے سے مغرور ہو کر یہ معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک میرا بڑا رتبہ ہے حالانکہ احتمال
یہ بھی ہے کہ یہ نعمت دنیا دلیل ذلت کی ہو مگر چونکہ یہ احتمال ہوای نفسانی کے موافق نہ تھا اسواسطے
اسکو نہ مانا جو اوسکے مطابق پایا شیطان نے دل کو اوسی طرف جھکایا یعنی یہی احتمال دل میں ڈالا کہ
دنیا میں نعمت ملنی دلیل بزرگی کی ہے اور یہ نہایت درجہ کا دھوکا ہے دوسری مثال مغالطہ گناہگار
ایمانداروں کا ہے کہ کہتے ہیں خدا تعالی کریم ہے اور ہمکو اوسکے عفو کی توقع ہے اور اسپر اعتماد کرکے
اعمال بھی چھوڑ دیتے ہیں اور اس ہی تمنا اور غرور کا نام توقع اور رجا رکھ لیا ہے اور جانتے ہیں
کہ رجا کرنی دین میں عمدہ بات ہے خدا کی نعمت وسیع ہے اور اوسکی رحمت سبکو پہونچے گی اوسکا
کرم عمیم ہے بھلا اوسکے دریای رحمت کے سامنے بندوں کے گناہ کی کیا حقیقت ہے ہم موحد اور
ایماندار ہیں بذریعہ ایمان کے اوس سے توقع رکھتے ہیں اور بعض اوقات اونکے رجا کی دلیل ہوتی ہے
کہ ہمارے آباء واجداد نیکبخت اور عالی رتبہ تھے جیسے سید کہ اپنے نسب پر مغرور ہیں اور خوف و
تقوی وورع میں اپنے آبا کے مخالف اور شاید یہ تصور کرتے ہیں کہ ہم خدا کے نزدیک ایسے

باپ دادون کی نسبت کرکے بھی بزرگ ہین کیونکہ اونکے آبا تو باوجود ورع اور تقوی کے خائف رہتے تھے
اور یہ لوگ باوجود فسق فجور کے بیخوف ہین اور نہایت درجے کا دھوکا ہے انکے دلون مین شیطان نے
یہ مغالطہ ڈالا ہے کہ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے اوسکی اولاد سے بھی محبت رکھتا ہے اور چونکہ
اللہ تعالی تمھارے اکابر کو محبوب جانتا تھا تو تمکو بھی جانیگا پھر تمکو طاعت کی کیا حاجت ہے حالانکہ
ان لوگون کو یہ یاد نہین آتا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ چاہا تھا کہ اپنے لڑکے کو کشتی مین ساتھ سوار
کرین اور دعا مانگی کہ رب ان ابنی من اھلی ارشاد ہوا یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے واسطے دعا مانگی مگر نامنظور ہوئی اور ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرین اور اونکے لیے استغفار کرین
زیارت کا حکم ہو گیا مگر مغفرت چاہنے کی اجازت نہوئی آپ جب قبر پر تشریف لے گئے تو محبت
مادری کی جہت سے بیٹھے ہوئے روتے رہے غرضکہ ان لوگون کو ایک دھوکا ہی دھوکا خدا کے ساتھ ہے
کیونکہ اللہ تعالی مطیع سے ساتھ محبت کرتا ہے اور گناہگار کو برا جانتا ہے تو جیسا باپ اگر مطیع ہو اوسکی
اولاد گناہگار کے باعث اوسکو برا نہین جانتا ایسا ہی باپ کی محبت کے باعث اوسکے گناہگار
بیٹے سے بھی محبت نہین رکھتا اور اگر محبت باپ کی بیٹے تک چلی آوے تو بغض بھی بیشک ہوئے گا
مگر اصل یہی ہے کہ لا تزر وازرۃ وزر اخری ہے اور جس شخص کو یہ خیال ہے کہ باپ کے تقوی کی
جہت سے مجھے نجات ہو جاویگی وہ ایسا ہے جیسا کوئی خیال کرے کہ باپ کے شکم سیر ہونے سے
میرا پیٹ بھی بھر جاویگا اور اوسکے پانی پینے سے میری پیاس بجھ جاویگی اور اوسکے عالم ہونے سے
مین بھی عالم ہو جاؤنگا اور اوسکے حج کرنے سے مجھے بھی کعبے کی زیارت میسر ہو جاویگی حالانکہ یہ
کوئی امر متصور نہین ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ تقوی فرض عین ہے اوسمین بیٹے کی عوض باپ
کافی نہوگا اور خدا کے یہان ثواب تقوی ہی پر ملیگا اوس روز کہ آدمی اپنے بھائی اور مان باپ سے
بھاگیگا البتہ جس شخص پر غضب الہی زیادہ نہوگا اور اوسکے لیے سفارش کی اجازت بھی ہو جاویگی
تب سفارش کے طور پر کوئی کچھ کام آوے تو آوے جیسا باب کبر و عجب مین گذرا اب اگر یہ کہو کہ
گناہگار جو یہ کہتے ہین کہ خدا کریم ہے اور ہم اوسکی رحمت کے متوقع ہین تو اسمین غلطی کیا ہے
یہ دونون جملے صحیح ہین اور دلون پر لگتے ہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان انسان کو ایسے ہی
کلام سے بہکاتا ہے جو ظاہر مین مقبول ہو اور باطن مین مردود اور اگر ظاہر کلام بھی اچھا نہوتا تو دل
فریب مین کیون آجاتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اس قول کی قلعی کھول دی ہے جیسا کہ اوپر

حدیث مذکور ہوئی کہ دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو فرماں بردار کرکے بعد موت کے لیے عمل
کرے اور احمق وہ ہے جو ہوائے نفسانی کے پیچھے پڑا رہے اور پھر اللہ پر آرزوئیں کرے تو واقع میں
یہ صورت تمنا اور آرزوئے بے عمل کی ہے جسکا شیطان نے نام بدلکر رجا اور توقع کہدیا اور اوس سے
جاہلوں کو فریب دیدیا حالانکہ رجا کی شرح خدائے تعالے یوں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ
هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ یعنی رجا کرنے کے لائق یہ لوگ ہیں کیونکہ
کلام مجید میں ثواب اجرت کو آخرت اور جزائے اعمال قرار دیا ہے جیسے کہ فرمایا اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ
اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص
کریم ہو اور وہ وعدے کا پورا اور مزدوری جتنی ٹھہرا لے اوس سے زیادہ دیوے وہ اگر کسی مزدور کو
برتن بنانے کیواسطے مقرر کرے اور مزدور سب برتنوں کو توڑ تاڑ برابر کرے پھر اسبات کا منتظر ہو کہ
سمجھتا ہے کہ اجرت دینے والا کریم ہے وہ اجرت دے ہی دیگا تو ایسے شخص کو عاقل لوگ احمق کے
یا مغرور اور بیتمیز کہیں اور کیا کہیں گے اور وجہ اس غلطی کی جہال کو یہ ہے کہ وہ لوگ توقع اور غرور کے
معنوں میں تمیز نہیں کرتے حضرت حسن رحمۃ سے کسینے پوچھا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے توقع
رکھتے ہیں اور عمل نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ یہ اونکا خیال خام ہے جو شخص کسی چیز کی توقع رکھتا ہے
اوسکی جستجو کرتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اوس سے بھاگا کرتا ہے اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہیں
کہ ایک رات میں سجدے میں اس زور سے گیا کہ میرے دونوں آگے کے دانت ٹوٹ گئے کسی نے
مجھے کہا کہ ہم تو اللہ سے توقع مغفرت رکھتے ہیں یعنی اسلیے عمل نہیں کرتے مسلم رح نے جواب دیا
کہ رجا یہ ہرگز نہیں جس چیز کی رجا ہوتی ہے آدمی اوسکو ڈھونڈھتا ہے اور جس سے ڈرتا ہے اوس سے
بھاگتا ہے اور ایک مثال یہ ہے کہ کسیکو توقع اولاد کی ہے حالانکہ ابھی تک نکاح نہیں ہوا یا نکاح ہوا
مگر نوبت ہم بستری کی نہیں آئی تو ایسے شخص کو اولاد کی توقع کرنی خام خیالی ہے اسطرح جو شخص
اللہ تعالی کی رحمت کا متوقع ہو اور ایمان ہی نہ رکھتا ہو یا ایمان تو ہو اعمال صالح نکیے ہوں یا اعمال
صالح بھی کرتا ہو مگر اعمال بد بھی نہ چھوڑے ہوں تو وہ بھی خیال خام میں مبتلا ہے ہاں جسطرح نکاح
کرنے کے بعد اور صحبت وغیرہ کے بعد اگر خوف و رجا دونوں ہوں کہ خدائے تعالے لڑکے کے
پیدا ہونے میں اپنا فضل رکھے اور رحم مادر سے آفات دور رکھے اور ماں بھی سلامت رہے تو یہ
دانائی کی بات ہے ایسا ہی اگر ایمان لاوے اور نیک کام کرے اور برائیوں کو چھوڑ دے اور
قبول نہونے کا خوف کرے اور یہ کہ کہیں عمل نیک کو دوام نہو یا کہیں خاتمہ برا نہو اور اس بات کی

توقع ہو کہ خدا تعالی قول ثابت پر قائم رکھے اور دین کو موت کے وقت بچائے اور خاتمہ توحید پر ہو
اور دل کو خواہش شہوات سے تمام عمر حفاظت مین رکھے حتی کہ گناہون کیطرف اوسکا میلان ہی نہو
تو ایسا شخص دانا و ہوشیار ہے اور اوسکے سوا سب لوگ خیال خام مین پڑے ہین قیامت کے دن جب
عذاب آ گھیریگا تب معلوم کرینگے کہ گمراہ کون تھا اور اوسوقت کہینگے رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ
صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ یعنی ہمنے یقین کر لیا کہ جیسے لڑکا بدون نکاح و صحبت کے نہین ہوتا اور کھیتی
بدون جوتنے بونے کے نہین ہوتی اسیطرح ثواب اخروی بھی بدون عمل صالح کے نہین ملتا
تو ہمکو اب دنیا مین بھیجدے کہ ہم نیک عمل کرین ہمکو تیرے کہنے کا یقین اب ہوا ہے جو تو نے
کہہ رکھا تھا کہ وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى اور اوسی مضمون کے آیات
یہ بھی ہین كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ یعنی کیا تمکو پیغمبر نے سنا نہین دیا تھا
کہ اللہ کا طریق بندون مین اسطرح جاری ہے اور ہر ایک نفس کو اوسکے کردار کا بدلہ ملیگا تو پھر کیا
وجہ ہوئی کہ تم اللہ تعالی کے باب مین مغالطہ کھا گئے سننے سمجھنے کے بعد کیسے دھوکے مین رہے
اوسوقت جواب دینگے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ فَاعْتَرَفُوا
بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ اب یہ جاننا چاہیے کہ رجا دو جگہ مین کرنی عمدہ بھی ہے ایک صورت تو
یہ ہے کہ جو گناہگار کرتا یا گناہ ہو جبا اوسکے دل مین توبہ کا خطرہ گذرے تو شیطان بہکاتا ہے
کہ تیری توبہ مقبول نہوگی اور اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ رحمت الہی سے مایوس ہو جاوے تو ایسے
حال مین واجب ہے کہ مایوسی کو دور کرکے رجا کرے اور یاد کرے کہ خدا تعالی کریم ہر توبہ قبول
کرتا ہے اور توبہ ایک طاعت ہے جس سے گناہ دور ہو جاتے ہین چنانچہ اسکی تصدیق قرآن شریف
مین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ
الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ یہان انابت کا حکم بندون کو فرمایا اور دوسری جگہ
ارشاد ہے وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى پس جب آدمی توقع مغفرت توبہ کے
ساتھ کرے تو اوسکو راجی اور متوقع کہنا چاہیے ورنہ توقع مغفرت کی باوجود گناہون پر اصرار کرنے کی
رکھنی سراسر خام خیالی ہے مثلاً ایک شخص بازار مین ہے اور اوسپر جمعہ کا وقت تنگ ہو گیا اور اوسکے
دلمین آیا کہ جمعہ کو چلیے اور شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جمعہ تو اب ملنے کا نہین تو کیون کہین جاتا ہے
لیکن اسنے شیطان کا قول نمانا اور جمعے کیواسطے دوڑ گیا اور اوسکو امید ہے کہ جمعہ ملیگا تو
بیشک یہ شخص راجی اور متوقع ہے اور اگر اپنے کاروبار مین مصروف رہا اور یہ تمنا کی کہ امام میرے واسطے

دیر کریگا یا کسی دوسرے کیواسطے متوسط وقت تک ٹھہرا رہیگا یا کسی اور سبب سے توقف کریگا تو ایسا شخص
مغرور کہلائیگا دوسری صورت رجا کی یہ ہے کہ نوافل اور فضائل سے اسکا نفس قاصر ہے اور صرف فرائض پر
اکتفا کرتا ہے اور اپنے نفس کیواسطے متوقع نعمت الٰہی کا ہے اور اون اشیا کا جنکا وعدہ خدا تعالیٰ نے
نیک بندون کے لیے کیا ہے یہان تک کہ اس توقع کے سرور سے ایک نرہ عبادت کا جوش کر کر
اور اسکو نوافل پر متوجہ کرے اور یہ مضمون یاد آوے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ
صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ اس آیت تک کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ
تو ایسی صورت مین پہلے رجا سے تو ناامیدی جو مانع توبہ ہے ٹوٹ جاتی ہے اور دوسری رجا سے
سستی جو مانع نشاط اور تہیہ عبادت ہے جاتی رہتی ہے حاصل یہ کہ جو توقع کہ توبہ پر یا تہیہ عبادت پر
برانگیختہ کرے اوسکو رجا کہتے ہین اور جو رجا کہ موجب سستی کا عبادت مین یا باعث میل طبیعت کا طرف
ناحق کے ہو تو وہ غرور اور خیال خام ہے مثلاً آدمی کے دل مین آیا کہ گناہ کو ترک کرکے عمل مین مشغول ہو
اوسوقت شیطان نے یہ سوجہایا کہ تو اپنے نفس کو کیون عذاب دیتا ہے اور ایذا اوٹھاتا ہے تیرا
رب تو کریم اور غفور ہے اور اس شخص نے اس وسوسے سے توبہ اور عبادت مین سستی کی تو یہ غرور مین
داخل ہے ایسے حال مین بندے پر واجب ہے کہ خوف کا استعمال کرے اور اپنے نفس کو خدا کے غضب
اور نہایت درجے کے عذاب سے ڈرانے اور کہے کہ اگرچہ خدای تعالی گناہون کا بخشنے والا اور
توبہ کا قبول کرنے والا ہے مگر اوسکا عذاب بھی بہت سخت ہے اور باوجودیکہ وہ کریم ہے لیکن
کافرون کو ابدالآباد تک دوزخ مین رکھیگا گو اونکے کفر سے کچھ اوسکا ضرر نہین بلکہ عذاب و محنت اور
مرض و علت اور فقر و فاقہ جو اوسنے اپنے بندون پر دنیا مین مسلط کیا ہے اوسکو قدرت ہے کہ ان
چیزون کو اونپر سے دور کرے جس ذات کا دستور اپنے بندون مین یون جاری ہے اور اوسنے حکم
اپنے عذاب سے ڈرنے کا بھی کیا ہے تو پھر کیسے خوف نکیا جاوے اطمینان کی صورت کیا ہے غرضکہ
خوف و رجا دونون سے آدمی عمل پر آمادہ ہوتا ہے جو آرزو ایسی ہو کہ اوس سے عمل پر اشتیاق
نہوتی ہو اوسکو تمنا اور غرور کہنا چاہیے اور اکثر لوگ جو اعمال مین سستی کرتے ہین اور دنیا کیطرف متوجہ
ہین اور خدای تعالی کیطرف سے مونہہ پھیرے ہین اور آخرت کے لیے سعی نہین کرتے تو یہی وجہ ہے
کہ اونکو تمنا اور غرور ہے جسکو رجا سمجھے ہوے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف مین
جو خبر دی ہے کہ اس امت کے آخر زمانے مین غرور غالب ہوگا وہ نہایت درست ہے ایسا ہی
دیکھا جاتا ہے پہلے زمانے کے لوگ تو عبادتون پر مداومت کرتے تھے اور جو عمل کرتے تھے لیکن

خوف بھرا رہتا تھا باوجودیکہ رات بھر اللہ کی طاعت میں کاٹ دیتے اور تقوی اور شبہات سے
احتیاط اور شہوات سے کنارہ حد سے زیادہ کرتے پھر بھی تنہائی میں اپنے نفسوں کے لیے روتے
اور اس زمانے کا حال دیکھو تو ہر زمان ہر لحظہ رنگ و کیفیت کا مضمون ہے کہ گو گناہوں پر پڑے
ہوئے ہیں اور دنیا میں ڈوبے ہوئے اور خدا سے اعراض کیے ہوئے تس پر بھی خوش اور بیخوف
اور مطمئن ہیں کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالی کے کرم پر اعتماد رکھتے ہیں اور اوسکے فضل اور عفو و مغفرت
کے متوقع ہیں گویا اونکا دعوی یہ ہے کہ جو خدا کا فضل و کرم اس درجے کا معلوم ہوا ہے کہ اوس قدر
انبیا اور صحابہ اور سلف کے اکابر علما کو بھی معلوم ہوا نہیں اور سمجھتے کہ اگر صرف تمنا سے کاربرآری
ہوتی اور اوتنی سی بات سے حاجت پوری ہو جاتی تو یہ لوگ کیوں اتنا درد اور خوف حزن میں پڑے رہتے

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال	صد سال مے توان بتمنا گریستن

یہاں تک رونے کے سوا کچھ اور بھی چیز ضرور ہے اور ہم نے اسکی تحقیق باب خوف و رجا میں لکھی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معقل بن یسار رضی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ
لوگوں پر ایسا زمانہ آویگا کہ جیسا بدن پر کپڑے پرانے ہو جاتے ہیں اسیطرح اوس وقت میں قرآن
پرانا ہو جاویگا سب باتیں لوگوں کی سراسر طمع ہونگی اور اوسکے ساتھ خوف بالکل نہ ہوگا اگر کوئی کچھ
نیکی کریگا تو کہیگا کہ یہ مقبول ہوگی اور اگر بدی کریگا تو کہیگا کہ یہ مجھسے معاف کردی جاویگی اس
حدیث میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ لوگ خوف کی جگہ طمع استعمال کرینگے اسلیے کہ قرآن مجید کی خوف
دلانے والی آیتوں سے جاہل ہونگے اور یہی حال خدا تعالی نے نصاری کا ذکر فرمایا ہے
جیسا کہ ارشاد کیا فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا
اور اسکے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ وارث کتاب یعنی عالم ہیں اور اس ادنی چیز کی متاع لیتے ہیں یعنی
اپنے شہوات دنیا کے طالب ہیں خواہ حلال ہوں یا حرام اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ
رَبِّهِ جَنَّتَانِ اور فرمایا ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ قرآن مجید میں اول سے
آخر تک تحذیر و تخویف بھری ہے اگر فکر کرنے والا جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہے اوسمیں تامل کرے
تو بجز اسکے کہ اوسکا غم بڑھ جاوے اور خوف زیادہ ہو جاوے اور کچھ متصور نہیں مگر لوگوں کا
یہ حال ہے کہ گھاس ہی کاٹتے چلے جاتے ہیں خیال کرتے ہیں تو مخارج حروف اور کسرہ اور ضمہ
اور نصب پر کرتے ہیں اور اشعار کی طرح پڑھتے ہیں معانی کی طرف التفات کا قصد بھی نہیں
کرتے نہ اوسکے مضامین پر عمل کریں عالم کیواسطے اس سے زیادہ غرور اور خام خیالی کیسا ہوگا

یہان تک وہ حصّہ بیان ہوچکا جو اللہ کے باب مین غرور و مغالطے کے لیے لوگ کہتے ہین اور رجا اور
غرور کا فرق بھی بیان کردیا گیا اور اسکے قریب غرور اون لوگون کا ہے جو طاعت و معصیت دونون
کرتے ہین مگر معصیت زیادہ کرتے ہین اور توقع مغفرت کی رکھتے ہیں اور چاہتے ہین کہ ہمارا نیکیون کا
پلہ جھکیگا گو بدی کے پلہ مین بیان زیادہ ہون اور یہ نہایت جہالت ہے بعض لوگ چند درم حلال و
حرام کے خیرات کرتے ہین اور جو کچھ مال مسلمانون کا او شبہات کا لیتے ہین وہ اس خیرات سے بہت
زیادہ ہوتا ہے اور شاید یہ خیرات بھی مسلمانون کے مال ہی مین سے ہو مگر اونکو اسپر تکیہ ہوتا ہے اور
یہ گمان ہے کہ اگر ہزار درم حرام کے لیا کرین اور دس درم حرام سے یا حلال سے خیرات کردین تو یہ
نیکی اور وہ بدی مساوی ہین اور یہ کیسی بڑی جہالت ہے اگر ایک پلے مین دس درم رکھین اور
دوسرے مین ہزار اور دونون برابر ہوجاوین یا ایک پلہ بھاری کی اوٹھائے تو اونکا قول بھی درست
ہوسکتا ہے اور بعض یہ تقصد کرتے ہین کہ ہماری نیکیان گناہون سے زیادہ ہین اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے
کہ وہ لوگ برائیون کی تو شمار نہین کرتے اور نہ اونکی تلاش کرین مگر نیکی کرنے کو یاد رکھتے ہین مثلاً
ایک شخص دن بھر سو بار استغفر اللہ یا سبحان اللہ کہتا ہے پھر مسلمانون کی غیبت و ہتک کرتا ہے اور
تمام دن ایسی ہی باتین بکتا رہتا ہے جنسے خدا تعالی خوش نہین اور ان باتون کو شمار نہین کرتا تو جب
کہیگا یہی کہیگا کہ مین ایک تسبیح سو دانہ کی پڑھتا ہون اس بات سے غافل ہوگا کہ دن بھر کیا
بکتا رہتا ہون اور اگر دن بھر کی اور لغو باتون کو لکھے تو ایک تسبیح سو گنی یا ہزار گنی ہوجاوین حالانکہ
کرام کاتبین نے وہ سب لکھی ہین اور اللہ تعالی نے ہر کلمہ لغو کے پیچھے عذاب کا وعید فرمایا ہے
جیسا کہ ارشاد ہوا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اس شخص کو ہمیشہ اپنے تسبیح و تہلیل کے
ثواب کی فکر رہتی ہے اور اسپر التفات نہین کرتا کہ غیبت کرنے والون اور جھوٹون اور چغل خورون
اور منافقون کے عذاب مین کیا کچھ وارد ہے اور آفات زبان کے باعث کتنی خرابی لگتی ہوگی
یہ مغالطہ نہین تو کیا ہے اور یاد رکھو کہ کرام کاتبین اگر آدمی سے اپنے لکھنے کی مزدوری لیا کرتے اور
تسبیح و تہلیل پر کچھ نہ لیتے تو اوس وقت اپنی ضروری باتون کو بھی نہ بولتا اور ایسی باتون کو ساری
تسبیح سے سمجھتا ہے اونسے بھی زبان بند کرلیتا ہے اس نظر سے کہ کہین مزدوری زیادہ نہ دینی پڑے تو
بڑی شرم کی بات ہے کہ آدمی ایک دو پیسے کے بچاؤ کیواسطے تو احتیاط کرے اور جنت فردوس کے
ہاتھ سے جاتے رہنے کے خوف سے کچھ احتیاط نہ کرے اگر سوچو تو بڑی ہی مصیبت ہے کیونکہ ہمکو
وہ کام کرنا پڑا کہ اگر اوسمین شک کرین تو کافر منکر ٹھہرتے ہین اور اگر اوسکی تصدیق کرتے ہین تو احمق

اور غرور ہوتا ہے تو تو نہیں سمجھتا کہ ترقی ہیچ بات ہے [illegible] نہیں ہوتا ہے تو جب او تو مسلمان
ناشکری اور کفران سے بچائے اوسکی ذات اس قابل ہے کہ اوس سے خوف اور حذر کیا جائے جو لوگوں پر
ایسی غفلت و غرور کو مسلط کرنے پر قادر ہے کہ باوجود قرآن جیسے احکام واضح کے ہم لوگوں کو تنبیہ
اور عبرت نہیں ہوتی اور جھوٹی آرزوؤں اور شیطان و نفس [illegible] ہم مغروروں میں [illegible]
دوسرا بیان مغروروں کی چاروں صنفوں کے فرقوں کا حال اور اسمین چار فصلیں ہیں
فصل اول صنف اول یعنی اہل علم کے فرقوں کا حال اونمین سے ایک فرقہ وہ ہے جو علوم شرعی اور
عقلی کو خوب سیکھتے ہیں اور اونمین تعمق اور اشتغال کرتے ہیں کہ اعضاء ظاہری کے درپے مطلق نہیں
ہوتے ہیں اور نہ اونکو گناہوں سے روکتے ہیں اور نہ طاعت بجالاتے ہیں اونکو اپنے علم کے باعث مغالطہ
پڑگیا ہے اور اس خیال میں ہیں کہ ہم خدای تعالی کے نزدیک بڑی رتبہ ہیں اور علم کے باعث ہم ایسے ہیں کہ
خدای تعالی ہم جیسوں کو عذاب نہ دیگا بلکہ لوگوں کے حق میں ہماری شفاعت منظور کریگا اور ہماری
بزرگی کی جہت سے بازپرس گناہوں اور خطایا کی نکریگا اور واقع میں اونکو دھوکا ہے اگر نظر بصیرت
دیکھیں تو معلوم کریں کہ علم دو طرح کے ہیں ایک علم مکاشفہ یعنی خدا کو اور اوسکی صفات کو پہچاننا جسکا نام
اصطلاح میں معرفت ہے اور دوسرا علم معاملہ یعنی پہچاننا حلال اور حرام کا اور نفس کے اخلاق مذمومہ اور
محمودہ کا اور کیفیت اونکے علاج کی اور برے اخلاق سے بھاگنے کی تدبیر وغیرہ تو یہ دوسری قسم علم کی
یعنی علم معاملہ اسلیے تحصیل کرتے ہیں کہ عمل ہو اور اگر ان علوم کی علت غائی عمل نہو تو یہ نکمے ہو رہتے
اور جس علم سے کہ مقصود عمل ہوتا ہے وہ عمل ہی اوسکی قیمت ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کسی مرض میں
مبتلا ہے اور اوسکی دوا ایک معجون مرکب بہت اجزا سے ہے جسکو بجز ماہر طبیب کے اور کوئی نہیں بناتا
اور یہ شخص اپنے گھر سے طبیب کی تلاش میں نکلا اور اوسکو تلاش کرکے اوسکے پاس گیا طبیب نے اوسکو
دوا بتلائی اور اوسکے سب اجزا کی قسم اور مقدار اور پیدا ہونیکی جگہ اور جہان سے ملتی ہے وہ مقام اور
کیفیت اونکے کوٹنے کی اور چھاننے کی اور ترکیب ملانے اور معجون بنانے کی سب مفصل بیان کردی مریض نے
اوسکو سیکھکر خوش خط نسخہ لکھ لیا اور اپنے گھر چلا آیا اور ہر روز اوسکو دیکھنا اور پڑھنا شروع کیا اور دوسرے
بیماروں کو دیا مگر آپ کبھی بنا کر نہ کھایا تو بھلا اس امر سے اوسکی بیماری کچھ کم ہوجاویگی بلکہ اگر ہزار نسخے روز
لکھے اور ہزار آدمیوں کو بتلائے جو سب کے سب شفا پاویں اور ایک رات میں ہزار بار پڑھ لیا کرے
تب بھی کچھ اثر نہوگا اور بیماری میں کمی نہوگی ہاں اگر کچھ پیسا خرچ کرکے دوا مول لیوے اور اوسکا
معجون بناوے اور جسطرح استعمال سیکھا تھا ویسا ہی استعمال کرے اور اوسکی تلخی پر صبر کرے کہ میعاد پر ضرور

کرتا رہے اور وقت معینہ پر سب شرطوں کے ساتھ کھاتا ہے تب توقع شفا کی ہو سکتی ہے اور اوسمیں بھی احتمال ہے کہ شفا ہو اور جب بالکل دوا نہ کھائے اور سمجھے کہ شفا ہو جاویگی تو خام خیالی ہے یہی حال ہے اوس جو عالم کہ علم فقہ اور احکام عبادات سیکھے اور خود عمل کرے اور گناہوں کو جان لے اور ان سے بچتا رہے اور اخلاق مذمومہ کا علم خوب پڑھے اور اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرے اور علم عمدہ اخلاق کا تحصیل کرے اور اون کے ساتھ متصف نہ ہو تو وہ مغرور ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے [1] قد افلح من زکاھا یہ نہیں فرمایا کہ فلاح اوس شخص کو ہے جو نفس کے تزکیہ سے واقف ہوا اور اوسکو لکھکر لوگوں کو سکھا دے یہاں شیطان ایک اور دھوکا پیش کرتا ہے کہ اس مثال سے اور تحصیل علم سے کچھ مرض کا نہیں یہ تو صحیح ہے کہ دوا کا جاننا مرض کو دور نہیں کرتا مگر مدعا علم کی تحصیل قرب الٰہی اور ثواب کے لیے ہوتی ہے وہ علم سے حاصل ہے چنانچہ فضائل علم میں اخبار وارد ہیں پس اگر آدمی بیچارہ مدہوش ہوا تو اس دھوکے میں آجاتا ہے کیونکہ یہ اس کی مراد کے موافق ہے اور عمل چھوڑ بیٹھتا ہے اور اگر وہ صاحب تمیز ہوتا ہے تو شیطان کو یہ جواب دیتا ہے کہ تو مجھے فضائل علم کے یاد دلاتا ہے اور جو وعید کہ بدکار عالموں کے باب میں وارد ہے جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے اوسکو بھولا دیتا ہے دیکھ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے [2] فمثلہ کمثل الکلب اور [3] مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا تو کتے اور گدھے کے مانند ہونے سے اور کونسی رسوائی بڑھکر ہے اور حدیث شریف میں ہے [4] کہ جسکو علم زیادہ ہوا اور ہدایت زیادہ نہ ہو وہ خدا تعالیٰ سے دور ہی ہوتا جاتا ہے اور [5] فرمایا کہ عالم دوزخ میں ڈالا جاویگا اور اوسکی آنتیں نکل پڑینگی اور جیسے گدھا چکی گھماتا ہے اسطرح اونکو آگ میں چکر دیگا اور [6] فرمایا ہے کہ بُرے لوگ عالم بے عمل ہیں اور حضرت ابو الدرداء رضی فرماتے ہیں کہ جاہل کو تو ایک ہی بار خرابی ہے کہ اوسنے پڑھا اگر خدا کی مرضی ہوتی تو پڑھ جاتا مگر عالم کی سات بار خرابی ہے یعنی اس جہت سے کہ اسکا علم اوس پر حجت ہوگا اور یہ کہا جاویگا کہ اپنے علم سے کیا عمل کیا اور اللہ کی نعمت کا شکر کیسے ادا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [7] فرمایا ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ عذاب قیامت میں اوس عالم کو ہوگا جسکو اپنے علم سے نفع نہ ہوا ہو یعنی عمل نکیا ہو تو یہ روایات اور اور روایتیں جو باب علم میں علماے آخرت کی علامات کے بیان میں ہمنے لکھے ہیں حد شمار سے زیادہ ہیں مگر اتنی بات ہے کہ یہ روایتیں عالم بدکار کی مرضی کے موافق نہیں اور فضائل علم اوسکے مطلب کے ہیں اسلیے شیطان اونکو اونھیں کیطرف جھکاتا ہے اور یہ نہایت مغالطہ ہے کیونکہ اگر عقل سے غور کرے تب تو اوسکی مثال یہی ہے جو ہمنے لکھی ہے اور اگر ایمان کی راہ سے غور کرے تو جس شخص نے فضائل علم کی خبر دی ہے اوسی نے علماء بے عمل کی

برائی بھی کہی ہے اور یہ کہ اونکا حال خدا کے نزدیک جاہلون کے حال سے بھی ابتر ہے تو پھر اس امر کا معتقد ہونا کہ مین خیر پر ہون باوجودیکہ بازپرس خدای تعالی کی مجھی سے زیادہ ہے عین غرور ہے اور جو شخص علم مکاشفہ کا مدعی ہے کہ خدای تعالی اور اوسکے صفات و اسما کا علم رکھتا ہے اور علم کا تارک ہے اور اوامر و نواہی کو بجا نہین لاتا اوسکو بہت سخت مغالطہ ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بادشاہ کی خدمت کرنی چاہے اور بادشاہ کو اور اوسکے اخلاق و اوصاف و رنگ و شکل اور طول عرض اور عادت و نشست کو جانے مگر یہ معلوم کرے کہ بادشاہ کو کونسی چیز محبوب ہے اور کونسی مبغوض اور کس چیز سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناخوش یا ان باتون کو بھی جان لیا مگر اوسکی ملازمت و خدمت کا جو ارادہ کیا تو ایسی باتین کین جو موجب اوسکے غصے کا ہوتی ہین اور لباس اور ہیئت اور حرکات و سکنات و گفتگو جو اوسکو محبوب ہین اون سب سے عاری رہا جب بادشاہ کے سامنے گیا اور اوسکا مقرب اور خاص ہونا چاہا اس ذریعے سے کہ مین بادشاہ کے نسب اور نام اور شہر اور صورت و شکل و عادت اور سیاست اور معاملہ رعیت سے واقف ہون لیکن جو باتین کہ بادشاہ کو ناپسند تھین اونمین آلودہ رہا اور اوسکی محبوب چیزون سے عاری تو مقرب و خاص بننا خیال خام ہے ہان اگر بالفرض یہ باتین نجانتا اور صرف بادشاہ کو اور اوسکے محبوب اور مبغوض چیزون ہی کو پہچانتا تو البتہ مقرب و خاص ہوجاتا اسیطرح جو شخص کہ تقوی مین کوتاہی کرتا ہے اور شہوات کی پیروی معلوم ہوتا ہے کہ اوسنے خدا کی معرفت صرف برای نام جانی ہے پوست ہی پر ملتفت ہوا مغز کو چھوڑ دیا اسلیے کہ اگر خدا کو حق معرفت جانتا تو بیشک خوف خدا اوسمین ہوتا اور تقوی کرتا۔ یہ نہین ہوسکتا کہ کوئی عاقل آدمی شیر کو پہچانے اور پھر اوس سے نڈرے اور اللہ تعالی نے حضرت داود علیہ السلام پر وحی کی کہ مجھسے ایسا ڈر جیسا درندہ ضرر رسان سے ڈرتا ہے۔ البتہ بعض اوقات آدمی شیر کا نام اور رنگ اور شکل تو جانتا ہے اور ڈرتا نہین تو اوسنے اب تک گویا شیر کو پہچانا ہی نہین پس جو شخص کہ خدای تعالی کو پہچانتا ہے وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ اوسکی صفت یہ بھی ہے کہ عالم کے لوگون کو تباہ کر دے اور کچھ پروا نہ کرے اور یہ کہ اوسکے قبضہ قدرت مین انسان بھی ہے کہ اگر اوسکو اور اوس جیسے ہزارونکو ہلاک کر دے یا ابدالآباد عذاب مین رکھے تو اوسکی شان مین اس سے کچھ اثر نہوگا اور اوسکو کچھ رحم آویگا اور نہ افسوس ہوگا اور اسی لحاظ سے اوسنے فرمایا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اور سر نامہ کتاب آسمانی زبور کا ہے کہ خوف خدا سب علمون کی جڑ ہے اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ خوف خدا کے لیے علم کافی ہے اور اوسمین مغالطہ کھانے کے لیے جہل بس ہے اور ایک شخص نے

حضرت حسن رحمۃ سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اوسکا جواب دیا اوسنے کہا کہ فقہا اسطرح نہین بیان کرتے
آپ نے فرمایا کہ تو نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا ہے فقیہ اوسکا نام ہے جو رات کو جاگے اور دن کو روزہ رکھے
اور دنیا کا تارک ہوا اور ایک قول آپ ہی کا یہ بھی ہے کہ فقیہ وہ ہے کہ مدارات کرے اور کسی سے خصومت
نکرے اور اللہ تعالی کی حکمت کو پھیلاوے اگر کوئی اوسکی مانے تب بھی شکر کرے اور نمانے تب بھی شکر کرے
اس سے معلوم ہوا کہ فقیہ وہی ہے جو اللہ تعالی کے اوامر و نواہی کو سمجھے اور اوسکے صفات مین سے یہ
جانے کہ کونسی چیز اوسکو محبوب ہے اور کونسی اوسکے نزدیک مکروہ اور اوسیکا نام عالم ہے جسکو خدا بہتری دینا
چاہتا ہے اوسکو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہے اور جو ایسا نہو اوسکو مغرور سمجھنا چاہیے اور ایک فرقہ اور ہے
جو علم و عمل دونون کرتے ہین یعنی ظاہر کی طاعات ادا کرتے ہین اور گناہون سے تارک ہین مگر اپنے
دلون کو نہین ٹٹولتے کہ اونمین وہ صفات جو خدا کے نزدیک مذموم ہین مثل کبر اور حسد اور ریا اور
طلب ریاست اور علو اور اپنے ہمسرونکو ایذا دینی اور شہرون اور بادشاہون کے درمیان شہرت طلب کرنی
وغیرہ نیست و نابود کرین اور بعضون کو تو اتنی بھی خبر نہین ہوتی کہ یہ صفات برے ہین اسیواسطے
اونکے مرتکب ہوتے ہین اور کنارہ نہین کرتے اور ان احادیث پر دھیان نہین دیتے کہ آپ نے فرمایا
کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے اور جس شخص کے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا وہ جنت مین نجاویگا اور حسد
نیکیون کو ایسا کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو اور محبت شرف اور مال کی نفاق ایسا بڑھاتی ہین جیسا
پانی ساگ کو اور سوای ان روایات کے اور بہت سی احادیث اخلاق مذمومہ کے باب مین وارد ہین
جو ابواب مہلکات مین اوپر مذکور ہوئی ہین ان لوگون نے اپنے ظاہر کو تو بنا لیا مگر باطن کو بالکل
ویسا ہی رہنے دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو یاد نکیا ہو خدای تعالی تمھاری صورتون
اور مالون کو نہین دیکھتا بلکہ دلون اور اعمال کو دیکھتا ہے صرف اعمال کی تو خبرداری کی دلونکی نکی
حالانکہ اصل دل ہی ہے اور نجات اسکی سلامتی پر منحصر ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ
بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے گھورے کے اندر ریختہ کنوان ہو کہ ظاہر مین تو
چونہ وغیرہ سے آراستہ ہو مگر باطن مین بدبو ہو یا جیسے مردون کی قبرین کہ ظاہر مین خوب آراستہ ہوتی ہین
اور اونکے اندر مردار ہین یا اندھیری کوٹھڑی جسکی چھت پر چراغ رکھا ہو کہ اوپر اوپر بہت چاندنا ہے
مگر اندر کچھ نہین یا کوئی شخص بادشاہ کی ضیافت کے لیے دروازہ مکان کا تو خوب مزین کردے اور
گھر کے اندر خس و خاشاک بھرا رکھے تو ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑی غلطی ہے اور اس سے بھی زیادہ قریب کی
مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے کھیت بویا اور کھیتی کے ساتھ گھاس بھی اگ آیا جس سے کھیت بگڑ جاوے

اوسکو کہا گیا کہ اگر تو کھیت نولاویگا اور اس گھاس کو جڑ سے اوکھاڑ دیگا تو کھیت درست ہوجاویگا
اسنے جڑ سے تو نہ اوکھاڑا گھاس کی پتیان اور سر نوچنا شروع کیا اور جڑین مضبوط ہوتی گئین اور
پھیلتی گئین یہان تک کہ کھیت مین کچھہ دانہ بھی پیدا ہوا اسیطرح گناہون کی جڑین اخلاق ذمیمہ ہین
جو دل کے اندر ہین اگر آدمی دل کو اونسے صاف نہ کرے تو طاعات ظاہری سے پھل کیسے پاوے گا
بہت سی آفتون مین سے کچھ بچ رہے تو بچ رہے بلکہ ایسے شخص کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسیکو خارش ہو
اور طبیب نے اوسکو مالش کی اور پینے کی بتائی کہ ملنے کے باعث جلد کو فائدہ ہوگا اور پینے سے اوسکی جڑ
جاتی رہیگی مریض نے صرف لگانے کی دوا پر قناعت کی اور پینے کی دوا نہ پی اور ایسی چیزین کھاتا رہا
جس سے مادہ خارش زیادہ ہو تو اوسکی خارش کبھی نہ جاویگی گو کتنی ہی دوا ہر روز لگایا کرے کیونکہ جڑ تو اندر
موجود ہے جب وہ جاوے تو یہ بھی جاوے اور ایک فرقہ اور ہے جو اخلاق باطنی کا علم بھی رکھتے ہین اور
جانتے ہین کہ شریعت کی رو سے یہ بُری ہین مگر چونکہ اپنے نفسون کو بڑا سمجھتے ہین اسلیے گمان کرتے ہین
کہ ہم مین یہ باتین نہین اور ہم اللہ تعالی کے نزدیک ایسا رتبہ نہین رکھتے جو ہمکو ایسی چیزون سے آزماوے
یہ چیزین عوام کے امتحان کی ہین نہ ہم جیسے عالمون کے امتحان کی پھر اگر ان لوگون سے آثار کبر
اور ریاست اور شیخی اور شرف کے ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ یہ کبر نہین بلکہ دین کی عزت کی
خواہش اور شرف علم کا ظاہر کرنا اور خدا کے دین کو مدد دینی اور مخالفون کو اور بدعتیون کو
زک دینی ہے اسلیے کہ اگر ہم گھٹیا کپڑا پہنین اور مجالس مین نیچی جگہ بیٹھین تو اعدای دین ہنسینگے اور
بدگوئی کرینگے اور ہماری ذلت کیا ہوگی گویا اسلام کی ہوگی اور اون مغرورون کو یہ معلوم نہین کہ اونکا
دشمن تو واقع مین شیطان ہے جس سے خدای تعالی نے ڈرایا ہے اور وہ انکی ان حرکات پر خوب
ہنستا ہے اور انکو مسخرہ بناتا ہے اور یہ بھی معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی نصرت
کیسی کی تھی اور کافرون کو کیسی زک دی تھی اور آپکے اصحاب کیا درجہ تواضع اور فروتنی کا رکھتے تھے
اور فقر اور مسکنت پر کیسے قائم تھے یہان تک کہ جب شام مین حضرت عمر رض پر گھٹیا لباس کا اعتراض
لوگون نے کیا تو آپنے فرمایا کہ ہم لوگون کو خدای تعالی نے اسلام سے عزت دی ہے ہم دوسری
چیز مین اپنی عزت کی خواہش نہین رکھتے پھر یہ فرقہ مغرورین دین کی عزت عمدہ لباس اور باریک و
حریری و ریشمی کپڑون مین جو حرام ہین اور سواریون اور گھوڑون مین کہان سے طلب کرتا ہے
اسیطرح اگر کسیکو اپنے ہمسرون مین سے یا اپنے مقابل کو جو اوسکی اونی بات نہ مانے براہ حسد کچھہ
کہتا ہے تو یہ نہین جانتا ہے کہ براہ حسد کہتا ہون بلکہ تاویل یون کرتا ہے کہ یہ غصہ خدا کیواسطے ہے

اور منکر کا جواب یہ ہے جو عداوت اور ظلم سے امر حق کو نہین مانتا اور اپنے نفس پر حسد کا تو گمان ہی نہین کرتا تاکہ یہ بات بھی سوچے کہ اگر وہ عداوت والا کسی اور عالم کی برائی کرے یا اور کسیطرح کی اوسکے ساتھ ریاست وغیرہ مین مزاحمت کرے تب بھی مجھ ایسا ہی غصہ اور عداوت ہو جیسا اب ہے یا نہین تاکہ حسد اور غصے کا حال معلوم ہو کہ خدا کے واسطے ہے یا اپنے نفس کیواسطے لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے عالم پر طعن ہوتا ہے تو اپنے آپ خوش ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اوسکا غصہ اور حسد خبث باطنی کی جہت سے ہے نہ خدا کے واسطے۔ ایسیطرح جو شخص اپنے اعمال و علوم سے ریا کرتا ہے اور اوسکو وسوسہ ریا کا دل مین گذرتا ہے تو کہتا ہے کہ مین ریا تھوڑا ہی کرتا ہون میری غرض اظہار علم و عمل سے یہ ہے کہ لوگ میری اقتدا کرین اور اونکو دین کی راہ ملے اور عذاب الٰہی سے چھوٹ جاوین اور اس مغرور کو یہ نہین سوجھتا کہ اگر واقع مین ایسا ہی ہوتا تو لوگ اگر کسی دوسرے عالم کی اقتدا کرین تب بھی مجکو ایسا ہی خوش ہونا چاہیے جیسا اپنی اقتدا کرنے سے ہوتا ہون کیونکہ غرض تو لوگون کی بہتری سے ہے کسیکے ہاتھ پر ہو جیسے کہ بہت سے خادم بیمار ہون اور اوسکو اونکا علاج کرانا منظور ہو تو اسمین کچھ فرق نہین ہوگا کہ اونکا علاج یہی شخص کرے یا کوئی دوسرا کرے اور اسمین بھی شیطان ایک پیچ لگاتا ہے اور یون سوجھاتا ہے کہ جب لوگ میرے سبب سے ہدایت پاوینگے تو ثواب مجکو ہوگا تو مین خوش ہون تو اپنے ثواب کی جہت سے خوش ہوتا ہون اسلیے نہین ہوتا کہ لوگ مجھے مانتے ہین یہ منصوبے اپنے نفس مین کرلیتا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ کو دل کا حال خوب معلوم ہے کہ اگر اوس سے بالفرض کوئی نبی کہہ جاوے کہ تجکو خاموش رہنے اور علم کے خفیہ رکھنے مین بہ نسبت اظہار علم کے زیادہ تر ثواب ہے اور اسکے ساتھ ہی اوسکو قید کرکے پیچھے زنجیر جکڑ دیا جاوے تو ضرور ایسے بہانے کریگا کہ قید خانے کو کسیطرح ڈھاکر اور زنجیرین توڑ کر اوسی جگہ جاوے جہان اوسکی وعظ و تدریس کے باعث اوسکی ریاست چمکے۔ ایسیطرح جو شخص بادشاہون کے پاس جاکر اونسے دوستی پیدا کرتا ہے اور اونکی ثنا کرتا ہے اور تواضع اور انکسار بجالاتا ہے جب اوسکو یہ بات دل مین گذرتی ہے کہ ظالم بادشاہون کے واسطے فروتنی حرام ہے تو شیطان اوسکو مغالطہ دیتا ہے کہ تیری تواضع اس قسم کی نہین یہ صورت تو جب ہے جب تجھے اونکے مال کی طمع ہو تیری غرض تو یہ ہے کہ مسلمانون کی سفارش بادشاہ سے کرکے اونسے ضرر دور کرے اور شر اعدا سے تو بھی بچا رہے اور خدا کو اوسکے دل کا حال خوب معلوم ہے کہ اسکا مقصد یہ نہین جو دعویٰ کرتا ہے اگر یہی مراد ہوتی تو کوئی دوسرا شخص اگر بادشاہ کا مقرب ہوکر تمام مسلمانون کی سفارش کرتا اور اوسکی سفارش منظور ہوتی

تو یہ شخص اوس سے نہ چلتا بلکہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جاوے تو کچھ عجب نہین کہ یہ شخص بادشاہ کے سامنے اوسپر جھوٹ لگاوے اور اوسکے عیب بتاوے اور کیا کیا نہ کر گذرے اور بعضون کا غرور اسدرجے کو پہونچتا ہے کہ بادشاہون کا مال لے لیتا ہے اور جب دہیان آتا ہے کہ یہ مال حرام ہے تو شیطان یہ سوجہاتا ہے کہ یہ مال لاوارث ہے اور وہ مسلمانون کی بہتری کے لیے ہوتا ہے اور تو مسلمانون کا امام اور عالم ہے تجھسے دین قائم ہے تجکو بمقدار حاجت اسمین سے لینا درست ہے تو اس مغالطے سے تین باتون مین دہوکا کہاتا ہے اول تو اسمین کہ یہ مال لاوارث ہے اسلیے کہ صریح اوسکو معلوم ہے کہ بادشاہ بطور خراج مال مسلمانون اور اپنی قلمرو سے لیتا ہے اور جن لوگون سے لیا ہے وہ خود زندہ ہین یا اونکی اولاد و ورثہ موجود ہین غایت یہ کہ مثلاً دس آدمیون سے سو دینار لیے تہے وہ سب خلط ملط ہو گئے ہین تو اس مال کی حرمت مین کیا شبہہ ہے اوسکو یہ سمجہنا کہ مال لاوارث ہے نہایت بیجا ہے بلکہ واجب ہے کہ اونکے مالون کو دیدے گو ایک چیز دوسری مین ملگئی ہو دوسرا دہوکا اسمین ہے کہ اپنے آپکو دین کی بہتری اور قیام کا موجب سمجہا اسلیے کہ جو لوگ بادشاہون کے مال کو حلال جانتے ہین اور طلب دنیا کے راغب ہین اور ریاست پر متوجہ ہین اور آخرت سے روگردان وہ لوگ دین کے بگاڑنے والے ہین اور ایسے لوگون کی نسبت بہت زیادہ ہین جو دنیا مین زہد کرکے متوجہ الی اللہ ہون اس سے معلوم ہوا کہ ایسے عالم دین کے دجال اور باعث استحکام مذہب شیاطین ہین نہ امام و قوام دین متین اسلیے کہ دین کا امام وہی گنا جاتا ہے جسکی پیروی سے دنیا سے روگردانی حاصل ہوا اور اللہ کیطرف توجہ کامل جیسے انبیا علیہم السلام اور صحابہ رض اور علماء سلف تہے اور دجال اوسکو کہتے ہین جس سے سب معاملات مذکورہ بالا اولٹے ہون تو ایسا شخص جو خدا سے روگردان اور دنیا پر متوجہ ہو اگر دجال نہین تو کون ہے وہ اپنی دانست مین اپنے آپ کو دین کا ستون سمجہتا ہے اور شاید اوسکے مرنے سے لوگون کو زیادہ نفع ہو بہ نسبت حیات کے اور اوسکی مثال حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی ہے کہ برا عالم ایسا ہے جیسے بہتے پانی کے منہ پر پتھر کہ نہ خود پانی جذب کرے نہ بہنے دے کہ اور کہیتون کو نفع ہو اور ہر چند اقسام غرور اہل علم کے اس آخر زمانے مین خارج از حد شمار ہین الا مشتے نمونہ از خروارے ہمنے تہوڑے سے لکہدیے اور ایک فرقہ اور ہے جنہون نے علم بہی خوب پڑھا اور اعضا کو پاک و صاف کیا اور طاعات کو ادا کیا اور معصیت ظاہری سے بہی بچے اور اخلاق نفس اور اوصاف قلبی یعنی ریا اور حسد اور کبر وغیرہ کے دریے ہوکر اسمین کوشش کی کہ نفس ان اخلاق سے بری ہو جاوے اور اسلیے دل مین سے ان چیزون کی جڑین ظاہری کاٹ ڈالین مگر باوجود اسکے مغرور ہے یعنی دل کے کونون مین خفیہ مکر شیطانی اور فریب نفسانی

ایسے رہ گئے جنکا معلوم کرنا بہت مشکل و دقیق تھا اونکو اونکی اطلاع نہوئی اسواسطے اونکو ویسا ہی
چھوڑ دیا اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کھیت نولانا چاہے اور اوسمین جا بجا پھر کر
جہان جہان گھاس نظر آئے اوسکو جڑ سے اوکھاڑے مگر جن روئیدگی کے سر ابھی تک زمین سے
نکلے ہی تھے اور اوسنے خیال کر لیا کہ سب نکل آئے یا بعضے بہت ذرا ذرا سی سوئیان تھین کہ وہ گھاس
کی جڑون مین پھوٹ کر زمین کے اندر ہی اندر پھیلگئی تھین اوسکی نظر مین نہ آئین تو اوسکو یہی خیال ہوگا
کہ مین نے سب گھاس اوکھاڑ ڈالی حالانکہ وہان غفلت ہی غفلت مین نیچے نیچے اون جڑون سے
پھیلکر کھیتی کی جڑون کو بگاڑ دیا۔ اسیطرح عالم بھی کبھی سب باتین کرتا ہے مگر خفیہ دقائق کیطرف توجہ
نہین کرتا پس بعض عالم دن رات جاگتے ہین اور علوم کی جمع و ترتیب و تحسین الفاظ و تصنیفات
کے لکھنے مین بسر اوقات کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ اس سے ہماری غرض دین خدا کو ظاہر کرنا اور
اوسکی شریعت کو پھیلانا ہے اور خفیہ باعث شاید یہ ہوتا ہے کہ اطراف مین ہمارا نام مشہور ہو اور
لوگ سب طرف سے آکر بہت سے رجوع ہون اور زہد و ورع اور علم کی مدح و ثنا مین زبانین کھلین
اور حاجات و اغراض مین لوگ ہمکو اپنے اوپر ترجیح دین اور استفادے کیواسطے گرد جمع رہین اور جب
ہم اچھی طرح کسی بات کو بیان کرین تو وہ دل لگا کر سنین اور ہمکو مرا سلے یا جب ہماری گفتگو سنین
تو اوسکی تصدیق کے واسطے سر ہلاوین یا رقت کرین یا جلسے مین ہوجاوین اور اس بات سے
خوش ہونا کہ ہمارے توابع اور ساتھی اور مستفیدین بہت ہین اور سب ہمسرون مین ہمین کو یہ خاصیت
حاصل ہے کہ علم و ورع اور زہد ظاہری سب ہم مین موجود ہین اور عامہ خلائق پر زبان طعن دراز کرنا
اور اس نظر سے کہ کچھ دین کی جہت سے درد کیا ہو بلکہ اپنے آپ کو خاص اور تمیز وار سمجھکر عوام کے
عیب بیان کرنے اور سوا اسکے اور ایسی ہی باتین اسباب خفیہ اونکے علم و عمل کی ہوسکتی ہین
اور ظاہرا زندگی اوس بیچارے مغرور کی در پردہ اوسی حکومت و امارت اور توقیر اور لوگون کے
تعریف پر منحصر ہے اگر آدمیون کے دل اس سے پھر جاوین اور اوسکو کسی عمل کے ظاہر ہونے سے
اہل نہ سمجھین تو کیا عجب ہے کہ اوسکا دل تشویش مین پڑے اور اوس سے درود وظیفہ بھی کچھ
کمی پڑے اور ہر ایک طرح کے حیلے اور بہانے سے اپنے نفس کا عذر بیان کرے اور اپنے عیب
چھپانے کیواسطے جھوٹ بھی بولدے۔ اور کچھ بعید نہین کہ جو شخص اسکے زہد و تقوی کا معتقد ہو
اوسکی تعظیم و توقیر زیادہ کرے کہ جتنا اوسکا اعتقاد ہے اوتنا خود مین نہو اور اگر کوئی بکم و کاست
جسقدر تقوی نہے اوسیقدر کا معتقد ہو تو اس سے دلتنگ ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنے یارون مین سے

ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے اور اوسکی وجہ یہ جانتا ہے کہ چونکہ اسکو فضل و ورع زیادہ ہے اس
اوسکی زیادہ تعظیم کرتا ہون حالانکہ وجہ اوسکی درحقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص اطاعت اور فرمان بردا
زیادہ کرتا ہے اور اوس سے کام بہت نکلتا ہے اور تعریف و توصیف زیادہ کرتا ہے خدمت کا زیاد
حریص ہوتا ہے یہین وجہ اوسکی تعظیم زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات جو آدمی عالم سے استفاد
کرتے ہین اور عمل کی رغبت پیدا ہوتی ہے تو عالم کو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ تاثیر میرے اخلاص و صدق
کی اور حق علم کے ادا کرنے کی ہے اور اسی گمان سے خدا کا شکر کرتا ہے کہ اوسنے میری زبان سے
لوگون کو یہ فائدہ پہونچایا اور اس امر کو باعث عفو گناہ اور کفارہ سئیات سمجھتا ہے اور ابھی تک اپنی
نیت کی خبر نہین کہ درست ہے یا نہین اور ہو سکتا ہے کہ اگر ایسے ہی ثواب کا وعدہ اوسکو سنایا جاوے
بشرطیکہ گمنامی اور گوشہ نشینی اور علم کا پوشیدہ رکھنا اختیار کرے تو اوسکی خواہش نہ ہوے گی کیونکہ
اس صورت مین لذت قبول اور لذت ریاست مفقود ہے اور شاید شیطان کا قول ایسے ہی شخصون پر
درست ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ بنی آدم مین سے جو اس بات کا مدعی ہو کہ مین اپنے علم کے سبب شیطان سے
پناہ مین ہو گیا تو وہ اپنی نادانی کے باعث میرے جال مین پڑ گیا۔ اور کبھی عالم شخص تصنیف کتاب مین
بہت کوشش کرتا ہے اور اس خیال مین ہے کہ مین خدا ہی تعالی کا علم جمع کرتا ہون تاکہ لوگونکو اوس سے
فائدہ ہو حالانکہ واقع مین منظور یہ ہوتا ہے کہ تصنیف عمدہ کی جہت سے میرا نام پھیل جاویگا اگر یہ غرض نہین تو پھر جو
کوئی دوسرا شخص اوس کتاب مین سے اصل مصنف کا نام مٹاوے اور اپنا نام اوسکی جگہ لکھدے تو مصنف پر ناگوار کیون
گذرتا ہے باوجودیکہ اوسکو یہ معلوم ہے کہ ثواب اس سے استفادہ کا مجھی کو ہوگا اور خدا کے نزدیک بھی مین ہی مصنف ہون
شخص مدعی اسکا مصنف نہین ہے اور کبھی تصنیف مین آدمی اپنی تعریف صراحۃً بڑی لمبی چوڑی خوبی کے ساتھ ذکر کرتا ہے اور کبھی ضمناً
تعریف اپنی کرتا ہے اسطرح کہ کسی دوسرے پر طعن و اعتراض کرتا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ اسکا مرتبہ
دوسرے سے بڑھکر ہے حالانکہ اعتراض اور طعن کی کچھ حاجت نہ تھی اور بعض اوقات اگر کسی کی عبارت مین
کچھ غلطی فاحش پاتا ہے تو اپنی کتاب مین اوس عبارت کو مع نام عبارت لکھنے والے کے لکھتا ہے اور اگر
عمدہ عبارت ہوئی تو بے نام لکھتا ہے تاکہ کوئی نہ سمجھے کہ یہ عبارت خود مصنف کی ہے یا تو سب عبارت
بعینہ چورا کر درج کر دیتا ہے یا اوسمین کچھ تصرف و تبدل کرکے نقل کرتا ہے جیسے کوئی شخص کپڑا چورا کر
اوسکی قبا بنوا لے کہ چوری کا نہ معلوم ہو۔ اور کبھی اس بات مین کوشش کرتا ہے کہ الفاظ کتاب کے
مزین اور مسجع ہون اور ترتیب بہت عمدہ ہو تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ عبارت پوچ ہے اور اپنے گمان مین
یہ سمجھتا ہے کہ اس سے میری غرض حکمت کا رواج دینا اور اوسکا بنانا ہے تاکہ لوگون کو جلد نافع ہو

حالانکہ اوسکو یہ خبر نہیں کہ بعض حکما نے تین سو ساٹھ جلدیں حکمت میں لکھی تھیں اوس وقت کے نبی کو
حکم الٰہی ہوا کہ اوس سے کہدو کہ تو نے اس کلام فضول سے تمام زمین بھر دی مین اسمین سے کچھہ قبول
نہین کرتا۔ اور بعض اوقات اس قسم کے مغرور اگر جمع ہوتے ہین تو ہر ایک کو یہی گمان ہوتا ہے کہ میرا
نفس عیوب قلبی اور خفیہ برائیوں سے بچا ہوا ہے اور جب ایک دوسرے سے علٰحدہ ہوتے ہین اور
ہر ایک کے ساتھہ ایک ایک گروہ ساتھیون کا ہو لیتا ہے تو ہر ایک اس بات کو تاکتا ہے کہ میرے ساتھہ
آدمی بہت ہین یا دوسرے کے ساتھہ اگر اپنے ساتھہ والے بہت پاتا ہے تو خوش ہوتا ہے گویا جانتا ہے
کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ مستحق کثرت جماعت کا ہے پھر جدا ہوکر جب لوگون کو تعلیم کرنی شروع کرتے ہین
تو غیرت وحسد آپسمین ہونے لگتی ہے اور اگر کوئی طالب علم مثلاً ایک عالم کے پاس آتا جاتا تھا اور
اوس سے جدا ہوکر دوسرے کے پاس پڑھنے کو جانے لگا تو اول کے دل پر نہایت شاق گذریگا پھر دیسے
اوسکی کبھی خاطر نکریگا نہ اوسکی حاجت روائی کے لیے آمادہ ہوگا جیسا پہلے ہوتا تھا نہ اوسکی تمام گیر گا
باوجودیکہ معلوم ہے کہ دوسرے عالم کے پاس بھی یہ طالب علم استفادہ ہی کے لیے جاتا ہے شاید
اوس عالم کی جماعت مین رہنے سے اوسکا دینی نفع بہ نسبت جماعت پہلے عالم کے زیادہ ہو پہلے عالم کی جماعت مین
کوئی آفت اوسکو معلوم ہوئی ہو غرضکہ نفرت اوس عالم کے دل سے نہین جاتی۔ اور جب یہ حال ہوا تو اونکے دلمین
حسد شروع ہوتی ہے اور اوسکو ظاہر نہین کرسکتا تو بہانہ کرکے اوسکے دین اور ورع مین طعن اور
اعتراض کرتا ہے کہ کسیطرح اوسپر غصہ آئے اور جانتا ہے کہ یہ غصہ مین خدا کے دین کیواسطے کرتا ہون
نہ اپنے نفس کے لیے۔ اور اگر محسود کے عیب اسکے سامنے ذکر ہون تو اوسے خوش ہوتا ہے اور اگر کوئی
تعریف کرے تو اوس سے ناخوش ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات اوسکی برائی سننے سے ترش رو ہوتا ہے
کہ کوئی جانے کہ مسلمانون کی غیبت اسکو اچھی نہیں معلوم ہوتی اور باطن مین اوسکے عیب سننے سے
راضی اور خواہش مند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھہ جانتا ہے۔ حاصل یہ کہ اسطرح کی باتین خفیہ
عیب مین داخل ہین جنکو بجز دانا لوگون کے اور کوئی نہین دریافت کرسکتا اور نہ بدون بڑے ہمتون کے
اونسے کوئی بچ سکے ہم جیسے ضعیفون کو اونسے بچنا بہت دشوار ہے مگر اتنی بات ہے کہ ادنیٰ
درجہ آدمی کے لیے یہ ہے کہ اپنے عیوب کو پہچانے اور اونکو برا سمجھکر اونکی اصلاح مین کوشش کرے
جب خداوند تعالیٰ کسی انسان کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو اوسکے نفس کے عیب سو جھا دیتا ہے
اور جو شخص اپنی نیکی سے خوش ہو اور بدی کو برا جانے تو توقع ہے کہ اوسکا حال اچھا ہو اور اوسکی اصلاح
جلد ممکن ہو بہ نسبت اوس مغرور کے جو اپنے نفس کو پاک سمجھے اور اپنے علم وعمل سے خدا پر

احسان جتاوے اور گمان کرے کہ سب لوگون سے بہتر مین ہی ہون خداے تعالی ہمکو غفلت و غرور سے
پناہ دیتا رہے اور اس بات سے بھی بچاوے کہ خفیہ عیوب کو پہچانکر اونکی اصلاح نکرین یہانتک بیان
مغالطہ اون لوگون کا تھا جنھون نے علوم ضروری کو حاصل کیا الا علم کی جہت سے عمل مین کوتاہی کی
اب ہم اون لوگون کا غرور لکھتے ہین جو علوم مین سے ایسے ہی علوم پر قانع ہین جو ضروری نہین اور
علوم ضروریہ کو چھوڑکر غیر ضروریہ ہی پر مغرور ہین یا تو اس نظر سے کہ علم ضروری سے اپنے آپکو بے پروا
سمجھتے ہین یا اس لحاظ سے کہ جو کچھ جانتے ہین وہ اسی علم غیر ضروری مین جانتے ہین اونمین سے
ایک فرقہ تو وہ ہے جو علم فتوی حکومات اور خصومات کا اور تفصیل معاملات دنیوی کی جو خلق مین
جاری ہوتے ہین اوسکو سیکھتے ہین اور فقہ کا نام خاص اسی علم کو دیتے ہین اور اوسکو علم مذہب جانتے ہین
اور اسکی تحصیل مین اکثر اعمال ظاہری اور باطنی کو ضائع کر دیتے ہین نہ تو اعضاے ظاہری کے درپے ہون
کہ اونکی حفاظت کرین مثلاً زبان کو غیبت سے روکین اور پیٹ کو حرام سے اور پانون کو بادشاہون کے
یہان جانے سے اسیطرح سب اعضا کو اونکے اعمال بد سے بچاوین اور نہ دل کی حفاظت کرین کہ اوسکو کبر
اور حسد اور ریا اور تمام مہلکات سے خالی کرین تو ایسے لوگ دو وجہ سے مغرور ہین اول باعتبار عمل کے
دوم باعتبار علم کے عمل کے اعتبار سے تو وجہ غرور کی ہم پہلے لکھ چکے ہین اور یہ ایسے لوگون کی مثال
ایسی ہے جیسے کوئی بیمار نسخہ مرض کا لکھکر اوسکو پڑھا اور لوگون کو بتانا شروع کرے بلکہ اونکی مثال
ایسی ہے جسکو علت بواسیر یا ہذیان کا روگ ہوا اور اوسکے باعث قریب مرگ ہو جاوے اور حاجت اوسکو
مرض کے علاج اور دوا سیکھنے کی ہو اوسکی جگہ علاج استحاضہ کا سیکھے اور رات دن اوسکو پڑھتا ہے باوجودیکہ
جانتا ہے کہ مین مرد ہون مجھکو کبھی حیض یا استحاضہ نہوگا لیکن یہ خیال کرتا ہے کہ یہ بیماری اکثر عورتون کو
ہوا کرتی ہے شاید کوئی مجھسے علاج پوچھے اور یہ بڑی غلطی ہے اسیطرح فقیہ بیچارے پر بھی محبت دنیا
اور اتباع شہوات اور حسد اور کبر اور ریا و تمام مہلکات غالب ہین اور کیا بعید ہے کہ موت توبہ سے
پہلے ہی آ دباوے اور اوسکی تلافی نہ کرنے پاوے اور خدا سے ایسے حال مین ملے کہ وہ اوسپر ناراض ہو
پھر اگر یہ شخص انکا علاج تو نکرے اور مسائل سلم اور اجارہ اور ظہار اور لعان اور جراحات اور دیات
اور دعوی اور گواہ اور حیض کے سیکھے جنکی طرف کبھی اوسکو حاجت نہو اور اگر کسی دوسرے کو حاجت بھی
ہو تو اور مفتی بہت ہین تو باوجود اسکے پھر ان مسائل کا سیکھنا اسی نظر سے ہے کہ اسمین جاہ و ریاست
اور مال حاصل ہوتا ہے اور شیطان نے اسکو مغالطہ دے رکھا ہے مگر اسکو خبر نہین کیونکہ یہ اپنے دل مین
یہ گمان کرتا ہے کہ مین اپنے دین کے فرض مین مشغول ہون اور یہ نہین جانتا کہ اگر بالفرض اوسکی

نیت بھی درست ہو اور جیسا کرتا ہے ویسا ہی ہو تب بھی فرض کفایہ میں مشغول ہونا اور فرض عین کو
ادا نکرنا گناہ ہے اگر فقہ کو خدا ہی کیواسطے سیکھتا ہے تب بھی اپنے اعضاء ظاہری اور دل کے باب میں
جو امور فرض عین ہیں اونسے غافل ہے اور غرور باعتبار علم کے یہ ہے کہ اسنے صرف علم فتاوی
تحصیل کیا اور اسیکو علم دین جانا علم قرآن وحدیث کو نہ سیکھا بلکہ بعض اوقات محدثین پر اعتراض کرتا ہے
کہ یہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے اخبار کے ناقل ہیں روایات کو یاد کر لیتے ہیں اور نیز علم تہذیب اخلاق اور
علم معرفت جس سے خدا کی جلال و عظمت معلوم ہوتی ہے اور موروث خوف و ہیبت اور خشوع و
مسکنت کا ہوتا ہے اور تقوی اور احتیاط کا باعث اوسکو بھی ترک کر دیا اور اسپر طرہ یہ ہے کہ
بیخوف و مطمئن ہو کر خدا پر تکیہ ہے کہ خدا ہم پر ضرور ہی رحم کریگا کیونکہ ہم اوسکے دین کے ستون ہیں
اور اگر ہم علم فتاوی نہ سیکھیں تو حرام حلال کیسے معلوم ہوں غرضکہ ایسا شخص علم مقصود و ضروری کو
چھوڑ دیتا ہے اور غلطی میں رہتا ہے وجہ اوسکی غلطی کی یہ ہے کہ شرع میں تعریف اور تعلیم فقہ کی بہت
سنی یہ نہ جانا کہ یہ کونسا فقہ ہے جس فقہ کی تعریف شرع میں ہے وہ وہ علم ہے جس سے خدا تعالے
اور اوسکی صفاتکی جو صفت خوف و رجا میں معرفت ہو اور اوسکی علت غائی یہ ہے کہ دل ہمیشہ خائف رہے
اور تقوی کیا کرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ سے وہی
علم مراد ہے جس سے خوف حاصل ہو اور وہ یہ علم نہیں ہو سکتا جسکو یہ مغرور فقہ سمجھا ہے اسواسطے کہ
اس علم کا مقصود مالونکا بچانا اور شروط معاملات بجالانا اور مالوں سے بدنوں کا محفوظ رکھنا اور قتل و
ضرب کا دفع کرنا ہے حالانکہ مال خدا کی راہ میں صرف ذریعہ ہے اور بدن سواری اور علم مقصود یہ ہے
کہ راہ سلوک کی معرفت ہو اور دل کی گھاٹیاں جنکو صفات مذمومہ کہتے ہیں طے ہو جاویں کیونکہ
بندے کے اور خدا کے درمیان یہی صفات حاجب ہیں اگر انھیں میں ملوث مرجاویگا تو خدا تعالے
سے محجوب رہیگا۔ پس جو شخص صرف فقہ ہی پر اقتصار کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی
راہ حج میں چلنے کی عوض مشک اور موزہ سینے پر اکتفا کرے ۔ ہرچند اگر یہ چیزیں نہوں تو حج
نہایت دشوار ہے مگر صرف اونھیں پر اکتفا کرنے سے تو نہ حاجی ہو سکتا ہے نہ راہ حج میں ہو سکتا ہے
اور ہمنے اسکی تفصیل باب علم میں لکھی ہے اور بعض لوگ ایسے عالموں میں سے صرف فقہ کے
مسائل جنمیں خلاف ہے سیکھتے ہیں اور سوای تحصیل طریق مجادلہ اور الزام طرف مقابل اور ساکت
کرنے مخالف کے اور غلبہ و فخر کیلیے امر حق کو نہ ماننے کی اور کوئی بات نہیں سیکھتے اور مکورات دنیا

ارباب مذاہب سے جھگڑون اور اپنے ہمسرون کے عیب کی تلاش رہتی ہے اور طرح طرح کی ج
اور نفرت سے ایذا رسانی ڈھونڈھتے رہتے ہین اس قسم کے لوگون کو انسان نہین سمجھتے درندہ تصور کرنا چاہی
انکا مقصود حماقت ہے اور علم کا قصد محض اسلیے کرتے ہین کہ اقران و امثال پر فخر کے لیے کام آوے
اور جس علم کی حاجت مباہات مین نہین دیکھتے ہین مثلاً علم قلب اور صفات مذمومہ کو مٹا کر اونکی عوض
صفات حمیدہ کو حاصل کر کے راہ خدا پر چلنا ایسے علمون کو حقیر جانتے ہین اور انکا نام حکمی باتین اور
واعظون کی گفتگو رکھ چھوڑا ہے علم تحقیق اونکے نزدیک وہی ہے جس سے وہ بحثنے والون کے
جدال کی تفصیل معلوم ہو یہ لوگ پہلے فرقہ اہل فتوی سے بھی کچھ بڑھ چڑھکر ہین اسلیے کہ وہ فرض
کفایہ تو کرتے تھے یہ لوگ جس علم مین مصروف ہین وہ تو فرض کفایہ بھی نہین بلکہ سب طرائق جدال
کی فقہ مین بدعت ہین انکا پر سلف سے منقول نہین باقی رہین دلیلین احکام کی سو وہ کتاب اللہ اور
حدیث مین موجود ہین طریق مناظرہ اور اوسکے حیلے سب بدعت ہین اور صرف اظہار غلبہ اور
مخالف کے ساکت کرنے کے لیے ایجاد کیے گئے ہین تاکہ اسطرح بحث ہوا کرے حاصل یہ کہ یہ فرقہ
بھی مغرور ہے اور اسکا غرور اہل فتوی کی نسبت شدید اور قبیح ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم
کلام اور مناظرہ اسلیے پڑھتے ہین کہ اہل بدعت سے لڑتے جھگڑتے رہین اور مخالفون کے
جواب مین یہ لوگ مدت تک اسی مین لگے رہتے ہین کہ مخالفین کے اعتراضات کو ڈھونڈھیے اور طریق
مناظرے کا اور اونکے ساکت کرنے کا سیکھے اسی غرض کیواسطے بہت سے اقوال مختلف یاد کیے ہین
اور ایسے لوگون کے بہت سے فرقے ہین اونکا اعتقاد یہ ہے کہ آدمی کا کوئی عمل بدون ایمان
کے نہین ہوتا اور جب تک آدمی ہمارا مناظرہ نہ سیکھے اور علم کلام کی دلیلین ہر عقیدہ دین کی
نہ جانے جب تک ایمان صحیح نہین ہوتا اور اونکو یہ بھی گمان ہے کہ کوئی شخص ہمسے زیادہ خدا تعالی
کو نہین پہچانتا نہ اوسکے صفات کا عارف ہے اور جو شخص ہمارے مذہب کا معتقد نہین اور ہمارا علم
نہین جانتا وہ بے ایمان ہے اور ان مین کا ہر ایک فرقہ اپنی ہی طرف بلاتا ہے بہرحال اس قسم کے
لوگ دو طرح کے ہین ایک گمراہ اور ایک حق پر گمراہ فرقہ تو وہ ہے جو خلاف حدیث کیطرف بلاتا ہے
اور فرقہ محق وہ ہے جو سنت و حدیث کیطرف داعی ہے مگر غرور و مغالطہ دونون مین ہے
فرقہ گمراہ مین تو اس جہت سے کہ اپنی گمراہی سے غافل ہے اور اپنے نفس کی نجات اوسی مین
سمجھتے ہے اور اسطرح کی بہت جماعتین ہین کہ ایک دوسرے کو کافر کہتی ہین اور وجہ انکی گمراہی کی یہ ہوئی
کہ انھون نے اپنی رای کو معتمد نہ جانا اور دلیلون کی شرائط اور اونکا طریق اول معلوم نہ کیا اسی سبب سے

ہو دلیل واقع مین تھی اوسکو شبہ سمجھ لیا اور جو اصل مین شبہہ تھا اوسکو دلیل مان لیا۔ اور فرقہ محق کا
غرور اس لحاظ سے ہے کہ اونھون نے جدال و بحث کو نہایت ضروری اور دین کی عمدہ ثواب کی
چیزون مین سے جانا اور اس بات کے قائل ہوئے کہ جب تک کوئی بحث و تلاش ہمارے نہین کریگا
تب تک اوسکا دین پورا نہوگا اور یہ کہ جو شخص خدا اور رسول کو بدون کسی بحث و دلیل کے سچا جانے
وہ مومن یا کامل الایمان نہین نہ خدا کے نزدیک مقرب اور اسی گمان فاسد سے اونھون نے اپنی
تمام عمر تحصیل جدال و مقالات اور مزخرفات اور اعتراضات اہل بدعت مین بسر کی اور بعضون اور دلونکی
خبر لی یہان تک کہ وہ ایسے اندھے ہوگئے کہ گناہ ظاہری اور خطاے باطنی کو نہ دیکھ سکے سبحان اللہ انکا
یہ قول ہے کہ جدل و بحث مین مصروف رہنا افضل اور اولی ہے موجب قرب الٰہی ہے مگر چونکہ غلبہ اور
دنیا کی لذت اور مخالف کے الزام دینے کا مزا اور اپنی دانست مین حمایت دین خدا کی بڑائی دل مین
سمائی ہوئی ہے تو اسیواسطے چشم بصیرت نہین ورنہ قرن اول کا حال دیکھتے کہ جنکی شان مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ یہ لوگ تمام خلق سے بہتر ہین اونھون نے بہت سے اہل بدعت
ہوا دیکھے مگر اپنی عمر اور دین کو نشانہ تیر خصومت و جدال نہ بنایا اور اپنے دلون اور اعضا کی تجسس ہی
سے اس بحث و تکرار کی فرصت نہ ملی بلکہ کبھی گفتگو تک کی ہان جس جگہ حاجت یا آثار قبول کے دیکھے
وہان کچھ بقدر حاجت کہدیا جس سے گمراہ کو اپنی گمراہی معلوم ہو جاوے اور جب کسی گمراہ کو گمراہی پر
اصرار کرتے دیکھا تو اوس سے روگردانی کی اور چھوڑ دیا اور خدا کے لیے اوس سے بغض رکھا گیا
اوس سے تمام عمر وحشت مت رکھی ہو بلکہ اکابر سلف کا قول ہے کہ سنت کیطرف بلانا امر حق ہے اور
یہ مسنون ہے کہ اس بلانے مین جدل نکیا جاوے چنانچہ ابو امامہ باہلی رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ جس قوم کو ہدایت عنایت ہوتی ہے وہ گمراہ نہین ہوتی
جب تک کہ جدال و نزاع نہ پیدا ہو۔ اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رض کے پاس
تشریف لائے تو وہ جھگڑے اور خصومت مین مصروف تھے آپ کو اسقدر غصہ ہوا کہ مارے غصہ کے
سرخ ہوگیا گویا چہرہ مبارک مین انار کے دانون کی سرخی دیکھتی تھی اور اوسوقت یہ فرمایا
أَبِهٰذَا أُمِرْتُمْ أَنْ تَضْرِبُوا كِتَابَ اللّٰهِ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ اُنْظُرُوا اِلٰى مَا اُمِرْتُمْ بِهِ فَاعْمَلُوا
وَمَا نُهِيتُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا غرضیکہ صحابہ رض کو جدال سے منع فرمایا حالانکہ حجت اور جدال مین سب سے
زیادہ بہتر تھے پھر اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ باوجودیکہ تمام اہل ملت والونسے
وارث ہوئے تھے مگر کبھی کسی ملت والون کے پاس مجالس مجادلہ مین اسواسطے نہین بیٹھے کہ کسیکو

الزام دیجیے یا ساکت کیجیے یا کسی حجت کی تحقیق یا کسی اعتراض کا جواب یا خود اپنی طرف سے
اعتراض کیجیے البتہ اونسے مجادلہ صرف تلاوت قرآن سے فرمایا ہو اون لوگون پر نازل ہوا تھا زیادہ
بحث نہین کی کیونکہ زیادہ گفتگو سے اونکا دل پریشان ہوتا او طرح طرح کے اعتراضات و شکوک واقع
ہوتے کہ پھر دل سے محو نہین ہو سکتے تھے اور یہ بات نہین کہ خدا نخواستہ آپ اونکے مجادلے سے
عاجز تھے اور قیاس کے دقائق سے ناواقف یا اپنے اصحاب رض کو کیفیت جدل و الزام کی تعلیم نکر سکتے تھے
مگر اصل یہ ہے کہ دانا اور اہل احتیاط مجادلے پر فریفتہ نہین ہوتے اونکا یہ قول تھا کہ اگر تمام روی زمین کے
لوگ نجات پاوین اور ہم ہلاک ہون تو اونکی نجات سے ہمین کیا فائدہ اور اگر ہم نجات پاوین اور وہ
ہلاک ہو جائین تو ہمکو اونکے ہلاک ہونے سے کچھ ضرر نہین اور ہم پر مجادلہ اتنا چاہیے جتنا صحابہ رض کو
یہود و نصاریٰ اور دوسری ملت والون سے ہوا اونھون نے کچھ اپنی تمام عمر اونکی مجادلات کی تحریر مین
ضائع نہین کی کہ ہم بھی ویسا ہی کرین اور اوس بات سے غافل ہین جو ہمارے فقر و فاقہ کے دن کام آوے
علاوہ ازین جس بات مین کہ ہم سے غلطی کا بھی امکان ہے اور خطا سے مامون نہین اوسمین ہم کیون خوض
کرین پھر ہم دیکھتے ہین کہ بدعتی کے ساتھ اگر بحث کرو تو وہ بحث کے باعث بدعت نہین چھوڑتا بلکہ تعصب اور
خصومت سے اوسکی بدعت اور زیادہ بڑھجاتی ہے اس صورت مین ہمکو اون مخالفون کے ساتھ بحث و
تکرار کی نسبت یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس پر کوشش کرین اور اوسی سے بحث و تکرار رکھین تاکہ وہ دنیا کو آخرت
کیواسطے چھوڑ دے اور یہ ایسے حال مین ہے کہ فرض کرلین کہ ہمکو جدل و خصومت سے ممانعت نہین ہوئی
اور جس حال مین کہ ممانعت اس سے وارد ہے تو جدال سے کسیکو سنت کیطرف بلانا گویا ایک سنت کا تارک ہوکر
دوسرے کا طالب ہونا ہے تو بطریق اولی ہمارے حق مین یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس کے درپے ہوکر اوسکے
صفات کو دیکھین کہ کونسے کو اللہ پسند کرتا ہے اور کسکو ناپسند پھر اوسکے محبوب صفات کو اختیار کرین اور
مبغوض سے گریزان ہون اور ایک فرقہ اور ہے جو وعظ و نصیحت مین مصروف رہتے ہین اور اون سب مین اعلے
رتبہ اون لوگونکا ہے جو اخلاق نفس اور صفات قلبی یعنی خوف و رجا اور صبر و شکر اور توکل اور زہد اور یقین و
اخلاص و صدق وغیرہ کی خوبیان لوگون کو سناتے ہین اور اونکو یہ دھوکا ہے کہ از انجا کہ ہم ان صفات کو
بیان کرتے ہین اور لوگون کو انکی تعلیم کرتے ہین تو ہم اول ان صفات سے متصف ہین حالانکہ خدا کے
نزدیک اونمین ان صفات کا وجود نہین ہوتا اور اگر تھوڑی بہت کوئی صفت ہو تو ہر ایک عام
مسلمان مین بھی کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہی ہے انکو کیا ترجیح ہے مگر غرور انکا بڑا سخت ہے کیونکہ یہ اپنے
نفس پر بہت عجب کرتے ہین اونکو یہ گمان ہے کہ جتنا سمجھے جس علم مین تبحر اور استعداد پیدا کی

اونکی ہی وہ چیز ہم مین باعث کمال ہوئی مثلاً ہمنے محبت مین تجربہ کیا تو محبت الٰہی ہم مین ہوئی او
اخلاص کے دقائق کو سمجھا تو مخلص ہو گئے اور خفیہ عیب نفس کے پہچانے تو اونسے بری ہوے او
اگر ہم مقرب الٰہی ہوتے تو خدای تعالیٰ ہمکو معنی قرب و بعد کے کیون بتاتا اور علم سلوک الی اللہ اور کیفیت
اس رستے کے منازل طے کرنے کی ہمکو کیون معلوم ہوتی غرض اسطرح کا عالم بیچارہ ایسے ایسے خیالات خیا
سے جانتا ہے کہ مین خائف ہون حالانکہ درصل بیخوف ہے اور جانتا ہے کہ مین رجاء رکھتا ہون اور صرف
غرور رکھتا ہے اور اپنی دانست مین راضی بقضای الٰہی ہے مگر حقیقت مین نہین اور بزعم خود متوکل ہے
لیکن واقع مین عزت وجاہ ومال و اسباب پر تکیہ رکھتا ہے اور اپنے گمان مین مخلص ہے اور در واقع
ریاکار ہے بلکہ اگر اخلاص کا وصف بیان کرتا ہے تو اثنای بیان میں اخلاص نہین کرتا اسطرح ریا کا ذکر
کرتا ہے تو وہ بھی خالی از ریا نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسکی مراد یہی ہے کہ لوگونکا میری طرف اعتقاد
ہو جاوے کہ اگر یہ شخص مخلص نہوتا تو اتنے دقائق ریا کے کہان سے سوجھتے اور زہد دنیا کا بیان بھی
اسیلیے کرتا ہے کہ اپنے آپ شہرت سے اوسکا حریص ہے غرضکہ بظاہر لوگون کو اللہ کیطرف بلاتا ہے
اور خود اوس سے بھاگتا ہے اور اونکو خوف خدا دلاتا ہے آپ ایمن ہے دوسرونکو یاد الٰہی کو کہتا ہے
خود بھولا ہوا ہے غیرونکو خدا سے قریب کرتا ہے اور اپنے آپ دور ہوتا ہے ترغیب اخلاص کی دیتا ہے
اور خود غیر مخلص ہے صفات مذمومہ کی مذمت کرتا ہے اور اپنے آپ اونسے موصوف ہو لوگون کو
خلق سے روگردان کرتا ہے اور آپ سب سے زیادہ اوسکا حریص ہے جس جگہ بیٹھکر لوگون کو خدا کیطرف
بلاتا ہے اگر وہان کوئی نہ بیٹھنے دے تو جہان اوسپر باوجود وسعت کے تنگ ہو جاوے کہتا ہے
کہ میری غرض خلق کی اصلاح ہے لیکن اگر کوئی اوسکا ہمسر ایسا ہو کہ خلق اوسکے پاس جاوے اور
اوسکے ہاتھون بہتری کو پہونچے تو غم اور حسد کے مارے جلا جاوے اور اگر اوسکے سامنے کوئی [illegible]
اوسکے ہمسر ومنین سے تعریف کرے تو تمام خدائی سے اوسکو برا سمجھے تو اس قسم کے لوگون کو
بڑا غرور ہے اور اسکا آگاہ ہونا اور براہ راست پر آنا بھی دشوار ہے کیونکہ اچھے اخلاق کی ترغیب اور
اخلاق بد کی نفرت جب ہی تو ہے جب اون اخلاق کے آفات اور فوائد سے واقفیت ہو اور
ان لوگون کو اگرچہ اوسپر وقوف ہوا مگر مفید نہوا کیونکہ خلق کو راہ راست بتلانے کی محبت نے اونکو
عمل سے روکدیا پھر کس چیز سے اوسکا علاج کیا جاوے اور کونسی چیز سے اونکو ڈرایا جاوے ڈرانے والی
باتین تو وہ خود لوگون کے سامنے ذکر کرتے ہین مگر خود خوف نہین کرتے ہان اتنی بات ہو سکتی ہے
کہ اونکو جو دعوی ہے کہ ہم سب عمدہ اخلاق سے موصوف ہین تو اسکا امتحان اونکو بتلا دیا جاوے

کراوسپر اپنے نفسونکا تجربہ کرلین وہ یہ ہے کہ مثلاً اونکو دعوی محبت الٰہی کا ہے تو سوچین کہ ہم نے
خدا کی محبت کے باعث کونسی دنیا کی محبوب چیزین چھوڑ دی ہین اور خوف الٰہی کا جو دعوی ہے اس
خوف سے کونسی چیزون سے باز رہے ہین اور زہد کا جو دعوی ہے تو قدرت پاکر کونسی چیز خدا کیواسطے
ترک کی ہے اور خدا کے ساتھ انس کا دعوی ہے تو بتاوین کہ تنہائی کبھی اچھی معلوم ہوئی ہے اور
خلق کے دیکھنے سے نفرت ہوئی ہے ان امور مین سے کچھ بھی نہین ہوا بلکہ جب مریدون کو حلقہ باندھے
گرد دیکھتے ہین تو دل مین حلاوت کامل پاتے ہین اور اگر تنہا ہو کر خدا کے واسطے بیٹھین تو وحشت
ہوتی ہے اب ہم پوچھتے ہین کہ کہین محب کو اپنے محبوب سے بھی وحشت ہوتی ہے اور اوسکے سوا
دوسرون سے الفت حاصل یہ کہ دانا لوگ تو اپنے نفسون کا امتحان ان صفات سے کرتے ہین اور
طالب صفات حقیقی کے ہوتے ہین یہ نہین کہ صرف ظاہر کی بناوٹ پر قانع ہوجاوین بلکہ خدا سے عہد مستحکم
کرتے ہین اور ظاہر و باطن یکسان کرتے ہین اور جو لوگ مغالطے مین ہین وہ اپنے نفسون کو اچھا
جانتے ہین مگر قیامت کو حال کھلے گا تب فضیحت ہونگے بلکہ دوزخ مین ڈالے جاوینگے اور اونکی انتڑیان
نکل پڑینگی اور اونکو ایسی طرح چکر دینگے جیسا گدھا چکی پھراتا ہے چنانچہ اس
مضمون کی حدیث اوپر گذری اور یہ حال اسلیے ہوگا کہ خود فضیحت و دیگرے را نصیحت کو اپنا دستور العمل
کیا تھا اور وجہ ان لوگون کے مغالطے کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دلون مین کسیقدر حصول ان اشیا یعنی
محبت و خوف خدا اور رضا بقضا کے پاتے ہین اور پھر اون امور مین منازل عالیہ کے بیان کرنے کی
قوت بیانیہ انمین ہوتی ہے تو انکو یہی گمان ہوتا ہے کہ ہم جو مدارج محبت و خوف الٰہی کے بیان
کرسکتے ہین اور ہمکو خدای تعالی نے انکا علم دیا ہے اور لوگون کو ہمارے کہنے سے نفع ہوتا ہے
یہ سب اسی جہت سے ہین کہ ہم ان اوصاف سے موصوف ہین اور اونھون نے یہ نہ سمجھا کہ نفع تو
کلام کا ہوتا ہے اور کلام معرفت اور زبان کے جاری ہونے سے ہوتا ہے اور معرفت سیکھنے سے
ہوتی ہے تو ان باتون مین سے کسی سے یہ نہین لازم آتا کہ بولنے والا اون صفات کے ساتھ
موصوف بھی ہو اور عام مسلمانون مین اور اسطرح کے عالم مین کیا فرق ہے محبت و خوف نہ اونمین ہے
نہ اسمین صرف قدرت بیانی البتہ اس عالم مین ہے اوس سے کام نہین چلتا بلکہ کیا عجب ہے کہ اس قدرت کے
باعث زیادہ تر بیخوف ہو اور خلق کیطرف میل ظاہر کرے اور دل مین محبت الٰہی برائے نام رہجاوے اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار مرض کو اور دوا کو اور صحت اور شفا کو بہت فصاحت سے بیان کرے
کہ دوسرے مریض نہ کرسکین اور نہ اسباب و علامات صحت و مرض کے اور نہ درجات و ہمناف

مرض اور دوا کے بیان کر سکیں یہ سب کچھ کہہ سکتا ہے تو اس کہنے سے بیماری میں کیا فرق ہو گا
جیسے اور بیمار ہیں ویسا ہی یہ بھی ہے فرق صرف علم میں ہے کہ اصطلاحات طبی سے واقف ہے
پس صرف صحت کی تعریف جانکر اپنے آپ کو تندرست سمجھنا عین جہالت ہے اسیطرح محبت و
خوف الٰہی اور توکل اور زہد اور سب صفات کا جاننا اور چیز ہے اور اونکے ساتھ متصف ہونا اور چیز
ہے ان دونوں کو ایک سمجھے وہ بڑی غلطی میں ہے۔ یہ حال ان واعظوں کا ہے جنکے بیان میں کچھ
عیب نہیں یعنی طریق اونکے وعظ کا ایسا ہی ہے جیسا قرآن و حدیث اور حضرت حسن بصری رحمہ وغیرہم کے
وعظ کا ڈھنگ ہے اور ایک فرقہ اور ہے جنھوں نے وعظ کے طریق واجبی سے عدول کیا ہے
اور اب کے سے واعظ اسیطرح کے ہیں شاید شاذ و نادر جسکو خدا تعالی نے بچایا ہو ایسے نہوں مگر ہم کسیکو
نہیں جانتے شاید اطراف بلاد میں کہیں ہوں اس قسم کے واعظوں کا یہ دستور ہے کہ لوگوں کو اپنی بات
سنانے کے واسطے بہت سی جھوٹی سچی باتیں بے سر و پا اور ایسے کلمات جو قانون عقل و شرع سے خارج
ہوں بیان کرتے ہیں اور بعض لوگ الفاظ مرتب اور مسجع کہتے ہیں اور دلیل میں اشعار وصال اور
فراق کے پڑھتے ہیں اس غرض سے کہ اونکی وعظ میں لوگ بہت سے چیخیں اور حال کریں گو اغراض
فاسدہ ہی کے لیے ہو تو ایسے لوگ انسانوں میں شیطان ہیں خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا
سیدھا راستہ چھوڑ دیا پہلے وقت میں گو اگر بعضوں کی اصلاح نہ کی تھی تو شر کی بھی نہ کی تھی واعظ اور کلام صحیح صحیح بیان
کیا تھا یہ لوگ تو خلق کی راہ مارتے ہیں کہ اونکو بھی اللہ پر مغرور کیے دیتے ہیں اور اسکا نام رجا بتلاتے ہیں
اونکے وعظ سے خلق کو زیادہ تر جرأت گناہوں کی ہوتی ہے اور دنیا کی رغبت بڑھتی ہے خصوصا
اوس حال میں کہ واعظ اچھے کپڑے اور سواری وغیرہ سے آراستہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسکی
ہیئت سرتاپا دلیل ہے اس بات کی کہ شدت سے حرص دنیاوی رکھتا ہے تو یہ مغرور جتنی خرابی اپنے وعظ
سے کرتا ہے وہ اصلاح کی نسبت زیادہ ہے بلکہ تامل کر دیکھو تو اصلاح کچھ بھی نہیں ہوتی لوگوں کو گمراہ ہی کرتا ہے
اور وجہ اسکے مغرور ہونے کی ظاہر ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو صرف زاہدوں کے کلام اور اونکے
اقوال مذمت دنیا میں جو ان سے منقول ہیں یاد کر لیتے ہیں اور بدون اونکے معنی سمجھنے کے اور روتے کہتے ہیں
بعضے تو منبروں پر چڑھکر بیان کرتے ہیں اور بعضے مسجدوں میں اور بعضے بازاروں میں اپنے
ساتھیوں کو سناتے ہیں اور اونمیں سے ہر ایک کو یہی گمان ہے کہ جب ہم میں اور ابراروں اور
سپاہیوں میں اتنا فرق ہو گیا کہ ہم کو یہ اقوال زاہدوں اور اہل دین کے یاد ہیں اور انکو
نہیں تو استدراک سے ہمارا مطلب حاصل ہے اور مغفرت الٰہی ہمارے حال کے شامل اور عذاب اخروی سے

بھی مامون رہینگے کہ اپنے ظاہر و باطن کو گناہون سے نہ بچاوین غرضکہ نجات کیواسطے انکے نزدیک یاد
کرنا کلام اہل دین کا کافی ہے اور اس فرقے کا غرور اس سے پہلے فرقے کی نسبت بھی ظاہر تر ہے
اور ایک فرقہ وہ ہے جو اپنے اوقات علم حدیث کے سننے اور بہت سے روایات کے جمع کرنے
اور اونچے اونچے اسناد کی جستجو کرنے مین بسر کرتے ہین ایسے عالم کی ہمت اسی مین مصروف رہتی ہے
کہ شہرون مین گشت کرے اور بہت سے محدثین سے استفادہ کرے تاکہ یہ کہہ سکے کہ مجھکو روایت
فلان فلان شخص سے ہے اور جو سند میرے پاس ہے وہ اور کسیکے پاس نہین ان لوگون کا مغالطہ
کئی وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ ان لوگون کا حال ایسا ہے جیسا کہ کوئی کتابین اپنی بغل مین لیے پھرے
لیے پھرنے سے کچھ فائدہ نہین ہوجاتا اسیطرح یہ لوگ بھی معانی سنت کیطرف اپنی توجہ نہین کرتے
بجز نقل کے اور کچھ نہین جانتے اور یہ خود اسیقدر کافی سمجھتے ہین حالانکہ اونکا علم ناقص ہے
دوسری وجہ یہ کہ جب معانی احادیث کے نہ سمجھینگے تو اوسپر عمل کیسے کرینگے اور بعض احادیث کو سمجھتے بھی
ہین اور عمل نہین کرتے تیسری وجہ یہ کہ اس بہانے سے وہ علم جو اونپر فرض عین ہے یعنی معرفت علاج
قلب کی اوسکو چھوڑ دیتے ہین اور سندون کی کثرت کرنے اور اونمین سے اونچی سند کی تحقیق مین
مصروف رہتے ہین حالانکہ انمین سے اونکو کسی چیز کی حاجت نہین چوتھی وجہ جسپر کہ اس زمانہ کے
لوگ گرتے ہین یہ ہے کہ حدیث شریف کے سننے کے لیے جو جو شرط چاہیے اوسکو بھی بجا نہین لاتے
اور یہ امر ضروری ہے اسواسطے کہ صرف سننے سے اور کوئی فائدہ نہین تا الفاظ حدیث کے
معین ہونے کا تو فائدہ ہے جب الفاظ معین ہوجاوین تب اوسکے معنی سمجھ مین آتے ہین اسکے
سمجھنے کے بعد عمل ہوتا ہے اسیطرح بترتیب پانچ چیزین ہوتی ہین اول سننا پھر سمجھنا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا
پھر اوسکو دوسرون مین منتشر کرنا۔ ان لوگون نے ان پانچ باتون مین سے صرف سننے پر قناعت کی
اور سننا بھی جیسا چاہیے ویسا نہ کیا مثلاً کوئی لڑکا کسی شیخ کی مجلس مین حاضر ہو کہ وہان ذکر حدیث کا
ہو رہا ہے اور اوستاد تو سوتے ہین لڑکا کھیل مین مصروف ہے باوجود اسکے اوس لڑکے کو
سماع حدیث کی سند ملجاتی ہے جب وہ بڑا ہوتا ہے تو اس بات کے درپے ہوتا ہے کہ کوئی مجھسے آکر سنے
اور اگر کوئی بالغ مجلس حدیث مین جاتا ہے تو وہ بھی اکثر غافل ہوکر کان نہین دھرتا اور باتین کرتا ہے
یا لکھنے مین مشغول ہوتا ہے یہان تک کہ اوستاد جو حدیث بیان کررہا ہے اگر کچھ الفاظ مین تغیر یا تصحیف
کردے تو اسکو خبر بھی نہو اور نہ اوسکو پہچانے اور یہ سب باتین غرور و جہالت کی ہین اسلیے کہ اصل سماع حدیث
کے باب مین یہ ہے کہ اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے اور جیسا سنے ویسا یاد رکھے اور جیسا

یاد ہو اوسی طرح روایت کرے یعنی روایت بعد حفظ کے موقوف ہے اور حفظ بعد سننے کے اور اگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا نہو سکے تو صحابہ یا تابعین سے سنے اُنسے سننا بھی ایسا ہے جیسا آنحضرت
سے یعنی غرض سننے سے یاد کرنا ہے تاکہ جون کی تون دوسرون سے بیان کرے اور یاد کرنا بھی اس
طور پر ہو کہ جیسا سنا ویسا ہی یاد کیا یہان تک ایک حرف کی تبدیل نہ ہونے پائے اور اگر کوئی شخص دوسرا
اوسمین کچھ تبدیل کر دے یا خطا کرے تو حفظ کرنے والے کو اوسکی غلطی معلوم ہوجاوے پھر حفظ حدیث
کے دو طور ہین ایک تو یہ کہ دل ہی دل مین ہمیشہ یاد کرے اور دوہرایا کرے جیسے اپنے اور روزمرہ
کے حالات مین کان پڑی باتین یاد کر لیتے ہین دوسرے یہ کہ جیسا سنے ویسا لکھ لیوے اور نہایت
صحت کے ساتھ لکھے اور اس نوشتے کی حفاظت کرے کہ کسی دوسرے کا ہاتھ اسکو نہ لگے اور حفاظت
خواہ اپنے ساتھ رکھنے سے یا اپنی تحویل مین رکھنے سے کرے کیونکہ اگر دوسرے کے ہاتھ وہ کتاب
پڑیگی کیا عجب ہے کہ اوسمین کچھ تغیر ہوجاوے اور چونکہ خود اوسکی حفاظت نہین کی تھی تو یہ معلوم بھی
نہوگا کہ کسی دوسرے نے اسمین کچھ بدل دیا ہے غرضکہ حفظ حدیث کی یہی دو صورتین ہین یا تو دل مین
محفوظ ہو یا کتاب مین لکھی ہوئی ہو کہ جب اوسکو دیکھین تو جو کچھ اوستاد سے سنا ہے اوسکا دھیان
آجاوے اور اوسمین تبدیل و تحریف کا خوف نرہے پس جس صورت مین کہ مثلاً تم نے حدیث نہ دلمین
یاد کی نہ کتاب مین لکھی اور صرف ایک مبہم آواز کان مین ڈالکر اوستاد کے پاس سے مفارقت کی اور
اتفاقاً اوسی اوستاد کی وہی کتاب تمہین کہین نظر پڑی جسمین احتمال ہے کہ شاید کچھ تبدیل ہو گئی ہو یا
تمنے اور روایت سنی ہو اور اوسمین دوسری طرح ہو تو تم یہ نہین کہہ سکتے کہ ہمنے یہ کتاب اوستاد سے
پڑھی ہے کیونکہ تمکو یہ تو معلوم ہی نہین کہ جو کچھ تمنے سنا ہے وہ اس کتاب کے موافق ہے یا مخالف
شاید تمہارا سننا اوس سے ایک ہی دو کلمے مین مختلف ہو بہر صورت تمہارے پاس کوئی قطعی دلیل
نہین جس سے اختلاف پہچان سکو یا قطعی پڑھنا ثابت کرو کیونکہ نہ خود تمکو دل مین یاد ہے نہ تم نے
اوستاد کا مقولہ صحیح صحیح لکھ رکھا ہے تو بدون ان دونون باتون کے کیسے کہہ سکتے ہو کہ مین نے
بھی سنا ہے حالانکہ خداے تعالے فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اس سے معلوم ہوا
کہ جو لوگ اس زمانہ مین مدعی ہین کہ ہمنے فلانی کتاب مین فلان اوستاد سے پڑھی ہے اگر اونمین یہ
شرط مذکورہ بالا موجود نہین تو اونکا دعوی جھوٹ ہے اور کمتر درجہ سننے کی شرط کا یہ ہے کہ تمام و
کمال کتاب کان پر ایسی طرح گذرے جو کچھ یاد بھی ہوتی جاوے کہ اگر بالفرض اوسمین کچھ تبدیل
ہو تو فوراً معلوم کر لے اور جب یہ صورت جواز کی نکلی کہ خواہ لڑکا ہو یا غافل یا سوتا یا لکھتا

سب کے سب بہشت میں داخل کئے جاویں تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شیرخوار یا مجنون مجلس حدیث میں ہو تو اوسکا سننا بھی معتبر چاہیے بالغ ہونے کے بعد خواہ ہوش میں آنے کے پیچھے اوسنے اور لوگ سند کریں حالانکہ یہ امر سب کے نزدیک ناجائز ہے اسکا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ شیرخوار تو بات کو نہ سمجھتا ہے اور نہ یاد کرتا ہے اسلیے اوسکا سننا بھی معتبر نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ جو لڑکا کھیل رہا ہے اور غافل آدمی جو لکھنے میں مشغول ہے وہ کب سمجھتا اور یاد کرتا ہے اور اگر کوئی جاہل جرأت کرکے کہے کہ شیرخوار لڑکے کا سننا بھی جائز ہے تو اوسکے الزام کو کہنا چاہیے کہ پھر مینا کے بچے کا سننا بھی معتبر ہونا چاہیے اور اگر وہ یہ فرق نکالے کہ مینا کا بچہ آواز نہیں سنتا اور شیرخوار سنتا ہے تو یہ فرق مفید نہیں اسواسطے کہ غرض تو بیان حدیث سے ہے کچھ آواز کے سننے سے نہیں دوسروں سے جب کہیگا جب حدیث نقل کریگا آواز کی سماعت سے کچھ سروکار نہیں اسطرح سننے والے کو چاہیے کہ جب بالغ ہو تو اتنی ہی بات کہے کہ میں نے بڑا ہوکر یوں سنا ہے کہ لڑکپن میں ایک ایسی مجلس میں حاضر ہوا تھا جسمیں حدیث ہوا کرتی تھی اور اوسکی آواز مجکو پہنچتی تھی مگر میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھی تو اسمیں تو شک نہیں کہ سب کے نزدیک اسطرح کی روایت ناجائز ہے اور جسقدر اسمیں کچھ زیادتی کریگا وہ صریح جھوٹ ہوگا۔ اور اگر بالفرض کسی ترکی شخص کا حدیث سننا جائز ہو جو عربی سے محض ناواقف ہے تب البتہ سننا طفل شیرخوار کا بھی معتبر ہوسکتا ہے کہ صوت مبہم دونوں کو پہنچتی ہے اور یہ نہایت جہل ہے علاوہ ازیں ماخذ سماع کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ فرماتے ہیں نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِی فَوَعَاهَا فَاَدَّاهَا کَمَا سَمِعَهَا اب ہم پوچھتے ہیں کہ جس شخص کو یہ خبر نہیں کہ کیا سنا ہے وہ ادا کسطرح کریگا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بڑی غلطی ہے اور ہمیں اس زمانے کے لوگ مبتلا ہیں اگر لوگ احتیاط اور جستجو کریں تو ایسے ہی شیخ ملینگے جنھوں نے لڑکپن میں ایسی ہی غفلت کے ساتھ حدیث کو سنا ہوگا مگر چونکہ محدثین کو جاہ و قبول اسمیں حاصل ہے اسواسطے بیچاروں کو یہ ڈر ہے کہ سننے میں یہ شرط لگانے سے کہیں حلقہ کم نہو جاوے اور جاہ میں خلل پڑے اور نیز وہ حدیثیں جو اس شرط سے سنی ہونگی وہ بھی کم ہوجاوینگی بلکہ کیا عجب ہے کہ اسطرح کی کوئی بھی نہ نکلے تو فضیحت ہونا پڑے اسواسطے یہ اصطلاح ٹھہرالی کہ حدیث کے سننے میں صرف یہی شرط ہے کہ آواز سنے گو یہ نہ سمجھتا ہو کہ کیا بیان ہے حالانکہ اس باب میں اونکا قول معتبر نہیں کیونکہ سماع کی تعریف داخل اونکے علم میں نہیں یہ امر متعلق علماے اصول فقہ سے ہے ہمنے جو شرائط لکھے ہیں وہ اصول فقہ کے قانون کے بموجب صحیح ہیں غرض یہ کہ ان لوگوں کا مغالطہ یہ ہے اور اگر بالفرض احادیث کو شرائط کے ساتھ ہی سیکھیں تب بھی

مغرور ہیں اسلیے کہ صرف حدیث کی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور روایات کے جمع کرنے میں
عمر ضائع کر کے ضروریات دین اور معرفت معانی حدیث سے غافل رہتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ مقصود علم
حدیث سے یہی سلوک راہ آخرت ہے اور کیا عجب ہے کہ انکے لیے ایک ہی حدیث عمر بھر کو کافی ہو جیسا کہ
بعض اکابر سے مروی ہے کہ وہ ایک مجلس حدیث میں حاضر ہوئے اول حدیث جو شیخ نے پڑھی یہ تھی
مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہُ مَالَا یَعْنِیْہِ وہ بزرگ اس حدیث کو سنکر اوٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ
مجھے اسیقدر کافی ہے پہلے اتنا برت لون تو دوسری سونگا پس جو لوگ غرور سے بھاگتے ہیں انکا سننا
ایسا ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم نحو اور شعر اور لغت میں مشغول ہوکر مغالطے میں پڑے اور
اپنی دانست میں مغفور ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ دین کا مدار کتاب اللہ اور حدیث پر ہے اور ان
دونوں کا مدار علم لغت اور نحو پر ہے اسی وجہ سے اپنی عمر دقائق نحو اور فن شعر اور معرفت لغت میں
تلف کرتے ہیں اور انکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنی تمام عمر خوشخطی کی تحصیل میں ضائع کرے اور
کہے کہ علوم چونکہ بدون لکھے یاد نہیں رہتے اسواسطے لکھنا اچھی طرح سیکھنا اور خوشخط ہونا ضروری ہے اور
اگر عقل ہو جانے کہ اصل خط اور املا ضروری سیکھنا کافی ہے اسقدر چاہیے کہ پڑھا جاوے اور زیادہ مقدار کافی سے
تجاوز کرنا ہے اسیطرح ادیب بھی اگر تامل کرے تو جان لے کہ لغت عربی مثل لغت ترکی کے ہے جو
اپنی عمر لغت عربی کی تحقیق میں ضائع کرے وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو لغت ترکی خواہ ہندی
کی تحقیق میں وقت تلف کرے فرق صرف اتنا ہے کہ احکام شریعت زبان عربی میں ہیں تو عربی کے
لغت کا اتنا ہی علم کافی ہے جس سے احادیث و قرآن کے الفاظ معلوم ہو جاویں اور اسیقدر نحو کا
سیکھنا بھی کافی ہے جس سے حدیث و قرآن کے معنی کو تعلق ہو الا اگر اوسمین اتنا تعمق اور مشغولی
کرے کہ کسی حد پر بس نکرے تو محض فضول ہے جسکی کچھ حاجت نہیں۔ پھر اگر انھیں علوم پر اکتفا کرکے
معانی و احکام شرعی سے باز رہے اور عمل نہ کرے تو بہت ہی مغرور ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے
جیسے کوئی شخص اپنی عمر صرف قرآن کے مخارج حروف کی تصحیح میں بسر کرے اور اسی پر کفایت
نکرے تو ظاہر ہے کہ یہ غلطی ہی ہے اسلیے کہ مقصود حروف سے معانی ہیں حروف بمنزلہ ظروف اور
آلہ کے ہیں پس جس شخص کو دفع صفرا کے لیے سکنجبین پینے کی حاجت ہو اور وہ اپنی عمر اوس پیالہ
کی درستی میں صرف کرے جسمیں پینا منظور ہے تو ایسا شخص مغرور و جاہل ہے اسیطرح اہل نحو اور
لغت دانون اور ادیبون اور قاریون کا غرور سمجھنا چاہیے اگر وہ ان علوم میں ایسے مستغرق ہوں
کہ جو علوم اونپر فرض عین ہیں اونکو نہ سیکھیں خلاصہ یہ کہ سب میں عمدہ مغز تو عمل ہے اور عمل کا جاننا

بمنزلہ پوست کے ہے اور یہ بھی باعتبار اور چیز کے جو اسکے اوپر ہے مغز ہے یعنی معرفت عمل کے
اوپر کا پوست الفاظ کا سننا اور بعد اوسیطرح یاد کرنا ہے اور یہ بھی باعتبار اپنے اوپر کی چیز کی
مغز ہے اور اپنے اندر کی چیز کے پوست ہے اسکے اوپر کی چیز معرفت علم لغت و نحو ہے اور
سب سے اوپر کا پوست مخارج حروف ہیں اور جو شخص کہ ان پوستوں میں سے کسی پر قانع ہے وہ
مغرور ہے لیکن اگر ان پوستوں کو ذریعہ اور سیڑھی نیل مرام کی سمجھے اور سیڑھی ونڈے پر بقدر حاجت
چڑھکر آگے بڑھجاوے یہان تک کہ مغز عمل اور اصل مقصود کو پہونچ جاوے تو ایسا شخص اپنے دل
اور جوارح سے واقع مین حقیقت عمل کا طالب ہے اور نفس سے بھی یہی کام لیتا ہے اور اعمال کی
درستی اور اونکو آمیزش آفات سے صاف کرنے مین عمر بسر کرتا ہے اور تمام علوم شرعیہ مین مخدوم
اور مقصود بھی یہی بات ہے اور سب علوم اوسکے خادم اور وسیلے اور پست اور منازل ہین
اور جو شخص مقصد تک نہین پونہچا وہ نقصان مین ہے خواہ پاس کی منزل مین ہو یا دور کی اور
چونکہ یہ علوم متعلق علوم شرعیہ سے ہین اسواسطے جو انکو سیکھتا ہے اوسکو مغالطہ ہوجاتا ہی مگر علم طب
اور حساب اور دوسرے علوم جو علوم شرعیہ سے بظاہر متعلق معلوم نہین ہوتے تو اونکی عالمون کو
یہ اعتقاد تو نہین ہوتا کہ انسے ہماری مغفرت ہوگی کیونکہ ہمنے علم سیکھا ہے اسی نظر سے ایسے علوم
سے غرور بھی کمتر ہوتا ہے بہ نسبت اوس غرور کے جو علوم شرعی کی تحصیل سے ہوتا ہے اسلیے کہ
علوم شرعی اچھے بھی ہوتے ہین جیسے پوست مغز کی شرکت مین اچھا کہاجاتا ہے لیکن عمدہ تر
بالذات وہی ہے جو سب سے اعلی ہے اور دوسرے کو جو اچھا کہتے ہین تو اسوجہ سے کہ اوس سے
اول قسم تک پہونچ سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی پوست ہی کو مقصود سمجھکر اوسمین تفوق
حاصل کرے وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو فن فقہ مین بڑا مغالطہ کھاتے ہین وہ یہ
گمان کرتے ہین کہ جو کچھ پیشگاہ قاضی سے حکم ہوتا ہے ویسا ہی حکم خدای تعالی کے یہان بھی
ہوگا اسی لحاظ سے لوگون کے حق ندینے کے لیے حیلے بناتے اور الفاظ مبہم کی بڑی بڑی تاویلین
کین اور ظاہر نصوص پر فریفتہ ہوکر اوسمین خطائین کین اور یہ امر از قبیل خطا فی الفتوی ہے جو
اکثر واقع ہوتی ہے مگر یہ قسم ایسی ہے کہ سوای داناؤن کے اور سب پر پھیلگئی ہے ہم انکی توہمات
کی کچھہ مثالین لکھہ دیتے ہین مثلا یہ لوگ فتوے دیتے ہین کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو مہر معاف کردے
تو شوہر پر خدا کے یہان بھی مواخذہ نہوگا حالانکہ یہ کلیہ غلط ہے کیونکہ بعض اوقات شوہر اپنی منکوحہ
سے برائی کرتا ہے یہان تک کہ وہ سب باتون مین تنگ ہوکر اوسکی بدخلقی سے نجات چاہنی کیواسطے



اوسکو مہر معاف کر دیتی ہے کہ کسیطرح عذاب سے چھٹی پاؤن تو اگرچہ اوسنے معاف تو کر دیا مگر
بخوشی خاطر معاف نہین کیا اور خدای تعالی فرماتا ہے فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا تو
معلوم ہوا کہ نفس کی رضامندی معاف کرنے مین شرط ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جو بات جی
دل سے کرے اوسمین نفس راضی بھی ہو مثلاً دل سے خون نکلوانا چاہتا ہے لیکن نفس کو برا معلوم ہوتا ہے
اسیطرح عورت کے معاف کرنے مین رضامندی نفس کی جب ہوتی کہ کوئی ضرورت معاف
کرنے کی مقابل ہوتی اور یہ صورت کہ جب دو باتون مین اوسکو تردد ہوا تو آسان بات کو اختیار
کرلیا یہ واقع مین ڈانڈ ہے کہ اپنے نفس پر جبر کر لیا ہان اتنی بات ہے کہ دنیا کا قاضی دلون کے
حال کو اور غرض کو نہین جان سکتا اسیلیے ظاہر کے معاف کرنے کو دیکھتا ہے اور عورت یا اوسمین
کوئی زبردستی نہین ہوئی اور باطن کے جبر پر خلق کو اطلاع نہین لیکن جب قاضی اکبر جل اور کریم
قیامت کے میدان مین حکم کے واسطے دربار ہوگا اوسوقت یہ امر محسوب اور مفید نہ پڑیگا اسیطرح
جائز نہین کہ کسی انسان کا مال بدون رضاء نفس لیا جائے پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے
مجمع مین کچھ مانگے اور وہ دوسرا لوگون کی شرم کے مارے دینے سے انکار نکر سکے اور ایسا کہین
یہ ہو کہ اگر یہ شخص تنہائی مین مانگتا تو دینا نہ پڑتا لیکن لوگون کی مذمت کا خوف اور مال کے جانیکا رنج
دونون موجود ہین اور نفس نے ان دونون مین متردد ہوکر دونون مین سے آسان کو اختیار کر لیا
یعنی رنج مال کے دینے کا آسان معلوم ہوا اسکو اختیار کیا اور مال حوالہ کیا تو ہم پوچھتے ہین کہ اسمین
اور ڈانڈ مین کیا فرق ہے کیونکہ ڈانڈ مین یہی ہوتا ہے کہ اگر دل مال کے دینے مین پس و پیش کرے تو بدن
کو ضرب سے ایذا پہونچے تو بدن کی ایذا مال کی نسبت سخت معلوم ہوتی ہے اسواسطے مال دیدیا جاتا ہے
اسیطرح یہان حیا اور ریا کا سبب ہوا اوس جگہ سوال کرنا گویا دل پر کوڑا لگانا ہے تو بہرحال اسمین
باطن کی ضرب ہے اور ڈانڈ مین ظاہر کی ضرب خدا کے نزدیک دونون مین کچھ فرق نہین وہان
باطن و ظاہر ایک ہین اور حاکم ظاہری صرف آدمی کے ظاہر قول ہبہ کو دیکھکر حکم ملک کا کر دیتا ہے
اسلیے کہ اوسکو دل کا حال معلوم نہین اسیطرح اگر کوئی شخص اسوجہ سے کسیکو کچھ دیوے کہ اوسکی
زبان کی شرارت سے محفوظ رہے یا اوسکی چغلی سے بچا رہے تو یہ مال لینا حرام ہے اسطرح جو جو
مال لیا جائے سب حرام ہے دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کے قصہ مین کیا مذکور ہے کہ بعد اسکے
کہ خدای تعالے نے اونکا قصور معاف فرمایا اونھون نے عرض کیا کہ میرا معاملہ طرف ثانی سے کسطرح
نبٹے گا حکم ہوا کہ اوسی سے معاف کرالے وہ شخص مر گیا تھا حکم ہوا کہ بیت المقدس کے پتھر مین اوسکو

پکارا آپ نے پکارا کہ ای اوریا اوسنے کہا کہ حاضر ہون ای نبی اللہ آپ نے مجھکو جنت مین سے بلا لیا کیا ارشاد ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے تیرے ساتھہ کچھہ برائی کی ہے تو معاف کر دے اوسنے جواب دیا کہ مین نے معاف کی آپ اسی معاف کرنے پر تکیہ کر کے واپس گئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے قصور کا ذکر بھی اوریا سے کیا تھا یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین او نہون نے کہا کہ اب پھر جا کر قصہ کو مفصل اوس سے کہیے پھر آپ نے آ کر اوسکو پکارا اوسنے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہی کہا کہ مین نے تیری کچھہ خطا کی ہے اوسنے عرض کیا کہ مین نے اوسکو معاف نہین کر دی آپ نے فرمایا کہ تو نے پوچھا تو ہوتا کہ وہ خطا کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ آپ فرمائین وہ کونسا قصور ہے آپ نے تمام قصہ اوسکی عورت کا سنایا پھر اوسکا جواب کچھہ نہ آیا آپ نے فرمایا کہ ای اوریا تو جواب نہین دیتا اوسنے عرض کیا کہ ای نبی اللہ ایسی حرکت انبیا نہین کرتے اور میرا اور آپکا معاملہ خدا کے سامنے ہوگا حضرت داؤد علیہ السلام نے از سر نو رونا اور چیخنا شروع کیا یہان تک کہ خدای تعالی نے اونسے وعدہ کیا کہ قیامت کو مین اوس سے قصور معاف کرا دونگا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون رضای نفس بخشنے کا کچھہ اعتبار نہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رضای نفس بدون بتلائے معلوم نہین ہوتی تو اسیطرح معاف کرنے اور ہبہ مین بھی رضای نفس جبھی ہوگی جب انسان اپنے اختیار پر تنہا چھوڑ دیا جاوے اور اوسکی نیت خود اوسکے ذاتی باعثون سے باعث ہبہ وغیرہ کے پیدا ہون یہ نہین کہ حالت اضطرار مین کوئی حیلہ یا الزام اسکا باعث ہو جاوے اور انہین فقہی حیلون مین سے یہ بھی ہے کہ جب مال پر سال پورا ہونے کو ہو تو مرد اپنی زوجہ کو مال ہبہ کر دے اور جب اوسکی ملک پر سال گذرنے کو ہو تو وہ شوہر کو بخشدے تاکہ زکوٰۃ نہ دینی پڑے ایسے حال مین فقیہ یہی حکم دینگے کہ زکوٰۃ ساقط ہوئی مگر ہم اونسے یہ پوچھتے ہین کہ اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ مطالبہ سلطان یا محصل زکوٰۃ کا نہ رہا تب تو یہ حکم درست ہے اسواسطے کہ اونکی نظر ظاہر ملک پر ہے اور وہ جاتی رہی اور اگر یہ غرض ہے کہ وہ شخص قیامت کی بازپرس سے بھی بچ رہیگا اور اسکا حال ایسا ہوگا کہ گویا مالدار ہوا ہی نہ تھا یا جیسا کوئی بیع و شرا بطور تجارت کرے تو اس صورت مین کمال ہی درجے کی ناواقفیت فقہ دینی اور سر زکوٰۃ سے ہے کیونکہ زکوٰۃ اسیواسطے دیتے ہین کہ آدمی کی طبیعت سے بخل جاتا رہے اسلیے کہ بخل ایک مہلک چیز ہے چنانچہ حدیث شریف مین تین مہلک چیزون مین بخل مطاع بھی داخل ہے اور صورت مفروضہ مین اوس شخص کا فعل موجب بخل کی اطاعت کا ہے پہلے سے ایسا نتھا پس جس چیز کو اسنے باعث اپنی نجات کا سمجھا کہ زکوٰۃ نہ دینی پڑے وہی باعث اسکی بربادی کا ہوا خدای تعالی کو اسکے دل کا حال معلوم ہے

کہ مال کی محبت و حرص رکھتا ہے اور حرص میں اس درجے کو پہونچ گیا کہ بخل کے دور کرنے کے لیے
حیلے ڈھونڈھتا ہے یہی جہالت و غرور ہے اور ایک توہم ان فقہا کا یہ ہے کہ خدا تعالی نے نفقہ
وغیرہ کے مصالح کیواسطے بقدر حاجت مال کو مباح فرمایا ہے مگر یہ لوگ حاجت میں اور شہوات اور
تمنا و فضول میں فرق نہیں کرتے جس چیز سے اپنی رعونت کامل ہوتی دیکھتے ہیں اوسکو حاجت سمجھتے ہیں
حالانکہ یہ اونکی غلطی ہے بلکہ دنیا جو بندونکی حاجت کیواسطے مخلوق ہوئی ہے اوسکے یہ معنی ہیں کہ جسقدر
عبادت اور سلوک راہ خدا میں کام آوے اوسقدر اونکو مباح ہے پس جسقدر سے آدمی دینی امر عبادت میں
استعانت لے تو وہ حاجت میں داخل ہوگی اور اوسکے سوا سب فضول و شہوت کہلاوینگی خلاصہ
یہ کہ فقہا کی اسطرح کے توہمات اگر ہم ذکر کریں تو اوسکے واسطے دفتر چاہیے ہمنے تفصیل کو طویل سمجھکر
صرف مشتے نمونہ از خروارے چند مثالیں لکھدیں جنسے معلوم ہو کہ انکے توہمات اس قسم کے ہوتے ہیں

دوسری فصل ارباب عبادت و عمل کے غرور میں یہ لوگ بھی چند فرقے ہیں بعضونکو نماز میں
اور بعضون کو تلاوت قرآن مجید میں اور بعضون کو حج میں بعضون کو جہاد میں بعضون کو زہد میں
مغالطہ ہوتا ہے اسیطرح جو جسطرح کا عمل کرتا ہے وہ اوسمین خالی غرور سے نہیں البتہ دانا آدمی
مغالطہ نہیں کھاتے لیکن ایسے لوگ کمتر ہیں غرضکہ انمین ایک قسم ایسا ہے جو فرائض کو چھوڑکر
نوافل اور مستحبات میں مشغول ہوتے ہیں اور کبھی مستحبات میں ایسا مستغرق ہوتے ہیں کہ نوبت افراط
و اسراف کی پہونچ جاتی ہے مثلاً بعضے لوگون پر وضو میں وسوسہ غالب ہوجاتا ہے تو اوسمین حد سے
زیادہ مبالغہ کرتے ہیں یہانتک کہ جو پانی شریعت کی رو سے پاک ہو اوسمین بھی انکو خلجان
رہتا ہے اور دور دراز احتمالات نجاست کو قریب تصور کرتے ہیں اور اکل حلال کا ذکر آوے
تو اوسکے احتمالات قریب کو بھی بعید جانتے ہیں بلکہ بعض اوقات حرام محض کھا لیتے ہیں حالانکہ
اگر پانی کی احتیاط کو کھانے میں استعمال کرتے تو صحابہ رض کی سیرت سے زیادہ مشابہ ہوتے
جیسا کہ حضرت عمر رض کے حال میں ہے کہ آپنے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو
کرلیا باوجودیکہ احتمال نجاست ظاہر ہے لیکن کھانے میں اتنی احتیاط تھی کہ بہت سی حلال چیزیں
بھی چھوڑ دیتے تھے اس خوف سے کہ حرام میں مبتلا نہون پھر ان لوگون میں سے بعض استنجا میں
پانی بہانے میں اسراف کرتے ہیں حالانکہ اوس سے ممانعت قطعی ہے اور بعضون کو اتنا وہم ہوتا ہے
کہ وضو ہی کرتے کرتے جماعت جاتی رہتی ہے خواہ وقت نکلجاتا ہے اور اگر وقت ہی نکلے تب بھی انکی
غلطی میں کچھ شک نہیں اسلیے کہ اول وقت نماز تو فوت ہوگیا اور اگر اول وقت بھی رہے تب بھی

پانی کے اسراف سے مغرور ہوگا اور اسراف بھی نہ کرے تو غسل میں غرغرہ تریدیر کو ایسی شے میں ضائع
کرتا جسمین بہت وسعت ہے غرض خیالی بات ہے مگر کیا کیا جاے کہ شیطان لوگون کو بڑے عمدہ طریقہ سے
عبادت سے باز رکھتا ہے اور جبتک کسی چیز کو عابد کے دل مین جما نہین دیتا کہ یہ عبادت ہے
تبتک اوسکی رہزنی نہین کرسکتا مگر اسطرح کے خیالات سے اونکو اللہ سے دور کرتا ہے اور ایک
فرقہ اور ہے جسپر نماز کی نیت مین شک غالب ہوتا ہے اوسکو شیطان اتنی مہلت نہین دیتا کہ نیت درست
کرے بلکہ اتنا پریشان کرتا ہے کہ یا جماعت جاتی رہے یا وقت نماز فوت ہوجاے اور اگر تکبیر نماز کی
کر بھی لی تو ابھی تک صحت نیت مین تردد رہتا ہے اور کبھی اللہ اکبر کہتے ہین وسوسہ کرتے ہین اتنا
کہ شدت احتیاط کے باعث الفاظ تکبیر کے بدلجاتے ہین شروع نماز مین تو یہ صورت ہوتی ہے پھر
تمام نماز مین غافل رہتے ہین دل کو حاضر نہین کرتے اور مغالطے سے جانتے ہین کہ یہ خدا کے
نزدیک اچھی بات ہے کہ اپنی جانون پر شروع نماز مین نیت درست کرنے کے لیے اتنی مشقت اٹھاوین
اور ایک فرقہ اور ہے کہ اونپر وسوسہ حروف الحمد اور تمام وظائف کے مخارج کا غالب رہتا ہے وہ
ہمیشہ تشدید و مد اور ضاد اور ظا کے جدا کرنے اور تمام مخارج حروف کی تصحیح مین احتیاط کیا کرتے ہین
ساری نماز مین اسیکو ضروری جانکر اور چیز مین فکر ہی نہین کرتے معنی قرآن اور اوسکی نصیحتون اور
اسرار کے سمجھنے سے کچھ سروکار نہین رکھتے اور یہ بہت بڑا مغالطہ ہے اسلیے کہ خدای تعالی نے
خلق کو حکم تلاوت قرآن کا ایسی ہی طرح پر دیا ہے جیسی وہ لوگ روزمرہ گفتگو کرتے ہین پھر اوسمین
بناوٹ اور سجع کی کہان سے آئی ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو ایک پیام دیا گیا
کہ بادشاہ کے حضور مین جاکر اسکو بجنسہ ادا کردینا جب یہ بادشاہ کے سامنے پہونچا تو پیام ادا کرنے
مین مخارج حروف کا خیال بہت سا کیا اور لفظون کو چبایا اور کئی کئی دفعہ کہنا شروع کیا اس
بات کی خبر نہ رکھی کہ پیام کا مضمون کیا تھا اور بادشاہون کے حضور رعایت آداب کسطرح ہوا کرتی ہے
تو ایسا شخص بجز اسکے کہ تادیب سرزنش کرا کر پاگل خانے مین بھجوا دیا جاوے اور کس بات کے لائق ہے
اور ایک فرقہ اور ہے جو قرآن پڑھنے مین مغالطہ کھاتے ہین گھاس ہی کاٹتے چلے جاتے ہین
اور بعض اوقات ایکدن مین ایک ختم کرتے ہین مگر زبان سے تو قرآن پڑھتے ہین اور دل مین
طرح طرح کی آرزوئین گذرتی ہین اسلیے کہ پڑھنے مین معانی کیطرف تو توجہ ہی نہین تاکہ اونکی زجر و تنبیہ
اور وعظ سے کچھ اثر دل مین ہوا اور ان خیالات واہی سے بچے اور اوامر و نواہی پر توقف کرے
اور عبرت کے مضامین سے خوف پیدا ہو یا اور کوئی مقصود تلاوت جو باب تلاوت قرآن مین

ہے ہمنے لکھے ہین اونمین سے کوئی حاصل ہوا اوراس پڑھنے پر پھر یہ گمان ہے کہ مقصود قرآن کے
اوتارنے سے یہی ہے کہ سینے مین گنگناٹ اوسکا رہے معنی سمجھے ہین نہ آئین تو نہ آوین اوراوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلام کو ایک رقعہ لکھے اور حکم دے کہ فلان بات کرنا اور فلان بات کرنا
غلام نے اوس رقعے کے سمجھنے کیطرف اور اوسکے بموجب عمل کرنے پر توجہ نہ کی بلکہ اوس رقعہ کے
یاد کرنے پر کفایت کی تو جانا ہے کہ اسے مدد ملی ہے اپنے آقا کی کی مگر شقے کو بہت نغمہ اور آواز
بلند سے دن مین سو دفعہ پڑھتا رہا تو بیشک یہ غلام سزاوار سزا ہوگا اور اگر اوسکو یہ گمان ہو کہ
یہ رقعہ اسیلیے آیا تھا تو صریح مغالطہ ہے ہان قرآن کی تلاوت سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بھول نجاوے
یاد رہے اور حفظ سے یہ مقصود ہے کہ معنی پر غور ہو اور معنی سے یہ مراد ہے کہ اوسکے بموجب عمل کرکے
اور فایدہ اوٹھائے۔ اور بعض اوقات قاری کی آواز اچھی ہوتی ہے تو تلاوت سے لذت پاتا ہے
اور گمان کرتا ہے کہ یہ لذت مناجات الٰہی کی ہے اور اوسکے کلام سننے کی ہے حالانکہ یہ لذت
صرف آواز کی ہے اگر اسی درد سے اور کوئی شعر اور کلام پڑھیگا تب بھی وہی لذت ہوگی اور اسکو
مغالطہ اسی جہت سے ہوا کہ دل مین تامل نہ کیا کہ یہ لذت قرآن مجید کے حسن عبارت و معانی کی ہے
یا آواز کی اور ایک فرقہ اور ہے جو روزے پر فریفتہ ہین اور کبھی برابر روزے رکھتے ہین یا ایام
متبرک مین روزے رکھتے ہین مگر اپنی زبانون کو غیبت سے اور دلون کو ریا سے اور پیٹ کو حرام سے
اور کلام کو بیہودگی سے نہین بچاتے دن بھر فضول بکتے رہتے ہین اور باوجود اسکے اپنے آپ کو
بہتر سمجھتے ہین جو بات فرض ہے اوسکو ادا نہین کرتے نفل کے طالب ہوکر اوسکو بھی جیسی چاہیے
ویسی نہین ادا کرتے اور یہ صریح دھوکا ہے اور ایک فرقہ اور ہے کہ حج پر مغرور ہین حج کرنے
جو جاتے ہین تو حقوق اور دیون لوگون کے نہین دیتے بے اجازت مان باپ کے اور بدون زاد
حلال کے نکل کھڑے ہوتے ہین اور کبھی یہ صورت فرض حج کے اولکے بعد کرتے ہین راستے مین
نماز اور فرائض کو ضائع کرتے ہین اور کپڑے اور بدن کے پاک کرنے سے عاجز ہوتے ہین اور
لوگون پر چندہ سا ڈالے لئے جاتے ہین اور اثنای راہ مین فحش اور جھگڑے سے پرہیز نہین کرتے
بعض لوگ مال حرام پیدا کرکے رستے مین رفیقون کو دیتے جاتے ہین اور غرض اس دینے سے
ریا اور شہرت ہوتی ہے انکے ذمہ دوہرا گناہ ہوتا ہے کہ اول تو حرام سے پیدا کیا دوسرے ریا مین
خرچ کیا پھر گھر پر جو آتے ہین تو دل مین صفات ذمیمہ اور اخلاق بد کا غزانہ ہوتا ہے پہلے حج
کرنے سے اونکو دور نہین کرلیتے اور باینہمہ اسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے

اور ایک فرقہ اور ہے جو اپنے ذمے کام محتسب کا لے لیتے ہین اور لوگون کو امر معروف اور نہی منکر
کرتے ہین مگر اپنے نفس سے غافل ہوتے ہین جب کسیکو خیر کیواسطے کہتے ہین تو سختی اور درشتی اور
ریاست کے طور پر کہتے ہین اور اگر خود اوسنے ارتکاب کسی امر بد کا ہو جاوے اور کوئی شخص اعتراض
کرے تو غصہ ہو کر کہتے ہین کہ ہم محتسب ہین ہمارے اوپر اعتراض کرتے ہو اور بعضون کا یہ دستور
ہوتا ہے کہ اپنی مسجد مین لوگون کو بلاتے ہین اور جو کوئی دیر کر آتا ہے اوسکو سخت و سست کہتے ہین
اور اس سے غرض انکی ریا و ریاست ہوتی ہے اور اگر مسجد کی خدمت کا کوئی دوسرا شخص کفیل ہو جاوے
تو اوسپر خفا ہونے لگتے ہین بلکہ بعض اشخاص خود اذان کہتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم خدا کیواسطے
اذان کہتے ہین لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اونسے پیچھے اگر اذان کہدے تو اوسپر قیامت ٹوٹ پڑے اور
کہین کہ ہمارا حق تو نے کیون لیا اور ہمارے ثواب مین کیون خلل دیا اسیطرح بعض اوقات کفالت امامت
کرتے ہین اور اوسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ غرض یہ ہوتی ہے کہ کوئی یون کہے کہ مسجد کے امام ہین اسی
نظر سے اگر کوئی غیر شخص جو اونکی نسبت متقی اور عالم ہو امامت کے لیے بڑھ جاوے تو اونکو برا معلوم
ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے کہ جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین جا رہتے ہین اور اسی دھوکے مین
پڑ جاتے ہین نہ اپنے دلون کو دیکھتے ہین نہ اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہین اونکے دل وطنون مین
پڑے ہوے ہین اور ہر ایک دوشناس سے اس قول کے سننے کے منتظر ہین کہ فلان شخص مکہ کا مجاور ہے
اور بعض دفعہ ایسا شخص خود ہی فخریہ کہتا ہے کہ مین اتنے برس مجاور مکہ رہا اور جب لوگون سے سنتا ہے
کہ یون کہنا برا ہے تو زبان سے فخر کو چھوڑ دیتا ہے مگر دل مین چاہتا رہتا ہے کہ لوگون کو حال معلوم
ہو جاوے پھر بھی مکہ معظمہ مین اسواسطے بیٹھتا ہے کہ لوگ اپنے ہاتھ کے میل مین سے کچھ اسکو دین
اور جب اسطرح کچھ پیدا کر لیتا ہے تو بخل کرتا ہے اور اوسکا جی نہین چاہتا کہ کسی فقیر کو ایک لقمہ بطور
خیرات دیدے تو اس شخص مین ریا اور بخل اور طمع اور چند دوسرے مہلکات جمع ہو جاتے ہین کہ
اگر مکہ کا مجاور نہوتا تو اون سے محفوظ رہتا لیکن محبت تعریف کی اور اس قول کی کہ کوئی سنے کہ مجاور مکہ
ہے ایسی دل پر سمائی کہ باوجود آلودہ ہونے کے ان رذائل مین مکہ کا پڑا رہنا منظور کیا تو ایسا شخص بھی
مغالطے مین ہے حاصل یہ کہ جو عمل خواہ عبادت ہے اوسمین بہت سے آفات ہین جو شخص کہ اوسکے
آفات کی راہون سے ناواقف ہے اور اوسپر اعتماد بہتری کا رکھتا ہے وہ واقع مین غلطی پر ہے اور
آفات کی راہون کی تفصیل بدون تمام ابواب اس کتاب کے معلوم نہین ہو سکتی مثلا غرور نماز کی تفصیل
باب نماز مین ملیگی اور حج اور زکوۃ اور تلاوت اور دوسرے عبادات مین غرور کی راہین اون ابواب مین بیان

ملیگی نہیں ہمنے ان اشیا کا ذکر کیا ہے یہاں غرض یہ ہے کہ مجمل اشارہ اون ابواب کے ذکر کیطرف ہو جائے
اور ایک فرقہ اور ہے جو مال میں رہ بکرتے ہیں اور جو پاک و پوشاک سے گھٹیا پر قناعت کرتے ہیں اور
گھروں کی عوض مسجدوں میں جا رہتے ہیں یا اپنے گمان میں زاہدوں کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے مگر باوجود
اسکے رغبت ریاست اور جاہ کی رکھتے ہیں جو اونکو علم سے یا وعظ سے یا صرف زہد سے تو انہیں لوگوں نے
اگرچہ مال چھوڑ دیا مگر بڑی مہلک چیز میں جا پھنسے اسلیئے کہ جاہ بہ نسبت مال کے زیادہ مہلک ہے اگر یہ لوگ
جاہ کے تارک ہو کر مال لیتے تو شاید بچ بھی جاتے اب تو مغالطے میں پڑ گئے یعنی اپنے آپ کو تصور کیا
کہ ہم زاہد ہیں حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ دنیا اسکو کہتے ہیں اور یہ کہ اوسکی تمام لذتوں کا انتہائی درجہ ریاست ہو
اور جو شخص ریاست کی خواہش کرتا ہے وہ بیشک منافق اور حاسد اور متکبر اور ریاکار اور سب اخلاق بد
سے موصوف ہوتا ہے۔ اور کبھی عابد ریاست کا بھی تارک ہو کر تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے
مگر مغرور اس صورت میں بھی رہتا ہے اسواسطے کہ اپنے اس فعل سے اغنیا کو سخت و سست کہتا ہے
اور اونکو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور عجب کی راہ سے اپنے نفس کیواسطے اونکی نسبت زیادہ ثواب کا
متوقع ہے اور کچھ اور دل کی خباثتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور اوسکو معلوم نہیں اور اگر کبھی اوسکو
کوئی شخص مال دیتا ہے تو اس خوف سے نہیں لیتا کہ لوگ کہینگے کہ زہد جاتا رہا اور اگر دینے والا کہے کہ
یہ مال حلال ہے ظاہر میں لے لو تنہائی میں واپس کر دینا تو نفس پر لوگوں کی مذمت کے خوف سے لینا
شاق ہوگا گو زہد میں کچھ فرق نہ پڑے اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص لوگوں کی ثنا کا خواہشمند ہے
جو کہ دنیا کی لذات میں سے سب سے زیادہ لذیذ ہے اور مدعی زہد فی الدنیا کا ہے حالانکہ مغرور ہے
علاوہ ازیں بعض اوقات توقیر اغنیا کی کرنے لگتا ہے اور اونکو فقرا پر ترجیح دیتا اور جو اپنا معتقد اور
ثناگو ہے اوسکی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور جو کسی دوسرے زاہد کا معتقد ہے اوس سے نفرت
کرتا ہے اسطرح کی سب باتیں شیطان کے دھوکے اور فریب ہیں۔ اور عابدوں میں کچھ لوگ ایسے
ہوتے ہیں کہ اپنے نفس پر بہت سختی کرتے ہیں اور اعضاء ظاہری سے بہت کام لیتے ہیں مثلاً
دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور ایک ختم قرآن کرتے ہیں اور ان باتوں میں سے کسی میں
رعایت دل کی نہیں کرتے کہ اوسکو بھی ریا اور کبر اور عجب وغیرہ مہلکات سے پاک کریں یا تو اس جہت سے
کہ انکو مہلک نہیں جانتے اور اگر جانتے بھی ہیں تو اپنے نفس کے مہلک نہیں سمجھتے اور یا اس جہت سے
کہ اپنے اعمال ظاہری سے یہ سمجھتے ہیں کہ گو یہ چیزیں نفس کی مہلک ہیں مگر ہم مغفور ہیں یا وہ ہم سے
احوال دل کا مواخذہ نہوگا اور یا یہ بھی جانتے ہیں کہ مواخذہ ہوگا مگر گمان کرتے ہیں کہ ہمارے

اعمال ظاہری کی بدولت نیکیون کا پلہ جھکا رہیگا اور یہ سب بری خیالات ہین اصل یہ ہے کہ متقی
کی ایک ذرہ بھر نیکی اور ہوشیاری کی ایک عادت ان جیسون کے پہاڑ کی برابر اعمال ظاہری سے
افضل ہے پھر یہ مغرور باوجودیکہ لوگون کے ساتھ کج خلق او سخت ہے اور باطن کا ملوث
ریا اور محبت شناخت خالی نہین جب کوئی اوسکو کہتا ہے کہ تم زمین کے قطب اور ولی اللہ اور
محبوب خدا ہو تو نہایت خوش ہوتا ہے اور زیادہ تر مغالطے مین پڑتا ہے اسوجہ سے کہ اپنی ذات مین
لوگون کا اچھا کہنا اس بات کی دلیل سمجھتا ہے کہ مین خدا کے نزدیک اچھا ہون اور یہ خبر نہین کہ لوگون کو
میرے دل کی خباثتون کا حال معلوم نہین اور ایک فرقہ اور ہے جو نوافل پر حریص ہوتے ہین اور
فرائض کو چندان معتبر نہین جانتے کوئی نماز چاشت سے خوش ہوتا ہے اور کوئی تہجد وغیرہ سے
اور فرضون مین یہ لذت نہین پاتا نہ فرائض کو اول وقت ادا کرنے کا حریص ہوتا ہے اور اس
حدیث قدسی کو یاد نہین کرتا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جتنا تقرب بندون کو میری طرف ادائے فرض سے
ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ خیرات مین ترتیب کو چھوڑ دینا بھی برا ہے
مثلاً بعض دفعہ آدمی پر دو فرض معین ہوتے ہین کہ ایک جاتا رہتا ہے اور دوسرا نہین جاتا اور
دو نفلین ہوتی ہین کہ ایک کا وقت تنگ ہے اور دوسری کا نہین تو ہر ایک مین ترتیب کا نگاہ
رکھنا ضرور ہے اگر ترتیب کا خیال نکریگا تو مغالطے مین پڑیگا اور اسکی نظیرین بیشمار ہین کیونکہ
گناہ بھی ظاہر ہے اور طاعت بھی ظاہر مگر اسمین مشکل بات یہی ہے کہ کونسی طاعت کو کس پر مقدم
کیا جاوے مثلاً کل فرائض کو نوافل پر مقدم سمجھنا چاہیے اور فرض عین کو فرض کفایہ پر اور
وہ فرض کفایہ جسکا ادا کرنا صرف اپنے ہی اوپر آپڑے اوسکو اوس فرض کفایہ پر مقدم سمجھے جسکو کوئی
دوسرا ادا کر دے اور فرض عین مین سے بھی جو زیادہ تر ہے اوسکو پہلے ادا کرے اور اوسکے بعد وہ
ہو جو اوسکی نسبت کم ہے اور جو قضا ہونے والا ہو اوسکو اول ادا کرے اوس سے کہ قضا نہو جیسے
مان کی حاجت کو باپ کی حاجت سے پہلے ادا کرے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ
کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین کس سے سلوک و احسان کرون آپنے فرمایا
اپنی مان سے اوسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپنے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اوسنے عرض کیا
کہ پھر کس سے آپنے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اوسنے پوچھا کہ اوسکے بعد کس سے احسان کرون
آپنے فرمایا کہ اپنے باپ سے پھر اوسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپنے فرمایا ادناک فادناک
یعنی جو سب سے قریب ہو اوس سے اوسکے بعد جو اوس سے قریب ہو اس سے معلوم ہوا کہ صلہ

رحم مین ابتدا زیادہ تر قریب سے کرے اور اگر قرابت مین برابر ہون تو زیادہ تر محتاج سے اور
اگر اسمین بھی برابر ہون تو جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو اوس سے شروع کرے اسیطرح جسکے پاس
اتنا مال ہو کہ خدمت والدین اور حج کو کفایت نکرے وہ براہ مغالطہ حج کرتا ہے حالانکہ خدمت والدین
حج پر مقدم کرنی چاہیے کیونکہ خدمت والدین اہم تر ہے بہ نسبت حج کے۔ اسیطرح اگر ایک شخص نے
کسی سے کچھ وعدہ کیا اور ایفای وعدہ کے وقت جمعہ کا وقت آگیا اور جمعہ ایسی چیز ہے کہ قضا
ہو جاویگا تو اس صورت میں ایفای وعدہ مین مشغول ہونا گناہ ہے گو وہ بھی بذات خود طاعت ہے
اسیطرح اگر کسیکے کپڑے پر نجاست لگ گئی اوسکے واسطے ماں باپ اور گھر کے لوگون کو سخت و سست
کہنے لگا تو مغالطہ ہے ہر چند نجاست بھی بری ہے اور ماں باپ کا ایذا دینا بھی برا مگر اونکی ایذا سے
پرہیز کرنا زیادہ مہم ہے بہ نسبت نجاست سے بچنے کے اسطرح کی مثالین جنمین ایک ممنوع بات
دوسری کے مقابل ہے یا ایک طاعت دوسری کے مزاحم بہت ہین مگر انمین ترتیب کا لحاظ نہ رکھنا
مغالطہ ہے اور یہ مغالطہ نہایت دقیق باب ہے کیونکہ آدمی کو یہ وہم ہوتا ہے کہ مین طاعت
کرتا ہون یہ نہین سمجھتا کہ جو طاعت مجھپر اس سے زیادہ مہم اور ضروری تھی اوسکو ترک کرنے سے
یہ دوسری طاعت گناہ ہوگئی۔ اور اسی قبیل سے ہے مشغول ہونا خلافیات فقہ مین اوس
شخص کے حق مین جسکو طاعات و معاصی ظاہری و باطنی کا کام رہا ہوا ہو جو اعضای ظاہری اور
قلب سے متعلق ہین اسلیے کہ فقہ سے مقصود اون مسائل کا جاننا ہے جنسے دوسرے کا کام نکلے
تو اون مسائل کا جاننا جو اسکے دل کے کارآمد ہین بیشک مناسب تر ہے مگر یہ محبت ریاست اور
جاہ اور لذت مباہات اور غلبۂ اقران آدمی کو اندھا کر دیتے ہین اسی جہت سے مغالطے مین
پڑتا ہے اور جانتا ہے کہ مین دین کا امر ضروری کر رہا ہون

تیسری فصل صوفیون کے مغالطے مین

ان لوگون پر دھوکا بہت غالب ہوتا ہے اور
انکے بھی بہت سے فرقے ہین ایک فرقہ انمین وہ ہے جو حال کے صوفی ہین اونکا دستور یہ ہے
کہ سچے صوفیون کیطرح اپنا لباس ہیئت اور الفاظ اور آداب اور مراسم اور اصطلاحات بناتے ہین
اور ظاہر حالات مین اونکے موافق ہوتے ہین مثلاً راگ سنتے ہین اور حال کرتے ہین اور طہارت
اور نماز اونھین کیطرح بجا لاتے ہین مصلّون پر سر جھکا کر اور گریبان مین گردن ڈالکر متفکرون کیطرح
بیٹھتے ہین لمبی لمبی سانس لیتے ہین آواز بات کرنے مین بہت پست کرتے ہین غرض جتنی
شمائل اور صورت اچھے صوفیون کی ہوتی ہے سب اختیار کرتے ہین اور اسی لحاظ سے اونکو

مغالطہ ہوتا ہے کہ ہم بھی صوفی ہو گئے لیکن خدا جسکو بچا لیتا ہے وہ دھوکے مین نہین آتا ظاہری
صورت تو صوفیون کی اختیار کر لیتے ہین مگر اپنے نفسون پر مجاہدہ اور ریاضت اور دل کی حفاظت اور ظاہر باطن کو خفی اور جلی
گناہون سے پاک نہین کرتے جو صوفیون کی درجہ کی باتین ہین اگر یہ سب باتین بھی کر گذرین تب بھی یہ نہین کہہ سکتا
کہ اپنے آپکو صوفیون مین شمار کرین ایسا بول بولین پھر جبکہ ان باتونکی گرد بھی پھرے ہون اور نہ اپنے نفسون سے کبھی اسکے
طالب ہوئے ہون بلکہ حرام اور شبہات اور بادشاہون کے مال پر گرے ہون اور ایک ایک کوڑی اور پیسہ اور روٹی کے ٹکڑے پر
جان دیتے ہون اور ذرا ذرا سی بات پر حسد کرتے ہون اور بشرطیکہ کوئی ذرا سی مخالفت اونکی کسی مطلب مین کرے تو ایک
دوسرے کی ہتک عزت کے روادار ہون تو پھر ایسے صوفی کہلانے لگے اور ان لوگون کا مغالطہ ظاہر ہے اور اونکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی بڑھیا سنے کہ دلیرون اور بہادرون کے چہرے لکھے جاتے ہین اور اونکے
واسطے جاگیرین مقرر ہوتی ہین تو اوسکو بھی شوق جاگیر لینے کا دامنگیر ہو اسکے لیے ایک زرہ پہنے اور
سر پر خود رکھے اور جو اشعار کہ میدان کارزار مین گردان دلاور جوش جرات کیواسطے پڑھتے ہین اونکو
کسی سے سیکھ لے اور جس طرح پہلوان معرکہ جنگ مین اکڑ کڑ کے چلتے ہین وہ بھی دریافت کر لے
غرض تمام اونکے خصائل اور گفتگو اور حرکات و سکنات سیکھ کر لشکر مین جاوے کہ دلیرون مین نام لکھا جاوے
جب وہان پہونچے تو افسر محکمہ کو حکم ہو کہ اسکا زرہ و خود اتار کر سب اعضا درست دیکھ لو اور کسی پہلوان سے
کشتی کراؤ تا کہ معلوم ہو کہ کتنی جرات اسمین ہے جب بموجب حکم لباس ظاہری اوتارا جاوے تو معلوم ہو کہ
ایک بڑھیا کمزور جس سے اچھی طرح زرہ و خود بھی نہ چل سکے موجود ہے اوسوقت اوس سے کہا جاوے
کہ تو بادشاہ سے ہنسی کرنے آئی تھی کہ سب لوگون مین اوسکی ہنسی ہو اور فریب مین آجاوے پھر اوسکو
حکم دیا جاوے کہ اسکو پکڑ کر ہاتھی کے پانون مین ڈلوا دو کہ ہڈی پسلی سب پس ڈالے یہی حال اون
لوگون کا جو ظاہر مین لباس صوفیون کا رکھتے ہین قیامت مین اوس بڑے بادشاہ کے سامنے
پیش ہونگے جو لباس ظاہری اور گدڑی کو نہین دیکھتا اور دل سے سروکار رکھتا ہے اور ایک فرقہ
اور ہے جو اس پہلے فرقے کی نسبت زیادہ مغالطے اور غرور مین ہین اونکو یہ شاق معلوم ہوتا ہے
کہ کپڑے گھٹیا ہون اور صوفی بننے کو بھی دل چاہتا ہے اور بدون لباس صوفیون کے صوفی بن
نہین سکتے اسواسطے اونھون نے حریر اور ریشم تو چھوڑ دیا مگر نفیس مرقع اور عمدہ عمدہ مخطط کپڑے اور
رنگین سجادے تلاش کیے اور کپڑے ایسے پہنے جو ریشمی سے بھی قیمت مین زیادہ ہون اور گمان کیا کہ
صرف کپڑا رنگنے اور پیوند لگانے سے صوفی ہو گئے اور یہ نہ جانا کہ کپڑے صرف اسواسطے رنگے گئے کہ
اونکو ہمیشہ میل کے باعث دھونا نہ پڑے اور چونکہ اکابر سلف پیوند لگا کپڑا پہنتے تھے نیا نہ پہنتے تھے اسواسطے

اور خون نے بھی پیوند لگا ہوتا مگر ایسے عمدہ کپڑے کو کاٹ کاٹ کر مرقعات سلوانے سے کیسے پہلے
لوگوں کے مشابہ ہو گئے ان لوگوں کی خام خیالی سب مغروروں سے بڑھکر ہے اسلیے کہ یعنی نفیس
کپڑے پہنتے ہیں اور لذیذ کھانے کھاتے ہیں خوب مزے اڑاتے ہیں حکام ظالم کا مال لیتے ہیں
اور ظاہری گناہوں سے بھی نہیں بچتے باطل کا تو کیا ذکر ہے اور پھر صوفی کے لیے بھی بنے ہوئے ہیں
اور اپنے آپ کو بہتر خیال کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی شر خلق میں بھی پھیلتی ہے کیونکہ جو انکی پیروی
کرتا ہے وہ تباہ ہوتا ہے اور جو پیروی نہیں کرتا اوسکا عقیدہ سب صوفیوں کیطرف سے ڈھیلا ہو جاتا ہے
سب کو وہ ایسا ہی جانتا ہے اور سچے صوفیوں کی نسبت بھی انکی غیبت کو دیکھنے سے زبان طعن
کھولتا ہے اور یہ سب انھیں لوگوں کی شامت اور شرارت سے ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے
جو علم معرفت کے مدعی ہیں اونکو دعوی ہے کہ ہم سب مقامات و حالات سے عبور کر چکے ہیں ہر وقت
مشاہدہ حق میں رہتے ہیں اور قرب الی اللہ میں پہنچے ہوئے ہیں حالانکہ ان باتوں کے صرف نام
اور الفاظ ہی سنے ہوتے ہیں لیکن چند باتیں خلاف قیاس اہل معرفت کی سیکھ لیتے ہیں اور انھیں کو
گاتے پھرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ یہ باتیں سب پہلوں اور پچھلوں کے علم سے اعلی ہیں بہین لحاظ
فقہا اور مفسرین اور محدثین اور عابدین کو بھی بنظر حقارت دیکھتے ہیں عوام بیچارے کس گنتی میں ہیں
یہان تک کہ اگر کوئی کسان یا جلاہا اپنا کام چھوڑ کر چند روز انکی صحبت میں رہتا ہے اور وہ باتیں وہی
سیکھتا ہے تو وہ بھی اونکو کہتا پھرتا ہے اور جانتا ہے کہ جو میں کہتا ہوں سب حق کی رو سے کہتا ہوں نا
اوپر سے مارو پیانکی باتیں سنتا ہوں عابدوں اور علما کو جاہل نہیں جانتا عابدوں کو تو کہتا ہے
کہ یہ لوگ محنتی اور مزدور ہیں اور علما کے باب میں کہتا ہے کہ یہ بولنے کی جہت سے خدا تعالی سے
محجوب ہیں اپنے آپ کو دعوی کرتا ہے کہ خدا رسیدہ اور مقرب ہوں حالانکہ خدا کے نزدیک یہی لوگ
منافق اور بدکار ہیں اور اہل دل کے نزدیک احمق اور جاہل ہیں کبھی علم پڑھا نہ کوئی خلق درست کیا
نہ عمل آراستہ کیا نہ دل کی حفاظت کی بجز اسکے کہ جو دل نے چاہا وہ کیا اور چند بیہودہ باتیں سیکھ کر
یاد کر لیں اور ایک فرقہ اور ہے جنھوں نے شریعت کو لپیٹ دھرا اور آزادی میں مبتلا ہو کے
احکام کو ترک کر کے سب حلال و حرام کو برابر سمجھا اونمیں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی ہمارے
عمل سے بے پرواہ ہے پھر ہمکو اپنے نفس پر تکلیف کرنے سے کیا فائدہ اور بعض کا یہ قول ہے کہ لوگوں کو
حکم ہے کہ دلوں کو شہوات اور محبت دنیا سے پاک کریں مگر یہ بات محال ہے غرضکہ امر ناممکن کا حکم
دیا گیا ہے اور اس دھوکے میں وہ آتے ہیں جسکو تجربہ نہو ہم نے تو امتحان کر کے دیکھ لیا کہ یہ امر محال ہی

اور اس احمق کو یہ خبر نہیں کہ حکم شہوت غضب کے دور کرنے کا جو ہوا ہے تو اوس سے یہ مراد نہیں کہ اونکو جڑ سے اکھاڑ دین بلکہ یہ حکم ہے کہ اونکو ایسا دبا دین کہ ہر ایک اونمین سے تابع حکم شرع اور عقل کا ہو جاوے اور بعض کہتے ہین کہ اعمال ظاہری کا تو کچھ اعتبار نہیں خدا تعالی دلون کو دیکھتا ہے اور ہمارے دل خدا کی محبت مین شیفتہ و فریفتہ ہین اور معرفت مین کمال کو پہونچ گئے ہین سے تو ہم دنیا کے کام کرتے ہین اور دل آستانہ لامکان کے معتکف ہین تم مین جو شہوات کی پابندی ہے تو ظاہری کے اعتبار سے ہے دل کے اعتبار سے نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ ہم لوگ عوام کی رتبے سے بڑھ گئے ہین ہمکو حاجت تہذیب نفس کی اعمال بدنی سے نہین اور چونکہ ہم لوگ معرفت مین قوی ہین تو شہوات ہمکو راہ سلوک سے نہین روک سکتین اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو یہ لوگ انبیا علیہم السلام کے درجے سے بھی بڑھکر سمجھتے ہین اسلیے کہ اونکا ایک ہی خطا مانع سلوک تھی اور اوسکے واسطے برسون گریہ وزاری اور نوحہ و اشکباری متواتر کرتے تھے۔ ان لوگون کی قسمین جو اپنے آپ کو آزاد اور مشابہ صوفیون کے سمجھتے ہین بہت ہین اور بنا سب کے مغالطے کی یہی ہے کہ شیطان کے وسوسے مین آجاتے ہین اسلیے کہ بدون علم کے پڑھے اور کسی واقف کار شیخ کی اقتدا کیے مجاہدے مین لگ جاتے ہین حالانکہ اقتدا علم کی کرنی چاہیے ع کہ بے علم نتوان خدا را شناخت ۔ اور ایک فرقہ اور ہے جو ان لوگون سے بھی بڑھکر ہے وہ اعمال اچھی طرح کرتے ہین اور طلب حلال مین سعی کرتے ہین اور دل کے درپے رہتے ہین یہان تک کہ بعضے تمام مقامات زہد اور توکل اور رضا اور محبت کے مدعی ہوتے ہین مگر نہ اون مقامات کی حقیقت کو جانتے ہین نہ شروط و علامات و آفات پہچانتے ہین بعضے مدعی اس بات کے ہوتے ہین کہ ہم عاشق خدا اور اوسکے فریفتہ دام محبت ہین اور شاید انھون نے خدا تعالی کے باب مین ایسے خیالات باندھ لیے ہون جو عجب نہین کہ باعث ہون یا کفر بس محبت قبل معرفت کرنے لگتے ہین پھر اسیطرح یہ ہے کہ بعض کام ایسے کرتے ہین جو خدا تعالی کو برے معلوم ہون مثلاً خدا کے کام پر اپنے نفس کی خواہش کو ترجیح دینا اور بعضے کام خلق کی شرم سے نہ کرنے اور اگر علیحدہ ہوتے تو خدا تعالی کی شرم سے ہرگز نہ چھوڑتے مگر یہ نہین جانتے کہ یہ باتین خلاف محبت ہین بعض لوگ قناعت اور توکل پر سیل کرتے ہین اور جنگلو مین بے زاد و توشہ پھرتے ہین تاکہ دعوی توکل ٹھیک اترے لیکن یہ نہین جانتے کہ ایسا کرنا بدعت ہے سلف کے اکابر و صحابہ رض سے منقول نہین حالانکہ وہ لوگ انکی نسبت توکل کو زیادہ جانتے تھے مگر انھون نے یہ نہین سمجھا کہ جان کو خطرے مین ڈالنا اور توشہ نہ لینا توکل ہے بلکہ وہ لوگ توشہ

لیکن خدا پر توکل کرتے تھے اپنے توشے پر اعتماد نہ کرتے تھے ان لوگون کا یہ دستور ہی کہ کوئی زاد ہی نہین
زاد نہین لیتے مگر کسی اور سبب اپنا جی کڑا کر لیتے ہین خدا پر توکل جب بھی نہین کرتے نہ اونکی منجیات
کے متفرق مقامات ہین اونمین مغالطہ بھی ہوتا ہے جس سے لوگ دھوکا کھا جاتے ہین او نمین آفات کا
آ اہم نے جلد چہارم مین بیان کیا ہے یہان کچھ ضرورت لکھنے کی نہین اور ایک فرقہ اور ہے
کہ اونھون نے غذا ہی کے باب مین اپنے نفس پر تنگی کر رکھی ہے یہان تک کہ غذا حلال ہی
کھاتے ہین مگر سوا اس ایک خصلت کے دل اور اعضا کو اور خصائل کا پابند نہین کرتے اور بعض
اشخاص اپنے کھانے مین اور لباس و مکان مین تو حلال نہین ڈھونڈتے اور چیزون مین بہت
اسکی کاوش کرتے ہین اور بیچارے کو یہ خبر نہین کہ خدای تعالے اپنے بندون سے نہ تو صرف حلال
غذا سے راضی ہے اور نہ اس بات سے کہ تمام اعمال کرے اور طلب حلال نہ کرے بلکہ خدای تعالی کی
رضامندی کیواسطے سب طاعات کا بجالانا اور ہر ایک گناہ سے بچنا چاہیے اور جو یہ خیال کرے
کہ تھوڑی سی بات سے کام نکل جاویگا وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ خوش خلقی اور تواضع اور سخاوت کے
مدعی ہین اور صوفیون کی خدمت کے درپے ہین لوگون کو جمع کرکے بتکلف اونکی خدمت کرتے ہین
اور اس خدمتگزاری کو اپنی ریاست اور مال کا جال بنا رکھا ہے بظاہر تو خدمت کرتے ہین اور
غرض اونکی تکبر ہے ظاہر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کا اتباع کرینگے مگر دراصل مخدوم و متبوع بننا
چاہتے ہین اونکی خدمت سے اپنا نفع ڈھونڈھتے ہین - پھر مال حرام اور شبہات کا اکٹھا کرکے
اونکی خدمت کرتے ہین تاکہ خدمتگزاری مین نام مشہور ہو اور بہت سے تابع ہو جاوین بعضے لوگ
بادشاہون کا مال لیکر صوفیون کو کھلا دیتے ہین اور بعضے اوس مال کو راہ حج مین اور نیز صرف کرتے ہین
اور جانتے ہین کہ ہماری غرض صرف ان لوگون کی خدمت ہے حالانکہ ان سب کا باعث ریا اور
شہرت ہوتی ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ خدای تعالی کے احکام مین سے ظاہر و باطن ہین اور کچھہ
بجا نہین لاتے صرف حرام مال لیکر خدمت کرنے پر راضی ہین اور جو شخص مال حرام لیکر راہ حج مین
صرف کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسجد بنوانے اور اوسپر استرکاری پاخانے کی
کرے اور جانے کہ میری غرض عمارت سے ہے اور ایک فرقہ مجاہدہ اور تہذیب اخلاق
اور نفس کے پاک کرنے مین مشغول ہو کر عیوب نفس کی بحث مین بہت مبالغہ کرتے ہین اور
ہر حال مین عیوب کے جویان رہکر اونکی آفات مین نکتے نکالا کرتے ہین مثلاً کہتے ہین کہ نفس مین
یہ عیب ہے اور اگر اسکو عیب جاننے سے غفلت کرے تو یہ بھی عیب ہے اور اسکے عیب ہونے کی

اگر توجہ کرے تو یہ بھی عیب ہے اسیطرح گفتگو مسلسل بیان کرتے ہین اور ان حکمی باتون مین اوقات
ضائع کرتے ہین اور جو شخص عمر بھر عیوب کی تلاش اور اونکے علاج کی تحریر مین ہے اوسکی مثال
ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کے موانع اور اوسکی آفات کی تلاش مین ہے اور راہ حج کو طے
نکرے تو اس سے اوسکو کیا فائدہ ہوگا اور ایک فرقہ اور ہے جو اس رتبہ سے آگے بڑھ گئے ہین
اور سلوک طریق بھی شروع کر دیا ہے اور ابواب معرفت اونپر کھل گئے ہین پس جب ان معرفت کے
مبادی سے اونکے مغز مین خوشبو پہنچی ہے اوس سے متعجب اور خوش ہوتے اور اوسکی غرابت سے
عجب کرتے ہین اسواسطے اونکے دل اوسکی طرف ملتفت ہوکر سوچتے رہجاتے ہین کہ یہ دروازہ ہم پر
کیسے کھلا اور ون پر کیون بند ہے اور یہ مغالطہ ہے اسواسطے کہ خدا تعالی کی راہ کے عجائبات کی
کچھ انتہا نہین اگر سالک ہر عجیب بات پر ٹھہر جاوے اور اوسیکا مقید ہو رہے تو مقصود کیسے حاصل ہوگا
اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی ملازمت کو جاتا ہے اور اوسکی دروازہ کے
صحن مین ایک باغ دیکھے جسمین ایسے غنچے اور پھول ہون جو اوسنے کبھی نہ دیکھے ہون اور ٹھہرا ہوکر او نکو
تماشا کرے یہانتک کہ بادشاہ کی ملازمت کا وقت فوت ہو جاوے تو عجائبات پر توقف کرنا اور اونکی سیر
کا پابند ہونا بھی مغالطے مین داخل ہے چنانچہ مولانا رومی رحمہ فرماتے ہین شعر

ای برادر بے نہایت درگہیست	ہرچہ بروی میرسی بروی مایست

اور ایک فرقہ اور ہے جو اسسے بھی کچھ آگے نکل گئے ہین یعنی جو انوار و عطایا کہ اونپر راستے مین
فائز ہوتے ہین اونپر توجہ نہین کرتے اور نہ اوسسے اظہار فرح و سرور کرکے اوسیجگہ توقف کرتے ہین
بلکہ برابر راہ قطع کرنے سے کام رکھتے ہین یہانتک کہ قریب منزل مقصود پہونچکر اوس مقام پر جا لگتے ہین
جسکا نام قرب الی اللہ ہے اور یہان اگر یہ گمان کیا کہ ہم واصل الی اللہ ہوگئے تو توقف کیا اور دھوکا کھایا
کیونکہ خدا تعالی کے نور کے ستر پردے ہین جب سالک کسی ایک پردہ پر ان پردون مین سے پہونچتا ہے
اوسکو گمان ہوتا ہے کہ مین خدا رسیدہ ہوگیا اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے قول مین جسکا حال قرآن مجید مین خدا تعالی اسطرح ارشاد فرماتا ہے فلما جن علیہ اللیل
رای کوکبا قال ھذا ربی اس آیت مین کوکب سے مراد ستارہ آسمانی نہین کیونکہ ان ستارون کو
تو آپ کمسنی مین بھی دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ معبود نہین یہ تو بہت سے ہین علاوہ ازین
نادان بھی جانتے ہین کہ ستارے خدا نہین پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے شخص ستارے سے کسطرح
مغالطہ کھا سکتے ہین جس سے گنوار تک مغالطہ نہین کھاتے بلکہ مراد اس کوکب سے ایک نور اون

انوار میں کا ہے جو اللہ جل شانہ کے حجاب ہیں لیکن کے راستے پر ہیں اور خدای تعالیٰ تک پہونچنا بدون ان حجابوں سے طے کیے ممکن نہیں اور ان نور کے حجابوں میں سے بعضے مرتبے میں اور بعضے چھوٹے اور چونکہ اجرام فلکی میں سب سے چھوٹا ستارہ معلوم ہوتا ہے اسلیے چھوٹے حجاب کے لیے کوکب کو استعارہ کر لیا اور اجرام ہوائی میں سب سے بڑا آفتاب اور متوسط درجے پر قمر ہے اس تحقیق کے بعد آیت کے معنی سنئے چاہیں کہ بموجب اس آیت کریمہ کے وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیر آسمان کے ملکوت کی فرمائی تو نور کے بعد نور آتا گیا اور جو نور اول ملا اوسکو گمان کیا کہ یہی ہیچ گیا مگر پھر معلوم ہوا کہ اوسکے بعد اور بھی ہے اوسیر ترقی کی اور اسیطرح ترقی کرتے چلے گئے یہانتک کہ صرف وہی حجاب باقی رہا جسکے بعد مرتبہ وصول تمام ہوا اوسکی عظمت دیکھکر فرمایا کہ ہذا اکبر یعنی یہ سب سے بڑا ہے جب اوسکو بھی باوجود عظمت و جلال کے اوج کمال پر پایا اور پستی نقصان و موبلت سے خالی نظر آیا تو فرمایا لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور سالک طریق معرفت کو کبھی مغالطہ ہو جاتا ہے اور ان حجابوں میں سے کسی پر توقف کر دیتا اور بعض اوقات حجاب اول ہی پر ٹھہر جاتا ہے اور اول حجاب جو بندے کے اور خدا کے درمیان ہے وہ نفس ہے اسلیے کہ وہ بھی ایک امر ربانی ہے یعنی ایک نور ہے خدای تعالیٰ کے انوار سے جسکو سر قلب کہتے ہیں اور جسمیں حقیقت حق کی تمام کمال جلوہ افروز ہوتی ہے یہانتک کہ تمام عالم کی گنجایش اوسمیں ہو جاتی ہے اور سب پر محیط ہو جاتا ہے اور صورت کل کی اوسمیں جھلکتی ہے

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے	میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اور اس حالت میں اوسمیں نہایت درجے کی چمک ہو جاتی ہے کیونکہ وجود سب کا جیسا کہ واقع میں ہے ویسا ہی اوسمیں ظاہر ہو جاتا ہے اور شروع میں اوسکی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ایک فانوس اوسپر سرپوش کیطرح رہتا ہے مگر جب خدای تعالیٰ کے نور کی تجلی اوسپر ہوتی ہے تو وہ چمک پڑتا ہے اور دل کا جمال کھل جاتا ہے ایسے وقت میں جسکے دل پر یہ حال گذرتا ہے اگر وہ اپنے دل کیطرف التفات کرتا ہے تو اوسمیں اسقدر زیادتی جمال کی پاتا ہے کہ حیران ہو جاتا ہے بلکہ کبھی اوسی حیرانی میں کلمہ انا الحق زبان سے نکل جاتا ہے اور اگر پھر اوسکو یہ بھید راز نہیں کھلتا تو اسی مغالطے پر جم جاتا ہے اور ہلاک ہوتا ہے حالانکہ یہ مغالطہ خدا کے انوار میں سے ایک ادنیٰ ستارے سے ہو گیا ابھی تک نوبت قمر کی بھی نہ پہونچی تھی شمس کا تو کیا ذکر ہے

اور واقع مین یہ جگہ بھی مغالطے کی ہے اسلیے کہ تجلی کرنے والی چیز اور جسمین وہ تجلی کرتی ہے
دونون ایک صورت کی ہوجاتی ہین مثلاً جو شئ رنگین کہ آئینے مین نظر آتی ہے آئینے کا رنگ بھی
ویسا ہی نظر آتا ہے یا شیشۂ سفید مین اگر کوئی رنگدار چیز بھر دو تو شیشہ اوسی رنگ کا معلوم ہوگا
اسی لحاظ سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی چمک اور
تجلی اونمین زیادہ ہے تو مغالطے سے اونھین کو خدا جان لیا جیسے کوئی شخص ستارے کو آئینے
یا پانی مین دیکھکر گمان کرے کہ یہ ستارہ اسکے اندر ہے اور اوسکے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاوے
تو مغرور کہلاویگا - اور طریق معرفت کے طے کرنے مین جتنی قسم کے مغالطے ہوتے ہین اونکو بیان کو
دفتر چاہیے اور جب تک تفصیل علم مکاشفہ کی بالکل نکیجاوے تب تک سبکا بیان بھی نہین ہوسکتا
اور علم مکاشفہ کے بیان کی اجازت نہین اور غالب ہے کہ جسقدر ہمنے بیان کیا ہے اسکو بھی ذکر
کرنا مناسب تھا اسواسطے کہ جو اس طریق کا چلنے والا ہے اوسکو غیر سے سننے کی حاجت نہین
اور جو نہین چلتا اوسکو سننے سے کچھ فائدہ نہین بلکہ احتمال ضرر کا ہے اسواسطے کہ جب ایسی چیز سنتا ہے
جو سمجھ مین نہین آتی اوس سے حیرت پیدا ہوتی ہے لیکن اتنا فائدہ ہے کہ جس مغالطے مین وہ رہتا ہے
اوس سے نکل جاتا ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ امر معرفت کو جو اپنے خیال فاسد اور ذہن مختصر اور
عقل قاصر مین ایک ادنی بات سمجھتا ہے ان حالات کے سننے سے یقین کرلیتا ہے کہ واقع مین یہ امر
بہت بڑا ہے اور نیز اولیاء اللہ کے مکاشفات کا ذکر اگر کیا جاتا ہے تو اوسکا بھی یقین ہوجاتا ہے
اور جسکو مغالطہ قوی ہوتا ہے وہ ہر حال مین یکسان ہے جیسا پہلے نہین مانتا تھا اب بھی نہین مانتا

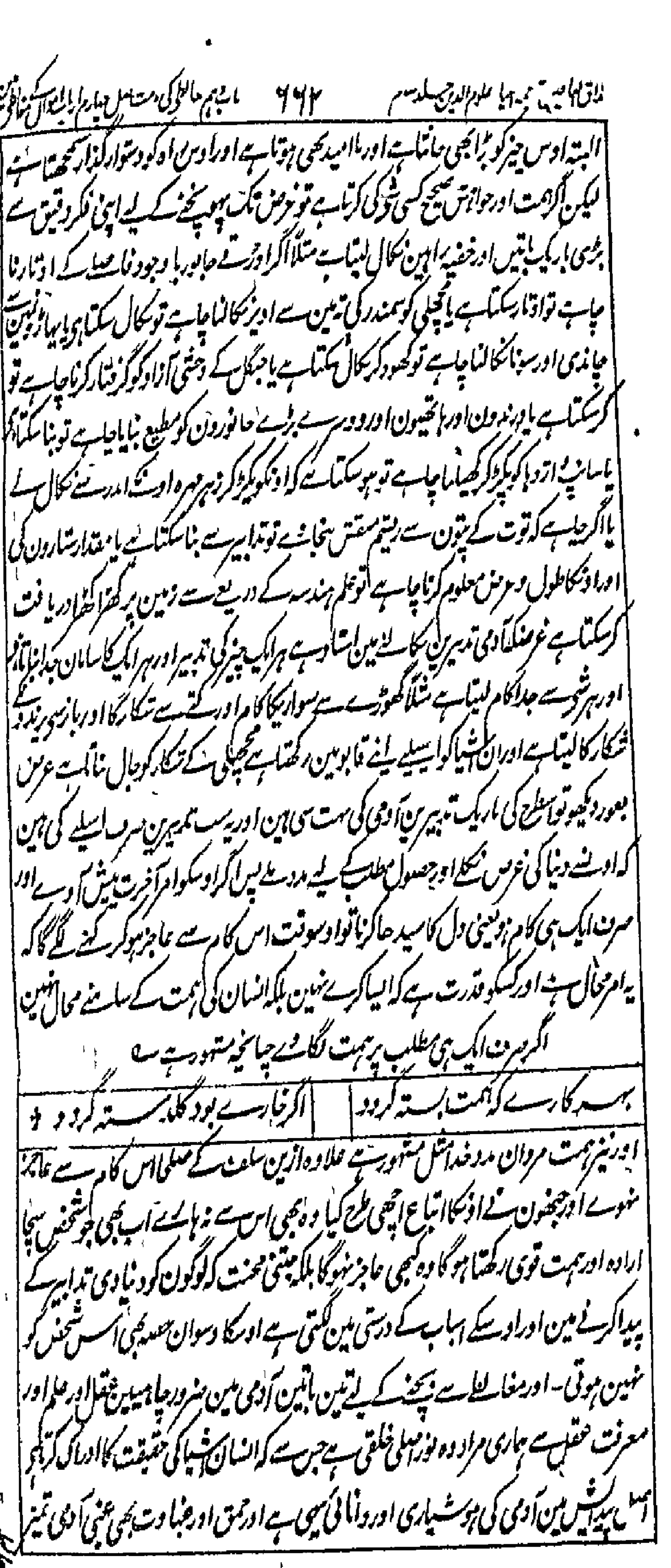
چوتھی فصل ارباب اموال کے مغالطے کا ذکر انکے بھی بہت فرقے ہین ایک فرقہ وہ ہے جو
مسجدون اور مدرسون اور سراؤن اور پلون کی تعمیر کے حریص ہوتے ہین یعنی ایسی چیزون کے
بنانے کی جسکو سب لوگ دیکھین اور اون عمارات پر اپنا نام کندہ کرا دیتے ہین تاکہ ہمیشہ اونکی یادگار
رہے اور مرنے کے بعد یہ نشانی باقی رہے اور اپنی دانست مین اس فعل سے مستحق مغفرت ہوجاتے ہین
حالانکہ دو سبب سے یہ لوگ مغالطے مین ہین اول تو اس جہت سے کہ عمارات مذکورہ کو ایسے مال سے
بناتے ہین جو ظلم اور غصب اور رشوت وغیرہ وجوہات ممنوع سے پیدا کرتے ہین پس اول تو اسوجہ سے
خدا کے غضب کے سزاوار ہوتے کہ مال حرام کمایا دوسرا اسوجہ سے کہ اوسکو اپنی ریا و شہرت کے لیے
اوڑایا اور نیز واجب تھا کہ اوس مال کو نہ پیدا کرتے اور جب اوسکو تحصیل کر کے خدا کے گنہگار ٹھہرے
تو یہ چاہیے تھا کہ توبہ کرکے خدا کیطرف رجوع کرتے اور مال مالکان مال کو حوالہ کرتے خواہ اصل مال

یا اصل نہ رہتا تو اوسکا بدلہ دیدیتے اور اگر مالک نہ ملتا تو اوسکے وارث کو دیتے اور اگر کوئی وارث
بھی نہ ملتا تو وہ مال مسلمانوں کی بہت ضروری مصلحت مین خرچ کرتے اور غالب ہے کہ مساکین کو بانٹنا
اوس مال کا زیادہ ضروری معلوم ہوتا مگر مساکین کو وہ مین تقسیم کرتے اس خوف سے کہ مبادا دوسرے
لوگون کو معلوم ہو جاوے تو وہی عمارت بنالیں اور کوئی شہرت اونھین کے ہاتھ لگے اس سے
معلوم ہوا کہ عمارت پر جو یہ لوگ حریص ہین کچھ اسواسطے نہین کہ بقائے خیر چاہتے ہون بلکہ اونکی
غرض ریا او نیکنامی اور محبت نام ہے اور جانتے ہین کہ انکے باقی رہنے سے ہمارا نام جو اونپر کندہ ہے
وہ بھی باقی رہیگا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ یہی سمجھتے ہین کہ ان عمارتون مین روپیہ لگانا اخلاص
اور خیر کا کام ہے حالانکہ اگر اوسے کہا جائے کہ ایک روپیہ خرچ کر مگر جس جگہ خرچ کرے وہان اپنا نام
لکھے تو ہرگز نفس قبول نہ کرے اور دشوار جانے اور خدای تعالی سب کچھ جانتا ہے خواہ نام لکھا ہو
یا نہین اگر لوگون کو دکھلانا نہ منظور ہوتا صرف خدا ہی کے لیے کام ہوتا تو نام لکھنے کی کیا حاجت تھی
اور ایک فرقہ اور ہے کہ مال وجہ حلال سے پیدا کرکے مسجدون مین لگا دیتے ہین وہ مغالطے مین ہین
دو جہت سے اول تو ریا اور طلب ثنا کی جہت سے اسلیے کہ بعض اوقات ایسے شخص کی پڑوس مین
یا شہر مین ایسے محتاج ہوتے ہین کہ اونسے سلوک کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے اور مسجد بنانے کے
نام سے اونکو دینا افضل ہوتا ہے مگر اونکو جو مسجدون مین لگا دینا اچھا معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ
یہی ہے کہ عمارت لوگون پر ظاہر ہوتی ہے اور دوسری وجہ مغالطے کی یہ ہے کہ مسجدون پر جو
نقش و نگار کرتے ہین وہ ممنوع ہے اور نمازیون کا دھیان اوس سے بٹتا ہے نظر اونھین پر
پڑتی ہے او خشوع و خضوع سے فروتنی اور دل کا حاضر ہوتا ہے اور جب دل نقش و نگار مین ہوا تو
ثواب باطل ہوگا اور اسکا وبال نقش و نگار کرنے والے کے ذمہ رہیگا اور وہ اس خیال مین ہے
کہ مین امر خیر کرتا ہون یہ میرے لیے وسیلہ رضای الٰہی ہوگا حالانکہ اس سے خدا کی ناراضی کا
مستحق ہوا اوسکو گمان ہے کہ مین خدا کی اطاعت کرتا ہون اور اوسکے حکم کو بجالاتا ہون اور واقع مین
نقش و نگار سے لوگون کے دلون کو پریشان کرتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ لوگ مسجدون مین یہ
کیفیت دیکھکر اپنے گھرون کو ایسا ہی مزین کرین اور اسکا وبال بھی اوسی شخص کی گردن پر رہے
حاصل یہ کہ مسجد اسواسطے ہوتی ہے کہ اوسمین تواضع اور حضور دل اللہ کے سامنے ہو۔ حضرت
مالک بن دینار رحمہ فرماتے ہین کہ دو شخص ایک مسجد مین آئے اونمین سے ایک مسجد کے دروازے پر
کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ مجھ جیسا آدمی خدا کے گھر مین جاوے یعنی شدت احتیاط و انکسار سے یہ جملہ کہا

اوسی جگہ صدیقون مین لکھا گیا یعنی تعظیم مسجد اس درجے پر کی کہ اپنے جانے سے گویا مسجد کو آلودہ
سمجھا اور ایسی ہی تعظیم مناسب بھی ہے یہ نہین کہ مسجد کو مال حرام سے یا دنیا کے زخرفات سے
لیپ پوت دیا اور خدا پر احسان کیا۔ اور حواریون نے ایکبار حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین
عرض کیا کہ دیکھیے یہ مسجد کیا عمدہ ہے آپنے فرمایا کہ اے میری امت مین تم سے سچ کہتا ہون کہ اللہ تعالے
اس مسجد کی اینٹ پر اینٹ قائم نہ چھوڑیگا اس مسجد والون کے گناہ کے باعث سب کو برباد کرے گا
اللہ کے نزدیک نہ سونے چاندی کی کچھ قدر ہے اور نہ ان اینٹون کی قدر جو تمکو اچھی معلوم ہوتی ہین بلکہ
اوسکے نزدیک سب سے محبوب چیزین نیکبخت دل ہین اونسے اللہ تعالی زمین کو آباد کرتا ہے اور جب وہ
نیکبخت نہین رہتے تو اونھین کی شامت سے زمین کو ویران کرتا ہے اور حضرت ابودردا رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجدون کو ملمع کرو اور قرآنون کو چاندی سونا پہناو تو
اوسوقت تم پر تباہی آویگی۔ اور حضرت حسن رح سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ
مسجد مدینہ منورہ کی تعمیر کا کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی پاس آئے اور فرمایا کہ اسکو سات ہاتھ اونچا
بنائیو اور ملمع اور نقش مت کیجیو غرضکہ ان لوگون کا مغالطہ یہ ہے کہ جو بات بری تھی اوسکو اچھا سمجھکر
اوسپر تکیہ کیا اور ایک فرقہ اور ہے کہ مال صدقات مین خرچ کرتے ہین اور فقرا و مساکین کو دیتے ہین مگر
اس خیرات کیواسطے ایسا موقع ڈھونڈھتے ہین جہان لوگ جمع ہون اور فقرا مین سے بھی ایسے ہی کو
تلاش کرتے ہین جو شکر گزار اور نام مشہور کرنے والے ہون اور خفیہ خیرات کو برا جانتے ہین اور اگر کوئی
فقیر اونسے کچھ لیکر چھپاوے تو اوسکو خطاوار اور ناشکر جانتے ہین اور کبھی حج مین بہت سا [illegible]
کہ ایک حج کے بعد دوسرا کرتے ہین مگر اپنے ہمسایون کو بھوکا ہی چھوڑتے ہین اسی لیے حضرت ابن مسعود
نے فرمایا ہے کہ آخر زمانے مین ایسے لوگ ہونگے جو بے سبب بھی حج کرتے ہونگے چونکہ اونکو پاس
مال ہوگا اسواسطے سفر کرنے کو کچھ دشوار نجانتے ہونگے حج سے جب پھرینگے تو محروم اور لٹے ہوئے
آوینگے یعنی ثواب خاک نہ ملیگا آپ تو سواری پر جنگل و ریگستان مین پھرتے ہونگے اور اونکے پڑوسی
محتاج ہونگے کہ اونکی خبر نہ لینگے اور ابو نصر رح کہتے ہین کہ ایک شخص حضرت بشر بن الحارث رح کے
پاس آیا اور کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے مین آپ سے رخصت ہونے آیا ہون آپکو جو کچھ فرمانا ہو
آپ بھی فرماوین آپنے پوچھا کہ حج کیواسطے تیرے پاس کیا ہے اوسنے کہا کہ دو ہزار درم آپنے
فرمایا کہ حج سے تیرا مقصود کیا ہے سیر کرنا منظور ہے یا شوق خانہ خدا کا ہے یا رضا مندی اللہ تعالی
کی اوسنے عرض کیا کہ مجکو رضاے الہی منظور ہے آپنے فرمایا کہ اگر گھر بیٹھے تجکو رضاے الہی ان

دو ہزار درہموں کے خرچ سے ملجاوے اور تجکو یقین بھی ہوجاوے کہ خدا کی رضا بیشک ہوئی تو تو کریگا اوسنے کہا البتہ آپنے فرمایا کہ تو جا اور ان درہموں کو دس آدمیوں کو دیدے قرضدار کو دے جو اپنا قرض ادا کرے اور محتاج کو دے جو اپنی شکستہ حالی درست کرے اور عیالدار کو دے جو اپنے عیال کی پرورش کرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کو دے جو یتیم کو خوش کرے اور اگر تیرا دل اس بات پر تیار ہو کہ ایک ہی شخص کو ان اقسام میں سے دے تو ایک ہی کو دیدینا اور یہ میں نے اسلیے کہا کہ کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا اور مظلوم کی فریاد کو پہونچنا اور ضرر کو ٹالنا اور کمزور کی مدد کرنا فرض حج کے بعد سو حجوں سے افضل ہیں تو اب جا کر جیسا میں نے کہا اوسکے بموجب اس روپیہ کو تقسیم کردے ورنہ جو دل میں ہو وہ کہدے اوس شخص نے کہا کہ میرا دل تو سفر کا چاہتا ہے پس حضرت بشر رح نے تبسم فرمایا اور اوسکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ مال جب تجارات اور شبہات سے اکٹھا ہوجاتا ہے تو نفس یہ چاہتا ہے کہ کوئی حاجت پوری کیجیے اوسکے لیے اعمال صالحہ ظاہر کیا کرتا ہے مگر خدا تعالی نے قسم کھائی ہے کہ متقیوں کے اعمال کے سوا اور کسی کا عمل قبول نہیں کریگا اور ایک فرقہ اور ہے کہ بخل کے مارے مال کو جمع کرتے ہیں عبادات ایسی کرتے ہیں جسمیں کچھ خرچ نہ ہو مثلاً اونکو روزہ رکھنا یا رات کو جاگنا یا ختم قرآن کرنا وغیرہ اور یہ لوگ بھی مغرور ہیں اسلیے کہ بخل جو مہلک چیز ہے اونکے دلوں پر حاوی ہے اول اوسپر اوسکا قلع قمع مال کو دیکر کرنا چاہیے جو باتیں کہ وہ کرتے ہیں اونکی کچھ حاجت نہیں اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کسیکے کپڑوں میں سانپ گھس جاوے اور وہ قریب ہلاکت کے ہو لیکن اطمینان سے تسکین صفرا کے لیے سکنجبین بنا رہا ہو اب کہیے جسکو سانپ کاٹ لیگا اوسکو سکنجبین سے کیا فائدہ اور کب ضرورت ہوگی اسیواسطے حضرت بشر رح سے کسی نے کہا کہ فلانا غنی روزہ نماز بہت ادا کرتا ہے آپنے فرمایا کہ جو اوسکے حال کے مناسب تھا وہ تو اوسنے چھوڑ دیا جو دوسروں کے لائق بات تھی وہ اختیار کی اوسکو یہ شایان تھا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا اور مساکین کو کچھ دیتا اپنے آپ جو بھوکا رہتا ہے اوسکی نسبت کہ یہ زیادہ بہتر تھی اور ایک فرقہ اور ہے کہ اونپر بخل اسقدر زیادہ ہے کہ مال میں سے سوائے زکوۃ کے اور کچھ نہیں دیتے پھر مال زکوۃ بھی ایسا برا اور نکما دیتے ہیں کہ اپنے آپ ویسے مال سے نفرت کریں اور فقیروں میں سے ایسے فقیروں کو دیتے ہیں جو اونکی خدمت کریں اور انکے کاروبار میں پھرا کریں یا آگے کو اونسے کسی خدمت کے محتاج ہوں یا کوئی کسیطرح کی غرض اونسے نکلے یا ایسونکو دیتے ہیں جو کسی بڑے شخص کی سفارش لیکر آیا ہو اونکو اسلیے دیتے ہیں کہ ہماری قدر اوس بڑے آدمی کی نظروں میں ہوجاوے کہ ہمنے اوسکا کام کردیا

وہ بھی ہمارے کام مین دریغ نکرے تو یہ باتین سب کی سب نیت کی مفسد اور عمل کی تباہ کرنے والی
مین اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ مغرور ہے اور اوسکو گمان یہ ہے کہ مین اللہ تعالی کا مطیع ہون حالانکہ وہ گنہگار
دگنا گنہگار ہے کہ خدا کی عبادت پر غیر سے عوض چاہتا ہے اسطرح کی باتین مالداروں کے مغالطون کی ہین
اور یہ بھی از انجملہ بعض مغالطون کی تنبیہ کے طور پر کچھ لکھدی گئین اور ایک فرقہ اور ہے کہ وہ
عوام خلق اور مالدارون اور فقرا مین سب مین اوس قسم کے لوگ ہوتے ہین وہ وعظ کی مجالس مین
آنے ہی کو اپنی نجات کیواسطے کافی ووافی اعتقاد کرتے ہین اور مجالس وعظ مین آنا ایک رسم عادت مقرر
کرلیا ہے اور یہ گمان ہے کہ صرف وعظ کے سننے ہی سے ثواب ملیگا گو اوسپر عمل نکرین اور یہ اونکا
خیال خام ہے اسلئے کہ مجالس وعظ کو جو فضیلت ہے تو اسی جہت سے ہے کہ اوس سے آدمی کو رغبت
خیر کی ہوتی ہے اگر یہ بات کسی مجلس مین نہو تو اوسمین کچھ بزرگی نہین اور رغبت اسیواسطے اچھی ہے
کہ اوس سے آدمی آمادہ عمل ہوتا ہے اگر وعظ سے رغبت ایسی ضعیف ہوئی کہ عمل پر آمادہ نکیا تو ایسی
رغبت سے کیا فائدہ اور جو چیز کسی اور چیز کیواسطے مطلوب ہوتی ہے اگر وہ دوسری چیز اوس سے نہ ملے
تو اول چیز کو لیکر کیا کرے - اور کبھی واعظ کی زبانی جو فضیلت مجالس وعظ کی سنتے ہین اور رونیکا ثواب
گوش زد ہوتا ہے تو منہ لٹکائے مین پڑتے ہین اور عورتون کیطرح رونے لگتے ہین اور کبھی کوئی کلام خوف کا
سنتے ہین تو اس سے زیادہ اور کچھ نہین کرتے کہ ہاتھ پہ ہاتھ مار کر کہتے ہین کہ خدا تو ہی بچائیو یا خدا پناہ دے
یا معاذ اللہ یا سبحان اللہ وغیرہ اور اپنے گمان مین جو کچھ کرتے ہین وہ سب اچھا کرتے ہین حالانکہ مغالطہ
صریح ہے اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار حکیمون کے مطب مین جایا کرے اور جو کچھ وہان ذکر ہو
اوسکو سنا کرے یا کوئی بھوکا کسی ایسے کے پاس بیٹھا کرے جو خوب مزہ دار کھانون کے ذکر اوس سے
کیا کرے تو اس سے نہ تو مریض کا مرض جاویگا نہ بھوکے کی بھوک اسیطرح طاعات کے اوصاف سننے
اور عمل کرنے سے خدا کے نزدیک کچھ فائدہ نہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جس وعظ کے سننے سے آدمی مین
کچھ تغیر اسطرح کا نہو جسکے باعث افعال بدلجاوین اور خدای تعالی کیطرف متوجہ قوی یا ضعیف متوجہ ہوجاوے
اور دنیا سے روگردان ہو تو اسطرح کا وعظ اوسکے حق مین اور زیادہ باعث بازپرس کا ہوگا اگر اوسکو
آدمی اپنے لیے ذریعہ سعادت سمجھے تو غلطفہمی ہے - اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کچھ تم نے مغالطون کی
وجہین لکھی ہین یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے کوئی خالی نہین اور اس سے بچنا بھی غیر ممکن ہے اور
اس سے آدمی کو ایک یاس پیدا ہوتی ہے کیونکہ اتنی طاقت تو کسی کی نہین ہے کہ ان آفات خفیہ سے
بچے تو ضرور ہے کہ ... [illegible]



البتہ اوس چیز کو برا بھی جانتا ہے اور ناامید بھی ہوتا ہے اور اوس کو دشوار گذار سمجھتا ہے لیکن اگر ہمت اور خواہش صحیح کسی شی کی کرتا ہے تو غرض تک پہونچنے کے لیے اپنی فکر دقیق سے بڑی باریک باتیں اور خفیہ راہیں نکال لیتا ہے مثلاً اگر اوڑتے جانور یا وجود نا ملنے کے اوتارنا چاہے تو اوتار سکتا ہے یا مچھلی کو سمندر کی تہ میں سے اوپر نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے یا پہاڑ زمین میں چاندی اور سونا نکالنا چاہے تو کھود کر نکال سکتا ہے یا جنگل کے وحشی آزاد کو گرفتار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا درندوں اور ہاتھیوں اور دوسرے بڑے جانوروں کو مطیع بنایا چاہے تو بنا سکتا ہے یا سانپ اژدہا کو پکڑ کر کھیلنا چاہے تو ہو سکتا ہے کہ اونکو پکڑ کر زہر مہرہ اونکے اندر سے نکال لے یا اگر چاہے کہ توت کے پتوں سے ریشم منقش بنا لے تو تدابیر سے بنا سکتا ہے یا مقدار ستاروں کی اور اونکا طول و عرض معلوم کرنا چاہے تو علم ہندسہ کے ذریعے سے زمین پر کھڑا کھڑا دریافت کر سکتا ہے غرضکہ آدمی تدبیریں نکالنے میں استاد ہے ہر ایک چیز کی تدبیر اور ہر ایک کا سامان جدا بنا تا ہے اور ہر شی سے جدا کام لیتا ہے مثلاً گھوڑے سے سواری کا کام اور کتے سے شکار کا اور باز سے پرندے شکار کا لیتا ہے اور ان اشیا کو اسیلیے اپنے قابو میں رکھتا ہے مچھلی کے شکار کو جال بنا لیتا ہے غرض بغور دیکھو تو اسطرح کی باریک تدبیریں آدمی کی بہت سی ہیں اور یہ سب تدبیریں صرف اسیلیے کی ہیں کہ اوسنے دنیا کی غرض نکلے اور حصول مطلب کے لیے مدد ملے پس اگر اوسکو امر آخرت پیش آوے اور صرف ایک ہی کام یعنی دل کا سیدھا کرنا تو اوسوقت اس کام سے عاجز ہو کر کہنے لگے گا کہ یہ امر محال ہے اور کسکو قدرت ہے کہ ایسا کرے نہیں بلکہ انسان کی ہمت کے سامنے محال نہیں اگر صرف ایک ہی مطلب پر ہمت لگاوے چنانچہ مشہور ہے ؎

اگر خارے بود گلدستہ گردد		بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد

اور نیز ہمت مردان مدد خدا مثل مشہور ہے علاوہ ازین سلف کے صلحا اس کام سے عاجز نہوے اور جنھوں نے اونکا اتباع اچھی طرح کیا وہ بھی اس سے نہ ہارے اب بھی جو شخص سچا ارادہ اور ہمت قوی رکھتا ہوگا وہ کبھی عاجز نہوگا بلکہ جتنی محنت کہ لوگوں کو دنیاوی تدابیر کے پیدا کرنے میں اور اوسکے اسباب کے درستی میں لگتی ہے اوسکا دسوان حصہ بھی اس شخص کو نہیں ہوتی۔ اور مغالطے سے نپچنے کے لیے تین باتیں آدمی میں ضرور چاہییں عقل اور علم اور معرفت عقل سے ہماری مراد وہ نور جبلی خلقی ہے جس سے کہ انسان اشیا کی حقیقت کا ادراک کرتا ہے اصل پیدایش میں آدمی کی ہوشیاری اور دانائی یہی ہے اور حمق اور غباوت بھی یعنی آدمی تمیز

مغالطے کی نہین کر سکتا اسلیے عقل کی صفائی اور فہم کی تیزی اصل پیدایش سے ہونی ضروری ہے
اگر انسان شروع پیدایش سے ایسا نہوگا تو اوسکا حاصل کرنا ممکن نہین البتہ اتنا ہو سکتا ہے
کہ جب اصل عقل موجود ہے تو تجربہ وغیرہ سے اوسکو زیادہ کر سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ
بنیاد سعادت کی عقل و کیاست ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے تبارک الذی قسم
العقل بین عبادہ اشتاتا ان الرجلین لیستوی عملھما وبرھما وصومھما وصلاتھما ولکنھما یتفاوتان فی العقل
کالذرۃ فی جنب احد وما قسم اللہ لخلقہ حظا ھو افضل من العقل والیقین
اور حضرت ابو درداء رض سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر
کوئی شخص دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو تہجد گزار اور حج اور عمرہ ادا کرتا ہو اور صدقہ و جہاد
فی سبیل اللہ اور عیادت مریض اور جنازے کا ساتھ دینا اور ضعیف کی اعانت کرنا یہ سب باتین
بجا لاتا ہو اوسکا درجہ قیامت مین خدا کے نزدیک کتنا ہوگا آپنے ارشاد فرمایا کہ اوسکو ثواب بقدر
عقل ملیگا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک آدمی کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
کیئے گئی اور سب نے اوسکو اچھا کہا آپ نے پوچھا کہ اوسکی عقل کیسی ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہم
عبادت اور اخلاق اور فضل کا ذکر کرتے ہین آپنے فرمایا کہ اوسکی عقل بتاؤ کیسی ہے کیونکہ بیوقوف
اپنی حماقت کے باعث بدکاری سے گناہ دست بھی زیادہ خطا کر بیٹھتا ہے اور قیامت کے روز
لوگون کو قرب عقل ہی کے مقدار پر ہوگا۔ اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپکے سامنے ہوتا تو اوسکی عقل کا حال
پوچھتے اگر لوگ عقل کو اچھا کہتے تو آپ فرماتے کہ وہ پہونچا ہے اور اگر عقل کو اچھا نہ بتلاتے تو فرماتے
کہ وہ ہرگز رسیدہ نہوگا۔ اور ایک دفعہ جو ایک شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپکے سامنے کیا
آپنے پوچھا کہ اوسکی عقل کیسی ہے لوگون نے کہا کہ عقل تو کچھ بھی نہین آپنے فرمایا کہ جس درجہ پر تم
گمان کرتے ہو وہان تک وہ شخص نہین پہونچے گا اس سے معلوم ہوا کہ تیزی فہم اور عقل جبلی کا درست ہونا
بھی ایک نعمت خدا کی ہے جو اصل پیدایش مین کچھ دیتا ہے اور اگر یہ نعمت حمق و بلادت سے
خالی رہتی ہے تو پھر اسکا تدارک نہین ہو سکتا دوسری بات رفع مغالطے کیلیے معرفت ہے
اور اوس سے ہماری غرض چار چیزون کا پہچاننا ہے اپنے نفس کا اور خدای تعالی کا اور دنیا کا اور
آخرت کا سو اپنے نفس کو یون جانے کہ بندہ ذلیل ہے اور اس عالم مین مسافر ہے اور شہوات بہیمی
بھی اور اوسکی طبیعت کے موافق ہین معرفت خدای تعالی اور اوسکا دیدار ہے اور اس جہان کا

عجائبات دون معرفت نفس اور معرفت رب کے نہین ہو سکتا اسکے جاننے کیواسطے جو کچھ ہمنے باب عجائب
اور بیان عجائبات دل اور باب تفکر اور باب شکر مین لکھا ہے اوس سے مدد لے کیونکہ اون ابواب مین
وصف نفس اور جلال کبریا کے اشارات ہ کو ہین جنسے تنبیہ فی الجملہ ہو جاتی ہے اور کمال معرفت
اوسکے بعد ہے اسلیے کہ وہ علوم مکاشفہ مین سے ہے اور ہم نے اس کتاب مین صرف علم معاملہ کو
لکھا ہے اور معرفت دنیا و آخرت کے لیے اون باتون سے مدد لے جو باب مذمت دنیا اور
باب ذکر موت مین لکھی ہین تاکہ معلوم ہو کہ دنیا کو آخرت سے کچھ نسبت ہی نہین جب ان چارون کو
پہچان لیگا تو خداے تعالی کی معرفت کے باعث تو دل مین محبت الہی جوش کریگی اور آخرت کی
معرفت سے شدت رغبت اوسکی طرف پیدا ہوگی اور دنیا کے پہچاننے سے اوسکی طرف سے
سخت روگردانی حاصل ہوگی اور سب سے زیادہ ضروری کام اوسکی نظرون مین وہی ہوگا جو خدا تک
پہونچاوے اور آخرت مین کام آوے اور جب یہ ارادہ غالب ہوگا تو سب باتون مین اوسکی نیت
درست ہوگی اگر کھانا کھاویگا یا قضاے حاجت کو جاویگا یا اور کوئی کام کریگا سب سے مقصود
یہی ہوگا کہ سلوک راہ آخرت پر مدد لے اور اس درستی نیت سے مغالطہ دور ہو جاویگا جسکا منشا
کشش اغراض از قبیل دنیا اور جاہ اور مال کا ہے اسلیے کہ انھین چیزون سے نیت بگڑتی ہے
اور جب تک دنیا اوسکے نزدیک آخرت کی نسبت محبوب رہیگی اور خواہش اپنے نفس کی رضاے
الہی کی نسبت محبوب رہیگی تب تک چھوٹنا مغالطے سے ممکن نہین اور جب دل پر خدا کی معرفت
اور اپنے نفس کی معرفت کے باعث جو کمال عقل کے سبب ہوتی ہے محبت الہی غالب ہوگی
تو ایک تیسری چیز کی اور حاجت ہوگی یعنی علم اس بات کا کہ راہ خدا کو کسطرح طے کرنا چاہیے اور
اللہ سے نزدیک کرنے والی اور دور کرنے والی چیزین کونسی ہین اور رستے کے آفات اور
مہلکات اور گھاٹیان کونسی ہین اور ان سب باتون کو ہمنے اس کتاب مین لکھا ہے مثلاً
جلد اول مین شروط عبادت اور اوسکی آفات لکھے ہین شروط کی رعایت رکھنی چاہیے اور آفات سے
احتراز کرنا ضروری سمجھے اور جلد دوم مین اسرار معاملات اور جن چیزون کی طرف آدمی مضطر ہے
اونکو لکھا ہے اونکو قواعد شرع کے بموجب عمل مین لاوے اور جس سے مستغنی ہو اوس سے اعراض
کرے اور اس جلد مین وہ باتین ہین جو خدا کی راہ مین موانع ہین یعنی صفات مذمومہ خلق کے
پس صفت مذموم کو جانے اور اوسکے علاج کا طور دریافت کرے اور جلد چہارم سے صفات محمودہ
معلوم ہوتی ہین کہ جب کوئی صفت مذموم آدمی اپنے اندر سے مٹا دے تو اوسکے عوض مین

اچھی صفت پیدا کرے جب ان سب باتوں کو جان لیگا تب ممکن ہے کہ جو اقسام مغالطہ کہ ہمنے لکھے ہین اونسے بچ سکے اور ان سب کی اصل یہ ہے کہ محبت الٰہی دل پر غالب ہو اور محبت دنیا دل سے اتر جاوے یہان تک کہ ارادہ مستحکم ہوجاوے اور نیت درست اور یہ بات جبھی ہوسکتی ہے جب وہ باتین جو ہم نے لکھی ہین اونکو پہچانے۔ یہان ایک اور بات جاننے کی ہے کہ ان سب امور کے جاننے کے بعد آدمی پر ایک اور خوف باقی ہے وہ یہ ہے کہ اسوقت شیطان اسکو فریب دیکر اس بات کا آمادہ کرتا ہے کہ خلق کو نصیحت کرنا اور علم کو پھیلانا اور جو بات اپنے آپ کو خدا نے بتلائی اوسکو دوسرونکو بتلانا چاہیے کیونکہ مخلص آدمی جب اپنے نفس کی تہذیب اور اخلاق کی درستی سے فارغ ہوتا ہے اور تمام کدورتوں سے دل کو صاف کرکے راہ راست پر آجاتا ہے اور دنیا کو حقیر جانکر ترک کرتا ہے اور خلق سے طمع منقطع کرکے اونکی طرف التفات نہین کرتا اور سواے خدا کے اور اوسکے ذکر و مناجات کے لذت کے اور شوق دیدار کے اور کوئی کام نہین رکھتا اور شیطان اوسکے بہکانے سے عاجز ہوتا ہے کہ دنیا کی طرف سے اگر اوسکو بہکاوے تو اوسکی اطاعت نہین کرتا اسلیے دین کی راہ سے اوسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ خلق خدا پر رحمت کر اور اونکے دین کے بچانے کیواسطے اونکو نصیحت کر اللہ تعالیٰ کیطرف اونکو بھی بلا اوسوقت بندہ مخلص رحمت کی نظر سے جو لوگون کو دیکھتا ہے تو اونکو اپنے کامون مین سرگردان اور پریشان اور دین مین بہرے اور اندھے پاتا ہے مرض سب پر غالب ہو اور اونکو خبر نہین نہ کوئی طبیب کہ اونکا علاج کرے سب مرنے کے قریب ہین اس حال کے دیکھنے سے اوسکو رحم آتا ہے کیونکہ اسکے پاس وہ دواے معرفت ہے جس سے اونکو راہ راست پر لاسکتا ہے اور اونکی گمراہی ظاہر کرکے راہ سعادت بتلا سکتا ہے اور اس بتلانے مین کچھ محنت و مشقت بھی نہین نہ کچھ دینا پڑے پس اسکی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسیکو کوئی بڑا مرض ہو جسکی تکلیف کی برداشت نکرسکے اور اوسکے مارے رات بھر جاگے چین اور دن بھر بے قرار رہے کھانا پینا حس و حرکت شدت درد کے سبب کچھ نکرسکے اور اوسکے علاج کو آسان چٹکلا بے دام اور بے محنت کا ہاتھ لگ جاوے جسکے کھانے مین تلخی بھی نہو اور اوسکو استعمال کرکے اچھا ہوجاوے رات کو اچھی طرح سونے لگے اور دن کو آرام و آسایش سے رہے سب کدورت مبدل بصفا ہوجاوے اور تندرستی کی لذت بعد اوس تکلیف کے کام جان مین پہونچنے لگے پھر وہ شخص بہت سے اپنے ہم جنسون کو دیکھے کہ اونکو بھی وہی مرض ہے جو اوسکو تھا اور وہ بھی رات بھر جاگتے ہین اور مضطرب رہتے ہین اور آہ آہ کرتے گذرتی ہے تو جو دوا اسنے اپنی کی تھی وہی یاد آجاوے

اور کہے کہ مین انکو بہت سہل تدبیر سے چند روز مین اچھا کر سکتا ہون اور رحمت و شفقت کے باعث
انکی علاج کی تاخیر اونکے علاج مین نکرے ایسا ہی بندہ مخلص جب اس رتبہ پر پہونچ جاتا ہے اور امراض
دلی سے شفا پاتا ہے اور لوگون کو دیکھتا ہے کہ اونکے دل مریض ہین اور علاج نہایت مشکل کہ طبیب
اوس سے عاجز ہین اور یہ ہلاک و تباہ ہوا چاہتے ہین اور مجکو انکا علاج کرنا سہل ہے تو خود بخود اوسکی
ذات مین سے ایک پکا ارادہ اونکی نصیحت کرنے کا پیدا ہوتا ہے اور اس بات پر شیطان اوسے اشتعال
دیتا ہے کہ شاید اسی بہلانے اوسکو دھوکے ڈالے جب وہ شخص نصیحت مین مشغول ہوتا ہے تو شیطان کا
منصوبہ بن پڑتا ہے کہ اول اوسکو ریاست کیطرف بلاتا ہے مگر نہایت پوشیدہ کہ چیونٹی کی چال سے بھی
زیادہ خفی ہو اور اوس شخص مخلص کو خبر نہونے پاوے جب یہ سلسلہ منبانی دل مین اوسکے ہونے لگی ہو
تو پھر بناوٹ اور زینت کیطرف بلاتا ہے کہ اپنے لیے اچھے الفاظ اور نغمات اور حرکات استعمال کرنے
چاہیین اور لباس و صورت مین تکلف کرنا چاہیے جب ان باتون پر لا ڈالتا ہے تو آدمی اوسپر
ہجوم کرتے ہین اور اوسکی توقیر و تعظیم بادشاہون سے بھی زیادہ کرتے ہین کیونکہ اپنے امراض کا شافی
اوسکو جانتے ہین کہ صرف رحمت اور شفقت کے باعث بلا طمع علاج کرتا ہے اسیواسطے اوسکو ماں باپ
اور اقارب سے بھی زیادہ محبوب جانتے ہین اور اپنے مال و تن سے اوسکی خدمت مقدم سمجھتے ہین
اور اوسکے سامنے مثل نوکر و غلام کے ہو جاتے ہین اور محفلون مین سب پر ترجیح دیتے ہین اور بادشاہون
اور سلاطین سے زیادہ مانتے ہین اس معاملے سے اوسکی طبیعت پھول جاتی ہے اور نفس کو وہ
راحت و لذت ملتی ہے کہ اوسکا کیا کہنا ہے اوسکے سامنے سب لذتین گرد ہو جاتی ہے پس باوجود ترک
دنیا کے اوسکی سب سے بڑی لذت دین جا پڑتا ہے اسوقت شیطان موقع پا کر اپنا ہاتھ اوسکے دل کیطرف
بڑھا دیتا ہے اور اوسکو ایسے ہی کام مین لگاتا ہے جسمین وہ لذت باقی رہے اور نفس کے شیطان کیطرف
جھکنے کی پہچان یہ ہے کہ اگر مثلاً کسی بات مین اوس شخص سے غلطی ہو جاوے اور لوگون کے سامنے
کوئی اوسپر انکار و اعتراض کرے تو غصہ کریگا اور اگر دل مین اس غصے کو برا سمجھے تو فوراً شیطان
سوجھاتا ہے کہ یہ غصہ اللہ کیواسطے ہے کیونکہ اگر مریدون کا اعتقاد تجھپر درست نہوگا تو خدا کی راہ
علیحدہ ہو جاوینگے اسی سے مغالطہ کھا جاتا ہے اور کبھی اس جوش کے سبب سے غیبت کر دیتا ہے
یعنی جس شخص نے اعتراض کیا تھا اوسکی غیبت کرتا ہے جو حرام ہے حالانکہ اوسکے کہنے کیواسطے
الفاظ حلال بہت سے ہین اونکو نہین کہتا اور کبر مین مبتلا ہو جاتا ہے جو امر حق سے اعراض کرنے
اور اوسپر متکبر ہونے کا نام ہے اور پہلے خطرات سے بھی احتراز کرتا تھا اسیطرح اگر کسی موقع پر

تہنسا پڑتا ہے یا بعض وظائف مین سستی کرتا ہے تو نفس کو اضطرار ہوتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ
لوگون کو اسکی خبر ہو جاوے اور میری توقیر جاتی رہے اس خیال سے استغفار کرتا ہے اور اونچی
اونچی سانس لیتا ہے اور کبھی اعمال و وظائف اونکے دکھلانے کو بڑھا دیتا ہے اور شیطان
دل مین ڈالتا ہے کہ یہ باتین تو اسواسطے کرتا ہے کہ لوگ خدا کی راہ سے سستی نکرین اور تیرے اس
عمل کے چھوڑنے سے کہین وہ بھی نہ چھوڑ بیٹھین حالانکہ سب یہ فریب اور دھوکا ہے اصل مین
نفس کا اضطراب تلف ریاست کے خوف سے اس بات کا موجب ہوا ہے اور اسی جہت سے
اگر لوگ کسی اوس جیسے دوسرے شخص کی خطا یا قصور پر واقف ہون تو کچھہ درد نہین آتا بلکہ اوسکو
اچھا سمجھتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور اگر اوسکے ہمسرون مین سے کسیکی طرف لوگون کے دل
مائل ہون اور اوسکے کلام کی تاثیر اوسکی نسبت زیادہ ہو تو اسپر نہایت شاق گذرے پس اگر
اوسکو شوق و لذت ریاست نہین تو دوسرے کی ہونے کو غنیمت کیون نہین جانتا اسلیئے کہ اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے چند یارون کو کوئین مین گرا ہوا دیکھے اور اوسکے منہ پر
کوئی سل رکھی ہو جسکے سبب وہ اوپر نہ نکل سکتے ہون اور یہ شخص درد و رحم کے باعث وہان
آوے تاکہ پتھر کو سرکا کر اپنے یارون کو نکالے اور اکیلے اوسکا سرکانا مشکل ہے اب اگر کوئی
دوسرا شخص آ کر اوسکی مدد کرے کہ اوس پتھر کا ہٹانا اسپر سہل ہو جاوے یا خود وہ شخص اپنے آپ
تنہا اوسکو ہٹا دے تو اس شخص کو بہت خوش ہونا چاہیے کیونکہ اوسکی غرض تو یہی تھی کہ اپنے
یارون کو اوس قید سے نجات ہو جاوے وہ حاصل ہو گئی اسیطرح نصیحت کرنے والے کی
غرض اگر یہی ہے کہ مسلمان لوگ دوزخ سے بچین تو جو شخص اس امر مین اوسکا معین و مددگار ہو
یا خود ہی کفیل اس غرض کا ہو تو برا نماننا چاہیے بالفرض اگر سب اپنے آپ ہی ہدایت پر آجاتے
تو کیا برائی تھی اب اگر دوسرے کے سبب سے راہ سیکھا تو کیون برا مانتا ہے غرضکہ شیطان کے
فریب سے یہ نوبت ہوتی ہے جب یہ بات بھی آدمی مین ہو جاتی ہے تب تو شیطان دل کو بڑے
بڑے گناہون کیطرف بلاتا ہے اور اعضاے ظاہری سے فاحش خطائین کرا کر تباہ کرتا ہے
خدا بچاوے نفس کا راہ پر آکر گمراہ ہو جانا بہت مصیبت ہے معاذ اللہ منہا اب باقی رہی یہ بات
کہ نصیحت کس صورت مین درست ہے تو جاننا چاہیے کہ جب آدمی کا قصد صرف لللہ لوگون کی
ہدایت ہی ہو اور اس بات کو چاہتا ہو کہ کاش کوئی ایسا ملجاوے جو اس باب مین میرا معین و مددگار ہو
یا یہ لوگ آپ ہی آپ راہ راست پر آجاوین اور لوگون کے مال اور ثنا خوانی سے طمع بالکل قطع کر دے

اور اونکی تعریف و مذمت کو یکسان جانے اور جو اسکے نزدیک اگر اچھا ہے تو اونکی مذمت کی کچھ پروا
نکرے اور اگر اوسکے نزدیک سزاوار حمد نہین تو خلق کی تعریف سے خوش ہوا اور سب لوگون کو ایسی
نظر سے دیکھے جیسے سادات کو یعنی کسی پر تکبر نکرے اور سب کو اپنے آپسے بہتر سمجھے اسلیے کہ خاتمہ کا
حال معلوم نہین یا جیسے بہائم کو دیکھتے ہین یعنی جسطرح بہائم کو دیکھنے سے یہ غرض نہین ہوتی کہ اونکے
دل مین اپنی جگہ ہو اور نہ اونکے دیکھنے کی پروا ہوتی ہے کہ وہ ہمکو کسطرح دیکھین اور اسلیے اونکے
سامنے کچھ حاجت زینت اور تکلف کی نہین ہوتی تا وقتیکہ چوپایون کے چرانے والے کو یہ غرض ہوتی ہے
کہ اونکی نگہبانی ہو اور درندہ بچ کرے یہ نہین ہوتی کہ وہ مجھکو تاکین اسیطرح سالک کو چاہیے جب تک
سب لوگون کو چوپایون کیطرح خیال نکریگا یعنی جیسا اونکا دیکھنا مقصود نہین ہوتا ویسا ہی آدمیون کا
دیکھنا مقصود سمجھنے گا تب تک اونکی اصلاح مین مشغول ہونے سے سالم نہ بچیگا بلکہ بعض اوقات
اونکا تو اصلاح پر لاویگا اور اپنے آپ بگڑیگا جیسے شمع کہ اوروں کو روشنی دیتی ہے اور اپنے آپ
جلتی جاتی ہے اب اگر کوئی کہے کہ اگر وعظ کا کہنا اوسی وقت پر منحصر کیا جاوے جب واعظ کو
یہ درجہ جو اوپر مذکور ہوا حاصل ہوجاوے تو دنیا وعظ سے خالی ہوجاویگی اور دل خراب ہوجاوینگے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَةٍ لیکن اگر لوگ
دنیا کی محبت نکرین تو تمام عالم درہم برہم ہوجاوے اور سب کاروبار ابتر ہوجاوین اور دل اور
بدن سب ہلاک ہوجاوین مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا تھا کہ دنیا کی دوستی مہلک ہے
اور اسکو مہلک بیان کرنے سے بہت لوگون کے دل سے اوسکی دوستی نہین نکلیگی صرف چند لوگ
اوسکی محبت چھوڑینگے جنکے چھوڑنے سے دنیا اوجڑ نہوگی اسیواسطے آپنے حق خیرخواہی بھی
ادا کیا کہ جو کچھ اوسمین خطرہ تھا اوسکو بیان فرمادیا اور اسکے چھوڑ دینے کے خوف و خطرے سے
ذکر کو ترک نہین فرمایا کیونکہ اس بات پر اعتماد کلی تھا کہ اسکے شہوات مہلک جو خداتعالی نے
اپنے بندون پر مسلط کررکھے ہین وہ اونکو کشان کشان دوزخ کیطرف لے آوینگے اور اللہ تعالی
کا یہ قول سچا ضرور ہوگا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ
جب یہ صورت ہے تو واعظون کی زبان ریاست کی محبت کے باعث کبھی بند نہوگی اور اگر
کوئی اونسے کہے کہ وعظ محبت ریاست کے لیے حرام ہے اور اسکے کہنے سے وعظ ترک نکرینگے
جیسے تمام لوگ شراب خواری اور زنا اور چوری اور ریا اور ظلم اور دوسرے گناہ نہین چھوڑتے
حالانکہ خدا اور رسول کا فرمانا برابر سنتے ہین کہ یہ سب گناہ حرام ہین پس آدمی کو اپنے نفس کا

خیال چاہیے لوگون کا فکر اپنے آپ کو کیا ضرور ہے بقول شخصے کہ قاضی جی کیون دبلے کہ شہر کا
اندیشہ ہے اللہ تعالی کے کارخانے عجیب ہین ایک آدمی کو یا چند آدمیون کو بگاڑ کر بہت سے لوگونکی
اصلاح کرتا ہے اور خود فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ اور
حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ تعالی اس دین کو ایسے لوگون سے تقویت دیگا جنکو کچھ بہرہ
دین مین نہو بس یہ خوف البتہ ہے کہ عبرت و وعظ کے قبول کرنے کی راہ بند ہوجاوے مگر یہ بات
کہ واعظ باعث ریاست و محبت دنیا کو مد نظر رکھین یا وعظ گوئی سے بدون اس محبت ریاست کی
اپنی زبانین روک لین یہ بھی نہوگا۔ اور اگر کوئی سالک اس فریب شیطانی سے واقف ہوکر اپنے
نفس کی اصلاح مین مشغول ہو اور وعظ چھوڑ دے یا وعظ کہے اور صدق و اخلاص کی شرطین
اوسمین ملحوظ رکھے تب بھی اوسے ایک بہت بڑا خوف درپیش ہے اور وہ یہ ہے کہ شیطان اسوقت
اوس سے کہتا ہے کہ تونے مجھکو تھکا دیا اور اپنی ذکا اور عقل کے کمال کے باعث مجھسے بچگیا بہت سے
اولیا اور اکابر میرے قابو مین آگئے مگر تو میرے ہاتھ سے نکل گیا تو بڑا ہی صابر ہے اور خدا کے نزدیک
تیرا بڑا رتبہ ہے اسلیے کہ تجھکو اتنی قوت دی کہ مجھکو مغلوب کرلیا اور جو جو حیلے مین نے تجھپر چلائے سب توڑ
سمجھ گیا پس سالک یہ بات شیطان کی سنکر سچ جانتا ہے اور غرور سے بھاگ کر عجب مین جا پڑتا ہے
تو اپنے نفس پر عجب کرنا نہایت درجے کا مغالطہ ہے اور یہی سب مین بڑا مہلک ہے اور سب گناہون سے
زیادہ ہے اسواسطے شیطان کا مقولہ ہے کہ ای ابن آدم اگر تو یہ گمان کرے کہ اپنے علم سے مجھسے چھوٹ گیا
تو جان رکھ کہ جہالت سے میرے پھندے مین آپڑا پس اگر کوئی اپنے نفس پر عجب بھی نہ کرے اور
شیطان کے دھوکے مین نہ آوے اور جانے کہ یہ رتبہ مجھکو خدای تعالی کیطرف سے ہے میری طرف سے
نہین اور مجھ جیسا شخص شیطان کے دفع پر قادر نہین ہوسکتا مگر یہ کہ توفیق الہی اور اوسکی مدد شامل حال
اسلیے کہ نفس انسانی نہایت ضعیف اور عاجز اور اقل قلیل ہے جب اس سے ایسا بڑا کام معلوم ہوا تو ظاہر
...پنے آپ اوسپر قادر نہین ہوا بلکہ خدای تعالی کی مدد سے ہوا تو باوجود اس جاننے کے بھی
...ل ور خوف اوسکو باقی ہے وہ یہ کہ کہین خدا کے فضل پر مغرور ہوکر اوسکے کرم پر تکیہ نکر بیٹھے اور
...سکے عذاب سے مامون نہوجاوے اور گمان کرنے لگے کہ مین آگے کو بھی ایسا ہی رہونگا اور
...طرح کے فتور و انقلاب سے خوف نہ کرے یعنی صرف خدا کے فضل پر تکیہ رکھے اور اوسمین
...ن عذاب ملا دے اور چونکہ جو شخص خدای تعالی کے عذاب سے بیخوف رہتا ہو وہ قطعًا زیانکار
ہے اسلیے ایسے شخص کو مناسب ہے کہ اول تو یہ سب باتین مذکورہ بالا خدا کے فضل سے سمجھے

پھر اپنے نفس پر اس بات کا خوف کرتا ہے کہ کہیں کوئی صفت ذمیمہ دل کے صفات سے مثل
محبت دنیا اور ریا اور بد خلقی اور مغالطے وغیرہ سے مجھے دور ہونے کو رہ گئی ہو اور میں اوس سے
غافل رہا ہوں اور اس بات کا خوف ہر دم رکھے کہ کہیں یہ حال جو اب مخفی ہے عین نجات اور کسی وقت
خدا کے عذاب اور نجات کے اندیشے سے غافل نہ رہے اور یہ اندیشہ ایسا ہے کہ اس سے
چھٹکارا اور نجات بدون پل صراط کے اوترے نہیں ملتی چنانچہ روایت ہے کہ سفیان کسی پر
اولیاء اللہ میں سے اونکی نزع کے وقت کچھ سانس اونکا باقی تھا ظاہر ہوا اور کہا کہ میاں صاحب
تم مجھے نکل گئے اونھوں نے فرمایا کہ ابھی تک تو نہیں نکلا یعنی خاتمہ بخیر ہوئے تو یقین مجھے
نہیں کا ہوا اور اسی لیے اکابر فرماتے ہیں کہ آدمی سب تباہ کار ہیں مگر عالم اور عالم بھی سب ہلاک
ہونے والے ہیں مگر عامل اور عامل بھی سب ایسے ہی ہیں مگر مخلص اور مخلص بھی بڑے خطر میں ہیں
اس قول سے معلوم ہوا کہ مغرور سب تباہ کار ہیں اور مخلص جو غرور سے بھاگتے ہیں وہ بھی خطرہ میں
ہیں اسی جہت سے خوف احتیاط اولیاء اللہ کے دل سے کبھی جدا نہیں ہوتی اور چونکہ اعتبار
خاتمے پر ہے اسلیے خدای تعالی سے ہم دعا مانگتے ہیں کہ حسن خاتمہ نصیب فرما وے آمین یا رب العالمین
وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین جلد ثالث تمام ہوئی اسکے بعد جلد رابع کا ترجمہ انشاء اللہ شروع ہوگا

تاریخ ختم ترجمہ جلد ثالث از مترجم

ہوا جب کہ آوازۂ ختم ہر سو
بلا موت طبع احسن کو فوراً
کہا اسنے تو ترجمہ سے ہوا فارغ
١٢٨١ ١٢٨١

تو دل کو ہوئی فکر تاریخ نیکو
کیا جب کہ تعمیل ایماے ابرو
یہ تاریخ لکھ دی جلد ثالث بارو
١٢٨١ ١٢٨١

الحمد للہ اولا و آخرا